

بجملہ حقوق محفوظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَقَصِدْنَاهُمْ غَيْرَةَ لِأَوَّلِي الْأَلْبَابِ ط

تاریخ اسلام

مؤلفہ

مؤرخ ریگانہ آقائے ملت حجۃ الاسلام فخر العلماء حضرت الحاج
علامہ السید نجم الحسن صاحب قبلہ کراچی صدر اقل

واعظ مدرستہ الواعظین لکھنؤ۔ جنرل سیکرٹری پاکستان مجلس علماء رکن مرکزی ج کیمٹی حکومت پاکستان

دومبر اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان

ناشران

امامیہ کتب خانہ - منغل چولی - اندرون - مجید واڑہ - لاہور

نماز امامیہ با ترجمہ عکسی بالتصویر

مع اصول دین و خطبات عیدین وغیرہ

مطابق فتویٰ و احتیاط مجتہدین عراق و ایران

سر تلبہ: عالیجناب تقدس مآب مولانا السید منظور حسین صاحب قبلہ نقوی اعلیٰ اللہ مقامہ

اس میں صاف اور سادہ عام فہم اردو میں اصول دین بادلائل۔ فروغ دین۔ تقلید کا بیان۔ نجاسات کا ثبوت۔ مطہرات۔ غسل کا بیان۔ احکام و آداب بیت الخلاء۔ وضوء مع تصاویر۔ شرائط وضوء۔ تیمم کا بیان۔ وضو یا غسل کے بدلے تیمم کا طریقہ مع تصاویر۔ نماز۔ نقشہ اوقات نماز۔ اذان و اقامت۔ نماز کی ترکیب (مرد) مع تصاویر۔ نماز کی ترکیب (عورت) مع تصاویر۔ واجبات نماز غیر رکنی۔ واجبات نماز رکنی۔ مبطلات نماز۔ چند ضروری مسائل۔ سہویات۔ نقشہ شکایات نماز۔ نماز جماعت۔ طریق نماز جماعت۔ نماز جمعہ۔ شرائط و جوہ نماز جمعہ۔ خطبات جمعہ۔ نماز عیدین۔ دُعائے قنوت عیدین۔ خطبات عیدین۔ تکبیرات عیدین۔ زکوٰۃ فطرہ۔ قربانی عید الاضحیٰ۔ نماز آیات۔ نماز نذر و عہد۔ نماز قسم۔ نماز طواف۔ نماز اجارہ۔ نماز قضاء والدین۔ نماز سفر۔ نماز احتیاط۔ نماز قضاء۔ نماز وحشت قبر۔ نماز مغفرت والدین۔ غسل میت۔ ترکیب کفن۔ نماز میت۔ تلقین میت۔ نکاح کے احکام۔ و عیوب جن کی وجہ سے نکاح فسخ کیا جاسکتا ہے۔ خطبہ نکاح۔ صیغہ نکاح۔ ہر مہینے کے چاند دیکھنے کے وقت نقوش کو دیکھنا چاہیے۔ علیحدہ علیحدہ چاندوں کے لئے مخصوص چیزیں ہیں جو چاند کو کچھ کر دیکھی جائیں۔ حالات ایام ہفتہ۔ نحس اصفرتار بنحس۔ قمر در عقرب۔ طریق استخارہ۔ نقشہ ولادت و شہادت چہارہ معصومین علیہم السلام۔ آیۃ الکرسی۔ چار قل وغیرہ ورج ہیں۔ غرضیکہ اس رسالہ ”نماز امامیہ با ترجمہ عکسی بالتصویر“ کے ہوتے ہوئے تحفۃ العوام کی ضرورت نہیں رہتی۔ ساز تقریباً ۵۵۰ جے جم ۱۶۰ صفحات سے زائد لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ۔ سرورق رنگین۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے ہدیہ مناسب

ملنے کا پتہ:- امامیہ کتب خانہ، مغل حویلی، اندرون موچی دروازہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

عرصہ دراز سے اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک ایسی تاریخ منظر عام پر لائی جائے جو شیعہ نقطہ نظر کی تاریخی وضاحت کر سکے اور اس سے یہ معلوم ہو سکے کہ اسلام کی تاریخ کی روح کیا ہے اور صحیح واقعات و حالات کیا ہیں۔ میرے نزدیک اس کی ضرورت اس لئے محسوس کی جا رہی تھی کہ جس قدر بھی کتب تاریخ ترتیب دی گئیں ان کا وجود عہد بنی امیہ میں عالم نمود و شہود میں آیا جو کہ قہری اور لا بدی طور پر عہد شاہی سے متاثر تھا۔ پھر اس عہد کے بعد بنی عباس کا دور اس پر جلا کرتا رہا جس کے نتیجے میں مؤرخین اسلام اسلامی حالات اور مسلم بادشاہوں کے کردار کے صحیح خدوخال نہ پیش کر سکے اور حقیقی ذمہ داران اسلام کے عصمت آفرین واقعات و حالات اور سیرت و کردار کے الہامی نقوش سطح قرطاس پر نہ اُبھار سکے اور نہ صحیح تاریخ اسلام پر روشنی ڈال سکے۔ کیونکہ اس کی بنیاد میں نور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم جلوہ گر تھا اور اسی کے ساتھ ساتھ نور آل محمد کی تابانی تھی، یہ ظاہر ہے کہ جن عہدوں میں آل محمد کا نام لینا جرم ہو، ان کے فضائل بیان کرنا جرم ہو اور حضرت ابوالائمہ کو منبروں پر ناسزا الفاظ سے یاد کیا جاتا رہا ہوا ان عہدوں میں تاریخ اسلام کے صحیح نقوش کے اُبھرنے کا کیا امکان ہو سکتا تھا یہی وجہ ہے کہ وہ تمام تواریخ اسلام جو عہد بنی امیہ اور بنی عباسیہ میں لکھی گئیں یا جو ان کے بعد سے اب تک انھیں کی روشنی میں لکھی جاتی رہیں وہ حد درجہ ناقص اور ہمارے نقطہ نظر سے ناقابل اعتبار ہیں، بنا بریں ہم نے زیر نظر ”تاریخ اسلام“ کی پیش کش کا سلسلہ شروع کیا ہے، ہم انشاء اللہ اس کی تکمیل آزاد ضمیر کے ساتھ صحیح واقعات و حالات پر کریں گے اور اپنے قلم کو تعصب کی گھناؤنی تاریکی سے دُور رکھ کر حقائق کی روشنی میں رطون دوان رکھیں گے۔

ہم نے اس ”تاریخ اسلام“ کو سات جلدوں میں مرتب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ”پہلی جلد“ بد و فطرت اور خلعتِ نور سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عہدِ فترت کے واقعات و حالات پر مشتمل ہے۔ ”دوسری جلد“ کا تعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد اور اس کے متعلقات سے ہوگا۔ ”تیسری جلد“ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور حضرت فاطمہ الزہراء صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہما سے

متعلق ہوگی ”چوتھی جلد“ کا تعلق دیگر ائمہ طاہرین علیہم السلام کے عہد سے ہوگا۔ ”پانچویں جلد“ میں خلفائے ثلاثہ کے صحیح واقعات و حالات اور کرداروں کے ”چھٹی جلد“ میں خلفاء بنی امیہ خلفاء بنی عباسیہ اور خلفاء بنی فاطمہ کے مفصل تذکرے ہوں گے ”ساتویں جلد“ میں عہدِ حاضر کے جملہ ممالک اسلامیہ کا ذکر ہوگا۔

پہلی پیش کش (جلد اول) ہم نے اس پہلی پیش کش یعنی جلد اول میں (۱) تاریخ اسلام کے مرکز اور اس کی بنیاد کی نشاندہی کی ہے جس سے اکثر اُردو مؤرخین عاجز اور قاصر رہے ہیں (۲) خلقت نور اور شیعت کی بنیاد کی وضاحت کی ہے (۳) خلقت کائنات کی تفصیلات پر روشنی ڈالی ہے (۴) نسل آدم کے بڑھنے کا صحیح انداز و طریقہ بیان کیا ہے (۵) تقریباً ہر نبی کے مفصل حالات لکھنے کے ساتھ ساتھ ان کی جانشینی کا ذکر کیا ہے اور اس امر کی وضاحت کی ہے کہ حکمِ خدا سے ہر نبی نے اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین مقرر کیا ہے اور کبھی ایک نبی نے بھی اپنی جانشینی کو امت کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا۔

ایضاح ہم نے اس جلد اول میں (۱) اپنی صوابدید کے مطابق انبیاء کی معتد بہ تعداد کے حالات لکھ دیئے ہیں جن میں کے اکثر کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ انبیاء و رسل کی تعداد اگرچہ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلم ہے جن میں ۳۱۳ رسول باقی نبی تھے۔ لیکن نہ صرف ان کے مفصل حالات بلکہ اسماء بھی نظر قاصر سے نہیں گزرے اور قرآن مجید نے بھی بعض ہی کے حالات کا حوالہ دیا ہے اور واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ ہم نے بعض انبیاء کے واقعات بیان کئے ہیں اور اکثر کے نہیں کئے۔ (۲) ہم نے جنتِ شہداء کے مفصل حالات لکھنے کے بعد اس کی تحقیق پیش کی ہے کہ یہ جنت حضرت جت علیہ السلام کے لئے ظاہر ہوگی (۳) عروج بن عنق کی مکمل بحث کی ہے (۴) حضرت صالح اور حضرت الیاس کے واقعات میں غیبت کا ثبوت پیش کیا ہے۔ (۵) انبیاء کرام اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے بارے میں اس مسئلہ کی ”ان حضرات کو امراض مستعدہ عارض و لاحق نہیں ہو سکتے“ قولِ علماء سے معذرت کے ساتھ نئی تاویل پیش کی ہے۔

مؤلف کی دعا میں خدا کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ وہ مجھے اتنی توفیق عطا فرمائے کہ میں اس ”تاریخ اسلام“ کی تکمیل کے بعد ایک تفسیر قرآن مجید اُردو میں لکھ سکوں کیونکہ اس کی بڑی ضرورت ہے۔ ع۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

والسلام

سید نجم الحسن کراوی

نوٹ :- مؤلف کتاب ہذا الحاج علامہ السید نجم الحسن صاحب قبلہ کراوی تاریخ اسلام جلد اول کو مکمل کر چکے تھے اور جلد دوم کی تکمیل کر رہے تھے کہ پیامِ اجل آپہنچا جس کی وجہ سے وہ اپنا باقی جلد اول کا پروگرام مکمل نہ کر سکے۔ جلد دوم کی جتنی تکمیل ہوئی، وہ عنقریب منظرِ عام پر آجائے گی (ناشر)



فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۵۴	عزراہیل کی حکومت کی وسعت اور اُس کے دماغ میں انانیت کی نمود	۱۳	۲۵	باب ۱	۱
۵۷	باب ۳		۲۵	نور محمدی کا ظہور۔ آفرینش کائنات اور تاریخ اسلام کی ابتداء	۲
۵۷	حضرت آدم علیہ السلام	۱۴	۳۱	عبدالست اور میثاق ازل	۳
۵۷	حضرت آدمؑ کے جسم خاکی کی تعمیر و تشکیل	۱۵	۳۴	شیعیت کی بنیاد	۴
۴۱	علامہ کو حضرت آدمؑ کے سجدے کا حکم	۱۶	۳۸	جوہر کائنات اور خلقت عالم	۵
۴۱	کالبہ آدمؑ میں روح پھونک دی گئی	۱۷	۴۲	زمین کا بچھا یا جانا اور زمین کعبہ کا اختیار	۶
۴۲	سجدے کی نوعیت	۱۸	۴۳	آسمان و زمین کی خلقت کے ایام اور ان کے نام	۷
۴۵	علم آدم الاسماء کی تفسیر و تشریح	۱۹	۴۵	نور محمدیؑ آسمان دُنیا پر	۸
۴۹	حضرت آدمؑ کا جنت میں داخلہ	۲۰	۴۵	نور محمدیؑ پاک کشتوں اور پاکیزہ رحموں میں	۹
۷۱	حضرت آدمؑ و حوا اور سیر جنت	۲۱	۴۹	باب ۲	۱۰
۷۳	حضرت آدمؑ و حوا کی جنت میں سکونت اور شیطان کی ریشہ دوانی	۲۲	۴۹	حضرت آدمؑ سے پہلے زمین کی حالت اور اس پر حکومتوں کے دور	۱۱
۷۸	شجرہ ممنوعہ کی تشخیص اور حکم امتناع کی نوعیت	۲۳	۵۰	زمین کے عہد حاضر پر حکومتوں کے دور	۱۲
۸۰	عمل آدمؑ کا قدرت کی طرف رجوع	۲۴	۵۲	معلم الملوکوت	۱۳
۸۳	باب ۴		۵۳	جنوں کا سرچلنے کے لئے عزراہیل زمین پر	
۸۳	آدمؑ و حوا کی آسمان سے روانگی اور زمین پر رسیدگی	۲۵			

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۱۰۲	زمین کے غُون نہ چوسنے کی وجہ	۲۶	۸۳	حضرت آدمؑ کے داخل { خارج کی وجہ {	۲۷
۱۰۲	حضرت آدمؑ کا مرثیہ	۲۷	۸۴	سرزمین ہند میں خوشبو کی فردانی کا سبب	۲۸
۱۰۲	ہابیل بن ہابیل کی ولادت	۲۸	۸۵	شیطان کی سعی کہ آدمؑ زمین پر { پہنچتے ہی ہڑپ کر لئے جائیں {	۲۹
۱۰۳	حضرت آدمؑ پر قتل ہابیل { کا معاشرتی اثر {	۲۹	۸۶	دنیا کے اجنبی میں آدمؑ کی پہلی صبح { اور نماز صبح کے دجوب کی بنیاد {	۳۰
۱۰۳	صلب آدمؑ سے رحم خواہیں { نور محمدی کا انتقال اور { ولادت شیت {	۳۰	۸۷	وضو کے اعضاء کا اختصاص	۳۱
۱۰۴	جناب شیت، یافث اور { ہابیل ثانی کی شادیاں {	۳۱	۸۸	ایام بیض کے روزے	۳۲
۱۰۵	حضرت آدمؑ کے سلسلہ نسل کی بحث	۳۲	۸۹	حضرت آدمؑ اور کسب معاش { کے اصول اور طریقے {	۳۳
۱۰۸	ہابیل کا سلسلہ توالد و تناسل	۳۳	۹۱	توبہ اور کلمات توبہ	۳۴
۱۰۹	شیطان، سانپ اور طاؤس { کی نسل کا سلسلہ	۳۴	۹۲	حضرت آدمؑ اور بنیاد خانہ کعبہ	۳۵
۱۱۰	باب ۶ حضرت آدمؑ کی بعثت، { تبلیغ، نزول، محالفت { جانشینی وغیرہ	۳۵	۹۳	وادی نغان میں عہد و میثاق	۳۶
۱۱۰	حضرت آدمؑ کی تبلیغی جدوجہد	۳۶	۹۴	حضرت آدمؑ کو ساری زمین { کا مالک بنا دیا گیا {	۳۷
۱۱۱	حضرت آدمؑ اور نزول محالفت	۳۷	۹۵	باب ۵ حضرت آدمؑ و حوا کی زندگی کا نیا دور	۳۸
۱۱۲	حضرت آدمؑ کی انگوٹھی کا نقش	۳۸	۹۶	حضرت آدمؑ و حوا کے اسرار { اور وجہ تسمیہ {	۳۹
۱۱۲	حضرت آدمؑ کی جانشینی کی بحث	۳۹	۹۷	حضرت آدمؑ کے القاب۔ آپ { کی کنیت۔ آپ کا قد و قامت {	۴۰
۱۱۴	حضرت آدمؑ کی عمر	۴۰	۹۸	حضرت آدمؑ و حوا کے { یہاں ولادت فرزند {	۴۱
۱۱۶	حضرت آدمؑ کی وفات اور تجرید و تفتین	۴۱	۹۹	فرزندان حضرت آدمؑ، ہابیل و قیل { کی شادیاں اور قتل ہابیل کا واقعہ {	۴۲
۱۱۸	حضرت آدمؑ کی تاریخ وفات	۴۲			
۱۱۸	جناب حوا کی وفات	۴۳			

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۱۳۰	حضرت ادریسؑ کے خصوصیات	۸۰	۱۱۸	حضرت آدمؑ کا مدفن	۹۰
۱۳۰	حضرت ادریسؑ کی بعثت	۸۱	۱۲۰	باب ۷	
۱۳۱	ایک بادشاہ جابر کا واقعہ { اور حضرت ادریسؑ	۸۲	۱۲۰	حضرت شیثؑ علیہ السلام	۹۱
۱۳۴	حضرت ادریسؑ اور ابراہیم مصر کی تعمیر	۸۳	۱۲۱	جناب شیثؑ کا معلم اول ہونا	۹۲
۱۳۷	وسعت زمین کی ملکوں میں { تقسیم اور ان کی تنظیم	۸۴	۱۲۱	جناب انوشؑ کی ولادت	۹۳
۱۳۸	جناب متوشلخؑ کی ولادت	۸۵	۱۲۲	حضرت شیثؑ کی بعثت	۹۴
۱۳۸	حضرت ادریسؑ کے مواظ و مضاحج	۸۶	۱۲۲	نظام سلطنت کے متعلق جناب { شیثؑ کے ارشادات	۹۵
۱۳۸	جناب متوشلخؑ کی جانشینی	۸۷	۱۲۲	جناب انوشؑ کی جانشینی	۹۶
۱۳۹	حضرت ادریسؑ کا آسمان پر جانا	۸۸	۱۲۳	حضرت شیثؑ کی علالت اور وفات	۹۷
۱۴۰	عروج آسمانی کے وقت { حضرت ادریسؑ کی عمر	۸۹	۱۲۳	جناب قینانؑ کی ولادت اور جانشینی	۹۸
۱۴۰	حضرت ادریسؑ کے آسمان پر { چلے جانے کے بعد	۹۰	۱۲۴	جناب انوشؑ کی وفات	۹۹
۱۴۱	حضرت ادریسؑ کا عروج { اور قفقہ بلوت و ماروت	۹۱	۱۲۴	جناب ہملائیلؑ کی ولادت	۱۰۰
۱۴۳	چند بادشاہ	۹۲	۱۲۴	جناب قینانؑ کی وفات	۱۰۱
"	حضرت ادریسؑ کے بعض شاگرد	۹۳	۱۲۵	مہلائیل بن قینانؑ کی جانشینی { اور کارکردگی	۱۰۲
"	ملک بن متوشلخؑ کی ولادت	۹۴	۱۲۵	جناب یروڈؑ کی ولادت	۱۰۳
"	ملک کی جانشینی	۹۵	۱۲۵	مہلائیلؑ کا حسن و جمال اور ایشیو کی تعمیر و بستی پرستی کی ابتدا {	۱۰۴
"	متوشلخؑ کی وفات	۹۶	۱۲۶	یروڈؑ کی جانشینی اور مہلائیلؑ کی وفات	۱۰۵
"	ملک بن متوشلخؑ کی تبلیغ	۹۷	۱۲۶	ولادت حضرت ادریسؑ علیہ السلام	۱۰۶
۱۴۴	حضرت نوحؑ کی ولادت	۹۸	۱۲۷	عہد یروڈ میں شیطان کی عظیم ریشہ دوانی	۱۰۷
۱۴۴	جناب ملکؑ کی حضرت نوحؑ سے وصیت	۹۹	۱۲۸	حضرت ادریسؑ کی جانشینی { اور جناب یروڈؑ کی وفات	۱۰۸
۱۴۴	جناب ملکؑ کی وفات	۱۰۰	۱۲۹	باب ۸	
			۱۲۹	حضرت ادریسؑ علیہ السلام	۱۰۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	باب ۹	۱۲۵	۱۲۴	ارغشتہ بن سائم کا عہد	۱۲۴
۱۰۱	حضرت نوح علیہ السلام	۱۲۵	۱۲۵	شارح بن ارغشتہ کا عہد	۱۲۴
۱۰۲	حضرت نوح کی وجہ تسمیہ	۱۲۵		باب ۱۰	۱۲۵
۱۰۳	حضرت نوح کا خلیہ	۱۲۴	۱۲۴	حضرت ہود علیہ السلام	۱۲۵
۱۰۴	حضرت نوح کی بعثت	۱۲۴	۱۲۴	آپ کی وجہ تسمیہ	"
۱۰۵	حضرت نوح کی شادی اور	۱۲۸	۱۲۸	حضرت ہود کا خلیہ	"
	جناب سائم کی ولادت	۱۲۸	۱۲۹	حضرت ہود کے متعلق حضرت	"
۱۰۶	حضرت نوح کی عبادت گزاری	۱۲۹	۱۲۹	نوح کی پیشین گوئی	"
۱۰۷	حضرت نوح کے خصوصیات	۱۲۹	۱۳۰	قبائل عاد اور بعثت حضرت ہود	۱۲۹
۱۰۸	حضرت نوح گرداب مصائب میں	۱۵۰	۱۳۱	حضرت ہود پر ایمان	۱۲۹
۱۰۹	کشتی نوح کی تیاری کا حکم	۱۵۱		لئے والوں کا تقیہ	۱۲۹
۱۱۰	پنجتن پاک کے نام کی سختی	۱۵۲	۱۳۲	حضرت ہود کی تبلیغی جدوجہد	"
۱۱۱	کشتی کا طول و عرض اور اس کی بلندی	۱۵۲	۱۳۳	حضرت ہود کی بددعا اور	۱۲۹
۱۱۲	طوفان کا آغاز	۱۵۳		عذاب کا آغاز	۱۲۹
۱۱۳	سور اور بلی کی پیدائش	۱۵۴	۱۳۴	ایک معجزہ	۱۲۹
۱۱۴	کشتی نوح گرداب میں	۱۵۴	۱۳۵	حضرت ہود کی بیوی کی کرشمہ سازی	۱۲۹
۱۱۵	عون بن عنق اور طوفان کے	۱۵۴	۱۳۶	دعائے باران کے لئے قوم عاد	۱۲۹
	موقع پر اس کا طرز عمل	۱۵۴		کے نمائندے مکہ میں	۱۲۹
۱۱۶	کشتی نوح کوہ بودی پر	۱۵۴	۱۳۷	عذاب کی نمود	۱۲۹
۱۱۷	کشتی سے اترنے کے بعد نوح کا طرز عمل	۱۵۹	۱۳۸	ایام عجز کی وجہ تسمیہ	۱۲۹
۱۱۸	حضرت نوح کے آدم ثانی ہونے کی وجہ	۱۵۹	۱۳۹	ایک رئیس قوم اور اس کا انجام	۱۲۹
۱۱۹	حضرت نوح کے معجزات	۱۶۰	۱۴۰	مکہ معظمہ میں مقیم نمائندگان	۱۲۹
۱۲۰	حضرت نوح کی جانشینی اور ولیمہ	"		قوم عاد کا انتخاب	۱۲۹
۱۲۱	اولاد نوح میں وسعت ارضی کی تقسیم	۱۶۱	۱۴۱	قوم عاد پر نزول عذاب کا	۱۲۹
۱۲۲	حضرت نوح کی وفات	۱۶۲		ہینہ اور دن	۱۲۹
۱۲۳	سائم بن نوح کا عہد	۱۶۳	۱۴۲	حضرت ہود تباہی قوم عاد کے بعد	۱۲۹

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۱۹۳	عقر ناقہ صالح	۱۴۴	حضرت ہودؑ کی اولاد اور ان کی جانشینی	۱۴۳
۱۹۵	حضرت صالحؑ کو قتل کرنے کی کوشش	۱۴۵	منصور اور معتصم کی چاہ کنی اور	۱۴۴
۱۹۶	حضرت صالحؑ کی ہجرت	۱۴۶	امام موسیٰ کاظمؑ اور علی نقیؑ کی رہنمائی	۱۴۵
۱۹۷	اور نزول عذاب	۱۴۷	باب ۱۱	۱۴۶
۱۹۸	حضرت صالحؑ مکہ معظمہ میں	۱۴۸	باغ ارم یا جنت شہاد	۱۴۷
"	حضرت صالحؑ کی عمر اور ان کا مدفن	۱۴۹	حضرت ہودؑ، شدید کے دربار میں	۱۴۸
"	حضرت صالحؑ اور حضرت علیؑ	۱۵۰	حضرت ہودؑ شہاد کے دربار میں	۱۴۹
۱۹۹	کے واقعات میں توافق	۱۵۱	جنت کی تعمیر	۱۵۰
۲۰۰	حضرت امام حسنؑ سے ایک سوال	۱۵۲	شہاد کی وفات	۱۵۱
۲۰۱	باب ۱۳	۱۵۳	ملک الموت کے ترجمہ کا افسانہ	۱۵۲
"	حضرت ابراہیم علیہ السلام	۱۵۴	جنت شہاد کی غیبت	۱۵۳
"	نمرود کی شاہی اور اس کی	۱۵۵	واقعہ عبداللہ بن قلابہ پر میرا تبصرہ	۱۵۴
"	شان و شوکت	۱۵۶	حضرت ہودؑ کی وفات اور قبر	۱۵۵
۲۰۲	نمرود کا خواب	۱۵۷	باب ۱۲	۱۵۶
۲۰۳	حضرت ابراہیمؑ کا تعاقب	۱۵۸	حضرت صالحؑ علیہ السلام	۱۵۷
۲۰۴	دلالت ابراہیمؑ سے پہلے	۱۵۹	حضرت صالحؑ کی بعثت	۱۵۸
۲۰۵	حضرت ابراہیمؑ کی ولادت	۱۶۰	حضرت صالحؑ کا نسب نامہ	۱۵۹
۲۰۶	حضرت ابراہیمؑ کا غار سے خروج	۱۶۱	حضرت صالحؑ کا خلیفہ مبارک	۱۶۰
"	حضرت ابراہیمؑ کا بت فروشی	۱۶۲	آپ کے خصوصی صفات	۱۶۱
"	سے انکار	۱۶۳	حضرت صالحؑ کی تبلیغی جدوجہد	۱۶۲
"	حضرت ابراہیمؑ کی دربارِ فرعون میں	۱۶۴	قوم ثمود کا حضرت صالحؑ	۱۶۳
۲۰۷	حضرت ابراہیمؑ کی بت شکنی	۱۶۵	سے معجزہ طلب کرنا	۱۶۴
۲۰۸	حضرت ابراہیمؑ کی گرفتاری	۱۶۶	بطن کوہ سے ناقہ صالحؑ کی تولید	۱۶۵
۲۰۹	حضرت ابراہیمؑ نادرِ نمرود میں	۱۶۷	قوم ثمود اور ناقہ صالحؑ	۱۶۶
۲۱۰	نمرود کی دختر کا ایمان لانا	۱۶۸	میں آب چاہ کی تقسیم	۱۶۷
۲۱۱	منجیق کی تاریخ	۱۶۹	ناقہ صالحؑ کو پلے کرنے کا پرگرام	۱۶۸
۲۱۲		۱۷۰		۱۶۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۸۴	حضرت ابراہیمؑ کے آتش نمرود سے نکلنے کے بعد	۲۰۶	۲۱۷	شیعوں کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دعا	۲۳۷
۱۸۵	نمرود کا خدا سے مقابلہ کرنا	۲۰۸	۲۱۸	دین ابراہیمؑ پر صرف شیعہ ہونگے	۲۳۸
۱۸۶	حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت	۲۰۹	۲۱۹	حضرت ابراہیمؑ کا خدا سے ایک سوال اور اس کا عملی جواب	۲۳۹
۱۸۷	ہجرت اولیٰ	۲۱۰	۲۲۰	حضرت ابراہیمؑ کا ابتلا بالکلمات	۲۴۰
۱۸۸	ہجرت ثانیہ	۲۱۱	۲۲۱	حضرت سارا کی وفات	۲۴۱
۱۸۹	ہجرت ثالثہ	۲۱۲	۲۲۲	اور ان کا مدفن	۲۴۲
۱۹۰	ہجرت رابعہ	۲۱۳	۲۲۳	صحف ابراہیمؑ علیہ السلام	۲۴۳
۱۹۱	ہجرت خامسہ	۲۱۴	۲۲۴	حضرت ابراہیمؑ کی جانشینی	۲۴۴
۱۹۲	ہجرت سادسہ	۲۱۵	۲۲۵	حضرت ابراہیمؑ کی ایک تمنا	۲۴۵
۱۹۳	حضرت ابراہیمؑ کے دل میں فرزند کی تمنا	۲۱۶	۲۲۶	حضرت ابراہیمؑ کی عمر وفات حسرت	۲۴۶
۱۹۴	حضرت اسماعیلؑ کی ولادت	۲۱۷	۲۲۷	آیات اور انکا مدفن و مزار	۲۴۷
۱۹۵	جناب ماجرہ اور حضرت اسماعیلؑ	۲۱۸	۲۲۸	حضرت ابراہیمؑ کا زمین	۲۴۸
۱۹۶	وادی غیر ذی زرع میں	۲۱۹	۲۲۹	بجانب اشرف کو خریدنا	۲۴۹
۱۹۷	آب زمزم کی نمود	۲۲۰	۲۳۰	ملک الموت خدمت ابراہیمؑ میں	۲۵۰
۱۹۸	حضرت اسماعیلؑ کی نشوونما	۲۲۱	۲۳۱	حضرت ابراہیمؑ کی ازواج و اولاد	۲۵۱
۱۹۹	حضرت اسماعیلؑ مکہ معظمہ میں	۲۲۲	۲۳۲	حضرت ابراہیمؑ اور فوت شدہ	۲۵۲
۲۰۰	حضرت اسحاقؑ کی ولادت	۲۲۳	۲۳۳	اطفال مومنین کی پرورش	۲۵۳
۲۰۱	حضرت ابراہیمؑ اور تعمیر کعبہ	۲۲۴	۲۳۴	باب ۱۴	۲۵۴
۲۰۲	جناب ماجرہ کی وفات	۲۲۵	۲۳۵	حضرت لوطؑ علیہ السلام	۲۵۵
۲۰۳	حضرت اسماعیلؑ کی شادی خا آبادی	۲۲۶	۲۳۶	حضرت لوطؑ کی وجہ تسبیہ	۲۵۶
۲۰۴	وفات ماجرہ کے بعد حضرت	۲۲۷	۲۳۷	حضرت لوطؑ کا علیہ	۲۵۷
۲۰۵	ابراہیمؑ کی آمد	۲۲۸	۲۳۸	حضرت لوطؑ کی بعثت	۲۵۸
۲۰۶	حضرت اسماعیلؑ کی شادی خا آبادی	۲۲۹	۲۳۹	موقوفات اور ان کے بادشاہ	۲۵۹
۲۰۷	حضرت ابراہیمؑ کی خصوصیات	۲۳۰	۲۴۰	حضرت لوطؑ کی رسیدگی اور شادی	۲۶۰
۲۰۸	واولیات اور غلت	۲۳۱	۲۴۱	قوم لوط کی بدکرداری اور اس کا سبب	۲۶۱

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۲۴۳	آپ کا حلیہ	۲۴۸	۲۵۰	نزول عذاب کی دُعا	۲۲۶
۲۴۴	حضرت یوسفؑ کا بچپن	۲۴۹		حضرت لوطؑ کی سدوم سے	۲۲۷
۲۴۵	حضرت یوسفؑ کی جوانی	۲۵۰	۲۵۱	برآمدگی اور نزول عذاب	
۲۴۶	حضرت یوسفؑ کی سرگذشت	۲۵۱	۲۵۲	فضا کعبہ پر ایک پتھر کا معلق ہونا	۲۲۸
۲۴۷	ہلاکت یوسفؑ پر بھائیوں	۲۵۲	"	عہد عبد الملک کا ایک واقعہ	۲۲۹
۲۴۸	کی مجلس مشاورت	۲۵۳	۲۵۳	حضرت لوطؑ خدمت حضرت ابراہیمؑ میں	۲۳۰
۲۴۹	بھائیوں کے ہمراہ یوسفؑ کی	۲۵۴	"	حضرت لوطؑ کی وفات	۲۳۱
۲۵۰	روانگی اور یعقوبؑ کی بے قراری	۲۵۴	۲۵۴	باب ۱۵	
۲۵۱	حضرت یوسفؑ چاہ کنگان میں	۲۵۵	"	حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ	۲۳۲
۲۵۲	برادران یوسفؑ کی واپسی	۲۵۵	۲۵۵	حضرت اسماعیلؑ کی اولاد	۲۳۳
۲۵۳	اور حضرت یعقوبؑ کی فریاد	۲۵۶	"	حضرت اسماعیلؑ کے ولیات و خصوصیات	۲۳۴
۲۵۴	حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں	۲۵۶	۲۵۶	حضرت اسماعیلؑ کی عمر اور ان کا مدفن	۲۳۵
۲۵۵	بھڑپنے کی پیشی	۲۵۷	"	حضرت اسماعیلؑ کی جانشینی	۲۳۶
۲۵۶	حضرت یوسفؑ کی کنوئیں سے برآمدگی	۲۵۷	۲۵۷	حضرت اسماعیلؑ علیہ السلام	۲۳۷
۲۵۷	کاروان مالک کی روانگی	۲۵۸	۲۵۸	باب ۱۶	
۲۵۸	کاروان مالک کی مصر میں رسیدگی	۲۵۹	"	حضرت یعقوبؑ علیہ السلام	۲۳۸
۲۵۹	حضرت یوسفؑ بازار مصر میں	۲۶۰	۲۵۹	حضرت یعقوبؑ کی فلسطین میں رسیدگی	۲۳۹
۲۶۰	حضرت یوسفؑ کی خریداری	۲۶۱	۲۶۰	حضرت یعقوبؑ کی ایک کرامت	۲۴۰
۲۶۱	میں زلیخا کی دلچسپی	۲۶۲	"	حضرت یعقوبؑ کی شادی اور اولاد	۲۴۱
۲۶۲	حضرت یوسفؑ کی "بولی لگنے لگی"	۲۶۲	۲۶۱	اسباط کا مطلب	۲۴۲
۲۶۳	حضرت یوسفؑ خانہ عزیز مصر میں	۲۶۳	"	حضرت یعقوبؑ کی وطن کو واپسی	۲۴۳
۲۶۴	حضرت یوسفؑ کی بیگناہی پر	۲۶۴	۲۶۳	حضرت یعقوبؑ کی بعثت	۲۴۴
۲۶۵	دودھ پیتے بچے کی گواہی	۲۶۵	۲۶۳	باب ۱۷	
۲۶۶	زلیخا کی طرف سے بدنامی کا رد عمل	۲۶۶	"	حضرت یوسفؑ علیہ السلام	۲۴۵
۲۶۷	حضرت یوسفؑ دوبارہ قید خانے میں	۲۶۷	"	وجہ تسمیہ	۲۴۶
۲۶۸	حضرت یوسفؑ کے قید خانے میں کارنامے	۲۶۸	"	حضرت یوسفؑ کا لقب	۲۴۷

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۳۱۶	حضرت ایوب علیہ السلام	۲۸۶	۲۹۸	بادشاہ مصر کا خواب اور	۲۹۸
۳۱۶	بحث و نظر	۲۸۷	۲۹۷	حضرت یوسفؑ کی رہائی	۲۹۷
۳۲۰	عالم ابتلا کے عام حالات	۲۸۸	۲۹۹	حضرت یوسفؑ کی دربار میں رسیدگی	۲۹۹
۳۲۱	بی بی رحمت کے خدمات	۲۸۹	۳۰۱	اور خواب کا تذکرہ	۳۰۱
۳۲۵	بی بی رحمت کی خواہش دعا	۲۹۰	۳۰۳	حضرت یوسفؑ کا عزیز مصر ہونا	۳۰۳
۳۲۶	پر حضرت ایوبؑ کا جواب	۲۹۱	۳۰۴	حضرت یوسفؑ کی شادی خاتون آبادی	۳۰۴
۳۲۶	حضرت ایوبؑ کے ابتلا	۲۹۱	۳۰۳	حضرت یوسفؑ کی بادشاہت	۳۰۳
۳۲۶	دامتھان کا اختتام	۲۹۱	۳۰۴	انکشاف	۳۰۴
۳۲۷	حضرت ایوبؑ کے قسم کی تکیل	۲۹۲	۳۰۴	مصر اور اس کے اطراف میں	۳۰۴
۳۲۷	حضرت ایوبؑ کی جائیشینی	۲۹۳	۳۰۴	عالم گیر قسط اور برادران یوسفؑ	۳۰۴
۳۲۷	اور ولیعہدی	۲۹۳	۳۰۴	کی مصر میں روانگی	۳۰۴
۳۲۸	حضرت ایوبؑ کی وفات	۲۹۴	۳۰۸	عزیز مصر کے نام حضرت یعقوبؑ کا خط	۳۰۸
۳۲۹	باب ۱۹	۲۹۴	۳۰۸	برادران یوسفؑ کی پھر مصر کو روانگی	۳۰۸
۳۲۹	حضرت ذوالکفل علیہ السلام	۲۹۵	۳۰۹	حضرت یوسفؑ ظاہر ہو گئے	۳۰۹
۳۲۹	آپ کے لقب ذوالکفل کی وجہ	۲۹۶	۳۰۹	حضرت یعقوبؑ کے نور نظر کی واپسی	۳۰۹
۳۳۲	آپ کو غصے میں لانے کے لئے	۲۹۷	۳۱۰	حضرت یعقوبؑ کی کفنان سے	۳۱۰
۳۳۲	شیطان کی جدوجہد	۲۹۷	۳۱۰	روانگی اور مصر میں رسیدگی اور	۳۱۰
۳۳۳	حضرت ذوالکفلؑ کی	۲۹۸	۳۱۱	حضرت یوسفؑ سے ملاقات	۳۱۱
۳۳۳	جائیشینی اور ولیعہدی	۲۹۸	۳۱۱	حضرت یوسفؑ کا خطبہ	۳۱۱
۳۳۳	آپ کی مدت عمر اور وفات	۲۹۹	۳۱۲	حضرت یعقوبؑ کی جائیشینی	۳۱۲
۳۳۴	باب ۲۰	۲۹۹	۳۱۲	حضرت یعقوبؑ کی وفات	۳۱۲
۳۳۴	حضرت شعیب علیہ السلام	۳۰۰	۳۱۳	حضرت یوسفؑ کی سلطنت کا زوال	۳۱۳
۳۳۵	حضرت شعیبؑ کی بعثت	۳۰۱	۳۱۴	حضرت یوسفؑ کی جائیشینی	۳۱۴
۳۳۵	اہل مدین اور اصحاب ایکہ کا کردار	۳۰۲	۳۱۴	حضرت یوسفؑ کی مدت عمر	۳۱۴
۳۳۶	بادشاہ کلہن اور حضرت شعیبؑ	۳۰۳	۳۱۴	وفات اور تدفین	۳۱۴
۳۳۶	میں تند و تیز گفتگو	۳۰۳	۳۱۴	باب ۱۸	۳۱۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۰۴	اہل مدین پر نزول عذاب	۳۳۷	۳۲۵	حضرت موسیٰ کی شادی {	۳۴۰
۳۰۵	حضرت شعیبؑ کی مدین کو واپسی	۳۳۸	۳۲۶	اور مدین سے واپسی {	۳۴۱
۳۰۶	حضرت شعیبؑ کا بے پناہ گریہ	۳۳۹	۳۲۷	حضرت موسیٰؑ کی مصر میں واپسی	۳۴۲
۳۰۷	حضرت موسیٰؑ حضرت شعیبؑ {	۳۴۰	۳۲۸	فرعون اور موسیٰؑ و ہارونؑ {	۳۴۳
۳۰۸	کی خدمت میں	۳۴۱	۳۲۹	میں تیز و تند گفتگو	۳۴۴
۳۰۹	حضرت شعیبؑ کی مدت {	۳۴۲	۳۳۰	جادو گر ال فرعون اور {	۳۴۵
۳۱۰	عمر اور وفات	۳۴۳	۳۳۱	حضرت موسیٰؑ میں مقابلہ {	۳۴۶
۳۱۱	باب ۲۱	۳۴۴	۳۳۲	موزیل اور ان کے اہل و عیال کا قتل	۳۴۷
۳۱۲	حضرت موسیٰؑ علیہ السلام	۳۴۵	۳۳۳	آسیہ زوجہ فرعون کا قتل	۳۴۸
۳۱۳	مصر میں حکومت فرعون کی بنیاد	۳۴۶	۳۳۴	آل فرعون مختلف غذاؤں میں	۳۴۹
۳۱۴	فرعون اور دعویٰ خدائی	۳۴۷	۳۳۵	فرعون کا خدا تے موسیٰؑ سے {	۳۵۰
۳۱۵	فرعون کا خواب اور اس کی تعبیر	۳۴۸	۳۳۶	جنگ کا عزم	۳۵۱
۳۱۶	تعبیر خواب کا رد عمل	۳۴۹	۳۳۷	عذاب فرعون سے بنی اسرائیل {	۳۵۲
۳۱۷	حضرت موسیٰؑ رحم مادر میں	۳۵۰	۳۳۸	کی نجات کا سبب	۳۵۳
۳۱۸	حضرت موسیٰؑ کی ولادت	۳۵۱	۳۳۹	بنی اسرائیل سمیت حضرت موسیٰؑ {	۳۵۴
۳۱۹	حضرت موسیٰؑ روشن تنور میں	۳۵۲	۳۴۰	کی مصر سے روانگی	۳۵۵
۳۲۰	حضرت موسیٰؑ دریائے نیل کی موجوں میں	۳۵۳	۳۴۱	فرعون حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل {	۳۵۶
۳۲۱	حضرت موسیٰؑ آسیہ زوجہ {	۳۵۴	۳۴۲	کے تعاقب میں اور اسرائیل فرعون {	۳۵۷
۳۲۲	فرعون کی آغوش میں	۳۵۵	۳۴۳	کے تعاقب میں	۳۵۸
۳۲۳	حضرت موسیٰؑ کا نام	۳۵۶	۳۴۴	دریا میں راستوں کے بننے اور {	۳۵۹
۳۲۴	حضرت موسیٰؑ آغوش فرعون میں	۳۵۷	۳۴۵	بنی اسرائیل کے بچنے کا سبب {	۳۶۰
۳۲۵	حضرت موسیٰؑ دسویں سال میں	۳۵۸	۳۴۶	حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل {	۳۶۱
۳۲۶	حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں {	۳۵۹	۳۴۷	دریا سے نکلنے کے بعد {	۳۶۲
۳۲۷	قانون قبلی کی موت {	۳۶۰	۳۴۸	غرق فرعون کے بعد فرعونوں کا {	۳۶۳
۳۲۸	حضرت موسیٰؑ کا مصر سے فرار	۳۶۱	۳۴۹	مصر سے فرار اور تاریخ افغان {	۳۶۴
۳۲۹	حضرت موسیٰؑ حضرت شعیبؑ کی خدمت میں	۳۶۲	۳۵۰	کی بنیاد۔	۳۶۵

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۴۲۸	وفات کے وقت حضرت ہارونؑ کی عمر	۳۸۱	حضرت موسیٰؑ طو سینا پر	۳۳۹
"	وفات ہارونؑ پر حضرت موسیٰؑ کی عمر	۳۸۳	حضرت موسیٰؑ کی کوہ طور سے واپسی	۳۴۰
"	کی چاک گریبان	۳۸۶	سامری کے گوسالہ بنانے کی وجہ	۳۴۱
۴۲۹	وفات حضرت ہارونؑ پر	۳۸۷	گوسالہ پرستی نہ کرنے والوں کی عظمت	۳۴۲
"	بنی اسرائیل تین سال دن	۳۸۸	رویت باری تعالیٰ کا سوال	۳۴۳
"	ماتم کرتے رہے	۳۹۱	من وسلویٰ کا نزول	۳۴۴
۴۳۰	حضرت ہارونؑ کی قبر	۳۹۲	سنگ موسیٰؑ سے چشموں کا جریان	۳۴۵
"	فرزندان حضرت ہارونؑ	۳۹۴	عصائے موسیٰؑ کے صفات	۳۴۶
"	حضرت ہارونؑ اور حضرت علیؑ	۳۹۶	عصائے موسیٰؑ کے ذریعہ سے	۳۴۷
۴۳۲	باب ۲۳	"	چشمہ جاری ہونے کی وجہ	۳۴۸
"	حضرت یوشع بن نون علیہ السلام	"	طو سینا پر حضرت موسیٰؑ کی	۳۴۹
۴۳۲	حضرت یوشع بن نون کا نسب نامہ	"	مناجات اور ایک زاہد کا واقعہ	۳۵۰
۴۳۲	حضرت یوشع بن نون اور پھلی کا واقعہ	۴۰۲	عامیل بن راحیل کا قتل	۳۵۱
۴۳۳	حضرت موسیٰؑ کی جانشینی	۴۰۳	اور ذبح بقرہ کا واقعہ	۳۵۲
"	جلسہ عام اور دستاویز خلافت	۴۰۴	جنگ عمالقہ کی مہم	۳۵۳
۴۳۴	حضرت یوشعؑ کی نبوت اور	۴۱۳	عوج بن عوق کے وجود کی بحث	۳۵۴
"	فتح اریحا کا حکم خدا دندی	۴۱۴	جنگ عمالقہ اور بطعم بن باعز کا واقعہ	۳۵۵
۴۴۰	وادخلوا الباب سجداً	۴۱۷	قارون، اس کی سرکشی	۳۵۶
"	باب خطہ اور اہل بیت رسولؐ	۴۲۱	اور اس کا انجام	۳۵۷
۴۴۲	فتح اریحا کے بعد فتح عتی کا عزم	۴۲۲	مصر سے ارض مقدس تک کے منازل	۳۵۸
۴۴۲	حضرت یوشع بن نون کے لئے	۴۲۴	حضرت موسیٰؑ کی عمر و وفات اور قبر	۳۵۹
"	رجعت شمس	"	باب ۲۴	
۴۴۵	ارض مقدس کے دیگر فرمانرواؤں کا قتل	"	حضرت ہارون علیہ السلام	۳۶۰
۴۴۶	حضرت یوشع بن نون سے	"	لفظ ہارون کے معنی	۳۶۱
"	صفورا بیوہ حضرت موسیٰؑ کی	"	آپ کا حلیہ اور لقب	۳۶۲
"	کی جنگ	۴۲۷	حضرت ہارونؑ کی جانشینی اور وفات	۳۶۳

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۳۶۶	حضرت خضرؑ حضرت رسول کریمؐ کی تعزیت میں	۳۹۵	۳۴۸	عہد یوشع بن نون کا ایک واقعہ	۳۷۷
"	حضرت خضرؑ مسجد سہلہ میں	۳۹۶	۳۴۹	حضرت یوشع بن نون کی ایک دعا	۳۷۸
۳۶۷	حضرت خضرؑ جنگ صفین میں	۳۹۷	"	حضرت یوشعؑ کی جانشینی	۳۷۹
"	حضرت خضرؑ حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں	۳۹۸	۳۵۱	وفات اور مدت عمر {	۳۸۰
"	حضرت خضرؑ اور حضرت {	۳۹۹	۳۵۳	اممت موسویہ اور ائمتہ محمدیہ {	۳۸۱
"	امام زین العابدینؑ میں {	"	"	کے حالات میں توافق	۳۸۲
"	ملاقات -	۴۰۰	۳۵۵	باب ۲۳	۳۸۳
"	حضرت خضرؑ حضرت علیؑ کی عیادت کے لئے	۴۰۱	"	حضرت کالبؑ بن یوفنا علیہ السلام	۳۸۴
"	حضرت خضرؑ کا حضرت امام حسینؑ پر گریہ	۴۰۲	۴۰۳	حضرت کالبؑ کا نسب نامہ	۳۸۵
۳۶۸	حضرت خضرؑ کی دُعا کی تاثیر اور ایک نابینا عورت کا واقعہ	۴۰۳	۴۰۵	حضرت کالبؑ کی باریق سے جنگ	۳۸۶
"	حضرت خضرؑ کی سخاوت اور اُن کی فروختگی کا واقعہ	۴۰۴	"	حضرت کالبؑ کی جانشینی	۳۸۷
۳۶۹	حضرت ذوالقرنینؑ	۴۰۵	۴۰۶	حضرت کالبؑ کی وفات {	۳۸۸
"	حضرت ذوالقرنینؑ کی ولادت کا واقعہ	۴۰۶	"	مدت عمر اور جائے مدفن {	۳۸۹
۳۷۰	بارہ سال کی عمر میں حضرت ذوالقرنینؑ کی شاہی	۴۰۷	۴۰۸	باب ۲۵	۳۹۰
۳۷۱	حضرت ذوالقرنینؑ کی وجہ تسمیہ	۴۰۸	"	حضرت خضرؑ علیہ السلام	۳۹۱
۳۷۲	حضرت ذوالقرنینؑ کا عروج {	۴۰۹	۴۰۹	حضرت خضرؑ کی ولادت کا واقعہ	۳۹۲
"	آسمانی و نزول ارضی {	۴۱۰	۴۱۱	حضرت خضرؑ کا اصل نام اور نسب	۳۹۳
"	حضرت ذوالقرنینؑ کا سفر مغرب	۴۱۱	۴۱۲	حضرت خضرؑ کی کیت اور اُن کا لقب	۳۹۴
۳۷۳	حضرت ذوالقرنینؑ کا سفر مشرق	۴۱۲	"	حضرت خضرؑ کی شادی کا عجیب و غریب واقعہ {	۳۹۵
			۴۱۳	حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کی ملاقات اور اُس کا پس منظر {	۳۹۶
			۴۱۴	مختصر وضاحت	۳۹۷
			۴۱۵	حضرت خضرؑ کی حضرت موسیٰؑ کو نصیحت	۳۹۸
			۴۱۶	حضرت خضرؑ کے بعض حالات و واقعات	۳۹۹

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۴۸۸	امام حسینؑ کے ساتھ واسطی کی قتل	۴۷۳	۴۸۱	باب ۲۶	۴۱۱
۴۸۹	باب ۲۷	۴۷۴	۴۸۲	حضرت ذوالقرنینؑ کی تعمیر	۴۱۲
"	حضرت الیاسؑ علیہ السلام	۴۷۵	۴۸۳	حضرت ذوالقرنینؑ کا سفر ظلمات	۴۱۳
"	حضرت الیاسؑ کا نسب نامہ	۴۷۶	۴۸۴	اور آبِ حیات کی تلاش	۴۱۴
"	حضرت الیاسؑ کی بعثت	۴۷۷	۴۸۵	حضرت ذوالقرنینؑ کا سفر شمال	۴۱۵
۴۹۰	زن فاجرہ اور مردوموں کا قتل	۴۷۸	۴۸۶	حضرت ذوالقرنینؑ کا سفر جنوب	۴۱۶
۴۹۱	غیبت کے بعد حضرت الیاسؑ کا ظہور	۴۷۹	۴۸۷	حضرت ذوالقرنینؑ کی وفات	۴۱۷
۴۹۲	مسلمان دزیر کے ذریعے سے	۴۸۰	۴۸۸	باب ۲۷	۴۱۸
۴۹۳	قتل الیاسؑ کی سازش	۴۸۱	۴۸۹	حضرت حزقیلؑ علیہ السلام	۴۱۹
۴۹۴	حضرت الیاسؑ خاثر جناب یونسؑ میں	۴۸۲	۴۹۰	حضرت حزقیلؑ کی ولادت کا واقعہ	۴۲۰
۴۹۵	حضرت الیاسؑ کی دل برداشتگی	۴۸۳	۴۹۱	حضرت حزقیلؑ کی بعثت	۴۲۱
۴۹۶	اور زمانہ غیبت میں حجت	۴۸۴	۴۹۲	حضرت حزقیلؑ کا مردوں کو زندہ کرنا	۴۲۲
"	خدا ہونا	۴۸۵	۴۹۳	نوروز کی شرعی حیثیت	۴۲۳
"	حضرت الیاسؑ، الیسعؑ کے گھر میں	۴۸۶	۴۹۴	قوم حزقیلؑ کے زندہ ہونے کے بعد	۴۲۴
۴۹۷	حضرت الیاسؑ اور الیسعؑ	۴۸۷	۴۹۵	رجعت کا ثبوت	۴۲۵
۴۹۸	بادشاہ لاجب کے پاس	۴۸۸	۴۹۶	حضرت حزقیلؑ اور تحفہ بیت المقدس	۴۲۶
"	حضرت الیاسؑ کی جانشینی اور خلافت	۴۸۹	۴۹۷	حضرت حزقیلؑ اور ایک	۴۲۷
"	حضرت الیاسؑ کی ابدی غیبت	۴۹۰	۴۹۸	بادشاہ کا واقعہ	۴۲۸
۴۹۹	حضرت الیاسؑ کی غیبت کے بعد	۴۹۱	۴۹۹	حضرت حزقیلؑ کی ہجرت و وفات	۴۲۹
"	الیسعؑ کی گریہ و زاری	۴۹۲	۵۰۰	حضرت حزقیلؑ اور حضرت	۴۳۰
"	بادشاہ جابر کا تسلط اور لاجب	۴۹۳		امام رضاؑ کی ایک حجت	۴۳۱
۵۰۰	اور اس کی عورت کا حشر	۴۹۴		حضرت اسماعیلؑ بن حزقیل	۴۳۲
"	حضرت الیاسؑ خاثر حضرت	۴۹۵		حضرت اسماعیلؑ کے لقب	۴۳۳
"	امام محمد باقرؑ میں	۴۹۶		"صادق الوعدہ" کی وجہ	۴۳۴
"	حضرت الیاسؑ بیت المقدس میں	۴۹۷		حضرت اسماعیلؑ گرواب بکلا میں	۴۳۵
"	ایضاح	۴۹۸		حضرت اسماعیلؑ کی رجعت میں	۴۳۶

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۵۲۳	حضرت لقمانؑ کے حالات	۴۷۰	۵۰۱	حضرت الیاس علیہ السلام	۴۵۰
۵۲۴	حضرت لقمانؑ کے بعض نصائح	۴۷۱	۵۰۲	باب ۲۸	
۵۲۶	حضرت لقمانؑ اور جبریلؑ کی غامضیتیں -	۴۷۲	"	حضرت داؤدؑ علیہ السلام	۴۵۱
۵۲۷	باب ۲۹		۵۰۳	حضرت داؤدؑ کا نسب نامہ	۴۵۲
"	حضرت سلیمان علیہ السلام	۴۷۳	۵۰۳	حضرت داؤدؑ کی بعثت سے قبل جناب شموئیلؑ کی بعثت	۴۵۳
۵۲۸	حضرت سلیمانؑ کا حلیہ	۴۷۴	"	اور جالوت و طاووس کا واقعہ	
"	حضرت سلیمانؑ کا نسب نامہ	۴۷۵	۵۰۴	حضرت داؤدؑ کی شادی	۴۵۴
"	حضرت سلیمانؑ کی تخت نشینی اور تعمیر بیت المقدس و معجزاتی	۴۷۶	۵۰۷	افسانہ ادوریا کے متعلق ضروری حقائق	۴۵۵
۵۳۰	جشن تعمیر بیت المقدس	۴۷۷	۵۰۸	حضرت داؤدؑ کی نبوت اور ان پر زبور کا نزول	۴۵۶
"	حضرت سلیمانؑ کے خصوصیات	۴۷۸	۵۰۹	لحم داؤدی اور امیر المومنین	۴۵۷
۵۳۲	حضرت سلیمانؑ کے بعض فیصلے	۴۷۹	"	حضرت داؤدؑ کے گذر اوقات کا ذریعہ	۴۵۸
۵۳۴	تخیر الیاس	۴۸۰	"	حضرت داؤدؑ کی عبادت گزاری	۴۵۹
۵۳۵	منطق الطیر	۴۸۱	۵۱۰	حضرت داؤدؑ کے فیصلے کا انداز	۴۶۰
۵۳۵	حضرت سلیمانؑ دادی النمل میں	۴۸۲	۵۱۲	حضرت داؤدؑ کے اصول پر	۴۶۱
۵۳۷	مقام تدمر میں شاندار عمل کی تعمیر	۴۸۳	۵۱۵	حضرت علیؑ کا ایک عظیم فیصلہ	۴۶۲
۵۳۷	تخیر الجن والانس وغیرہم	۴۸۴	"	قائم آل محمدؑ کے فیصلے کا انداز	۴۶۳
۵۳۹	تماشیل و شبیہ ذوالجناح (ذو نٹ)	۴۸۵	۵۱۶	حضرت داؤدؑ کا امتحان و ابتلا	۴۶۴
۵۴۱	حضرت سلیمانؑ کے لشکر کی وسعت	۴۸۶	۵۱۷	بیت المقدس کی تعمیر	۴۶۵
"	تحت سلیمانؑ اور خانہ کعبہ	۴۸۷	۵۱۸	حضرت داؤدؑ پر بعض خصوصی وحی	۴۶۶
۵۴۲	حضرت سلیمانؑ کی کچہری میں نشست	۴۸۸	۵۱۹	عہد حضرت داؤدؑ میں واقعہ اصحاب	۴۶۷
۵۴۴	سرخاب حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں	۴۸۹	"	حضرت داؤدؑ کی جانشینی	۴۶۸
۵۴۵	حضرت سلیمانؑ اور ایک عابد	۴۹۰	۵۲۱	حضرت داؤدؑ کی مدت عمر و وفات اور ان کا مدفن	۴۶۹
"	حضرت سلیمانؑ کی زندگی کا معمول	۴۹۱	۵۲۲	حضرت داؤدؑ کی ازواج و اولاد	۴۷۰
	حضرت سلیمانؑ ملکہ سبا بلیقیس اور	۴۹۲			

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۵۵۸	ادراس میں بلیقہ کا درد		۵۴۶	ہد ہد کے واقعات	
۵۵۹	بلیقہ کا نکاح حضرت سلیمانؑ کے ساتھ	۵۰۷	۵۴۷	ہد ہد کا بلیقہ اور اس کی ریاست	۴۹۳
۵۶۰	حضرت سلیمانؑ کا غلوات خلدی	۵۰۸	۵۴۸	کی نشاندہی کرنا	
	کو ایک دقت کے لئے دعوت طعم		۵۴۹	بلیقہ کا نسب نامہ	۴۹۴
۵۶۱	دینا اور ایک مچھلی کو بھی نہ کھلا سکا		۵۵۰	ہد ہد کو حضرت سلیمانؑ کا تہذیبی حوا	۴۹۵
۵۶۲	حضرت سلیمانؑ کے لئے رجعت شمس	۵۰۹	۵۵۱	بلیقہ کا ایمان دولت	۴۹۶
۵۶۳	حضرت سلیمانؑ کا ابتلا و امتحان	۵۱۰	۵۵۲	سے مشورہ طلب کرنا	
۵۶۴	مؤرخ کے مذکورہ بیان پر میرا تبصرہ	۵۱۱	۵۵۳	حضرت سلیمانؑ کی طرف	۴۹۷
۵۶۵	انگشتری سلیمانؑ کی عظمت	۵۱۲	۵۵۴	بلیقہ کا ہدیہ بھیجنا	
۵۶۶	تحفظ سلطنت کے لئے سرکشوں	۵۱۳	۵۵۵	سفیر بلیقہ مندر کی حضرت	۴۹۸
۵۶۷	کو قید کرنا سنت سلیمانؑی ہے		۵۵۶	سلیمانؑ کی بارگاہ میں رسیدگی	
۵۶۸	حضرت سلیمانؑ کی وفات	۵۱۴	۵۵۷	حضرت سلیمانؑ نے بلیقہ	۴۹۹
۵۶۹	مدت عمر اور ان کا مدفن	۵۱۵	۵۵۸	کا ہدیہ واپس کر دیا	
۵۷۰	وفات سلیمانؑ کے بعد شیطان	۵۱۶	۵۵۹	بلیقہ کے نمائندوں کی خدمت	۵۰۰
۵۷۱	کی کارستانی اور جاؤ و گری	۵۱۷	۵۶۰	سلیمانؑ سے واپسی	
۵۷۲	حضرت سلیمانؑ کی مدت عمر	۵۱۸	۵۶۱	حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں	۵۰۱
"	حضرت سلیمانؑ کا مدفن	۵۱۹	۵۶۲	حاضری کے لئے بلیقہ کی روانگی	
"	حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد	۵۲۰	۵۶۳	بلیقہ سے پہلے اس کے تخت	۵۰۲
۵۷۳	شہر سبا اور نہر شمرار	۵۲۱	۵۶۴	کا دربار سلیمانؑ میں معجزانہ طور پر	
۵۷۴	باب ۳۰		۵۶۵	پہنچ جانا۔	
۵۷۵	حضرت شیخا و حقیق علیہما السلام	۵۲۲	۵۶۶	تخت بلیقہ کے چشم زدن	۵۰۳
"	بادشاہ کی پٹلی میں ناسور	۵۲۳	۵۶۷	میں لانے کی بحث	
"	اور اس کا علاج	۵۲۴	۵۶۸	چشم زدن میں تخت لانے	۵۰۴
۵۷۶	حضرت شیخا کے بارے میں	۵۲۵	۵۶۹	والے کا نام نامی	
۵۷۷	رسول خداؐ کا ارشاد	۵۲۶	۵۷۰	آصف بن برخیا اور علی بن ابی طالب	۵۰۵
۵۷۸	حضرت شیخا کے متعلق حضرت	۵۲۷	۵۷۱	بلیقہ کے لئے شیشے کے محل کی تعمیر	۵۰۶

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۵۹۳	بخت نصر کے جاسوس محدود	۵۳۶	۵۸۰	امام رضاؑ کے مجلس ماموں میں ارشادات	۵۲۴
۵۹۵	بیت المقدس میں	۵۳۷	"	حضرت یحییٰؑ کے متعلق	
"	حضرت دانیالؑ کی زندگی میں	۵۳۸	۵۸۱	حضرت امام رضاؑ کا ارشاد	۵۲۵
	بخت نصر کا پہلا خواب	۵۳۹	۵۸۲	حضرت شعیبؑ کی شہادت	
۵۹۶	بخت نصر کا دوسرا خواب اُس کی		"	باب ۳۱	
	تعبیر رسول کریمؐ کا ذکر اور			حضرت ارمیا علیہ السلام	۵۲۶
	حضرت دانیالؑ کی دانائی کا نتیجہ	۵۴۰	۵۸۳	بیت المقدس پر بخت نصر کا حملہ	۵۲۷
۶۰۰	بخت نصر کا تیسرا خواب اور			اور جناب ارمیاؑ کے اس کا سلسلہ	
۶۰۱	اُس کی تعبیر	۵۴۱	۵۸۵	حضرت ارمیاؑ اور بنی اسرائیل	۵۲۸
	بخت نصر کی موت	۵۴۲	۵۸۸	کے بچے ہوئے لوگوں کا حشر	
۶۰۱	بخت نصر کے بیٹے مہر دیکھی		"	باب ۳۲	
	حکومت اور حضرت دانیالؑ پر ظلم و ستم	۵۴۳	"	حضرت دانیالؑ علیہ السلام	۵۲۹
۶۰۳	حضرت دانیالؑ کی جانشینی		"	بخت نصر کے نام کی تصحیح	۵۳۰
	وفات اور ان کا مدفن	۵۴۴	"	حضرت دانیالؑ حضرت آدمؑ	۵۳۱
۶۰۳	حضرت دانیالؑ کے والد کے			ظاہرین کی نگاہ میں اور ان کے	
	متعلق حضرت علیؑ کا عظیم انکشاف	۵۴۵	۵۸۹	علم تعبیر خواب کی تصدیق	۵۳۲
۶۰۵	باب ۳۳			حضرت دانیالؑ کے کردار سے	
"	حضرت عزیر علیہ السلام	۵۴۶		متاثر ہو کر بادشاہ وقت کی	
۶۰۶	بیت المقدس کے زرد جواہر	۵۴۷	"	ایک خواہش اور اُس کی تکمیل	۵۳۳
	امام مہدیؑ واپس لائیں گے	۵۴۸		حضرت دانیالؑ کا بچپن اور ایک	
۶۰۷	سوسال کے بعد حضرت عزیرؑ			اہم مقدمے کے فیصلے میں رہنمائی	۵۳۴
	کی زندگی کا انداز	۵۴۹	۵۹۲	روٹی کی ناقدری حضرت دانیالؑ	
	حضرت امام موسیٰؑ کاظمؑ کو ایک	۵۵۰		کی بددعا۔ شدید قحط اور بیہوشی	
۶۰۸	راہب کے سوالات کا جواب			کے کھانے کا واقعہ	۵۳۵
	دینا اور اُس کا مسلمان ہونا	۵۵۱	۵۹۳	علماء کی ناقدری سے غلامی ہو	
				جاتا ہے حضرت دانیالؑ کو وحی ربانی	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۴۹	راہب کا پہلا سوال	۴۰۸	۵۴۹	رویل اور تنوخیانیں باہمی گفتگو اور	۴۱۸
۵۵۰	حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا جواب	۴۰۹	۵۵۰	علم و زہد میں فرق کی وضاحت	۴۱۸
۵۵۱	راہب کا دوسرا سوال	"	۵۵۱	باب ۳۵	۴۱۹
۵۵۲	امام علیہ السلام کا جواب	"	۵۵۲	حضرت زکریا علیہ السلام	۴۱۹
۵۵۳	راہب کا تیسرا سوال	"	۵۵۳	حضرت زکریا کا نسب نامہ	"
۵۵۴	امام علیہ السلام کا جواب	"	۵۵۴	حضرت زکریا کی زوجہ کا نام	"
۵۵۵	راہب کا چوتھا سوال	"	۵۵۵	اور ان کا حضرت مریم سے شتہ	"
۵۵۶	امام علیہ السلام کا جواب	۴۱۰	۵۵۶	جناب حسن کے دل میں فرزند	۴۲۰
۵۵۷	راہب کا پانچواں سوال	"	۵۵۷	کی تمنا اور اس کا سبب	۴۲۰
۵۵۸	حضرت عزیر سے متعلق	"	۵۵۸	حضرت مریم کی ولادت	۴۲۰
۵۵۸	امام علیہ السلام کا جواب	۴۱۰	۵۵۸	جناب مریم کی کفالت اور	۴۲۱
۵۵۹	حضرت عزیر نئی زندگی کے بعد	"	۵۵۹	اُس میں حضرت زکریا کا انہماک	۴۲۱
۵۶۰	اپنی قوم میں	۴۱۱	۵۶۰	حضرت زکریا کے دل میں ایک	۴۲۲
۵۶۱	حضرت عزیر اور زردشت	"	۵۶۱	فرزند کی تمنا اور بارگاہ خداوندی	۴۲۲
۵۶۱	حضرت عزیر کی وفات	۴۱۲	۵۶۱	میں عطا فرزند کی پُر خلوص دعا	"
۵۶۲	باب ۳۴	۴۱۳	۵۶۲	ولادت حضرت یحییٰ کی بشارت	"
۵۶۲	حضرت یونس علیہ السلام	"	۵۶۲	حضرت یحییٰ کی ولادت	۴۲۳
۵۶۳	حضرت یونس کی بعثت	"	۵۶۳	حضرت زکریا اور آل محمد	"
۵۶۴	نزول عذاب کی درخواست	۴۱۴	۵۶۴	کے اندوہناک واقعات	"
۵۶۵	حضرت یونس بطن ماہی میں	۴۱۵	۵۶۵	حضرت زکریا کا وعظ اور	۴۲۵
۵۶۶	حضرت یونس بطن ماہی سے	۴۱۶	۵۶۶	اُس کا حضرت یحییٰ پر اثر	۴۲۵
۵۶۷	سطح زمین پر	"	۵۶۷	حضرت مریم کے حاملہ ہونے	۴۲۵
۵۶۸	حضرت یونس کی وطن واپسی	۴۱۷	۵۶۸	سے حضرت زکریا کی پریشانی	۴۲۶
۵۶۹	اور گو سفند کی گواہی	"	۵۶۹	حضرت زکریا کی شہادت	۴۲۶
۵۷۰	بطن ماہی سے نکلنے کے بعد حضرت	۴۱۸	۵۷۰	باب ۳۶	۴۲۷
۵۷۱	یونس کے زمین پر قیام کی مدت	"	۵۷۱	حضرت یحییٰ علیہ السلام	۴۲۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۸۴	حضرت یحییٰ کے والدین	۴۲۷	۴۰۳	بادشاہ کا سپر انداختہ ہونا اور	
۵۸۵	حضرت یحییٰ کی ولادت	۴۲۷	۴۰۴	اُس کی بیوی کا ایمان لانا،	۴۴۱
۵۸۶	حضرت یحییٰ کا عہد طفلی	۴۲۹	۴۰۵	اور حضرت جبرئیلؑ کی بت شکنی	
۵۸۷	حضرت یحییٰ کا چار سال کی عمر	"	۴۰۶	حضرت جبرئیلؑ کی بددعا	۴۴۲
۵۸۸	حضرت یحییٰ کا تعلیم	"	۴۰۷	حضرت جبرئیلؑ کی شہادت	۴۴۳
۵۸۹	حضرت یحییٰ کی بعثت اور پانچ	"	۴۰۸	باب ۳۸	۴۴۴
۵۹۰	چیزوں کی تبلیغ کا خصوصی حکم	"	۴۰۹	حضرت خالد بن سنان علیہ السلام	"
۵۹۱	حضرت عیسیٰ کے لئے حضرت	۴۳۰	۴۱۰	عہس میں ایک خطرناک آگ کا ٹھوس	"
۵۹۲	یحییٰ کی پیشین گوئی	"	۴۱۱	اور حضرت خالد کا عظیم کارنامہ	
۵۹۳	حضرت یحییٰ کا زہد اور اُن کا	"	۴۱۲	حضرت خالد کی وفات کا واقعہ	۴۴۵
۵۹۴	زالہزار لباس	"	۴۱۳	حضرت خالد کی بیٹی حضرت	۴۴۶
۵۹۵	حضرت یحییٰ کے خصوصی صفات	۴۳۱	۴۱۴	رسول کریمؐ کی خدمت میں	
۵۹۶	حضرت یحییٰ کا شیطان سے	۴۳۲	۴۱۵	باب ۳۹	۴۴۷
۵۹۷	ایک سوال اور اس کا جواب	"	۴۱۶	حضرت مظہر بن صفوان علیہ السلام	۴۴۸
۵۹۸	حضرت یحییٰ کی جانشینی	۴۳۳	۴۱۷	باب ۴۰	۴۴۹
۵۹۹	حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت	۴۳۴	۴۱۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	"
۶۰۰	شہادت حضرت یحییٰ کا اثر	۴۳۵	۴۱۹	حضرت عیسیٰ کی ولادت	"
۶۰۱	حضرت یحییٰ اور حضرت امام حسینؑ	۴۳۶	۴۲۰	حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا واقعہ	
۶۰۲	کے حالات میں توافق	"	۴۲۱	اور حضرت مریمؑ پر بیتان کی صفائی	"
۵۹۸	باب ۴۱	۴۲۷	۴۲۲	قرآن مجید کے الفاظ میں	
۵۹۹	حضرت جبرئیلؑ علیہ السلام	"	۴۲۳	حضرت مریمؑ کو تولید عیسیٰ	۴۵۵
۶۰۰	سب سے بڑے ساحر کا ایمان لانا	۴۳۹	۴۲۴	کے لئے بیت المقدس سے	
۶۰۱	پہ سال اور اس کے لشکر کا ایمان لانا	"	۴۲۵	باہر جانے کا حکم	
۶۰۲	حضرت جبرئیلؑ پھر دوبار شاہی میں	۴۴۰	۴۲۶	حضرت مریمؑ سے جولاہوں کا مذاق	"
	ایک عورت کا ایمان لانا۔	۴۴۱	۴۲۷	حضرت عیسیٰ کا مقام ولادت	۴۵۶
			۴۲۸	حضرت عیسیٰ کے حمل کی مدت	۴۵۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۱۸	حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے	۴۳۲	۴۳۲	حضرت مریمؑ و عیسیٰؑ کی مصر سے واپسی	۴۴۶
۴۱۹	شیطان کی پریشانی	۴۳۳	۴۳۳	حضرت عیسیٰؑ کی ایک کرامت	"
۴۲۰	ولادت عیسیٰؑ کے بعد بخومیوں	۴۳۴	۴۳۴	ادرا ایک بادشاہ کے فرزند کے	"
۴۲۱	کا ایک گروہ حضرت مریمؑ کی	۴۳۵	۴۳۵	زندہ ہونے کا واقعہ	"
۴۲۲	خدمت میں	۴۳۶	۴۳۶	ایک ہی رنگ کے دیگ میں	"
۴۲۳	حضرت عیسیٰؑ کے بلا باب	۴۳۷	۴۳۷	مختلف رنگ کے کپڑوں کا	۴۴۸
۴۲۴	کے پیدا ہونے کی وجہ	۴۳۸	۴۳۸	رنگا جانا اور لوگوں کا ایمان لانا	"
۴۲۵	حضرت عیسیٰؑ اور حضرت علیؑ	۴۳۹	۴۳۹	حضرت عیسیٰؑ کے بعض فضائل	"
۴۲۶	حضرت مریمؑ بنی اسرائیل میں	۴۴۰	۴۴۰	دکالات و سیرت و عادات	۴۴۹
۴۲۷	حضرت مریمؑ کی بیت المقدس	۴۴۱	۴۴۱	حضرت عیسیٰؑ کا مڑول کو زندہ کرنا	"
۴۲۸	سے مصر کی طرف ہجرت	۴۴۲	۴۴۲	حضرت عیسیٰؑ کا کورادر زاد	"
۴۲۹	۹ ماہ کی عمر میں حضرت عیسیٰؑ	۴۴۳	۴۴۳	کو بینائی اور مبروص کو شفا	۴۵۱
۴۳۰	اُستاد کی خدمت میں	۴۴۴	۴۴۴	دینا۔	"
۴۳۱	حضرت عیسیٰؑ کا حلیہ اور	۴۴۵	۴۴۵	حضرت عیسیٰؑ سے ایک مڑے	"
۴۳۲	اُن کے بعض صفات	۴۴۶	۴۴۶	کا اپنی سرگزشت بیان کرنا	۴۵۳
۴۳۳	حضرت عیسیٰؑ کے نسل ابراہیمؑ	۴۴۷	۴۴۷	ہم نشینی کے لئے افراد کا تعین	۴۵۴
۴۳۴	میں ہونے کی بحث	۴۴۸	۴۴۸	گناہوں کے سبب رونے	"
۴۳۵	حضرت عیسیٰؑ کی بعثت	۴۴۹	۴۴۹	کی ترغیب	"
۴۳۶	عالم طفلی میں عیسیٰؑ کے وہی	۴۵۰	۴۵۰	بیٹے کی رفاہی خدمت کی	"
۴۳۷	دکالات کا مظاہرہ	۴۵۱	۴۵۱	وجہ سے باب کی بخشش	"
۴۳۸	میزبان کے مال مسروقہ کی برآمدگی	۴۵۲	۴۵۲	دُنیا سے اجتناب کی ہدایت	"
۴۳۹	اپنے ہم سنوں کو ان کے گھر کے	۴۵۳	۴۵۳	حضرت عیسیٰؑ کے حواریین	"
۴۴۰	حالات بتانا اور اُس کا نتیجہ	۴۵۴	۴۵۴	ادرا ان کی عظمت	۴۵۵
۴۴۱	الزام قتل میں قاضی مصر کے سامنے	۴۵۵	۴۵۵	حواریین عیسیٰؑ کے اسماء	"
۴۴۲	حضرت عیسیٰؑ کی پیشی اور قتل	۴۵۶	۴۵۶	حواری کی وجہ تسمیہ	"
۴۴۳	کا زندہ ہو کر قاتل کی نشاندہی کرنا	۴۵۷	۴۵۷	حواریین عیسیٰؑ اور حواریین کی صحیفہ فرقہ	۴۵۹

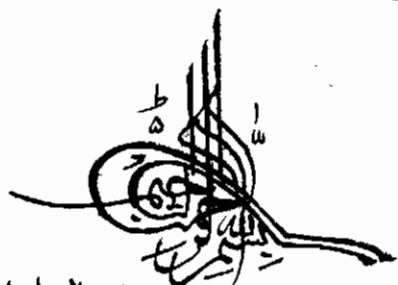
نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۴۷	حضرت عیسیٰؑ کے حواریین	۴۴۰	۴۸۳	حضرت عیسیٰؑ اور نزولِ مائدہ	۴۸۳
	کو انکساری اور فروتنی	۴۴۱	۴۸۵	حضرت عیسیٰؑ کی تبلیغی سرگرمیاں	۴۸۵
	کی عملی تعلیم	۴۴۲		شہرِ انطاکیہ میں دو مبلغوں	
۴۴۸	حضرت عیسیٰؑ کی سیرت	"	"	کی رسیدگی و گرفتاری اور	"
	اور ان کے بعض عادات	"	"	تیسرے مبلغ کی حکمتِ عملی	"
	و واقعات	"	"	سے اُن کی رہائی	"
۴۴۹	حضرت عیسیٰؑ کے گذرِ اوقات	۴۴۳	۴۸۸	حضرت عیسیٰؑ کو زندہ تعالیٰ	۴۸۸
	کے انداز	۴۴۷		کے الہامی ہدایات	
۴۵۰	حضرت عیسیٰؑ اور مسور کی دال	۴۴۴	۴۹۲	حضرت عیسیٰؑ کے بعض	۴۹۲
۴۵۱	حضرت عیسیٰؑ کے شادی	۴۴۸		ہدایات و ارشادات	
	نہ کرنے کی وجہ	"	۴۹۳	حضرت رسولؐ کے متعلق	۴۹۳
۴۵۲	حضرت عیسیٰؑ کے پانی پر	"		حضرت عیسیٰؑ کی پیشین گوئی	
	چلنے کا ایک واقعہ	"	۴۹۴	۳۳ سال کی عمر میں حضرت عیسیٰؑ	۴۹۴
۴۵۳	حضرت عیسیٰؑ اور دریائی	"		کا عروج آسمانی	
	جا نوردوں کے کھلانے کا ثواب	"	۴۹۶	حضرت عیسیٰؑ کی جانشینی	۴۹۶
۴۵۴	حضرت عیسیٰؑ اور صدقہ	۴۴۸	۴۹۷	حضرت عیسیٰؑ کے بارہ جانشین	۴۹۷
	کی اہمیت	۴۴۹	۴۹۸	عہدِ فقرت	۴۹۸
۴۵۵	نبوت و امامت میں شک	۴۷۰	"	اصحابِ کہف کا واقعہ	"
	کرنے والوں کی دعا قبول	"	۷۰۰	اصحابِ کہف کے اسماء اور اُن	۷۰۰
	نہیں ہوا کرتی۔	"	۷۰۳	کے واقعہ کی مختصر وضاحت	۷۰۳
۴۵۶	حضرت عیسیٰؑ کے اصحاب	۴۷۲		یہودیوں کے چند سوالات اور انکے جواب	
	ثلاثہ کا حشر	۴۸۰	۷۰۴	قیامت کے قریب حضرت	۷۰۴
۴۵۷	حضرت عیسیٰؑ پر نزولِ انجیل	۴۸۱		عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول	
	اور حضرت امام رضاؑ کا مناظرہ	"	۷۰۷	قیامت کے موقع پر خلاق عالم	۷۰۷
۴۵۸	شیطان شاہِ فلسطین کی شکل میں	"	۷۰۸	ادریج کے درمیان سوال و جواب	۷۰۸
۴۵۹	حضرت عیسیٰؑ کا عمل ۳۰ سال کی عمر میں	۴۷۵		تتمہ	

انتساب

میں اپنی اس حقیر تالیف ”تایخ اسلام“ حجت یگانہ، امام زمانہ
 نا خدائے کشتی اسلام، صاحب العصر والزمان، خاتم خلفاء ائم النبیین صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم حضور پر نور حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کے نام
 نامی اور اسم گرامی سے معنون و منسوب کرتا ہوں، جن کا وجود مقدس حق ہے، جن کی
 غیبت حق ہے۔ جن کے ظہور موفور السرور سے ظلم و جور اور کفر و شرک ہمیشہ کے لئے
 ختم ہو جائیں گے اور اعتقاد دُنیا تک عدل و انصاف اور اسلام و ایمان کا ڈنکا بجے گا۔

أحقر الزمناً

التی بخم الحسن صین عن المحسن



الحمد لله والصلوة على اهلها

باب - افریش کائنات نور محمدی کا ظہور

اور
تاریخ اسلام کی ابتدا

کُنْتُ كُنْزًا مُخْفِيًّا بِرَبِّهِانِ مُصْطَفَا
لفظ کُنْ ہے افتتاح داستان مصطفیٰ

تاریخ، نام ہے اُس فن شریف کا جو فطرت کے تغیرات، ازمنہ کے تاثرات، ممالک اور لوگ کے واقعات و حالات کی نہ صرف نشان دہی کرے بلکہ ان کی ایسی وضاحت کر دے جو ہستی دنیا تک پیدا ہونے والے انسانوں کے لیے سبق آموز اور ذریعہ عبرت ہو۔ تاریخ کی وسعت کا تقاضا ہے کہ تاریخ اسلام کی ابتداء نور و جوہر کا دو عالم، خضر آدم و نبی آدم، باعث ایجاد عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی جائے۔ کیونکہ یہی فطرت کے تغیرات کے مظہر اول اور وجود کائنات کے بنیاد ازل ہیں۔

سمجھیں نہیں آتا کہ تاریخ اسلام نے کیوں اس سے صرف نظر کیا ہے؟ میں دیکھتا ہوں کہ جس مؤرخ نے تاریخ اسلام لکھنے کے لیے قلم اٹھایا، وہ عرب کے جغرافیہ میں پھنس گیا اور اس نے تاریخ کی بنیاد صحرائے عرب کے رگ زار کی پائش کو قرار دیا اور وہیں سے رسول کریم صلعم کا ذکر کر کے ان کے حالات پر اپنی کتاب کو ختم کر دیا۔ البتہ معدومے چند مورخین نے انبیاء کے

حالات سے اپنی تاریخ کی ابتدا کی ہے اور حضرت آدمؑ کے حالات پر خاتمہ فرمائی کہ بولیا و فرما دیا ہے۔ اگرچہ بعض مورخین نے اوپر بھی پیمانہ کی ہے۔ مگر وہ تفصیل بیان نہیں کر سکے۔ یہ ذکر ہے نبی اور فارسی مورخین کا، لیکن اردو زبان میں تاریخ لکھنے والوں نے ازل کے واقعات کو کیسے نظر انداز کر دیا ہے اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مخبرین ازل سے عقیدت نہیں رکھتے۔

ہمارے ہاتھوں میں چونکہ آل محمدؐ کا دامن ہے جو ازل سے اب تک کے حالات سے بقیہضان باری تعالیٰ واقف ہیں اور ہم ان سے بھرپور عقیدت رکھتے ہیں۔ اس لیے ہم ان سے استفادے کے زیادہ مواقع نصیب ہیں۔ بنا بریل ہمارے تو مخبرین پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ازل کے سر بستہ واقعات کا پوہ چاک کریں اور بتائیں کہ محمدؐ و آل محمدؐ کا نور و خود کب عالم ظہور و شہود میں آیا اور کائنات کی تخلیق کا ان سے کیا تعلق ہے؛ تاکہ دنیا کو ان کی عظمت کا علم ہو سکے اور اہل دنیا یہ سمجھ سکیں کہ کائنات عالم کا وجود محمدؐ و آل محمدؐ ہی کا رہن منت ہے۔ اگر انھیں پیدا کرنا مقصود باری نہ ہوتا تو یہ عالم ہست و بود عالم وجود شہود میں نہ آتا۔

ہمیں تعجب ہے کہ ہمارے بعض مبصر مورخین نے ازل کے حالات سے واقف ہونے کے باوجود اس عہد کے حالات و کوائف سے اپنی تاریخ اسلام کی ابتدا کیوں نہیں کی؟ اور ہمارا تعجب اس وقت اور بڑھ جاتا ہے جبکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انھوں نے ازل کے حالات تو درکنار، انبیاء کے حالات سے بھی قطع نظر کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تاریخ اسلام کی ابتدا عبدالبرہائیم سے ہے اور اسی عہد سے ہی ہو سکتی ہے کیونکہ وہی لفظ ”مسلم“ کے موجد ہیں۔ وہ دین فطرت اور تبلیغ انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

”اس لحاظ سے آدمؑ، نورؑ اور تمام انبیاء کی سرگزشت زندگی سب تاریخ اسلام کا جزو ہے۔ مگر مذاق تاریخی حقیقتوں کی گہرائی میں اس باریک بینی کا متحمل نہیں ہے، وہ حقیقت جس کا نام اسلام ہے۔ بیشک ہمیشہ سے تھی مگر وہ اصطلاحی طور پر اسلام کے نام سے موسوم نہ تھی، قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی اصطلاح کا آغاز حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے وقت سے ہوا۔ سب سے پہلے یہی بزرگوار تھے جنھوں نے اس دین کے پیروں کا نام ”مسلم“ رکھا جیسا کہ ارشاد ہوا۔ **هو سماكم المسلمين من قبل**“ (حج ۷۸) (تاریخ اسلام علامہ علی نقی مطبوعہ لاہور)۔

ان تحریروں میں اسلام کے دین فطرت ہونے کو تسلیم کیا گیا ہے اور یہ بھی مانا گیا ہے کہ تمام انبیاء اسلام ہی کی تبلیغ کے لیے آئے تھے، اور ان کی سرگزشت تاریخ اسلام کا جزو ہے۔ لیکن آگے چل کر مذاق تاریخی کا حوالہ دیا گیا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ ”موصوف مورخ“ نے مذاق تاریخی کا کس بنیاد پر

حوالہ دیا ہے اور وہ کونسی تاریخی اصطلاح ہے جس کی بنیاد پر وہ انبیاء کے حالات سے صرف نظر فرما رہے ہیں۔ کیا مؤرخ طبری، صاحب روضۃ الصفا، المسعودی، ابن واضح، الجاقدار اور علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ وغیرہم نے اپنی تاریخ اسلام میں انبیاء کے حالات نہیں لکھے؛ اور کیا یہ مستند مؤرخ نہ تھے؛ اور کیا حضرت ابراہیمؑ کے لفظ مسلم استعمال کرنے سے اس امر پر دلیل قائم کی جا سکتی ہے کہ اس سے قبل لفظ اسلام نہ تھا؛ اور کیا کسی کے نام ہمیں معلوم نہ ہونے سے اس بات کا یقین کیا جاسکتا ہے کہ اس کا وجود نہیں ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا ہمیں دنیا کی تمام اشیاء کے نام معلوم ہیں؛ کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار پینچ سو کے ناموں کا ہمیں علم ہے؛ اگر نہیں ہے تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا وجود ہی نہیں یا وہ کوئی نام ہی نہیں رکھتے؛ ”ہرگز نہیں“ کو لمبے کی دریاقت سے پہلے بھی امریکہ کا نام تھا۔ وہ چاہے جن حروف سے مرکب رہا ہو، یہ اور بات ہے کہ ہمیں علم نہ تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے لفظ مسلم استعمال کر دینے سے یہ دلیل قائم نہیں کی جاسکتی کہ اس سے پہلے نہ لفظ مسلم تھا اور نہ لفظ اسلام۔

میں سمجھتا ہوں کہ آئیہ ”ان الدین عند اللہ الاسلام“ اس امر کی طرف غمازی کرتا ہے کہ جب سے امت ہے، اسلام بھی ہے۔ اسی مقصد کی طرف ارشاد معصوم بھی کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام“ ہر پیدا ہونے والا فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اشارہ کرتا ہے اس حدیث میں یہ کہیں نہیں ہے کہ اس سے عہد ابراہیمؑ یا عہد رسولؐ مراد ہے بلکہ اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جب سے تولید کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور جب تک جاری رہیگا۔ ہر مولود فطرت اسلام پر پیدا ہوگا اس کے ذیل میں آدمؑ سے لے کر قیامت تک کے مولود شامل ہیں کیونکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ اور ہمارے نبی کا دین ایک ہی ہے (عراق شعلی ص ۲۶ طبع مصر) یہ سلسلہ اس وقت بالکل صاف ہو جاتا ہے جب قرآن مجید میں ”انا اول المسلمین (پہلے کے انعام) فرماتے ہوئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نظر آتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ”میں پہلا مسلمان ہوں“ آخر طبرستان کا اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں ارشاد ہے ”فا سلامۃ متقدم علی اسلام الخلا کلہم“ حضرت کا اسلام جملہ مخلوقات کے اسلام سے مقدم ہے۔ (تفسیر صافی ۱۵۸)۔

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ ”اسلام“ اور مسلمین، عہد حضرت ابراہیمؑ سے پہلے کسی نہ کسی رنگ میں متداول اور مستعمل تھا، میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح مفہوم ”شیعہ“ عالم دین سے متعلق ہونے کے باوجود عہد ابراہیمؑ میں لفظ کی صورت میں نمایاں ہوا، ان من شیعتہ ابراہیمؑ اسی طرح اسلام یا مسلم عہد نور سے متعلق ہونے کے باوجود زمانہ ابراہیمؑ میں نمایاں شکل کا حامل بنانا یہ کہ اسکی ابتدا اسی

عہد سے ہوئی ہے اور حضرت ابراہیمؑ ہی اس کے موجد ہیں اور جب ہم کتب تفاسیر میں ”ہو“ کے مزج کو دیکھتے ہیں تو ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ مؤرخ معاصر نے، مسلم، امام رکھنے کو حضرت ابراہیمؑ کی طرف منسوب کر کے اپنی تاریخ کی ابتدا حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے حالات سے کیونکر کی؟ کیونکہ ”ہو“ کا مزج خدا ہے نہ کہ حضرت ابراہیمؑ (تفسیر صفائی ص ۲۸۷ و تفسیر بیضاوی ص ۲۸۷)۔ آیت مذکورہ ہو سہماکم المسلمین من قبل۔ کا ترجمہ علامہ حافظ سید فرمان علی نے یہ کیا ہے (اسی خدا نے) تمہارا پہلے ہی سے مسلمان (فرمانبردار بندے) نام رکھا ہے اور شیخ الهند علامہ محمود الحسن دیوبندی نے یہ فرمایا ہے: ”اللہ نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تمہارا نام ”مسلم“ رکھا (قرآن مجید ص ۲۶ طبع بجنور) اسی کی وضاحت حضرت رسول کریمؐ نے بھی فرمائی ہے وہ ہو سہماکم المسلمین من قبل وفي هذا“ کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ ”فلقد سمعنا مسلمین فی الكتب السابقة وفي القرآن خدا یا تو ہی نے سب کا نام کتب سابقہ میں اور اس قرآن میں ”مسلمان“ رکھا ہے۔ (الجواہر فی تفسیر القرآن علامہ شیخ طنطاوی جوہری مصری جلد ۱ ص ۳۲۱ طبع مصر ۱۳۲۱ھ)

عرض کرنے کا مطلب و مقصد یہ ہے کہ تاریخ اسلام کی ابتدا نہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ظاہری سے درست ہے اور نہ عہد حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام سے درست ہے اور نہ عہد حضرت آدم علیہ السلام درست ہے بلکہ اسکی ابتدا ظہور نور مقدس حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہے کیونکہ اسلام دین الہی ہے اور نور محمدیؐ مظہرات باری ہے جو ”روح تاریخ“ ہے۔ بنابرین میں نے اصول تاریخ اور اس کے وسیع مفہوم کے مطابق اپنے پیش رو مؤرخین کے جادہ عمل سے بہت کرا اسلام کی صحیح منزل سے اپنی ”تاریخ اسلام“ کی ابتدا کی ہے۔ اے نور کے پتے مجھے کیا خاک سے نسبت

احسان ترا ہے جو زمیں پر اتر آیا

حدیث قدسی میں ہے۔ کنت کفراً مخفياً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لکی اعرف میں اپنے (علم ذاتی) میں چھپا ہوا (عین قدرت) خزانہ تھا میں نے چاہا کہ مجھے چھپا جانے والے

اس حدیث قدسی، قرآن مجید کی طرح کلام ربانی ہے۔ قرآن مجید بطور وحی نازل ہوا ہے اور حدیث قدسی بطور الہام و القا آئی ہے یعنی وحی کے طور پر بذریعہ جبریلؑ جو احکام و غیرہ آئے ہیں ان کے مجموعہ کو ”قرآن“ کہتے ہیں۔ اور جو ارشادات بطور الہام و القا بلا واسطہ جبریلؑ رسول کریمؐ تک پہنچے ہیں۔ ان کے مجموعہ کو ”حدیث قدس“ کہتے ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ (کتاب روح القرآن باب ۱ ص ۱۱ مطبوعہ لاہور)۔

میری معرفت حاصل کی جائے اس لیے میں نے مخلوقات کو پیدا کرنے کا فیصلہ کیا۔ مقصد یہ ہے کہ جب واجب الوجود کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا، نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ عرش تھا نہ کسی تھی نہ دوزخ تھا نہ جنت تھی۔ نہ قلم تھا نہ لوح تھی۔ نہ سورج تھا اور نہ اس کی روشنی تھی۔ نہ چاند تھا نہ چاندنی تھی۔ نہ ستارے تھے نہ اُس کی چمک دک تھی۔ نہ فضا تھی نہ ہوا نہ ابر تھا نہ گھا تھی۔ نہ دن تھا نہ رات تھی۔ نہ نرسی تھا نہ ثریا تھی۔ نہ جبریل تھے نہ میکائیل۔ نہ اسرافیل تھے نہ عزرائیل۔ نہ ملائکہ تھے نہ کروہین۔ نہ جن تھے نہ انس، نہ عقل تھی نہ حواس۔ نہ آدم تھے نہ آدمیت۔ نہ انسان تھے نہ انسانیت۔ نہ حیوان تھے نہ حیوانیت۔ نہ تحت تھی نہ فوق تھا نہ نشیب تھا نہ فرا تھا۔ نہ دریا تھے نہ سمندر۔ نہ خشک تھے نہ سکندر۔ غرض کہ کچھ بھی نہ تھا۔ بس وہی وہ تھا کہ دفعۃً مشیت ایزدی نے تکوین عالم اور خلق کائنات کا فیصلہ کیا اور مجروح و مادیات کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ یعنی کچھ مخلوق کو اشارہ کُن سے کامل و مکمل بنا دیا اور کچھ کو تدریج و ترتیب سے پیدا کرنے کا قصد فرمایا۔ وہ جنہیں اشارہ ”کُن“ سے پیدا کرنا چاہا انہیں ”اُمَر“ سے متعلق قرار دیا اور جن کے لیے تدریج لازمی قرار دی۔ انہیں ”خلق“ سے متعلق فرمایا۔ یہ ظاہر ہے کہ مصنوع اپنے صنائع کے تعارف کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اگر مصنوع یہ نہ سمجھ سکے کہ کمال پر روشنی پڑے گی۔ اور اگر مصنوع ناقص ہو اور اُس میں کوئی عیب ہو تو صنائع کے کمال پر حفا آئے گا غلاق عالم اور صنائع کائنات جو مستجمع جمیع صفات کمال ہے اور جس نے مخلوقات کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ اس کا تعارف ہو (اور اس کی عبادت کی جاسکے) بھلا وہ اپنی مخلوقات میں کوئی کمی کیونکر رکھ سکتا تھا؟ وہی وجہ ہے کہ اس کا مصنوع بے مثل اور اس کی ہر مخلوق بے نظیر ہو اور چونکہ مصنوع اول پر گہری نگاہیں پڑا کرتی ہیں اور وہی رائے قائم کرنے کا ذریعہ قرار پاتا ہے۔ اس لیے جس طرح ہر صنائع اپنے کمالات مصنوع اول میں بھر دیتا ہے۔ اسی طرح خالق کائنات نے اپنی مخلوق اول میں اپنے کمال و جمال کو سمو کر ”نور محمدی“ کو اپنی پہلی مخلوق کی صورت میں ظاہر فرمایا جو اجواب اور بے مثل و بے نظیر ہے۔ وہ کمال و جمال میں مظهرات باری ہے۔ اسے مثل و مثال سے پاک رکھا ہے اور اسے دُئی اور مماثلت سے بچانے کے لیے اس کے جسم کے قریب سایہ تک کو نہیں بھٹکنے دیا۔ اسی کے متعلق خود رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”اول ما خلق اللہ نور“ خدا نے سب سے پہلے میرے نور اور میری روح کو پیدا کیا۔ اور قرآن مجید میں

لہ امر المجدات کی پیدائش سے متعلق ہے جو کامل اور مکمل لفظ لکن، نے ظہور میں آتے ہیں اور خلق کا تعلق مادیات کی پیدائش سے ہوتا ہے۔ جس میں تدریج اور ترتیب ملحوظ ہوتی ہے۔

ہے۔ ”قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين“

پھر اس نور کو چودہ جلوؤں سے معمور فرمایا۔ ”اولنا عمل واولنا عمل واولنا عمل واولنا عمل واولنا عمل“۔ ہمارے سب محمد ہی محمد ہیں۔ اور چونکہ یہ نور کمال ذاتی کا مظہر تھا۔ اس لیے ٹھیک اسی طرح جس طرح آفتاب سے شعاع نکلتی ہے۔ اپنے نور ذاتی کی شعاع سے اسے خلق فرمایا، پھر حکم دیا کہ سجدہ میں جلا جا۔ چنانچہ یہ نور سو سال تک سجدے میں پڑا رہا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ”فانا اول العابدین“ ہم سب سے پہلے عبادت کرنے والے ہیں۔ (پہلے رکوع ۱۲ زخرف)

پھر اسے مختلف حجابوں میں رکھا۔ یہ واقعہ ہے خلقت کائنات سے روایت علامہ مجلسی چار لاکھ چوبیس ہزار سال پہلے کا اور روایت علامہ عبدالواحد خضفی تخلیقی عالم سے نو لاکھ برس قبل کا (حیات القلوب و عجائب القصص)۔

علماء فریقین کا بیان ہے کہ پھر بارہ حجابات پیدا کئے گئے (۱) حجاب قدرت (۲) حجاب عظمت (۳) حجاب منت (۴) حجاب رحمت (۵) حجاب سعادت (۶) حجاب کرامت (۷) حجاب منزلت (۸) حجاب ہدایت (۹) حجاب نبوت (۱۰) حجاب رفعت (۱۱) حجاب ہیبت (۱۲) حجاب شفاعت پھر خلاق عالم نے اس نور مقدس کو بارہ ہزار سال حجاب قدرت میں رکھا۔ یہاں وہ سبحان ربی الاعلیٰ سے تسبیح کرتا رہا۔ گیارہ ہزار سال حجاب عظمت میں سبحان عالم السر، کرتا رہا۔ دس ہزار سال حجاب منت میں ”سبحان من هو قائل الابلہ و“ کرتا رہا۔ نو ہزار سال حجاب رحمت میں ”سبحان الرفیع الاعلیٰ“ کرتا رہا۔ آٹھ ہزار سال حجاب سعادت میں ”سبحان من هو دائم لایسہو کتارہا۔ سات ہزار سال حجاب کرامت میں ”سبحان من هو غنی لایفتقر“ کرتا رہا۔ چھ ہزار سال حجاب منزلت میں ”سبحان العلیم الخویم“ کرتا رہا۔ پانچ ہزار سال حجاب ہدایت میں ”سبحان دی العرش العظیم“ کرتا رہا۔ چار ہزار سال حجاب نبوت میں ”سبحان اللہ وحمدا“ کرتا رہا۔ تین ہزار سال حجاب رفعت میں ”سبحان دی الملک و الملکوت“ کرتا رہا۔ دو ہزار سال حجاب ہیبت میں ”سبحانہ وحمدا“ کرتا رہا۔ ایک ہزار سال حجاب شفاعت میں ”سبحان ربی العظیم وحمدا“ کرتا رہا۔ (عجائب القصص و حیات القلوب و بحار الانوار)

پھر نور اقدس خوفِ خدا سے عرق ریز ہوا: ”فقطر منها مائتۃ الف قطرة واربعة و عشرون الف قطرة“ اور اس سے (ایک کم) ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرات ٹپکے، خدا نے ہر ایک

قطرہ سے ایک مہی کی رُوح کو پیدا کیا۔ (عراس المجالس تعلبی و حیات القلوب مجلسی)
 علمائے فریقین امام تعلبی اور علامہ مجلسی کی تحریر سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہمارے نبی اکرم
 کے مقابلہ میں دیگر جملہ انبیاء کی حیثیت تو یہی ہے جو انسان کے مقابلہ میں خود اس کے پسینے کی ہوتی
 ہے اور چونکہ یہی نور حضرت آل محمدؑ کی بنیاد ہے۔ لہذا یہی نسبت آل محمدؑ اور انبیاء کرام میں قائم
 ہوگی۔ اسی لیے حضرت رسول کریمؐ بسلسلہ عقد حضرت فاطمہ الزہراءؑ فرماتے ہیں: "لولا علیؑ لیساکان
 لفاطمة کفو، آدم کان ام دونہ" اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہ کا کفو نہ ہوتا۔ وہ چاہے آدم ہوں
 یا کوئی اور نبی معلوم ہوا کہ آل محمدؑ کے برابر کوئی نبی بھی نہیں ہے۔

عہد الست اور میثاق ازل | اس کے بعد خلاق عالم نے اپنے علم ذاتی کے
 میدان میں، کائنات کے رواج کی حقیقت اور
 مخلوقات کے قوام و وجود کی کنہ کو جمع کر کے اپنی ربوبیت، محمد مصطفیٰؐ کی نبوت اور علی المرتضیٰؑ اور ائمہ
 ہدیٰ کی امامت اور وصایت و امامت کا اقرار لیا جس دن یہ عہد اور میثاق لیا گیا ہے۔ اس دن کو یوم
 الست اور یوم ازل کہتے ہیں۔ ان ناموں سے یہ دن اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ جب اقرار لیا
 تھا تو اس میں سب سے پہلے یہ فرمایا تھا "الست بربکم" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔
 "قالوا بلی" سب نے کہا بیشک تو ہمارا رب ہے۔ اور ازل اس لیے کہتے ہیں کہ خدا نے
 ازل (جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا) نے یہ اقرار لیا تھا۔

اس اقرار لینے کا ذکر قرآن مجید کے پارہ ۹ رکوع ۱۲ میں موجود ہے۔ اگرچہ اس میں صرف بنی
 آدم سے اقرار کا ذکر ہے اور ایک مقام پر انبیاء کا تذکرہ ہے نیز جن چیزوں کا اقرار لیا گیا ہے
 ان میں سے صرف ربوبیت کا حوالہ ہے لیکن پیغمبر اسلامؐ نے منشاء باری کی جو وضاحت فرمائی
 ہے۔ اس سے قرآن مجید کے اس اجمال کی تفصیل واضح ہو جاتی ہے اور صاف طور پر یہ معلوم
 ہو جاتا ہے کہ خدا نے کن کن لوگوں کی اطاعت کا اقرار لیا تھا اور کن کن مخلوقات سے اس اقرار کا
 تعلق ہے اور اس اقرار کی غرض کیا تھی۔ حاشیہ قرآن مجید بشیر احمد عثمانی دیوبندی ص ۲۲۳ میں ہے
 کہ تمام عقائد حقہ، اور ادیان سماویہ کا بنیادی پتھر یہ ہے کہ انسان خدا کی ہستی اور ربوبیت عامہ
 پر اعتقاد رکھے غریب کی ساری عمارت اسی سنگ بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ جب تک یہ اعتقاد
 نہ ہو تو یہی میدان میں عقل و فکر کی رہنمائی اور انبیاء و مرسلین کی ہدایات کچھ نفع نہیں پہنچا سکتیں۔
 اگر پورے غور و تامل سے دیکھا جائے تو آسمانی مذہب کے تمام اصول و فروع بالآخر خدا کی ربوبیت
 عامہ کے اسی عقیدے پر بنتی ہوئے بلکہ اسی کی تہ میں پیوستے ہوئے ہیں عقل سلیم اور وحی و الہام اسی
 اجمال کی شرح کرتے ہیں۔ پس ضروری تھا کہ یہ تخم ہدایت جسے کل آسمانی تعلیمات کا مبداء و منتہی اور

تمام ہدایات ربانیہ کا وجود محال کہنا چاہیے۔ عام قیاضی کے ساتھ نوع انسانی کے تمام افراد میں بکھیر دیا جائے تاکہ ہر آدمی عقل و فہم اور وحی و الہام کی آبیاری سے اس نعم کو بکھر ایمان و توحید کے درجے تک پہنچا سکے، اگر قدرت کی طرف سے قلوب بنی آدم میں ابتداء یہ نعم ریزی نہ ہوتی اور اس کا سب سے زیادہ اساسی وجوہی عقیدے کا حل نامحسوس عقل و فکر کے سپرد کر دیا جاتا تو یقیناً یہ مسئلہ بھی منطقی استدلال کی جھول جھلیاں میں پھنس کر ایک نظری مسئلہ بن کر رہ جاتا جس پر سب تو کیا؟ اکثر آدمی بھی متفق نہ ہو سکتے جیسا کہ تجربہ بتلاتا ہے کہ فکر و استدلال کی ہنگامہ آرائیاں اکثر اتفاق سے زیادہ اختلاف آرا پر منتج ہوتی ہیں، اس لیے قدرت نے جہاں غور و فکر کی قوت اور نور وحی و الہام کے قبول کرنے کی استعداد بنی آدم میں ودیعت فرمائی، وہیں اساسی عقیدے کی تعلیم سے ان کو فطرۃً بہرہ ور کیا جس کے اجمال میں کل آسمانی ہدایات کی تفصیل منطوی (پسٹی ہوئی) تھی اور جس کے بدون مذہب کی عمارت کا کوئی ستون کھڑا نہیں رہ سکتا تھا، یہ اسی ازلی اور خدائی تعلیم کا اثر ہے کہ آدم کی اولاد ہر قرن اور ہر گوشہ میں حق تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کے عقیدے پر کسی نہ کسی حد تک متفق رہی ہے اور جن معدودے افراد نے کسی عقلی و روحی بیماری کی وجہ سے اس عام فطری احساس کے خلاف آواز بلند کی ہے، وہ انجام کار کو دنیا کے سامنے بلکہ خود اپنی نظر میں بھی اسی طرح جھوٹے ثابت ہوئے۔ جیسے ایک بخار و غیرہ کا مریض لذیذ اور خوش گوار غذاؤں کو تلخ اور بد مزہ بتلانے میں جھوٹا ثابت ہوتا ہے بہر حال ابتداء آفرینش سے آج تک ہر جگہ اور ہر طبقہ کے انسانوں کا خدا کی ربوبیت کبریٰ پر عام اتفاق و اجماع اس کی زبردست دلیل ہے کہ یہ عقیدہ عقول و افکار کی دوادوشس سے پہلے ہی خالق حقیقی کی طرف سے اولادِ آدم (وغیرہ) کو بلا واسطہ تلقین فرما دیا گیا ورنہ فکر و استدلال کے راستے سے ایسا اتفاق پیدا ہو جانا تقریباً ناممکن تھا۔ قرآن کریم کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے آیاتِ حاضرہ میں عقیدے کی فطری یکسانیت کے اصلی راز پر روشنی ڈالی۔ بلاشبہ ہم کو یاد نہیں کہ اس بنیادی عقیدے کی تعلیم کب اور کہاں اور کس ماحول میں دی گئی تاہم جس طرح ایک لیچرار اور انشاپرداز کو یقین ہے کہ اس کو ضرور ابتداءً عمر میں کسی نے الفاظ بولنے سکھائے تھے جس سے ترقی کر کے آج اس رتبے کو پہنچا، گو پہلا لفظ سکھانے والا اور سکھانے کا وقت مکان اور دیگر خصوصیات مقامی بلکہ نفس تعلیمی یاد نہیں تاہم اس کے موجودہ آثار سے یقین ضرور ہے کہ ایسا واقعہ ہوا ضرور ہے۔ اسی طرح بنی نوع انسان کا عقیدہ ربوبیت الہی پر متفق ہونا اس کی کھلی شہادت ہے کہ یہ چیز بد و فطرت سے کسی معلم کے ذریعہ سے اُن تک پہنچی ہے، باقی تعلیمی خصوصیات و احوال کا محض مظاہرہ سکھانے کی تعلیم میں غفلت انداز نہیں ہو سکتا۔ اسی ازلی اور فطری تعلیم نے جس کا نمایاں اثر ہے جسک انسانی سرشت میں موجود چلا آسمانی

ہے۔ ہر انسان کو خدا کی حجت کے سامنے ملزم کر دیا ہے جو شخص اپنے الحاد و شرک کو حق بجانب قرار دینے کے لیے غفلت بے خبری یا آباؤ اجداد کی کورانہ تقلید کا عذر کرتا ہے۔ اس کے مقابلہ پر خدا کی یہی حجت قاطعہ جس میں اصل فطرت انسانی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے بطور فیصلہ کن جواب کے پیش کی جاسکتی ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پشت سے اُن کی اولاد اور اُن سے اُن کی اولاد نکالی سب سے اقرار کر لیا اپنی خدائی کا، پھر پشت میں داخل کیا اس سے مذعیابہ ہے کہ خدا کے رب مطلق ماننے میں ہر کوئی آپ کفایت کرتا (اور ذیہ دار) ہے۔ باپ کی تقلید نہ چلی بیٹے۔ اگر باپ شرک کرے بیٹے کو چلی بیٹے ایمان لائے۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ عہد نوباد نہیں رہا پھر کیا حاصل؟ تو یوں سمجھئے کہ اس کا نشان ہر کسی کے دل میں ہے اور ہر زبان پر مشہور ہو رہا ہے کہ ”سب کا خالق اللہ ہے“۔ سارا جہان قائل ہے اور جو کوئی منکر ہے یا شرک کرتا ہے سو اپنی عقل ناقص کے ذیل سے، پھر آپ ہی جھوٹا ہوتا ہے۔

حاشیہ قرآن مجید مترجمہ حافظ فرمان علیؒ کے ص ۲۷ میں ہے۔ ”یہ اقرار عہد الست“ کا ہے جب دنیا میں کوئی موجود نہ تھا اور خدا نے محض اپنی خدائی کا اقرار نہ لیا تھا، بلکہ حضرت رسولؐ کی رسالت اور حضرت علیؑ کی امارت و ولایت کا بھی اور وہ بھی محض انسانوں سے نہیں بلکہ فرشتوں (وغیرہ) سے بھی یہ حدیث اسی آیت کی تائید یا تفسیر میں وارد ہوئی ہے۔

قال رسول اللہ لویعلم الناس متی سمی علی امیر المومنین ما انکروا فضله، سمی امیر المومنین و آدم بین الروح والجسد قال عز وجل و اذا اخذ ربکم من بنی آدم من ظہورهم ذریۃ تلہم واسئلہم علی انفسہم الست بریکم قالت الملائکۃ بلی وقال اللہ تعالیٰ اناریکم و محمد نبیکم و علی امیرکم۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ جانتے کہ علیؑ کا نام امیر المومنین کب رکھا گیا تو اُن کی فضیلت سے انکار نہ کرتے علیؑ امیر المومنین اس وقت کہلائے جب آدمؑ کا روح و جسد درست نہ ہوا تھا چنانچہ خدا فرماتا ہے و اذا اخذ... الست بریکم، تو فرشتوں نے کہا ”ہاں“ تب خدا نے فرمایا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں اور محمدؐ تمہارا رب ہی میں اور علیؑ تمہارے امیر ہیں۔ فردوس الاخبار دہلی باب ۱۱

کوکب دربی فی فضائل علیؑ علامہ کشفی حنفی کے ص ۱۵ میں حذیفہ یامانی سے یہی حدیث مروی ہے حیات القلوب علامہ مجلسی جلد ۱ ص ۱۵ میں بہت سی حدیثوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ خلافت عالم نے عالم ارواح میں تمام لوگوں سے اپنی وحدانیت محمد مصطفیٰؐ کی نبوت اور امیر المومنین و ائمہ طاہرینؑ کی

امامت کا اقرار لیا تھا۔

وگفت بایشان، الست بریکم و محمد بنیکم و علی امامکم و الارثۃ المہادون اعلم
گفتند بلی۔ اور ان سے کہا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں اور کیا محمد تمہارا نبی نہیں، اور کیا علی
اور دیگر ائمہ تمہارے امام نہیں؟ سب نے کہا بے شک تو ہمارا رب اور محمد مصطفیٰ ہمارا
نبی اور علی مرتضیٰ وغیرہ ہمارے امام ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا فرماتے ہیں کہ دنیا سے جب کوئی تہی جانے لگتا ہے تو خدا کا حکم آتا
ہے کہ اپنا جانشین مقرر کر دے اور یہ جانشینی اسی کے اشارے اور حکم سے ہوتی ہے۔ خداوند عالم
نے اپنے دیگر انبیاء کی طرح مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنا جانشین علیؑ کو بنا دوں، اس نے مجھ سے یہ بھی کہا
ہے کہ میں نے علیؑ کی جانشینی کا ذکر گزشتہ کتابوں میں کیا ہے۔ اور اسی پر تمام مخلوقات اور خصوصاً انبیاء
مسیحین سے عہد و پیمان لیا ہے۔ ۱۵ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے تمام انبیاء
اور ان کے جملہ اوصیاء کی ارواح کو جمعہ کے دن پیدا کیا ہے اور اسی دن ان سے وحدانیت خدا، نبوت
محمدؐ اور امامت و ولایت علیؑ بن ابی طالب وغیرہ کا اقرار لیا ہے۔ ۱۶ (حیات القلوب)

کتاب نفوس الرحمن علامہ نوری کے ص ۱۱ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔
”ولایتنا ولایت اللہ التی لم یبعث نبی قط الا مہا“ ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے،
کوئی نبی ایسا نہیں ہے جو ہماری محبت و ولایت لے کر نہ آیا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ انبیاء کے
تمام صحیفوں میں علیؑ کی ولایت مرقوم ہے، جو نبی دنیا میں آیا وہ محمد مصطفیٰ کی نبوت اور علیؑ کی امامت
کا اقرار کرتا ہوا آیا۔

احمد بن محمد بن عیاش کی کتاب مقصد الاثر میں اسلام بن جابر دہی منذر سے ایک حدیث
مروی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ جس رات کو میں معراج پر گیا، مجھے بزبان قرآن
فرمایا گیا۔ واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا ”علی ما یحشوا“ اے میرے حبیب تم ان
انبیاء اور مسلمانوں سے جو تم سے پہلے مبعوث ہو چکے ہیں۔ پوچھو کہ تم لوگ کس مقصد کے لیے مبعوث کیے
گئے تھے۔ چنانچہ میں نے جب آسمانوں پر انبیاء و رسل سے ملاقات کی تو ان سے دریافت کیا۔
”علی ما بعثتم“ تم لوگ کس چیز کے لیے مبعوث ہوئے تھے فقالوا علی نبوتک و ولایت علی
بن ابی طالب و الارثۃ منکم“ ان لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کی نبوت اور علی بن ابی طالب
وغیرہ کی ولایت پر ہماری بعثت ہوتی تھی مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کا انھوں نے عہد الست میں
اقرار کیا تھا۔ وہی ان کی بعثت کی بنیاد قرار پائی۔ (نفوس الرحمن ص ۱۱) یہی کچھ حافظ البوعینم کی حلیۃ الاولیاء
اور امام ابراہیم جمہونی کی فرائد السمیعین میں بھی ہے۔ بصائر الدعوت ص ۱۱ میں ہے۔

کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت، فمنکم مومن ومنکم کافر کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا، کہ عالم ذر میں جن لوگوں نے ہماری ولایت کو تسلیم کیا تھا وہ مومن پیدا ہوئے اور جنہوں نے قبول نہیں کیا تھا۔ وہ کافر خلق ہوئے، حضرت بھی فرماتے ہیں کہ میری ولایت کے انکار کی وجہ سے دنیا میں ایک ہزار اقسیمیں مسخ ہوئی ہیں۔ (کوکب دری ص ۱۷۱)

تفسیر صفائی ص ۱۷۱ میں ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے جب مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا تو انہیں (عالم ارواح) وہ اپنے سامنے لایا اور ان سے کہا کہ تمہارا خدا کون ہے، اس کا جواب سب سے پہلے حقیقت محمدیہ و علویہ و آئمہ نے دیا اور کہا کہ ہمارے پالنے والے تو ہی ہمارا رب ہے، یہ سن کر خدا نے علم اور دین ان کے حوالہ کیا، پھر ملائکہ سے فرمایا کہ یہ ہمارے دین اور علم کے مالک اور مخلوقات کے امین اور ضامن ہیں، ان کے بارے میں تمام مخلوقات سے سوال کیا جائے گا، پھر اُس نے تمام بنی آدم سے کہا کہ میری ربوبیت اور ان کی ولایت و اطاعت کا اقرار کرو، سب نے کہا کہ ہم نے اقرار کر لیا، اس کے بعد ملائکہ سے فرمایا فرمایا کہ تم گواہ رہنا کہ ان سب نے ولایت آئمہ وغیرہ کا اقرار کیا ہے، ملائکہ نے عرض کی مالک ہم ان سب پر اس مقصد کے لیے گواہ ہیں کہ یہ لوگ اپنی لاعلمی کا حوالہ نہ دے سکیں۔

قرآن مجید کی آیت میثاق میں ”عن ہذا اغافلین“ آیا ہے اور ذکر ہے ولایت علیؑ کا، شاید اسی لیے پیغمبر اسلامؐ نے غدیر خم کے موقع پر ”من کنت مولاً فلہذا علی مولاً“ فرمایا ہے۔ اس روایت کے متعلق صاحب مجمع البیان کا کہنا ہے کہ اس میں ملائکہ کا حوالہ درست نہیں ہے۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ملائکہ سے مراد ارواح ملائکہ ہے تو ان کا تذکرہ حدیث میں قابل اعتراض نہیں ہے۔ انھوں نے دروینہ کا بیان ہے کہ یہ اقرائتین دفعہ لیا گیا ہے۔ (۱) عہد استعداد میں (جب نور محمدؐ پیدا ہوا ہے) (۲) بہشت میں (مکہ، حضرات القدس کے اندر جس میں مومنین کی زوجین احسب انسانی میں آنے سے پہلے رہتی ہیں) (۳) صلب آدم میں آنے کے بعد (ارشاد الطالبین ص ۲۷۷)۔ تفسیر بیضاوی کے مش ۱۵ میں ہے کہ ”ذرات وجود میں خدا نے زندگی دے دی تھی اور ان میں عقل ودیعت کر دی تھی اور ان میں بولنے کی صلاحیت عطا فرما دی تھی، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اقرار کر کے خداوند عالم کے حکم کی تعمیل کر دی۔“

تفسیر صفائی ص ۱۷۲ میں ہے کہ ذرات وجود جو بولے تھے، ان کا بولنا اسی طرح تھا جس طرح نکرہاں تسبیح کرتی تھیں اور قیامت میں زمین بولے گی اور اعضاء و جوارح کلام کریں گے۔

بہر حال خداوند عالم نے اپنی ربوبیت اور محمد مصطفیٰؐ کی نبوت اور علی رضیؑ وغیرہ کی ولایت کا اقرار لینے کے بعد فرمایا کہ اے محمدؐ میں نے تم کو اور تمہارے اہل بیتؑ کو منتخب کر لیا ہے اور اپنے

نور اور غفران کی ہدایت کا این بنادیا ہے۔ تمہیں ہر چیز سے آگاہ کر دیا ہے اور تمہیں مخلوقات پر رحمت بنا دیا ہے۔ نبوت تمہارے لیے ہے اور امامت تمہارے اہل بیت کے لیے ہے۔ (مروج الذهب) ہم نے نمود خلق تمہارے پیر ذکر دیئے ہیں۔ تم ہمارے حکم پر عمل کرو گے اور ہماری مشیت پر چلو گے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۷۱) اور ہم لوگوں کو امیروں کی امارت اور بادشاہوں کی بادشاہت میں داخل کر دیا ہے۔ تم جسے چاہو امیر ہو گا اور جسے چاہو بادشاہ بنے گا۔ (صراط مستقیم) اسمعیل شہید دہلوی ص ۱۰ طبع لاہور ۱۹۵۶ء

اس کے بعد غلاق عالم نے نور اقدس رسول مقدس کو لولاء لما خلقت الافلاك، اے رسول اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا، کی بشارت دی، پھر اس نور کو اشباح کی شکل دی گئی۔ (مجمع البحرین) اور نور وجہ علی بن ابی طالب سے کثیر فرشتوں کی رُو میں پیدا کی گئیں۔ (ارجح المطالب)

شیعیت کی بنیاد | علی بن ابی طالب کے نور سے فرشتے تو پیدا ہو گئے لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ وحدانیت کا اعتقاد کیونکر کیا جائے اور تسبیح و تقدیس باری تعالیٰ کیسے کی جائے۔

جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم نے مجھے اور علی و فاطمہ حسن و حسین اور آئمہ کو ایک نور سے پیدا کر کے اس در پر ایک نظری دباؤ والا جس سے ہمارے شیعوں کا وجود عمل میں آیا، یعنی ان کی رُو میں پیدا ہوئیں فسبحنا فسبحوا فقلنا فسبحوا وھللنا فھللوا وھجدنا فھجدوا وھجدنا فوجدوا، پھر ہم نے تسبیح کی تو ہمارے شیعوں نے تسبیح کی۔ ہم نے تقدیس کی تو ہمارے شیعوں نے تقدیس کی۔ ہم نے تہلیل کی تو ہمارے شیعوں نے تہلیل کی۔ ہم نے تجید کی تو ہمارے شیعوں نے تجید کی۔ ہم نے توحید کا پرچار کیا تو ہمارے شیعوں نے توحید باری کا اظہار کیا، فمکنت الملائکۃ مائتۃ عام لا تعرف تسبیحاً و لا تقدیراً و لا تجیداً فسبحنا فسبحت شیعتنا فسبحت الملائکۃ لتسبیحنا، ملائکہ سو سال تک یہ نہ سمجھ سکے تھے کہ تسبیح و تقدیس و تجید باری تعالیٰ کسے کہتے ہیں اور اس قرضے سے کس طرح عہدہ برآ ہوا جاسکتا ہے، جب ہم نے تسبیح کی تو ہمارے شیعوں نے تسبیح کی اور ہم لوگوں کی تسبیح کو دیکھ کر ملائکہ نے تسبیح کی۔ اسی طرح ملائکہ نے تجید و توحید ہم سے سیکھی۔ ہم اس وقت مومن تھے۔ جب کوئی توحید کو جانتا بھی نہ تھا۔ خدا نے ہم کو اور ہمارے شیعوں کو لباس احسان پہنانے سے پہلے ہی لیا تھا۔ اعلیٰ علیین ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لیے ہے۔ (جامع الاخبار علامہ صدوق ص ۱۱ طبع لکھنؤ)

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہما اور ان کی ذریت کے گیارہ اہل بیت کو اپنے نورِ عظمت سے پیدا کیا یہ سب بزرگوار نور خدا کے پرتوں ہیں۔ اور تمام مخلوقات کے پیدا ہونے سے پہلے اس کی تسبیح اور عبادت کرتے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے ہماری فاضل طینت سے ہمارے شیعوں کے قلوب پیدا کیے اسی لیے ہمارے شیعوں کے دل ہماری طرف مائل و مشتاق اور ہمارے دل ان پر مہربان ہیں جس طرح باپ اپنے فرزند پر مہربان ہوتا ہے۔ ہم ان کے لیے اور وہ ہمارے لیے سب سے بہترین ہیں۔ (حیات القلوب) ۵

یہ بات ہے کہ ہستی ملتی نہیں ہماری صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زمان ہمارا (اقبال) واضح ہو کہ شیعہ اُسے کہتے ہیں جو محمد و آل محمد کو دل سے دوست رکھتا ہو۔ یہ محبت بشریت کے ساتھ مقید نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق ہر قسم کے وجود سے ہے۔ عالم ارواح میں جن مخلوقات نے محبت قبول کی وہ شیعہ قرار پائے۔ فرشتے ازل سے شیعہ ہیں اور اب تک رہیں گے، انبیاء عالم ارواح سے شیعہ ہیں اور قیامت تک رہیں گے حضرت ابراہیمؑ کی شیعیت کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ اِبْرٰهٖمَ۔ محمد اور علیؑ کے شیعوں میں ابراہیمؑ ہیں۔ (بیضاوی و صافی) مذکورہ احادیث نے شیعوں کی عظمت اور ان کی قدامت کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔ رسولِ کریمؐ نے فرمایا ہے کہ جنت میں صرف شیعہ جائیں گے اور یہ بھی کہا ہے کہ میرے بعد میری امت

لے ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آیہ اولئک ہم خیر البریۃ نازل ہوا تو رسول خداؐ نے علی بن ابی طالبؑ سے فرمایا۔ یا علی انت وشیعتک الخ اے علیؑ خیرِ بریۃ یعنی دنیا میں سب سے بہتر لوگ تم اور تمہارے شیعوں میں ملاحظہ ہو جامع البیان طبری، تفسیر فتح البیان جلد ۱ ص ۳۲۳، علامہ علی متقی لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شفاعتی لامتی من احب اہلبیتی و ہم شیعتی کہ میری شفاعت صرف شیعوں کے لیے ہے کہ وہ میرے اہلبیت کو دوست رکھنے والے ہیں (کنز العمال جلد ۶ ص ۸۷۰ و جلد ۸ ص ۳۱۷ و در منثور جلد ۶ ص ۳۷۹ طبع مصر)۔

عن ابن عباس قال لما انزلت هذه الآية، ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ الخ قال النبی علی انت وشیعتک تاخی یوم القیامۃ، انت و ہم راہبینی مہربانین و یا قی احمد اک غصبا یا مقمحمین۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آیہ خیر البریۃ نازل ہوا تو رسول خداؐ نے علیؑ کو مخاطب سے فرمایا کہ اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ قیامت میں خوش و مسرور رہیں گے اور تمہارے دشمن رنج و غم میں مبتلا ہونگے اور پس گردن سے بندھے ہوں گے، صواعقِ محرقہ ص ۹۵ و ص ۹۶، اسعاف الراغبین ص ۵۶، کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۸ تحفہ النعماء عشریہ۔ ۶۸۷ تاریخ طبری جلد ۶ ص ۱۶۷ "کتب اہلبیت میں ہے کہ علیؑ کے شیعوں کو ملکی نگاہ سے نہ دیکھو۔ ان کی وہ منزلت ہے کہ ان کا ایک ایک شخص قبیلہ ربیعہ و مضر کے برابر لوگوں کی شفاعت کرے گا۔ (قول رسولؐ) کو کتب ری ص ۱۷۰

کے بہتر فرقہ ہوں گے جن میں سے ایک ہی ناجی ہوگا۔ علامہ قسطنطینی نے شرح تخرید میں بتایا ہے کہ بہتر ایک جادہ پر ہیں یعنی حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ اول مانتے ہیں اور صرف ایک یعنی شیعہ خلافت بلا فصل کے قائل ہیں۔ ان کا جادہ عمل بہتر سے الگ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ علیؓ کے شیعہ فرشتے تھے حضرت رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ اہل آسمان میں سب سے پہلے جس نے علیؓ بن ابی طالب کو بھائی بنایا وہ اسرافیل ہے بعد ازاں میکائیل، پھر جبرائیل اور اہل آسمان میں سے اول جس نے علیؓ کو دوست رکھا۔ وہ حاملان عرش میں۔ بعد ازاں رضوان غلام بہشت پھر ملک الموت عزرائیل اور ملک الموت محتبان علیؓ پر اس طرح رحم کرتا ہے جس طرح انبیاء پر ترجم کیا کرتا ہے۔ (کوکب دری علامہ محمد صالح کشفی ترمذی حنفی ص ۱۱۱ طبع لاہور)

جوہر کائنات اور خلقت عالم | پھر خداوند عالم نے نور اقدس محمدیؐ سے ایک جوہر سبز کو پیدا کیا، پھر اُس پر نگاہ ہمیت ڈال کر اُسے پانی کر دیا۔ پھر اُس پانی سے عرش و کرسی، لوح و قلم، زمین و آسمان، شمس و قمر، جنت و دوزخ، رات اور دن جملہ ملائکہ اور جن نیز اور بہت سی چیزیں پیدا کیں (توریت سفر اول عجائب القصاص۔ سراج القلوب۔ عرائس ثعلبی وغیرہ)۔

حضرت رسول کریمؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے میرے نور سے عرش کو، علیؓ کے نور سے فرشتوں کو، فاطمہؓ کے نور سے آسمانوں اور زمینوں کو جسٹن کے نور سے آفتاب و مانتاب کو، حسینؓ کے نور سے بہشت اور عورین کو پیدا فرمایا ہے۔ (حیات القلوب)

خلقت کائنات کے متعلق حضرت علیؓ فرماتے ہیں: مخلوقات کو اُس نے اپنے قدرت و اختیار سے پیدا کیا اور ہواؤں کو اپنی رحمت سے چلایا اور زمین کی اضطرابی حرکت کو پتھروں کی میخ سے روکا اور سنگ کی... اُس نے دنیا کو پیدا کیا اور پہلے پہل بنایا۔ بغیر اس کے کہ سوچے یا غور و فکر کرے، نہ تو وہ ٹھکو کو کام میں لایا اور نہ کسی تجربہ سے فائدہ اٹھایا اور نہ اپنے نفس میں کسی حرکت کو پیدا کیا اور نہ اس نے پہلے سے اس کا انتہا کیا کہ جس سے مجبور ہو کر اس نے ایسا کیا ہو، چیزوں کو وقت پر عدم سے وجود کی طرف منتقل کر دیا اور مختلف اشیا اور طبائع کو ایک دوسرے سے وابستہ و بیوستہ کر دیا۔ ہر شے کم طبیعت خاص اور مزاج مخصوص عطا کیا اور موجودات کو ان کی صورتیں اور شکلیں دیں۔ وہ ان چیزوں کی خلقت سے پہلے ان کو جانتا تھا۔ اس کا علم ان کے حدود و انتہا کو محیط تھا۔ وہ ان کی حالتوں اور پوشیدہ کیفیات سے واقف تھا۔ پھر اس نے زمین و آسمان کے درمیان شکاف دے کر فضا پیدا کی۔ کناروں میں شفق پیدا کئے اور آسمان سے ملی ہوئی ہوا کو پیدا کیا۔ اس فضا میں تلاطم خیز

پانی بہایا جس کی وجہ سے بڑھ بڑھ کر بلند ہو رہی تھیں، اس پانی کو تیز جھکڑ ہوا کی پیٹھ پر لا دیا جو ہر چیز کو اکھاڑے دیتی تھی۔ اس کو حکم دیا کہ وہ پانی کو زمین پر گرنے سے روکے رہے اور پانی کے زور پر مسلط کر دیا اور اسی سولے پانی کی حد بندی کر دی۔ پانی کے نیچے ہوا کا دامن دُور تک پھیل ہوا تھا اور پانی اس کے اوپر اچھل رہا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ہوا چلائی جو ابھرتی تھی (یعنی جو نہ ابر لانے کے قابل تھی نہ گھاس وغیرہ اگانے کے لائق تھی) اس کو پانی کے ساتھ ساتھ کر دیا۔ اس کی چال بہت تیز تھی (کیونکہ فضا میں کوئی روک نہ تھی) خدا نے ہوا کو حکم دیا کہ اُس متلاطم پانی کو اٹے پلٹے اور موجوں کی اُبھار کو اوپر پھینکے۔ اُس نے اس پانی کو یوں مٹھ ڈالا جیسے مشک میں دودھ مٹھا جاتا ہے اور فضا میں بہت تیز ہو کے چلی، اور پانی کے نیچے کے حصے کو اوپر پلٹانے لگی اور ساکن کو متحرک سے بلائے لگی، یہاں تک کہ پانی کی چوٹی بلند ہو گئی اور توہر تو پانی نے پھینک دیا۔ یہ پانی شگاف زدہ اور وسیع فضا میں بلند کر لیا جس سے خدا نے سات آسمان بنائے، نیچے والے کو ایک جمی اور تختی ہوئی موج قرار دیا اور اوپر والے کو ایک محفوظ چھت اور بنائے رفیع بنایا آسمان بغیر کسی اڑان کے روکا اور بغیر کیلون اور رسیدوں کے اپنی جگہ پر قائم کیا، پھر اللہ نے اسے چھوٹے ستاروں اور نور پار تاروں سے سجایا اور اُس نے ایک اڑتا ہوا چراغ جس کی ضیا پھیل رہی تھی بہا دیا اور روشن چاند کو چلا لیا۔ یہ چیزیں گھومتے ہوئے فلک چلتی ہوئی چھت اور متحرک نقطہ دار آسمان میں تھیں۔ پھر اوپر کے آسمانوں کو چیر کر اس میں فضا پیدا کی اور اس کو اپنے ملائکہ سے آباد کر دیا۔ ان میں کچھ ایسے سجدہ کرنے والے ہیں جو سجدہ ہی میں ہیں رکوع نہیں کرتے۔ اور کچھ ایسے رکوع کرنے والے ہیں جو کھڑے نہیں ہوتے، کچھ ایسے صفت باندھ کر عبادت کریں والے ہیں کہ جب سے ان کی صفیں بندھ گئیں آج تک ٹوٹی ٹہنیں اور کچھ ایسے تسبیح کریں والے ہیں جو ٹھکتے ہی نہیں۔ انھیں نہ کبھی نیند آتی ہے نہ وہ بھولتے ہیں۔ نہ عبادت سے ان کے جسم میں سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے اور نہ ان سے کبھی بھول چوک ہوتی ہے اور ان میں وہ ملائکہ بھی ہیں جو وحی الہی کے امانت دار ہیں اور اس کے رسولوں کے پاس پیغامبران کے اور الہی احکام لے کے آنے جانے والے ہیں۔ ان میں سے وہ بھی ہیں جو خدا کے بندوں کے نگہبان ہیں اور اس کی جنت کے دروازوں کے دربان ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے طویل القامتہ ہیں جن کے قدم تخت الشری میں ہیں اور ان کی گردنیں فلکِ اول سے نکل گئی ہیں اور ان کے جسم اطرافِ دنیا سے نکلے ہوئے ہیں اور قائمہ عرش الہی سے ان کے کاندھے ملے ہوئے ہیں عرشِ عزت کے سامنے ادب سے ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہیں، اور وہ اپنے پردوں میں لپٹے ہوئے ہیں۔ ان کے اور دوسرے ملائکہ جو ان سے کم مرتبہ والے ہیں۔ درمیانِ عزت و قدرت کے پرے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ ملائکہ اپنے اپنے پالنے

والے کا تصور کسی شکل و صورت میں نہیں کرتے اور نہ مخلوقاتِ عالم کی صفاتوں سے اسکی ذات کو متصف کرتے ہیں اور نہ کسی ایسے خاص مکان اور جگہ میں محدود کرتے ہیں اور نہ نظیروں سے اس کی جانب کوئی اشارہ کرتے ہیں۔ (منہج البلاغہ)

حکیم الامت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے کلام سے چند باتیں مستفاد ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ خدا نے فضا پیدا کی اور وہ مخلوق الہی ہے جس سے ظاہر ہوا کہ فضا بھی ایک شے موجود ہے۔ کیونکہ مخلوق عدم محض نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ خدا نے فضا میں پانی کو پیدا کیا اور اس کو ہوا کی میٹھی پر لا دیا۔ یہ ہوا اُس پانی کا مکان ہو گئی۔ پھر اس پانی کے اوپر ایک اور ہوا پیدا کی اور جب پانی میں متوجہ پیدا ہوا تو اس سے آسمان کو پیدا کیا۔ علماء اس کے قائل ہوئے ہیں اور تالیس اسکندری نے یہی قول اختیار کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ پانی اصل عناصر ہے جب وہ کشیف ہو کے جم جائے تو مٹی ہو جاتا ہے اور جب لطیف ہو تو ہوا ہو جاتا ہے اور ہوا آگ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ آگ صفا ہوا کا نام ہے۔ لہذا پانی اصل عناصر ہوا، توبیت میں بھی اسی مطلب کے موید ایک ذکر ہے وہ یہ کہ خدا نے ایک جوہر خلق کیا اور اس کو نگاہ ہیبت سے دیکھا وہ گھل کے پانی ہو گیا۔ اس پانی سے ایک دھواں اٹھا جس سے آسمان بنائے گئے اور اس کے پھین سے زمین خلق کی گئی جسکی مضطربانہ حرکت پہاڑوں سے روکی گئی، تیسرے یہ فرمایا کہ نیچے کے آسمان ایک مٹی ہوئی موج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس قول کو بھی ایک گروہ نے اختیار کیا ہے اور اس پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ ہم کو آب متحیرہ کی حرکت پر نظر کرنے ہیں تو اُن کی لگیگی اور اضطرابی حرکت آنکھوں کو محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ متحیرہ اپنے افلاک میں حرکت کرتے ہیں اور ہمارے اوردان کے درمیان میں صاف شفاف اجرام فلکی ہیں جن کی اضطرابی حرکت اور تھر تھراہٹ ایسی محسوس ہوتی ہے۔ جیسے کوئی جسم پانی میں تیرتا ہو، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سارے دنیا ایک تھا ہوا متموج پانی ہے اور کو آب کی لرزش جو ہم محسوس کرتے ہیں۔ یہ اجزائے فلک اسفل کی لرزش کے تابع ہے اور کو آب ثابتہ کو ہم اس طرح نہیں پاتے، رہ گئے قدر وغیرہ اگرچہ یہ نیچے کے آسمان ہیں۔ مگر ان کا فلک تدویر اجرام افلاک اعلیٰ کی جنس سے ہے نہ مثل فلک مثل تحتانی جو پانی کی طرح متموج ہے۔ حکماء نے متغیر میں نے افلاک کے نام رکھے ہیں اور فلک تدویر اور فلک مثل وغیرہ یہ انھیں کے اصطلاحات ہیں (سببیل فصاحت) امام المورخین علامہ مسعودی، امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ نے تقدیر مخلوقات اور آفرینش خلق کا ارادہ فرمایا تو آسمان اور زمین کی پیدائش سے پہلے اپنے نور مقدس سے ایک تابندہ نور کو ظاہر کیا اور اپنی ضیا بے ہمتا سے ایک شعاع نورانی کو جدا فرمایا، چنانچہ وہ نور سراپا ظہوران صورتوں میں جو ذرات کی مانند

مخفی تھیں۔ فرام ہو کر ہمارے رسول مقبول محمد مصطفیٰ صلعم کی صورت میں پیدا ہوا جس سے خدائے عزوجل نے خطاب فرمایا کہ "انت المختار المنتخب الخ تو میرا چنا ہوا اور منتخب ہے اور میرے نور اور خزان ہدایت کا امین ہے تیسرے ہی سبب سے زمین کو فرش، پانی کو روان، آسمان کو بلند اور ثواب و عقاب اور رحمت و نار کو معین کرونگا۔ اور تیسرے اہلبیت کو ہدایت کے لیے قائم کر کے اُن کو ایسا علم مکنون بخشوں گا کہ ان پر کوئی باریکی مشتبہ نہ رہیگی۔ اور کوئی امر مخفی ان کو عاجز نہ کر سکے گا، اور میں ان کو اپنی مخلوقات پر رحمت قرار دوں گا۔ اور وہ میری قدرت اور وحدانیت سے لوگوں کو آگاہ کرنے والے ہونگے۔ پھر حق تعالیٰ نے سب سے اپنی ربوبیت اور اخلاص بالوحدانیت کی شہادت لی اور میثاق لینے سے پہلے سب پر جناب رسالت مآب اور ان کی آل کا انتخاب ظاہر فرما کر بتایا کہ آنحضرتؐ فدیہ حق ہیں اور ہدایت ان کی جانب سے ہے اور منصب امامت ان کی آل کے لیے ہے تاکہ طریقہ عدل کو تقدم ہو اور خلق کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو اپنے حجاب غیب اور علم مخفی میں پوشیدہ فرما کر یہ ارادہ اظہار انواع عالم زمانہ کو بھیلایا، پانی کو موجزن کیا۔ اس کی جھلک کو جوش میں لایا۔ دھوسیں کو برائگیختہ کیا اور عرش عظیم کو بالا کئے آب بلند فرمایا، پھر زمین کو پانی پر بچھا کر اور آسمانوں کو بلند فرما کر اُن سے اپنی اطاعت قبول کرائی۔ بعد ازاں ملائکہ کو ان اوزار اور ارواح سے پیدا کیا اور اپنی توحید کو نبوت محمدیہ سے مقرون فرمایا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی نبوت آپ کے زمین میں مبعوث ہونے سے پہلے آسمان میں مشہور ہوئی اور جب خدائے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو ان کی فضیلت فرشتوں پر ظاہر فرمائی یعنی ملائکہ کو حضرت آدمؑ کا وہ فضل خاص دکھلایا جو علم سابق سے متعلق تھا اور جس کی برکت سے آدمؑ نے وقت استفسار ایزدی اسماء اشیاء کی تصدیق کر دی تھی، پھر پروردگار عالم نے حضرت آدمؑ کو محراب اور کعبہ اور باب اور قبلہ قرار دے کر ابرار اور روحانیوں کو انکی جانب سجدہ کرنے کا حکم فرمایا اور آدمؑ کو اس نور سراپا ظہور سے آگاہ کیا جو ان میں ودیعت کیا گیا تھا اور ان کو امام قرار دینے کے بعد اس نور کی عظمت ظاہر فرمائی۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کو جو خیر حاصل ہوا، وہ اُسی نور کی بدولت تھا جس کے وہ امین قرار دیئے گئے، پھر خدائے قدیر نے اُس نور کو ہر زمانہ میں مخفی رکھا۔ یہاں تک کہ وہ نور مقدس ظاہر فزات میں ہمارے رسول مقبولؐ سے وصل ہوا، اور آنحضرتؐ صلعم نے بطور ظاہر و باطن لوگوں کو دعوت اسلام دی اور اس عہد قدیم کی تجدید چاہی جس کو خدائے خلقت عالم و آدمؑ سے مقدم کیا تھا چنانچہ جس جس نے آنحضرتؐ سے موافقت کی اور چراغ نور مقدم سے استفادہ کیا اس نے ہدایت پائی اور اس پر آنحضرتؐ کا ہر روشن ہو گیا اور جس کو عظمت نے شبہ میں ڈالا، وہ عذاب الہی کا مستحق بن گیا پھر وہ نور منتقل ہو کر ہم

آسمان میں چمکا جو آسمان وزمین کے انوار اور باعث نجات ہیں جن کی وجہ سے علوم مخفیہ ظاہر ہوتے ہیں جن کی طرف تمام امور کا مرجع ہے اور جن کے اس ہمدنی موعود پر خدا کی محبتوں کا انقطاع ہوگا جو خاتم الامۃ اور نجات دہندہ اُمت اور غایت نور اور مصدر امور ہے۔ (مروج الذهب)۔ طبرانی نے معجم کبیر میں عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اُس وقت نبی تھا۔ جب آدمؑ رُوح اور جسم کے درمیان تھے یعنی جب ان کی خلقت مکمل بھی نہ ہوئی تھی۔ علامہ قسطلانی کا بیان ہے کہ جب خداوند عالم نے ایجاد مخلوقات کا ارادہ فرمایا تو نور محمدیؐ کو اپنے نور سے خلق فرما کر اس سے سارے عالم کو پیدا کیا۔ (مواہب لدنیہ)

زمین کا بچھایا جانا اور زمین کعبہ کا اختیار علامہ طرحی تحریر فرماتے ہیں کہ خلاقِ عالم نے جب زمین اور آسمان کو پیدا

کرنا چاہا اور اُس نے جو ہر آبی کو ہواؤں کے ذریعہ سے متھ کر بھاگ کو ان دونوں کی بنیاد قرار دی۔ تو اس موقع پر جو کیفیت بھاگ سب سے پہلے اُٹھی اسے مقام بیت پر جمع کر دیا پھر اس کے بعد عالم میں اس کے بیچے سے بچھایا۔ اس طرح خداوند عالم نے خانہ کعبہ کی عظمت کی بنیاد ڈالی، پھر رسولؐ میں بذریعہ قرآن مجید اس کے اول بیت ہونے کا اعلان فرمایا۔ وہ لکھتے ہیں کہ آیت قرآنی میں اول بیت سے مقام بیت مراد ہے اور ایک روایت کی بنا پر حضرت آدمؑ نے خانہ کعبہ کو زمین پر بجا کر پہلا گھر قرار دیا ہے۔ میرے نزدیک دونوں باتیں درست ہیں۔ خداوند عالم نے سب سے پہلے زمین کعبہ کی بنیاد رکھی پھر آدمؑ کے ہاتھوں سب سے پہلے کعبہ کی تعمیر کرائی۔ قدرت کی یہ کرم گمشدہ نہایت قابل ستائش ہے کہ اس نے ہمارے امام اولؑ کے زچہ خانہ کو نہایت شان و شوکت سے تعمیر کرا کے اسے ساری دنیا کا قبلہ بنا دیا۔ علل الشرائع میں ہے کہ حضرت علیؑ سے ایک شامی نے سوال کیا، اخبار فی عن اول ما خلق اللہ تبارک و تعالیٰ فقال خلق النور قال مما خلق السموات فقال من بخار السماء فقال مما خلق الارض قال من زبد الماء قال مما خلقت الجبال فقال من الامواج۔ حضرت مجھے بتائیے کہ خدا نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا نور کو۔ پھر اُس نے پوچھا کہ آسمان کو کس چیز سے بنایا، آپؑ نے فرمایا کہ پانی کے بخارات سے۔ پھر اُس نے پوچھا کہ زمین کو کس چیز سے پیدا کیا، آپؑ نے فرمایا کہ پانی کے پھین سے۔ پھر اُس نے پوچھا کہ پہاڑوں کو کس چیز سے بنایا، آپؑ نے فرمایا کہ موجوں سے۔ علامہ صدر الدین مدنی کتاب ریاض السالکین میں

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت طویل ہے میں نے اپنی ضرورت کے مطابق اسے نقل کیا ہے۔ اسی کتاب میں زمین کعبہ کی خلقت کی اولیت کا بھی مفصل ذکر ہے ایک روایت میں ہے کہ خانہ کعبہ جس کی زمین خلقت زمین و آسمان کے وقت سب سے پہلے پیدا کی گئی ہے

اسی کے مقابلہ اور محاذ میں چھٹے آسمان پر بیت المعمور بنایا گیا ہے، جس کا ایک نام ”ضراح“ بھی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ کعبہ اور اس کی زمین تحت الثریٰ تک اور اس کے مقابل کی فضا بیت معمور تک قبلہ ہے۔

آسمان وزمین کی خلقت کے ایام اور ان کے نام | خداوند عالم نے آسمان و زمین کی خلقت چھ دن

میں بتائی ہے، ارشاد ہوتا ہے: ”وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَمَا مَسْنٰمِنَ لُغُوْبٍ“ ہم نے یقیناً سارے آسمان وزمین اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے چھ دن میں پیدا کیے اور تھکان ہم کو چھو بھی نہیں سکی۔ (پل - رکوع ۱۷) اس کے متعلق مشکوٰۃ ص ۵۲ میں بحوالہ مسلم ابوہریرہ کی ایک روایت مندرج ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خلاقِ عالم نے زمین ہفتہ کے دن، پہاڑ اتوار کے دن۔ اشجار دو شنبہ کے دن مکروحات منگل کے دن۔ نور بدھ کے دن پیدا فرمایا، اور چوپایوں کو جمعرات کے دن چھلایا اور آدم کو جمعہ کے دن بعد عصر پیدا کیا ہے۔ یہی کچھ عرائسِ تعبلی کے مشہور ہے۔ لیکن اس میں منگل کے دن مکروحات کے بجائے ظلمات لکھا ہے۔ تاریخ طبری ص ۱۱۱ میں ہے کہ خداوند عالم نے چھ دن میں ساری کائنات خلق فرمائی ہے۔ یعنی روز یک شنبہ سے شروع کر کے روز جمعہ کو سب کچھ پیدا کر ڈالا ہے۔ مؤرخ طبری نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے، یک شنبہ اور دو شنبہ کو زمین پیدا کی گئی اور اس کے تمام لوازم سرانجام دیئے گئے۔ اور جو بھی زمین سے متعلق چیز تھی۔ سب پیدا کی گئی۔ ریشنبہ کو پہاڑ اور اُس کی تمام چیزیں خلق کی گئیں۔ چار شنبہ کو درخت اور اس سے جو کچھ متعلق تھا مثلاً پانی وغیرہ سب کچھ پیدا کیا گیا۔ پنج شنبہ کو آسمان اور عرش و کرسی اور جو ان میں ہے سب کچھ پیدا کیا گیا۔ جمعہ کو ستارے، آفتاب، ماہتاب اور فرشتے پیدا کیئے گئے۔ اور جمعہ کی آخری ساعت میں حضرت آدمؑ کی خلقت کو مکمل کر کے جنت میں بھیج دیا گیا۔ عذابِ نقص میں بحوالہ تفسیر مدارک لکھا ہے کہ یک شنبہ اور دو شنبہ کو زمین کی خلقت ہوئی ہے۔ نامِ البریث کا بیان ہے کہ روز یک شنبہ زمین پیدا کی گئی اور روز دو شنبہ اسے چھایا گیا، روز ۳ شنبہ پہاڑ پیدا کیئے گئے۔ اور چار شنبہ کو درخت اور پانی وغیرہ پیدا کیئے گئے اور پنج شنبہ کو آسمان کی پیدائش عمل میں آئی اور جمعہ کو ستارے شمس و قمر، ملائکہ پیدا ہوئے اور اسی دن کے آخر میں حضرت آدمؑ کی خلقت کی تکمیل ہوئی۔

کثیر احادیث میں ہے کہ خلاقِ عالم نے جب آسمان کو بخارات اور دھوئیں سے اور زمین کو پانی کے گاڑھے پھین سے خلق فرمایا تو ان دونوں کے سات سات طبقے قرار دیئے بعد میں ہر طبقہ

کا علیحدہ نام رکھا گیا، نام حکما و متقدمین نے رکھے ہیں اور ارباب حدیث نے بظاہر ان ناموں کو تسلیم کر لیا ہے۔

علامہ ابو نصر بن محمد العطار فی الغزوی کتاب سراج القلوب میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آسمان زبرجد سبز سے پیدا کیا گیا اور اس کا نام ”برقعا“ ہے اس آسمان پر جو فرشتے ہیں ان کی تسبیح سبحان ذی الملک والمملکوت ہے اور ان فرشتوں کا جو نگران فرشتہ ہے۔ اس کا نام اسمعیل ہے۔

دوسرا آسمان نقرہ خام، کچی چاندی، سے بنا ہے اور اس کا نام ”اقلوم“ ہے۔ اس پر جو فرشتے ہیں ان کی تسبیح ”سبحان ذی العز والجدوت“ ہے اور ان فرشتوں کا جو نگران فرشتہ ہے۔ اس کا نام ”جیب“ ہے۔

تیسرا آسمان یاقوت سرخ سے بنا ہے اور اس کا نام ”قیدوم“ ہے۔ اس پر جو فرشتے ہیں ان کی تسبیح سبحان المحی المحی الذی الی موت اور ان فرشتوں کا جو نگران فرشتہ ہے اس کا نام کوکایل ہے چوتھا آسمان سفید موتی سے بنا ہے اور اس کا نام ”باعمون“ ہے اور اس پر جو فرشتے ہیں۔ ان کی تسبیح سبحان الملک القدوس ربنا ورب الملائکة والروح ہے۔ اور ان فرشتوں کا جو نگران فرشتہ ہے اس کا نام، ”موایل“ ہے۔

پانچواں آسمان سرخ سونے سے بنا ہے اور اس کا نام ”دلو“ ہے اور اس پر جو فرشتے ہیں ان کی تسبیح سبحان خالق النور سبحانہ وجمہل ہے اور ان فرشتوں پر جو نگران فرشتہ ہے۔ اس کا نام اسطفائیل ہے۔

چھٹا آسمان زمر و سبز سے بنا ہے اور اس کا نام ”بوقیا“ ہے اور اس پر جو فرشتے ہیں ان کی تسبیح، سبحان اللہ عدد خلقہ و ملائکته اور ان فرشتوں پر جو نگران فرشتہ ہے۔ اس کا نام ”روباکیل“ ہے۔

ساتواں آسمان بھی سفید موتی سے بنا ہے اور اس کا نام ”رقیع“ ہے۔ اس پر جو فرشتے ہیں وہ روح اور حاملان عرش کے علاوہ جملہ فرشتوں سے عند اللہ عزت و حرمت میں عظمت رکھتے ہیں۔

امام ابن اسحاق احمد بن محمد ابن ابراہیم ثعلبی نے اپنی کتاب قصص الانبیاء المعروف بہ عرائس ثعلبی میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یہی کچھ تحریر فرمایا۔ ان اقوال میں جو یہ بتایا گیا ہے کہ یہ آسمان مختلف چیزوں سے بنائے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے پانی کی جن بخارات سے ان آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ بلند ہونے کے بعد انھیں شکلوں میں آگئے تھے۔ یا انھیں بخارات

سے پہلے یہ چیزیں بن گئی تھیں پھر ان سے آسمانوں کو بنایا گیا تھا۔

آسمانوں کی طرح زمینوں کے بھی نام ہیں، امام ثعلبی اور ابوالنصر غزنوی نے وہاب بنی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ زمین اول کا نام ”ادیمیا“ زمین دوم کا نام ”بسیطا“۔ زمین سوم کا نام ”ثقیلا“ زمین چہارم کا نام ”بطیحا“ زمین پنجم کا نام ”متشاقلا“۔ زمین ششم کا نام ”ماسکھ“۔ زمین ہفتم کا نام ”شری“ ہے۔ (عرائس ثعلبی ص ۷ و مراجع القلوب ص ۷)

امام ثعلبی نے زمینوں کے نام لکھنے کے بعد ان چیزوں کا تذکرہ کیا ہے جن سے خدا نے اس زمین کو زینت دی ہے۔ اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے زمین کو آل محمد کے وحمد ذی سے خصوصی زینت دی ہے اور وہ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ وغیرہم ہیں۔ پھر اس کے بعد انھوں نے انس ابن مالک کے حوالہ سے ایک حدیث تحریر کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانوں جب آفتاب نہ رہے تو ماہتاب سے تمسک کرنا اور جب ماہتاب نہ رہے تو زہرہ سے تمسک کرنا اور جب زہرہ نہ رہے تو فرقہیں سے تمسک کرنا، پھر فرمایا۔ ”انا الشمس وعلی القمر وفاطمۃ الزہراء والحسن والحسین الفوقدان فی کتاب اللہ تعالیٰ الیافتقران حتی یردا علی المحوض“ آفتاب سے مراد میں ہوں، ماہتاب سے مراد علیؑ ہیں۔ زہرا سے مراد فاطمہ زہراؑ ہیں۔ فرقہاں سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں میں نے جو مقصد ظاہر کیا ہے۔ یہ کتاب خدا کے منشا کے مطابق ہے۔ یہ دونوں حوض کوثر پر پہنچنے سے پہلے ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ (عرائس ثعلبی ص ۷ طبع مصر)

نور محمدیؑ، آسمان دنیا پر
علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ خلاق عالم نے نور محمدیؑ سے ساری کائنات کو پیدا کرنے کے بعد اس نور اقدس کو زیر عرش اعظم منتقل کر دیا۔ وہ نور تہتر سال اس جگہ عبادت خدا کرتا رہا۔ پھر وہاں سے بہشت میں منتقل کیا۔ وہاں ستر ہزار سال محو عبادت رہا، پھر وہاں سے سدرۃ المنتقی میں منتقل کر دیا۔ اس جگہ ستر ہزار سال عبادت کرتا رہا، پھر وہاں سے آسمان ہفتم میں منتقل کیا۔ پھر وہاں سے آسمان ششم پر پہنچا، ہکذا تا بہ آسمان اول کہ آسمان دنیا می گویندش۔ اسی طرح آسمان اول پر پہنچا دیا۔ جسے آسمان دنیا کہتے ہیں یہ نور مقدس، آسمان دنیا میں اپنے خالق کی عبادت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مشیتِ ایزدی حضرت آدمؑ کی خلقت کی مقتضی ہوئی اور جناب آدمؑ کی تخلیق عمل میں آئی۔ (کشف الانوار، ترجمہ فارسی بحار جلد ۹ ص ۲۶۹ طبع ایران)

نور محمدیؑ پاک کشتوں وریاک رحموں میں
علماء کا بیان ہے کہ جب حضرت آدمؑ پیدا کئے گئے تو ان کے صلب میں اس

مقدس نور کو رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ معاذ بن جبل نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ حضور غفلت آدم سے پہلے کہاں مقیم تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم سب عرش کے سامنے تسبیح و تقدیس و تحمید و تمجید خدا کیا کرتے تھے۔ پھر معاذ نے دریافت کیا کہ اُس وقت آپ حضرات کی ہیئت کیا اور کیسی تھی۔ فرمایا ہم پہلے اشباح کی شکل میں تھے۔ جب خدا نے ہمیں صورت عطا کرنا چاہا تو ایک عمود نور کی شکل میں صلب آدم میں رکھا، اس کے بعد سے صلب پدر اور رحم مادر میں منتقل کرنا رہا، اس انتقال مکانی کے عہد میں ہم تک کسی قسم کی نجاست نہیں پہنچ سکی۔ البتہ یہ ہوتا رہا کہ نرمانہ میں ہم پر ایمان لانے کے سبب ایک گروہ سعادت مند اور ہم پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ایک گروہ شقی ہوتا رہا۔ جب خدا نے ہمارے نور کو صلب عبدالمطلب میں پہنچایا اور وہاں اس کے دو حصے کر کے ایک کو صلب عبد اللہ میں اور دوسرے کو صلب ابوطالب میں ساکن کیا پھر اس نصف کو جو میرا نور تھا رحم آمنہؑ کی طرف اور نصف ثانی جو علیؑ کا نور تھا۔ رحم فاطمہ بنت اسد کی طرف منتقل کیا میں اپنی ماں آمنہؑ سے اور علیؑ اپنی ماں فاطمہ بنت اسد سے پیدا ہوئے، اس کے بعد وہ تمام عمود نور میری طرف پھر آیا۔ اور فاطمہؑ مجھ سے پیدا ہوئی، پھر وہ تمام عمود نور علیؑ کی طرف منتقل ہوا۔ اور حسن و حسینؑ اس نور کے دونوں حصوں سے پیدا ہوئے، میرا نور قیامت تک اُن آدمیوں میں بھگا جو قرآن مجید میں سے ہونگے۔ (حیات القلوب۔ کوکب رئی از حج المطالب) مطلب ہے کہ دیگر ائمہ نور محمدیؐ سچی پیدا ہوئے نور محمدیؐ کے منتقل ہونے کی منزلوں کی طہارت پر قرآن مجید بھی شاہد ہے اور وہ اس امر کا واضح گواہ لفظوں میں اعلان کر رہا ہے کہ رسول کریمؐ کا نور جن اصحاب و ارحام میں منزل گیر ہوا ہے۔ وہ سب کے سب مسلمان، موحدا اور اس کی عبادت کرنے والے تھے، آپ کا نور کسی ایسے صلب و رحم میں نہیں رہا جو کفر و شرک کی گندگی سے آلودہ رہے ہوں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ”وَتَقْبَلُکَ فِی السَّاجِدِیْنَ اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اے محمدؐ وہ تمہارے پھرنے اور تغلب ہونے کو سجدہ کرنے والوں میں دیکھتا رہا ہے۔ بیشک وہ بڑا سننے والا اور واقف کار ہے۔ (پاک۔ رکوع ۱۵)

اس آیت کے متعلق شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی اور علامہ شبیر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں۔ ”بعض سلف نے کہا ہے کہ ساجدین سے آپ کے آپا۔ مراد میں یعنی آپ کے نور کا ایک نبی کے صلب سے دوسرے نبی کے صلب تک منتقل ہونا اور آخر میں نبی ہو کر تشریف لانا بلکہ بعض مفسرین نے اس لفظ سے حضور کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے۔

(ترجمہ وحاشیہ قرآن مجید، شیخ الہند ص ۴۴ طبع بمجنور)

ہمارے محقق اجل علامہ شیخ طرخی اس مقصد کو لکھنے کے بعد بحوالہ علامہ شیخ ابوالصلیٰ تحریر فرماتے ہیں وہو المردی عن ائمتہ الہدیٰ ”یہی کچھ ائمہ طاہرین کا بھی ارشاد ہے (مجمع البحرین ص ۱۸۰)۔

علامہ شیخ سلیمان قندوزی تحریر فرماتے ہیں کہ جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے جابر تمہارے نبی کے نور کو پیدا کیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا تو اس میں ہر قسم کی بھلائی و ودیعت کر دی۔ تمہارے نبی کی خلقت کے بعد خداوند عالم نے تمام چیزوں کو پیدا کیا جب تمہارے نبی کے نور کو پیدا کیا تو بارہ ہزار سال مقام قرب میں رکھا پھر اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ سے عرش کو خلق کیا، دوسرے حصہ سے کرسی کو پیدا کیا، تیسرے حصہ سے عرش کے اٹھائیواں اور کرسی کے نگاہوں کو پیدا کیا بقیہ چوتھے حصہ کو پھر مقام محب میں بارہ ہزار سال رکھا پھر ان کو چار حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ سے قلم کو پیدا کیا، دوسرے حصہ سے لوح کو خلق فرمایا، تیسرے حصہ سے بہشت کو پیدا کیا، پھر بقیہ چوتھے حصے کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال رکھا۔ پھر اس حصہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ سے فرشتوں کو دوسرے سے سورج کو تیسرے سے چاند اور ستاروں کو پیدا کیا۔ پھر بقیہ چوتھے حصہ کو مقام رجاء میں بارہ ہزار سال رکھا، پھر اس کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ سے عقل اور دوسرے سے علم اور علم کو تیسرے سے عصمت اور توفیق کو پیدا کیا۔ پھر بقیہ چوتھے حصے کو تقسیم کر کے مقام حیا میں بارہ ہزار سال رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کی طرف اپنی نگاہ دوڑائی۔ اس نور سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نور کے قطرے پکے اللہ تعالیٰ نے ہر قطرہ سے نبی اور رسول کی روح کو پیدا کیا۔ انبیاء کی روحوں نے سانس لی توان کی سانس سے خداوند عالم نے ارواح اولیا، شہداء، سعداء اور اطاعت کرنے والوں کی رُحوں کو پیدا کیا جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ اے جابر عرش کرسی، عرش اٹھانے والے اور کرسی کے نگران فرشتے میرے نور سے خلق ہوئے ہیں قلم لوح، کردبین، روحانیین، فرشتے جنت اور مقام وہ نعمتیں جو اس میں تھیں ہیں میرے نور سے پیدا کی گئی ہیں، عقل، علم، حلم، عصمت اور توفیق میرے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ انبیاء اور رسولوں کی رُوحیں میرے نور سے خلق کی گئی ہیں۔ اولیا۔ شہداء، نیکوکار اور صالحین کی رُوحیں میرے نور کے نتائج سے پیدا کی گئی ہیں پھر خداوند عالم نے بارہ ہزار نور سے خلق فرمایا پھر نور کے بقیہ چوتھے حصے کو ہر پردہ میں ایک ایک ہزار سال رکھا اور یہ پردے، کرامت، سعادت، بہیمیت، رحمت، رفعت، علم، حلم، وفار، سیکندہ، صبر، صدق اور یقین کے تھے، جہاں پر نور سے میرے نور کو نکالا تو تمام مقامات روشن ہو گئے پھر خداوند عالم نے آدم کو پیدا کیا۔ میرے نور کو ان کے صلب میں ودیعت کر دیا، میرا نور آدم کی پیشانی اور لہجہ کی انگلی میں چمکا۔ حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس نور کے بارے میں دریافت کیا تو خدا نے فرمایا کہ اے آدمؑ یہ میرے فرزند محمدؐ کا نور ہے، پھر وہ نور شیش کے صلب میں منتقل ہوا، اسی طرح میرا نور ایک پاک صلب سے دوسرے

پاک صلب اور ایک پاکیزہ پشت سے دوسرے پاکیزہ پشت کی طرف منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ خداوند عالم نے میرے نور کو میرے پدر محترم عبداللہ بن عبدالمطلب کی پشت میں پہنچا دیا، وہاں سے میری ماں آمنہ کے رحم میں منتقل ہوا، پھر مجھے ظاہری شکل میں دنیا کے رسولوں کا سردار خاتم النبیین تمام لوگوں کا ہادی، تمام کائنات کے لیے رحمت، چمکتی ہوئی پیشانیوں والوں کا رہنما بنا کر بھیجا۔ اے جابر اس طرح تیرے نبی کی خلقت ہوئی ہے۔ (ینابیع المودت)

علامہ محمد صالح کشتی نرندی حنفی بحوالہ اربعین و امقالی، نزل السائرین وزیری، مناقب خوارزمی مودت سہدانی، مسند حنبلی اور ہدایت السعداء وغیرہ لکھتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے مجھ کو اور علی کو ایک نور سے پیدا کیا ہے۔ وہ نور آدم کی پیدائش سے ہزاروں سال پیشتر خدا کی تسبیح و تہلیل کرتا تھا جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تو ہم آدم کی پشت میں ساکن ہوئے۔ اس کے بعد ہم صلب طہر اور رحم پاک میں انتقال کرتے رہے اور ہمارے درمیان کوئی حجاب نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہم نورح کے صلب میں آئے اور پھر صلب پاک اور شکم طہر سے منتقل ہوئے اور صلب ابراہیم تک ہم میں کوئی حجاب نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہم عبدالمطلب کی پشت میں منتقل ہوئے پھر وہ نور دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک حصہ عبداللہ کے صلب میں قرار پایا اور دوسرا حصہ ابوطالب کی پشت میں۔ عبداللہ سے میں پیدا ہوا۔ اور ابوطالب سے علی خلق ہوئے۔ پھر اس کے بعد میرا اور علی کا نور فاطمہ میں جمع ہوا اور حسن و حسین خدا کے اس نور سے پیدا ہوئے۔ (کوکب دری فی فضائل علی)

ابوالفتح محمد بن علی ابن ابراہیم النظری خصائص علویہ میں سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم اور علی ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم خدا کی تسبیح اور تہلیل کیا کرتے تھے۔ جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تو دونوں کی پاک پشتوں سے عورتوں کے پاک رحموں کی طرف منتقل فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلب تک پہنچے پھر ہم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مجھے ایک حصہ سے اور علی کو دوسرے حصہ سے بنایا اور ہمارے لیے اپنے اسماء حسنی سے نام مشتق کئے اللہ محمود ہے اور میں محمد صلوات اللہ علیہ ہے اور میرا بھائی علی ہے اور اللہ تعالیٰ فاطمہ ہے اور میری بیٹی فاطمہ ہے اور اللہ محسن ہے اور میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین ہیں، خدا نے میرا نام پیغمبری میں اور علی کا نام خلافت اور شجاعت میں درج کیا ہے میں اللہ کا رسول ہوں اور علی، سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا نے اپنے اس بیان کے آخر میں فرمایا۔ فاخرجنی تبیا واخرج علیا وصیاً کہ خدا نے مجھے نبی اور علی کو وصی پیدا فرمایا۔ (اخرجه ابن مغازلی) (الرجح المطالب)

باب ۲

حضرت آدمؑ سے پہلے زمین کی حالت

اور

اس پر حکومتوں کے دور

اب جب کہ دنیا پیدا کی جا چکی، آسمان بنایا جا چکا، زمین بچھائی جا چکی، شامیانہ آسمان میں آفتاب و ماہتاب کی فتیلےں لٹکانی جا چکیں، ستاروں کی چمکیلی چمکیاں ٹٹانکی جا چکیں، فضا پیدا ہو چکی۔ خواہ خلق فرمائی جا چکی، اور نور محمدیؐ آسمان دنیا پر اپنے خالق کی ادائیگی میں مشغول ہو گیا۔ تو خداوند عالم نے زمین کی تعمیر کی طرف توجہ فرمائی اور اُسے آباد کر کے اس پر حکومتوں کا سلسلہ قائم کرنا چاہا۔ اس کے لیے اُس نے ہزاروں سال کا بیرو گرام مرتب فرمایا، کبھی اُسے آبادی کا شرف بخشا، کبھی خرابی کی صورت میں کر دیا۔ اس طرح مدت مدید گزری۔ حضرت رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ ”حضرت موسیٰؑ نے ایک دن بارگاہِ احدیت میں عرض کی میرے پالنے والے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تو نے دنیا کب خلق فرمائی اور اس پر اب تک کتنے، اور کس انداز کے دور گزر چکے ہیں۔ ارشاد ہوا، اے موسیٰؑ! تم نے میرے علمی گہرائیوں کا راز معلوم کرنا چاہا ہے، اے جانے بھی دو۔ موسیٰؑ نے عرض کی ”یا رب احب ان اعلم ذالک“ میرے پالنے والے یہ درست ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ میں اس سے واقفیت حاصل کر لوں۔ میرے مالک ناراض نہ ہو، اور مجھے اس کے متعلق بتا ہی دے۔ ارشاد ہوا اے موسیٰؑ! میں نے اس دنیا کو بنانے کے بعد سے اب تک لاکھوں سال میں دس دور سے گزرا ہے مختصر یہ ہے کہ میں نے اس زمین کو پچاس ہزار سال خرابی کی صورت میں رکھا پھر اسے آباد کیا اور پچاس ہزار سال تک اسے آباد رکھا۔ اس پر سب سے پہلے جس مخلوق کو پیدا کیا۔ اس کی صورت گائے میل جیسی تھی، وہ عقل سے بھرپور ہونے کے باوجود میری روزی پر گزر کرتی تھی اور میری عبادت کی طرف توجہ نہیں کرتی

تھی۔ حالانکہ ”ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون“ میں نے جن اور انس بلکہ ساری کائنات کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، جب میں نے اس کی اس نافرمانی کو دیکھا تو آن واحد میں اس ساری مخلوق کو فنا کر دیا۔ پھر پچاس ہزار سال تک یہ دنیا ارض غرابہ کی صورت میں رہی اور اس پر کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا۔ پھر میں نے اس دنیا پر دیا خلق کر کے انھیں پچاس ہزار سال تک جاری و ساری رکھا۔ پھر اسے خشک کر دیا اور اس کے خشک اور ختم کرنے کا طریقہ اختیار کیا کہ ایک جانور پیدا کیا اور اسے حکم دیا کہ اس کو ایک سانس میں پی لے۔ چنانچہ اس نے سارے دریا کو ایک سانس میں پی لیا۔ پھر میں نے ایک زنبور سے چھوٹا اور بقی سے بڑا، ایک مکھی کی شکل کا مکڑا پیدا کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اُسے ڈنگ مارے۔ چنانچہ اُس نے اُسے ڈنگ مارا اور وہ جانور ہلاک ہو گیا۔ پھر میں نے اس زمین کو پچاس ہزار سال غرابہ کی صورت میں رکھا۔ پھر اس میں نرکل جیسی چیز آگادی اور ساری زمین پر یہی چیز رہی۔ پھر میں نے اس پر کچھوؤں کو پیدا کر دیا اور انھیں حکم دیا کہ انھیں کھا جائیں، چنانچہ انھوں نے سارے نرکل کھائے۔ پھر انھیں آن واحد میں فنا کر دیا۔ اس کے بعد زمین پچاس ہزار سال تک غرابہ کی صورت میں پڑی رہی۔ پھر اسے آباد کیا اور بہت سے آدم پیدا کر کے انھیں ایک ہزار سال میں ختم کر دیا، پھر میں نے اس زمین پر چاندی کے لاکھوں شہر پیدا کئے۔ اور ان میں لاکھوں سونے کے قصر خلق کئے۔ پھر انھیں رانی سے بھر دیے۔ پوشیدہ سے زیادہ میٹھی اور برف سے زیادہ سفید تھی پھر ایک اندھا طائر پیدا کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ ان رانی کے دانوں کو کھا جائے۔ چنانچہ اُس نے ہر سال ایک دانہ کے حساب سے اُسے کھا لیا۔ پھر میں نے اسے بھی مار دیا۔ اس کے بعد پھر زمین پچاس ہزار سال غرابہ کی صورت میں پڑی رہی پھر اسے آباد کیا اور وہ ایک ہزار سال تک آباد رہی۔ ”ثم خلقت اباك آدم بیدی یوم الجمعہ وقت ظہر ولما اخلق من الطین غیارا“ پھر میں نے اس آدم کو اپنے ہاتھوں سے بنایا جو جمعہ کے دن ظہر کے وقت پیدا ہوا، میں نے مٹی سے اس آدم کے علاوہ کسی کو پیدا نہیں کیا و اخرجت من حلیہ النبی محمدؐ“ اور اسی آدم کے صلب سے محمدؐ کو پیدا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (جامع الاخبار ص ۱۲۵ طبع مکتبہ نمبر ۱۳۴۲ھ)

زمین مختلف ادوار سے دوچار ہوتی ہوئی اس عہد سے متعلق ہوتی

زمین کے عہد حاضر پر حکومتوں کے دور

جس میں ابوالبشر حضرت آدمؑ پیدا ہوئے ہیں۔ تو اس میں بھی اس کے مختلف حالات و کوائف تاریخ میں ملتے ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدمؑ کے پیدا کیے جانے سے پہلے اسی میں پر جن پر حضرت

آدم پیدا ہونے کے بعد خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے آئے، کئی دور گزر چکے ہیں۔

خداوندِ عالم نے اس عہد بشری میں سب سے پہلے زمین پر جن اور انسان کو پیدا کیا۔ (صافی ۲۵) جن اس مخلوق کو کہتے ہیں جس میں مختلف صورتوں اور جسم کی مختلف ساختوں میں آجانے کی صلاحیت دی گئی ہے۔ اور انسان اس جنی مخلوق کو کہتے ہیں جس کا نصف جسم انسان کا اور نصف جسم چوپایہ کا ہوتا تھا۔ جنوں کی خلقت نہ پہلی آگ سے ہوئی ہے۔ ان کے گرد گھٹنالیوں جن کا اصلی نام ”لوسوا“ تھا اور اسفار آدم کے مطابق اُس کا نام ”طارقوش“ تھا جب اُس کی نسل زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی اور اس کی اولاد حد شمار سے باہر ہو گئی تو خداوندِ عالم نے اُسے اور اُس کی نسل کو مکلف بنا دیا۔ یعنی اُن پر احکام شریعت نافذ کر دیا اور اپنی اطاعت کا فرمان بھیج دیا، ان لوگوں نے سرطاعتِ خم کر کے احکام کو مان لیا اور ان پر عمل درآمد شروع کر دیا اور اطمینان سے زندگی گزارنے لگے جب ایک دورِ ثوابت یعنی ۳۶ ہزار سال گزر چکے تو انھوں نے تہوہ سرکشی۔ شرارت اور عصیاں بے پایاں شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں خداوندِ عالم نے جنوں کے حکمران ”طارقوش“ اور اس کے ارکانِ حکومت وغیرہ کو مختلف قسم کے دردناک عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا اور ان میں جو عبادت گزار اور فرمانبردار تھے۔ انھیں باقی رکھا۔ اور چونکہ ان کی تعداد بھی بہت کافی تھی۔ اس لیے اُس نے انھیں میں سے پھر ایک کو حکمران بنا دیا۔ جس کا نام ”حلیایش“ تھا، اور ان کے لیے شریعت جدید نافذ کر دی۔ یہ سب برابر اطاعت کرتے رہے۔ لیکن جب ایک دورِ ثوابت گزر گیا اور ۳۶ ہزار سال ان کی حکومت کو ہو گئے تو اُن میں بھی تہوہ پیدا ہو گیا اور انھوں نے بھی مثل سابق سرکشی و نافرمانی شروع کر دی خداوندِ عالم نے اتمامِ حجت کے بعد ان کو بھی مختلف انداز سے تباہ و برباد کر دیا یعنی جتنے لوگ سرکش تھے۔ انھیں ختم کر کے فرمانبرداروں اور کمزوروں، ضعیفوں پر پھر انھیں میں سے ایک کو حکمران بنا دیا جس کا نام ”دلیقا“ تھا۔ یہ حکم خداوندی کے مطابق حکمرانی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک دورِ ثوابت گزرا اس کے بعد یہ بھی راہِ راست سے ہٹ گیا اور اس کے تابعین خصوصاً بھی ہٹشک گئے۔ ان لوگوں نے سخت نافرمانیاں شروع کر دیں جس کے نتیجے میں خداوندِ عالم نے انھیں بھی تباہ و برباد کر دیا، اور اُن سے ایک فرد کو حکمران بنا دیا۔ جس کا نام ”ہاموس“ تھا۔ یہ نہایت مُقدس اور زیورِ فضل و دانش سے آراستہ تھا۔ اس نے پوری قوت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا اور احکامِ خداوندی کو پوری دیانت کے ساتھ مخلوق تک پہنچایا، جب اس کی حکومت کو ایک طویل مدت گزر گئی وہ بقضائے الہی فوت ہو گیا۔

اس کے مرنے کے بعد ہی جنوں نے وہ اعدائے مچھاپا کر جس کا جواب نہ تھا، قتل و غارت

کا بازاری گرم کر دیا اور شریعت کے تمام اصول و فروع کو پائے سرشتی سے روند ڈالا، یہ دیکھ کر خداوند عالم نے اور لوگوں کو ہدایت کے لیے مامور فرمایا۔ مگر انھوں نے کسی کی ایک نہ سنی۔ یہاں تک کہ ایک دورہ یعنی ۳۶ ہزار سال گزر گئے۔

اس کے بعد خداوند قہار نے فرشتوں کا گردہ زمین کے باشندہ جنوں کی سرکوبی کے لیے بھیج دیا اور حکم نافذ فرما دیا کہ جتنے سرکش اور فاجر ہیں سب کو قتل کر دیا جائے اور جو حسن تمیز کو نہ پہنچے ہوں انھیں گرفتار کر لیا جائے، چنانچہ فرشتوں نے حکم خداوندی کے مطابق زمین پر پہنچ کر قبل عام شروع کر دیا۔ اور جنوں کی کثیر ترین تعداد کو قتل کر ڈالا۔ صرف وہ جن بچ گئے جو جزائر میں روپوش ہو گئے تھے۔ پھر انھوں نے ان لوگوں کو جو حسن تمیز کو نہ پہنچے تھے گرفتار کر لیا۔

مُعَلِّمُ الْمَلَكُوتِ

انھیں گرفتار ہونے والوں میں ”عزرایل“ بھی تھا، وہ فرشتوں کے ہمراہ آسمان پر پہنچنے کے بعد ان کی صحبت میں عرصہ دراز تک رہا اور عبادت گزاری کرتا رہا، یہاں تک اُس نے عبادت گزاری میں وہ فروغ حاصل کیا کہ ملائکہ حیران رہ گئے اور اپنے فہم و ذکا سے ایسی ترقی کی جو حیرت انگیز تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب وہ زمین پر تھا اس وقت بھی اپنے لوگوں سے متنفر تھا، اور ان کی شرارت سے کنارہ ہو کر دامنِ کوہ میں رہا کرتا تھا۔ غرض کہ وہ ترقی کرتے کرتے اس منزل پر پہنچا کہ ملائکہ کو خدا کی بارگاہ میں عرض کرنا پڑا کہ معبود اس جیسا عبادت گزار ہم میں کوئی نہیں ہے۔ اس لیے استدعا ہے کہ اسے آسمانِ اول میں بلند درجہ دیا جائے۔ چنانچہ فرشتوں کی درخواست منظور کر کے خدا نے اُسے آسمانِ اول میں بلند مقام دے دیا وہ عبادت گزاری نہایت اچھے انداز سے کرتا رہا۔ ایک عرصہ کے بعد آسمانِ دوم کے فرشتوں نے درخواست کی کہ عزرایل کو ہمارے آسمان پر بھیجا جاتے، وہ دوسرے آسمان پر چلا گیا اور عبادت کا کمال دکھاتا رہا۔ یہاں تک کہ تیسرے آسمان کے فرشتوں نے خدا سے یہی درخواست کی وہ بھی منظور ہو گئی، اور عزرایل آسمانِ سوم پر چلا گیا اور وہاں عرصہ دراز تک عبادت و فرمانبرداری کے جوہر دکھاتا رہا۔ بالآخر ترتیب وار بڑھتے بڑھتے آسمانِ ہفتم پر پہنچا پھر خداوند عالم نے اس کی زیر کی اور کمال ذاتی کی وجہ سے اُسے ”مُعَلِّمُ الْمَلَكُوتِ“ بنا دیا۔ اب اس کے فرائض عبادت میں ایک فریضہ یہ بھی بڑھ گیا کہ وہ ملائکہ کو تعلیم دیتا رہا۔ چنانچہ بروایت ”صاحب حکمت اللطائف“ عزرایل کی مجلس وعظ، عرشِ عظیم کے نیچے منعقد ہونے لگی اور اس کے لیے یہ انتظام تھا کہ باقوت کا منبر بنایا گیا تھا اور اُس کے سر پر نور کا علم لہرایا گیا تھا، اس کے وعظ میں اتنے کثیر فرشتے شرکت کرتے تھے کہ ان کی تعداد خدا کے ہوا کسی کو معلوم نہیں تھی، یہ حال وہ بڑی شان و شوکت اور نہایت کروفر سے عبادت خدا کرتا رہا اور ملائکہ کو تعلیم دیتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک طویل مدت گزر گئی۔

بالائے سرکش نہ ہو مٹندی می تافت ستارہ بلندی

جنتوں کا سر کھیلنے کیلئے عزرا زیل زمین پر عزرا زیل اپنی پوری شان و شوکت اور عزت و حرمت کے ساتھ اطاعت

باری اور تعلیم ملائکہ میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ اس کو کافی مدت گزر گئی۔

عزرا زیل کے زمین سے آسمان تک پہنچنے اور وہاں سے اپنی پوری توجہ کے ساتھ عبادت کرنے اور ملائکہ کو تعلیم دینے میں جو مدت گزری، اُس میں زمین پر وہ بسنے والے جن جو ملائکہ کے قتل و غارت کے خوف سے روپوش ہو گئے تھے اور مختلف جزائر میں چھپ گئے تھے۔ ربح مسکون پر آکر بس گئے اور یہاں اپنی نسلوں کو مثل سابق فروغ دے کر زمین کو ستراسراپنوں سے پُر کر دیا۔ چونکہ یہ جن سرکش ترین تھے اور ان کی نسلیں بھی انھیں کے اثرات سے متاثر تھیں لہذا ربح مسکون پر نافرمانی باری اور سرکشی و معاصی کا وہ طوفان برپا ہوا کہ ملائکہ آسمانی انگشت بزدان ہو گئے زمین پر جو کچھ ہوتا تھا آسمان پر فرشتوں میں اس کے تذکرے ہوا کرتے تھے، ایک دن عزرا زیل نے دل میں سوچا کہ اگر میں زمین پر جا کر اس سرکشی اور نافرمانی کو ختم کر دوں تو خداوند عالم مجھ سے اور زیادہ خوش ہو جائے گا۔ یہی کچھ سوچ کر، اس نے بارگاہِ احدیت میں درخواست پیش کی۔ اور خواہش کی کہ مجھے فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ زمین پر جانے اور وہاں کے نظام کو استوار کرنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ اس کی درخواست منظور کر لی گئی اور اسے فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ زمین پر جانے کا حکم دے دیا گیا۔

عزرا زیل فرشتوں کا ایک گروہ لیے ہوئے زمین پر پہنچا۔ اس کے وہاں پہنچتے ہی مسیہاں ایک ہلچل مچ گئی۔ سرکشوں نے مقابلہ کی تیاری کی اور فرمانبرداروں نے عزرا زیل سے ملنے کی سعی کی، چنانچہ ایک مختصر سا گروہ جو صلحاء کا تھا عزرا زیل سے آکر ملا۔ اور کہا کہ ہم سب ان کی نافرمانیوں سے عاجز ہیں۔ لیکن ان کی اکثریت کے مقابلہ میں ہماری چلتی نہیں ہے۔

پھر عزرا زیل نے انھیں صلحاہاتوں میں سے ایک فرد ”سہلوب بن ملاح“ کو ان کی طرف بھیج کر انھیں اپنی سرکشی اور نافرمانی سے باز آجانے کی دعوت دی۔ سہلوب نے وہاں جا کر جو عزرا زیل کا پیغام پہنچایا تو انھوں نے نہایت بے دردی کے ساتھ اسے قتل کر ڈالا۔ عزرا زیل کو اس کے قتل ہو جانے کی خبر نہ ہوئی۔ لیکن جب کافی دن گزر گئے تو اس نے انھیں کے ابنائے جنس سے ایک اور فرد کو بھیج دیا، وہ بھی واپس نہ آیا تو پھر تیسرے کو بھیجا وہ بھی واپس نہ آیا۔ پھر یوسف بن یاسف، کو بھیجا، وہ گیا اور اس نے عزرا زیل کا پیغام پہنچایا۔ اسی دوران میں ان جنوں نے اسے قتل کر ڈالنے کی سعی کی اور جس طرح اس سے قبل کے ناصدوں کو قتل کیا تھا۔ اسے بھی قتل

کرنے کا پروگرام بنایا، یوسف کو جب اپنا انجام کار معلوم ہوا تو یہ وہاں سے نکل بھاگنے کی سعی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ کسی نہ کسی صورت سے نکل بھاگا۔

یوسف نے عزرائیل کو ساری داستان سنائی اور بتایا کہ مجھ سے قبل جن جنات کو بھیجا گیا تھا وہ سب قتل کر دیئے ہیں۔ یہ سُن کر ناری مخلوق عزرائیل، آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے بارگاہِ احدیت میں عرض کی مالک اگر حکم ہو تو میں اس سرکشی کو بیخِ دہن سے ختم کر دوں، خدا نے اجازت دی اور عزرائیل ملائکہ کا عظیم لشکر لے کر بڑھا اور تقریباً تمام ہی جنوں کو قتل کر ڈالا۔ جو جان بچا کر بھاگ گئے وہ بچ گئے۔ باقی ساری زمین پر صرف وہی لوگ رہ گئے جو خدا کے فرمانبردار تھے۔

عزرائیل کی حکومت کی وسعت اور اُسکے دُعا میں انانیت کی نمود

جنوں سے زمین کو صاف کرنے کے بعد زمین کی حکومت سنبھال لی اور بروایت اخوند درویشہ اس نے اپنی حکومت کا پایہ تخت ”ہس پور“ کو قرار دیا جو بعد میں بہکپور کے نام سے موسوم ہوا۔ اور اب ملتان کہا جاتا ہے۔ ارشاد الطاہر ص ۲۲۳۔ اور ”دعوائے انا ولا غیار سخا ز کرد“۔ اور وہ یہ دعوائے علی الاعلان کرنے لگا کہ بس میں ہوں اور کوئی نہیں یعنی اس کائنات خداوندی میں وہ چاہے آسمان ہو یا زمین مجھ سے بہتر نہ کوئی علم و عمل کے اعتبار سے ہے اور نہ ہو سکتا ہے، اب اگر ایسی صورت میں خدا نے اس عظیم سلطنت ارضی سے مجھے بے دخل کرنا چاہا اور یہاں کے لیے کسی اور کو مقرر کرنا چاہا تو میں اس کی مخالفت کروں گا اور کبھی تسلیم نہ کروں گا۔ وہ کبتریں کبھی آسمان پر جاتا تھا اور کبھی زمین پر آتا تھا۔ نیز فرشتوں میں اشر بیٹھ کر اپنے فضائل پر دلائل و براہین قائم کرتا تھا، فرشتے چونکہ اس کا پیالہ پئے ہوئے تھے اس لیے وہ سب اس کی باتوں کو کان دھر کے سنتے تھے کہ یہ کچھ کہہ رہا ہے۔ ٹھیک ہے کیونکہ اس کے کارنامے بہت نمایاں ہیں۔

اسی دوران میں فرشتوں کے ایک گروہ کی نگاہ لوح محفوظ پر پڑی جس میں لکھا ہوا تھا۔

”عنقریب یکے از مقربان درگاہ صمد بطر و لوح ابدی گرفتار خواهد شد

”عنقریب ایک مقرب بارگاہِ احدیت راندہ درگاہ کیا جائے گا اور

وہ لعنت ابدی کا نشانہ بن جائے گا۔

وہ جب لوح محفوظ کو دیکھ کر واپس آئے تو عزرائیل نے ان کے چہروں پر حزنِ ملال کے آثار دیکھے، پوچھا کیوں غمگین ہو، انھوں نے لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا دیکھا تھا بیان کر دیا، اس نے جواب دیا کہ اس کا تعلق ہم لوگوں سے نہیں ہے، تم گھبراؤ نہیں، میں نے لوح محفوظ میں عرصہ ہوا اسے دیکھا تھا۔ لیکن کسی سے بیان نہیں کیا تھا، انھوں نے کہا کہ ہمیں یہ ڈر ہے کہ خدا نخواستہ کہیں

ہمیں میں سے کوئی اس دائمی عذاب میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اُس نے کہا فکر نہ کرو، کچھ نہیں ہوتا۔ عزراہیل نے اگرچہ سب کو بڑی تسلی دی لیکن فرشتوں کو اطمینان نہ ہوا۔ انھوں نے عزراہیل سے کہا کہ آپ دعا کریں ہم آمین کہیں۔ اس نے کہا کس چیز کے لیے دعا کریں۔ انھوں نے کہا کہ اس مقصد کے لیے دعا کریں کہ خدا ہم میں سے کسی کو اس عذاب میں مبتلا نہ کرے۔ اس نے کہا بہتر ہے چنانچہ سب موقع دعا میں حاضر ہوئے اور بارگاہِ احدیت میں ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہوئے، عزراہیل آگے بڑھا اور اُس نے دعا کی۔ ”اللّٰهُمَّ اَمْلِئْهُ“ خدا یا اس عذاب سے ان فرشتوں کو محفوظ رکھ، اُس نے تکبر کی وجہ سے اپنے لیے کوئی دعا نہیں کی، خشتے سب بچ گئے اور یہی مبتلا ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دن عزراہیل نے حلقہٴ بہشت پر لکھا ہوا دیکھا، کہ میرا ایک ایسا بندہ ہے جس کو میں نے ہر قسم کی نعمت سے بہرہ ور کیا ہے اور اُسے زمین و آسمان میں آنے جانے کی اجازت دے رکھی ہے لیکن وہ میرے ایک حکم کی نافرمانی کرے گا اور میں اُسے ملعون قرار دوں گا۔ عزراہیل نے جب اس عبارت کو دیکھا، تو کہنے لگا ایسے بندہ پر ضرور لعنت کرنی چاہیئے، اور وہ بھی ایک ہزار سال تک ایسے بندے پر لعنت کرتا رہا، ایک اور روایت میں ہے کہ عزراہیل نے لوح محفوظ میں۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ لکھا ہوا دیکھ کر خدا سے درخواست کی کہ مجھے بتاؤ شیطان رجیم کون ہے تاکہ میں اُسے ہلاک کر دوں۔ خدا نے فرمایا عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب عزراہیل کو معلوم ہوا کہ ایک بندہ جو نعمتوں سے بھرپور ہوگا۔ خدا کی نافرمانی کرے گا۔ اور خدا اُسے لاندہ بارگاہ کر کے ابلیس (رحمتِ خدا سے مایوس) قرار دے گا۔ تو اس نے ایک سال تک اپنے بچوں میں ”لَعْنُ اللّٰهِ عَلٰی اِبْلِيسَ“ کہتا رہا اور وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ کس پر لعنت کر رہا ہے۔

اسی دوران میں خلاقِ عالم نے ارشاد فرمایا۔ ”اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً“ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اور جو خلیفہ بنایا جائے گا۔ اس کی تعمیرِ جسمانی مٹی سے کی جائے گی، اور اس کی نسل سے اندیسا و مرسلین اور آئمہ طاہرین ہوں گے۔ یہ سُننا تھا کہ شیطان بھڑک اٹھا اور آپے سے باہر ہو کر بولا کہ خلافتِ ارضی کسے لیے مجھ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ جسے میری جگہ پر لگایا جا رہا ہے، اور پھر ایسی صورت میں جبکہ وہ بنایا بھی مٹی سے جلے گا۔ میں آگ سے پیدا ہوں، وہ مٹی سے بنے گا۔ وہ مجھ سے فضل کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس کے دیکھا دیکھی فرشتوں نے بھی عاجزانہ انداز میں زمین کی گزشتہ مخلوقات کے حالات کی روشنی میں یہ عرض کر دیا۔ اَتَجْعَلُ فِیْہَا مَنْ یُّعَسِدُ فِیْہَا یُوسِفَکَ الدَّاءِ وَغَنَ نَسَبِہٖ بِحَمْدِکَ وَنَقَلَہٗ لَکَ“ خدایا کیا زمین میں ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو اس

میں فساد برپا کرے۔ اور قتل و غارت سے زمین کو رنگین کر دے۔ اے مالک ہم تیری تسبیح تقدیس کرنے والے موجود ہیں، اگر تو ہمیں میں سے خلیفہ بنا دے تو کیا بہتر نہ ہوگا؟ خداوند عالم نے فرمایا۔ ”انی اعلمہ ما لا تعلمون“ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ یہ سن کر فرشتے اپنی جبرأت سوال پر شرمندہ ہو گئے، اور وہ بارگاہِ احدیت میں استغفار کرنے لگے۔ لیکن عزرائیل اپنی ہٹ پر اٹھا رہا۔ اور سرتابی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ عزرائیل سے شیطان اور شیطان سے ابلیس بن کر ہمیشہ کے لیے رحمتِ خدا سے مایوس ہو گیا۔

تکبر عزرائیل را خوار کرد

بزند ان لعنت گرفتار کرد

روضۃ الصفا (جلد ۱ ص ۱) طبع لکھنؤ ۱۸۹۱ء عجائب المقصص ص ۱۶ طبع نو کشور

تفسیر صفائی ص ۲۵ طبع ایران ۱۲۸۲ھ تاریخ طبری جلد ۱ ص ۵ طبع لکھنؤ ۱۲۹۱ھ

ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۵۶ و حیات القلوب جلد ۱ ص ۲۲

باب ۳

حضرت آدم علیہ السلام

حضرت آدمؑ کے جسم خاکی کی تعمیر و تشکیل | مؤرخین کا بیان ہے کہ جب زمین پر حکومتوں کے مختلف ادوار گزر چکے اور

آخر میں جن اور فتناس کو ختم کرنے کے بعد عزراؑیل بروایت طبری ایک ہزار سال حکومت کر کے "امانت" میں مبتلا ہو کر اپنے تقدس کا بھانڈا پھوڑ بیٹھا تو خالق کائنات نے جھنجھلا کر فرشتوں سے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" اب میں اپنا خلیفہ اپنے ہاتھوں سے بنا کر زمین پر بھیجوں گا اور اسے ایسا قرار دوں گا کہ اس کی نسل سے انبیاء، رسل، آئمہ پیدا ہوں گے اور اس کے بے شمار اولاد ہوگی۔ میں اسی کے ذریعہ سے نسل بعد نسل نظام الارض کو چلاؤں گا۔ اور جن و فتناس وغیرہ کو سطح ارض سے اٹھا کر ہوا اور فضا میں پھیلادوں گا۔ اور جنوں اور آدم کی اولاد کے درمیان ایک ایسا پردہ قائم کر دوں گا جو انھیں نظر نواز بھی نہ ہونے دے گا نیز اس کی اولاد کی رببری اور رہنمائی کے لیے انھیں میں سے انبیاء اور رسل وغیرہ مقرر کر کے ان سے اپنی پرستش کراؤں گا۔ خالق قہار کے اس اعلان کو سننے کے بعد فرشتوں نے تسلیم اس لیے جھکا دیا کہ وہ یہ جانتے تھے کہ خالق کائنات جو کچھ کرے گا بہتر کریگا اور جسے بنائے گا وہ یقیناً نعم سے بہتر ہوگا۔ لیکن کچھ فرشتوں نے جن کی تعداد بروایت علامہ نعمت اللہ جزائری صرف دو تھی انے جن و فتناس اور دیگر مخلوقات الارض کے کردار کی روشنی میں جسے وہ اچھی طرح دیکھ چکے تھے یہ عرض کرنے کی جرات کی "اتجعل فیہا من یفسد فیہا الخ" پالنے والے کیا تو زمین پر اب پھر ایسی مخلوق کی بنیاد قائم فرمائے گا جو مشکل سابق فساد کرنے والی اور قتل و غارت، نافرمانی اور سرکش کی شوگر ہو۔ مالک ہماری عاجزانہ گزارش ہے کہ خلافت الارضی ہمارے ہی سپرد فرما دے۔ کیونکہ تو دیکھ رہا ہے کہ ہم تیری اطاعت و فرمانبرداری کس طرح کرتے ہیں اور تسبیح و تقدیس کے فرائض سے کس نحو بصورتی، تندہی، جالفشانی سے عمدہ برآہوتے ہیں۔

یہ سن کر خالق قہار نے پہلے تو یہ فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، پھر ارشاد کیا، تمہارا معلم اور تمہیں تعلیم دینے والا جو اپنے دل میں چھپائے ہے۔ اس سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ فرشتوں نے اپنی عرضداشت پر معذرت چاہی اور معافی مانگی۔

علامہ مجلسی سجوالہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے اگرچہ یہ سوال استفسار اور تعجب کے طور پر کیا تھا اور اس کے بعد فوراً معذرت بھی کر لی تھی لیکن مزاج قدرت نے اسے برداشت نہ کیا اور ان فرشتوں کو اپنی بارگاہ قدس سے پانچ سو میل دور ہٹا دیا، اور جبریل کو حکم دیا کہ زمین پر جا کر ایک ٹٹھی مٹی لاؤ، معارج النبوت میں ہے کہ جبریل کو بھیجنے سے پہلے خداوند عالم نے زمین کو مخاطب کر کے کہا کہ میں تیرے اجزاء سے ایک بندہ خلق کرنا چاہتا ہوں جسکی نسل میں فرمانبردار اور گناہگار دونوں ہوں گے جو فرمانبردار ہوں گے انھیں جنت میں بھیجوں گا، اور جو نافرمان ہوں گے انھیں جہنم کا ایذا میں بناؤں گا۔ یہ سن کر زمین نے عرض کی میرے مالک جہاں تک مجھ سے جو تے بندہ کی نسل میں فرمانبرداروں کا تعلق ہے میں اس سے بہت خوش ہوں لیکن یہ معلوم کر کے مجھے سخت صدمہ ہے کہ اس بندہ کی نسل سے نافرمان بھی ہوں گے اور انھیں جہنم میں بھیجا جائے گا۔ زمین نے یہ کچھ کہا اور رونا شروع کر دیا، اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ”گویند آن تیجہ گریہ وزاری است“ کہتے ہیں بنی آدم میں رونا اسی لیے نظری شکل اختیار کر گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کسی کے غم میں روتے ہیں وہ فطرت کا تقاضا پورا کرتے ہیں۔

بہر حال خلاق عالم نے جبریل کو حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور اس کے مختلف اقطار سے مختلف قسم کی مٹی لے آؤ۔ جناب جبریلؑ بچکرم رب جلیل آسمان سے روانہ ہو کر زمین پر پہنچے اور انھوں نے چاہا کہ تعمیل حکم خداوندی کریں، زمین تھر تھرا اٹھی اور کمال گریہ وزاری کے ساتھ عرض پڑاڑ ہوئی۔ اے خدا کے مقرب فرشتے مجھے یہ بات سخت ناگوار اور میرے لیے سخت تکلیف دہ ہے کہ مجھ سے بنی ہوئی مخلوق کی نسل جہنم میں بھی جائے گی۔ اس لیے میں درخواست کرتی ہوں کہ تو مٹی لے جانے سے باز رہ اور بارگاہ احدیت میں میری عرضداشت پہنچا دے۔ زمین نے کچھ اس درد سے فریاد کی کہ جناب جبریلؑ کا دل پیچ اٹھا اور وہ بارگاہ قدس میں واپس چلے گئے۔ اور بارگاہ احدیت میں زمین کی درخواست پیش کر دی، خطاب ہوا کہ اے جبریلؑ تم ہی دست واپس آگئے؟ عرض کی، مالک تیرے رحم و کرم پر تکیہ کر کے زمین کی فریاد پہنچانے آیا ہوں۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ جب جبریلؑ زمین پر مٹی لینے کے ارادے سے پہنچے تو زمین تھر تھرا اٹھی اور اس میں زلزلہ آگیا۔ جناب جبریلؑ نے کہا گھبراہٹ میں خدا ہے کہ میں تیرے اجزاء لے کر

آسمان پر واپس جاؤں اور اس سے ایک بندہ پیدا کیا جائے جسے خداوندِ عالم بڑی عزت دینے والا ہے۔ اسے خلیفہ بنائے گا اور لباسِ کرامت سے اُسے آراستہ کریگا، زمین نے عرض کی کہ میں اس اعظم سے پناہ مانگتی ہوں۔ کیا ایسا ہی بندہ پیدا کیا جائے گا جو بنی جان کی طرح میری آغوش میں خالقِ کائنات کی نافرمانی کرے۔ جبریلؑ نے فرمایا کہ وہ بندہ خلیفہ باری ہوگا۔ البتہ اس کی نسل فرماؤ اور بھی ہوگی اور نافرمان بھی۔ فرمانبردار کو حجت ملے گی اور نافرمان کو جہنم میں جھونکا جائے گا۔ زمین نے عرض کی اے جبریلؑ مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ میں عذابِ خداوندی کو برداشت کر سکوں، خدا! مجھے اس قسم کی مخلوق کی بنیاد قرار دینے سے معاف رکھا جائے جو جہنم کا ایندھن بھی بننے والی ہو، جبریلؑ واپس چلے گئے۔ خداوندِ عالم نے میکائیلؑ کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور مٹی لاؤ، جناب میکائیلؑ زمین پر پہنچے، زمین نے بدستور فریاد کی وہ بھی واپس آگئے۔ سیرالامہ میں ہے کہ جبریلؑ میکائیلؑ اس لیے زمین کی فریاد سے مرعوب ہو گئے تھے کہ اس نے ذاتِ ذوالجلال کی انھیں قسم دی تھی۔ طبری میں ہے کہ جس زمین نے فرشتوں سے فریاد کی تھی۔ وہ خانہ کعبہ کی زمین تھی۔ پھر خداوندِ عالم نے عزرائیلؑ کو حکم دیا، وہ زمین پر پہنچے، زمین نے مثل سابق فریاد کی، انھوں نے کہا کہ ”حکم خداوندی“ کی تعمیل میرے نزدیک تیری فریاد سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے میں مٹی لے جاؤں گا اور ضرور لے جاؤں گا، تو اپنی فریاد کا سلسلہ بند کر دے میرے اوپر تیری فریاد کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، یہ کہہ کر انھوں نے زمین کے مختلف اقطار سے مٹی لے لی۔ علامہ نعمت اللہ جزائری کا بیان ہے کہ عزرائیلؑ سے قبل جو فرشتے گئے تھے۔ انھیں حکم قطععی نہیں دیا گیا تھا اور عزرائیلؑ کو حکم قطععی تھا کہ مٹی ضرور لانی ہے اسی لیے جبریلؑ، میکائیلؑ اور بردائتہؑ اسرائیلؑ بھی مٹی لانے میں کامیاب نہ ہوئے اور انھوں نے زمین کی درد بھری فریاد کو وقعت دی اور عزرائیلؑ نے فریاد و فغاں کی پرواہ نہ کی اور مکمل حکم الہی کو ضروری سمجھا۔

بہر حال عزرائیلؑ نے، نرم اور رحمت، سہل اور جبل، انشعب اور فرار، ہر جگہ سے مٹی لی اور اس کا بھی حکم باری کے مطابق خیال رکھا کہ مٹی مختلف رنگ کی ہو۔ چنانچہ سُرخ، سبز، سیاہ، نیم سُرخ، سفید، کبود، گندمی رنگ کی مٹی حاصل کی، بعض وہ مٹی تھی جس میں شوریہ تھی بعض وہ تھی جس میں شوریہ نہ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آدمؑ کے اجزائے خصوصی کی تعمیر کے لیے مخصوص مقام کی مٹی لانی گئی۔ مثلاً سر کے لیے مقام کعبہ کی مٹی، گردن کے لیے بیت المقدس کے جگہ کی مٹی، ہاتھ اور پاؤں کے لیے مغرب و مشرق کی مٹی۔ ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جب عزرائیلؑ زمین کے مختلف اطراف سے مختلف قسم

اور مختلف رنگ کی مٹی لاپکے تو خداوند عالم نے جمعہ کی اول ساعت میں جبریل کو حکم دیا کہ ساتویں آسمان سے لے کر آسمان اول تک کی مٹی سے ایک ایک مٹھی لاؤ اور زمین معتم سے زمین بالا تک مٹی سے ایک ایک مٹھی مٹی لے آؤ، اور پھر سب کو ملا دو۔ چنانچہ جبریل نے ایسا ہی کیا، یہ مٹی جو آسمانوں سے لائی گئی تھی۔ خدا نے اس سے رسول۔ نبی۔ امۃ۔ اوصیاء۔ صدیقین، شہداء، صالحین، مومنین، خصوصاً، سعادت مند لوگوں کی پیدائش کی بنیاد قائم کی اور اس مخصوص قسم کی مٹی سے جو زمین کے مخصوص طبقے سے لائی گئی کچھ خاص قسم کے بنی آدم پیدا کرنے کا بندوبست کیا گیا یعنی ان مٹیوں کو اجزاء سے بدن آدم قرار دے کر ان کی تخلیق کی بنیاد ڈالی۔

ایک روایت میں ہے کہ مختلف قسم کی مٹی اور مختلف رنگ کی مٹی سے آدم کی تعمیر ہی کا نتیجہ ہے کہ مختلف مزاج اور مختلف رنگ کے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ الغرض مٹی فراہم کرنے کے بعد فرشتوں نے اُسے ایک مقام پر جمع کیا اور اس کے گوندھنے کا بندوبست کیا گیا۔ یہاں پر ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زمین سے جو مٹی لائی گئی اسے کس مقام پر جمع کیا گیا؟ تو زمین کا بیان ہے کہ یہ مٹی ”مکہ اور طائف“ کے درمیان زمین ہی پر جمع کی گئی تھی لیکن میرے نزدیک یہ بالکل غلط ہے میرا تاریخی استنباط یہ کہتا ہے کہ مٹی آسمان اول پر جمع کی گئی تھی اور وہیں حضرت آدم کا پتلا تیار ہوا تھا اور وہیں صلب آدم میں نور محمدی داخل کیا گیا تھا۔

مختصر یہ کہ مٹی جو حضرت آدم کی تعمیر کے لیے جمع ہوئی تھی اس پر ”بحر الہ عزراں“ سے جو کہ زیر عرش ایک دریا ہے چالیس روز یا چالیس سال مسلسل بارش ہوتی رہی۔ اس کے بعد اس کا خمیر کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے چشمہ ریح و سبیل سے بھی اس پر بارش کی گئی تھی۔ جب مٹی اچھی طرح تیار ہو گئی تو اس میں خشکی پیدا کی گئی اور آدم کا پتلا بنایا جانے لگا، صنایع ازل نے سرا آنکھ، ریڑھ کی ہڈی پہلے بنائی پھر چہرہ تیار کر کے جملاء اعضا و جوارح مکمل فرمائے ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے آدم کی مٹی کا خمیر اپنے دونوں ہاتھوں سے کیا تھا اور اس کی تعمیر بھی اپنے دونوں ہاتھوں سے کی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں شیطان کے سوال کے موقع پر فرمایا گیا ہے۔ ”خلقت بیدی“ جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔ اُسے تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا الخ یہ ظاہر ہے کہ خدا کے ہاتھ نہیں ہے تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ آدم کا خمیر اور ان کی تشکیل یا اللہ نے کی تھی جیسا کہ مظهر العجاہب والقراب ید اللہ حضرت علی ایک مقام پر فرماتے ہیں ”انا الذی خسرت طینۃ آدم اربعین مہابحاً“ میں وہ ہوں جس نے آدم کا خمیر چالیس دن مسلسل کیا تھا، تو زمین و محدثین کا بیان ہے کہ جب آدم کا پتلا تیار ہو گیا تو خداوند عالم نے ان چار ملک کے ذریعہ سے جو باد شمال، باد جنوب، باد صبا، باد دبور پر موکل تھے، آدم

کے جسم میں سودا صفر بلغم، خون رگوں کی تعمیر کے بعد جاری کیا۔ سودا باد شمال سے پیدا ہوا صفر باد دہلیز سے بلغم باد صبا سے اور خون باد جنوب سے پیدا ہوا۔ انھیں خلط اربعہ سے خواہشات کے نشوونما کی بنیاد پڑی، سودا کا تعلق عورتوں اور بچوں کی محبت، خواہشات دنیا اور حرص و طمع سے ہے صفر کا تعلق کھانے پینے کی خواہش اور محبت، حصول نیکی، نرم روی وغیرہ سے ہے۔ خون کا تعلق عورتوں سے محبت ان کی طرف جنسی میلان، لذتوں، ارتکاب محرمات شہوتوں کی نشوونما سے ہے۔

پھر خلاق عالم نے جبریل کو حکم دیا کہ چار قسم کے پانی لائیں، (۱) شیریں پانی (۲) نمکین پانی (۳) کڑوا پانی (۴) گندلا پانی۔ جب وہ پانی لے آئے تو حکم دیا کہ شیریں پانی کو آدم کے حلق میں ڈالو تا کہ اسے اور اس کی نسل کو کھانے پینے کی لذت حاصل ہو سکے

اور نمکین پانی کو آنکھ میں ٹپکاؤ تاکہ آنکھ کی چربی تقویت حاصل کر سکے اور وہ غراب نہ ہو، اور کڑوا پانی کان میں ڈالو کہ حشرات الارض کیڑے مکوڑے وغیرہ کان میں داخل نہ ہو سکیں اور گندلا پانی ناک میں ڈالو تاکہ ناک میں جو غیر مناسب چیز داخل ہو۔ اسی میں جذب ہو کر رہ جائے۔ جناب جبریل نے تعجیل حکم خداوندی کر دی طبری میں ہے کہ جب شیطان آدم کے پتلا کے پاس سے گزرتا تھا تو ٹھوکر مار کر کہتا تھا کہ تو امر عظیم کے لیے خلق ہوا ہے، لیکن اگر مجھے تیرے سجدہ کے لیے کہا گیا، تو میں ہرگز سجدہ نہ کروں گا۔

ملائکہ کو حضرت آدمؑ سجدہ کا حکم | کائنات نے نور محمدی کو جو چودہ الوار کا مجموعہ تھا

صلب آدم میں داخل کرنے کے بعد فرشتوں کو مخاطب کر کے فرمایا، اے میرے ملائکہ سنو! ”اذا نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین“ جس وقت میں اس کا لہد آدم میں اپنی روح پھونک دوں۔ تو تم بلا تاخیر سجدہ کے لیے اپنی پیشانی اس کے سامنے رکھ دینا۔

کابلہ آدم میں روح پھونک دی گئی | جسم کی تشکیل کے بعد ایک عرصہ تک حضرت آدمؑ کا جسم ”علیٰ حالہ“ پڑا رہا۔ یہاں تک

کہ مشیت ایزدی نے آدمؑ کے جسم میں روح پھونک دی اور اس کی ابتداء سر کی طرف سے فرمائی۔ روح جب آنکھوں تک پہنچی اور بینائی آگئی تو ساق عرش کی طرف نگاہ اٹھی، دیکھا کہ کچھ نورانی اشباح چمک رہے ہیں یہ دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں اور حیران رہ گئے، روح آگے بڑھی، کانوں تک پہنچی، تو تسبیح کی آوازیں سننے لگے، پھر ناک تک پہنچی تو فوراً چھینک آئی، الہام ہوا، الحمد للہ کہو، آدمؑ نے الحمد للہ کہا، یرحمک اللہ سے جواب ملا۔ یسٰں کہ آدمؑ نے سر پہ ہاتھ رکھا اور کہا، ”اُوہ“ خدا

نے پوچھا کیا بات ہے۔ عرض کی رحمت مذنبین کے لیے ہوتی ہے۔ امام ثعلبی کا بیان ہے کہ کسی مصیبت کے وقت سر پر ہاتھ رکھ کر اوہ کہنا اسی کا اثر ہے جو اب تک جاری ہے (عزیز ثعلبی) پھر فرج سالے جسم میں پھیل گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ فرج ناک تک پہنچتے ہی سارے جسم میں پہنچ گئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ رُوح چھوٹکی جانے کے بعد آدم کی نگاہ جو اٹھی تو انھوں نے عرش کے ایک گوشہ میں لا الہ الا اللہ محمد بنی الرحمة وعلی مفتاح الجنة و مقیم الحجة۔ (کوکب ص ۱۲) دکھا ہوا دیکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آدم کے سینے یا کمر تک رُوح پہنچی تو انھوں نے اٹھنے کی کوشش کی۔ اس عجلت پر کہا گیا کہ جلدی مت کرو۔ اسی عجلت کی وجہ سے انسان میں جلد بازی پائی جاتی ہے۔ جس کی طرف قرآن میں ”خلق الانسان عجولاً“ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عجلت ممنوع ہے لیکن تین چیزوں میں ممدوح ہے (۱) لڑکوں کی شادی (۲) تدفین میت (۳) اطعام مہمان۔ (تاریخ طبری جلد ۱ ص ۹)

کتاب وقائق الاخبار ص ۱۷ طبع لاہور ۱۳۱۴ھ میں بروایت ابن عباس مرقوم ہے کہ خداوند عالم نے اقبالیم دنیا سے حضرت آدم کو پیدا کیا، ان کا سر کعبہ کی مٹی سے، سینہ ولایت کی مٹی سے، پرٹ اور پیٹھ ہندوستان (ہندو پاک) کی مٹی سے اور پھر جنت کی مٹی سے، دانت کوثر کی مٹی سے دایہنا ہاتھ کعبہ کی مٹی سے، بایاں ہاتھ فارس کی مٹی سے، دونوں پاؤں ہندوستان کی مٹی سے ہڈی پہاڑ کی مٹی سے، شرمگاہ بابل کی مٹی سے، پشت عراق کی مٹی سے، دل فردوس کی مٹی سے زبان طائف کی مٹی سے، دونوں آنکھیں حوض کوثر کی مٹی سے۔ ایک روایت میں ہے کہ عقل و گویائی اور زیر کی کا مرکز ہے، شکل میں ٹکیٹی سے، دانت حلاوت کے مرکز ہیں، ہاتھ مددگاری کرتے ہیں پشت طاقت کی منزل ہے، عورتیں شہوت کے مقام اور بول و براز کے راستے ہیں۔ ہڈیوں میں صلابت اور سختی ہے، دل ایمان کا مرجع اور ماویٰ ہے، زبان شہادت و گواہی وغیرہ کا آلہ ہے۔ پھر خدا نے آدم کے کالبد میں نور وازے قرار دیے، سات سر میں ہیں، دو آنکھیں دو ناک کے سوراخ، دو کان کے سوراخ ایک منہ اور دو راستے بدن میں بول و براز کے لیے قرار دیے، پھر آنکھوں میں بصارت دی، کانوں کو سماعت عطا کی اور ناک کو قوت شامہ سے بہرہ ور کیا۔ اور زبان کو قوت ذائقہ دی اور ہاتھوں کو مس کرنے کی طاقت عنایت کی، اور پیروں کو چلنے کی قوت کرامت فرمائی، اس کے بعد خالق عالم نے جسم آدم میں رُوح چھوٹکی سب سے پہلے رُوح دماغ میں داخل کی گئی، پھر آنکھوں میں آئی۔ آدم نے اپنی آنکھوں سے اپنا مٹی کا جسم دیکھا۔ پھر کانوں تک پہنچی، انھوں نے تسبیح ملائکہ سنی، پھر ناک تک آئی اور منہ و زبان تک پہنچی، آدم کو چھینک آئی۔ آپ نے الہام کے مطابق الحمد للہ کہا، خدا نے سر حمت اللہ سے

جواب دیا۔ پھر سینے تک پہنچی پھر پیٹ تک آئی پھر سارے جسم میں پھیل گئی اور خون، رگ وریشہ اور ناخن بن گئے۔ "کثیر احادیث اور تواتر میں ہے کہ حضرت آدمؑ کے جسم میں جمعہ کے دن ارحرم الحرام کو بعد نماز ظهر روح پھونکی گئی ہے۔ روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۰ میں جنہوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ارحرم یوم جمعہ، جس دن حضرت آدمؑ کے جسم میں روح پھونکی گئی۔ اتفاقاً ایسا زمانہ تھا کہ اول درجہ جدی افق شرقی میں اور زحل جوزہ میں اور مشتری حوت میں اور مریخ حمل میں و زہرہ اسد میں اور آفتاب و عطارد سنبلہ میں اور زہرہ میزان میں تھے منجموں کا کہنا ہے کہ جس وقت آدمؑ کو شکل و صورت عطا کی گئی تو اس وقت عطارد کے علاوہ جملہ کوکب برج شرف میں تھے۔ الغرض حضرت آدمؑ کے جسم میں روح پھونک دی گئی۔ روح کا جسم میں پہنچنا تھا کہ تمام وقت جن میں وہ فرشتے بھی شامل تھے جنہیں پانچ سو میل دور نکال دیا تھا۔ کیونکہ وہ بیت المعمور کے طوف کے ذریعہ سے اپنے کو بخشوا چکے تھے حکم خداوندی کے مطابق اس نور کی تعظیم کے لیے جو حضرت آدمؑ کے صلب میں تھا، آدمؑ کے سامنے سر بسجود ہو گئے اور کسی نے ذرہ بھر بھی سرتابی نہ کی البتہ شیطان نے سجدہ نہ کیا۔ اس کے دل میں جو بات چھپی ہوئی تھی وہ ظاہر ہو گئی اور وہ جبر الہی کے ہوئے تھا۔ اس پر عمل پیرا ہو گیا۔ خداوند عالم نے فرمایا کہ تو نے میرے حکم کی تعمیل سے سرتابی کیوں کی اور تو نے آدمؑ کو سجدہ کیوں نہ کیا، کیا تو اپنے کو عالین (یعنی محمد و آل محمد جیسا سمجھتا ہے) اُس نے کہا یہ بات نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ تو نے اسے مٹی سے بنالیا ہے اور مجھے آگ سے پیدا کیا ہے۔ میں چونکہ اس سے بہتر ہوں۔ اس لیے میں نے سجدہ نہیں کیا۔ مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ روح پھونکنے کے بعد جنت سے قلعہ منگوائے گئے اور انھیں پناہ کر آدمؑ کو ایک تخت پر بٹھایا گیا۔ اس کے بعد فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا۔ (طبری ص ۱۵۱)

۱۔ کتاب فضائل الشیعہ میں علامہ شیخ صدوق نے الوسیعہ حدیسی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ وہ ایک دن رسول خداؐ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے اگر حضرت رسول خدا صلعم سے سوال کیا کہ شیطان کے آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے پر خدا نے یہ فرمایا کہ استیکبرتا ام کنت من العالین تو حضور پر فرمایا کہ "عالین" کون لوگ ہیں جو ملائکہ وغیرہ سے افضل ہیں۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ عالین میں ہوں اور علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ میں آدمؑ کے پیدا ہونے سے ہزاروں سال پہلے ہم سراق عرش میں تسبیح کرتے تھے۔ ملائکہ ہمارے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں۔ اور ہم سے انھوں نے تسبیح سیکھی ہے۔ تمام ملائکہ کو آدمؑ کے سجدہ کا حکم تھا لیکن ہمارے لیے نہ تھا، تمام فرشتوں نے سجدہ کیا، مگر شیطان نے نہ کیا۔ اسی پر خدا نے ملائٹ پلائی اور چھوڑ کر کہا ہے کہ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تو بھی عالین یعنی پنجتن پاک میں سے ہے جی کے اسماء سراق عرش میں مکھے ہوئے ہیں۔ (النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین ص ۱۳۰ طبع نجف اشرف)۔

ایک روایت میں ہے کہ جب سب کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے اپنے قیام و وجود پر بھروسہ کر کے تکبر سے کام لیا تو خدا نے اسے مردود کر دیا اور آدم کو حکم دیا کہ ان فرشتوں کو جاکر اس طرح سلام کرو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، چنانچہ آدم نے شکر یہ کے طور پر سب کو سلام کیا اور انھوں نے وعیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے جواب دیا۔ پھر خدا نے آدم سے فرمایا کہ سلام کا یہ طریقہ تم میں اور تمھاری نسل میں قیامت تک جاری رہے گا (النور ۳۱ جواز ۱ ص ۳۴) تفسیر سحر المواجه میں ہے کہ اس حجت عظیم اور قیاس عظیم کی وجہ سے ابلیس خطائے عظیم کا مرتکب ہو کر راندہ بانگاہ ہو گیا۔ خداوند عالم نے سب سے پہلے اسے اپنی رحمت سے دور فرمایا اور اپنی عنایات سے محروم کیا۔ لباسِ جنت اس سے سلب کر لیا، حُسن سے محروم کر کے بد صورتی دے دی اور اس کی شکل ڈراؤنی بنا دی، پھر آسمان سے اتار کر زمین پر پھینکا اور حکم نافذ کر دیا کہ یہ آبادی میں نہ رہے پائے، سمندروں کے جزیروں میں سکونت اختیار کرے، شیطان نے عتاب کے موقع پر عرض کی۔ ماک میں نے ہمیشہ تیری اطاعت و عبادت کی ہے۔ اب صرف ایک سجدہ نہ کرنے سے تو زور عتاب ٹھہرایا گیا ہوں۔ ماک تو مبداءِ فیاض ہے۔ میری تجھ سے ایک استدعا اور التجا ہے وہ یہ کہ مجھے وقت معلوم تک کی زندگی دے دے۔ ارشاد ہوا جادے دی۔

شیطان جب رحمتِ خدا سے مطلقاً یالوس ہو چکا اور حیاتِ ابدی کی بھی نوید سن چکا، تو بولا کہ خدا یا۔ اب میری یہ بات بھی سن لے کہ میرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اسی آدم کی وجہ سے ہوا ہے اب مجھ سے جو ہو سکے گا اس کے ساتھ بھی کروں گا اور اس کی اولاد کیساتھ بھی۔ اس کی اولاد کو تیرے مخلص بندوں کے علاوہ سب کو بہکا ڈونگا۔ اور صراطِ مستقیم سے ہٹا ڈونگا۔ خدا نے فرمایا کہ میں ان کی اولاد کو عقل سے بہرہ ور کر ڈونگا۔ اور انھیں اپنے بڑے راستے بتا دوں گا۔ اس کے باوجود اگر انھوں نے تیری پیروی کی تو میں جہنم کو ان سے بھر ڈونگا (قرآن مجید) اس ارشاد باری میں بنی آدم کے لیے زبردست تنبیہ ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ شیطان سے ہوشیار رہیں اور میری عبادت سے غفلت نہ کریں اور میرے کسی قسم کے فرمان کو نظر انداز نہ کریں ورنہ شیطان کے واقعہ سے سبق لے کر جان لیں کہ اگر نافرمانی کی تو جہنم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

سجدے کی نوعیت

عجائبِ انصاف ص ۲۲ میں ہے کہ فرشتوں نے حکم سجدہ کے بارے میں پوری تعمیل کی اور سجدہ میں چلے گئے یہ سجدہ حضرت آدم کو کیا گیا تھا۔ سجدہ آدم سے فراغت کے بعد پھر وہ جلالِ باری کی ہیبت سے سجدہ میں گئے اور سو سال بروایت

پانچ سو سال سجدے میں پڑے رہے جب سجدہ سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ابلیس سامنے کھڑا ہے۔ اور اس کی شکل بدل دی گئی ہے یعنی اسے مکہ کے بجائے دیو کی صورت میں کر دیا گیا ہے، یہ دیکھ کر ملائکہ کمال اطاعت باری اور شکرِ خداوندی میں پھر سجدہ میں چلے گئے۔ ملائکہ کے انھیں دونوں سجدوں کی وجہ سے نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے واجب قرار دیئے گئے ہیں۔

حضرت آدمؑ کو جو سجدہ کیا گیا، اس کے بارے میں علماء فریقین کا فیصلہ ہے کہ وہ سجدہ تعظیمی تھا تفسیر بضاوی ص ۲۶ میں ہے کہ خداوندِ عالم نے فرشتوں کو آدمؑ کے سجدہ کا اس لیے حکم دیا۔ کہ وہ فضیلتِ آدمؑ کے عملاً معترف ہو جائیں اور انھیں یقین ہو جائے کہ ہم نے آدمؑ کے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ درست نہ تھا۔ یہ شرعی نقطہ منظر سے سجدہ دراصل خدا کے لیے تھا، اور آدمؑ کی اس وقت حیثیت قبلہ جیسی تھی یعنی آدمؑ کو سجدہ تعظیمی و تحیاتی تھا جیسا کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسفؑ کا سجدہ مصر میں کیا تفسیر صافی ص ۲۷ میں ہے کہ چونکہ حضرت آدمؑ کے صلب میں نور محمد و آل محمدؑ تھا جو یقیناً تمام ملائکہ سے افضل ہیں۔ لہذا خدا نے ملائکہ کو حکم سجدہ دے کر ان کی عظمت کو ظاہر کیا یعنی سجدہ جو کیا گیا وہ اسی نور کے لیے تعظیماً و اکراماً اور خدا کے لیے عبودیتاً اور آدمؑ کے لیے طاعتاً تھا۔ یہی کچھ حاشیہ بضاوی ص ۲۵ میں بھی ہے۔ تنازعِ طبری میں ہے کہ فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ تعظیمی کیا تھا کیونکہ سجدہ عبادتِ خدا کے سوا کسی کو نہیں کیا جاسکتا۔ مثال کے لیے یوں سمجھو کہ آدمؑ کو اس وقت بالکل اسی طرح قبلہ کی حیثیت حاصل تھی جس طرح ہمارے لیے خانہ کعبہ ہے۔ کعبہ کا شرف ظاہر کرنے کے لیے ہماری پیشانیاں کعبہ کی طرف جھکا کر جاتی ہیں، آدمؑ کا شرف ظاہر کرنے کے لیے ملائکہ کی پیشانیاں ان کی طرف جھکا کر لگیں، عجائبِ نقص ص ۲۱ میں ہے کہ یہ سجدہ سجدہ تعظیمی تھا جو کہ شریعتِ محمدیہ میں جائز ہے۔ شیخ المنذر مولانا محمود حسن دیوبندی لکھتے ہیں کہ جب حضرت آدمؑ کا خلیفہ ہونا مستم ہو چکا تو فرشتوں کو اور ان کے ساتھ جنات کو حکم ہوا کہ حضرت آدمؑ کی طرف سجدہ کریں۔ اور ان کو قبلہ سجدہ بنائیں جیسا سلاطین اپنا اول ولیعہ مقرر کرتے ہیں پھر ارکانِ دولت کو اندریں پیش کرنے کا حکم کرتے ہیں تاکہ کسی کو سزنا بی کی گنجائش باقی نہ رہے۔ (حاشیہ قرآن ص ۵ طبع بجنور)

علم آدمؑ اسماء کی تفسیر و تشریح | اس کے بعد خلاقِ عالم نے ان فرشتوں کو مہجور اور قائل کرنے اور ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے

کے لیے کہ وہ خلافت کی صلاحیت رکھتے ہیں اور خلافتِ ارضی کے آدمؑ سے زیادہ مستحق ہیں۔ انھیں امتحان گاہ میں طلب کر لیا اور اس کے لیے آدمؑ کو پہلے ہی علوم سے بہرہ ور کر دیا۔ کیونکہ وہ خلافت کے لیے بنائے گئے تھے، اور خلافت کی اعلیٰ شرط کمال علمی ہے۔ فرشتوں کو ان علوم سے تعلق نہ تھا

کیونکہ وہ اس مقصد کے لیے پیدا نہیں کئے گئے تھے۔ ان کا کام عبادت کرنا یا جس مقصد کے لیے مامور کر دیئے جائیں وہ ہونا تھا۔

قرآن مجید میں ہے کہ خداوندِ عالم نے تمام اسماءِ آدم کو تعلیم کر دیئے۔ پھر ان کو ملائکہ کے سامنے پیش کر کے کہا کہ ان کے نام بتاؤ۔ اگر تم سچے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ خلافتِ ارضی کے تم سنوار اور مستحق ہو، فرشتوں نے عرض کی مالک ہم تو وہی کچھ جانتے ہیں جو تو نے ہم کو بتایا ہے پھر آدم سے فرمایا کہ ان کے نام تم بتاؤ۔ آدم نے فرزند سب کے نام لے دیئے۔ اس طرح آدم کی افضلیت فرشتوں پر ثابت ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم نے دنیا کی ان تمام زبانوں میں اشباح کے ناموں کو بتایا جو آسمانوں پر رائج تھیں، اور دنیا میں قیامت تک رائج ہوں گی۔ (عجائبِ القصص)

یہاں یہ امر قابلِ تذکرہ ہے کہ خلاقِ عالم نے آدم کو جن اسماء کی تعلیم دی یا جو اسماء انھیں بتائے وہ کن چیزوں کے اسماء یعنی نام تھے۔ آیا دنیا کی تمام مخلوقات کے اسماء تھے یا مخصوص لوگوں کے نیز یہ کہ جن کے اشباح فرشتوں کے سامنے پیش کر کے ان کے اسماء پوچھے گئے اس میں جملہ کائنات کے اشباح ہیں یا مخصوص اشباح پیش کئے تھے۔

تاریخِ روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۹ میں ہے کہ خدا نے تمام اسماء بتائے تھے انارنج طبری جلد ۱۹ میں ہے کہ ان تمام چیزوں کے نام بتائے تھے جو موسوم تھیں، وہ چاہے زمین ہو یا جو اہرات، پانی ہو یا دریا، چوپائے ہوں یا ریگ یا بااں کیڑے ہوں یا مکوڑے، چرندے ہوں یا پرندے، بلوں میں رہنے والے ہوں یا بھٹوں میں، درخت ہوں یا میوے، آفتاب ہو یا ماہِ تاب۔ ستارے ہوں یا عددِ برق، زمین ہو یا آسمان۔ عجائبِ القصص ص ۲۷ میں ہے کہ بزرگانِ دین کے تعین اسماء میں بہت سے اقوال ہیں بعض کا کہنا ہے کہ اسماء سے ملائکہ کے اسماء مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں ذریتِ آدم کے اسماء مراد ہیں بعضوں کا خیال ہے کہ تمام چیزوں کے اسماء مراد ہیں۔ یہی کچھ بردارِ اسلام کی تقریباً تمام کتابوں میں ہے اور اکثر میں اس کی بھی وضاحت موجود ہے کہ خداوندِ عالم نے جمیع اشیاءِ عالم کے اسماء آدم کو تعلیم دے کر ان کے مسمیات کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے ان کے نام دریافت فرمائے جیسا کہ عجائبِ القصص علامہ عبد الواحد حنفی میں ہے بعض علماء نے مسمیات نہیں لکھا۔ بلکہ مسمیات کے اشباح تحریر کیا ہے جیسا کہ بیضاوی میں ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ خلاقِ عالم نے جمیع کائنات کے اسماء جنابِ آدم کو سکھا دیئے تھے پھر ان میں سے مخصوص مخلوق کے اشباح پیش فرما کر ان کے نام فرشتوں سے دریافت فرمائے تھے کیونکہ ایسی صورت میں جبکہ بعض اشباح سے امتحان لیا جاسکتا تھا۔

کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ جمیع مسمیات یا ان کے اشباح سامنے لائے گئے ہوں اور قرآن مجید بھی اس کی گواہی نہیں دیتا کہ جمیع مسمیات یا ان کے اشباح پیش کئے گئے تھے کیونکہ آیت میں ”ثم عرضلہم“ میں ”ہم“ کی ضمیر اور انبیؤنی باسماء ہولاء میں ہولاء کی لفظ اور ”انہلہم“ میں ”ہم“ کی ضمیر اور ”باسماء ہم“ میں ہم کی ضمیر اور ”فلما انباہم“ میں ”ہم“ کی ضمیر یہ چیزیں واضح کر رہی ہیں کہ جن کے اشباح ملائکہ اور پھر آدم کے سامنے لائے گئے۔ وہ ذوی العقول یعنی صاحبان عقل تھے کیونکہ ہم کا استعمال حسب قاعدہ عرب غیر ذوی العقول کے لیے نہیں ہو سکتا۔ یہ تو کھلی ٹھوکی بات ہے کہ اگر جملہ مسمیات یا ان کے اشباح ملائکہ کے سامنے پیش کئے گئے ہوتے تو آیت میں ”عرضلہم“ کی جگہ ”عرضلہا“ یا ”عرضلہن“ ہوتا جیسا کہ تفسیر بیضاوی نے ایک قرأت کے حوالہ سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ خلاق عالم نے حضرت آدم کو جمیع کائنات کی جملہ مخلوقات کے اسماء تعلیم کر دیئے تھے جن میں انبیاء، اوصیاء، اولیاء، صالحین، شہداء، فرشتے، جن، آسمان، زمین اور ان میں بسنے والی جملہ مخلوقات، تمام انواع و اجناس، تمام اشیاء و تمام موجودات وغریبکہ جو چیزیں پیدا ہو چکی تھیں۔ ان کے اسماء اور جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھیں۔ ان کے اسماء سب ہی شامل تھے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث سے واضح ہے وہ فرماتے ہیں کہ تمام چیزوں کے ساتھ یہ چٹائی جس پر میں بیٹھا ہوں یہ بھی شامل ہے پھر حضرات محمد و آل محمد کے اشباح کو ساق عرش پر نمایاں کر کے ملائکہ سے فرمایا کہ ان کے نام بتاؤ جنھیں تم عرصہ دراز سے خود بھی دیکھ رہے ہو، ملائکہ نے کہا کہ میرے پلٹنے والے ”لا علم لنا“ ہمیں تو ان کے نام معلوم نہیں ہیں۔ ہم تو صرف اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں بتایا ہے، پھر آدم سے فرمایا۔ اے آدم تم ان کے نام بتاؤ۔ جناب آدم نے عرض کی خدایا! یہ محمد ہیں، یہ علی ہیں، یہ فاطمہ ہیں یہ حسن ہیں یہ حسین ہیں۔ یہ علی ہیں یہ محمد ہیں، یہ جعفر ہیں یہ موسیٰ ہیں، یہ علی ہیں، یہ محمد ہیں یہ علی ہیں یہ حسن ہیں یہ محمد ہیں۔ علامہ شیخ عباس قمی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آدم نے جب فرشتوں کے سامنے اسماء بیان کیے۔ اس وقت وہ ایک ایسے نور کے منبر پر بیٹھے ہوئے تھے جو بیت المعمور کے دروازہ پر بنا ہوا ہے۔ یہ وہی منبر ہے جس پر راحیل فرشتے نے بیٹھ کر حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی کے ساتھ پڑھا ہے۔ (سفینۃ البحار جلد ۲ ص ۵۶۸) اس مقصد کے لیے آئمہ اہل بیت کی کثیر روایات موجود ہیں۔ حیات القلوب جلد ۲۴ میں ہے کہ امام علیہ السلام نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ خداوند عالم نے آدم کو تمام چیزوں کے اسماء تعلیم کر دیئے تھے جن میں محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین اور آئمہ طاہرین، انبیاء کرام، بزرگان دین، شیعیان ائمہ المؤمنین

و غیر ہم کے اسماء بھی شامل تھے۔ ”ثم دعواهم على الملائكة“ یعنی پس عرض کرو محمد و علیؑ و
 آدمہ لایر ملائکہ یعنی عرض کرو اشباح ایشاں را کہ نور سے چلے بودند در عالم ارواح ”پھر ان لوگوں
 یعنی محمد و علیؑ و آدمہ علیہم السلام کے اشباح کو جو عالم ارواح میں نور کی صورت میں تھے۔ ملائکہ
 کے سامنے پیش کیا ائم۔ علامہ نعمت اللہ الجزائری حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق
 تحریر فرماتے ہیں کہ انھوں نے یوم عاشورا ایک جگہ مقام فضیلت میں ارشاد فرمایا ہے کہ
 خداوند عالم نے آدم کو پیدا کر کے انھیں اسماء کی تعلیم سے بہرہ ور کیا، اور ملائکہ کے سامنے ہمارے
 اشباح پیش کر کے ہمارے نام دریافت کئے۔ ملائکہ بتانے سے عاجز رہے اور آدم نے بتادیا۔ ہم
 صلیب آدم میں نور کی صورت میں تھے اور ہمارے نور سے آسمان، عرش و کرسی اور جنت وغیرہ
 روشن تھے۔ حالانکہ ہم نشت آدم میں تھے۔ ہمارے ہی نور کی وجہ سے آدم کو سجدہ کرایا گیا۔ امام
 زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب آدمؑ نے سطح عرش پر نگاہ کی تو ہمارے نور کے
 اشباح کو چمکتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا میرے پالنے والے یہ کون لوگ ہیں۔ ارشاد ہوا یہ میری مخلوقات
 میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں پھر خدا نے ان کے اسماء آدم کو بتائے، اور یہ بھی فرمادیا کہ میری
 رحمت اور میرے غضب، میرے ثواب اور میرے عذاب سب کا تعلق انھیں لوگوں سے ہے
 انھیں کے لیے ساری کائنات پیدا کی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں زخم کو پیدا کرتا اور نہ کائنات کی خلقت
 کو عملی جامہ پہناتا۔ اے آدمؑ میں نے قسم کھالی ہے کہ جو سائل ان کا واسطہ دے کر مجھ سے مانگے
 اور دعا کرے گا۔ اُسے کبھی محروم نہ کروں گا اور جو ان کے ذریعہ سے شفاعت چاہے گا اُسے ضرور
 بخشوں گا۔ اے آدمؑ خیال رکھنا۔ جب تم کسی مصیبت میں پھنس جانا تو انھیں کے توسل سے میری
 بارگاہ میں عرضداشت پیش کرنا۔ (انوار المبین جزائری ص ۵۴) ایک روایت میں ہے کہ جب آدمؑ
 نے نور محمدیؑ کی چمک عالم بالا میں پھیلی ہوئی دیکھی تو خداوند عالم سے درخواست کی کہ اس نور کو
 جو میری نشت میں ہے مجھے دکھا دے، خداوند عالم نے اس نور اقدس کو تھوڑی دیر کے لیے آدمؑ
 کے دل پہنے ہاتھ کی انگلیوں میں اُماڑ دیا اور انھوں نے زیارت کر لی۔

تاریخ طبری میں ہے کہ جب آدمؑ نے فرشتوں کے روبرو نام بیان کر دیئے، تو فرشتے حیران
 رہ گئے اور انھوں نے اس کا اعتراف کر لیا کہ فضیلت علم اور حکمت سے ہے نہ اصل اور جوہر سے۔
 علامہ قاضی بیضاوی اپنی تفسیر کے ضمیمے میں لکھتے ہیں کہ آدمؑ اور فرشتوں کی بحث میں یہ بات
 واضح ہو گئی کہ علم کو عبادت پر فضیلت حاصل ہے۔ وائے مشرود فی الخلافۃ بیل
 العمدۃ فیہا خلافت کے لیے بہترین اور اہم شرط علم ہے، آدمؑ اسی لیے فضل قرار
 پائے کہ وہ فرشتوں سے اعلم تھے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اور شیخ الہند محمد حسن بجنوری لکھتے ہیں کہ ”اس سے علم کی فضیلت عبادت پر ثابت ہوئی۔ دیکھئے عبادت میں ملائکہ اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ ”معصوم“ مگر علم میں چونکہ انسان سے کم ہیں۔ اس لیے مرتبہ خلافت انسان کو عطا ہوا اور ملائکہ نے بھی اس کو تسلیم کر لیا اور ہونا بھی یونہی چاہیے کیونکہ عبادت تو خاصہ مخلوقات سے صفت خدا نہیں ہے البتہ علم خدا کی صفت اعلیٰ ہے۔ اس لیے قابل خلافت ہی ہوئے کیونکہ ہر غلیفہ میں اپنے مستخلف عنہ کا کمال ہونا ضروری ہے۔ (حاشیہ قرآن مجید مترجم شیخ الہند ص ۱۷) اس سے معلوم ہوا کہ نبی کا غلیفہ صرف وہی ہو سکتا ہے جو نبی کے صفات کا حامل ہو۔

حضرت آدمؑ کا جنت میں داخلہ | مؤرخین کا بیان ہے کہ جب آدمؑ کو سجدہ کیا جا چکا۔ اور وہ امتحان میں بھی کامیاب

حاصل کر چکے تو انھیں جنت میں داخل کر دیا گیا۔

علامہ عبدالواحد اپنی کتاب عجائب القصص میں لکھتے ہیں کہ جب خداوندِ عالم نے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا تھا تو سب سے پہلے جبریلؑ نے پھر میکائیلؑ نے، پھر اسرافیلؑ نے، پھر عزرائیلؑ نے سجدہ کیا تھا۔ ان چار فرشتوں کے بعد جملہ ملائکہ نے تعمیل ارشادِ خداوندی کی تھی، اسی بنا پر خداوندِ عالم نے انھیں خصوصی اعزاز سے سرفراز فرمایا تھا۔ جناب جبریلؑ کو امین وحی قرار دیا۔ جناب میکائیلؑ کو کلیدِ ارزاق عنایت کی۔ جناب اسرافیلؑ کو نفعِ صور کا امین قرار دیا۔ جناب عزرائیلؑ کو ”وصل الحیوب الی الحیوب“ کا ضامن بنایا اور ان کے سمیت جملہ فرشتوں کو عصمتِ ابدی عطا کر دی، پھر جناب آدمؑ کے امتحان کے بعد جنتِ دنیا میں داخلہ کا بندوبست فرمایا گیا اور اس کے لیے یہ انتظام کیا گیا کہ جنت سے ایک تخت لایا گیا اور نہایت اچھے لباس میں ملبوس کر کے انھیں تخت پر بٹھایا گیا اور بے شمار فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ اس تخت کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر جنت میں لے جائیں۔ امام ثعلبی کا بیان ہے کہ جنت میں داخلہ سے پہلے یہ حکم دیا گیا کہ انھیں میرے آسمانوں کی پہلے سیر کرو۔ اس کے بعد جنت میں لے جاؤ۔ چنانچہ فرشتوں نے آسمانوں کی سیر کے بعد انھیں جنت میں داخل کر دیا۔ (عرائس ص ۶۷)

جب آدمؑ جنت میں سکونت اختیار کرنے کے بعد ایک ہمنشین کے خواہش مند ہوئے۔ اسی دوران میں انھیں نیند آگئی، یہ محو خواب تھے کہ خلاقِ عالم نے ان کی نچی ہوئی مٹی سے جنابِ خوا کو پیدا کر کے ان کے دونوں پیروں کے درمیان فروکش کر دیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ آدمؑ کے دونوں پیروں کے درمیان خوا کو اس لیے جہنم دیا گیا کہ عورتیں مردوں کے تابع رہیں۔

حضرت آدمؑ جب خواب سے بیدار ہوئے اور انھوں نے اپنے جنس کی ایک ایسی مخلوق کو جو ان سے زیادہ خوب صورت اور نازک اندام تھی۔ اپنے قریب پایا تو پوچھا کہ تو کون ہے؟ خوا نے

کہا، میں تمھاری دبستگی اور ہم نشینی کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔ یہ سن کر حضرت آدمؑ خوش و مسرور ہو گئے اور سجدہ شکر بجالا کر ان کی طرف ہاتھ بڑھانے لگے۔ فرشتوں نے کہا کہ عجلت نہ کریں ورنہ اس وقت تک انتظار کریں جب تک عقد مناکحت نہ ہو جائے، چنانچہ بروایت روضۃ الصفا خلاق عالم نے خود نکاح کا خطبہ پڑھا اور اپنی تسبیح و تہلیل و تقدس کو مہر قرار دیا۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ دُرود شریف کو مہر قرار دیا گیا تھا۔ نجائب القصاص میں ہے کہ نکاح کے وقت حضرت آدمؑ کو کرسی زر نگار پر بٹھایا گیا اور ملائکہ کی موجودگی میں خالی کائنات نے عقد پڑھا جس کے خطبہ میں اپنی عظمت اور اپنے حبیب کی شان بیان فرمائی۔ ارشاد الطالین اخوندرویزہ کے ص ۱۸۷ میں ہے کہ جب نکاح ہو چکا تو فرشتوں نے زرد جواہرات اور پھول ان کے اوپر بچھاؤ رکھے اور بڑی خوشی منائی۔ حضرت آدمؑ بھی بے انتہا مسرور ہوئے۔ یہ دیکھ کر خداوند عالم نے فرمایا: ”آدم ہذا عیدک وعید اولادک الی یوم القیامۃ“ اے آدمؑ یہ شادی کا موقع تمھارے لیے اور تمھاری اولاد کے لیے خوشی کی نوید قیامت تک کے لیے قرار دے دی گئی۔

نکاح کے بعد دونوں میاں بیوی نہایت پرسکون زندگی بسر کر رہے تھے اور کسی قسم کا اُن کو غم نہ تھا۔ کیونکہ خداوند عالم نے فرما دیا تھا کہ بے غم ہو کر آرام سے رہو۔ صرف یہ خیال رکھنا کہ تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا اور شیطان سے ہوشیار رہنا۔ کیونکہ وہ تم لوگوں کا شدید ترین دشمن ہے۔ مجھے یقین ہے کہ حضرت آدمؑ جب جنت میں داخل ہونے لگے ہوں گے اور ان کی نگاہ جنت کے دروازے پر پڑی ہوگی تو خوش ہو گئے ہونگے۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”مکتوب علی باب الجنۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیٰ آخ رسول اللہ“ جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے کہ اللہ ایک ہے، محمد اس کے رسول ہیں اور علیؑ ان کے بھائی ہیں۔ (کوکب درسی ص ۹۳) اور ایسی صورت میں جبکہ دوران قیام جنت میں ہر وقت اُن کے کانوں میں علیؑ کی آواز آتی رہی ہوگی ان کی مسرت اور تسلی کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جنت میں داخل کرنے سے پہلے انھیں بتایا جا چکا تھا کہ یہی تمھاری ہر شکل میں کام آنے والے ہیں۔ جب تم پر کوئی مصیبت آن پڑے تو ان کے ذریعہ سے اُسے دور کرنے کی سعی کرنا (النور المبین جزائری) حضرت رسولؐ خدا نے جنت میں علیؑ کی آواز کے متعلق فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے بہشت کے دروازے کا حلقہ یا قوت سرخ کا بنایا ہے اور اسے سونے کے پتروں پر لگایا ہے۔ اذ اذقت الحلقۃ علی الباب جنت و قالت یا علی یا علی“ جب اس حلقہ کو کھٹکھٹایا جاتا ہے، تو وہ اپنی آوازیں یا علی یا علی کہتا ہے۔ (کوکب درسی ص ۱۰۳ بحوالہ مناقب خطیب)

مورخ طبری کا بیان ہے کہ جناب توحہ جنت سے باہر پیدا ہوئی تھیں لیکن میرے نزدیک

دُست یہی ہے کہ وہ جنت میں ہی پیدا ہوئی تھیں اور قرآن مجید میں جو آیتیں ایسی ہیں جن میں دونوں کا ذکر ہے وہ ان کی جنت میں پیدائش کے بعد ہی کی ہیں، غرضیکہ دونوں آرام اور چین کی زندگی بسر کر رہے تھے اور ان کا دشمن ان کی تاک میں لگا ہوا تھا۔

حضرت آدمؑ وحوّا اور سیر جنت مؤرخین و محدثین کا بیان ہے کہ جب آدمؑ کو سجدہ کیا جا چکا تو خدا نے فرشتوں کو حکم دیا

کہ ان کا تخت اپنے کندھوں پر اٹھا کر میرے آسمانوں کی سیر کرو۔ جب وہ سیر کر چکے تو روایت ثعلبی ان کے لیے مشک از فر کا ایک پر دار گھوڑا پیدا کیا گیا جس کا نام ”میمون“ تھا۔ اس کے پر متوجہوں اور جواہرات کے تھے۔ اسکی گام جبریل تھاے ہوئے تھے۔ اس کے داہنی طرف میکائیل اور بائیں جانب اسرافیل تھے۔ ان فرشتوں کو حکم تھا کہ آدمؑ کو میرے آسمانوں کے تمام گوشے دکھا دو۔ اور آدمؑ کو حکم تھا کہ میرے آسمانوں کے جن جن گوشوں میں فرشتے ہیں سب کو ملو اور سب کو سلام کرو چنانچہ جناب آدمؑ نے سب کو ”السّلام علیکم“ کہہ کر سلام کیا اور سب نے ”وعلیکم السّلام“ سے جواب دیا۔ امام ثعلبی کا بیان ہے کہ آدمؑ سیر آسمان کر رہے تھے اور ملائکہ سے ملاقات میں مصروف تھے اور نور محمد مصطفیٰ صلعم ان کی پیشانی میں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ (عرائس ثعلبی ص ۷۱) اس کے بعد ابوحکم خداوند عالم حضرت آدمؑ فرشتوں کے کندھوں پر سوار جنت میں داخل ہوئے۔ علامہ ابوالقاسم لکھتے ہیں کہ جنت میں پہنچنے کے بعد جب جناب حوّا کی تخلیق ہوئی اور اُس کے بعد باہمی تزویج ہو چکی تو خداوند عالم نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ ان دونوں کو جنت کی سیر کرائیں اور بہشت کے بہترین مقامات دکھائیں۔ چنانچہ حضرت جبریلؑ ان کو لے کر روانہ ہوئے۔ جناب آدمؑ وحوّا جنت کی آئینہ دار اور روشن دیواروں میں اپنی حسین و جمیل شکلیں بار بار دیکھ کر یہ سوچنے لگے کہ خدا نے ہم سے بہتر اور ہم سے حسین و جمیل کسی کو پیدا نہیں کیا یہی کچھ سوچتے ہوئے جا رہے تھے کہ ناگاہ ان کی نظریں ایک ایسے عظیم الشان قصر پر پڑیں کہ جس کے نگارے زمر و بسن کے تھے جب اُس کے اندر گئے تو ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ دیکھا یا قوتِ احمر کا ایک تخت ہے اور اُس پر ایک نور کا قہر بنا ہوا ہے اور اس تخت پر ایک نہایت ہی بہترین و دختر بلند اختر جلوہ فرما ہے اور اس کے سر پر ایک شاندار تاج اور کانوں میں یا قوتِ بسز و سرخ کے دو بہترین گوشوارے ہیں اور گلے میں نور روشن کا گلوبند ہے یہ دیکھ کر انگشت بندان ہو گئے اور بارگاہِ احدیت میں عرض پر واز ہوئے میرے مالک یہ کون محترم ہیں۔ جواب ملا، یہ محمد مصطفیٰ کی دختر بلند اختر، میری کینز خاص ”فاطمہ زہرا“ ہیں، اور اے آدمؑ وحوّا سنو۔ اس کے سر پر جو تاج ہے اس سے محمدؐ اور دونوں گوشواروں سے اس کے

فرزند حسن و حسین اور قلاوہ گردن سے علی بن ابی طالب مراد ہیں۔ اس کے بعد آدمؑ نے اپنا سر اٹھا کر جو نظر کی توپانچ دروازے نظر آئے۔ پہلے دروازے پر انا المحمود و هذا محمدؐ دوسرے دروازے پر "انا الاعلیٰ و هذا علیؑ" اور تیسرے دروازے پر انا الفاطر و هذا فاطمہؑ اور چوتھے دروازے پر انا المحسن و هذا حسنؑ اور پانچویں دروازے پر منی الاحسان و هذا حسینؑ لکھا ہوا دکھائی دیا۔ جبریلؑ نے کہا اے آدمؑ ان ناموں کو ذرا عقل و ہوش سے یاد رکھنا۔ کیونکہ ایک وہ دن بھی آنے والا ہے کہ جس میں یہ اسماء تمہارے کام آئیں گے۔ (لوامح التنزیل جلد ۲ ص ۲۱۶ بحوالہ معارج النبوت فصل ۲ باب ۱)

مجالس المنتقین علامہ برغانی اور کشف الغرائب والاسرار کے ص ۲۲۱ میں ہے کہ آدمؑ نے جس قصر کی سیر کی وہ ایک سفید موتی کا بنا ہوا تھا۔ جب آدمؑ اس قصر میں جانے کے خواہش مند ہوئے تو جبریلؑ نے کہا کہ اس قصر کا دروازہ مجھے معلوم نہیں میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ تیس ہزار سال کے بعد ایک ستارہ طالع ہوتا ہے اور اس قصر کا طواف کر کے نظروں سے غائب ہو جاتا ہے اور میں نے تیس ہزار ہی مرتبہ اسے طواف کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر آدمؑ کی خواہش پر جبریلؑ نے جناب احدیت سے استدعا کی اور اس کا دروازہ کھولا۔ جب ان لوگوں نے اندر جا کر تخت نور پر ایک عظیم الشان شبیہ و تصویر دیکھی۔ اور دیکھا کہ اس کے سر پر ایک زریں تاج اور اگلے میں نور کی گولہ بند اور کانوں میں سبز و سرخ یا قوت کے گوشوارے ہیں اور ایک لاکھ خوریں اس کے گرد چکر لگا رہی ہیں۔ تو پوچھا کہ اے جبریلؑ یہ کون مغلطہ ہیں؟ جبریلؑ نے عرض کی کہ یہ محمد مصطفیٰ صلعم کی بیٹی ہیں اور ان کا نام فاطمہ زہراؑ ہے۔ ان کے سر پر جو تاج ہے اس سے ان کے پدر بزرگوار اور طوق گلو سے ان کے شوہر علیؑ بن ابی طالب اور دونوں گوشواروں سے ان کے فرزندان حسنؑ و حسینؑ مراد ہیں۔ آدمؑ نے پوچھا کہ ان دونوں گوشواروں کے رنگ میں فرق کیوں ہے، جبریلؑ نے کہا کہ سبز رنگ سے زہر کی طرف اور سرخ رنگ سے خون کی طرف اشارہ ہے۔ اے آدمؑ ان کے دونوں فرزند اسلام کے لیے شہید کئے جائیں گے۔ ایک کو زہر دیا جائیگا اور دوسرے کو کربلا کے پتے پر ہوئے بن میں تین دن کا مجھو کا اور بیاں شہید کیا جائیگا۔ یہ سن کر حضرت آدمؑ روئے گئے، اور روتے روتے بہوش ہو گئے۔ پھر انھیں فرشتے ہوش میں لائے۔ الخ

غالباً حضرت آدمؑ نے اپنے بیٹے ہابیل کے مرثیہ میں مندرجہ ذیل شعر سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے

لہابلہا و قابلہا یصیہ
فقلبی عند قتلہ جریع

و حلت شعلۃ لہارین
لقتل ابن النبی بغیر جرم

آئی قاف
فی قاف

حضرت آدمؑ و حوا کی جنت میں سکونت اور شیطان کی ریشہ دوانی

مؤرخین کا بیان ہے کہ خلاق عالم
نے آدمؑ و حوا کو جنت میں آرام
سے رہنے کا حکم دے دیا۔ اور یہ

بڑے چین کے ساتھ ایام گزارنے لگے اور شیطان چونکہ مردود ہو چکا تھا اور جنت سے نکالا جا چکا تھا
اور اُسے معلوم نہ تھا کہ آدمؑ جنت میں ہیں۔ لہذا اُس نے اپنے بغض و حسد کے تحت حواؑ سے آدمؑ
سے تھا، یہ سعی شروع کر دی کہ کسی طرح جنت میں داخل ہو کر انھیں جنت سے خارج کر دے۔
اس مقصد کے لیے وہ یہ چال چلا کہ سب سے پہلے جنت کے دروازے کے قریب مصلحتاً
عبادت پچھا دیا اور اس پر سو سال تک عبادت کرتا رہا۔ جب جنت کے دروازوں پر اپنی
عبادت کا اثر بچا چکا تو ایک دن طاؤس (مور) کے پاس گیا جو جنت کا غازن تھا۔ اور
بروایت روضۃ الصفا، یہ کہا کہ تم پہلے سے ایک دوسرے پر عطف و مہربانی کرتے چلے
آئے ہیں۔ اب مجھے تیری امداد کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ براہ کرم میری گزارش مان لے اور مجھے
اپنے یروں میں چھپا کے جنت میں داخل کر دے تاکہ میں اپنے دیرینہ دشمن آدمؑ کو یہاں سے
نکلوا کر سکون کی سانس لے سکوں، طاؤس نے جواب دیا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ رضوان
جنت مجھ پر نگران ہے، اگر اُسے معلوم ہو گیا تو میری خیر نہ ہوگی، میں تو معذور ہوں البتہ تم کو ایک
ایسے کارآمد کارندے کی طرف بھیجے دیتا ہوں جو تمہیں کامیابی کی منزل تک پہنچا دے گا۔ اُس
نے کہا مجھے تو کام سے کام ہے۔ وہ کسی ذریعہ سے ہو جائے۔ اس کے بعد شیطان کو سانپ
تک پہنچا دیا اور اُسے حالات سے آگاہ کر دیا۔ شیطان نے سانپ پر اپنی افسوس گری میں
کامیابی حاصل کر لی، اور اُس سے کہا کہ اپنا منہ کھول دو۔ تاکہ میں تمہارے منہ میں بیٹھ کر
داخل جنت ہو جاؤں۔ سانپ نے ایسا ہی کیا اور شیطان جنت میں پہنچ گیا۔

علامہ عبدالواحد اس مقام پر لکھتے ہیں کہ شیطان نے طاؤس اور مار دونوں کو خوبصورت
مار دی اور انھیں بہکا کر آدمؑ و حوا کو مار کھلا دی۔ وہ بحالہ معارج النبوت لکھتے ہیں کہ جب
خداوند عالم نے حضرت آدمؑ و حواؑ میں عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے کا انتظام فرما دیا۔
تو یہ دونوں اطمینان سے ایام گزار رہے تھے، ابلیس جسے جنت سے نکالا جا چکا تھا۔ اور
اس کے جنت میں داخلہ کی ممانعت کی جا چکی تھی۔ اُسے اس امر کی فکر لاحق ہوئی کہ کسی طرح
جنت میں جا کر آدمؑ کو وہاں سے بے دخل کر اؤں اور مشیتِ ایزدی اور آدمؑ و حوا کے درمیان
سنگ تفرقہ، ڈال کر آدمؑ کو تباہ و برباد کر دوں۔ چنانچہ وہ یہ معلوم کر کے کہ آدمؑ کو مقام جنت
کے میوے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن ایک درخت کے قریب بھی پھٹکنے کی اجازت

نہیں ہے۔ فوراً زمین سے اڑا اور آسمان پر پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے درجنت کے قریب اپنا
بورج بچھا دیا، اور اس انتظار میں رہا کہ جنت سے کوئی سکھے تو میں داخل ہونے کی سبیل پیدا کروں
عرصہ دراز کے بعد، مور نکلا جو کہ خازن بہشت تھا، شیطان نے اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے
اُس نے کہا کہ میں طاؤس ہوں، پھر مور نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ شیطان نے کہا کہ میں ایک ملک
ہوں اور خدا کا عظیم ترین عبادت گزار ہوں، اس کی عبادت سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہوں
مجھے معلوم ہے کہ جنت میں نیک بندوں کے لیے اچھی چیزیں فراہم ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں
کہ اندر جا کر ان چیزوں کو دیکھ لوں تاکہ عبادت کے مدارج اور بلند ہو جائیں۔ طاؤس نے کہا
کہ میرے لائق کیا خدمت ہے۔ اس نے کہا خدمت کا سوال نہیں میں تو تم سے یہ کہتا ہوں کہ
تم مجھ سے تین کلمات سیکھ لو تاکہ پیری سے بچو اور بیماری سے محفوظ رہو۔ اور ہمیشہ ہمیشہ بہشت
میں رہو، صرف شرط یہ ہے کہ مجھے کسی طرح جنت میں پہنچا دو، طاؤس نے کہا کہ اے ملک کیا
تو یہ صحیح کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل درست ہے
طاؤس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی ایسی جگہ نہیں جس میں چھپا کر میں تجھے داخل جنت کر دوں
البتہ میرا ایک دوست ”سانپ“ ہے۔ اُمید ہے کہ وہ تجھے منزل مقصود تک پہنچا دے گا یہ
کہہ کر طاؤس، سانپ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ مجھے ایک بہت اچھا رفیق مل گیا ہے جو ہم
لوگوں کی جوانی کی برقراری اور جنت میں ہمیشہ کے لیے استقراری کی ضمانت کرتا ہے لیکن وہ
صرف یہ بات کہتا ہے کہ اسے جنت میں پہنچا دیا جائے، سانپ یہ سن کر بہت خوش ہوا، اور
شیطان کے استقبال کے لیے روانہ ہو گیا، دونوں میں ملاقات ہوئی شیطان نے اسے تمام باتیں
سجھائیں اور اُسے اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اپنے منہ میں اسے بٹھا کر داخل کر دے چنانچہ شیطان
سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت کے دروازے کو پار کرنے لگا۔ تو خازن بہشت نے بڑھ کر اُس پر
ہاتھ ڈالنا چاہا۔ خطاب باری ہوا کہ ”رو کو مت جانے دو“ عرائس ثعلبی میں ہے کہ جب ابلیس
نے حضرت آدم کے جنت میں جانے کو سنا تو غل بھن گیا، اور کہنے لگا کہ افسوس میں نے کس
شدود سے عبادت کی اور ہزاروں سال کی لیکن مجھے جنت میں نہ جانے دیا گیا، اور یہ ایک نئی
مخلوق جو ابھی کل پیدا ہوئی ہے جنت میں جا داخل ہوئی، تو سہی کہ میں اسے جنت سے نکال
باہر نہ کروں۔ یہ کہہ کر جنت کے دروازے پر پھٹے ڈال بیٹھا اور تین سو سال تک عبادت کرتا رہا
یہاں تک کہ عبادت گزار کی شہرت ہو گئی اور لوگوں کی زبان پر اس کا تذکرہ آنے لگا اس کا
یہ طریقہ محض اس نکر کے لیے تھا کہ کسی طرح حضرت آدم تک پہنچنے کا راستہ پیدا ہو سکے، وہ اسی
فکر میں تین سو سال تک جنت کے اندر سے کسی کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ اس کا خیال تھا

کہ کوئی آنے جانے والا ہے تو جنت میں جانے کی سبیل پیدا کروں۔ خداوند عالم جسے اس کے مکر کا حال معلوم تھا۔ اس نے ایک عرصہ تک جنت میں آنے جانے والوں کی بندش کر دی۔ بالآخر ایک عرصہ کے بعد ”طاؤس“ نکلا جو جنت کے طائروں کا سردار تھا جب ابلیس نے اسے دیکھا تو وہ بولا اے بہترین مخلوق ”مَنْ اَنْتَ“ تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے میں نے تو تجھ سے زیادہ خوب صورت مخلوق آج تک نہیں دیکھی، اس نے کہا کہ میں جنت کا ایک طاؤس ہوں اور میرا نام ”طاؤس“ مور ہے۔ یہ سن کر ابلیس ڈھاڑیں مار کر رونے لگا، طاؤس نے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے اور کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں کروہین میں سے ایک ملک ہوں، میں اس بات پر رو رہا ہوں کہ عنقریب تیرا یہ حسن و جمال تجھ سے چھین لیا جائے گا۔ طاؤس نے کہا کہ یہ کیا کہتا ہے کیا واقعاً میرا حسن و جمال سلب کر لیا جائے گا۔ اس نے کہا بیشک جو کہتا ہوں اُسے مان لے، بالکل غلط نہیں کہتا اور سن صرف تیرا حسن و جمال ہی نہیں جائے گا بلکہ سوائے اس مخلوق کے جو ”شجر خلد“ سے دانے کھالے سب بوڑھے ہو کر اپنا حسن و جمال کھو بیٹھیں گے اور جنت سے نکال دیئے جائیں گے۔ طاؤس یہ سن کر چونک پڑا اور پوچھنے لگا، ”اِنْ تِلْكَ الشَّجَرَةُ“ وہ شجرۃ الخلد کہاں ہے، شیطان نے کہا، وہ جنت کے اندر ہے، طاؤس نے کہا وہاں تک ہمیں کون پہنچا سکتا ہے۔ شیطان نے کہا کہ میں پہنچا سکتا ہوں۔ تو اگر مجھے جنت میں داخل کر دے تو میں تجھے ”شجر خلد“ تک پہنچا دوں گا، طاؤس نے کہا کہ بھئی میں تمہیں جنت تک کیونکر لے جا سکتا ہوں جبکہ ”رضوان“ ہمارے راستے میں حائل ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر نہ کوئی اندر جا سکتا ہے اور نہ باہر آ سکتا ہے، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ میں تجھے ایک ایسی مخلوق تک پہنچا دوں جو خلیفۃ اللہ آدمؑ کا خدمتگار ہے، شیطان نے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے۔ طاؤس نے کہا کہ اسے ”مار“ یعنی سانپ کہتے ہیں، شیطان نے کہا کہ بھئی دیر نہ لگاؤ اور جلدی کرو شاید میں اپنے مقصد میں اس کے ذریعہ سے کامیاب ہو سکوں۔ یہ سن کر طاؤس، سانپ کے پاس پہنچا اور اس سے سب ماجرا کہہ سنایا اور ابلیس کی بلند حیثیت کی وضاحت کی اور کہا کہ میں نے اسے مدلول باب جنت پر عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے بھئی اگر کچھ کر سکتا ہے تو موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور کوئی ایسا راستہ نکال دے کہ وہ جنت میں داخل ہو کر ”شجرۃ الخلد“ تک پہنچا دے اور ہم لوگ اس کا پھل کھا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جوان بن جائیں، یہ سننا تھا کہ سانپ بڑی تیزی سے شیطان کی طرف بڑھا، اور اس کے پاس پہنچ گیا، شیطان نے سانپ سے وہی کچھ کہا جو طاؤس سے کہہ چکا تھا اور وہی پی پڑھائی جو طاؤس کو پڑھا چکا تھا، سانپ نے در جواب کہا کہ یہ بہت مشکل ہے کہ میں تجھے جنت میں داخل کر سکوں کیونکہ ”رضوان“ ہر وقت لب باب

ڈٹا رہتا ہے، شیطان نے کہا کہ میں تجھے بتاتا ہوں میں صورت یہ سے کہ میں ہوا بن جاؤں اور
تو مجھے دو دانقوں کے دراز میں بٹھا کر منہ بند کر کے لے آؤ۔ سانپ نے کہا بہت بہتر ہے چنانچہ
ایسا ہی کیا گیا، شیطان ہوا بنا سانپ نے منہ کھولا، یہ اس کے منہ میں جا بیٹھا۔ سانپ اسے لے
کر جنت میں داخل ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر شیطان نے سانپ کو ”شجرۃ الخلد“ دکھا کر رخصت کر دیا،
یہ فوری شجر تھا جس کے قریب بھی پھٹکنے کی آدم کو اجازت نہ تھی۔ سانپ کے چلے جانے کے
بعد شیطان اس مقام پر پہنچا۔ جس جگہ آدم و حوا فرود کش تھے اور ان کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ ان
دونوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ ابلیس یہی ہے، شیطان نے ان کے سامنے بیٹھ کر رونا شروع کیا اور اس
درد کے ساتھ رویا کہ آدم اور حوا بھی رونے لگے، پھر آدم نے پوچھا تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا
میں تم پر رونا ہوں۔ مجھے اس کا افسوس ہے کہ وہ دونوں عنقریب مر جاؤ گے اور متفرق ہو جاؤ گے اور
تمہارا یہ جاہ و چشم تباہ و برباد ہو جائے گا۔ یہ سن کر ان کے دل میں یہ بات گر گئی اور دونوں سخت
غمگین ہو گئے۔ ”وہی ابلیس و مضی“ یہ دیکھ کر پھر رویا اور اٹھ کر چلا گیا۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد
آیا اور کہنے لگا، اے آدم اگر تم چاہو تو میں تمہیں ”شجرۃ الخلد“ تک پہنچا دوں اور ایسے ملک کی طرف
رہبری کر دوں کہ جو کبھی پرانا نہ ہو سکے، آدم نے کہا بہتر ہے، شیطان نے کہا کہ ایسا کرو کہ شجرۃ الخلد
سے کچھ کھاؤ۔ آدم نے کہا کہ خدا نے اس سے تو ہمیں منع فرمایا ہے شیطان نے کہا کہ تم سمجھے نہیں ہو،
خدا کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس میں سے کچھ کھا لو گے تو یا تو ملک بن جاؤ گے یا ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے
ہو جاؤ گے۔ آدم نے کہا یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن چونکہ خدا نے منع فرمایا ہے۔ اس لیے میں اس سے
کچھ کھا نہیں سکتا۔ یہ سن کر اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں صحیح ہے میں تم سے
پوری ہمدردی رکھتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں۔ یہ سن کر جناب حوا بھڑے میں آ گئیں اور
انہوں نے شجر کے ثمرہ کو خود بھی کھایا اور جناب آدم کو بھی کھلا دیا، یہ لوگ شیطان کی قسم سے دھوکا
کھا گئے۔ ان کو اپنے مصلحتے باطن کی وجہ سے یہ گمان بھی نہ تھا کہ کوئی بھی خدا کی جھوٹی قسم کھا سکتا
ہے۔ ”مورخ ابن واضح نے تاریخ یعقوبی کے صفحہ ۱۷۷ میں لکھا ہے: فلما راعی آدم ما فی الجنة من النعم
قال لو کان سبیل الی الخلود الم کما آدم نے جب جنت کی عظیم نشان نعمتیں دیکھیں اور ان سے متعمم ہوئے
تو کہنے لگے کاش کوئی ایسی سبیل کل آتی کہ ہم لوگ ہمیشہ اسی میں رہتے تو کیا بہتر ہوتا۔ یہ سن کر شیطان کو
موقع ہاتھ لگ گیا اور اس نے فریب کے راستے ہموار کر دیئے اور ان کے سامنے یہی چیز پیش کی۔
اور کہا کہ اگر تم اس شجر سے کچھ کھا لو گے، تو ہمیشہ ہمیشہ اسی جنت میں رہو گے جہنم علی علیہ السلام
نہج البلاغ میں فرماتے ہیں، ثم اسکن سبحانہ آدم داراً الم پھر خدا نے آدم کو ایسے گھر
(جنت) میں ٹھہرایا جس میں ان کی زندگی مزے سے گزرتی رہتی اور بڑے امن و امان میں تھے، یہ بھی

آدمؑ سے کہا کہ شیطان اور اُس کی دشمنی سے ہوشیار رہنا اور اُس سے بچتے رہنا۔ مگر آخر آدمؑ کے دشمن شیطان نے اس بات پر حسد کر کے کہ آدمؑ کا قیام جنت میں نیک بندوں کے ساتھ کیوں ہے، آدمؑ کو دھوکا دے ہی دیا۔

حکیم الامت حضرت علیؑ کے ارشاد سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت آدمؑ جو زمین کے لیے خلیفہ کی حیثیت سے پیدا کئے گئے تھے، انھیں بہر صورت زمین پر جانا تھا۔ خدا نے انھیں تھوڑے عرصہ کے لیے آرام و سکون کی خاطر جنت میں ٹھہرایا تھا۔ اسی کی طرف قرآن حکیم کا اشارہ بھی ہے۔

”یا ادم اسکن أنت وزوجک الجنة“ اے آدمؑ تم دونوں جنت میں ٹھہراؤ۔

اسے یوں سمجھیے کہ خداوندِ عالم نے آدمؑ و حوا کو کچھ مدت کے لیے جنت میں سے منظور ہوتا اپنے مخصوص پر بہار باغ میں رہنے کا حکم دیا تھا اور یہ سمجھا دیا تھا کہ اس خاص درخت کے قریب نہ جانا اور شیطان جو تمہارا دشمن ہے۔ اس سے بچتے رہنا۔ مطلب یہ تھا کہ اگر تم نے ان دونوں باتوں میں سے کسی کا بھی ارتکاب کیا تو میں اس مدت سے پہلے ہی جس مدت کے لیے تمہیں جنت میں ٹھہرایا ہے، نکال باہر کر دوں گا۔

شیطان کہ جسے آدمؑ کی بلندی اور عزت کی بنا پر ان سے پرغاش ہو گئی تھی حضرت حوا کے ذریعہ سے آدمؑ کو یہ سمجھانے میں کامیاب ہو گیا کہ وہ اس درخت کے قریب گئے بغیر اگر اس میں سے کچھ لیں یا اسی قسم کے درخت سے کھالیں تو اس میں کوئی عرج نہیں ہے۔ احتیاط کی رو سے ان کے لیے بہتر یہی تھا کہ وہ کم از کم اس کے بارے میں رب العزت سے اجازت حاصل کر لیتے مگر انھوں نے اس بارے میں تساہل سے کام لے کر یسوی کے مشورے ہی پر عمل کر لیا جس کا محرک دراصل برہنہ عداوت ابلیس ہوا تھا۔ آدمؑ نے بیک وقت دونوں باتوں کا ارتکاب کیا یعنی شیطان سے بچے بھی نہیں، اور شجر ممنوعہ سے تناول بھی کر لیا، فالخر جہلہما مداما کا نافیہ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ”بیک بینی و دو گوش“ جنت سے نکال باہر کئے گئے۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ شیطان کے بہکانے میں آدمؑ نہ آئے اور مقامِ گفتگو سے اٹھ کر ایک طرف کوچہ گئے اور شیطان بھی چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد حوا کو تنہا دیکھ کر پٹا اور انھیں پٹی پٹھا۔ لگا حوا نے تامل کیا تو سانپ نے صداقتِ شیطان کی تصدیق کر دی۔ حوا اُس کے جھانسنے لگیں جب حضرت آدمؑ لوٹ کر آئے تو حوا نے کہا یہ ملک سچ کہتا ہے اور سانپ اسکی صداقت پر گواہ ہے ان لوگوں کی کوئی غرض معلوم نہیں ہوتی۔ لہذا میں درخت سے کھا لیتی ہوں۔ اگر کوئی نقصان ہو تو تم خدا سے بخشو لینا اور اگر کچھ نہ ہو تو تم بھی کھا کر مطمئن ہو جانا۔ غرضیکہ حوا نے کھایا اور آدمؑ کو کھایا اور قدرت کے ردِ عمل کے مستحق ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے شیطان نے ستر مرتبہ خدا کی قسم کھائی

اور جب تھو درخت کے قریب گئیں تو کسی نے روکا تو کانہیں، یہی سبب ہوا کہ آدمؑ نے شیطان کی نہیں، تھو کی بات مان لی۔ ایک روایت میں ہے کہ تھو کو اس لیے نہیں ٹھکا گی تھا کہ وہ صاحب عقل تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آدمؑ نے شجرہ ممنوعہ سے جو پھل کھایا تھا وہ اُن کے معدے میں ۳۰ دن مستقر رہا تھا۔ اسی لیے ان کی اولاد پر ۳۰ دن کے روزے واجب کئے گئے ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے جو نہی گندم تناول کیا شیطان غوثی کے مارے ناچنے اور گانے لگا۔ (حیات القلوب)

شجرہ ممنوعہ کی تشخیص اور حکم متناع کی نوعیت

قرآن مجید میں ہے کہ خداوند عالم نے آدمؑ اور تھو کو حکم

دیا تھا۔ لا تقربا هذه الشجرة۔ اس درخت کے قریب نہ جانا۔ فتكونا من الظالمين۔ ورنہ اپنے پر ظلم کرے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اس آیت میں خداوند عالم نے نہی بھی فرمائی اور نتیجہ بھی بتا دیا۔ لیکن اس کی وضاحت نہیں فرمائی کہ وہ درخت کس چیز کا تھا، اب ظاہر ہے کہ ”ہذا“ اسیم اشارہ ہے اور اس کا تعلق قربت شے سے ہے، تو ایسی صورت میں مثنیٰ الیہ کی خبر یا آدمؑ و تھو کو ہو سکتی ہے یا اُن لوگوں کو ہو سکتی ہے جو آدمؑ کے پتلے کی تعمیر تو درکنار جب آدمؑ کا وجود بھی نہ تھا تو وہ موجود تھے، اور آدمؑ کے تمام حالات و کوائف ان کی آنکھوں کے سامنے گزر رہے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء و مفسرین نے تشخیص شجرہ سے توقف فرمایا ہے۔ مثال کے لیے قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ جس طرح آیت میں تعین نہیں فرمائی گئی، کوئی تعین نہ کیا جائے۔ لعدم موقف ما هو المقصود عیلاً۔ کیونکہ یہ نہیں معلوم کہ مقصود باری کیا تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ انھوں نے گہول اور انکور وغیرہ کا سوال بھی دیا ہے۔ (تفسیر بیضاوی ص ۲۶) علامہ شیخ الند، مولانا محمود حسن لکھتے ہیں کہ ”مشہور ہے کہ وہ درخت گہول کا تھا۔ یا بقول بعض انکور یا انجیر یا ترنج وغیرہ کا واللہ اعلم (حاشیہ ترجمہ قرآن ص ۳ طبع بجنور) تا ریح روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۸ میں ہے کہ عام لوگوں میں شہور یہ ہے کہ وہ درخت گندم کا تھا عجائب انقص ص ۲۶ میں ہے کہ وہ درخت انجیر یا انکور یا بزبار مشہور گندم کا تھا کشف الغمہ ص ۱ میں ہے کہ وہ گندم کا درخت تھا۔ عرائس ثعلبی ص ۱۸ میں ہے کہ وہ درخت کافور یا سبلہ (بجی) یا گندم یا انکور یا بروایت قناوہ شجرہ علم تھا۔ حیات القلوب، تفسیر صافی، وغیرہ میں ہے کہ وہ درخت، شجر علم محمد و آل محمد تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ شجرۃ المحمد تھا۔ ایک روایت میں ہے شجر علم قضا قدر تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ شجرہ گندم تھا۔ غرض کہ کتب فریقین میں اسی قسم کی مختلف روایتیں موجود ہیں۔ ان روایات کی روشنی میں یہ فیصلہ کر دینا کہ دراصل کون سا درخت تھا، اور کس

چیز کا درخت تھا مشکل ہے، کیونکہ ایک تو روایات میں تضاد ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ معاملہ ہے
 ہی غرض حکمت الہیہ سے متعلق لیکن آئمہ اہلبیت علیہم السلام جو قرآن کے صحیح مفسر اور اس کے علم
 سے صحیح طریقہ پر واقف تھے جن کو خدا نے فہم قرآن کے سلسلہ میں ”راستخین فی العلم“ فرمایا ہے
 ان کے کلام سے جب استنباط کیا جاتا ہے تو نتیجہ نکلتا ہے کہ (۱) یہ شجرہ ممنوعہ گندم کا درخت تھا
 (۲) ہماری دنیا میں گندم جیسا ہوتا ہے۔ اس وقت ایسا نہ تھا، بلکہ وہ شہد سے زیادہ شیریں اور
 دودھ سے زیادہ سفید اور مسکے سے زیادہ نرم تھا۔ (۳) اس درخت میں دنیا کے تمام پھل تھے
 جن میں انگور، بخو، انجیر، کافور، ترنج، عناب زیادہ نمایاں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف روایات
 میں آگے آگے ان پھلوں کا ذکر آیا ہے (۴) یہ وہ درخت تھا جس سے مخصوص ملائکہ نعم ہوتے
 ہوتے تھے اور حیات ابدی حاصل کرتے تھے۔ اسی بنا پر آدم کو شیطان نے یہی کہہ کر دھوکا
 دیا تھا کہ وہ شجرۃ الخلد ہے جو اس میں سے کھلے گا ہمیشہ زندہ رہے گا اور ہمیشہ جنت میں رہے
 گا (۵) جو اس شجر کا پھل خدا کے حکم سے کھانا تھا تمام علم اولین و آخرین سے آگاہ ہو جاتا
 تھا۔ اور اس کے لیے یہ بات پہلے سے معین تھی کہ اگر کوئی شخص اس سے بے اجازت چمکے لے
 تو وہ مورد عتاب میں ہو جائے گا (۶) خدا نے آدم کا امتحان اس شجر کے بارے میں اس لیے
 لیا کہ نعمات جنت سے متنعم ہونے کے بعد ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ میں مخلوقات
 عالم میں سب سے افضل ہوں، یہ معلوم کر کے خدا نے آدم کو حکم دیا تھا کہ ساقی عرش کی طرف دیکھو
 جب آنکھوں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ نورانی الفاظ میں یہ لکھا ہوا ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلِيٌّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَزَوْجَةُ فَاطِمَةُ
 سَيِّدَةُ النِّسَاءِ الْعَالَمِينَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (حِجَابِ الْقُلُوبِ جلد ۱)
 پوچھا میرے پالنے والے یہ کون لوگ ہیں ارشاد ہوا کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کے اشباح تمہارے سامنے
 پیش ہوئے تھے اور تم نے ان کے نام بتائے تھے، انھیں کے صدق میں فرشتوں نے تمہارا سجدہ کیا
 تھا اور تم فرشتوں کے مقابلہ والے امتحان میں کامیاب ہوئے تھے، اے آدم! کان دھر کے سنو،
 کہ یہ تمہاری فریت سے ہوں گے، یتیم سے ہی نہیں بلکہ ساری مخلوقات سے بہتر اور افضل ہیں۔
 اگر انھیں پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو نہ تم پیدا ہوتے۔ نہ بہشت و دوزخ خلق کئے جاتے نہ
 زمین اور آسمان کی تخلیق ہوتی، اور سنو اے آدم! تم سے عہد لیتے ہیں کہ اپنے کو ان سے کبھی بڑے
 سمجھنے کا خیال نہ کرنا اور ان کے شجر عظمت کے قریب پھٹکنے کا تصور بھی نہ کرنا، ورنہ میں تمہیں
 اپنے تمام نعمات سے محروم کر دوں گا۔ اسی کی طرف آیت قرآنی ”وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْآدَمَ مِنْ
 قَبْلِ فَنسَى وَلَهُ إِغْوَاةٌ عَظِيمًا“ ہم نے آدم سے پہلے ہی عہد لے لیا تھا تو آدم نے اسے ترک

کر دیا اور ہم نے ان میں ثبات و استقلال نہ پایا (پ۔ رکوع ۱۵) اشارہ کرتی ہے علامہ علی بن ابیہم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آیت "لقد عھدنا الخ" کا مطلب یہ ہے کہ عہد الیہ فی عہد و الارثۃ من بعدہ الخ "خدا نے آدم سے محمد و آل محمد کے لیے عہد لے لیا تھا لیکن انھوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور اس امر کا یقین نہ کیا کہ ان کی عظمت بہت زیادہ ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ جنت سے نکالے گئے۔ لیکن دنیا میں آنے کے بعد انھوں نے پورے طور پر عظمت کو تسلیم کیا اور ان کی بلندی کو عزم بالجزم کیساتھ مانا۔ اس لیے ان کا شمار اولوالعزم پیغمبروں میں ہوا۔ (قصص الانبیاء علامہ جبرائلی ص ۲۳ طبع نجف اشرف مشلہ ۱۳۸۰ھ)

الغرض حضرت آدمؑ نے خدا کے عہد کو بھلا دیا اور منظر غیظہ محمد و آل محمدؑ کو دیکھا اور ان کے مارج کی تمنا کی یا اپنے کو ان کے شجرہ نسب تک پہنچانے کی سعی کی جس کے نتیجہ میں اُن پر شیطان مُسلط ہوا، اور وہ جنت سے نکال دیئے گئے۔ (حیات القلوب جلد ۲۵ و تفسیر صافی ص ۲۷)

یہیں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت آدمؑ نے شجرہ ممنوعہ سے جو تناول فرمایا تھا وہ گناہ کی شکل نہیں رکھتا جو منافی عصمت ہو یعنی اُن کے ترک حکم کو گناہ نہیں کہا جاسکتا اور اس کو "ترکِ اولیٰ" سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ نہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نہی تحریمی، دوسری نہی تنزیہی نہی تحریمی وہ ہے جس پر ممانعت کے بعد عمل کرنا حرام ہو، اور نہی تنزیہی وہ ہے کہ جس پر عمل کرنے کو حرام نہ کہا جاسکے، بلکہ اس سے عامل کو نقصان پہنچے۔ (تتمیز مہد الانبیاء سید قاضی علم الہدیٰ) یہ ظاہر ہے کہ حضرت آدمؑ کو کوئی خاص سزا نہیں دی گئی۔ بلکہ جنت سے نکال کر انہیں نجات سے محروم کر دیا گیا۔ اس طرح آدمؑ نے خود اپنا نقصان کیا۔ اور ترکِ اولیٰ کے مرتکب ہوئے۔ یعنی اگر ایسا نہ کرتے تو اپنے تھے رہتے۔ اب جبکہ گزیرے تو خدا کے گنہگار نہیں ہوئے جس سے عصمت پر حرف آئے۔

عمل آدمؑ کا قدرت کی طرف ردِ عمل | مؤرخین کا بیان ہے کہ خلاقِ عالم کی نہی تنزیہی کے باوجود حضرت آدمؑ نے جو بڑا اہمیت شہورہ

محمدؐ متاول کیا تو خداوندِ عالم نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ انھیں جنت سے باہر نکال دو۔ جبریلؑ اچھی عمل کر کے نہ کرنے پائے تھے کہ آدمؑ کے جسم سے وہ لباس جو بروایت یعقوبی نوری تھا الگ ہو گیا اور یہ دونوں برہنہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر آدمؑ و حوا شرم سے پانی پانی ہو گئے اور ستر عورتیں کے لیے درختوں کی طرف لپکے تاکہ ان کے تپوں سے ستر کریں، درختوں نے اپنے پتے دینے سے انکار کر دیا اور وہ اتنے بلند ہو گئے کہ حضرت آدمؑ انھیں چھو بھی نہ سکے۔ بالآخر انجیر اور عود نے اپنے پتے دے دیے اور انھوں نے عورتیں کا پردہ کر لیا، پوچھا گیا کہ جبکہ کسی درخت نے پتے نہ دیئے۔ تم نے کیوں دے دیئے۔

عرض کی مالک ہم ان کا عروج دیکھ چکے تھے، اس لیے ان پر رحم آیا، ارشاد ہوا کہ تمہاری نیکی سے ہم بھی تمہارے ساتھ خصوصیت برتیں گے۔ انجیر سے فرمایا کہ تمام درخت شکوفے لائیں گے۔ تب پھل دیں گے اور تجھے شکوفہ لانے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ تجھے یونہی پھل ملا کرے گا لیکن چونکہ تو نے مجھ سے بغیر دریافت کئے پتے دے دیئے ہیں۔ لہذا اچھے لوگ تجھے نمونہ نہ لکائیں گے یعنی تیری ٹہنی سے مسواک نہ کریں گے، اور عود سے فرمایا کہ تیرے سارے جسم میں خوشبو بھردوں گا۔ لیکن چونکہ بلا اجازت پتے دیئے ہیں۔ لہذا جب تجھے آگ دی جائے گی۔ تب خوشبو برآمد ہوگی عرائس ثعلبی میں ہے کہ درخت تین نے بھی اپنے پتے دے دیئے تھے جس کے نتیجے میں اُس کے ظاہر و باطن کو ملاوت و منفعت سے بھر دیا گیا اور اسے ہر سال پھل لانے کی بشارت دے دی گئی۔ اس کے بعد آدم و حوا کو جنت سے باہر برآمد کیا اور ساتھ ہی ساتھ شیطان، مور، سانپ کو بھی نکالا اور انھیں نکال کر زمین کی طرف پھینک دیا۔

حضرت آدمؑ نے روانگی کے وقت جناب جبریلؑ سے خواہش ظاہر کی کہ مجھے اتنا موقع دیا جائے کہ میں ملائکہ سے رخصت ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ دوبارہ ان سے ملاقات نہ ہوگی۔ جناب جبریلؑ نے اجازت دی اور حضرت آدمؑ کی طرف مخاطب ہو کر بولے "السلام علیکے یا ملائکہ اللہ استودعکم اللہ و اقر علیکم السلام"۔ اے اللہ کے ملائکہ تم پر میرا سلام ہو۔ میں تم کو خدا کے سپرد کر کے جاتا ہوں، خدا تمہیں سلامتی سے رکھے۔

امام ثعلبی کا بیان ہے کہ خلاق عالم نے حضرت آدمؑ، جناب حوا اور شیطان ملاؤس۔ سانپ کو ان کے کئے کا فی الجملہ بدلہ اسی وقت دے دیا۔ آدمؑ کو (۱) عتاب میں مبتلا کیا (۲) ان کی رسوائی ہوئی (۳) ان کے جسم کی کیفیت بدل گئی جسم پہلے روشن تھا اس میں تاریکی آگئی (۴) اپنے جوارِ خاص سے دور کر دیا (۵) میاں بیوی میں تنہا سال تک جدائی رہی (۶) آدمؑ اور شیطان وغیرہ میں دائمی عداوت پیدا ہو گئی (۷) لوگ ان کی طرف نافرمانی منسوب کرنے لگے (۸) شیطان جیسے دشمن کو آدمؑ کی اولاد کے پیچھے لگا دیا گیا (۹) دنیا کو ان کے اور ان کی اولاد کے لیے قید خانہ قرار دے دیا گیا اور سردی و گرمی کی اذیت سے دوچار کر دیا گیا (۱۰) محنت اور مشقت ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے ضروری و لازمی قرار دے دی گئی۔ اسی طرح جناب حوا کے لیے بھی ہوا، وہ ان چیزوں کے علاوہ (۱) حیض میں مبتلا کر دی گئیں (۲) میراث میں کمی (۳) عقل میں کوتاہی (۴) عدت۔ (۵) مردوں کی پیروی (۶) طلاق کا ان کو حق نہیں دیا گیا (۷) شرفِ جہاد سے محرومی (۸) نبوت سے محرومی (۹) حکمرانی سے محرومی (۱۰) تنہا سفر کرنے کی ممانعت (۱۱) نماز جمعہ سے محرومی وغیرہ سے مستوجب کی گئیں۔

شیطان کو خدانے دس چیزوں سے معذور فرمایا (۱) اُس کی سلطنت چھین لی اور اُسے زمین اور سماء دنیا کی حکومت سے معزول کر دیا (۲) اپنے جوار رحمت سے نکال بھیج دیا (۳) اُس کی صورت مسخ کر دی۔ ملک کی شکل سے اُسے شیطان کی صورت میں کر دیا (۴) اس کا نام بدل دیا، عزرائیل سے ابلیس کر دیا (۵) بد بختوں کا سردار بنا دیا (۶) طحون قرار دیا (۷) جوہر معرفت اُس سے سلب کر لیا (۸) اُس کے لیے توبہ کا دروازہ بند کر دیا (۹) اُسے خیر اور رحم دلی سے محروم کر دیا (۱۰) اُسے دوزخیوں کا خطیب بنا دیا۔

اسی طرح طاؤس (مور) کو بھی معذور فرمایا۔ پہلے اُس کے چھ سو خوب صورت پر تھے۔ سب نوچ ڈالے گئے اور بہت تھوڑے چھوڑ دیئے گئے۔ پیکروں کو انتہائی بد صورت بنا دیا گیا۔ کیونکہ وہ انھیں پیروں سے سانپ تک جا کر اُس نے آدم کے اخراج میں شیطان کی مدد کی تھی۔

اسی طرح سانپ معذور کر دیا گیا۔ یہ جنت کے خوبصورت ترین چوپایوں میں تھا۔ اس کے اُونٹ کی طرح چار پاؤں تھے۔ خدانے سب کچھ مسخ کر دیا۔ پاؤں چھین لیے۔ پیٹ کے بلی جلتا اُس کے لیے قرار دیا۔ غذا اُس کی مٹی بنا دی اور جس جگہ شیطان اُس کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں گیا تھا۔ اُس جگہ زہر کی تھیلی لگا دی اور بنی آدم کو اس کا ایسا دُشمن بنا دیا کہ وہ جہاں دیکھتا ہے اس کو مار ڈالنے کی سعی کرتا ہے۔

الغرض جب جناب جبریلؑ نے آدم کو زمین کی طرف روانہ کرنا چاہا تو آدم نے پوچھا کہ زمین پر میرا نگران و نگہبان اور جلس کون ہوگا۔ حضرت جبریلؑ نے کہا۔ اب تو زمین پر اس کے علاوہ کوئی نہ ہوگا۔ جس نے آپ کو جنت سے نکلا دیا ہے۔ یہ میں کہ حضرت آدمؑ بہت رنجیدہ اور غمگین ہوئے اور کہا کہ اے جبریلؑ میرے لیے بہت بڑی مصیبت ہے کہ زمین پر میرا کوئی بہدم و دمساز نہ ہوگا۔

مختصر یہ کہ آدمؑ کو خواہ، شیطان و طاؤس اور سانپ زمین پر اُتار دیئے گئے۔ حضرت آدمؑ کو ہرن پر لٹکا (ہند) پر اترے۔ جناب خواجہ میں اتریں، طاؤس حدشہ میں اُترا، سانپ صفہان میں اُترا اور شیطان بصرہ میں۔ روایات میں اگرچہ مقام ہبوط میں ہر ایک کے اختلاف ہے۔ لیکن شیطان کے بارے میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ کسی نے بصرہ (عراق) لکھا ہے۔ کسی نے ابلکہ ہے۔ کسی نے مشان لکھا ہے۔ کسی نے سمنان لکھا ہے۔ کسی نے سندھ لکھا ہے۔ کسی نے سیستان تحریر کیا ہے۔ میرا تاریخی استنباط یہ ہے کہ جب جناب جبریلؑ نے اسے بالوں سے پر کر کر جنت سے نکالا تھا اور زمین کی طرف بھیجنا تھا تو وہ سیدھا بصرہ کی زمین پر پہنچا تھا۔ لیکن چونکہ وہ ایسے جسم کا مالک تھا کہ چشم زدن میں ساری دنیا کا چکر لگا سکتا تھا۔ لہذا اُس نے ایسا ہی کیا تھا۔ بصرہ پہنچ کر اُس نے بجلی کی طرح زمین کے تمام اقطار کا چکر لگایا تھا۔ اسی لیے تاریخ میں مختلف مقامات کے نام آئے ہیں۔

تاریخ طبری۔ تاریخ روضۃ الصفا، ناسخ التواریخ، تاریخ یعقوبی، قصص الانبیاء ج ۱، تری عجائب القصاص۔ حیات القلوب۔

۱۔ ہرن پر لٹکا کا محل وقوع چین کے بالائی جانب بحر ہند ہے۔ اس میں یا قوت احمد اور الماس کی کانیں ہیں اور اس کے بعض پتھروں پر حضرت آدمؑ کا نشان قدم اُبھرا ہوا ہے۔ (سفینۃ البحار جلد ۵، طبع نجف اشرف) ۲۔ یہ مکہ معظمہ کی بندرگاہ ہے۔ اس مقام پر جو آبادی بعد میں ہوئی تو اس جگہ کا نام ”جہہ“ رکھ دیا گیا کیونکہ اسی مقام پر نوحؑ بشر کی جدہ یعنی وادی اتری تھیں۔ (ماہنامہ ارشاد حیدر آباد۔ جلد ۳۹۔ شمارہ ص ۳۲۰)

باب ۴

حضرت آدمؑ و حوا کی آسمان سے روانگی

اور زمین پر رسیدگی

حضرت آدم علیہ السلام اور جناب حواؑ کچھ گھنٹے جنت میں گزار کر ”جو اس دنیا کے حساب سے پانچ سو سال ہوتے ہیں“ جنت کے درختوں کے پتوں میں لیٹے ہوئے حضرت جبریل کے ہمراہ ہوا میں اڑتے ہوئے بروایت طبری ماہ نیساں میں یوم جمعہ بساعت ہفتم اور بروایت یعقوبی بساعت نهم بروایت مجلسی ۲۵ ذی قعدہ کو زمین پر پہنچے حضرت جبریلؑ جب جناب حواؑ کو جدہ میں اور جناب آدمؑ کو کوہ سراندیپ پر پہنچا کر واپس جانے لگے تو حضرت آدمؑ ”تنگ دل شد و گریہ آغاز نہاد“ سخت پریشان ہوئے اور انھوں نے رونا شروع کر دیا اور کہا کہ مجھے بے یار و مددگار چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ میں تمہیں حکم خداوندی سے مجبور ہوں اور میرا فورا واپس جانا ضروری ہے یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی حضرت آدمؑ نے سر پر خاک ڈالنا شروع کر دیا اور وہ بے انتہا گریہ کرنے لگے اور ان کے اس گریہ و زاری کا سلسلہ تین سو سال جاری رہا۔ ان کے رونے کا یہ عالم تھا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے جاری ہو گئے تھے پھر خدا نے ایک عرصہ کے بعد طیور کو حکم دیا کہ آدمؑ کی دلہن کی لیے جائیں وہ پہنچے مگر آدمؑ نے زمین سے سر نہ اٹھایا۔ ان کا رونا، خوف خدا، شوق جنت اور فراق حوا کی وجہ سے تھا۔

حضرت آدمؑ کے داخل خارج کی وجہ یہاں پر عام حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کو جبکہ زمین کے لیے

پیدا کیا گیا تھا تو پھر انہیں جنت میں رکھا کیوں گیا اور پھر نکالا کیوں گیا۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ انہیں ایک مدت معین کیلئے محض آرام اور سیر جنت وغیرہ کی خاطر جنت میں رکھا گیا تھا۔ لیکن

انھوں نے ترک اولیٰ کر کے اپنے کو اعراج کا مستحق بنادیا جس کی وجہ سے وہ قبل از وقت خالص کر دیے گئے۔ اس مقام پر امام اہل سنت علامہ ابن اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی نے یہ لکھا ہے کہ ”انہ کان فی صلبہ من الاستحقاق والایضاح لخطیئۃ القدس الخ ان کے صلب میں ایک ایسا بذریعہ شخص تھا جو خلافت و ولایت کا کسی طرح مستحق نہ تھا اور وہ اس قابل بھی نہ تھا کہ اسے صلبی حالت میں بھی جنت میں رکھا جائے۔ اسی لیے آدمؑ کو جنت سے قبل از وقت نکال دیا گیا۔ پھر وہ زمین پر پہنچے، اور صلب سے وہ شخص نکل گیا، تو آدمؑ کو وفات کے بعد ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل کر دیا گیا۔ (عرائس ثعلبی ص ۱۹ طبع مصر) علامہ نے اگرچہ اُس بذریعہ شخص کا نام نہیں لکھا لیکن یہ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے کردار سے اُسے ثابت کرے اور جبراً کسی مستحق سے ولایت و خلافت لے لے وہی مراد ہوگا، وہ چاہے کسی نبی کے عہد میں ہو۔

سرسزمین ہند میں خوشبو کی فراوانی کا سبب | کثیر تواریخ اور احادیث میں آئے

ہوئے جو جنت کے درختوں کے پتے زمین تک پہنچے تھے۔ وہ ہوائیں اُڑ کر مختلف اطراف میں پھیل گئے تھے پھر ان سے مختلف خوشبوؤں کے درخت پیدا ہوئے تھے۔ اور چونکہ سب سے پہلے آہو نے ان پتوں کو چمکا تھا۔ اس لیے خوشبو اُس کے رگ و پے میں سما گئی تھی اور اسی وجہ سے اس کے نادر میں مشک پیدا ہو گئی حضرت آدمؑ چونکہ ہندوستان میں اُترے تھے۔ اسی لیے اُن کے جسم سے جنت کے درختوں کے پتے چھوٹ کر زیادہ تر وہیں گرے اور وہاں خوشبو کے درختوں کی فراوانی ہو گئی (عجائب القصص ۳۳ و قصص الانبیاء جزا ۲ ص ۶۲) ایک روایت میں ہے کہ مُشک نیز عنبر جو ایک بحری جانور سے پیدا ہوتا ہے جو پہلے خشکی میں رہتا تھا۔ زیادہ تر چین، سور اور تبت میں پایا جاتا ہے۔

شیطان کی سعی کہ آدمؑ زمین پر پہنچتے ہی ہڑپ کر لیے جائیں | حضرت آدمؑ اور حواؑ کی

آسمان سے روانگی سے قبل شیطان زمین پر پہنچ چکا تھا اور اُسے تو یہ معلوم ہی تھا کہ آدمؑ بہت جلد زمین پر پہنچا دیے جائیں گے، لہذا اس نے ان مخلوقات کو جو زمین پر شیر جیتے اور اسی قسم کے خوراک بستے تھے، اُجھا ا۔ ا۔ کہا کچھ جانور آسمان سے زمین پر آنے والے ہیں۔ تم تیار رہو۔ جب وہ پہنچیں گے تو ہم تم کو اطلاع دے دیں گے تم ان کو کھا کر بڑی لذت محسوس کرو گے، شیطان کے تیار کرنے سے یہ آمادہ بیٹھے ہی تھے کہ شیطان نے آدمؑ و حواؑ کے پہنچنے کی اطلاع حاصل کر لی اور یہ بھی معلوم کر لیا کہ جبریلؑ واپس چلے گئے ہیں تو اگر خوراکوں سے کہا کہ بس چل پڑو چنانچہ بڑے بڑے

خوشخوار جانور شیطان کے ہمراہ منزل آدم کی طرہ روا نہ ہو گئے۔ رسول کریمؐ قہقہے میں کہ شیطان اُن کو تیزی سے لیے جا رہا تھا اور راستے میں اُنھیں اُبھارنے اور اُن کی دوڑ کو تیز کرنے کے لیے شولہ مچا رہا تھا۔ اسی دورانِ دوا دوش میں اُس کے منہ سے کچھ کف کے قسم سے برآمد ہو کر زمین پر گرنا۔ فخلق اللہ عز وجل من ذلک البزاق کلین الخ تو خداوند عالم نے اُس سے دو نکتے پیدا کر دیئے۔ ایک نر اور ایک مادہ، ایک آدمؑ کی حفاظت کے لیے اور ایک حوا کی حفاظت کے لیے پھر یہ دونوں دوڑ کر آدمؑ و حوا کے پاس شیطان وغیرہ سے قبل پہنچ گئے اور ان دونوں نے آدمؑ و حوا کو ان خوشخواروں کے دسترس سے بچا لیا۔ یہی وجہ ہے کہ نکتے اور پھاڑ کھانے والے جانوروں میں اب تک عداوت ہے۔ (النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین علامہ نعمت اللہ البحرانی ص ۵۹ طبع نجف اشرف ۱۳۸۰) حج و حیات القلوب جلد ۱ ص ۲۳) امام اہل سنت علامہ اخوند درویشؒ لکھتے ہیں کہ جب خوشخوار جانور وہاں پہنچے اور حضرت آدمؑ پر حملہ آور ہوئے تو وہ چونکہ سات مسرت ہاتھی کی قوت رکھتے تھے۔ لہذا اُنھوں نے درخت، لکڑی، پتھر غرض کہ جو کچھ ملا اس سے اپنا دفاع کیا اور دزدوں کو اپنے قریب پھینکنے نہ دیا۔ لیکن ان کے لیے اپنی جان بچانے کی سخت دشواری تھی۔ وہ کسی دقت بھی محفوظ نہ تھے۔ کیونکہ وہ رات ہو یا دن برابر حملے کر رہے تھے۔ بالآخر ان سب نے مل کر نکتے سے امداد چاہی، مگر وہ ان کے بھڑے میں نہ آیا اور بدستور اُن کی امداد کرتا رہا اور ان کو بچاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ٹھک کر واپس چلے گئے اور شیطان اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔ (ارشاد الطالبین ص ۲۴۶ طبع لاہور ۱۳۱۷ھ)

حضرت آدمؑ جبریلؑ کے چلے جانے کے بعد سے محو گریہ تھے ہی کہ شیطان کی لائی ہوئی یہ ایسی مصیبت آگئی کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ خدا خدا کر کے ابھی جان بچی تھی کہ سورج ڈوب گیا اور رات آگئی، حضرت آدمؑ نے رات کبھی دیکھی نہ تھی۔ اس لیے گھبرا اٹھے، میرے پالنے والے یہ کیا چیز ہے۔ جس نے آنکھوں سے دنیا کو اوجھل کر دیا ہے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ اب جواب دے تو کون دے۔ نہ کوئی مونس ہے نہ ہمد ہے نہ دساز ہے آخر کار حسبِ معمول رونے میں مشغول ہو گئے۔

دنیاۓ ارضی میں آدمؑ کی پہلی صبح اور نمازِ صبح کے وجوب کی بنیاد | حضرت آدمؑ محو گریہ تھے ہی

کہ رات آگئی، چونکہ اُنھوں نے رات کبھی دیکھی نہ تھی۔ اس لیے سخت حیران و پریشان ہوئے اور ساری رات جاگتے رہے۔ علامہ عبد الواعظ حنفی لکھتے ہیں کہ آدمؑ کی اس شب بیداری کی وجہ سے ان کی اولاد پر ”شب بیداری و نوحہ کردن سنتی است“ شب بیداری کرنا اور نوحہ و زاری میں اپنے کو

رکھنا سنت قرار دیا گیا ہے۔ (عجائب القصاص ص ۳۲) علامہ مجلسی کہتے ہیں کہ آدمؑ میں شبانہ روز مسلسل شب بیداری کرتے رہے تھے۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۲۷) میرے نزدیک غزاداری کے سلسلہ میں شب بیداری کا استحسان و استحباب ثابت ہوتا ہے۔

الغرض حضرت آدمؑ رات بھر روتے رہے اور اشکوں سے مُنہ دھونے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی صبح ہونے کے ساتھ ہی جبریلؑ کا نزول ہوا، انھوں نے حضرت آدمؑ سے فرمایا کہ دو رکعت نماز ادا کرو۔ ایک رکعت رات کے گزر جانے کی خوشی میں دوسری رکعت صبح آنے کے شکرانہ میں چنانچہ آدمؑ نے دو رکعت نماز ادا کی یہی وجہ ہے کہ ان کی اولاد پر نماز صبح دو رکعت واجب کی گئی ہے۔ حضرت آدمؑ نے نماز صبح کی بنیاد ڈالی اور حضرت ابراہیمؑ نے نماز ظہر کی اساس قائم کی، ذرا بخیر اور تفاسیر میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حکم خدا سے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹایا اور ان کے گلے پر چھری رکھی ائمہ اس وقت جس وقت آپ نے اپنی آنکھ کی پٹی کھولی اور اپنے بیٹے کو سالم دیکھا وہ وقت ظہر کا تھا۔ آفتاب کو زوال ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ نے (۱) تعمیل حکم کی توفیق کے شکرانہ میں (۲) خدا کی طرف سے تعمیل حکم کی تصدیق کے شکرانہ میں (۳) تصدیق کے سلسلہ میں جو آواز آسمان سے آئی تھی۔ اس کے شکرانہ میں ۱۷ فدیہ آجانے کے شکرانہ میں چار رکعت نماز ادا کی۔

حضرت یونسؑ جب شکم ماہی میں پہنچے اور اُن کو لیے ہوئے مچھلی پانی میں چکر لگانے لگی، تو انھوں نے ”لا الہ الا انت سبحانک اِنّی کنت من الظالمین“ کا ورد شروع کیا، خدا نے شکم ماہی کو شیشے کی طرح شفاف کر دیا اور وہ عجائبات بحر اور جانور ان آبی کو دیکھنے لگے۔ پھر جب حکم خدا سے وہ پانی سے باہر آئے تو وہ وقت عصر کا تھا۔ انھوں نے (۱) تاریکی بادل (۲) تاریکی لغزش (۳) تاریکی آب (۴) تاریکی شکم سے نجات پانے کے شکرانہ میں چار رکعت نماز ادا کی۔

حضرت عیسیٰؑ جب بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو لوگوں نے پہلے تو ماں پر الزام و اتہام لگایا پھر کچھ عرصہ کے بعد انھیں ابن اللہ کہنے لگے، پھر ان کو خدا کا درجہ دینے لگے جس وقت جناب عیسیٰؑ و عیسیٰؑ کو ستایا گیا تھا وہ وقت مغرب کا تھا حضرت عیسیٰؑ نے (۱) دفع الزام ربوبیت کے لیے (۲) اپنی ماں کی طرف سے شکرانہ ولادت کے لیے (۳) اقرار وحدانیت اور اثبات توحید کے لیے تین رکعت نماز ادا کی۔

حضرت موسیٰؑ اپنے خسر جناب شعیبؑ کی وفات کے بعد جب عازم وطن ہوئے تو راستہ میں رات آگئی۔ اس رات کو باد و باران بھی تھا اور عذریق کی چمک بھی تھی۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ چار غنوں میں مبتلا تھے (۱) غم عیال (۲) غم فرزند (۳) غم برادر (۴) غم دشمن، آواز آئی اے موسیٰؑ گھبراؤ۔

نہیں اور کسی قسم کا غم نہ کرو۔ میں موجود ہوں، میں تمہیں ہر غم سے نجات دلاؤں گا اور تمہاری ہر مشکل میں مشکل کشائی کروں گا۔ موسیٰ کو تسلی ہوگئی اور اس وقت چار رکعت نماز ادا کی، وہ وقت نماز عشا کا تھا (عجائب القصاص ص ۳۵) میں کہتا ہوں کہ اگرچہ ارباب عصمت کے ارشادات میں یہ واقعات اور یہ توجہیں نظر سے نہیں گزریں لیکن امکان ہے کہ یہ صحیح ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ عہد آدم میں دو رکعت عہد ابراہیم میں چار رکعت، عہد یونس میں چار رکعت، عہد عیسیٰ میں تین رکعت اور عہد موسیٰ میں چار رکعت نماز واجب رہی ہو اور عہد رسول اکرم میں ان سب کو جمع کر دیا گیا ہو میرے خیال میں اگر یہ بات صحیح ہو تو عہد حاضر میں ہر نماز پڑھنے والے کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ جملہ انبیاء اور ان کی امتوں کی خدائی یادگار قائم کر کے بارگاہِ احیاء میں شرف و برہم رہا ہے۔

وضو کے اعضا کا اختصاص علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ایام حسن علیہ السلام سے ایک شخص نے سوال کیا کہ وضو کا تعلق چار اعضا سے

سے مخصوص کیوں قرار دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم کے گندم کھانے کا تعلق منہ ہاتھ اور پاؤں سے ہے، جب گندم کھا چکے اور کپڑے بدن سے اتر گئے تو سر پر داہنا ہاتھ رکھ کر بیٹھے تھے۔ اس لیے انھیں اعضا کو قیامت تک کے لیے ان کی اولاد پر وضو کے لیے استعمال کو واجب قرار دے دیا گیا ہے۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۳۸)

ایام بیض کے روزے کثیر روایات و تواتر میں ہے کہ حضرت آدم جب جنت سے زمین پر بھیجے گئے، تو ان کے جسم سے ناخن جیسی سفیدی سلب کر لی گئی

اور ان کا جسم سیاہ کر دیا گیا حضرت آدم نے زمین پر پہنچنے کے بعد جناب جبریلؑ سے اس کا علاج پوچھا تو کہا گیا کہ روزہ رکھو، انھوں نے روزہ رکھا تو اپنے جسم سے سیاہی زائل ہوگئی۔ پھر کہا گیا کہ پھر ایک دن روزہ رکھو، انھوں نے رکھا تو اپنے جسم صاف ہو گیا حکم ہوا کہ ایک دن اور روزہ رکھو انھوں نے رکھا تو سارا جسم گورا ہو گیا۔ لہذا ان ایام کو ”ایام بیض“ کہا گیا اور آدم پر ان ایام کے روزے واجب قرار دیئے گئے اور انھیں بتایا گیا کہ ان ایام میں تمہاری اولاد سے جو روزے رکھے گا۔ گویا اُس نے زمانہ بھر کا روزہ رکھ لیا۔ علامہ جزائری بحوالہ رسول کریمؐ لکھتے ہیں کہ ان ایام کا جب حساب کیا گیا تو یہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو پڑے اس لیے ضرورت ہے کہ ہر مومن ہر مہینے کی مذکورہ تاریخوں میں روزہ رکھا کرے (النور المبین ص ۵۸) (فصل جویری حالات آدم)

حضرت آدم اور کسبِ معاش کے اصول اور طریقے حضرت آدم کے دنیا سے

کی آب و ہوا، فضا اور مادی تاثرات سے ان کو متاثر نہ ہونا لایا ہی تھا۔ چنانچہ وہ تو بطور خود روزے

میں مشغول و مصروف رہے اور تین سو سال تک مسلسل روتے رہے۔ لیکن اسی کے دوران میں مادی تاثرات رونما ہو گئے۔ اب انھیں کھانا پینا اور دیگر اسباب معیشت کی احتیاج محسوس ہوئی چالیس شبانہ روز بھوکے رہے پھر ان کے جسم میں کھجلی اور پیٹ میں بھوک محسوس ہوئی جسے وہ سمجھ نہ سکے ہیں کیا؟ اتنے میں جبریل آ پہنچے۔ پوچھا، کہو آدم کیسی گزری، کہا جیسی گزری وہ تو گزری، اب یہ جہاؤ کہ جسم کے ظاہر و باطن میں جو ایک بے چینی پائی جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسم کے اندر اور باہر قوت دوڑ رہے ہیں۔ یہ کیا ہیں؟ حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ جسم کے اندر جو کیفیت محسوس ہو رہی ہے وہ بھوک ہے اور جسم کے باہر جو کچھ معلوم ہو رہا ہے اسے کھجلی کہتے ہیں پوچھا پھر اس کا علاج کیا ہے جبریلؑ نے کہا کہ میں واپس جاتا ہوں اور ابھی لوٹ کر بتاتا ہوں جبریلؑ واپس آئے اور بروایت امام ثعلبی، دو بیل، لوہا اور کچھ آلات اور آگ آدم کے حوالہ کئے آگ جب آدم کے ہاتھ پر رکھی گئی تو اس نے ہاتھ کو اذیت دی۔ آدم نے جبریلؑ سے شکایت کی۔ جبریلؑ نے آگ کو ہدایت کی اور اطاعت کے لیے کہا اس نے کہا کہ میں ان کی اطاعت نہ کروں گی اور جو حکم جہنم سے لائی گئی ہوں اور جہنم ان کی اولاد کے گناہگاروں کے لیے بنایا گیا ہے۔ اس لیے مجھے جو چھوئے گا میں جلاؤں گی جناب جبریلؑ نے اسے لوہے اور پتھر میں سمو کر قید کر دیا یہی وجہ ہے کہ جب پتھر سے پتھر ٹکراتا ہے اور لوہے سے لوہا رگڑکھاتا ہے تو آگ نکلتی ہے۔ پھر گندم کے تین دانے لائے اور دو آدم کے لیے ایک خوات کے واسطے یہی وجہ ہے کہ میراث میں مرد کا دوہرا اور عورت کا اکرا حصہ ہے۔

اس کے بعد آدم کے ہاتھوں میں تیار کر دیا۔ آدم نے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے اور ہمارے کس کام آئے گا۔ جبریلؑ نے کہا کہ اسی سے تمھاری بھوک کا علاج ہوگا۔ بل بنونے کے بعد جتنا سکھایا پھر لوٹنا بتایا پھر اسے صاف کرنے کی تعلیم دی۔ پھر دو پتھروں کے ذریعہ سے پسینا بتایا۔ پھر آگ کو جتنا بتایا اس کے بعد نور کی ترکیب بتائی، پھر روٹی پکانا سکھایا، پھر کھانا بتایا۔ جب انھوں نے روٹی کھائی تو معدے میں ایک کیفیت پیدا ہوئی، جسے سمجھ نہ سکے کہ یہ کیا ہے جبریلؑ سے پوچھا انھوں نے کہا اسے پیاس کہتے ہیں۔ پوچھا اسے کیونکر دور کیا جائے۔ جبریلؑ نے ایک کدال لا کر دیا کہ اس سے زمین کھودو۔ جب کھودا تو پانی نکلا کہا اسے پی لو، جب پیو تو تسکین ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد غذائے پیٹ میں پہچان پیدا کیا اور تحلیل کے بعد فضلہ کے اخراج کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جبریلؑ نے ایک ملک کے ذریعے سے اخراج کا راستہ دکھایا۔ جب ناک میں بو لگتی تو رو پڑے اور ستر سال تک روتے رہے۔ انھیں خیال آ گیا کہ اگر ترکِ اولیٰ نہ کرتے تو جنت سے نکالے نہ جاتے، اور ان مصائب میں مبتلا نہ ہوتے۔ ایک روایت میں ہے کہ خداوندِ عالم نے آدم کے ہمراہ تیس قسم کے پھل ارسال فرمائے تھے۔ جن میں سیب۔ انار۔ انگور۔ اخروٹ۔ بادام۔ عنب۔

بھجور شہتوت تین اور امرود کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ کے ہمراہ کچھ دوائیں بھی ارسال کی گئی تھیں۔ جیسے زیتون اور بلبلہ تاریخ طبری جلد ۲۲ میں ہے کہ بلبلہ، بلبلہ اور آملہ ان پھلوں کے نام ہیں، جن کے درخت آدمؑ کے آنسوؤں سے پیدا ہوئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سونا بھی جنت سے بھیجا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ کسی حال میں بھی پُرانا نہیں ہوتا۔ علامہ عبد الواحد حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے جو گندم بوئے تھے اس میں سے ان کے حصّہ سے گندم ہی اور حوا کے حصّہ سے جو اگا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آدمؑ نے روٹی تیار کر کے جدہ میں حضرت حوا کو بھیجی تھی یہی وجہ ہے کہ عورت کے نان و نفقہ کی ذمہ داری مرد کے سپرد ہوئی ہے (عرائس تجلی ۲۲ و عجائب القصاص ۳۷) کھانے کی مشکل حل ہونے کے بعد انھیں پہننے کی ضرورت کو پوری کرنا پڑی۔ لہذا خدا نے دو اذنٹ، دو بکری۔ دو بھینس اور دو گائے زر و مادہ بھیج دیے۔ جن کے بالوں سے اُن کے کپڑے بنے اور ان لوگوں نے ان سے جبہ اور پیر بن تیار کیا۔ (عجائب القصاص ۳۶-۳۷)

توبہ اور کلمات توبہ | حضرت آدمؑ اور حوا نے تین سو سال رونے اور زاری کرنے کے بعد رحمت خداوندی کی توبہ کا استحقاق حاصل کر لیا۔ وہ مدت تک آنسوؤں کی لڑی اور ابر برداشت کی جھڑی میں توبہ و استغفار کرتے رہے۔ بالآخر دریا نے رحمت جوش میں اور آب مغفرت غروش میں آیا، ذات باری نے ترس کھایا اور رحمت الہی نے رحم کیا۔ الہام ہوا، اے آدمؑ! اب لوگوں کے واسطے دجائے مغفرت کرو، جن کے نام ساق عرش پر لکھے ہوئے ہیں۔ اور جن کے اشباح تمھیں دکھائے جا چکے ہیں اور جن کے اوار تمھارے صلب میں ودیعت ہیں۔ اور وہ نام یہ ہیں محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ "حضرت آدمؑ نے فوراً ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اللہم بحاجہ محمد و علی فاطمۃ و الحسن و الحسین اقم خدایا حاجے محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین کا واسطہ مجھے بخش دے اور میری کھوئی ہوئی عزت مجھے پھر عطا کرے فقال اللہ عز وجل قبلت" ارشاد خداوندی ہوا، اے آدمؑ میں نے تمھیں بخش دیا اور تمھاری توبہ قبول کر لی اور تم کو پھر تمام کرامتوں سے بہرہ ور کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آدمؑ نے "بجی محمدؐ و آل محمدؐ" کہا تھا (حاشیہ تفسیر بیضاوی ۲ اصول کافی، حیات القلوب جلد ۲۱ مناقب المودۃ ۲۳، تفسیر مجمع البیان جلد ۲ و تفسیر صافی و روضۃ الشہداء کتاب خصائص و جی مبین بحی بن حسن بن بطریق ۶۹) علامہ دہلوی اور علامہ سیوطی اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ کلمات جو خدا نے آدمؑ کو تعلیم دیے تھے اور جن کی برکت سے آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی تھی وہ یہ تھے۔ "اللہم اسئلك بحق محمد و آل محمد سبحانک لا الہ الا انت عملت سوء و ظلمت

نفسی فاغفر لی انک انت الغفور الرحیم اللہم انی اسئلك بحق محمد و آل محمد سبحانک
 لا الہ الا انت عملت سوء و ظلمت نفسی تب علی انک انت التواب الرحیم
 (ترجمہ) خدایا میں محمد و آل محمد کے واسطے سے سوال کرتا ہوں میرے پاپوں کے لیے تیرے سوا
 کوئی معبود نہیں خدایا مجھ سے غلطی ہو گئی ہے اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ خدایا مجھے
 بخش دے، اور تو بہترین بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ خدایا میں محمد و آل محمد کے واسطے
 سے سوال کرتا ہوں۔ بیشک تو پاک و پاکیزہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ خدایا مجھ سے
 غلطی ہو گئی ہے اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کر لیا ہے۔ خدایا! میری توبہ قبول کر لے اور
 تو تو بہترین توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (فردوس الاخبار و در منشور
 جلد ۱ ص ۱۶ طبع مصر و لوامع التنزیل جلد ۱ ص ۲۱۵، جمع الجوامع سیوطی، معجم صغیر طبرانی،
 مسند ابن عساکر، مستدرک حاکم، مناقب ابن مغازلی، خصائص علویہ)
 عجائب نقص کے ۲۸ میں ہے کہ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ سے سوال کیا تھا۔ دلائل النبوت بیہقی میں ہے کہ حضرت
 عمرؓ کا یہ ارشاد ہے کہ حضرت آدمؑ نے محمدؐ و آل محمدؑ کے واسطے سے سوال کیا تھا، اور
 اسی کے صدقہ میں ان کی توبہ قبول ہوئی تھی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ کلمات جو خدا نے آدمؑ کو بتائے تھے اور جس کے ذریعہ سے
 توبہ قبول ہوئی تھی وہ یہ تھے۔ لا الہ الا انت سبحانک و محمدک رب عملت سوء و
 ظلمت نفسی فاغفر لی فانت خیر الغافرین لا الہ الا انت سبحانک و محمدک
 رب عملت سوء ظلمت نفسی فتب علی انک انت التواب الرحیم، ربنا ظلمنا انفسنا
 وان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین (وفی روایۃ) سبحان اللہ والحمد
 للہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر (دروستہ الصفا)

ان روایتوں میں اگرچہ محمدؐ و آل محمدؑ کا ذکر نہیں ہے لیکن یہ یقین ہے کہ یہ جملہ روایت
 کا لازمی جز ہے۔ کیونکہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ محمدؐ و آل محمدؑ کے واسطے سے بغیر
 کوئی دعا قبول نہیں کی جاتی۔

یہاں پر یہ بات قابل ملاحظہ ہے کہ لفظ ”کلمات“ کے دو پہلو ہیں ایک ظاہری دوسرا باطنی
 ظاہری یہ ہے کہ اس میں پانچ حرف ہیں کہ۔ ل۔ م۔ ن۔ ت۔ ان میں چار حرف مذکر ہیں و ایک
 مونث اور پانچ تین پاک میں بھی چار مذکر ہیں اور ایک مونث ”اور باطنی پہلو یہ ہے کہ بقاعدہ ابجد
 کہ کے ۲۰۔ ل کے ۳۰۔ م کے ۴۰۔ کا ۱۔ ت کے ۲۰۰۔ اعداد ہوتے ہیں۔ جب ان

کے علم الحروف کے قاعدہ سے ”جمل صغیر“ بنائے جاتے ہیں یعنی نقطوں کے بغیر اعداد شمار کیے جاتے ہیں تو ۴۱ سوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ روایات میں بظاہر صرف پچھتن پاک کے اسماء گرامی توبہ آدمؑ کے سلسلے میں آئے ہیں۔ لیکن ان سے مراد چہارہ معصوم علیہم السلام ہیں کیونکہ یوم الست اور روز انزل ان سب کی اطاعت کا اقرار کیا گیا تھا اور آدمؑ کو ان سب کے اشیاء دکھائے گئے تھے اور سیاق عرش پر ان سب کے اسماء رکھے گئے تھے۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۵) اور لوح قلم مثل لوح محفوظ میں ان سب کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ان کے یہی نام رکھے گئے ہیں۔ (اعلام الوری علامہ طبرسی ص ۲۲۵)

حضرت آدمؑ اور بنیاد خانہ کعبہ

خداوند عالم کے بتائے ہوئے کلمات کے واسطے سے حضرت آدمؑ کی توبہ تو قبول ہو چکی اور اس عظیم شرف پر انتہائی مسرور بھی ہوئے اور ہوتا بھی چاہیے تھا۔ یہاں تک کہ مدتوں مسرت کے آنسو بھی بہاتے رہے لیکن اس کے باوجود ان کے دل سے ناراضی باری، فراق جنت اور جدائی جناب نوحؑ کے غم کے بادل نہ چھٹنے اور وہ بدستور رنجیدہ رہے۔ تو خداوند عالم نے آدمؑ سے فرمایا کہ اے آدمؑ ہم نے تم کو پیدا کیا۔ ہم نے تم کو فرشتوں کے مقابلہ میں سرفراز کیا۔ ہم نے تم کو جنت میں رکھا اور اب تمہارے ترکِ اہل کو بھی معاف کر دیا، اور تمہاری توبہ بھی قبول کر لی، آخر اب کیوں رنجیدہ ہو۔ عرض کی مالک اپنے کئے کا جو بدلا پا چکا ہوں اور رنج و غم برداشت کر چکا ہوں۔ اس کی تلخی اور اس کے اثرات دل سے نہیں جاتے ارشاد ہوا کہ مکہ جا کر کعبہ کا طواف کرو، دل مطمئن ہو جائے گا اور رُوح سکون پا جائے گی۔ پھر جبریلؑ کو حکم دیا کہ آدمؑ کو مکہ لے جا کر انھیں میرے گھر کا طواف کراؤ۔ حضرت آدمؑ، حضرت جبریلؑ کے ہمراہ مکہ معظمہ پہنچے اور اس گھر کا طواف کیا جو خیمہ کی صورت میں مقام بیت پر نصب تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ کو جبریلؑ پا پایہ لے گئے۔ جہاں جہاں ان کے قدم پڑتے تھے۔ سبز اہلہا نے لگتا تھا اور ریت کا میدان گلزار بنتا جاتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے مقام بیت پر ایک یا قوتِ سرخ کا ایسا گھر بنا دیا تھا جس میں نور کی قندیلیں آویزاں تھیں اور اس کے دو دروازے تھے ایک شرقی اور ایک غربی اس کے اوپر ایک خیمہ زبرجد سبز کا نصب تھا جس کی طنائیں سونے کی تھیں۔

الغرض حضرت آدمؑ جناب جبریلؑ کے ہمراہ مکہ پہنچ کر مشغول طواف ہوئے بطواف سے فراغت کرتے ہی ان کے دل کو قدرے سکون حاصل ہو گیا، اس کے بعد جناب جبریلؑ نے انھیں کوہ صفا پر پہنچا دیا، کوہ صفا پر پہنچنے کے بعد حضرت آدمؑ میں ملاقاتِ نوحؑ کا اشتیاق شدت پکڑ گیا۔ اور

وہ ان کی ملاقات کے لیے بے انتہا پریشان ہوئے۔ بالآخر کوہ صفا سے اترے اور ایک جانب کو چل پڑے جس طرح حضرت آدمؑ لیے چلے تھے جناب تو ابھی لیے چلے تھے اور جس طرح حضرت آدمؑ کوہ صفا سے اتر کر تلاش تو میں ایک طرف کو چل پڑے تھے۔ اسی طرح جناب تو ابھی کوہ مروہ سے اتر کر ایک جانب کو روانہ ہو گئی تھیں، نہ آدمؑ کو معلوم تھا کہ کہہ رہا ہے میں نہ تو کو خبر تھی کہ کس طرف جا رہی ہیں۔ اتفاقاً دونوں چلتے چلتے مقام عرفات پر پہنچے اور دونوں میں ملاقات ہو گئی اور دونوں نے ایک دوسرے کو جبریلؑ کے ذریعے سے پہچانا۔ کیونکہ امتداد زمانہ، صدمہ، اور فضا ارضی کی وجہ سے دونوں کے چہرے متغیر ہو گئے تھے اور پہچانتے کا امکان نہ رہا تھا۔ غرضیکہ پہچانا اور بہت روئے مقام تعارف کو ”عرفات“ اور یوم ملاقات و تعارف کو ”یوم عرفہ“ کہا گیا۔ اس کے بعد حضرت جبریلؑ نے ان دونوں کو لاکر اسی خیمہ میں رکھا جو فرشتوں کے ذریعہ سے مقام بیت پر نصب کیا گیا تھا۔ پھر چند دنوں کے بعد حضرت جبریلؑ نے بروایت علامہ مجلسی ان دونوں کو صفا اور مروا پر پہنچا دیا۔ پھر اس خیمہ کو جو مقام بیت پر نصب تھا، حکم خدا آسمان پر اٹھا لیا گیا اور اسی مقام پر کوہ صفا، کوہ مروہ کوہ طور سینا اور کوہ سلام یعنی نجف اشرف سے پتھر منگو کر خانہ کعبہ کی تعمیر کر دی گئی اور کوہ ابوقیس سے وہ پتھر لاکر نصب کر دیا گیا جو اس مقام پر محفوظ تھا، اور جسے حضرت آدمؑ اپنے ہمراہ جنت سے لائے تھے جس کا نام ہے حجر اسود۔

قصص الانبیاء جزائری کے ص ۵۹ میں ہے کہ حجر اسود کو حضرت آدمؑ اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے تھے اور جب وہ تھک جاتے تھے تو جبریلؑ اٹھالیتے تھے۔ اس کے بعد حضرت جبریلؑ نے حضرت آدمؑ کو مناسک حج بتائے اور حج کرنے کا طریقہ سمجھایا، حضرت آدمؑ حج کرنے کے لیے آگے بڑھے، تو شیطان آڑے آیا اور بہکانے کی سعی کرنے لگا حضرت جبریلؑ نے آدمؑ سے فرمایا کہ اسے پتھر مارو، آدمؑ نے پتھر مارے جب سات پتھر لگے تو وہ بھاگا۔ دوسرے مقام پر پتھر سامنے آگیا اور پتھر پتھر مارے پتھر تیسرے مقام پر راستہ روکنے کے لیے آیا، آپ نے پتھر مارے اور جب سات پتھر اس کے لگے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا یہی وجہ ہے کہ حج میں رمی جمرات کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد طواف النساء واجب قرار دیا گیا ہے، جو طواف النساء نہ کرے۔ اس کی عورت اس پر حج کے بعد حلال نہیں ہوتی۔ ایک روایت میں ہے کہ حج کے سلسلہ میں جب آدمؑ مقام منیٰ پر پہنچے تو جبریلؑ نے کہا کہ مغفرت کی تمنا کرو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور دُعا کی یہی وجہ ہے کہ اس غیر متوسوم جگہ کا نام منیٰ رکھ دیا گیا۔

حج سے فراغت کے بعد حضرت آدمؑ نے بروایت طبری و روضۃ الصفا، بارگاہِ احدیت میں عرض

کی کہ ”مالک مجھے سزا ندیپ جانے کی اجازت دیے۔ کیونکہ مکہ میں گرمی بہت زیادہ ہے۔ خداوندِ عالم نے اجازت دی اور حضرت آدمؑ و خواجہ حضرت جبریلؑ کی امداد سے سزا ندیپ واپس پہنچ گئے اور وہیں رہنے سمیٹنے لگے۔ بروایت آریلی، کبھی وہاں رہتے تھے اور کبھی مکہ آجا کر رہتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے ہندوستان سے چالیس حج پا پیادہ مکہ جا کر کیے تھے تفسیر طبری میں ہے کہ چالیس حج اور دو سو عمرے بجالائے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے اپنی عمر میں سات سو حج اور تین سو عمرے کیے تھے۔ (سفینۃ البحار جلد ۱۵) ایک روایت میں مجاہد نے کہا ہے کہ انھوں نے یہ حج پا پیادہ اس لیے کیے تھے کہ ان کے اٹھانے کے قابل کوئی جانور نہ تھا۔ کثیر روایات میں ہے کہ حضرت آدمؑ کا قد ساٹھ گز لمبا تھا اور اسی مناسبت سے چوڑا۔ طبری میں ہے کہ آدمؑ و خواجہ چالیس سال ہندوستان میں رہے۔ اسی کتاب میں بھی ہے کہ حضرت نوحؑ کے طوفان سے پہلے تک خانہ کعبہ بدستور بنا رہا۔ جب طوفان آنے کا زمانہ ہوا تو اسے آسمان پر اٹھا لیا گیا اور اس کی جگہ ایک پہاڑ کو اپنے حکم سے خدا نے قائم کر دیا۔ جب طوفان گزر گیا اور عہد حضرت ابراہیمؑ آیا تو خدا نے ابراہیمؑ کو تمام بیت کی طرف اشارہ کیا اور پہاڑ کو حکم دیا کہ وہ اپنی اصلی جگہ پر چلا جائے۔ وہ ہٹ گیا اور حضرت ابراہیمؑ نے اُس جگہ پر خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل طور پر کر دی۔ اس کے بعد مورخ طبری لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ خانہ کعبہ نہ یا قوتِ سرخ کا تختہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ بلکہ اسے حضرت آدمؑ نے پتھروں سے بنایا تھا اور اسی کی بنیاد پر حضرت ابراہیمؑ نے طوفانِ نوحؑ کے بعد تعمیر کیا تھا۔ ”میرے نزدیک یہی درست ہے۔“

تفسیر مدارک التنزیل میں عبد اللہ بن عمر اور مجاہد سے مروی ہے کہ خانہ کعبہ، زمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سطحِ آب پر اس کے پھین سے بنایا گیا تھا۔ پھر اسی کے نیچے سے زمین چھائی گئی تھی، تفسیر انوار التنزیل اور مواہب علیہ میں ہے کہ خانہ کعبہ کی عظمت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جس کی نگاہ اس پر پڑتی ہے، وہ اشکیار ہو جاتا ہے اور اُسے آج تک کوئی تباہ و برباد اور نیست و نابود نہیں کر سکا۔ نیز کوئی پرنہ اس پر سے نہیں گزر سکتا اور کوئی درندہ اُس کے حدود میں کسی کو گزند نہیں پہنچا سکتا، ہر شرب جمعہ دُنیا کے اولیاء وہاں جمع ہوتے ہیں۔ اس کی بنیاد عہدِ حضرت آدمؑ اور ایک روایت کی بنا پر اس سے بھی پہلے پڑی ہے۔ اور قیامت یا اُس کے بعد جب تک خدا چاہے گا قائم رہے گا۔

تاریخ طبری جلد ۲۳، روضۃ الصفا جلد ۱۵، تاریخ یعقوبی ۵، کشف الغمہ ۵
حیات القلوب جلد ۲۴، تفسیر انوار التنزیل عجائب القصص ۳۹، عرائس ثعلبی ۲۱
ناسخ التواریخ ۵۲ جلد ۱۔ تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر مواہب علیہ۔

وادئی نعمان میں عہدِ میثاق

ہم عہد و میثاق پر مکمل بحث کر چکے ہیں لیکن اس مقام پر کثیر تواریخ میں یہ چیز ملتی ہے کہ حضرت

آدمؑ ہندوستان سے حج کے لیے برابر جایا کرتے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ وہ مقامِ عرفات کے عقب میں وادئِ نعمان میں سوار ہوئے تھے تو ان کے صلب سے قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کو ذرات کی صورت میں نکالا گیا اور ان سے عہد و پیمان لیا گیا (تاریخ طبری جلد ۱۲) اس سے واضح ہو کہ نسلِ انسانی سے دُنیا میں آدمؑ کے آنے کے بعد بھی ایک بار وعدائیتِ خدا، نبوتِ محمد مصطفیٰ اور ولایتِ ائمہؑ کا اقرار لیا گیا تھا۔ جیسا کہ تفسیرِ عیاشی سے واضح ہے حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جس طرح آسمان پر میثاق لیا گیا تھا، زمین پر بھی لیا گیا ہے۔ (نور المبین ص ۳۷۶)

حضرتِ آدمؑ کو ساری زمین کا مالک بنا دیا گیا

مورخ طبری حضرت امیر المومنین علیؑ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جب کعبہ بنایا جا چکا تو جبریلؑ نے ایک آواز بلند کی: ”اے دُنیا کے لوگو! تم پر حج واجب کیا گیا ہے“ اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ پشیمانِ آدمؑ سے پیدا ہونے والے مسلمانوں نے صلبِ آدمؑ سے جبریلؑ کی آواز پر آواز دی: ”لیکھ اللہم بلیک لا شریک لک ان الحمد والنعمۃ لک، لیک لا شریک لک“ یہی وجہ ہے کہ ان جملوں کو حج کا اہم جز قرار دے دیا گیا ہے پھر خانہ کعبہ کے حج سے فراغت کے بعد حضرت آدمؑ کو ”سرانذیب“ پر واپس چلے آئے اور جنابِ توحید ان کے ہمراہ آئیں، حضرت آدمؑ تعمیرِ کعبہ سے قبل تعمیرِ خانہ سے ناواقف تھے۔ لہذا انھوں نے سرانذیب کے پہلے قیام میں ایک درخت کو اپنا محافظ قرار دے کر اس کے سائے میں سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ یہ فُرسی درخت ہے جس سے بعد میں حضرت موسیٰؑ کا عصا بنا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ درخت اس لکڑی سے اُگتا تھا جو حضرت آدمؑ اپنے مسواک کے طور پر جنت سے لائے تھے۔ یہاں پہنچ کر انھوں نے اپنے لیے ایک مکان بنایا۔ یہ دوسرا مکان ہے جو خانہ کعبہ کے بعد دُنیا میں بنایا گیا۔ اس کے بعد خداوندِ عالم نے زمین کی ملکیت اور اس کی حکومت حضرت آدمؑ کے سپرد فرمائی اور دُنیا کے تمام جانوروں کو ان کا مطیع اور منقاد بنادیا، ان کی حکومت زمین کے اوپر بھی تھی اور زمین کے اندر اور اس کے نیچے بھی تھی۔ غرضیکہ جو بھی مخلوق ہوا تھا وہ اُن کے تابع فرمان تھا۔ یہ جہاں اور جس طرح چاہتے تھے۔ زمین اور اس کے باشندوں کو استعمال کرتے تھے۔ (تاریخ طبری جلد ۱۲)

مورخ ہروی کا بیان ہے کہ حضرت آدمؑ سرانذیب پہنچنے کے بعد پہاڑ سے مختلف قسم کی چیزیں برآمد کرنے لگے اور پوری توجہ سے زراعت میں مشغول ہو گئے، حضرت جبریلؑ نے انھیں حکمِ خدا دیتے ہوئے

اور خدا کے احکام اس امر سے متعلق پہنچائے کہ تم بنی نوع انسانی کی کثرت کی طرف توجہ کرو، خدا تمہاری اولاد کو محسوسات و معقولات سے بہرہ ور کرے گا۔ چنانچہ حضرت آدم حضرت نوح سمیت پورے اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے اور خدا کی پوری اطاعت و عبادت کے ساتھ تولید کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ اقطار عالم ارضی میں ان کی اولاد پہنچ گئی اور دنیا آباد ہو گئی۔ (تاریخ روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۲)

علامہ مجلسی بحوالہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام لکھتے ہیں کہ حضرت جبریلؑ حضرت آدمؑ کے پاس برابر آیا کرتے تھے لیکن جب ان کے آنے میں زیادہ عرصہ گزر جاتا تو وہ بہت غمگین اور محزون ہوتے تھے۔ ایک دن انھوں نے جبریلؑ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ جب میرے غم تک پہنچنے میں تاخیر ہو اور تمہیں اس سے دکھ ہو اور غم غمگین ہو جاؤ تو اس وقت ”(لحول دلاقوة الی اللہ العلی العظیم)“ کا ورد کیا کرو۔ تم کو تسلی ہو جائیگا۔ اس کی (حیات القلوب جلد ۴ ص ۴۶) بعض روایات میں ہے کہ اگر اسے صبح کو بستر سے اٹھنے کے بعد کوئی اور کلام کیے بغیر سات مرتبہ پڑھ لیا جائیگا تو ستر بیماریوں و بلاؤں سے نجات لے سکتی ہے اور شیطان قریب نہیں آتا۔ (جامع الاخبار ص ۱) بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ اسے ہر نماز کے بعد سات بار پڑھنے سے ہر قسم کی بلا و بیماری سے نجات لے سکتی ہے۔

نئے سال کی بہترین کارآمد اور مقبول عام

اشاء عشری جنسری کلاں

جس میں عیسوی سال کی تاریخوں کے مطابق اسلامی سن ہجری اور سن بکری کی شکل تقویم۔ نوروز عالم افروز کا شکل خاکہ۔ تاریخائے سعد و نحس۔ قدر و عترت۔ ہفت روز تعطیلات کے علاوہ ہر سال نئے موضوعات پر مذہبی معاشی طبخی اور سائنسی عنوانات پر ملک کے مایہ ناز ایدہوں کی تخلیقات اور تحقیقات شامل اشاعت ہوتی ہیں تقویم نجومی و ہجری کے حالات۔ حضرت امام رضاؑ کی ہدایت کے مطابق ماہیہ معاملات و تعویذات جیسے موضوعات پر بھی بہترین معلومات سے مرصع ”اشاء عشری جنسری“ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر ہدیہ قارئین ہوتی ہے۔ اس کے مستقل قاری اس کے شہد ہیں کہ یہ سب سے بہتر کارآمد اور صحیح جنسری ہے۔ بہترین رنگین ٹائٹل آکسٹ پر دیدہ زیب طباعت و کتابت و عمدہ کاغذ سے مزین ضخامت میں زیادہ ہدیہ مناسب۔

پیشہ کا۔ امامیہ کتب خانہ مغل محل۔ اندرون موجی دروازہ۔ لاہور۔

باب ۵

حضرت آدمؑ و حواؑ کی زندگی کا نیا دور
وجہ تسمیہ، القاب، کنیت، قد و قامت

اور سلسلہ نسل کی بحث

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت آدمؑ اور حواؑ ساری زمین کی ملکیت حاصل کرنے کے بعد نہایت آرام اور چین کی زندگی بسر کرنے لگے۔ خود زراعت کرتے تھے اور حضرت حواؑ ان کے کپڑے بنتی تھیں تمام جانور مطیع تھے۔ ہر چیز پر تصرف حاصل تھا، سکون اور اطمینان تھا۔ انھیں بڑی مشکلیں اور سخت ترین تکالیف برداشت کرنے کے بعد اب اس لیے سکون حاصل ہوا تھا کہ مرد و ریاہم سے جنت سے نکلنے کا دکھ بھی کم ہو گیا تھا اور حیات ارضی میں فضا نے دنیا سے متاثر ہو کر یہاں کی زندگی کے عادی بھی ہو گئے تھے۔ اس طرح ان کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔ اب ہم اس دنیا سے متعلق ان کے حالات لکھتے ہیں۔

حضرت آدمؑ و حواؑ کے اسماء اور وجہ تسمیہ | حضرت آدمؑ کا نام ”آدم“ ہی تھا۔ یہ نام خدا نے خود رکھا تھا اور اسی نام

پر ولادت حواؑ کے بعد جو آدمؑ ہی کی طرح جوان پیدا کی گئی تھیں، نکاح بھی ہوا تھا۔ حواؑ کا نام بھی، حواؑ ہی ہے۔ یہ نام بھی خدا نے رکھا تھا۔ قرآن مجید میں ان دونوں کا تذکرہ انھیں ناموں سے مرقوم ہے۔ آدمؑ کو آدمؑ اور حواؑ کو حواؑ کیوں کہا گیا۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ آدمؑ چونکہ ”ادیم ارض“ یعنی روئے زمین کی خاک سے بنائے گئے تھے اس لیے ان کا نام ”آدم“ رکھا گیا اور حواؑ چونکہ حی (زندہ) کی بچی ہوئی تعمیری مٹی سے پیدا کی گئی تھیں جیسا کہ بجا والا نوار

باب التاویل اور عجائب القصاص میں ہے۔ اسی لیے انھیں خوا کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے۔ "قلیمة الرجال الى الارض وھمة النساء الى الرجال" مردوں کی توجہ کامرکز زمین ہے اور عورتوں کی توجہ کامرکز مرد ہوتا ہے۔ یعنی مرد کا تمام تر تعلق زمین سے ہے، اور عورت کا تعلق مرد سے ہے۔ مرد زمین کو چاہتا ہے اسے استعمال کرتا ہے۔ اُسے جوڑتا اور اس میں ہوتا ہے اس پر عمارتیں بناتا ہے۔ اس کی خرید و فروخت کرتا ہے مشہور ہے کہ وہ زن، نر، زمین کا دلدادہ ہوتا ہے اور عورت مرد کو چاہتی ہے۔ اس کی آغوش میں زندگی کو خوشگوار زندگی سمجھتی ہے، اُسی سے نان و نفقہ حاصل کرتی ہے۔ اس سے پوری محبت رکھتی ہے اور اپنے کو "لعبۃ الرجال" مرد کا کھلونا جانتی ہے اور ہوشیار اور ہوشمند عورت اپنے کو مرد کا تابع قرار سمجھتی ہے اور ہے بھی ایسا ہی۔ قرآن مجید میں ہے کہ شجرہ ممنوعہ سے کھانے کی آدمؑ و حواؑ دونوں کو ممانعت تھی۔ دونوں نے کھایا اور کھانے میں پہل بھی توانے کی اور کھلا یا بھی آدمؑ کو خواہی نے اس کے باوجود توبہ کے سلسلہ میں خواؑ کا کوئی ذکر نہیں بقاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ خواؑ تابع آدمؑ تھیں۔ اس لیے خواؑ کو توبہ آدمؑ میں شامل قرار دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی تابع ہونے کی وجہ سے طلاق کا اختیار عورت کو نہیں صرف مرد کو دیا گیا ہے۔

حضرت آدمؑ کے القاب

کثیر مورخین نے تحریر کیا ہے کہ حضرت آدمؑ کا لقب، خلیفۃ اللہ اور صفی اللہ تھا۔

آپ کی کنیت

آپ کی کنیت ابوالبشر اور ابو محمد تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کنیت میں حضرت آدمؑ کو تفرّد حاصل ہے۔ یہ کنیت کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ آدمؑ کو جنت میں اسی کنیت "ابو محمد" سے پکارا جاتا ہے۔ (معارج النبوت)

آپ کا قد و قامت

حضرت آدمؑ کا قد بروایت علامہ مجلسی ساٹھ ہاتھ یعنی ۳۰ گز اور جناب خواؑ کا ۳۵ ہاتھ ۱۷ گز کا تھا اور

بروایت طبری ساٹھ گز کا تھا۔ (حیات القلوب جلد ۲۷ و تاریخ طبری جلد ۲۳)

حضرت آدمؑ و خواؑ کے یہاں ولادت فرزند

لیکن مقاربت کی نوبت نہ آئی تھی۔ البتہ توبہ قبول ہونے کے بعد جب آدمؑ تو مقام عرفات میں ملے تھے اور ان کا قیام ایک خیمہ میں ہوا تھا تو بعض روایات کی بنا پر یہ دونوں ایک جا، ہوئے تھے۔ مگر ان کی مقاربت حدودِ حریم سے باہر ہوئی تھی اور یہ غسل سے فراغت کے بعد حدودِ حریم میں واپس

آئے تھے (حیات القلوب) لیکن عام روایات کی بنا پر جب یہ دونوں حج وغیرہ سے فراغت کے بعد مقام سرانڈیپ واپس آئے تھے تب یہ سلسلہ شروع ہوا تھا۔ الغرض جناب خوا کے حمل ظاہر ہوا۔ اور ان کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام ”قابیل“ رکھا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ شجرہ ممنوعہ سے آدمؑ نے جو گندم کھایا تھا اسی کے اجزاء مادیر سے اس کا لطفہ فرایا تھا، قابیل کے تھوڑے دنوں بعد ایک اور فرزند پیدا ہوا جس کا نام ”ہابیل“ رکھا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ قابیل کے پانچ سال بعد جناب ہابیل پیدا ہوئے تھے۔ غرض کہ دونوں فرزند پلنے اور بڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ جوان ہو گئے۔ ناسخ التواریخ میں ہے کہ آدمؑ کے یہاں ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی جس کا نام ”حناق“ تھا۔ عام قیاس کی بنا پر وہ لڑکی آدمؑ کے قدم کی کمی سے پہلے پیدا ہوئی تھی اور اس کی شادی ایک دیوی یعنی جتن سے ہوئی تھی۔

ہابیل میں قدرت نے کچھ ایسی صلاحیتیں دے دی تھیں جو قابیل میں نہ تھیں، یہ نیک مشرت لائق، فائق اور اطاعت والدین میں طاق تھے۔ حد درجہ متمتعی پرہیزگار اور عبادت گزار تھے۔ قابیل فطری طور پر ان چیزوں سے دور تھا۔ نہ اخلاق سمجھتا تھا نہ نیکی کو اہمیت دیتا تھا۔ نہ اطاعت والدین کو ضروری سمجھتا تھا۔ نہ انکار و پرہیزگاری کے قریب جاتا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت آدمؑ سو رہے تھے۔ سوتے میں بہر نہ ہو گئے، قابیل کی نظر پڑی، وہ بجائے اس کے کہ بڑھ کر پردہ پوشی کر دیتا، فوراً کھڑا ہوا، مستعار ہا۔ جب ہابیل کی نگاہ پڑی وہ فوراً دوڑ کر پہنچے اور مستور کر دیا۔

الغرض دونوں جوان ہو چکے تھے اب ان کے والدین کو ان دونوں کی شادی کی فکر ہوئی۔ جناب آدمؑ نے بارگاہِ احدیت میں اس

فرزندِ نبی حضرت آدمؑ قابیل و ہابیل کی شادیاں اور قتلِ ہابیل کا واقعہ

امر ازدواج کے بارے میں عرض کیا۔ خداوندِ عالم نے انسان کی صورت میں ایک جقیہ کو قابیل کے لیے بھیج دیا جس کا نام بروایت امام ثعلبی ”عمالہ“ تھا۔ اور بروایت علامہ عزائر ”جہاننہ“ تھا۔ حضرت آدمؑ نے قابیل کی شادی اس کے ساتھ کر دی، وہ دونوں میاں بیوی ایامِ حیات گزار رہے تھے کہ خداوندِ عالم نے ایک حور کو انسان کی صورت میں ہابیل کے لیے بھیج دیا جس کا نام ”نزلة“ تھا۔ حضرت آدمؑ نے ہابیل کی شادی اس کے ساتھ کر دی۔ (تاریخ یعقوبی ص ۱۷۱ لوامح التنزیل جلد ۶ ص ۳۲۹) قابیل نے اپنی بیوی کے جلیہ ہونے اور ہابیل کی بیوی کے حوریہ ہونے کو محسوس تو کیا لیکن اسے زیادہ اہمیت نہ دی۔ اسی دوران میں حضرت

آدمؑ نے ہابیل کی صلاحیتوں کی روشنی میں حکمِ خدا سے ہابیل کو اپنا جانشین بنانے کا اظہار کر دیا۔ قابیل کو جو نہی یہ ارادہ معلوم ہوا، بھڑک اٹھا اور آتشِ زیرِ پاہو کو رب آپ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے ایک تو یہ بے انصافی کی کہ مجھے عنف (عورت) دی اور ہابیل کو "عورہ" دیا، اور اب یہ بڑا ظلم مجھ پر کیا ہے کہ میرے بڑے ہونے کے باوجود مجھے نظر انداز کر دیا ہے اور اپنا خلیفہ ہابیل کو بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں اسے کسی حال میں تسلیم نہ کروں گا، پھر بولا اچھا یہ بتائیے کہ یہ کچھ آپ نے اپنی طرف سے کیا ہے۔ یا خدا کا حکم ہے۔ آدمؑ نے فرمایا کہ میری طرف سے اس چیز کے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ "ان الفضل بید اللہ یتوبہ من یشاء" میرا خلافت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، میرا اس میں کیا دخل ہے۔ (عرائسِ ثعلبیؒ)

علامہ جزائری لکھتے ہیں کہ "ثم ادحا اللہ الی آدم ان یضع میراث النبوت والعلم ویدفعہ الی ہابیل الخ"۔ پھر خداوندِ عالم نے حضرت آدمؑ کی طرف وحی کی کہ میراثِ نبوت اور علم کا بندوبست کرو اور یہ چیزیں ہابیل کے حوالہ کر دو۔ چنانچہ انھوں نے ہابیل کو جانشین بنا دیا، جب قابیل کو اس کی اطلاع ملی تو وہ آکر کہنے لگا کہ میں زیادہ سخی دار ہوں۔ آپ نے ہابیل کو جو مجھ سے چھوٹا ہے خلیفہ کیوں بنا دیا حضرت آدمؑ نے فرمایا اے فرزند میں اس امر خلافت پر مجبور ہوں۔ ان الامر بیللہ وان اللہ حصہ، بما فعلت" یہ امر خلافت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی نے ہابیل کو میرا خلیفہ بنا دیا ہے میں نے اس کی تعمیل کر دی ہے۔ اس سے زیادہ اس امر میں میرا کوئی دخل نہیں ہے (قصص الانبیاء جزائری ص ۶) قابیل نے کہا کہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ میں تو ایک نہ مانوں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ خود مجھ پر میرے چھوٹے بھائی کو ترجیح دیتے ہیں۔ آپ اسے بہت زیادہ چاہتے ہیں اور میری طرف آپ کی توجہ خود کم ہے، آپ نے جو کچھ کیا ہے خود کیا ہے حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ اگر تم کو غلط فہمی ہے اور تم میرے کہنے پر یقین نہیں کرتے تو پھر دونوں بھائی خدا کی بارگاہ میں قربانی پیش کرو جس کی قربانی منظور ہو جائے گی، پھر افضل قرار دیا جائے گا۔ قابیل نے قربانی پیش کرنے کی بات مان لی، اور ایک دن دونوں نے ایک پہاڑ پر اپنی قربانیاں رکھ دیں۔ قابیل زراعت کرتا تھا۔ اُس نے ردی قسم کا گندم لاکر پہاڑ پر رکھا۔ ہابیل نے دُنبے وغیرہ پالے ہوئے تھے انھوں نے بہترین قسم کا دُنبہ لاکر پہاڑ پر رکھا۔ اس زمانہ میں قربانی قبول ہونے کا طریقہ یہ تھا کہ آسمان سے ایک آگ کا شعلہ آتا تھا اور جس کی قربانی قبول کرنا ہوتی تھی اسے جلا کر خاکستر کر دیتا تھا اور جس کو قبول کرنا منظور نہ ہوتا تھا وہ جوں کی توں پڑی رہتی۔ غرضیکہ قربانی پہاڑ پر رکھی گئی اور شعلہ آیا اور اُس نے ہابیل کے دُنبہ کو کھالیا۔ طبری میں ہے کہ یہ قربانی قبول ہونے کا طریقہ عہدِ بنی اسرائیل تک باقی تھا، عرائسِ ثعلبی میں ہے کہ یہی

ذنبہ بعد میں فدیہ اسماعیلی بن کر آیا ہے۔

اس واقعہ سے حضرت آدمؑ مطمئن ہو گئے اور انھیں خیال ہوا کہ قابیل کو اب پورا اطمینان ہو گیا ہوگا۔ لہذا وہ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ عرائس قلبی میں ہے کہ حضرت آدمؑ جب حج کو جانے لگے تو انھوں نے آسمان سے کہا کہ احنظلی ولدی بالامانۃ میرے بیٹے ہابیل کی امانت کے طور پر حفاظت کرنا اس نے انکار کر دیا۔ پھر زمین سے کہا اس نے بھی انکار کر دیا۔ پھر پہاڑوں سے کہا انھوں نے بھی انکار کر دیا۔ پھر قابیل سے کہا تو اس نے اپنے مقصد کے تحت اقرار کر لیا اسی کی طرف آیہ ”انما عرضنا الامانۃ الخ“ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ غرضیکہ ان کے چلے جانے کے بعد شیطان قابیل کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہ تو بہت بڑا ہوا کہ ہابیل کی نذر قبول ہو گئی۔ اور تمھاری نذر قبول نہ ہوئی۔ اب تو یہ ہوگا کہ جب تمھارے اولاد پیدا ہوگی اور تمھاری نسل بڑھے گی۔ تو ہابیل کی اولاد تمھاری اولاد پر تغافر کرے گی اور کہے گی کہ ہم ہابیل کی نسل سے ہیں جن کی نذر قبول ہوئی تھی اور جو آدمؑ کے خلیفہ تھے اور تم اس کی نسل سے ہو جو ہر طرح محمود رہا تھا۔ قابیل نے کہا یہ تو بالکل درست ہے۔ لیکن اب ہم کیا کریں۔ شیطان نے کہا کہ اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ تم ہابیل کو قتل کر ڈالو جب وہ قتل ہو جائیں گے تو لا محالہ تم کو وہ اپنا خلیفہ اور جانشین بنائیں گے کیونکہ ان کے اور تو کوئی اولاد فی الحال ہے نہیں۔ قابیل نے کہا کہ یہ تو رائے آپ کی درست ہے۔ لیکن مجھے تو یہ نہیں معلوم کہ قتل کس طرح کیا جاتا ہے، شیطان نے کہا کہ میں ابھی بتائے دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ایک طائر کو پکڑا اور پکڑ کر اسے پتھر پر لٹا دیا اور اس کے سر کو ایک دوسرے پتھر سے کچل دیا۔

قتل کی ترکیب سیکھنے کے بعد قابیل جناب ہابیل کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ میں تمھیں قتل کرونگا۔ ہابیل نے پوچھا کہ میں نے تمھاری کیا خطا کی ہے جس کے عوض میں تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ تمھیں آدمؑ نے جانشین بنا دیا اور تمھاری ہی قربانی قبول ہوئی ہے۔ اس لیے میں تمھیں ضرور قتل کروں گا۔ ہابیل نے کہا کہ اس میں میری کیا خطا ہے۔ اس نے کہا تمھاری خطا ہو یا نہ ہو میں تم کو قتل کروں گا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کروں تو تمھاری نسل میری اولاد پر تغافر کرے گی۔ ہابیل نے جب یقین کر لیا کہ یہ اس جرم عظیم سے باز نہ آئے گا۔ تو کہنے لگے کہ بھائی۔ اگر تم مجھے قتل کرنا ہی چاہتے ہو تو کر ڈالو لیکن میں بتائے دیتا ہوں کہ میری طرف سے اس کے متعلق اقدام نہ ہوگا، اور میں تمھاری طرف قطعاً ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ اس کے بعد وہ اپنی جان بچانے کے لیے اپنے گھر سے نکل بھاگے اور جنگل جنگل مارے مارے پھرتے رہے اور قابیل ان کے تعاقب میں رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن قابیل نے بصرہ کے اُس مقام پر جس جگہ جامع مسجد نبی ہے ہابیل کو ایک پتھر پر سوتا ہوا پایا، وہ اُن کے

قریب گیا اور ایک بہت بڑا پتھر اٹھا کر اس غریب کے سر پر دے مارا۔ سر سے خون بہنے لگا اور جناب ہابیل نے ٹرپ ٹرپ کر دم دے دیا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں جس دن ہابیل قتل ہوئے۔ وہ آخری چار شنبہ تھا۔ (الحجراتی ص ۶۹)

جناب ہابیل کا قتل ہونا تھا کہ سارے عالم میں تغیرات پیدا ہو گئے، آسمان کا رنگ بدل گیا۔ سورج کو گھٹن لگا۔ سیاہ آندھی چلی۔ درختوں سے پھل گر گئے۔ زمین میں زلزلہ آیا، درختوں میں کانٹے نکل آئے۔

یہ حال دیکھ کر حضرت آدمؑ نے جناب جبریلؑ سے پوچھا کہ ان تغیرات کا کیا سبب ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اہم عظیم حادثہ ہو گیا ہے۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ اسے آدمؑ تمہارے بڑے بیٹے قابیل نے تمہارے چھوٹے بیٹے ہابیل کو جنھیں تم خلیفہ بنا آئے تھے، شیطان کے ورغلا سے قتل کر دیا ہے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت آدمؑ سخت غمگین اور رنجیدہ ہوئے اور بے پناہ گریہ کرنے لگے۔ اس کے بعد جناب جبریلؑ سے کہا کہ مجھے واپس لے چلو۔ جبریلؑ نے فرمایا کہ تم پہلے حج سے فراغت کرو۔ اس کے بعد واپس جانا کسی تاریخ میں یہ نہیں ہے کہ اس وقت جناب خوا کہاں تھیں ہو سکتا ہے کہ وہ بھی حضرت آدمؑ کے ہمراہ حج کو گئیں ہوں۔

الغرض بدبخت قابیل جناب ہابیل کو قتل کرنے کے بعد ان کے جتنہ کو چھپانے کی سعی کرتا رہا لیکن اس کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ اسے کرے تو کیا کرے۔ کیونکہ یہ پہلی میت تھی اور یہ پہلا قتل تھا جو بہو ط آدم کے بعد زمین پر واقع ہوا۔ عرسلٰ تعلبی میں بخوالہ طبری حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ جب ہابیل قتل ہو گئے تو پھاڑ کھانے والے جانوروں نے انھیں گھیر لیا اور سب اس کوشش میں لگ گئے کہ ان کی میت کو اپنی خوراک بنائیں، یہ دیکھ کر قابیل نے اسے پشت پر لاد لیا اور لادے لادے حیران و پریشان ایک سال تک بروایتے ایک ماہ تک پھرتا رہا۔ وہ جہاں جاتا تھا۔ زندہ اس کے پیچھے پیچھے جاتے تھے اور اس تاک میں تھے کہ یہ اسے پھینکے تو ہم کھائیں۔ غرض کہ اسے لادے ہوئے جب عرصہ گزر گیا اور اس میں بومید ہو گئی تو خلاق عالم نے کرم گمتری فرمائی۔ اس نے دو کوڑوں کو قابیل کے سامنے بھیج دیا۔ وہ آئے اور آپس میں لڑے ایک نے دوسرے کو مار دیا۔ زندہ کوڑے نے مردہ کوڑے کو اپنے پنجوں اور چونچ سے زمین میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا۔ قابیل نے دفن کا جب یہ طریقہ دیکھا تو یہ کہتے ہوئے کہ افسوس میں کوڑے جیسا بھی نہیں۔ ایک گڑھا کھود کر ہابیل کی میت کو دفن کر دیا۔ (معالم التنزیل و بحر المواج)

مختصر عرصہ کے بعد جب حضرت آدمؑ حج سے واپس آئے اور آ کر قابیل سے پوچھا کہ ہابیل کہاں ہیں تو اس نے جواب دیا کہ کیا آپ مجھے اس پرنگواں کر گئے تھے جو مجھ سے پوچھتے ہیں حضرت

آدمؑ نے فرمایا کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے، میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟
قابیل نے مواخذہ اور سزا کے خوف سے ترک وطن کر دیا اور وہاں سے بھاگ کر عدن
(یمن) چلا گیا۔

زمین کے خون نہ چوسنے کی وجہ | اوزاعی کا بیان ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو
قتل کر دیا، تو ان کا خون سات دن تک زمین

پر رہ کر زمین کے اندر جذب ہو گیا اور اسے زمین نے پانی کی طرح پی لیا۔ خداوند عالم نے قابیل سے
فرمایا کہ تیرا بھائی ہابیل کہاں ہے اس نے کہا کہ "ما ادری ما کنت علیہ رقیباً" مجھے نہیں معلوم
میں کوئی نگہبان تھا؟ ارشاد ہوا کہ تیرے بھائی کا خون مجھے پکار رہا ہے، قابیل نے کہا کہ میں
دمہ، ان کنت قتلته؟ اگر میں نے اس کو قتل کیا ہے تو اس کا خون کہاں ہے؟ اسی کے بعد
خداوند عالم نے زمین پر کسی کا خون چوستا حرام قرار دے دیا ہے یہی وجہ ہے کہ زمین میں خون
جذب نہیں ہوتا (عرائس تعلیٰ ص ۱۷) علامہ جزائری تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے قابیل سے
کہا کہ مجھے مقام قتل پر لے چل، جب وہاں پہنچے تو زمین پر خون نہ دیکھا لہذا انھوں نے خون پی لینے
کی وجہ سے زمین پر لعنت کی، یہ ملعون زمین وہی ہے جس پر آج کل مصر کی جامع مسجد بنی ہوئی ہے
وہ کہتے ہیں کہ اسی واقعہ کے بعد سے زمین نے کسی کا خون نہیں چوسا۔ ایک روایت میں سے
کہ حضرت آدمؑ ہابیل کے مقام قتل پر بیٹھ کر چالیس شبانہ روز گریہ کرتے رہے۔ (قصص الانبیاء جزائری ص ۱۷)
حضرت آدمؑ کا مرنیہ | انگیز مرنیہ کا جس کے دو شعر یہ ہیں۔

تغیرت البلاد ومن علیہا فوجہ الارض مغیرۃ قبیحہ

تغیر کل دی طعمہ و لون وقل بشاشۃ الوجہ الصمیم

(ترجمہ) ہابیل کی موت سے تمام شہر اور اس کے باشندے متغیر ہو گئے ہیں اور زمین کے
چہرے خاک آلود اور بد نما ہو گئے ہیں نیز کھانوں کے مزے اور چیزوں کے رنگ غراب ہو گئے ہیں
اور حسین چہروں کی آب جاتی رہی ہے۔ علل المشرع و عیون الاخبار و عرائس تعلیٰ میں ہے
کہ حضرت آدمؑ کے اصحاب پر یحیر بن فخطان بن داؤد علیہ السلام نے نظر ثانی کر کے اسے صحیح اشعار
کی شکل دے دی ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت آدمؑ جب شمر ابطحہ سے فراغت کرتے
تھے تو قابیل پر لعنت کیا کرتے تھے۔ اسی سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ عزاداری کے سلسلے میں ظالم
پر لعنت کرنا سنت حضرت آدمؑ ہے۔

ہابیل بن ہابیل کی ولادت | علامہ نعمت اللہ الجزائری کو علامہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

تحریر فرماتے ہیں کہ جناب ہابیل جس وقت قتل ہوئے تھے۔ ان کی بیوی حاملہ تھی، ان کے مرنے کے چند دنوں بعد فرزند ہابیل کی ولادت ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام چونکہ اپنے مقتول فرزند جناب ہابیل کو بہت زیادہ چاہتے تھے۔ لہذا ان کی یاد تازہ رکھنے کے لیے ہابیل کے فرزند کا نام بھی ”ہابیل“ ہی رکھ دیا۔ (نور المبین قصص الانبیاء والمرسلین ص ۶۸) اکثر روایات میں ہے کہ جناب ہابیل جس وقت قتل ہوئے۔ ان کی عمر بیس سال اور قابیل کی عمر پچیس سال تھی۔ (ناسخ التواتر جلد ۱۷ ص ۱۷۷) ایک روایت میں ہے کہ ہابیل ثانی کا نام ہیمۃ اللہ رکھا گیا تھا۔ (حیات القلوب)

حضرت آدم پر قتل ہابیل کا معاشرتی اثر | حضرت آدم علیہ السلام جناب ہابیل کے قتل کی وجہ سے اس

درجہ رنجیدہ ہوئے تھے کہ آپ نے ہر قسم کی لذت سے متکذّر ہونا ترک کر دیا تھا۔ نہ کھانے پینے کی طرف رغبت کرتے تھے۔ نہ لباس کی فکر کرتے تھے اور نہ کسی قسم کا آرام کرنا چاہتے تھے۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ آپ نے ہنسا تک چھوڑ دیا تھا۔ سالم بن جندب بیان ہے کہ لما قتل قابیل ہابیل مکث آدم مائتہ سنة لا یضحک“ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو حضرت آدم ستو سال تک ہنسے نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم واقعہ قتل کے بعد عرصہ دراز تک جناب حوا کے قریب نہیں گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم سو سال تک حوا سے دور رہے قصص جزائری میں ہے کہ قتل ہابیل کے ضد مک کی وجہ سے حضرت آدم نے پانچ سو سال جناب حوا سے مقابرت نہیں کی۔

صلب آدم سے رحم حوا میں نور محمدی
کا انتقال اور ولادت شیت

قرار پائے۔ لہذا بروایت معارج النبوت اس کیلئے خاص اہتمام کیا گیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت آدم اور حوا ایک پاکیزہ مقام پر بیٹھے ہوئے آپس میں محو گفتگو تھے کہ جنت سے ایک نوجوئے آب جاری ہو کر ان دونوں کے قریب پہنچا اور اسی کے ساتھ ساتھ حضرت جبریلؑ کثیر فرشتوں کو لیے ہوئے آپہنچے انھوں نے اگر سلام کیا ”السلام علیک یا ابا قحیل“ اے ابو محمد آپ پر سلام ہو حضرت آدم نے سلام کا جواب دیا ”وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ“ اس کے بعد انھوں نے میوؤں کے طبق پیش کیے اور کہا کہ ان میوؤں کو تم نے دیکھا ہے حضرت آدم نے فرمایا کہ اے جبریل میں نے ان میوؤں کو جنت میں دیکھا تھا اور میں نے خدا سے تمنا کی تھی کہ مجھے موت آنے سے پہلے اسے کھانے

کا موقع دیا جائے جبریلؑ نے کہا کہ خلاق عالم نے آج تمہاری تمنا پوری کرنے کا بندوبست کیا ہے یہ لو ان میوقل کو کھاؤ، اور اب بہشت سے غسل کر کے خوا کے پاس جاؤ، کیونکہ آج نور محمدیؑ صلب سے رحم تواریں منتقل کی جائے گا اور تمہاری وحی کی بنیاد پڑے گی۔ چنانچہ حضرت آدمؑ نے تعمیل ارشاد کی اور جناب حوا حاملہ ہو گئیں۔ پھر مدت حمل گزرنے کے بعد ایک فرزند کی ولادت ہوئی۔ جس کا نام شیث رکھا گیا۔ تاریخ خمیس جلد ۱۹ طبع مصر ۱۳۰۲ میں ہے کہ چونکہ نور محمدیؑ کو ان کے صلب میں آنا تھا۔ اس لیے ان کی ولادت میں خاص اہتمام کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ انعقاد لطفہ سے پہلے شیطان کو ان کے قیام گاہ سے اقصائے زمین تک ہٹا دیا گیا تھا۔ معالم التنزیل میں ہے کہ جس وقت صلب آدمؑ سے رحم تواریں نور محمدیؑ منتقل ہوا، اس وقت حضرت آدمؑ کی عمر ۱۳۰ سال تھی جناب شیث حسن و جمال فضل و کمال میں اپنی آپ نظر تھے۔ پھر ان کے صلب میں نور محمدیؑ منتقل ہو چکا تھا۔ جس کا ظہور ان کی پیشانی سے ہوتا تھا۔ الغرض جناب شیث جب حد بلوغ کو پہنچے تو جناب جبریلؑ نے ان کو کہا کہ اے آدمؑ تم فلاں مقام پر شیث کو لے کر کل آجانا میں بھی بہت سے فرشتوں کو ہمراہ لے کر پہنچ جاؤں گا۔ ابوالبشر حضرت آدمؑ نے اس اجتماع کا سبب دریافت کیا تو جبریلؑ نے کہا کہ شیث سے نور محمدیؑ کے متعلق عہد و میثاق لینا ہے۔ دوسرے دن حضرت آدمؑ مقام معین پر پہنچ گئے اور حضرت جبریلؑ بھی ستر ہزار فرشتوں سمیت وہاں آ موجود ہوئے حضرت جبریلؑ نے جناب شیث سے کچھ عہد و میثاق لیا اور کچھ انھیں ہدایتیں دیں اور واپس چلے گئے۔

(عجائب القمص ص ۲۴ و حیات القلوب جلد ۵ ص ۵۵)

ولادت حضرت شیث کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں ایک اور فرزند کی ولادت ہوئی جس کا نام حضرت آدمؑ نے ”یافث“ رکھا۔ شیث تو بالغ ہو ہی چکے تھے جب یافث بھی بالغ ہو گئے، تو حضرت آدمؑ کو ان کی شادیوں کی فکر ہوئی۔

جناب شیث، یافث اور ہابیل ثانی کی شادیاں | حضرت آدمؑ نے بارگاہِ احدیت

میں اپنے بیٹوں کی شادیوں کے لیے درخواست کی خداوند عالم نے اس کا بندوبست فرمادیا۔ ”زرارہ بحوالہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے پختنبہ کے دن وقت عصر کے بعد آسمان سے ایک حوریہ کو بصورت انسان بھیجا جس کا نام ”نزلة“ تھا اور حضرت آدمؑ کو حکم دیا کہ شیث کا نکاح اس کے ساتھ کر دو۔ چنانچہ انھوں نے نزلة کا نکاح شیث کے ساتھ کر دیا۔ پھر دوسرے دن وقت عصر کے بعد ایک اور حوریہ کو بصورت انسان نازل فرمایا جس کا نام ”منزلہ“ تھا اور

حضرت آدمؑ کو حکم ہوا کہ یافت کی شادی اس کے ساتھ کر دو چنانچہ جناب آدمؑ نے دونوں میں باہمی مناکحت کر دی۔ ان دونوں کی شادیوں کے بعد ان کے یہاں لڑکا اور لڑکی پیدا ہوئے۔ یعنی شیت کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور یافت کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ "فولدا الصغوة من البینین والمرسلین" پھر فالو و تاسل کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اسی پاک اور جائز طریقہ سے انبیاء اور مرسلین بھی پیدا ہوئے۔ پھر شیت کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حضرت آدمؑ نے (حویر) رکھا تھا، اس کے بلوغ کے بعد اس کی شادی، ہابیل ثانی ثبیرہ حضرت آدمؑ کے ساتھ حکم خدا کر دی گئی۔ "فلهذا الخلق الذی اتوا من هذا النسل"۔ اسی سلسلہ نسل سے دُنیا کی آبادی نے فروغ پایا ہے۔ (النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین علامہ جزائری ص ۶۵-۶۶ طبع نجف اشرف ۱۳۸۰ھ و حیات القلوب جلد ۱ ص ۴۹)

علامہ مجلسی ایک روایت کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ سے مشہور بیٹوں کے علاوہ چار بیٹے ان سے اور پیدا ہوئے تھے جن کی شادیاں عورتوں کے ساتھ ہوئیں تھیں، ایک روایت ہے کہ جناب شیت کے ممبی چار مزید فرزند پیدا ہوئے۔ جن کی شادیاں چار جنیات سے ہوئی تھیں۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۵) علامہ مجلسی نے ان روایات کی صحت کے امکان کا حوالہ دیا ہے میرے نزدیک اسی قسم کی روایات کی صحت کا بہت زیادہ امکان ہے کیونکہ خداوند عالم آدمؑ کی نسل کو بہت جلد بڑھا کر دُنیا میں پھیلانا چاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب جناب آدمؑ نے انتقال فرمایا تھا تو ان کی نسل کے افراد چالیس ہزار تک پہنچ گئے تھے۔

حضرت آدمؑ کے سلسلہ نسل کی بحث | میری تذکرہ بالا تحریر سے بڑی حد تک اس امر پر روشنی پڑ گئی ہے کہ حضرت

آدمؑ کی نسل کیونکر طہی اور یردنیا سے ارضی آبادی سے کیونکر معمور ہوئی۔ لیکن اس کی مزید وضاحت کے لیے توں سمجھئے کہ خداوند عالم نے حضرت آدمؑ کو حواسمیت زمین پر بھیجا کہ انھیں سب سے پہلے دو بیٹے عطا کیے۔ ایک قابیل دوسرا ہابیل۔ قابیل کے لیے خدا نے عینیہ کو بھیجا اور ہابیل کے لیے ایک حوریہ بصورت انسان ارسال فرمایا۔

قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ ہابیل کے قتل ہو جانے کے بعد ان کی حوریہ بیوی موصومہؑ "نزلة" سے ہابیل ثانی پیدا ہوئے۔

قتل ہابیل کے بعد سو سال تک بروایت پانچ سو سال تک آدمؑ نے خواہ سے مقاربت نہیں کی پھر دونوں یکجا ہوئے جس کے بعد جناب شیت پیدا ہوئے شیت کی شادی ایک حوریہ سے کر دی گئی جس کا نام نزلة تھا۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد ایک اور فرزند پیدا ہوا جس کا نام یافت

رکھا گیا، بلوغ کے بعد اس کی شادی بھی ایک عوریت سے ہوئی جس کا نام ”منزلہ“ تھا۔ پھر شیت کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور یافت کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ ان دونوں میں باہمی مناکحت کر دی گئی۔ اس کے بعد شیت کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ”عوریت“ تھا۔ اس کی شادی ہابیل ثانی کے ساتھ کر دی گئی پھر حضرت آدمؑ کے ہاں چار لڑکے پیدا ہوئے جن کی شادیاں چار عورتوں کے ساتھ ہوئیں۔ اسی دوران میں جناب شیت کے مزید چار لڑکے پیدا ہوئے جن کی شادیاں چابنفیات کے ساتھ ہوئیں۔ پھر ان تمام مذکورہ میاں بیویوں سے مسلسل اولادیں پیدا ہوتی رہیں جن میں لڑکے بھی تھے اور لڑکیاں بھی اور ان میں مناکحت کا جائز سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ حضرت آدمؑ کے انتقال کے وقت تک چالیس ہزار کی تعداد پہنچ گئی اس طرح حضرت آدمؑ و حوا کی نسل بڑھی اور ساری دنیا آدمیوں سے بھر گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب سلسلہ تولد و تناسل قائم ہو گیا تو خداوند عالم نے حملہ عروں کو آسمان پر بلایا اور انھیں ان کی اصلی شکلیں دے دیں۔

ہم نے حضرت آدمؑ و حوا کی نسل کے تسلسل کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ رسول خداؐ اور آئمہ ہدیٰ کے ارشادات گرامی کی روشنی میں استنباط کر کے لکھا ہے، ہمارے نزدیک مذکورہ شکل کے علاوہ قطعاً کوئی اور ذریعہ اور صورت اس کے متعلق نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے اور یہ بالکل یقینی ہے کہ وہ لوگ جو اس کے علاوہ مختلف صورتیں پیش کرتے ہیں یا کریں گے سب لغو، فہمل اور سرتاسر غلط اور ناقابل اعتبار و اعتماد ہیں کیونکہ انھوں نے جو باب عصمت کے اقوال اور ارشادات سے تمسک نہیں کیا بلکہ اس قیاس پر اپنے خیال کی بنیاد قائم کی ہے کہ جبکہ آسمان سے آدمؑ اور حوا کے سوا ان کے جنس سے کوئی اور اترا ہی نہیں اور نسل آدمؑ بڑھی ضرور ہے تو لامحالہ یہی شکل ہو سکتی ہے کہ آدمؑ اور حوا سے تمام لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں ہوں اور ان سے نسل بڑھی ہو یعنی حقیقی بہنوں اور حقیقی بھائیوں میں مناکحت ہوئی ہو اور اسی سے نسل آدمؑ نے فروغ پایا ہو حالانکہ یہ مسلم ہے اور اسلام کے دونوں بڑھوتے سنی اور شیعہ اس کے قائل ہیں کہ بہن اور بھائی میں مناکحت قطعاً حرام ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حرام سلسلہ تولد و تناسل سے انبیاء اور صیاد اور صالحین وغیرہم پیدا کئے جائیں جو پاک اور پاکیزہ ہوتے ہیں خود کرنے کی بات ہے کہ مذکورہ سلسلہ کو تسلیم کرنے سے خدا پر یہ کتنا بڑا الزام عائد ہوتا ہے کہ اس میں پاک طریقہ سے تولد و تناسل کے سلسلہ کو بڑھانے کی طاقت نہ تھی اور وہ صحیح سلسلہ قائم کرنے سے عاجز تھا۔

امام اہل سنت علامہ ابن اسحاق احمد بن محمد ابن ابیہیم ثعلبی اور مجدد مذہب شیعہ خاتم المحدثین

علامہ محمد باقر مجلسی تحریر فرماتے ہیں۔

قال معاویہ ابن عمار ساءت جعفر الصادق اکان آدم زوج ابنته من ابنه فقال معاذ اللہ لو فعل ذالک آدم لمارغب عنہ رسول اللہ ولا کان دین آدم الا دین نبینا الخ (عرائس علی ص ۲۶ طبع مصر وحیات القلوب جلد ۵ صفحہ ۱۷۱)

معاویہ بن عمار روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق سے دریافت کیا کہ کیا حضرت آدم اپنی لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا ”یہاں بخدا“ (ایسا مگر نہیں کیا) اگر وہ ایسا کرتے تو رسول کریم اس سے کیوں باز رہتے جبکہ آدم کا دین اور ہمارے نبی کا دین ایک تھا۔

اس کے علاوہ علامہ مجلسی زلارہ سے ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا کہ آدم کی ذریت کیونکر بڑھی اور ان کی نسل کیونکر پھیلی؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم یہ بتاؤ کہ عام لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ زلارہ نے کہا کہ حضور عام لوگوں کا خیال تو یہ ہے کہ آدم کے زمین پر آنے کے بعد خداوند عام نے انھیں تو ام اولادیں دیں جن میں لڑکا اور لڑکی دونوں تھے۔ پھر خدا نے وحی کی جناب آدم کی طرف کہ لڑکی کا عقد لڑکے سے کر دو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ یعنی بہن بھائیوں میں مناکحت قائم کی اور یہی اس دنیا کی آبادی کا سبب ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے زلارہ خداوند عالم اس سے منزہ اور بلند و بالا ہے کہ اس قسم کا ناجائز حکم صادر کرے۔ اے زلارہ جو یہ کچھ کہتا ہے۔ وہ اس امر پر دلیل قائم کرتا ہے کہ (معاذ اللہ) خدا نے انبیاء، اوصیاء، صلحاء، شہداء، مومنین، کرام اور مسلمانان عالم کو حرام سے پیدا کیا ہے اور اس میں اس کی قدرت مطلقاً نہ تھی کہ وہ اپنے ان برگزیدگان کو حلال طریقہ سے پیدا کر سکتا۔ حالانکہ اس نے اپنی جمیع مخلوقات سے ہمارت کی بنیاد پر عہد و پیمان لیا ہے۔ اے زلارہ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ بعض ایسے جانور بھی گزرے ہیں کہ وہ دھوکہ سے اپنی ہمیشہ کے ساتھ جمع ہو گئے ہیں۔ پھر جب انھیں محسوس ہوا کہ وہ بہن یا ماں تھی تو انھوں نے اس کے رد عمل میں اپنے دانتوں سے عضو تناسل کو کاٹ کر اپنے کو ہلاک کر دیا ہے۔ اے زلارہ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں وہ ایسی بات ہے جسے جانور بھی برداشت نہیں کرتے۔

زلارہ! بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایسی بہکی بہکی باتیں جو کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ علوم

ان لوگوں سے حاصل نہیں کرتے جو اہل ذکر ہیں جو عالم کتاب ہیں جن کو خدا نے علم لدنی سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ وائے ہوائیے لوگوں پر جنہیں یہ معلوم نہیں کہ عراق اور عرب کے جملہ فقہاء اس امر پر متفق ہیں کہ خداوند عالم نے جب حضرت آدمؑ کی خلقت سے ہزاروں سال قبل قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا کہ لوح محفوظ پر جاری ہو کر وہ تمام امور لکھ دے جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔ چنانچہ ”جو علی قلم القضاۃ بسایحون“ جو کچھ ہونے والا تھا اور جس قسم کی باتیں تھیں سب اس نے لکھ دیا۔ اے زرارہ اس میں جملہ آسمانی کتابیں بھی شامل ہیں اور وہ تمام احکام بھی داخل ہیں جو ان کتابوں میں نازل کیے گئے ہیں۔ زرارہ یاد رکھو کہ کسی آسمانی کتاب میں وہ چاہے تو ریت ہو۔ انجیل ہو۔ زبور ہو۔ فرقان یا دیگر کتب آسمانی، بہن بھائی کی منا کحت کا جواز مندرج نہیں ہے اور سب میں اس رشتہ کی حرمت کے احکام موجود ہیں۔ اے زرارہ جو لوگ اس قسم کی بکواس کرتے ہیں وہ کفار (مجوس) کے مسلک کی تائید کرتے اور انہیں وقت دے کر اسلام کی بنیاد میں کفر کا خون دے رہے ہیں۔ خدا انہیں موت دے یہ کہہ کیا رہے ہیں۔

اس کے بعد آگے چل کر آپ نے فرمایا کہ اے زرارہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو حضرت آدمؑ پانچ سو سال تک قتل ہابیل کے صدمہ میں جناب حوا کے پاس نہیں گئے۔ پھر جب گئے تو ان سے جناب شیث پیدا ہوئے۔ ان کے بعد جناب یافث پیدا ہوئے۔ خداوند عالم نے نسل آدمؑ کو بڑھانے کے لیے نزلہ و منزلہ دو حوریہ کو بھیجا۔ الخ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۴۹، تاریخ جلد ۱ ص ۱۸۸)

قابیل کا سلسلہ توالد و تناسل | حضرت آدمؑ کی اولاد میں ہابیل و شیث اور یافث کے توالد و تناسل کی وضاحت کر دینے کے بعد

یہ امر بھی قابل تذکرہ ہے کہ قابیل جو کہ کافر ہو گیا تھا اور شیطان کی تعلیم سے آتش پرستی کا بانی بن گیا تھا۔ اس کی نسل کیونکر بڑھی؟ اس کے متعلق عرض ہے کہ جب ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی تھی اور قابیل کی قربانی

لہ اعوذ باللہ من الجحیم تحریر فرماتے ہیں کہ خدا نے جب قلم کو پیدا کیا تو اسے ساق عرش پر سب سے پہلے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ لکھنے کا حکم دیا قلم نے لکھ تو دیا۔ لیکن ہدیت سے شگافہ ہو گیا۔ بنائیں یہ سنت قرار دے دیا گیا کہ ہر قلم میں شگافہ دیا جائے۔ تاکہ اس واقعہ کی یادگار قائم رہے۔ الغرض ان جملوں کو لکھنے کے بعد قلم نے سب کچھ لکھا۔

مسترد کر دی گئی تھی، اور اس نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ پھر جناب آدمؑ حج سے واپس آ گئے تھے اور انھوں نے باز پرس کی تھی۔ اس وقت قابیل اپنی عورت کو لے کر زمین چلا گیا تھا اور اس نے وہاں پہنچ کر شیطان کے کہنے سے آتش پرستی شروع کر دی تھی تو تاریخ میں ہے کہ شیطان نے قابیل سے کہا کہ آگ کی عظمت تم نے دیکھ لی۔ اب ضرورت ہے کہ تم اس کی پوجا کیا کرو۔ چنانچہ اس نے آتش پرستی کی بنیاد قائم کر دی (روضۃ الصفا) ہمیں کسی تاریخ میں اس کے توالد اور تناسل کے متعلق کچھ نہیں ملا۔ لیکن یہ مسلمات سے ہے کہ اس کی اولادیں بڑھیں اور طوفانِ نوح تک اس کی اولادیں ہزاروں کی تعداد میں ہو گئی تھیں۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کہ نسل بڑھی ضرور ہے تو آخر کیونکر بڑھی۔ ہم اس وقت کے آتش پرستوں کے اصولِ مناکحت پر جب نظر کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے یہاں حقیقی بہن بھائیوں میں عقد جائز ہے۔ تو سمجھیں آتا ہے کہ قابیل جو اس مسک کا بانی تھا اس نے بھی اپنے لڑکے اور لڑکیوں میں مناکحت کی ہوگی اور حقیقی بھائی بہن کے آپس میں ملنے سے اولادیں پیدا ہوئی ہوں گی اور یہی اس کی نسل کے بڑھنے کا سبب قرار پایا ہوگا۔

شیطان، سانپ اور طاؤس کی نسل کا سلسلہ | کتب فریقین میں ابن عباس سے مروی ہے

کہ شیطان نے زمین پر پہنچ کر اپنے ہی ساتھ خلافِ وضع فطری حرکت کی جس سے چار انڈے پیدا ہوئے پھر اس نے ان سے بچے نکالے، ایک روایت میں ہے کہ شیطان نے سانپ کے ساتھ فعلی کی اس سے اس کی نسل بڑھی۔ ایک روایت میں ہے کہ شیطان ہی کی طرح سانپ نے بھی اپنے ساتھ خلافِ فطرت حرکت کی تو بچے پیدا ہوئے۔ اس طرح اس کی تسلیں بڑھیں (عرائسِ ثعلبی ص ۲۵ حیات القلوب جلد ۱۵) و قصص الانبیاء جز ۱ ص ۷ و نہج البیلا غمہ۔ طاؤس کے متعلق میری نظر سے کوئی روایت نہیں گزری۔ تفسیر صافی میں ہے کہ شیطان کے ماڈ نہیں ہوتی یہ خود انڈے دیتا اور بچے نکالتا ہے۔ اس کی اولاد میں ایک مومن بھی ہے جس کا نام ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہے۔

باب ۶

حضرت آدمؑ کی بعثت تبلیغ - نزول صحائف جانشینی

اور

مدتِ عمر - وفات - تحمیر و تکفین اور مدفن

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت آدمؑ کی عمر کا جب تقریباً نصف حصہ گزر چکا اور آپ کی اولاد بکثرت زمین پر پھیل گئی تو خداوندِ عالم نے انھیں مبعوث برسات فرمایا اور انھیں ان ہی کے بیٹوں پر نبی گردانا، بروایت معارج النبوت ان پر پچاس وقت کی نمازیں اور روزہ واجب کیا گیا، غسل جنابت فرض کیا گیا، سور، شراب، مردار، گوشت اور خون کی نجاست اور ان کے استعمال کی حرمت کا حکم فرمایا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایامِ بیض (ہر ماہ کی ۱۳-۱۴-۱۵) تاریخ کو روزہ واجب کیا گیا اور یہ سلسلہ وجوب حضرت موسیٰؑ تک قائم رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایامِ بیض کے روزے کا وجوب ہر پیغمبر سے متعلق رہا ہے کشف الاسرار میں ہے کہ اگلے انبیاء اور اگلی امتوں پر یومِ عاشورا اور ایامِ بیض کے روزے واجب تھے، وہب بن منبہ کا کہنا ہے کہ حضرت آدمؑ کی بعثت پانچ سو سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ماہِ صیام کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے حضرت رسول کریمؐ بھی یومِ عاشورہ اور ایامِ بیض میں روزے رکھتے تھے۔

حضرت آدمؑ کی تبلیغی جدوجہد | بعثت کے بعد حضرت آدمؑ کو حکم دیا گیا کہ بن جا کر قابیل اور اس کی اولاد کو راہِ راست پر لانے

کی سعی کرو۔ چنانچہ جناب آدمؑ بروایت روضۃ الصفادہاں تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ قابیل اور اس کی اولاد مختلف قسم کی لغویات میں مبتلا ہیں۔ آتش پرستی کا اعلیٰ پیمانہ پر

انتظام ہے۔ "بیت النیران" بنا ہوا ہے۔ زنا کاری، شراب خوری بالکل عام ہے۔ گانے بجانے کے جملہ اسباب فراہم ہیں، بانسری بج رہی ہے۔ طبلے ٹھنک رہے ہیں۔ تھاپ پڑ رہی ہے۔ طنابیز بج رہی ہے۔ بتول کی پرستش جاری ہے اور ان سب کا استاد شیطان اپنی حرکتوں میں مصروف ہے۔

حضرت آدمؑ نے وہاں پہنچ کر قایل اور اس کی اولاد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ راہ راست پر آ جاؤ، تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو بالکل غلط ہے۔ خدا ایک ہے اور ساری مخلوقات کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ بڑی جلاٹا اور مارتا ہے۔ تم لوگ ان تمام لغویات کو چھوڑ کر سیدھے راستے پر لگ جاؤ میری بات مانو میں تمھاری رہبری کے لیے بھیجا گیا ہوں، ان لوگوں نے آپ کی ایک نہ سنی، پھر آپ نے سنگ خارہ سے بطور معجزہ آپ شیریں کاچٹم جاری کیا۔ سنگریزوں سے اپنی نبوت و رسالت کی تصدیق کرانی۔ درختوں کو رواں دو ابل کر کے دکھلایا۔ تب بروایت روضۃ الصفا کچھ لوگوں نے آپ کی بات مانی اور وہ راہ راست پر آ گئے۔ باقی سب کے سب کا فہری راج اور بروایت امام تعلیمی طوفانِ نوحؑ کے موقع پر غرق ہو گئے۔

حضرت آدمؑ اور نزول صحائف

روایت میں ہے کہ ۲ صحیفے نازل ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ۲۱ صحیفے نازل ہوئے تھے۔ طبری میں ہے کہ جملہ کتب آسمانی کی تعداد جن میں توریت زبور انجیل اور فرقان شامل ہیں۔ ۱۳ تھی، جن میں سے پچاس حضرت آدمؑ پر، تیس شیثؑ اور نوحؑ پر، بیس ابراہیمؑ پر دس دیگر پیغمبروں پر، توریت موسیٰؑ پر۔ زبور داؤدؑ پر، انجیل عیسیٰؑ پر اور فرقان مجید حضرت رسول کریمؐ پر نازل ہوئیں۔ طبری میں یہ بھی ہے کہ حضرت آدمؑ پر صرف تہی بھی نازل کئے گئے تھے۔ کشف الاسرار و عجائب القصص میں ہے کہ وہ صرف تہی اٹھائیس ہیں۔

ناسخ التواریخ میں ہے کہ حضرت آدمؑ پر جو کتابیں نازل کی گئیں تھیں، ان میں حکمت طبع کے رموز اور دواؤں کے خواص اور حساب و ہندسہ کی وضاحت تھی نیز جن اور شیطانی کی تسخیر کے رموز مرقوم تھے، اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ ان صحیفوں کا نزول ماہ رمضان کی تیسویں تاریخ شب جمعہ کے آخری حصہ میں ہوا تھا۔ بجاۃ اللہ علامہ مجلسیؑ اور سفینۃ البحار شیخ عباس قمیؒ جلد ۱ ص ۱۵ میں ہے کہ آدمؑ کا پہلا صحیفہ سریانی زبان میں نازل ہوا تھا جو اکیس اوراق پر مشتمل تھا، پہلی کتاب تھی جو ان پر دنیا میں نازل ہوئی۔ اس کا نزول ۲۳ رمضان آخر شب جمعہ کو ہوا تھا۔ یہی کچھ علامہ مبتدایین طائوس نے کتاب "سعد السعود" میں بحوالہ صحیف ادیسس تحریر فرمایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے

کہ دنیا میں جتنی زبانیں ہونے والی تھیں خدا نے حضرت آدمؑ کو سب میں ماسر قرار دیا تھا۔ علامہ شیخ سلیمان قندوزی امام عبدالرحمن ابن محمد بن علی بن احمد سبطانی کی کتاب "تذکرۃ المعارف" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت آدمؑ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم الحروف میں گفتگو کی۔ ان کے پاس کتاب سفر الخفایا موجود تھی۔ یہ دنیا میں علم الحروف کی پہلی کتاب ہے جن میں عجیب واقعہ اور تعجب میں ڈالنے والے امور بیان کئے گئے تھے۔ آپ کے پاس "کتاب المملکوت" موجود تھی۔ وہ دنیا میں دوسری کتاب علم الحروف میں تھی حضرت آدمؑ کے پاس کتاب السفر المستقیمہ موجود تھی۔ یہ دنیا میں علم الحروف کی تیسری کتاب تھی۔ حضرت آدمؑ علیہ السلام ۹۵۰ سال شمسی زندہ رہے۔ (مناہج الموعودہ باب ۶۷ ۶۳۳ طبع لاہور ۱۹۶۳ء)

حضرت آدمؑ کی انگوٹھی کا نقش علامہ نعمت اللہ جبرائلی ابن عباسؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے زمین پر آنے کے بعد جو انگشتی بنوائی تھی اس پر محمد رسول اللہ، علی امیر المومنینؑ کلمہ کرایا تھا۔ (قصص الانبیاء ص ۵۲ طبع نجف اشرف)

حضرت آدمؑ کی جانشینی کی بحث خداوند عالم نے حضرت آدمؑ کو زمین پر اپنا خلیفہ خود بنا کر اس امر کی بنیاد قائم کر دی کہ خلیفہ بنا تا میرا ہی کام ہے اور میں ہی خلیفہ اور جانشین بنا سکتا ہوں اور چونکہ اسلام ہمیشہ کے لیے آیا ہے لہذا اس کے لیے دائمی قانون وضع کر دیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے کہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے چنتا ہے اور منتخب کرتا ہے۔ "ما کان لہم الخیۃ" انسانوں کو اس میں کوئی اختیار نہیں۔

خلاق عالم نے حضرت آدمؑ کو زمین پر اپنا جانشین اور خلیفہ بنا کر بھیجا۔ پھر جب حضرت آدمؑ کے یہاں قابیل اور ہابیل کی ولادت ہوئی تو خداوند عالم نے ہابیل کی صلاحیتوں کے پیش نظر انہیں جانشین بنایا اور حضرت آدمؑ کو حکم دیا کہ انہیں وصایت سپرد کر دو۔ اسم اعظم کی تعلیم دے دو۔ چنانچہ جناب آدمؑ نے حکم خدا کی تعمیل کر دی، پھر جب ہابیل قتل ہو گئے تو ان کی حاملہ بیوی سے ایک فرزند متولد ہوا۔ جس کا نام حضرت آدمؑ نے "ہابیل" ہی رکھا۔ اس ہابیل ثانی کے بطورغ کے بعد مطابق روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حکم خدا سے حضرت آدمؑ نے انہیں جانشین بنا کر وصایت سپرد کی اور اسم اعظم وغیرہ کی ان کو تعلیم دے دی۔ ہابیل ثانی اپنی زندگی بھر فرائض منصبی ادا کرتے رہے۔ اس دوران میں شیث اور یافث بھی پیدا ہوئے۔ جب

۱۲

ہابیل کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت آدمؑ کے بھی انتقال کا زمانہ قریب آ گیا تو خداوند عالم نے ان کو حکم دیا کہ اب خلیفہ اور جانشین شیعہ کو بنادو۔ وصیت واسم اعظم خدا و انجیر بر تو طار گردانیدہ ام از علم پیغمبری و انجیر تو تعلیم کردہ ام از نامہ ہمہ را تسلیم کن یہ شیعہ اور وصیت واسم اعظم خدا اور وہ تمام چیزیں جو انھیں علم پیغمبری سے متعلق بتائی گئی ہیں اور جو نام وغیرہ سکھائے گئے ہیں سب شیعہ کے حوالہ کر دو۔ چنانچہ حضرت آدمؑ نے اس کی تعمیل و تکمیل کر دی "حیات الطوبیٰ جلد ۱۵" مؤرخ ابن جریر تاریخ طبری عربی جلد ۱۵ میں اور مؤرخ اسماعیل اپنی تاریخ الوافدہ جلد ۱۵ میں لکھتے ہیں لما حضر آدم الوفاۃ دعا ابنہ شیثا نعلہ علیہ عہدہ و کتب وصیتہ، جب حضرت آدمؑ کی وفات کا وقت آپہنچا تو انھوں نے اپنے بیٹے شیعہ کو بلا لیا اور اپنا ولیہد مقرر کیا اور وصیت نامہ لکھ دیا۔۔۔ ان آدم علیہ السلام مرض قبل موزنہ احد عشر یوما و اوصی الی ابنہ شیث و کتب وصیتہ حضرت آدمؑ نے اپنے مرنے سے گیارہ یوم قبل شیعہ کو وصی بنادیا اور وصایت نامہ لکھ کر دے دیا اور فرمایا کہ اسے ولایت قایل سے پوشیدہ رکھنا کیونکہ قایل اسی کی حسد کی وجہ سے ہابیل کو قتل کر چکا ہے۔

تاریخ طبری فارسی جلد ۱۳ میں ہے کہ چون شیث بزرگ شد آدم اور برہمہ فرزند ان فضل وادولی عہد کرد و خلیفہ خود کرد بر زمین "جب شیعہ بڑھے ہو گئے تو آدمؑ نے انھیں سب بیٹھوں پر فضیلت دی اور اپنا ولی عہد مقرر کیا اور زمین پر خلیفہ بنادیا۔ اسی کتاب کے ص ۳ پر ہے کہ جب آدمؑ بیمار ہوئے تو جریریل امین آئے اور آدمؑ کو حکم دیا۔ "وصیت کن شیث را وصی و خلیفہ کن، اب آپ شیعہ سے وصیت کریں اور انھیں اپنا وصی اور خلیفہ بنادیں چنانچہ حضرت آدمؑ نے ایسا ہی کیا۔ "وازمہ فرزند ان اوشیث فاضل تر و عالم تر بود" فرزند ان آدمؑ میں شیعہ سب سے افضل اور سب سے زیادہ عالم تھے۔ "چوں آدم علیہ السلام بمرد خدا لئے تعالیٰ شیث را پیغمبری داد یا حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد خداوند عالم نے شیعہ کو نبوت عطا فرمائی۔

روضۃ الصفا جلد ۱۳ میں ہے کہ جب حضرت آدمؑ کی وفات کا زمانہ قریب ہوا تو انھوں نے شیعہ کو وصیتیں کیں اور شیطان سے بچتے رہنے کی ہدایت فرمائی شیعہ کو عقل و اجمل فرزند ان بود وصی و ولیعہد خویش ساختہ برایشاں والی گردانید، اور چونکہ شیعہ تمام فرزندوں میں عقلمند اور وجہ تھے۔ اس لیے انھیں کو اپنا وصی اور ولی عہد بنادیا اور انھیں اپنے فرزندوں کا والی اور نگران مقرر کر دیا۔

مؤرخ ابن واضح، تاریخ یعقوبی کے ص ۳ میں لکھتے ہیں کہ بناب شیعہ اولاد آدمؑ میں اپنے

باپ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے حضرت آدمؑ کی وفات کا جب زمانہ قریب آیا تو انھوں نے اپنی اولاد اور اولادِ اولاد سب کو طلب کر کے انھیں دُعائیں دیں۔ وجعل وصیۃ الی شیت اور شیت سے وصیتیں کیں و امر شیتا ابنہ، ان یقوم بعدک فی ولدکم اور انھیں اپنا قائم مقام بنادیا اور ہدایت کردی کہ جملہ فرزندوں کو تقویٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور عبادت گزار کی راہ پر گامزن رکھیں اور انھیں قابیل اور اس کی اولاد سے میل جول سے باز رکھیں الخ۔ قصص الانبیاء المعروف بالعراس الثعلبی ۲۸ میں ہے ان آدم مرنس قبل موتہ احد عشر یوماً و وصی الی ابنہ شیت و کتب وصیۃ و دفعہا الی شیت الخ اہل تاریخ اور اصحاب اخبار نے بیان کیا ہے کہ جناب آدمؑ اپنی وفات سے گیارہ یوم قبل بیمار رہے اسی دوران میں انھوں نے وصایت شیتؑ کے حوالہ کی اور وصیت نامہ لکھ کر ان کو دے دیا اور انھیں ہدایت کردی کہ قابیل اور اس کی اولاد سے اسے پوشیدہ رکھیں۔

عجائب القصص علامہ عبدالواحد حنفیؒ ۵۵ میں ہے کہ حضرت آدمؑ اپنے بیٹوں کی ہدایت فرمایا کرتے تھے جب ان کی وفات کا زمانہ آیا تو انھوں نے سب بیٹوں، پوتوں وغیرہم کو جمع کیا۔ پہلے انھیں دُعائیں دیں۔ پھر کچھ وصیتیں فرمائیں جن میں اطاعت قابیل سے بچنے کا خصوصی ذکر تھا۔ اس کے بعد خاص طور سے جناب شیتؑ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان پانچ بائوں کا ضرور خیال رکھنا (۱) دنیا سے دل نہ لگانا ورنہ حیران اور شرمندہ ہوگے (۲) عورت کے کہنے پر نہ چلنا ورنہ میرا جیسا حشر ہوگا (۳) جب کچھ کرنے کا ارادہ کرنا تو اس کے انجام پر پہلے اچھی طرح غور کر لینا (۴) جب کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے میں تردد ہو تو نہ کرنے کو ترجیح دینا۔ (۵) جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنا تو اپنے بزرگوں اور بھدر و احباب سے ضرور مشورہ کرنا۔ پھر اسی کتاب کے ۵۵ میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے جناب شیتؑ سے فرمایا کہ اے میرے برگزیدہ فرزند اب میری اجل آنے والی ہے اور میں دُنیا سے فانی سے دارِ بقا کی طرف جانے والا ہوں۔ تم میرے بعد جانشین ہو۔ تم تقویٰ کا دامن نہ چھوڑنا اور اپنے دل کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد سے خالی نہ ہونے دینا۔

کتاب التورۃ المبیین فی قصص الانبیاء والمرسلین علامہ جزائریؒ ۶۸ میں ہے فلما انقصت نبوة آدم امر اللہ ان یدفع العلم و اثار النبوة الی شیت الخ جب موت کی وجہ سے حضرت آدمؑ کی نبوت ختم ہونے لگی تو خداوندِ عالم نے حضرت آدمؑ کو حکم دیا کہ علم اور آثارِ نبوت شیتؑ کے سپرد کر دیں۔

کشف الغمہ علامہ اربلیؒ ۱ میں ہے جناب شیتؑ حسی صورت و سیرت اور کثرتِ فضائل

میں اپنے پدر آدم سے بہت زیادہ ملنے جلتے تھے حضرت آدم انھیں سب سے زیادہ دوست رکھتے اور چاہتے تھے، مدتے پیش از انقطاع رشتہ حیات آدم اور ابیہد خویش ساخت الخ انتقال سے تھوڑے عرصے پہلے حضرت آدم نے جناب شیدائ کو اپنا جانشین بنا دیا۔

قصص الانبیاء اخوند ملا محمد الجوری ص ۲۹ میں ہے۔

روایت کنند کہ آدم بیمار شد بعد از بیست و یک روز فرمان یافت: خدا نے عزوجل پیش از مرگ یکر و جبریل را فرستاد و آنرا فرمود کہ شیت را وصی گردان و آن را بخلاف خویش مقرر گردان پس آدم شیت را بخواند و از اولاد او فاضل تر بود و ارادہ حق تعالی بود کہ آنرا خلیفہ پدر خویش گرداند و پیغمبر بود و ملک روئے زمین بود پس خلافت بدان دادہ و فرزندان را وصیت فرمود کہ فرمان او برند پس ہمہ فرزندان شیت را فرمان بردار شدند۔

مروی ہے کہ جب آدم بیمار ہوئے تو ۲۱ دن کے بعد ایک روز فرمان خداوندی پہنچا اس نے جبریل کو بھیج کر آدم کو حکم دیا کہ شیت کو اپنا وصی کر دیں اور اپنا خلیفہ و جانشین بنا دیں۔ چنانچہ آدم نے تعمیل حکم خداوندی کر دی اور شیت کو خلیفہ و جانشین بنا دیا۔ شیت اولاد آدم میں فاضل تر تھے۔ خدا کا منشاء یہ تھا کہ وہ ان کو ان کے باپ کا جانشین بنا کر انھیں کو پیغمبری دے دے اور روئے زمین کا مالک بنادے۔ لہذا آدم نے انھیں حکم خدا اپنا خلیفہ و جانشین بنا دیا اور اپنے بیٹوں، پوتوں کو ہدایت و وصیت کر دی کہ ان کی فرمانبرداری کریں۔ چنانچہ سب شیت کے فرمانبردار بن گئے۔

تاریخ مروج الذهب مسعودی جلد ۱ ص ۱۰۷ مصر میں ہے "کان وصیہ ابنہ شیتا علی ولد الخ حضرت آدم نے جناب شیت کو اپنی اولاد پر اپنا خلیفہ بنا دیا۔

علامہ بہائی جامع عباسی میں اور علامہ مجلسی اختیارات میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جانشین کا تقرر ارادی الحجہ کو ہوا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ جس طرح تعمیر جسم آدم سے لے کر حیات آدم تک بہت سی باتیں بنیادی طور پر قائم و مستحکم ہیں جیسے نماز و سلام وغیرہ اسی طرح خلافت کی بنیاد بھی قائم کر دی گئی اور اس کے لیے اصول مقرر ہو گیا کہ نبی اور اس کا جانشین بھی خدا ہی بنائے گا جیسا کہ کتب فریقین سے ہم نے تحریر کیا ہے اور چونکہ دین آدم ہی وہ دین ہے جس پر تمام انبیاء کو چلنا ناگزیر تھا اور سب کے لیے خدا نے ایک ہی دین اور ایک ہی راستہ مقرر فرمایا ہے۔ لہذا جو طریقہ عہد آدم میں خدا نے قائم کر دیا۔ وہ طریقہ عہد قائم تک رہے گا۔ اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں "لا تبدل لسنة اللہ"

خدا کے طریقے میں کسی تبدیلی کا امکان نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر کسی عہد میں انبیاء کے طریقے سے برکت و خلافت یا جانشینی کے لیے کوئی اور راہ اختیار کی جائے گی تو وہ قطعاً غلط ہے بنیاد اور لغو ہوگی۔

حضرت آدمؑ کی عمر | مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آنے کے بعد ۹۳۰ سال اور بروایت علامہ جویری و مؤرخ طبری ایک ہزار سال

اور بروایت علامہ نعمۃ اللہ الجزائری ایک ہزار تیس سال زندہ رہے اور یہی ان کی مدتِ عمر ہے اکثر روایات میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے عالمِ ذریں یا اس وقت جب کہ زمین پر آنے کے بعد انھیں تمام انبیاء کی عمریں بتائی گئی تھیں، اپنی عمر کے ایام میں سے ساٹھ سال حضرت داؤدؑ کو دے دیے تھے۔ لیکن قبضِ روح کے موقع پر انھوں نے تردد ظاہر کیا تو خدا نے حکم دے دیا کہ انھیں ایک ہزار سال زندہ رہنے دیا جائے اور داؤدؑ کو چالیس کے بجائے سو سال کی زندگی دے دی۔ جائے چنانچہ داؤدؑ سو سال اور آدمؑ ایک ہزار سال زندہ رہے قصص الانبیاء جویری ص ۲۹ تاریخ طبری جلد ۳ قصص جزائری ص ۷۷ عرائس ثعلبی ص ۲۸، کشف الغمہ ص ۹ تاریخ التواریخ جلد ۵ ص ۵۵، قصص طرانی ص ۳، حیات القلوب جلد ۵ ص ۵۵۔

حضرت آدمؑ کی وفات اور بحیرہ تکفلین | حضرت آدم علیہ السلام ۹۳۰ یا ایک ہزار سال زندہ رہنے کے

بعد علیل ہو گئے اور ۲۱ یوم یا بروایت اری یوم بروایت ۱۰ یوم بیمار رہے۔ اسی دوران میں انھوں نے جنابِ شیدائے کبر کوہِ سینا پر جاؤ اور میرے لیے زیت اور زیتون لاؤ جنابِ شیدائے کبر حسبِ الحکم کوہِ سینا پر گئے اور بارگاہِ احدیت میں عرض کی خدا یا تیرا بندہ خاص، آدمؑ علیل ہے۔ وہ زیت اور زیتون کا خواہشمند ہے۔ مالک بڑا کرم ہوگا۔ اگر یہ خواہش پوری فرمادی جائے اس آواز کے فوراً بعد ایک غیبی آواز آئی ”ہاتِ فعیل“ اپنا پیالہ بٹھاؤ۔ انھوں نے کاسہ چوبیس آگے بڑھایا۔ تو وہ حکمِ خدا سے بھر گیا، شیدائے کبر اس کو لے کر حضرت آدمؑ کی خدمت میں واپس آئے، حضرت آدمؑ نے اس میں سے کچھ نوش کیا اور کچھ بدن پر ملا جس کی وجہ سے تندرست ہو گئے۔ یعنی فوری طور پر غلبہٴ مرض مغلوب ہو گیا۔ لیکن ٹھوڑے ہی عرصہ بعد پھر ابھرا حضرت آدمؑ نے جنت کے میوہ کی خواہش کی۔ جنابِ شیدائے کبر پہاڑ پر جا کر عرض ہی کرنے والے تھے کہ جنابِ جبریلؑ مل گئے اور انھوں نے کہا کہ میں کفن وغیرہ لے کر جا رہا ہوں۔ تم بھی واپس ہو جاؤ۔ چنانچہ جنابِ شیدائے کبر واپس آ گئے، اتنے میں ملک الموت، جن کی کنیت ”الوحشی“ ہے، نے آکر سلام کیا، حضرت آدمؑ نے جواب دیا۔ ملک الموت قبضِ روح کے لیے بڑھتے۔ جبریلؑ نے نرمی کے ساتھ قبضِ روح کے لیے کہا۔ حضرت آدمؑ نے تسبیح و تہلیل شروع کی اور

روح فتنہ غصہ سے عالم روحانیت کی طرف پرواز کر گئی۔ قصص علامہ جزائری ص ۱۷ میں ہے کہ آپ کا انتقال شدت تب کی وجہ سے ہوا تھا۔

حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد حضرت خواص خصوصیت کے ساتھ مگر یہ تھیں اور چالیس ہزار اولاد در اولاد رو بہ رہی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد جناب جبریلؑ کے جانشین ہوئے اصول پر حضرت شیتؑ نے غسل و کفن کا انتظام کیا۔ بروایت خود جبریلؑ اور دیگر فرشتوں نے غسل دیا اور جناب شیتؑ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک روایت میں ہے جناب شیتؑ نے حضرت جبریلؑ سے کہا کہ نماز جنازہ آپ پڑھائیں۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ تم ان کے جانشین اور خلیفہ ہو یہ حق تمہارے لیے مخصوص ہے۔ طبری میں ہے کہ یہ غسل و کفن و دفن کا طریقہ اسی وقت سے قائم ہے، اعراس ثعلبی میں ہے کہ حضرت آدمؑ کی وفات پر شمس و قمر کو چھ شہاد روز گن لگا رہا۔ اسی کتاب میں ہے کہ ملائکہ نے غسل و کفن کا انتظام کیا اور جنت کے کافر سے حنوط کا فریضہ ادا کیا۔ پھر پیر اور خالص پانی سے غسل دیا اور نماز میں شیتؑ نے بارشاد جبریلؑ تیس تکبیریں کہیں۔ جن میں سے پانچ تکبیریں نماز کی تھیں اور ۲۰ تکبیریں احترام آدمؑ میں تھیں، مؤرخ طبری نے نماز میں چار تکبیریں اصل نماز کی بتائی ہیں۔ لیکن امام اہل سنت علامہ ابن اسحاق احمد بن محمد بن محمد ابراہیم ثعلبی نے پانچ تکبیریں اصل نماز کی تحریر فرمائی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "فلما مات آدم قال شیت لجدائیل صل علی آدم فقال له جبرئیل تقدم انت فصل علی ایک فصلی علیہ وکبر ثلاثین تکبیرۃ فاما خمس فلمی فی الصلوۃ واما خمس وعشر فلمی تفضیل لادم" جب آدمؑ کا انتقال ہوا تو شیتؑ نے جبریلؑ سے کہا کہ آدمؑ کی نماز جنازہ آپ پڑھائیں۔ جناب جبریلؑ نے کہا کہ نہیں تم آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ جناب شیتؑ نے نماز پڑھائی اور اس نماز میں تیس تکبیریں کہیں جن میں سے پانچ نماز جنازہ کی تھیں اور پچیس احترام و تفضیل آدمؑ کی۔ ہمارے نزدیک علامہ ثعلبی کا بیان صحیح ہے، کیونکہ ارباب عصمت کے ارشادات عالیہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ علامہ مجلسی نے حیات القلوب میں بسلسلہ نماز جنازہ آدمؑ پچھتر تکبیروں کا حوالہ دیا ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ ان میں سے ستر آدمؑ کی خاطر اور پانچ ان کی اولاد کے لیے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اب تک پانچ تکبیریں نماز میت میں جاری ہیں۔ اسی کتاب میں آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ ۲۰ تکبیروں کی روایت درست نہیں ہے اور پچھتر تکبیروں کی روایت صحیح ہے۔ ۲۰ تکبیریں بطور سنت جنس اور ہ بطور واجب اور اب بھی نماز میت میں پانچ تکبیریں واجب ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ کو بری کا فور اور خالص پانی ستے میں غسل دیتے تھے کتاب تہذیب الکلام

میں ہے کہ حضرت آدمؑ کے کفن میں جبریل الرحمۃ رکھے گئے، کیونکہ انھوں نے اس کیلئے وصیت فرمائی تھی۔ علامہ جزائری حضرت نعمۃ اللہ علیہ الرحمۃ تہذیب کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے جناب شیدائے اپنی وفات سے قبل فرمایا تھا کہ جب میں جنت سے زمین پر آیا تھا تو خدا نے میری اور خرمے کے درخت میری موانست اور دل بستگی کے لیے بھیج دیئے تھے میں اُن سے زندگی میں سکون حاصل کرتا رہا ہوں۔ لہذا میرے مرنے کے بعد ان درختوں میں سے کسی ایک کی دو شاخیں میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ جناب شیدائے نے اس کی تعمیل کر دی اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ یہی رسم وصنت تمام انبیاء کے عہد میں جاری رہی فقہ اندرسا ذالک فی الجاہلیۃ فاحیاہ النبیؐ پھر عہد جاہلیت میں اسے ترک کر دیا گیا۔ مگر عہد رسؐ میں پھر اسے حضورؐ نے جاری فرما دیا۔ اور اب یہ بطور سنت جاری ہے۔ کہتے ہیں کہ جب تک ان شاخوں میں تری رہتی ہے عذاب نہیں ہوتا۔

ایک روایت میں ہے کہ وفات آدمؑ کے بعد شیطان اور قابیل نے خوشی منائی اور قابیل نے شیدائے کو دھمکا یا، اور کہا تم اپنے وصی ہونے کا اظہار و اعلان نہ کرنا، ورنہ ہم تمہیں ہابیل کی طرح قتل کر دیں گے (حیات النفلوب و قصص جزائری) علامہ مجلسی حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ شیطان اور قابیل نے وفات آدمؑ پر ہر قسم کے باجے بجا کر خوشی منائی تھی۔ الغرض غسل وغیرہ سے فراغت کے بعد حضرت آدمؑ کو مقام ابوقیس میں دفن کر دیا گیا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ تدفین کے بعد جبریلؑ نے فرزند ان آدمؑ اور ان کے بیرون سے کہا کہ اگر تم آدمؑ کی وصیت پر عمل کرو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔

نسخ التوارخ، کشف الغمۃ، قصص الانبیاء
حضرت آدمؑ کی تاریخ وفات

جمعہ ۸ ماہ نisan مطابق ۱۵ محرم الحرام کو ہوئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا انتقال ۱۱ محرم الحرام کو ہوا ہے۔ ایک روایت میں ہے قبر میں حضرت آدمؑ کا منہ کعبہ کی طرف تھا۔

حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد جناب نوحؑ ایک سال زندہ رہیں، پھر پندرہ یوم بیمار رہ کر وفات پا گئیں اور انھیں

حضرت آدمؑ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ ان کی مدت عمر حضرت آدمؑ سے ایک سال پندرہ یوم زیادہ

تھی اسل مر پر تقریباً تمام کتب تواریخ متفق ہیں کہ حضرت آدمؑ کا انتقال مکہ میں ہوا ہے اور آپ کوہ ابوقیس میں دفن کیے گئے

میں لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان کا تابوت جب حضرت نوحؑ نے دوران طوفان

برآمد کیا تھا، تو پھر اسے کہاں دفن کیا بتا ریخ طبری میں ہے کہ آپ کا تابوت جناب نوحؑ نے بیت المقدس میں دفن کیا تھا۔ عرائس تعلبی میں بھی یہی کچھ ہے لیکن یہ قطعاً درست نہیں ہے کیونکہ حضرت آدمؑ کی قبر بیت المقدس میں دیگر انبیاء کی قبروں کے ساتھ موجود نہیں ہے قطع نظر اس سے کہ ارباب عصمت اس کی تائید نہیں فرماتے۔ بلکہ وہ الگ مقام بتاتے ہیں، میں کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے خود جون ۱۹۱۵ء میں جب کہ میں زیارات کے لیے گیا تھا بیت المقدس میں حضرت آدمؑ کی قبر نہیں دیکھی اور نہ مقام خلیل الرحمن میں دیکھی ہے برخلاف اس کے ان کی اور حضرت نوحؑ کی قبر نجف اشرف میں حضرت علیؑ بشیر خدا کی تربت مقدسہ کے عقب میں ہے اور زیارت میں نے اس مقام پر پڑھی ہے۔ ارباب عصمت کا بھی یہی ارشاد ہے کہ طوفان کے موقع پر حضرت نوحؑ حضرت آدمؑ کا تابوت نجف اشرف لائے تھے اور وہیں اس کو دفن فرمایا ہے۔ جبکہ مورخین و محدثین اہل تشیع نے تحریر فرمایا ہے علامہ مجلسی حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ حضرت آدمؑ کوہ البقیس میں مدفون تھے۔ یہاں تک کہ طوفان نوحؑ آیا۔ جب کشتی نوحؑ اس مقام پر پہنچی تو حضرت نوحؑ نے بحکم خدا کشتی سے اتر کر تابوت آدمؑ کو برآمد کیا اور اسے کشتی میں رکھ کر وہ روانہ ہو گئے، روانگی سے قبل کشتی نوحؑ نے خانہ کعبہ کا سات بار طواف کیا۔ اس کے بعد وہ روانہ ہو گئی یہاں تک کہ مسجد کوہ پہنچی، وہاں پہنچ کر جب طوفان ختم ہوا تو کشتی سے جناب نوحؑ نے تابوت آدمؑ کو نکالا اور نجف اشرف میں دفن کر دیا۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۵۵ قصص الانبیاء علامہ جزائری ص ۷۷)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ نے تین قبریں تیار کی تھیں۔ ایک حضرت آدمؑ کے لیے دوسری اپنے لیے تیسری حضرت علیؑ کے لیے یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد آپ کے دفن کے لیے کھدی ہوئی پنجتہ قبر برآمد ہوئی تھی اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو اسی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔

باب ۷

حضرت شیت علیہ السلام

شیت، سریانی لفظ ہے۔ اس کے معنی عربی میں "ہمتہ اللہ" یعنی عطیہ خدا کے ہیں حضرت آدمؑ چونکہ قبل اہیل کے صدمہ کی وجہ سے تہ قول جناب حوا کے قریب نہ گئے تھے۔ اس لیے اس دوران میں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ نور محمدیؑ کا صلب حضرت آدمؑ میں منتقل ہونا لازمی تھا اس لیے خداوند عالم نے ایک فرزند عطا کیا جس کا نام حضرت آدمؑ نے بروایت علامہ مجلسی سات دن کے بعد شیتؑ رکھا۔ جناب شیتؑ کی ولادت بطین جناب حوا سے اس وقت ہوئی تھی جبکہ حضرت آدمؑ کی عمر بروایت ناسخ التواریخ ایک سو بیس سال اور بروایت مجلسی ۲۳۵ سال کی ہو چکی تھی جناب شیتؑ کے بلوغ کے بعد حضرت آدمؑ نے ان کی شادی ایک عورت کے ساتھ کر دی تھی جس کا نام "نزلہ" تھا اور جسے خداوند عالم نے شیتؑ کے لیے جنت سے بھیجا تھا جو بروایت علامہ اخوند جویری نقاب پوش تھی حضرت آدمؑ نے جن کی عمر بروایت یعقوبی ۹۳۰ سال، اور بروایت طبری ایک ہزار سال تھی۔ اپنی عمر کے آخری حصے میں جناب شیتؑ کو بحکم خدا اپنا وصی اور جانشین بنا کر طواف کعبہ والہاں پر انھیں حاکم بنا دیا تھا اور زمین کی ملکیت و حکومت ان کے سپرد کر دی تھی۔ نیز انھیں ہر قسم کے علوم سے بہرہ ور کر کے خصوصی طور پر علم حکمت، علم ریاضی، علم طبیعیات، علم اکسیر، علم تسخیر جن اور شیطاں، علم طبیت، علم کیمیا وغیرہ سے بھرپور کر دیا تھا طبری میں ہے کہ حضرت آدمؑ کی وفات کے وقت ان کی نسل چالیس ہزار تعداد تک پہنچ چکی تھی، ان چالیس ہزار میں جناب شیتؑ سب سے زیادہ لائق فائق، عالم، فاضل، عبادت گزار اور متقی تھے۔ لہذا حضرت آدمؑ نے انھیں اپنا جانشین بنایا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے انتقال سے چند یوم قبل اپنی تمام اولاد کو جمع کر کے انھیں ہدایات کیں۔ اور خصوصی طور پر یہ کہا کہ شیتؑ کو میں بحکم خدا خلیفہ بنائے جاتا ہوں تم ان کی پوری پوری پیروی کرنا اور ان کی کسی طرح مخالفت نہ کرنا اور قایل کی اولاد سے اختلاف پیدا نہ کرنا۔ پھر جناب

شیت سے فرمایا کہ نور محمدی جو کہ مختارے صلب میں ہے اس کی پوری پوری حفاظت کرنا اور غیر پاکیزہ رحم میں اُسے جانے نہ دینا اور میرے تابوت کی پوری پوری حفاظت کرنا۔ حضرت آدمؑ نے یہ بھی فرمادیا کہ ان چیزوں کے متعلق تسلا بعد نسل وصیت ضرور جاری رکھی جائے۔ ساریخ روضۃ الصفا جلد اول میں ہے کہ جب حضرت آدمؑ کا انتقال ہو گیا اور جبریلؑ نیز دیگر مقررہ فرشتے اور حضرت آدمؑ کی نسل کے افراد فریض تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے، بعد ازاں جبریلؑ اولاد آدمؑ را گفت کہ اگر بوصیت پدر خود عمل نمایند گز گمراہ نہ نشوید۔ تو جبریلؑ نے اولاد آدمؑ سے فرمایا کہ اگر تم لوگ اپنے پدر بزرگوار کی وصیت پر عمل کرو گے تو بھی گمراہ نہ ہو گے۔ اس عبارت اور عمل جبریلؑ سے معلوم ہوا کہ عہد آدمؑ ہی سے یہ سنت قائم ہے کہ ہر نبی اپنے بعد کا انتظام کر کے جائے اور مرنے سے پہلے ضروری وصیت کرے جیسا کہ حضرت آدمؑ نے کیا اور وصیت پر فوراً زور دے کر امانت والوں کو آگاہ کیا جائے کہ اس پر عمل کریں جیسا کہ جناب جبریلؑ کے عمل سے ظاہر ہے۔ عہد آدمؑ میں جو کہ شیت نبی موجود تھے۔ اس لیے جبریلؑ نے انتقال آدمؑ کے بعد اس مقام دفنی پر کھڑ کر وصیت پدریاد دلانی اور تاکید کی کہ اس پر عمل کرنا، ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور عہد خاتم صلعم میں چونکہ بعد میں کوئی نبی آیا ہوا نہ تھا۔ اس لیے غدیر خم میں اعلان و صابیت و خلافت کے بعد خود فرمادیا: ای تارک فیکم الطہین کتاب اللہ و عترتی الخ میں تم میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک ان میں کتاب خدا ہے، دوسری میری عترت، میرے اہل بیت۔ جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں اس وقت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ جائیں۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت آدمؑ جناب شیت جناب شیت کا معلم اول ہونا کو بہت زیادہ چاہتے تھے اور انھوں نے وہ

تمام تعلیم انھیں دے دی تھی جس کے وہ خود عالم تھے۔ لہذا جناب شیت نے درس و تدریس اور تعلیم و تفہیم کا سلسلہ شروع کر دیا اور لوگوں کو گوہر علم و حکمت سے مالا مال بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل توریت انھیں ”اوریاے اول“ یعنی معلم اول کہتے ہیں۔ (روضۃ الصفا جلد اول)

علاوہ عبد الواحد حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت شیتؑ حضرت آدم علیہ السلام سے مشابہہ تھے اور ان کی بیوی جناب حوا سے مشابہہ تھی۔ وہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ جب حضرت شیتؑ کی بیوی حوا

ہوئی تو ہر طرف سے اس کے کان میں یہ آواز آتی تھی ”لو کہ محمدؐ کو امانت نہادہ اند مبارکباد“ کہ

تیرے حکم میں فوراً محمدی پہنچ گیا ہے۔ خدا مبارک کرے اور یہ آواز اس وقت تک آتی رہی جتنا کہ جتنا
 انوش پیدا نہیں ہو گئے، انوش کے معنی صادق کے ہیں (عجائب تعصص ۱۵ وروضۃ الصفا -
 جلد ۱۲) علامہ سید کاشانی لکھتے ہیں کہ جب حضرت شیدائے کی عمر "ایک سو پچاس سال" کی ہوئی
 تو جناب انوش پیدا ہوئے (ناسخ التواریخ جلد ۸۸) ایک روایت میں ہے کہ جس وقت وہ
 پیدا ہوئے تو فوراً محمدی ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔ یہ وہ پہلے شخص میں جنہوں نے درخت
 عمرہ کی کاشت کی ہے اور صدقہ نکالا ہے۔

حضرت شیدائے کی بعثت

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب حضرت آدم کا انتقال
 ہو گیا تھا اور آپ ال کے جانشین کی حیثیت سے
 تبلیغ کر رہے تھے تو خدا نے انہیں معوض برسات فرمایا، اور ان پر صحائف کا نزول شروع ہوا
 اکثر روایات میں ہے کہ آپ پر پچاس صحیفے نازل ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ پر دو
 سو بیستین صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ آپ انہیں صحیفوں کے ذریعہ سے دلائل وحدانیت اور تعلیم
 فرائض و احکام فرماتے تھے اور سنن و شرائع اور حدود و خداوندی بیان فرمایا کرتے تھے، فرزند ان
 آدم کو تعلیم دیتے تھے اور عبادت خدا کی طرف انہیں مائل کرنے کی سعی کرتے تھے، مگر میں رہتے
 تھے اور حج و عمرہ بجالایا کرتے تھے (حیات القلوب جلد ۵۹) ایک روایت میں ہے کہ
 آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جو حضرت آدم کے بعد معوض برسات ہوئے ہیں۔

نظام سلطنت کے متعلق جناب شیدائے کے ارشادات

ارشاد فرمایا ہے کہ راہ بادشاہ کی نسبت رعیت کے ساتھ ایسی ہے جیسے نفس کی نسبت بدن کیا تھے
 ہو جس طرح نفس انسانی بدن سے ایک لمحہ کیلئے غافل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بادشاہ کو بھی چاہیے کہ
 اپنی رعیت سے غافل نہ ہو۔ ورنہ ایک دن کی غفلت کا تدارک ایک ماہ میں بھی نہ ہو سکے گا۔ راہ بادشاہ
 کو چاہیے کہ اہل فن اور اہل دانش پر احسانات کرے اور ان کی محنت افزائی کرے تاکہ اکتساب
 فضائل میں فراوانی پیدا ہو اور ملک ترقی کرے (۳) بادشاہ کو چاہیے کہ کرام اخلاق سے موصوف ہو
 یعنی نہایت خوش اخلاق و کردار ہو تاکہ رعایا بھی جوہر اخلاق سے آراستہ ہو سکے (۴) بادشاہ کو چاہیے
 کہ شدائد و مصائب کے برداشت کرنے میں دلیر ہو (۵) بادشاہ حسن تدبیر کا مالک ہو اور اہل علم و صلوات
 رکھتا ہو (۶) مخلص دوست بھائی سے بہتر ہوتا ہے کیونکہ اس سے میراث کی کوئی لالچ نہیں ہوتی۔ لہذا بادشاہ کو
 چاہیے کہ اس کے مخصوص خدمات کو نظر انداز نہ کرے۔

جناب انوش کی جانشینی | مؤرخ محمد بن خاوند شاہ المتوفی ۳۱۹ھ لکھتے ہیں کہ

”یہ حلیہ شیت لاہنگام رحلت نزدیک آمد انوش کو اپنا وصی گردانیدہ زمام حل و عقد امور نبی آدم لا دقبضہ کفایت اونہادہ“ جب حضرت شیت کی وفات کا زمانہ قریب ہوا تو انھوں نے اپنے بیٹے انوش کو اپنا وصی مقرر کر کے جملہ امور نبی آدم ان کے دست اقتدار میں دے دیا، مورخ ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید البطری لکھتے ہیں ”اور ایسرے آمد انوش نام کر دشس واد را وصی خویش کرد و خلیفہ زمین شد۔“ جناب شیت نے اپنے فرزند انوش کو اپنا وصی مقرر کر دیا اور زمین کا خلیفہ بنا دیا، علامہ عبد الواحد محمد المصطفیٰ حنفی عجائب القصاص ۳۵۵ میں لکھتے ہیں کہ ”جب شیت کا زمانہ رحلت قریب آیا تو انھوں نے انوش سے وصیت کی اور حفاظت نور محمدی کا عہد و اقرار لیا۔ علامہ مجلسی اور علامہ بہائی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جانشینی کا عمل ۸ رذی الحجہ کو کیا گیا۔“

حضرت شیت کی علالت اور وفات | جب حضرت شیت جناب انوش کو اپنا جانشین بنا چکے اور ان کی عمر

بروایت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ ۹۱۲ سال کی ہو گئی تو وہ علیل ہو گئے۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۵۹) مورخ ابن واضح المتونی ۲۹۲ لکھتا ہے کہ ”حضرت آدم کے بعد ان کے بیٹے شیت ان کے نائب مقام ہوئے اور انھوں نے اپنی قوم کو تقویٰ اور عمل صالح کی ہدایت کی اور وہ ایسے ہو گئے کہ تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے تھے۔ نہ ان میں بغض و حسد تھا نہ آپس میں دشمنی تھی نہ تہمت طرازی تھی نہ کذب بیانی تھی نہ کسی قسم کی ان میں برائی تھی وہ جب قسم کھاتے تھے تو ”خون ہابیل“ کی کھاتے تھے ”پھر جب ان کی وفات قریب ہوئی تو انھوں نے اپنے بیٹے اور زبیرگان کو طلب فرمایا اور ان کی عورتوں کو بلایا اور انھیں دعائیں دیں اور خون ہابیل کی قسم دے کر فرمایا کہ تم لوگ اس مقدس پہاڑ سے نیچے نہ اترنا اور اولاد قبیل سے میل جول پیدا نہ کرنا۔ وادھلی الی انوش ابنہ“ اس کے بعد اپنے بیٹے انوش کو اپنا جانشین مقرر کیا اور انھیں حکم دیا کہ تابوت آدم کی حفاظت کرنا اور تقویٰ کو اپنا شعار قرار دینا نیز اپنی قوم کو تقویٰ کی ہدایت کرنا اور انھیں عبادت خداوندی کی طرف دعوت دیتے رہنا۔“ قوفی یوم الثلاثہ سبہ و عشرین لیلة خلعت من آب علی ثلاث مساعات من النهار“ پھر منگل کے دن ۲۷ ماہ آب ”کوئین گھنٹے دن چڑھے وفات پا گئے۔“ (تاریخ یعقوبی ص ۷) وفات کے وقت آپ کی عمر ۹۱۲ سال تھی جیسا کہ البیعقوبی اور بطری وناصح التواریخ میں ہے حضرت شیت کی وفات کے بعد جناب انوش نے غسل و کفن سے فرغت حاصل کی اور نماز پڑھ کر ان کی میت حضرت آدم کے پہلو میں دفن کر دی جناب قینان کی ولادت اور جانشینی جناب شیت

کے بعد سے اپنے دادا حضرت آدمؑ اور اپنے پدر بزرگوار حضرت شیثؑ کی ہدایت کے مطابق تبلیغ دین میں مصروف تھے، یہاں تک کہ ان کی عمر بروایت ناسخ التواریخ تو سے سال کی ہوگئی تو خداوند عالم نے انھیں اولادیں عطا کیں جن میں بروایت طبری قینانؑ سب میں لائق فائق اور عالم تھے جناب النوشؑ نے "قینان را وصی و خلیفہ زمین کرد" قینانؑ کو اپنا وصی اور زمین کا خلیفہ بنا دیا عجائب القصاص میں ہے کہ قینانؑ کے معنی مستولی، یعنی غالب کے ہیں، یہ عبرانی لفظ ہے۔
جناب النوشؑ کی وفات | مؤرخ ابن واضح کا بیان ہے کہ جناب النوشؑ حضرت شیثؑ کی وفات کے بعد سے اوائے فراغ میں مشغول و مصروف

تھے کہ موت کا وقت قریب آگیا۔ جناب النوشؑ نے تمام اولاد و اعزاء کو جمع ہونے کا حکم دیا اور جب سب جمع ہو گئے تو انھوں نے سب کو دعائیں دیں اور جناب شیثؑ کی طرح وصیت کی کہ تم لوگ پہاڑ سے نیچے نہ اترنا اور اولاد و قایل سے احتلاط نہ پیدا کرنا، اور قینانؑ سے کہا کہ میرے بعد امور دین و دنیا کو نہایت خوبصورتی سے سرانجام دینا اور تابوت آدمؑ کی حفاظت کرنا اور اسی کے ساتھ ان کے تابوت کے قریب نمازیں پڑھتے رہنا اور حمد و تسبیح خدا کرتے رہنا، وصیت سے فراغت کے بعد جناب النوشؑ بن شیثؑ بن آدمؑ ماہ تشرین الاول کی تیسری تاریخ کو غروب آفتاب کے وقت انتقال کر گئے آپ کی عمر ۹۶ سال کی تھی (تاریخ یعقوبی ص ۱۰۵)۔
جناب النوشؑ کی وفات | جناب النوشؑ کی وفات کے بعد سے پوری ذمہ داری کیساتھ جناب قینانؑ نے تبلیغ کے فراغ اور

کرنے شروع کر دیئے اور اپنی پوری جدوجہد کیساتھ اچھی خاصی کامیابی حاصل کی۔
قینانؑ کے متعلق تواریخ کا بیان ہے کہ یہ بے انتہا مقدس، متقی اور نہایت لطیف و کریم کردار کے تھے۔ انھوں نے تبلیغ میں اچھا خاصہ کام کیا تھا اور کام میں منہمک تھے کہ ان کی عمر بروایت ناسخ التواریخ اسی سال اور بروایت الیعقوبی ستر سال کی ہوگئی اس وقت خداوند عالم نے ان کو ایک فرزند عطا کیا طبری کا بیان ہے کہ قینانؑ کے اولاد بہت زیادہ تھی لیکن ان سب میں مہملیلؑ سب سے لائق تھے، لفظ مہملیلؑ کے معنی محمود کے ہیں، طبری میں یہ بھی ہے کہ قینانؑ نے اپنا جانشین مہملیلؑ کو ان کی لیاقت و صلاحیت کی وجہ سے بنایا تھا۔

جناب قینانؑ کی وفات | روضۃ الصفا میں ہے کہ قینانؑ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق جانشین ہونے کی حیثیت سے ریاست

بہی آدمؑ کو سنبھالے رہے اور وہ اس کوشش میں تھے کہ طریق مستقیم سے انحراف نہ ہونے پائے اور تبلیغ کا کام برابر جاری رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی عمر بروایت ناسخ التواریخ ۹۱۰ سال کی ہوگئی

اور آپ کی وفات قریب آ پہنچی، جب آپ کو وفات کا یقین ہو گیا تو لوگوں کو جمع کر کے ان کو وعظ دیا اور غول ہابل کی قسم دے کر کہا کہ اس پہاڑ سے نیچے نہ اترنا اور اولادِ نابل سے میل جول پیدا نہ کرنا ”وَجَعَلَ وَهْبِيْنَةَ اِلٰى مَهْلَايْلَ“ اور اپنے فرزند مہلائییل کو اپنا وصی اور جانشین بنا کر انھیں جسدِ آدم کی حفاظت کا حکم دیا اور انتقال کر گئے (اليعقوبي) مورخ سپہر کا شانی لکھتے ہیں کہ قینانؑ نے شہر بابل کی بنیاد ڈالی اور باہم فارسی ”مور“ میں بعمر ۹۱۰ سال ویرایت ابن واضح ۹۲۰ سال انتقال کیا۔

مہلائییل بن قینانؑ کی جانشینی اور کارکردگی قینانؑ کی وفات کے بعد جانا

رہے اور آبا و اجداد کی وصیت کے مطابق سعی پیہم کرتے رہے کہ اولادِ آدم معاہدہ اتحاد پر قائم رہیں اور کوئی انتشار پیدا نہ ہونے پائے لیکن مخلوق کی اتنی کثرت ہو چکی تھی کہ اسے اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنا اور ان پر بہر طریق نگرانی کرنا دشوار ہو گیا تھا۔ اس لیے بروایت روضۃ الصفائی آدم کو اطرافِ عالم میں پھیلا دیا اور خود اولادِ شیت سمیت مقامِ بابل میں جاگزیں ہو گئے اور شہر ”سوس“ کی بنیاد ڈال کر وہیں مستقل طور پر رہنے لگے۔

جنابِ یزد کی ولادت بروایت تاریخ جب مہلائییلؑ کی عمر ساٹھ سال کی ہوئی تو ان کے ہاں ایک فرزند متولد ہوا جس کا نام انھوں نے ”یوٹ“ رکھا جس کے معنی بروایت عجائب التخصّص، ضابطہ، یعنی

قاعدہ اور قانون کے ہیں۔

مہلائییل کا حسن و جمال اور اسٹیجیو ملا خوند محمد الجوبیری رقمطراز ہیں کہ حضرت آدمؑ سے قینانؑ تک سب ہی دین اسلام کی تبلیغ کرتے چلے آئے۔ یہاں تک کہ قینانؑ کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام مہلائییلؑ رکھا گیا

مہلائییلؑ کو خداوندِ عالم نے ایسے حسن و جمال سے آراستہ کیا تھا کہ ”مثلاً“ ان درجہاں نہ بود“ کہ ایسی مثال دنیا میں نہ تھی، ان کے حسن و جمال کا یہ عالم تھا کہ لوگ ان کے چہرے کو اچھی طرح دیکھ نہ سکتے تھے اسی لیے وہ ہر وقت اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رہتے تھے مغرب سے مشرق تک ان کے حسن کا شہرہ تھا اور بیشمار حضرات مسلسل ان کو دیکھنے کے لیے آیا کرتے اور صفحہ تحائف لایا کرتے تھے اور ہر آنے والا ان کے جاہ و شہم اور قدرتی جلال کو دیکھ کر حیران رہ جاتا تھا، یہ سلسلہ عرصۃ تک جاری رہا یہاں تک کہ مہلائییلؑ کا انتقال ہو گیا، ان کے انتقال کے بعد جو لوگ آتے تھے وہ بڑے

یالوس ہو کر واپس جاتے تھے اور جو نذرانہ لاتے تھے واپس لے جاتے تھے۔ ایک دن شیطان نے اولادِ ہملائیل سے کہا کہ ہملائیل تم لوگوں سے بہت زیادہ ناراض ہیں۔ انھوں نے پوچھا کہ ناراضی کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ میری اولاد میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ان لوگوں کو تسلی دے سکے جو میرے دیکھنے کو آتے ہیں اور مجھے نہ پا کر رنجیدہ واپس جاتے ہیں، ان لوگوں نے شیطان سے جو انسانی صورت میں تھا پوچھا کہ اب ہم اس کا کیا علاج کریں، شیطان نے کہا کہ اس کا علاج تو بہت آسان ہے۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا ”صورتِ درخت کی مانند بسان صورتِ ہملائیل درخانہ و برقعے بردے فرو گزارید تاکہ خلق بیاندوآن صورت را زیارت کنند الخ“ کہ تم ایک صورتِ ہملائیل کی شکل کی بنا کر اپنے گھر میں بٹھو اور اس پر نقاب ڈال دو، تاکہ جب لوگ آئیں تو ان کی زیارت کر لیا کریں اور مطمئن ہو کر واپس جایا کریں اس کے نتیجے میں یہ ہوگا کہ ہملائیل تم سے خوش ہو جائیں گے، یہ سنی کر فرزندِ انِ ہملائیل خوش ہو گئے اور اس سے کہا کہ تم ہماری امداد کرو۔ اس نے کہا میں تیار کروں گا تم بے فکر ہو چنانچہ اس نے پتھر کا ایٹھ بنادیا اور اس کے چہرے پر نقاب ڈال دی، اس کے بعد جو لوگ آتے زیارت کرتے اور چلے جاتے تھے، یہ سلسلہ ایک دو قرن تک جاری رہا۔ ایک دن شیطان یہ اندازہ لگا کر کہ اب یہ لوگ اس سلسلہ کی بنیاد سے یہ بے خبر ہو گئے ہیں، موجودہ عہد کے بزرگوں سے ملا اور کہنے لگا کہ آپ لوگ اس کی پرستش کیوں نہیں کرتے، آپ کے آباؤ اجداد ہمیشہ اسے پوجا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے اس کے کہنے کو باور کرایا اور اسے پوجے لگے تو بُت پرستی در عالم پدید آمد۔ اور بُت پرستی دنیا میں پھیل گئی قصص الانبیاء ص ۳۱ طبع قاجار ۱۲۹۷ھ

یہود کی جانشینی اور ہملائیل کی وفات | مؤرخ ابن واضح کا بیان ہے کہ فلما دفن موت ہملائیل اوصی الہ

انہم یہود جب ہملائیل کی موت کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے اپنے بیٹے یہود کو اپنا جانشین بنا دیا اور انھیں دستورِ اساسی کے مطابق یہ ہدایت کر دی کہ حضرت آدمؑ کے مابوت کی حفاظت کرتے رہیں۔ اس کے بعد ہملائیل ۱۱ ماہ نیسان کی دوسری تاریخ آوار کے دن تین گھنٹے دن چڑھے ۱۱۹۵ سال کی عمر میں انتقال کر گئے (تاریخ یعقوبی ص ۵) طبری میں ہے کہ ہملائیل اپنے باپ قینان کے جانشین تھے اور انھوں نے ۹۲۶ سال عمر میں انتقال کیا ہے۔

ولادت حضرت ادیس علیہ السلام | مؤرخ سہرکاشانی تحریر فرماتے ہیں کہ جب جنتا یہود کی عمر ایک سو باسٹھ سال کی ہوئی تو

جناب ادیس پیدا ہوئے۔ ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۸۵ مؤرخ ابو جعفر محمد بن جریر البطری لکھتے ہیں کہ ”اور

دختران بسیار آمدند اندر میاں ایشاں پسرے بود نام اداختوخ وان ادیس پیغمبر بود، برڈ کے یہاں لڑکیاں بہت زیادہ پیدا ہوئیں اور ان میں ایک لڑکا بھی پیدا ہوا جس کا نام بزبان سریانی اختوخ (ادریس) تھا (تاریخ طبری جلد ۳) علامہ عبد الواحد حنفی لکھتے ہیں، چوں عمر اوصد و شصت و دو سال رسید، اور از زنی، "بزورہ" نام فرزندے رفیع الشان عظیم البرمان متولد شد "اختوخ" جب یرد کی عمر ایک سو باسٹھ سال کی ہوئی تو ان کے ہاں بزورہ نامی عورت سے ایک عظیم الشان اور رفیع البرمان فرزند متولد ہوا جس کا اسم گرامی اختوخ (ادریس) تھا (عجائب القصاص ص ۵۳)۔

عہد یرد میں شیطان کی عظیم ریشہ دوانی | حضرت آدم کی وصیت کے مطابق تا بہ عہد یرد تمام ذمہ داریاں اپنے جانشینوں کو ہدایت کرتے چلے آئے کہ پہاڑ سے اتر کر اولاد قابیل سے اختلاط نہ کرنا اور جسید آدم کی حفاظت کرتے رہنا، جناب یرد حسب دستور سابق اپنے آبا و اجداد کے ارشاد کے مطابق اسی پر عامل رہے اور پوری سعی کرتے رہے کہ کوئی بھی پہاڑ سے اتر کر وسعت ارضی میں اولاد قابیل سے میل جول پیدا نہ کرتے پائے لیکن جب ان کی عمر پانچ سو سال کی ہوئی تو اولاد شیث نے عہد و معاہدہ سب توڑ دیا اور وہ پہاڑ سے اتر کر آبادی میں آ گئے اور انھوں نے قابیل کی لڑکیوں سے گھل مل کر باپ دادا کے سارے فرمان بھلا دیئے۔

ان لوگوں کے پہاڑ سے اتر کر اولاد قابیل سے اختلاط کا سبب یہ ہوا کہ ابلیس نے اولاد قابیل میں سے دو آدمیوں کو جن کے نام (۱) یویل (۲) تولیقین متھے منتخب کر کے انھیں خوب کانا بجانا سکھایا اور ہر قسم کے آلات لہو و لہب بنانے میں ماہر کر دیا۔ پھر ان سے کہا کہ بہت سی جمیعت لے کر کوہ ابوقیس کے دامن میں جاؤ اور گاؤ بجاؤ اور رقص کرو چنانچہ یہ لوگ بہت سے آدمیوں کو لے کر دامن کوہ میں پہنچے اور اپنا کام شروع کر دیا جب اولاد شیث نے ان لوگوں کی آوازیں سنیں تو آپس میں کہنے لگے کہ دیکھنا چاہیے کہ زمین پر کیا ہو رہا ہے اور یہ کس قسم کی آوازیں آ رہی ہیں، اس کے بعد ایک سو اذاد نے فیصلہ کیا کہ زمین پر چل کر دیکھیں گے کہ سارا ہنگامہ کیسا ہے، جب جناب یرد کو ان کے عوام معلوم ہوئے تو انھوں نے سب کو بلا کر انھیں آدم سے لے کر مثل ایل تک کی وصیتوں کا حوالہ دے کر "بدم ہائیل" روکنا چاہا۔ مگر وہ نہ مانے، تو جناب ادریس کھڑے ہوئے اور کہنے لگے سنو! جو میرے باپ کا فرمان نہ مانے گا اور جہنم دار حضرت آدم والی اس وقت کی وصیت کو نظر انداز کر کے زمین پر اترے گا ہم دوبارہ اسے پہاڑ پر چڑھنے نہ دیں گے "قابوا ان یلبطوا"

حضرت ادیس کی جانشینی اور جناب یزد کی وفات

مگر ان لوگوں نے ایک نہ سنی اور نہ اترنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر وہ پہاڑ سے اتر کر قابیل کی لوہیوں کیساتھ گھل مل گئے اور سرستم کی غلط کاریوں میں مبتلا ہو کر دین و ایمان کھو بیٹھے۔ (تاریخ یعقوبی ص ۵) ایک روایت میں ہے کہ بت پرستی کی ابتداء عہد ادیس میں شیطان کے ذریعہ سے ہوئی۔

تو رخصت کا بیان ہے کہ جب جناب یزد کی موت کا زمانہ قریب ہوا تو انھوں نے اپنی اولاد کو جمع کر کے ان کو خیر و برکت کی دُعائیں دیں اور جناب ادیس کو اپنا وصی بنایا اور خصوصیت کے ساتھ انھیں عدم اختلاط اولاد قابیل کی ہدایت کی اور کہا کہ ہمیشہ ”مغارة الکنز“ یعنی قبر جناب آدمؑ کے قریب نمازیں پڑھتے رہنا اور اپنی اولادوں سے کہا جن کی تعداد اس وقت چالیس تھی کہ اول تو تم اس پہاڑ سے نہ اترنا اور اگر اترنا ہی پڑے۔ تو پھر اولاد قابیل سے اختلاط نہ پیدا کرنا اور تالوت آدمؑ کو ہمراہ لیتے جانا۔ جناب یزد کے چالیس لڑکے لڑکیاں تھیں اور سب میں چھوٹے جناب ادیس تھے۔ انھوں نے انھیں کو اپنا جانشین بنا دیا۔ اس کے بعد ماہ ”اذار“ کے جمعہ کے دن غروب شمس کے وقت ۹۶۲ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے (تاریخ یعقوبی ص ۶ نسخہ التواریخ جلد ۱ ص ۸۶ تاریخ طبری جلد ۱ ص ۳۱ کشف الغمہ جلد ۱ ص ۱۸۱) حضرت شیدائے بعد سے حضرت ادیس پیغمبر تک ۱۵۶۲ سال کی مدت کے اندر کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا، جن لوگوں کا ان دونوں نبیوں کے درمیان ذکر کیا گیا ہے یہ وصی تھے اور خصوصی طور پر اس لیے قابل استراام تھے کہ ان صلیبوں میں حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مقدس جلوہ فگن تھا۔ (تاریخ طبری جلد ۱ ص ۳۲، قصص الانبیاء جویری ص ۳۰ طبع قاجار ۱۲۹۷ھ)

باب ۸

حضرت ادریس علیہ السلام

لفظ ادریس، درس و تدریس سے ماخوذ ہے، ان کا اصل نام 'اخنوخ' تھا اور شجرہ نسب یہ ہے۔ اخنوخ بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن اوش بن شیمث بن آدم علیہم السلام۔ آپ مقام مدینہ میں پیدا ہوئے جو مصر کا ایک علاقہ ہے، آپ کی پیدائش کے وقت یکے والد بزرگوار جناب یرد کی عمر بروایت ناسخ التواریخ ایک سو باسٹھ برس کی تھی۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی بروایت امام تعلبی "آشوت" تھا۔ آپ چونکہ صحف آسمانی کا درس کثرت سے دیا کرتے تھے اور آباؤ اجداد کی شریعت کے احکام بیان کیا کرتے تھے، معارف الہیہ اور سنن نبویہ کی لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس لیے آپ کا لقب ادریس ہو گیا تھا، لفظ اخنوخ عبرانی ہے اور لفظ ادریس عربی ہے۔ اس لیے اہل عرب نے آپ کے لقب کو نام کا درجہ دے کر اسی کو شہرت دے دی ہے۔ یونانی آپ کو "بطرمین" اور "ادریسین" کہتے ہیں۔ آپ کو "اوریاے ثالث" بھی کہا گیا ہے آپ کو "ہرمش" بھی کہا جاتا تھا جس کے معنی "عطار درقم" کے ہیں۔

صاحب روضۃ الصفائے اوریاے ثالث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ سے قبل "غازیمون" مصری نبی تھے حضرت ادریس نے ان کی شاگردی اختیار کی تھی اور وہ اوریاے ثانی تھے۔ "لفظ غازیمون" کے معنی نیک بخت کے ہیں "غازیمون" اہل یونان اور مصر پر معوث ہوئے تھے۔

حضرت ادریس کا خصوصی لقب، مثلث بالنعمة اور مثلث بالحکمة تھا کیونکہ وہ سلطنت حکمت اور نبوت کے جامع تھے۔ علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ حضرت ادریس کا سینہ نہایت چوڑا تھا، اور سینے پر بال بہت زیادہ تھے۔ دوسرے بدن کے آدمی تھے۔ ان کے سر میں بال بہت زیادہ اور باریک تھے۔ وہ آہستہ چلتے اور آہستہ بولتے تھے۔ ان کی قیام گاہ مسجد سہلا تھی جو مسجد کوفہ کے قریب واقع ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد سہلا میں نماز ادا کرے اور دعائیں

کرے خدا اس کی دُعا قبول فرماتا ہے اور قیامت میں اس کا درجہ بہت بلند ہوگا۔ نیا چیز راقم الحروف نے جون ۱۹۵۷ء میں اس مسجد کی زیارت کی ہے اور اس میں نماز ادا کر کے دعا کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ خدا قبول فرمائے (آمین) امام نقی اور علامہ جزائری کا بیان ہے کہ حضرت ادریسؑ دیگر علوم کے علاوہ علم حساب، علم ہیئت اور علم نجوم میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔

حضرت ادریسؑ کے خصوصیات | علامہ عبدالواحد بن محمد المفسی الحنفی کا ارشاد ہے کہ حضرت ادریسؑ کو خدا نے دس

چیزوں میں منفرد فرمایا تھا: (۱) آپ نبی مرسل تھے (۲) تیس صحیفے آپ پر نازل فرمائے (۳) علم نجوم کی تعلیم سے انھیں بہرہ ور فرمایا (۴) یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے کھنکھنے کی ابتداء کی (۵) کپڑا سینا انھوں نے ایجاد کیا، ان سے پہلے لوگ چمڑے کا لباس پہنتے تھے (۶) جنگ کے اسلحہ انھوں نے ایجاد کئے (۷) جہاد کی بنیاد انھوں نے قائم کی (۸) کفار اور ان کی اولاد کو گرفتار کرنے کی بنیاد انھوں نے قائم کی (۹) لباس سینا اور پہننا ان کی ایجاد ہے (۱۰) خدا نے انھیں سب سے پہلے زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے۔ موزین کا بیان ہے کہ انھوں نے دُنیا میں سو شہر آباد کئے ہیں۔ علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ حضرت ادریسؑ مسجد سہل ہی میں بیٹھ کر خیالی کام کرتے تھے اور وہیں رہتے بھی تھے۔ کشف الغم میں ہے کہ آپ کو ۷۲ زبانیں بتائی گئی تھیں اور آپ ہر زبان میں تبلیغ کرتے تھے، روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت ادریسؑ ہی نے آفتاب کے برجوں میں منتقل ہونے کو بیان فرمایا ہے اور رویت ہلال کی طرف ہربری کی ہے، ستاروں کے برج شرف میں آنے کو بتایا ہے، نیز برجوں کے نام رکھے ہیں اور نجوم کی اصطلاحیں قائم کی ہیں، سیار و ثوابت اوج و حقیض، شکیث و زریح و تسدیس کی وضاحت کی ہے۔ بروایت انخوان الصفا وہ تیس سال تک حصول معلومات کے لیے آسمان کے گرد و حل کیساتھ چکر لگاتے رہے ہیں۔ روضۃ الصفا میں یہ بھی ہے کہ انبیاء کی تعداد اپنے علم کے ذریعے سے سب سے پہلے حضرت ادریسؑ ہی نے بتائی تھی۔

حضرت ادریسؑ کی بعثت | موزین کا بیان ہے کہ اولاد قایل جو کہ حد شمار سے باہر ہو گئی تھی، وہ پہلے ہی سے آتش پرست

اور پھر بت پرست بن ہی چکی تھی کہ انھیں سے اولاد شیت کے کچھ افراد نے اختلاط کر لیا۔ اور وہ بھی انھیں حرکتوں میں لگ گئے۔ یہاں تک آتش پرستی، محبت پرستی، زنا کاری، اور ماں بہنوں کا عام استعمال رواج پا گیا، شیطان جو اپنے کلمے کے مطابق پوری توجہ سے اولاد آدم کو بہکانے میں لگا ہوا تھا اس نے پورا زور لگا کر لاکھوں کی تعداد میں اولادِ آدم کو گمراہ کر دیا۔

بروایت طبری اولاد قابیل میں ایک "مختص" "قبائل" نامی تھا وہ اگلات لہو و لعب کی تعمیر و تشکیل میں بڑی ہمارت رکھتا تھا، شیطان نے اسے شیرۃ انکور سے شراب بنانے کی ترکیب بتائی اور شراب خواری زور پکڑ گئی اور سو سال کے اندر اندر ایسا ہو گیا کہ سب ہی شراب خوار اور زنا کار و غیرہ ہو گئے، تو خداوند عالم نے حضرت ادریسؑ کو ان کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ (تاریخ طبری جلد ۳۲ و روضۃ الصفا)

ایک بادشاہ جابر کا واقعہ اور حضرت ادریسؑ

فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ حضرت ادریسؑ کے عہد میں ایک نیا ملک جابر اور ظالم بادشاہ تھا، وہ ایک بادسیر کرتے کرتے ایک ایسے مقام پر پہنچا جس مقام کا بادشاہ ایک مومن خالص تھا، جابر بادشاہ نے اسکی سرزمین سے گزرتے ہوئے ایک یوم کے لیے قیام کیا، دوران قیام میں اس مقام کی سرسبزی اور شادابی کی وجہ سے اس نے یہ رائے قائم کی کہ میں اس زمین کو حاصل کر کے یہیں قیام کروں گا اور اسی کو اپنی طویل وعیش حکومت کا مرکز بناؤں گا، اس مقصد کے لیے اس نے اپنے ارکان دولت کو جمع کیا اور ان سے دریافت کیا کہ یہ مقام کس کا ہے ان لوگوں نے دریافت کر کے بتایا کہ یہ مقام ایک مومن کا ہے بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے بلایا جائے جب وہ حاضر کیا گیا تو بادشاہ جابر نے اس سے کہا کہ میں تیرے اس ملک و مقام کو چاہتا ہوں کیا تو مجھے دے سکتا ہے اس نے کہا کہ میں دیتے سے مجبور ہوں، بادشاہ نے کہا کہ تو اس کی قیمت طے کر لے اور میں اسے ادا کر دوں، اس مومن نے کہا کہ میں اسے فروخت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میرے بال بچوں کا آئندہ اسی سے حاصل ہوتا ہے۔ میں اپنی زندگی کے ایام نہایت فراخی کے ساتھ اسی سرزمین کی وجہ سے گزار رہا ہوں۔ بادشاہ جب اس زمین کے حاصل کرنے سے عاجز رہا تو اسے بہت زیادہ غصہ آیا۔ لیکن وہ کچھ کرنے نہ سکا۔ اسی غصہ کی حالت میں داخل خانہ ہوا تو اس کی عورت نے پوچھا کہ آج غیر معمولی غم و غصہ آپ کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے۔ آخر بات کیا ہے، اس نے کہا کہ میں اس زبیر قدم سرزمین کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہاں کا والی نہ میرے حق میں اس سے دستبردار ہوتا ہے اور نہ اسے فروخت ہی کرتا ہے اور یہ جگہ ہے ایسی کہ میں اسے حاصل کرنے کے لیے بے چین ہوں۔ یہ سن کر اس کی بیوی جس سے یہ ہراس میں مشورہ لیا کرتا تھا اور اسے بے حد چاہتا تھا۔ نے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں، میں اس زمین کے حاصل کرنے کا راستہ اور ذریعہ بتا دیتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس والی اور اس کے گھرانے کو قتل کرادے، بادشاہ

بادشاہ نے کہا کہ قتل کرانے کا کوئی بہانہ بھی تو ہونا چاہیے۔ اس عورت نے کہا کہ بہانہ میں بنائے دیتی ہوں، یہ کہہ کر اس نے اپنی قوم ”و قبیلہ کے چالیس آدمی بلوائے اور ان سے کہا کہ بادشاہ کے پاس جا کر اس سے کہو کہ یہاں فلاں شخص جو رہتا ہے جس کی یہ زمین ہے وہ آپ کے دین کے خلاف ہے اور آپ کے مذہب و عقیدے کی برابر مذمت کرتا رہتا ہے، وہ لوگ اس کی تعلیم کے مطابق بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے یہی کچھ کہا، بادشاہ ابھی خاموش ہی تھا کہ اس کی عورت نے کہا کہ بس ایسے شخص کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے جو ہمارے مذہب کے خلاف ہے اور اس کی مذمت کیا کرتا ہے۔ بادشاہ نے بیوی کے مشورے اور کہنے سے اس مومن کو قتل کرا دیا۔

یہ حال دیکھ کر غضب پروردگار عالم کو بخش آیا اور اس خالق قہار نے نبی وقت حضرت ادریسؑ کو حکم دیا کہ تم جا کر اس ظالم و جابر بادشاہ سے کہہ دو کہ تو نے ”جو کو ظلم عظیم کیا ہے لہذا میں تیری سلطنت کو برباد کر دوں گا۔ تیری جبروت و انایت کو ختم کر دوں گا تو نے ہمارے علم سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ظلم و جور کو فروغ دے رکھا ہے تو نے اس غریب کو قتل کر کے اس کے اہل و عیال کی زندگی خراب کر دی ہے، یاد رکھ کہ میں عنقریب ایسا کر دوں گا کہ تیری مشیر عورت کا گوشت کتے کھائیں گے۔“ فاتاہ ادریس رسالۃ ربہ وادھا الیہا جناب ادریسؑ نے حکم باری پانے کے بعد اس جابر بادشاہ کے دربار میں جا کر ارشاد باری پہنچا دیا۔

حضرت ادریسؑ جس وقت وہاں پہنچے وہ دربار لگائے بٹھاتا تھا اور اس کے حوالی موالی اور ارکان دولت اسے گھیرے ہوئے تھے حضرت ادریسؑ نے جو نبی خدا کا پیغام پہنچایا بادشاہ نے غصہ میں کہا، اے ادریسؑ تیرا سی میں ہے کہ تم میرے دربار سے نکل جاؤ، ورنہ میں تمہیں قتل کرا دوں گا۔ حضرت ادریسؑ تبلیغ رسالت فرما کر اور پیغام خداوندی پہنچا کر واپس چلے آئے ان کے واپس آنے کے بعد اس نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ بیوی نے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں میں ابھی ادریسؑ کو قتل کرائے دیتی ہوں۔ انھیں کے ساتھ ان کی رسالت بھی قتل و ختم ہو جائے گی۔

حضرت ادریسؑ نے دربار سے واپس آنے کے بعد اپنے خالص مومنوں سے جن کی تعداد بیس تھی واقعہ بیان کیا، ان لوگوں نے بالاتفاق کہا کہ آپ کے قتل کا خطرہ ہے آپ اس مقام سے کسی اور جگہ چلے جائیں۔ حضرت ادریسؑ کے جاتے ہی ازرا قہ کا ایک گروہ جو چالیس آدمیوں پر مشتمل تھا بادشاہ کا

بھیجا ہوا تلاش اور پس میں ان کی اس جگہ پر پہنچا جس جگہ آپ بیٹھا کرتے تھے، جب ان لوگوں نے جناب اور پس کو اس مقام پر نہ پایا تو واپس چلے گئے۔

حضرت اور پس جو اپنے چند اصحاب و مومنین سمیت ترک مکانی کر کے یہاں سے جا چکے تھے جب دوسرے ملک میں پہنچے تو انھوں نے سحر کے وقت بارگاہِ خداوندی میں مناجات کی اور عرض پرواز ہوئے۔ میرے پالنے والے میں نے تیرا حکم اس بادشاہ ظالم تک پہنچا دیا اس نے جو طرزِ عمل اختیار کیا تو اس سے واقف ہے۔ ارشادِ خداوندی ہوا کہ تم اس کے ملک سے باہر رہو اور اس کا معاملہ مجھ سے متعلق رہنے دو، میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں اس کے ساتھ وہ کچھ کروں گا۔ جس کا وہ مستحق ہے۔ یہ سن کر حضرت اور پس نے عرض کی۔

یارب ان لی حاجۃ قال اللہ سلھا نعطھا قال استلک ان لا تمطر السماء علی اهل هذه القریتہ وما حولھا حتی استلک ذالک الخ
میرے پالنے والے میں ایک حاجت رکھتا ہوں۔ خدا نے فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ تم جو کہو گے میں کروں گا، انھوں نے عرض کی میں یہ گزارش کرتا ہوں جب تک میں خود دعا نہ کروں۔ اس قریہ پر اور جو اس سے ملحق ہیں اس پر بارش نہ ہو ارشاد ہوا ایسا ہی ہوگا۔

مگر اے اور پس اس طرح سب بھوکے پیاسے مرنے لگیں گے۔ اور پس نے عرض کی مالک اس کے بغیر یہ لوگ ٹھیک بھی نہیں ہو سکتے، الغرض بارش بند ہو گئی اور بیس سال تک پانی آسمان سے نہ برسا۔

حضرت اور پس نے اپنے ساتھیوں کو اس اعلان کے بعد کہ اب ۲۰ سال تک پانی نہ برے گا اور جب تک میں خود دعا نہ کروں۔ یہ لوگ ایک قطرہ آسمانی سے بھی محروم ہیں گے۔ ہمراہ لے کر نکل گئے اور سب کو دیگر جماع میں منتشر کر کے خود ایک پہاڑ کی کوہ میں چھپ رہے اور وہیں عبادت کرتے رہے۔ دن بھر روزہ رکھتے تھے اور رات کو افطار کرتے تھے خداوندِ عالم نے ایک ملک کو ان کے لیے مقرر کر دیا کہ وہ رات کو کھانا اور پانی پہنچا دے۔ پانی بند ہو جانے کی وجہ ملک کی حالت خراب ہو گئی اور یہ عالم ہو گیا کہ لوگ ایک دوسرے کو کھانے کی فکر کرنے لگے پھر یہ نوبت پہنچی کہ بادشاہ ظالم قتل کر دیا گیا اور اسکی بیوی موت کے گھاٹ اس طرح اتر گئی کہ کتے اس کا گوشت کھاتے رہے۔ جب اس عظیم قحط کی مدت بیس سال ہو گئی تو لوگوں نے جمع ہو کر آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ

جس خدا نے ادریس کے کہنے سے بارش بند کی ہے ہمیں چاہیے کہ اسی کی طرف رجوع کریں اور اسی سے پانی کی درخواست کر کے زندگی بچانے کی سعی کریں چنانچہ لوگوں نے پھٹے پڑنے کپڑے پہنے، سروں پر خاک ڈالی اور توبہ استغفار کر کے بارش کی دعا کی۔

ان کی دعا کے بعد خداوند عالم نے جناب ادریس سے فرمایا کہ اے ادریس وہ بھی میرے بندے ہیں۔ اب انھوں نے توبہ استغفار کیا ہے اور میں نے ان کی خطا معاف کر دی ہے اب بہتر ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو اور میں پانی برسا دوں، یہ تم سے اس لیے کہتا ہوں کہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ جب تک تم دعا نہ کرو گے بارش نہ ہوگی، ادریس نے عرض کی۔ میری درخواست اب بھی یہی ہے کہ انھی بارش نہ فرمائی جائے۔ خداوند عالم چونکہ اپنے نبی سے یہ وعدہ کر چکا تھا کہ جب تک تم دعا نہ مانگو گے۔ بارش نہ ہوگی۔ اس لیے ادریس کے اس کہنے پر کہ بارش ابھی نہ کی جائے۔ خدا نے ان کی بات پھر مان لی لیکن ساتھ ہی ساتھ اس ملک کو جو ادریس کے پاس کھانڈے جاتا تھا حکم دے دیا کہ ”اب کھانا نہ لے جائے“ جب تین شبانہ روز مسلسل ادریس بھوکے رہے تو بارگاہ احدیت میں عرض پر داز ہوئے۔ مالک میری روزی کیوں بند کر دی گئی ہے؟ ارشاد ہوا کہ ادریس تم تین دن نہ گزار سکتے اور میری مخلوق بین سال سے عاجز اور پریشان ہے اور تم کو احساس نہیں ہوتا۔ لہذا اب تمھارے لیے یہ ہے کہ تم اپنی روزی خود پیدا کرو، چنانچہ جناب ادریس طلب معاش میں نکلے۔ چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچے وہاں کے ایک مکان سے دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دیا وہ اس میں داخل ہو گئے، دیکھا کہ بوڑھی عورت چولہے کے پاس بیٹھی ہے اور اس کے پاس روٹی کے دو ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں جناب ادریس نے کہا کہ اے خدا کی بندی میں بہت بھوکا ہوں، خدا اب مجھے روٹی کا ایک ٹکڑا دے دے۔ اس نے عرض کی اے بندہ خدا، ادریس پیغمبر نے اس قوم پر بددعا کی ہے اور مدت دراز سے شدید قحط پڑا ہوا ہے اور وہ خود روپوش ہو گئے ہیں ہمیں کبھی معلوم ہوا ہے کہ جب تک وہ دعا نہ کریں گے بارش نہ ہوگی ساری قوم انھیں تلاش کر رہی ہے اور وہ مل نہیں رہے ہیں، اے بندہ خدا اب ایسی صورت میں جبکہ بڑی مشکلوں سے روٹی کے دو ٹکڑے میں نے حاصل کئے ہیں ان میں سے تجھے کیوں کر دے دوں۔ اس میں ایک میرا ہے اور دو سرا میرے بیٹے کا ہے۔

جناب ادریس نے کہا کہ ایک ٹکڑا تو کھالے۔ ایک میں دو حصے کر کے ایک مجھے دے دے ایک اپنے بیٹے کے لیے رکھ لے۔ اس نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا تو یہاں سے چلا جا اور کوئی اور سبیل پیدا کر۔ جناب ادریس نے فرمایا کہ میرے سروں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہے خدا لا مجھ پر رحم کر، اس عورت کا دل پیچ اٹھا اور اس نے اپنے بیٹے کے حصے میں سے نصف ان کو دے

دیا، اور جناب ادریسؑ نے تناول فرمایا، اس بڑی عورت کے بیٹے نے جب یہ دیکھا کہ اس کے حصّہ کی رزق میں سے اس سائل کو نصف دے دیا گیا ہے۔ اضطرابِ حقّی مات "تو وہ اس درجہ پریشان ہوا اور گھبراہٹ میں کہ اس کی موت واقع ہوگئی۔ یہ دیکھ کر وہ عورت رونے پھٹنے لگی، اور کہنے لگی اے سائل، میرے ایک ہی بیٹا تھا اور وہ اب تیری وجہ سے فوت ہو گیا، اب میں کیا کروں گی جناب ادریسؑ نے فرمایا کہ تو گھبراہٹ میں تیرے بیٹے کو زندہ کر دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھنے اور انھوں نے اس کے بیٹے کے بازو تھام کر ہلایا اور کہا: "اے روحِ خدا کے حکم سے واپس آ جا، یہ کہتے ہی وہ زندہ ہو گیا۔ اس عورت نے جب یہ ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھا تو کہا "اشھد انک ادریس النبی" میں گواہی دیتی ہوں کہ تم ہی ادریسؑ پیغمبر ہو۔ اس کے بعد وہ گاؤں میں نکل کر چلائی کہ ادریسؑ گاؤں میں آ گئے ہیں۔ بشارت ہو کہ اب مشکل حل ہو جائے گی۔

اس کے بعد ادریسؑ اس مکان سے نکل کر اس مقام پر پہنچے جس مقام پر ظالم بادشاہ پہلے رہتا تھا، اور تمام اہل قریہ وہاں جمع ہو گئے اور درخواست کرنے لگے کہ "خدا را دُعا کیجئے تاکہ پانی برسے۔ ادریسؑ نے کہا کہ میں اس وقت تک دُعا نہ کروں گا جب تک تمھارا بادشاہ اپنی ساری رعایا سمیت میرے پاس پایادہ نہ آئے گا۔ یہ سن کر ان لوگوں نے بادشاہ کو گھیر لیا اور کہا کہ چلو، اس نے کہا کہ میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ کیونکہ اس میں میری توہین ہے اس کے بعد اس نے چالیس آدمی بھیج دیئے کہ وہ ادریسؑ کو گرفتار کر کے لائیں جب وہ لوگ ادریسؑ علیہ السلام کے پاس پہنچے اور انھیں گرفتار کرنا چاہا تو انھیں بددعا کر دی اور سب مر گئے لوگوں نے بادشاہ سے جا کر باجرا بیان کیا۔ بادشاہ نے پانچ سو سپاہی گرفتاری کے لیے بھیج دیئے اور انھوں نے آ کر حضرت ادریسؑ سے اپنے آنے کی عرض بتائی حضرت ادریسؑ نے فرمایا کہ ان چالیس کا حشر دیکھ چکے ہو یہی تمھارا حشر ہوگا۔ وہ لوگ واپس چلے گئے اور بادشاہ سے سارا قصہ بیان کیا۔ بالآخر بادشاہ مجبور ہو گیا اور سب کو لے کر پایادہ حاضر ہوا حضرت ادریسؑ نے فرمایا کہ اب میں دُعا کرتا ہوں چنانچہ جناب ادریسؑ علیہ السلام نے دُعا فرمائی۔ ابراہیمؑ کی چمکی بادل گرے اور ایسی بارش ہوئی کہ جل تھل ہو گیا۔ دیکھو (حیات القلوب جلد ۱ ص ۵۹ طبع ایران ۱۳۸۶ھ، النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین ص ۷۷ طبع نجف اشرف ۱۳۸۶ھ) تاریخ ابن راضی لکھتے ہیں کہ اس عظیم عذاب کا حوالہ حضرت ادریسؑ نے اسی وقت دے دیا تھا جبکہ حضرت شعیثؑ کی اولاد آبا و اجداد کی وصیت کے خلاف کوہِ القبیس سے اتر کر اولادِ قابیل سے محلِ بل گئی تھی اور مختلف قسم کے گناہوں میں مبتلا ہوئی تھی اور قتل و غارت کی عادت ڈال لی تھی۔

حضرت ادیس اور اہرام مصر کی تعمیر

تقریباً تمام تواریخ میں ہے کہ حضرت ادیس نے سو شہروں کی

بنیاد قائم کی ہے اور انھیں آباد کیا اور سنوارا ہے۔ آپ کی تعمیر کا مول میں اہرام مصر کی تعمیر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ وہ اس وقت بھی دنیا کی سات اہم تعمیروں میں شمار ہوتے ہیں۔

مورخ سپہر کا شانی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ادیس کو علم نبوت اور کتب آباء و اجداد سے یہ معلوم تھا کہ عہد نوح میں ایسا عظیم طوفان آئے گا کہ ساری دنیا غرقاب ہو جائے گی اور کوئی چیز زمین پر محفوظ و مصون نہ رہے گی۔ اسی بنا پر انھوں نے ذخائر علم و حکمت اور خزانہ حطب و ہبیت کو بچانے کے لیے "اہرام" کی تعمیر کرائی۔

یہ اہرام مصر کے غری جانب بنائے گئے ہیں، ان کی تعداد عہد حضرت ادیس میں ۲ تھی طوفان نوح کے بعد فراعنہ مصر نے اس کی اور بھی نقلیں بنوائی ہیں جن کی اب مجموعی تعداد ۱۸ ہے۔

حضرت ادیس کے بنائے ہوئے اہرام، مربع اور مخروطی شکل میں جو چار مثلث اضلاع پر مشتمل ہیں اور ہر ضلع دوسرے ضلع سے چار سو ہاتھ دور ہے اور ہر ایک کی بلندی بھی چار سو ہاتھ ہے۔ ان اہرام کو چھ ماہ میں تعمیر کیا گیا تھا۔ تعمیر کے بعد اس پر یہ عبارت لکھ دی گئی تھی۔

قل من یاتی بعد مایلدھ ملہافی ستماثۃ عام وقد بینتہافی ستۃ

اشہر والہدم الیسر من البیان

(ترجمہ) اس شخص سے کو جو اسے گرا ناسچاہتا ہو کہ وہ چھ سو سال میں بھی گرا نہیں سکتا

حالانکہ میں نے اسے چھ ماہ میں بنایا ہے اور گرا نا، بنانے سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اس کی تعمیر کے بعد جب نوح کا طوفان آیا اور اس کی افادیت فراعنہ مصر نے دیکھی تو اسکی دیکھا دیکھی انھوں نے بھی اسی قسم کے اہرام تعمیر کرنا شروع کیے اور مدت مدید کے بعد اس کی تعمیر سے فراغت حاصل کی۔ مورخ کا شانی آگے چل کر لکھتے ہیں کہ عہد حضرت یوسف میں خلیل اہرام سے گودام کا کام لیا گیا اور غلہ انھیں میں رکھا گیا تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ اگرچہ فراعنہ مصر نے اپنے خیال کے مطابق ۱۶۔ اہرام ادیس کے بعد خود بنوائے لیکن بلندی اور مضبوطی میں ان دونوں اہرام تک نہیں پہنچ سکے۔ ایک روایت میں ہے کہ اہرام کی قدامت کے متعلق کہا گیا ہے کہ بنی اللہ مات والنسر فی السوطان "یہ اہرام اس وقت بنائے گئے تھے جب نسر (گدھ) طائر برج سرطان میں تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسکی بنیاد کو ابتداء اسلام میں بارہ ہزار سال ہو چکے تھے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۶۶ و حصص طہرانی ص ۵ طبع ایران)

عجائب القصص میں ہے کہ حضرت ادریسؑ نے ان اہرام کو اس لیے بنوایا تھا کہ طوفانِ نوحؑ میں قبور احباب و اعمان تباہ و برباد نہ ہوں حضرت ادریسؑ نے ان اہرام کو بنوانے کے بعد ساری دنیا کا سفر اختیار کیا اور تمام فرائض تبلیغ ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد مصر واپس آئے اور وہیں سے رفیع الدرجات ہوئے۔ ۵۵۔ علامہ عبد اللہ ام قسری لکھتے ہیں کہ ”روایت ہے کہ ایک دفعہ لوگ بحجاب امیر کے سامنے اہرامِ مصری کی تاریخِ بنیاد کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور کوئی ٹھیک وقت بیان نہیں کر سکتا تھا، آپ نے پوچھا کہ کیا اس پر کوئی تصویر بھی بنائی ہوئی ہے، کسی شخص نے عرض کی کہ اس پر ایک چیل (گدھ) کی تصویر ہے جس کے پنجے میں خرچنگ (کیکڑا) پکڑا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ”بنی الهرمان والنسر فی الموطان“ یعنی مصر کے مثلث نما مینار اس وقت تعمیر ہوئے تھے جبکہ نسر طائر برجِ سرطان میں تھا اور نسر دو ہزار برس میں ایک برج کو طے کرتا ہے اور آج کل ”جدی“ میں ہے۔ اس حساب سے اس وقت بارہ ہزار برس ان کی بنیاد کو ہوئے ہیں۔ (الزح المطالب ۸۴، طبع لاہور ۱۳۵۱ھ)

میرے نزدیک اس روایت کا حضرت علیؑ کی طرف انتساب مشتبہ ہے کیونکہ میری نظر سے اساطینِ علماء امامیہ کی کتب معتبرہ میں یہ روایت نہیں گزری۔ مؤرخِ خاندانِ شاہ کا بیان ہے کہ حضرت ادریسؑ چونکہ طوفانِ نوحؑ سے آگاہ تھے۔ لہذا انھوں نے اہرامِ مصر کی تعمیر اس لیے کرادی تاکہ قبور احباب وغیرہ ناپید نہ ہو جائیں، ان اہرام کو بنانے کے بعد آپ ساری دنیا کے دورے پر روانہ ہو گئے۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۷۱)

حضرت ادریسؑ جنھیں خداوندِ عالم نے حکمتِ نبوت اور سلطنت سے نوازا تھا، پھر اہرام کے بعد ربیعِ مسکون کے دورے پر روانہ ہو کر ساری زمین کا جائزہ لیا اور

وسعتِ زمین کی ملکوں میں تقسیم
اور ان کی تنظیم

اُسے ملکوں میں تقسیم کر کے ان کے سو مراکز بنائے اور انھیں شہروں کا نام دیا۔ پھر نظام کی استواری کے تمام اقدار میں گورنر مقرر کئے اور ساری زمین کے لیے اپنے چار نائب مقرر فرمائے جن کے نام یہ ہیں (۱) لائوس (۲) ایلاوس (۳) اسطینوس (۴) اسمون۔

ان لوہابِ البعہ کو ہدایت بھی کرشمِ لوگ خداوندِ عالم کی وحدانیت اور اس کے عدل اور اس کی عبادت کی طرف ان گمراہوں کو دعوت دو۔ اور انھیں بُرے کاموں سے روکو، نماز روزہ زکوٰۃ جہاد وغیرہ کی ترغیب دو۔ شراب، لحمِ خنزیر اور کلب وغیرہ سے انھیں منع کرو۔ حضرت ادریسؑ ان کو ہدایت دے کر مصر واپس پہنچ گئے اور اس وقت تک مصر ہی میں مقیم رہے جب تک آسمان پر

چلے نہیں گئے۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۷۱)

جناب متو شلخ کی ولادت

ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۸۷ میں ہے کہ حضرت ادریسؑ کی عمر جب ۶۵ سال کی ہوئی تو ان کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام انھوں نے متو شلخ رکھا عجبائب تقصص ص ۵۹ میں ہے کہ ۶۵ سال کی عمر میں حضرت ادریسؑ نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کا نام ”بروغام“ تھا۔ اس سے متو شلخ پیدا ہوئے اور نور محمد مصطفیٰ صلعم ان کے صلب میں منتقل ہوا۔

حضرت ادریسؑ کے مواعظ و نصائح

مورخ ہروی لکھتے ہیں کہ حضرت ادریسؑ علیہ السلام نہایت خوبصورت آدمی تھے۔ ان کا رنگ گندم گول تھا۔ ان کی طارحی لمبی اور ان کا قوزنا سب تھا۔ بدن مضبوط تھا۔ وہ اکثر خاموش رہ کر فکر کیا کرتے تھے۔ راستہ چلتے وقت ان کی نگاہ کمال زہد کی وجہ سے زمین کی طرف رہا کرتی تھی چپکے چپکے چلتے تھے، اور چپکے چپکے بولتے تھے۔ بات کرتے وقت کلمہ کی انگلی کو حرکت دیتے رہتے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی کا کوئی دن خداوند عالم کی جلالت اور اس کی مصنوعات و مخلوقات کے تفکر سے خالی نہیں گزرا۔

”ان سے پوچھا گیا کہ مخلوقات کے حقوق کے سلسلہ میں کونسی چیزیں حسن اعتقاد کے لیے مرکز قرار پاتی ہیں۔ فرمایا اپنے کاموں اور معاملوں، نیک طریقہ اختیار کرنے اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور اچھی باتوں کے اختیار کرنے سے حسن اعتقاد کی طرف رہبری ہوتی ہے پھر فرمایا کہ بہترین نیکیاں تین ہیں (۱) جب غصہ آئے تو علم و بردباری سے کام لے (۲) تنگدستی کیوقت کرم کشتری اور بخشش کرے (۳) جب کوئی قبضہ میں آئے تو اسے بخش دے اور ترجم سے کام لے۔

پھر فرمایا کہ عاقل وہ ہے جو تین گروہوں کی توہین نہ کرے (۱) بادشاہ (۲) علما (۳) اصحاب۔ جو بادشاہ کی توہین کرے گا اس کی زندگی غراب ہو جائے گی۔ جو علما کی توہین کرے گا اپنا دین غراب کرے گا۔ جو دوستوں کی توہین کرے گا، وہ اپنی انسانیت کھو بیٹھے گا۔ پھر فرمایا کہ عاقل کو چاہیے کہ حکمت کا طالب رہے مصیبت پر صبر کرے، جتنا بلند مرتبہ ہو اتنا ہی جھکے اور خاکسار رہے کسی کے عیب پر سرزنش نہ کرے۔ کثرت مال پر مغرور نہ ہو۔ عاقل کو عاقل اور احمق کو احمق سمجھے۔ ایسے مقام پر قیام کرے جس مقام پر سخت گیر بادشاہ ہو۔ قاضی عادل ہو طبیب ماہر ہو۔ نہر جاری ہو۔ (روضۃ الصفا)

جناب متو شلخ کی جانشینی

مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت ادریسؑ کی عمر کافی گزر چکی اور ان کے آسمان پر جانے کا وقت قریب ہوا

تو انھوں نے اپنے فرزند متوشلخ جس کے لفظی معنی منتشرع کے ہیں کو اپنا جانشین بنا دیا۔
 مؤرخ ابن واضح کا کہنا ہے کہ ”غاصی ولدہ“ کہ حضرت ادیس نے متوشلخ کو وصی بنایا
 اور ان کو ہدایت کی، خلوص کے ساتھ عبادت کی طرف توجہ خصوصی رکھیں اور صدق و یقین کا
 دامن نہ چھوڑیں۔ علامہ مجلسی کا فرمانا ہے کہ حضرت ادیس جب آسمان پر جانے لگے تو انھوں
 نے ”اور لا خلیفہ خود گردانید“۔ جناب متوشلخ کو اپنا جانشین بنا دیا (تاریخ یعقوبی
 ص ۶ و حیات القلوب جلد ۱ ص ۶۳) پھر علامہ مجلسی اپنی کتاب اختیارات میں فرماتے ہیں
 کہ اس جانشینی کا تقرر ۱۸ ذی الحجہ کو ہوا تھا۔ یہی کچھ علامہ بہائی الدین عالمی نے
 کتاب جامع عباسی میں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت ادیس کا آسمان پر جانا اور زمین کا ارشاد ہے کہ حضرت
 ادیس نے اس مقصد کے لیے کہ ”خدا کی

حق عبادت کیونکر ادا کی جائے۔ اپنی قوم کو خصوصی دعوت دے کہ اس میں سے ایک ہزار کی تعداد
 میں سے سو کو منتخب کیا۔ پھر ان میں سے ستر کا انتخاب کیا، پھر ان میں سے دس کا انتخاب کیا،
 پھر ان میں سے سات کا انتخاب کیا۔ پھر ان سے کہا کہ تم دعا کرتے ہیں۔ خدا سے کہہ دو ہم کو یہ
 بتا دے کہ ایسی عبادت کیونکر کی جاسکتی ہے جو حق ہے عبادت کا اور تم لوگ آمین کہو،
 اس کے بعد ان لوگوں نے زمین پر ہاتھ رکھ کر دعا کی کوئی جواب نہ ملا۔ پھر آسمان کی طرف
 ہاتھ اٹھا کر دعا کی تو خدا نے بذریعہ وحی انھیں حق عبادت بتا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان
 کی عبادت اس درجہ کی ہو گئی تھی کہ تمام ملائکہ حیران تھے اور بہت سے ملک ان کی
 زیارت اور ملاقات کو آسمان سے آنے لگے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہی کثرت عبادت
 ان کے آسمان پر جانے کا سبب قرار پائی۔ کثیر روایات میں ہے کہ خداوند عالم نے ایک ملک
 کو کسی وجہ سے غضب کر دیا تھا اور اس کے بال و پر جلا کر اسے زمین پر ڈال دیا تھا۔
 جب وہ یہاں پہنچا تو اس نے حضرت ادیس سے درخواست کی کہ میری بخشش کے لیے دعا
 فرماؤں انھوں نے دعا کی اور خدا نے اس کی خطا معاف فرمادی۔ وہ فرشتہ جب آسمان پر جانے
 لگا تو اس نے حضرت ادیس سے کہا کہ آپ نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ اب میری درخواست
 ہے کہ آپ مجھ سے کچھ فرمائش کیجئے، انھوں نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھے آسمان پر لے چل
 میں ملک الموت سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں اور خدا کی پیدا کی ہوئی آسمانی اشیا کو دیکھنا چاہتا
 ہوں۔ ملک کو اجازت ملی اور وہ انھیں لے کر روانہ ہوا۔ جب ملک ہمارے آگے بڑھا تو
 ملک الموت سے ملاقات ہوئی۔ ادیس نے سلام کیا اور تمہارے شش روٹی اور سر ملانے کا سبب

پوچھا ملک الموت نے کہا کہ میں تجھ سے سر ہلا رہا ہوں کیونکہ آج خدا نے حکم دیا تھا کہ میں تجھے
روح آسمان چہارم اور پنجم کے درمیان قبض کر دوں میں حیران تھا کہ آپ تو زمین پر اپیل و رقبض
روح کا آسمان پر حکم دیا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت ادریسؑ لڑنے لگے اور ان کی روح قبض ہو
گئی پھر بروایت علامہ جویری و امام ثعلبی وہ حکم خدا دوبارہ زندہ ہوئے اور دوزخ و جنت کی سیر
کے لیے گئے جنت میں داخل ہو کر برآمد نہ ہوئے تو خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو یہیں منے دو
چنانچہ وہ جنت میں ہیں فلہذا حی ہذا فی تارۃ یعبد اللہ فی السماء الرابعة و تارۃ یستغفر
فی الجنة " وہ وہیں پر زندہ ہیں کبھی چوتھے آسمان پر عبادت کرتے ہیں اور کبھی جنت کے
نعمات سے متنعّم ہوتے ہیں حیات القلوب جلد ۱ ص ۶۱ تاریخ طبری جلد ۱ ص ۳۱ عجائب نقص
ص ۵۵ قصص الانبیاء طبرانی ص ۵۵ عرائس ثعلبی ص ۳، کشف الغمہ ص ۱۱ تاریخ یعقوبی ص ۶،
قصص الانبیاء جویری ص ۳۳، ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۸۸، تاریخ الحکماء امام شمس الدین محمد
بن محمد شہر زوری، روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۰

امام اہل سنت علامہ ابو نصر محمد بن عبد الرحمن بھدانی اپنی کتاب السبعیات فی موعظ البریات
بر حاشیہ کتاب المجالس السنیہ فی الکلام علی الاربعین النوویہ طبع مصر کے ۱۲۳۰ھ پر لکھتے ہیں کہ
حضرت ادریسؑ کو جس دن آسمان پر لے جایا گیا تھا وہ دن یکشنبہ (وار) کا تھا۔

حضرت ادریسؑ کے آسمان پر جانے کے وقت ان
کی عمر کیا تھی۔ اس کے متعلق مورخین میں اختلاف
ہے مؤرخ ہروی نے ۸۲ سال صاحب کشف الغمہ
نے ۸۶۵ سال صاحب عجائب نقص نے اور

مورخ طبری اور صاحب ناسخ التواریخ نے ۳۶۵ سال مؤرخ ابن واضح مؤرخ مسعودی
اور علامہ مجلسی نے ۳۰۰ سال تحریر فرمایا ہے۔ میرے نزدیک آخری قول صحیح ہے۔

حضرت ادریسؑ کے آسمان پر
چلے جانے کے بعد
مؤرخ ہروی کا بیان ہے کہ حضرت ادریسؑ
کے آسمان پر چلے جانے کے بعد ان کا ایک
جگہری دوست بہت زیادہ غمگین ہوا شیطان
نے جب اُسے بہت زیادہ پریشان پایا تو

پوچھا کہس وجہ سے تم سخت رنجیدہ ہو، اس نے کہا کہ ادریسؑ کے چلے جانے کا غم ہے، شیطان جو
انسان کی صورت میں تھا کہنے لگا کہ میں تمھارے لیے ایسا بند و بست کر دیتا ہوں کہ تمھیں سکون رہے
اُس نے اس رائے کا خیر مقدم کیا شیطان نے فوراً جناب ادریسؑ کی شکل کا ایک بُت بنا دیا اور کہا

کہ اسے اپنے گھر میں چھپا کر رکھ لو، جب زیادہ دل گھبرائے تو اس سے تسلی حاصل کرو، انھوں نے اسے منظور کر لیا، جب ادریسؑ کے اس دوست کا انتقال ہو گیا تو شیطان نے لوگوں کے سامنے چھپے ہوئے بُت کو ظاہر کیا اور سب سے کہا کہ ادریسؑ خود اور ان کا یہ دوست دونوں سُبُت کی پوجا کرتے تھے۔ اسی سبب سے ان لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی تھیں اگرچہ لوگ بھی ایسا ہی کوئے تو بُت اچھے رہو گے شیطان جو انسان کی صورت میں تھا اور ایک مقدس کی شکل میں ظاہر ہوا تھا اس کے کہنے میں لوگ آگئے اور سب نے ادریسؑ کا بُت بنا کر اپنے اپنے گھر میں نصب کر لیا اس طرح بُت پرستی کو مزید فروغ حاصل ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ادریسؑ کے چلے جانے کے بعد (۱) دُر (۲) سوار (۳) یغوث (۴) یعوق (۵) نسرو حضرت ادریسؑ کے صحاب تھے اور مستجاب الدعوات تھے جب اُن کا انتقال ہوا تو اُن کے ورثا نے ان کے بُت بنا کر شیطان کی تعلیم کے مطابق گھروں میں رکھ لیا۔ جب اُن کی اولاد در اولاد ہوئی اور وہ حقیقت حال سے بیخبر رہی تو شیطان کو موقع مل گیا اور اُس نے ان کو ان بُتوں کو پوجنے کی ترغیب دے دی چنانچہ سب لوگ ان بُتوں کو پوجتے رہے جب طوفان فوج آیا تو یہ پتھر کے خدا بھی پانی میں بہہ گئے۔ پھر اختتام طوفان پر شیطان نے ان سب کو تلاش کر کے باہر نکالا اور انھیں عرب کے قبائل میں تقسیم کر دیا (۱) دُر، (۲) بنی کلب کو (۳) سوار بنی فزیل کو (۴) یغوث بنی مرچ کو (۵) یعوق بنی قصاصہ کو (۶) نسرو بنی حمیر کو دے دیا اور انھیں انسان کی صورت میں آکر اچھی طرح سمجھا دیا کہ عہد ادریسؑ سے یہی بُت پوجے جاتے ہیں، یہی دانہ اُگاتے ہیں، یہی پانی پراتے ہیں، یہی موت و حیات کے مالک ہیں۔ اگر اپنا مستقبل شائد زار بنانا چاہتے ہو تو ان کی پرستش کرو۔ چنانچہ سب نے تسلیم کر لیا اور قبائل عرب میں بُت پرستی پھیل گئی (روضة الصفا جلد ۱ ص ۱۸ طبع کھوضہ ۱۸۹۱ء) ایک روایت میں ہے کہ حضرت ادریسؑ کے آسمان پر چلے جانے کے بعد ان کی تمام اُمت گمراہ ہو گئی تھی۔ ایضاً معلوم ہوتا ہے کہ ادریسؑ کے بعد عام گمراہی کی وجہ سے عذاب کا نزول ہوا تھا۔ کثیر مؤرخین کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی وفات کے بعد ۱۸، اصحاب کے علاوہ تقریباً سب ہی گمراہ ہو گئے تھے لیکن چونکہ خدا انھیں صلعم سے بزبان قرآن وعدہ کر چکا تھا کہ تمھاری اُمت پر عذاب نازل نہ کر دوں گا، اس لیے وہ سب عذابِ دنیا سے محفوظ رہے۔

حضرت ادریسؑ کا عروج اور قصہ ہاروت و ماروت

کثیر مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت ادریسؑ کے آسمان پر پہنچتے ہی ملائکہ میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں آپس میں کہنے لگے کہ آدمؑ ہی کی طرح

یہ بھی غلط کریں گے، ان کو ہم لوگوں میں کیوں لایا گیا ہے۔ خلاق عالم نے ان سے فرمایا کہ اگر تم کو ان چیزوں سے بہرہ ور کر دیا جائے جن سے انسان دوچار ہیں تو تم بھی وہی حرکات کرو گے جو انسان کرتے ہیں فرشتوں نے کہا مانگ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حکم ہوا کہ تم اپنے میں سے ایسے تین فرشتوں کو منتخب کرو جو تم میں سب سے زیادہ نمایاں ہوں۔ ان لوگوں نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کا انتخاب کیا جب ان معزز فرشتوں کو معلوم ہوا کہ خدا امتحان کے لیے زمین پر بصورت انسانی بھیجنا چاہتا ہے اور صفات انسانی سے بھی متصف کرنا چاہتا ہے تو انھوں نے بارگاہِ خداوندی میں معذرت چاہی، خداوند عالم نے اسے قبول فرمایا پھر فرشتوں نے دوسرے فرشتے منتخب کئے (۱) عزرا (۲) عزریا (۳) عزرائیل۔ خداوند عالم نے انھیں زمین پر بھیج دیا اور ہدایت کر دی کہ گناہ نہ کرنا خصوصاً (۱) زنا (۲) قتل (۳) شراب نوشی سے قطعاً اجتناب کرنا۔ ان فرشتوں نے زمین پر پہنچ کر حکومت سنبھالی اور انسانوں کے ساتھ رہتے سہنے لگے۔ ان میں سے ایک نے حالاتِ ناسازگار دیکھ کر خدا سے واپسی کی درخواست کی اور وہ واپس چلا گیا۔ لیکن دوسرے جن کے القاب (۱) ہاروت (۲) ماروت تھے وہیں رہے۔ وہ لوگ مزے سے کام کر رہے تھے ایک دن، ایک خوب صورت عورت (جس کا عربی نام زہرہ، سریانی نام ناہیدہ اور فارسی بیدخت تھا) نظر سے گذری، دونوں اُس پر عاشق ہو گئے اور دونوں نے الگ الگ اُس سے ملنے کا اسی کے گھر پر وقت مانگا۔ اس نے دونوں کو ایک وقت دیا۔ اور دونوں پہنچ گئے۔ وہاں دونوں میں ملاقات ہوئی اور دونوں نے بشریت اس کے پاس شبِ باشی کا فیصلہ کیا۔ اُس عورت نے بُت پرستی، شراب نوشی کی شرط لگائی، شراب نوشی کو صرف ان دونوں نے منظور کیا۔ اور خوب شراب پی لی۔ اسی دوران میں ایک شخص نے ان دونوں کو اس کے پاس دیکھ لیا۔ اُس عورت نے کہا کہ اسے قتل کرو، ورنہ تمہیں رسوا کر دے گا انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اپنے کرتوت پر نادم ہوئے اور محو گریہ ہو گئے۔ خداوند عالم نے جبریل کو بھیج کر عذابِ آخرت اور عذابِ دنیا میں سے ایک کو اختیار کرنے کو کہا۔ انھوں نے عذابِ دنیا کو منظور کر لیا، اور وہ بمقامِ بابل عذاب میں مبتلا کر کے ڈال دیے گئے، پھر خدا نے سب فرشتوں کو آسمان پر شرمندہ فرمایا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۸۰ نسخ التواریخ جلد ۱ ص ۸۸ عرائس ثعلبی ص ۳۲، عجائب القصاص ص ۵۵، تفسیر کبیر، تفسیر نیشاپوری، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر مدارک، تفسیر زاہدی وغیرہ)

چونکہ اس واقعہ کو بہت سے مؤرخین اور علمائے لکھا ہے اس لیے تحریر کر دیا گیا ہے لیکن میرے نزدیک اسکی صحت قطعاً محتمل ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ اربابِ عصمت ارشادات میں میری نظر سے نہیں گزرا

پنجد بادشاہ

بعض تواریخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد حضرت ادریسؑ و فوحؑ کے درمیان (۱) کیومرث (۲) اوشہنگ (۳) طہورث (۴) جمشید

(۵) یوراسب بادشاہ گزرے ہیں۔ طبری نے لکھا ہے کہ کیومرث نمبرہ حضرت آدمؑ تھا اور اسی کے زمانہ میں شہنشاخ کی بنیاد پڑی ہے (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۳ طبع ٹکھنوف ۱۸۷۲ء) انوند ملا محمد الجویری لکھتے ہیں کہ جمشید نے دعویٰ خدائی کیا تھا۔ (قصص الانبیاء ص ۳۹)

حضرت ادریسؑ کے بعض شاگرد

بہت بڑی حیثیت حاصل تھی یہی حضرت ادریسؑ کے ایک روایت کی بنا پر خلیفہ بھی تھے (قصص طہرانی و ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۸۶)

بروایت ناسخ التواریخ جب متوشلخ کی عمر ۱۲ سال کی ہوئی

تو انھوں نے بروایت کشف الغمہ ایک عورت سے نکاح کیا جس کا نام "عرا" تھا۔ اس سے "لمک" نامی فرزند پیدا ہوا۔ "لمک" کے معنی بزرگ کے ہیں طبری کا بیان ہے کہ متوشلخ کے بپٹار اولاد تھی، آخر میں "لمک" پیدا ہوئے تھے۔

تواریخ کا بیان ہے کہ جب متوشلخ کی عمر ۹۶ سال کے قریب ہوئی تو انھوں نے اپنا جانشین "لمک" کو

بنادیا، اور نور محمدیؑ ان کے صلب میں جاگزیں ہوا۔

الیعقوبی میں ہے کہ متوشلخ نے ۲۰ ماہ ایلول کو بخشنہ کے دن ۹۶۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۸۸ و عجائب القصاص ص ۵۹)

تواریخ کا بیان ہے کہ جناب متوشلخ کی وفات کے بعد "لمک" ان کے قائم مقام ہوئے اور وہ پوری

توجہ اور تندہی سے تبلیغ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی عمر بروایت ناسخ التواریخ ۱۸۲ سال کی ہو گئی۔ "لمک" کے زمانہ میں ظالم اور جاہل بکثرت سے پیدا ہو گئے تھے۔ بروایت الیعقوبی جن لوگوں نے قابیل کی لڑکیوں سے رابطہ پیدا کر لیا تھا۔ ان سے غلط قسم کے لوگوں کی پیدائش

بکثرت ہو گئی تھی "لمک" ہمہ وقت ان لوگوں کی تبلیغ میں لگے رہتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ ان لوگوں کو راہ راست پر لائیں۔ لیکن کامیابی نہ حاصل کر سکے۔

حضرت نوحؑ کی ولادت

بروایت ناسخ التواریخ جب جناب ملک کی عمر ۱۸۲ سال کی ہوئی تو ان کے ہاں ایک عورت

”قینوش نامی سے جو کہ ان کی چچا زاد بہن تھی۔ ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام حکم خدا ”نوح“ رکھا گیا۔ انھیں نوحؑ کے صلب میں بالاتفاق مورخین حضرت محمد مصطفیٰ اصلعم کا نور مقدس پیرد ہوا (کشف الغمہ منہ) اور خدائے انھیں نبوت عطا فرمائی۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ ولادت کے وقت آپ کا طالع ”ارد“ تھا۔

جناب ملکؑ کی حضرت نوحؑ سے وصیت

تواریخ میں ہے کہ جب جناب ملکؑ کی عمر ۹۷ سال کے قریب ہوئی اور انھوں نے محسوس کر لیا کہ اب ملک الموت آنے ہی والے ہیں تو انھوں نے حضرت نوحؑ اور دیگر اعدا و اقربا کو جمع کر کے وصیتیں کیں جن میں بروایت البیعقوبی، خاص طور پر یہ فرمایا کہ جب میں مہرباؤں تو مجھے مقام ”کنز“ میں حضرت آدمؑ کے قریب دفن کر دینا، اور طوفان (جس کے آنے کی مجھے اطلاع ہے) کے موقع پر حضرت آدمؑ کے جسم مبارک کو کشتی میں رکھ کر ہمراہ لے جانا۔ نیز یہ کہ کشتی میں ان اسی آدمیوں کو ہمراہ لینا جو اب تک اپنے آباؤ اجداد کے مطابق حکم پہاڑ ہی پر سکونت پذیر ہیں، اور اس کا خاص خیال رکھنا کہ کشتی میں اپنی عورتوں کے پاس نہ جانا اور نہ ان کے ساتھ مل جل کر کھانا کھانا۔

جناب ملکؑ کی وفات

وصیت کے بعد جناب ملکؑ رونے لگے اور وقت آگیا کہ ملک الموت نے دستک دی۔ یہاں تک کہ آپ بروایت ناسخ التواریخ ۹۷ سال کی عمر میں اور بروایت ابن واضح ماہ ”اذار“ ۷ تاریخ تواریخ کے دن نویں گھنٹہ میں ۷۷ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اور حضرت نوحؑ نے انھیں حسب وصیت مغارہ کنز میں دفن کر دیا۔ (تاریخ البیعقوبی ابن واضح المتوفی ۲۹۲ ھ ص ۷ طبع نجف اشرف ۱۳۸۷ ھ)

باب ۹

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوحؑ کا اصل نام بزبان سریانی ”یشکر“ اور بزبان عربی عبد الغفار عبد الملک اور عبد الاعلیٰ تھا، بروایت جویری آپ کا نام شکر تھا، روضۃ الصفا میں آپ کا نام ساکن، ساکب اور سکب مرقوم ہے، حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ کا نام ”سکن“ تھا۔ آپ کا لقب شیخ الانبیاء شیخ المرسلین اور نجی اللہ تھا، آپ وہ پہلے نبی اور رسول ہیں جن کو ”اولوا العزم“ ہونے کا شرف نصیب ہوا۔

حضرت نوحؑ کی وجہ تسمیہ متورخین نے حضرت نوحؑ کے اس نام سے موشوم ہونے کی بہت سی وجہیں تحریر کی ہیں صاحب

عجائب القصاص نے تین قول تحریر کیے ہیں (۱) حضرت نوحؑ کے قریب سے ایک بدہیئت کتا گزرا تو آپ نے فرمایا اے بدترین کتے میرے پاس سے دور ہو، اس نے بزبان بے زبانی کہا کہ اپنی نبوت پر اتنا فخر کرتے ہو، اگر طاقت ہے تو مجھ پر جیسا پیدا کرو، اے نبی خدا تم مجھ پر تعزیر نہیں کر رہے ہو، بلکہ بنانے والے پر اعتراض کا ارتکاب کر رہے ہو (۲) نوحؑ کی کشتی ٹھہرنے کے بعد شیطان نے کہا کہ اے نوحؑ تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ پوچھا وہ کیا۔ اس نے کہا کہ تم نے بددعا کی اور تمام کافروں کو بھڑکائے۔ بخارے اس عمل سے میری محنت میں بڑی کمی ہو گئی اور انھیں بہکاتے رہنے سے میں بچ گیا (۳) جب نوحؑ نے اپنے بیٹے کو کشتی میں لانے کی سعی کی اور کامیابی نہ ہوئی اور ان کی نظروں کے سامنے اُن کا بیٹا ڈوب گیا تو وہ روئے اور اس درجہ روئے کہ نوحؑ نام بڑ گیا۔ صاحب روضۃ الصفا نے مذکورہ تین اقوال میں سے ۱ کو اختیار کیا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ لفظ نوحہ سے نوح کے اشتقاق کو غلط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ نوح عجمی لفظ ہے اور نوحہ عربی ہے۔

علامہ مجلسی بحوالہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کو

نوح اس لیے کہا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے اور اپنی قوم پر پانچ سو سال تک گریہ کیا تھا، اس نوح کی وجہ سے ان کا نام نوح قرار پایا تھا۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۶۷) خدا نے بھی ان کو لفظ نوح ہی سے یاد فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "سلام علی نوح فی العالمین" یہ لفظ عجیبی اور علم ہونے کے باوجود منصرف ہے۔ (مجمع البحرین ص ۲۱۵)

حضرت نوح کا حلیہ | حضرت نوح کا رنگ گندمی۔ چہرہ مسک۔ سر ہٹا تھا اور اوران کی آنکھیں بڑی۔ پنڈیاں پتلی۔ زائیں موٹی۔ ناف بڑی

اور ڈاڑھی گھنی اور لمبی تھی۔ وہ بلند قامت۔ نومند اور غصہ در تھے۔

آپ کو فہ میں رہتے تھے، بنجاری کا پیشہ کرتے تھے۔ طویل العمر ہونے کے باوجود آپ کے بال سفید نہیں ہوئے تھے اور آپ کی قوت کم نہیں ہوئی تھی اور آپ کے دانت کمزور نہیں ہوئے تھے۔ آپ کے قد کی درازی ۳۶۰ ہاتھ تھی۔ علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ آپ کو فہ کے جانبغ بی میں رہا کرتے تھے۔ سید ابن طاووس فرماتے ہیں کہ آپ بالوں کا لباس پہنتے تھے اور پہاڑوں میں رہتے اور گھاس پات پر گزیر اوقات کرتے تھے۔

حضرت نوح کی بعثت | مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت نوح، اول ذقایل پر مبعوث ہوئے تھے اور انھوں نے ان لوگوں کو

راہ راست پر لانے کی پوری سعی کی تھی۔ لیکن وہ لوگ راہ راست پر نہ آئے۔ آپ کی تبلیغ کا جن لوگوں پر اثر ہوا ان کی تعداد ۸۰ سے زیادہ نہ ہو سکی لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ بعثت کے وقت آپ کی عمر کیا تھی اور کتنے سال کی عمر میں آپ مبعوث برسات ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ۲۵۰ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ۴۰۰ سال مروی ہے ایک روایت میں ۴۶۰ سال ہے مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ حضرت نوح ۳۶۵ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور ۹۵۰ سال انھوں نے تبلیغ کی تھی اور ۸۰ آدمی مسلمان ہوئے تھے۔ وہ زمین کی تمام مخلوق کے نبی تھے۔ ان پر کوئی صحیفہ نازل نہیں ہوا۔ بلکہ وہ صحفِ سابقہ کے پابند اور انھیں پر عامل تھے لیکن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت نوح ۸۵۰ سال کی عمر میں مبعوث برسات ہوئے تھے۔

علامہ مجلسی بحوالہ سید ابن طاووس تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ کی عمر کا ایک طویل حصہ گزر چکا تو آپ کے پاس جبریل امین تشریف لائے اور کہنے لگے اے نوح تم کو شہ نشین کیوں ہو، باہر نکلو اور بحث کی ہوئی قوم کو راہ راست پر لانے کی سعی کرو۔ حضرت نوح نے فرمایا کہ یہ قوم بڑی ناپاک ہے۔ نہ مجھے پہچانتی ہے اور نہ میری طرف رخ کرتی ہے میں ان کی کیا تبلیغ کر سکتا ہوں حضرت

جبریلؑ نے فرمایا کہ اگر یہ نرمی سے تمہارے قابو میں نہیں آتے تو نہ آئیں، آپ ان سے جہاد کریں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ میں ان سے جہاد کیونکر کر سکتا ہوں جبکہ میں ان کے مقابلہ میں تاب و توانائی نہیں رکھتا میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ان سرکشوں کو معلوم ہو جائے کہ میں ان کے دین پر نہیں ہوں تو یہ مجھے ہلاک ہی کر چھوڑیں گے حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ ”اچھا“ اگر تمہیں طاقت عطا کر دی جائے، تو تم ان سے جہاد کرو گے؟ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ بیشک کروں گا۔ اس کے بعد حضرت نوحؑ نے پوچھا کہ ”تو یستی“ تم ہو کون؟ یہ سن کر حضرت جبریلؑ نے ایک آواز بلند کی جس کی وجہ سے پہاڑ لرز اٹھے اور قریب تھا کہ وہ پاش پاش ہو جائیں۔ اسی دوران میں ملائکہ اور زمین کے تمام اجزا ”صدائے لیک لیک“ اسے فرستادہ خدا۔ اے خدا کے برگزیدہ فرشتے، ہم تیری عظمت کے گواہ ہیں۔ اس حالت کو دیکھ کر حضرت نوحؑ لرزہ بر اندام ہو گئے۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ اے نوحؑ گھبراؤ نہیں۔ میں خدا کا فرستادہ ہوں تم سے پہلے آدم وادیس پر آپکا ہوں۔ خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور سلام کے بعد کہا ہے کہ میں نے تم کو نبوت عطا کی ہے۔ اب تم تبلیغ کے لیے میدان میں نکل آؤ اور خیر فیض تبلیغ کی ادائیگی میں پوری توجہ سے کوشش کرو، صبر و شکیبائی، یقین اور اطمینان کے ساتھ کام شروع کرو۔ اے نوحؑ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ تم ”عمورہ“ و خیر ضمیران بن اور سیس سے نکاح کا قصد کرلو۔ یہ وہ عورت ہے جو تم پر سب سے پہلے ایمان لائے گی اور اس کے ایمان لانے سے تمہاری نبوت کو تقویت پہنچے گی۔

یہ سن کر حضرت نوحؑ نے کمر ہمت باندھ لی، اور وہ عاشورا کے دن ایک ایسا سفید عصا لیے ہوئے میدان میں نکل پڑے جو انھیں قوم کے دل کی باتوں سے آگاہ کیا کرتا تھا۔ حضرت نوحؑ جب تبلیغ کے ارادے سے آبادی میں پہنچے تو دیکھا کہ شتر بزار آدمی جو قوم کے سربراہ اور وہ ہیں۔ وہ عید کے سلسلے میں ایک جگہ جمع ہو کر نوتوں کی پریشانی میں مشغول ہیں۔ حضرت نوحؑ نے بلند آواز سے فرمایا ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ اور اسی کے ساتھ ساتھ حضرت آدمؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلعم کی نبوت کا حوالہ دے کر اپنی بات منوانے کی سعی کی اور کہا کہ یہ سب حضرات اس امر کی گواہی دیں گے کہ میں تم سے خدا سے واحد کی اطاعت کا اقرار لینے کے لیے تم تک آیا ہوں۔ یہ سن کر سرکشوں پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سب لرزنے لگے اور اس پر مستزاد یہ ہوا کہ ان کے آنکس کے آئینے ہو گئے۔

یہ دیکھ کر سرکشوں کو چڑھا گئی اور بڑے غصے میں کہنے لگے یہ کون آگیا ہے جو ایسی باتیں کرتا

ہے، حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ میں آگیا ہوں میرا نام نوحؑ ہے میں خدا کا فرستادہ ہوں، نبی اور رسول بنا کر تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں، میں تمہیں خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں تم ہوش میں آ جاؤ اور میری بات مان لو ورنہ بچھتاؤ گے۔

حضرت نوحؑ کی آواز جیسے ہی عمورہ بنت ضمران کے کانوں تک پہنچی وہ فوراً ایمان لے آئی، اُس کا ایمان لانا تھا کہ ساری قوم میں پہلے مچ گئی۔ یہ دیکھ کر اس کا باپ آپے سے باہر ہو گیا۔ اور بڑے غصہ میں بولا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو نوحؑ کی ایک آواز پر مسلمان ہو گئی ہے؟ مجھے ڈر ہے کہ اگر بادشاہ کو تیری اس حرکت کی اطلاع پہنچ گئی تو تو قتل کر دی جائے گی۔ عمورہ نے کہا کہ اے میرے پدر آپ کی عقل کو کیا ہو گیا ہے اور آپ کا عظیم و فضل کہاں چلا گیا ہے؟ آپ اس پر کیوں غور نہیں کرتے؟ کہ ایک تن تنہا شخص جس کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے وہ کیونکر اتنے عظیم مجمع میں آکر صدائے توحید بلند کرتا ہے اور سب کو لرزادیتا ہے، آخر یہ کس بل بوتے پر آیا ہوگا میرے باپ آپ فکر و تدبیر سے کام لیں اور یقین کر لیں کہ نوحؑ کو یقیناً خدا نے بھیجا ہے اور وہ حتماً و لازماً خدا کے نبی ہیں۔

یہ سننا تھا کہ عمورہ کے باپ نے اسے سخت و سخت الفاظ کہے اور اُسے ایک کمرے میں بند کر کے اس کا آب و دانہ بند کر دیا۔ یہ اسی کمرے میں یا قید خانہ میں بند پڑی رہی یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا، جب سال کے بعد اُسے قید خانے سے نکالا تو دیکھا کہ اسکی پیشانی میں نور چمک رہا ہے اور وہ نہایت اچھی حالت میں ہے، یہ حال دیکھ کر ان لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔ پھر اس سے پوچھا کہ قید خانہ میں ایک سال تک بے آب و دانہ کیونکر گزر گیا اور کھانے پینے کا کہاں سے بندوبست ہوا۔ اس نے کہا کہ قید میں جب میں بھوک سے مرنے لگی تو میں نے نوحؑ کے پروردگار سے درخواست کی کہ مجھے آب و دانہ عنایت کیا جائے۔ چنانچہ ہوتا یہ رہا کہ ”نوح“ باعجاز آب و دانہ خود لے کر آتے تھے اور مجھے زندان میں کھلا پلا جاتے تھے۔ اس لیے میں نومند اور تندرست ہوں۔

اس کے بعد حالات روز بروز بدلتے رہے یہاں تک کہ حضرت نوحؑ کی شادی اسی عمورہ سے ہو گئی اور اسی کے بطن سے سام بن نوحؑ پیدا ہوئے علامہ مجلسی آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت نوحؑ کی شادی اور جناب سامؑ کی ولادت

نوحؑ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک عمورہ، اور ایک رابعہ، اول الذکر مسلمہ تھی اور آخر الذکر کافرہ تھی جو طوفان میں غرقاب ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نسل میں مسلمہ کا نام پہل تھا اور نسل کافرہ

کا نام داعیہ یا واعلہ تھا۔ ایک روایت کی بناء پر اسی عورت سے عام یافت اور کنعان نامی اولاد پیدا ہوئی تھی، عرائسِ تعلیٰ میں ہے کہ طوفان سے ۸ سال پہلے جنابِ سام پیدا ہوئے تھے۔
حضرت نوحؑ کی عبادت گزاری | نورعین کا بیان ہے کہ حضرت نوحؑ ابتدا

عہد طفولیت سے ہی عبادت گزاری میں مشغول ہو گئے تھے پھر جب خداوندِ عالم نے انھیں مبعوث برسات فرمایا تو عبادتِ خداوندی میں شب و روز مصروف رہنے لگے۔ مورخ ابنِ واضح کا کہنا ہے کہ بعثت کے بعد خود بھی عبادت میں فروغ حاصل کرنے کے ساتھ اپنی قوم کو بھی خدا کی عبادت کی طرف متوجہ کرنے کی سعی کرتے رہے اور اس کے لیے دعائیں فرماتے رہے۔ ان کا یہ عالم تھا کہ کمالِ تقدیس کی وجہ سے پانچ سو سال تک عورت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ علامہ عبد الواحد کا بیان ہے کہ آپ تبلیغ میں پوری دلچسپی لینے کے باوجود ہر شبانہ روز سات سو رکعت نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت نوحؑ کے خصوصیات | علامہ عبد الواحد حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت نوحؑ میں دسٹل ایسی

خصوصیتیں تھیں جو دوسرے انبیاء و مرسلین کو نہیں ملیں (۱) وہ پہلے اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ ان سے قبل کوئی پیغمبر اولوالعزم نہیں گزرا (۲) چونکہ طوفان میں فرزندِ آدم مطلقاً ختم ہو گئے تھے اور سوائے نوحؑ اور ان کی تین اولاد کے کوئی باقی نہ تھا۔ لہذا انسانوں کی آئندہ دوسری بار انھیں سے بڑھی ہے۔ لہذا انھیں آدمؑ ثانی کہا گیا ہے (۳) وہ تمام اہل زمین پر مبعوث ہوئے تھے۔ ان کی نبوت مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی تھی (۴) وہ پہلے نبی ہیں جن کو ساری مخلوقات کے کافر ہونے کا شدید صدمہ تھا (۵) وہ پہلے نبی ہیں کہ ان کی بددعا سے طوفان آیا اور ساری امتِ ہلاک ہو گئی (۶) حضرت نوحؑ وہ پہلے نبی ہیں جو رسولِ کریمؐ کے بعد رب سے پہلے زمین سے برآمد و مبعوث ہوں گے (۷) انھوں نے تمام انبیاء سے زیادہ عمر پائی تھی (۸) بہت زیادہ طویل العمر ہونے کے باوجود ان کے اعضا میں آثارِ پیری ہویدا نہیں ہوئے تھے (۹) عبادتِ الہی سے اس درجہ شغف رکھتے تھے کہ تبلیغ میں پوری توجہ کے باوجود شب و روز میں سات سو رکعت نمازیں ادا کیا کرتے تھے (۱۰) تبلیغ کے سلسلہ میں بے انتہا اذیت کے باوجود دل تنگ نہیں ہونے تھے اور بڑے سہمگلاں کے ساتھ قولوا "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کہتے جاتے تھے۔ (عجائبِ القصاص ص ۱۱۷)

حضرت نوحؑ گردِ آبِ صائب میں

تورجین کا کہنا ہے کہ حضرت نوحؑ بعثت کے بعد سے ہر وقت تبلیغ میں مصروف رہتے تھے

اور اس مقصد کے لیے نہ دن دیکھتے تھے اور نہ رات کی پرواہ کرتے تھے۔ انھیں جب کسی جگہ جمع نظر آتا تھا اس میں در آتے تھے اور ایسا بھی کرتے تھے کہ رات میں دروازہ کھٹکھٹا کر کہتے تھے۔ ”قولوا لا اله الا الله“ تم لوگ اس امر کا اقرار کرو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

حضرت نوحؑ کی تبلیغ کے ردِ عمل میں لوگ انھیں دیوانہ کہتے تھے اور انھیں گالیاں دیتے تھے ان پر اس قدر پتھر مارے تھے کہ وہ اکثر پتھروں میں بند ہو جاتے تھے اور رات کو جبریلؑ آکر اپنے پُروں کے ذریعہ سے انھیں باہر نکالتے تھے اور پُروں کو ان پر پھیر کر تندرست کرتے تھے پھر جب صبح ہوتی تھی وہ پھر ان کے پاس پہنچ کر تبلیغ کرتے تھے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ ان کو ڈنڈوں سے مار مار کر اپنے خیال میں ہلاک کر کے ٹاٹ میں لپیٹ کر ان کے گھر میں ڈال آتے تھے اور خداوندِ عالم ان کو پھر تندرست کر دیتا تھا اور وہ صبح کو پھر ان کے پاس پہنچ کر تبلیغ کرتے تھے اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ باپ اپنے بیٹوں کو ہمراہ لے جا کر نوحؑ کو دکھلاتے تھے اور وصیتیں کرتے تھے کہ یہ دیوانہ ہے۔ بکواسیں کیا کرتا ہے۔ اس کی بات نہ تم کبھی ماننا اور نہ اپنی اولاد کو ماننے دینا اور سنو تم اپنی اولاد کو بھی وصیت کر دینا کہ وہ اپنی اولاد کو وصیت کریں کہ کوئی اس کی بات نہ مانے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک شخص مسمیٰ یہ قصیٰ اپنے ایک فرزند کو لے کر حضرت نوحؑ کے پاس پہنچا اور اپنے خاندانی دستور کے مطابق اسے ہدایت کرنے لگا کہ یہ دیوانہ ہے اس سے ہوشیار رہنا اور اس کی بات کبھی قبول نہ کرنا۔ یہ سن کر اس کے بیٹے نے باپ کے ہاتھ سے ڈنڈا لے کر حضرت نوحؑ کے سر مبارک پر اس زور سے مارا کہ سر شگافہ ہو گیا۔

بالآخر حضرت نوحؑ نے عاجز آکر دستِ دعا بارگاہِ خداوندی میں بلند کر کے عرض کیا، خداوندِ اکر مجھے اپنی اس ناہنجار مخلوق سے بہت ہی زیادہ پیار ہے، تو یا تو انھیں ہدایت فرما۔ یا مجھے صبر کی توفیق عطا کر کیونکہ اب میرا جامِ صبر لبریز ہو گیا ہے، یا پھر مجھے یہ بتا دے کہ ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کی نسل میں سے مسلم پیدا ہو گا تاکہ میں اس کے ردِ عمل میں کوئی اور درخواست کروں۔

حضرت نوحؑ کی اس استدعا اور گزارش پر خداوندِ عالم نے فرمایا کہ اے نوحؑ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کی نسل میں مسلمان کا پیدا ہونا بہت مشکل ہے۔ اب تم اس کے ردِ عمل میں جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو۔ میں تمھاری سنوں گا۔

یہ سن کر حضرت نوحؑ نے ہاتھ بلند کر دیے اور کہا۔ "یا رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیاراً" خدایا ان کافروں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ، اور اے میرے مالک ایک "عالمِ کبر طوفان" آبِ رونما کر دے کہ یہ سب ہلاک ہو جائیں کیونکہ نہ یہ مسلمان ہوتے ہیں اور نہ کسی کو مسلمان ہونے دیتے ہیں، ان کے وجود سے تیرا دل کبھی فروغ نہ پاسکے گا۔

خلاقِ عالم نے حضرت نوحؑ کی دعا قبول کر لی، اور فرمایا کہ اچھا اب طوفان کا انتظام کر دیا جائے گا اور انھیں ہلاک کر کے نئی قوم پیدا کی جائے گی۔

یہ ظاہر ہے کہ نوحؑ کو اس قوم سے شکایت تھی جو کشتی کی تیاری کا حکم اس وقت موجود برسرِ پکار تھی اور ان لوگوں سے

فی الحال شکایت نہ تھی جو پیدا نہ ہوئے تھے۔ اس لیے انھوں نے درخواست کی۔ اب سے عورتوں کو عقیم کر دیا جائے تاکہ مُصِیبتوں میں بچے مُبتلا نہ ہوں۔ لہذا خداوندِ عالم نے عورتوں کو عقیم کر دیا اور ان کا بچہ جننا بند ہو گیا۔

اس کے بعد خلاقِ عالم نے نوحؑ کو حکم دیا کہ تم خرے کے درخت نصب کرو، یعنی بیج زمین میں بُو دو۔ ایک روایت میں ہے کہ خداوندِ عالم نے جنابِ جبریلؑ کے ہاتھوں کچھ درختِ اِرسال فرمایا تھا۔ بہر حال حضرت نوحؑ نے درخت لگا دیئے۔ یہاں تک کہ چالیس سال گزرنے کے بعد درخت تیار ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ خدا نے کسی بار درخت لگانے اور تیار کرنے کا حکم دیا، اس طرح وہ عذاب کو مٹا رہا اور درخت کی تیاری کے دوران میں نوحؑ تبلیغِ پروردگار دیتے رہے اور انھیں طوفان آنے سے آگاہ کرتے رہے اور انھیں سمجھاتے رہے کہ دیکھو ایمان لاؤ، ورنہ غرق ہو جاؤ گے مگر کسی نے ایک نہ سنی اور سب اپنی راہ پر لگے رہے۔ یہاں تک کہ درخت کاٹے گئے، اور بروایتِ ایک لاکھ سختے تیار کئے گئے۔ اس کے بعد حکمِ خداوندی پہنچا کہ "واصنع الفلک باعیننا وحیننا" ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے بنائے ہوئے اصول پر کشتی بناؤ۔ علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ سختوں کی تلاش اور کشتی کی تیاری کے لیے بہت سے آدمیوں کی ضرورت تھی۔ اس لیے حضرت نوحؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ مالک کچھ مددگار درکار ہیں۔ چنانچہ حکم ہوا کہ اعلانِ کراؤ کر جو کشتی بنانے میں مدد کرے گا اس کے لیے لکڑی کے بُرادے چاندی اور سونے کے ذرات بن جائیں گے۔ چنانچہ جنابِ نوحؑ نے اعلان کر دیا۔ بروایتِ امامِ ثعلبی مزددری پر لوگ آئے اور کشتی حضرت جبریلؑ کی تعلیم کے مطابق تیار کی جانے لگی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریلؑ مُتَدَسِّی اور پیمائش کرتے تھے اور حضرت نوحؑ کیلوں سے سختے جوڑتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت نوحؑ نے کشتی کی تیاری کے لیے جو سختے مہیا کیے تھے۔ ان کی تعداد

انبیاء کی تعداد کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت نوحؑ نے ان سختوں پر جملہ انبیاء کے نام لکھ دیئے تھے لیکن شیطان نے انھیں مٹا دیا تھا اور یہی عمل بار بار جاری رہا۔ بالآخر حضرت نوحؑ نے جبریلؑ سے واقعہ بتایا تو انھوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے خدا کا نام لکھو اور سب سے آخر میں محمد مصطفیٰ صلعم کا نام تحریر کرو تا کہ شیطان کا جادو نہ چل سکے اور وہ قابو نہ پاسکے۔ چنانچہ حضرت نوحؑ نے ایسا ہی کیا اور شیطان بے قابو ہو کر نام مٹانے سے مجبور رہا۔

علامہ جزائری بحوالہ کتاب الخراج بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب حضرت نوحؑ کشتی تیار کرنے لگے تو جبریلؑ نے انھیں کیلوں کی ایک خرچہ لاکر دی جس میں ایک لاکھ اونٹیں ہزار کیلیں تھیں حضرت نوحؑ جبریلؑ کے بتانے کے مطابق کشتی تیار کرتے رہے اور کیلیں ٹھونکتے رہے۔ یہاں تک کہ پانچ ایسی کیلیں رہ گئیں کہ جب ان کو حضرت نوحؑ نے ہاتھ لگایا تو وہ چمک اٹھیں۔ جناب نوحؑ نے ماجر دریافت کیا تو جبریلؑ نے کہا کہ کیلیں پنجتن پاک کے نام کی ہیں (۱) محمد مصطفیٰ (۲) علی رضی (۳) فاطمہ زہرا (۴) امام حسن (۵) امام حسین سے منسوب ہیں۔ اے نوحؑ پہلی کیل کو کشتی کے داہنی طرف۔ دوسری کیل کو کشتی کے بائیں طرف آگے کی جانب تیسری کیل کو داہنی طرف۔ پہلی کیل کے قریب اور چوتھی کیل کو بائیں طرف۔ دوسری کیل کے قریب اور پانچویں کیل کو اُس کے قریب ٹھونک دو۔ حضرت نوحؑ نے ایسا ہی کیا۔ جب پانچویں کیل ٹھونکنے لگے تو خون کی تری نظر آئی۔ حضرت جبریلؑ سے گھبرا کر پوچھنے لگے اے جبریلؑ یہ کیا ماجرا ہے حضرت جبریلؑ نے واقعہ کر بلا کی تفصیل بتائی۔ حضرت نوحؑ آبدید ہو گئے۔ اور قاتلان حسینؑ پر لعنت کرنے لگے۔ (نور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین علامہ جزائری ۹۱۳)

پنجتن پاک کے نام کی تختی

مبارک کی تختی بحکم خدا نصب کی گئی تھی جواب اس عہد تحقیق و تجسس میں برآمد کی جا چکی ہے جس کی تفصیل کتاب ”ایلیا“ مطبوعہ پاکستان سے معلوم ہو سکتی ہے۔

کشتی کا طول و عرض اور اُس کی بلندی

طول و عرض میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ مورخ یعقوبی نے تین سو ہاتھ بدست نوحؑ اس کی لمبائی اور پچاس ہاتھ اس کی چوڑائی تحریر کی ہے۔ امام نعیمی نے ۳۰۰ ہاتھ لمبائی ۲۳۰ ہاتھ چوڑائی ۳۳ ہاتھ بلندی بتائی ہے۔ مورخ ہروی خاوند شاہ نے ۶۶۰ گز طول ۳۰۰ گز عرض ۳۳ گز بلندی لکھی ہے۔

مورخ طبری نے ۱۲۰۰ گز لمبائی اور ۶۰ ایش چوڑائی تحریر کی ہے، صاحب عجائب القصاص نے ۶۰ گز لمبائی ۳۳ گز چوڑائی بتائی ہے لیکن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کشتی کی لمبائی ایک ہزار دو سو ہاتھ، چوڑائی آٹھ سو ہاتھ اور بلندی اتنی ہاتھ فرمائی ہے، جیسا کہ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۷ میں ہے اور یہی قول حجت ہے کثیر مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے عہد میں ان کے حواریں نے خواہش کی کہ کسی ایسے شخص کو زندہ کر دیں جو طوفان نوح کا واقعہ بیان کرے اور اس کی حیثیت بتائے حضرت عیسیٰ نے زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھا کر اُسے زندہ کیا اور اُس سے واقعہ طوفان دریافت کیا، اُس نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت عیسیٰ نے کشتی کی لمبائی دریافت کی، تو اُس نے بتایا کہ کشتی بارہ سو ہاتھ لمبی تھی مورخین کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہونے والا کعب بن سام ابن نوح تھا۔ (عجائب القصاص)

طوفان کا آغاز | حضرت نوحؑ نے جب درخت خرمائی کا شت کی تھی اور لوگوں سے کہا تھا کہ طوفان آئے گا اور ساری دنیا غرق ہو جائے گی تو لوگوں

نے تمسخر سے کہا تھا کہ اس شخص کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور یہ ہنسی ہنسی باتیں کرتا ہے پھر جب درخت تیار ہوئے اور عرصہ تک تنگے خشک ہوتے رہے۔ اس کے بعد کشتی تیار ہونے لگی تو ان کے تمسخر کو بھی فروغ حاصل ہو گیا۔ کہنے لگے اسے دیکھو یہ کیا کر رہا ہے۔ یانی کا نام و نشان نہیں اور اتنی بڑی کشتی تیار ہو رہی ہے حضرت نوحؑ ان سے کہتے تھے ذائقہ نہ کرو اور ایمان لاؤ، ورنہ اپنے اس مژدہ سر کشتی کا مزہ چکھ لو گے۔ طوفان آئے گا اور سب کے سب ڈوب جاؤ گے۔ مگر کوئی آپ کی بات پر کان نہیں دھرتا تھا اور آپ کے ارشاد کو بکواس سے زیادہ وقعت نہ دیتا تھا، بالآخر وہ وقت آ ہی گیا جس کا ذکر حضرت نوحؑ کیا کرتے تھے۔

حضرت نوحؑ کی بیوی مقام مسجد کوفہ پر اس آہنی تنور میں روٹی پکا رہی تھیں جو حضرت نوحؑ کا تھا کہ وقتاً اُس میں سے پانی اُبلنا شروع ہوا۔ اُنھوں نے دوڑ کر حضرت نوحؑ کو باخبر کیا حضرت نوحؑ نے بائیں اندیشہ کہ اس طوفان میں، میں اور میرے بچے بھی نہ کہیں غرق ہو جائیں اُس کے منہ کو ایک بڑے پتھر سے بند کر کے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی۔ مالک کیا ہم سب اس میں غرق ہو جائیں گے؟ ارشاد ہوا کہ اے نوحؑ میں نے تمھیں، تمھارے اہل و عیال اور متبعین کو بچانے کا وعدہ کیا ہے، میں انھیں ہلاکت سے بچاؤں گا۔ اب تم فوراً سب کو لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ، اور اپنے ہمراہ جملہ مخلوقات کے ایک ایک جوڑے لے لو۔

حضرت نوحؑ اس کشتی میں جس کے تین طبقے اور نوے خانے تھے۔ خود بھی سوار ہوئے بال بچوں کو بھی سوار کیا اور مخلوقات کے جوڑے بھی لے لیے، لیکن حضرت نوحؑ کو سب کے سوار کرنے

میں خود شکاری تھی وہ یہ سمجھتی کہ مخلوقات کا جمع کرنا اور وہ بھی بہت ہی عجبات کیساتھ ان کے لیے مشکل تھا۔ لہذا بارگاہِ خداوندی میں عرض کی مالک ساری دنیا سے جانوروں کو کیسے جمع کروں ارشاد ہوا میں سب کو بھیجے دیتا ہوں چنانچہ وہ ساری مخلوق جس کا کشتی میں سوار کرنا مقصود تھا، ایک ہوا کے جھونکے سے حضرت نوحؑ تک پہنچ گئی اور انھوں نے سب کو سوار کر لیا تیچے کے طبقہ میں زندوں اور دیگر چوپایوں کو رکھا، درمیانی طبقہ میں کھانے پینے کی چیزیں رکھیں اور اوپر کے طبقہ میں انسانوں کو بٹھرایا۔ ایک روایت میں ہے کہ دوسرے ہی طبقہ میں پرندے بھی تھے جانوروں میں چونکہ چیونٹی سب سے چھوٹی تھی، اس کے کچل جانے کا اندیشہ تھا لہذا اس کو بالائی طبقہ میں رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ دراج کو بھی پہلے ہی طبقہ میں رکھا گیا تھا۔ کتاب بدائع الاخبار اسماعیل بن زواری کے ص ۲۶۹ میں ہے کہ دراج محب اہل بیت ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ تمام جانوروں کو ہدایت کر دی گئی کہ ایک دوسرے کو ستائے نہیں لہذا بشیر و بکری سب ایک ساتھ ٹرامن طریقہ پر بٹھ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ کے اس تابوت کو جو شمشاد کی لکڑی سے تیار کیا تھا۔ دوسرے طبقہ میں اور بروایت تیسرے طبقہ میں رکھا۔ اس کے بعد سب کو ہدایت کر دی کہ کوئی کشتی پر جوڑا نہ کھائے، ایک روایت میں ہے کہ اُس وقت زمیں پر بلی اور کتے موجود نہ تھے، اس لیے روانگی کے وقت وہ کشتی میں نہ تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ کشتی میں جب جانور داخل کیے جانے لگے تو سب سے پہلے ”درہ“ یا ”دراج“ داخل کشتی ہوا۔ اور سب سے آخر میں گدھا سوار ہوا۔ تو رخیں کا بیان ہے کہ جب گدھا سوار ہونے لگا تو شیطان اُس کی دم سے جھپٹ گیا اور اُسے اپنی طرف کھینچنے لگا۔ گدھے کے دو پاؤں کشتی کے اندر تھے اور دو پاؤں باہر تھے، وہ دروازے میں اڑا رہا تھا تو حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ اے شیطان جلد داخل ہو۔ چنانچہ وہ داخل ہو گیا اور اسی کیساتھ شیطان بھی اندر چلا گیا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ گدھے کی فطرت میں اڑنا قرار پایا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب کشتی میں جانور داخل ہونے لگے تو بکری نے نافذمانی کی۔ جس کی وجہ سے حضرت نوحؑ نے اسے جبراً داخل کیا۔ اسی کھینچ تان میں اس کی دم ٹوٹ گئی اور ٹمرا گاہ برہنہ ہو گئی یہی وجہ ہے کہ اس کی دم آج تک چھوٹی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب سب داخل ہو گئے تو حضرت نوحؑ نے کشتی کے اندرونی نظام کا جائزہ لینے کے لیے دورہ کیا، تو دیکھا کہ ایک کونے میں شیطان بھی بیٹھا ہے آپ نے فرمایا کہ اے ملعون تو کیسے داخل کشتی ہو گیا، اُس نے کہا کہ آپ نے مجھے خود دعوت دی ہے حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ میں نے تو مجھے نہیں بلایا۔ اُس نے کہا کہ جب میں گدھے کی دم کو پکڑے ہوئے تھا اُس وقت آپ نے فرمایا تھا کہ اے شیطان داخل ہو، اس لیے میں داخل ہو گیا

حکم خداوندی پہنچا کہ اے نوحؑ اس سے تعرض نہ کرو اور اسے بھی رہنے دو۔
 اجملہ مورخین اور محدثین کا بیان ہے اور قرآن مجید میں بھی ہے کہ حضرت نوحؑ نے کشتی میں
 لوگوں کو سوار کرتے وقت اپنے فرزندوں اور بیویوں کو حکم دیا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ اس
 حکم کی تعمیل سام، حام، یافث اور ان کی مومنہ بیوی عمو رائے کی اور سب کے سب فوراً
 کشتی میں سوار ہو گئے۔ لیکن اُن کا ایک فرزند جس کا نام ”کنعان“ اور ایک بیوی جس کا نام
 واغہ تھا۔ ان دونوں نے ہمتی اور پوری نافرمانی کے ساتھ تعمیل حکم سے انکار کر دیا جس کے
 ردِ عمل میں انھوں نے بڑا زور لگایا کہ کسی طرح یہ کشتی میں آجائیں مگر ان لوگوں نے ایک نہ سنی
 جب حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کنعان سے باعمر سوار ہونے کو کہا تو اس نے جواب دیا
 کہ میں نہ سوار ہوں گا اور میری آپ فکر نہ کریں، یہ بڑے بڑے پہاڑ کھڑے ہیں میں ان کے
 ذریعہ سے اپنے کو بچا لوں گا۔ بالآخر وہ غرق ہو گیا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ کنعان نے جس پہاڑ پر بھروسہ کیا تھا وہ کوہ نجف تھا جو اُس
 وقت سب سے بلند پہاڑ تھا، فرزند نوحؑ کے حوالہ دینے سے خدا نے اسے ریگ نرم بنا کر
 شام کی طرف اڑا دیا۔ پھر اُس جگہ دریا بہنے لگا جس کا نام نے رکھا گیا۔ پھر وہ دریا خشک ہو
 گیا، خشک ہونے کو عربی میں ”جف“ کہتے ہیں۔ بالآخر کثرت استعمال سے ”نجف“
 کے بجائے اسے نجف کہا جانے لگا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ
 اور حضرت علیؑ دفن ہیں۔

الغرض حضرت نوحؑ نے سب کے کشتی پر سوار ہو جانے کے بعد تنور کا مٹہ کھول دیا اور
 کشتی میں خود بھی سوار ہو کر اس کے تمام دروازے بند کر دیے اور اوپر سے اس طرح
 ڈھانک دیا کہ کشتی میں اندھیرا گھپ ہو گیا۔

تنور کا مٹہ کھلنا تھا کہ پانی تیزی سے اُبلنے لگا اور چونکہ آسمان کے ساتوں سیارے
 بُرجِ سرطان میں آگئے تھے جس کا تعلق آبِ بارانی سے ہے لہذا پانی برسنے لگا اور ایسا برسا
 کہ پھر کبھی نہ برسا، گھسا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ ساری دنیا تاریک ہو گئی اور یہی سلسلہ چالیس شب
 روز تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ دنیا کے بلند ترین پہاڑ سے پندرہ ہاتھ پانی اُڑچھا ہو گیا
 اور ایک روایت کی بنا پر پانی اتنا بلند ہوا کہ کشتی تابہ آسمان جا پہنچی اور دنیا کی تمام چیزیں تہ
 آب ہو گئیں اور تمام مخلوق ختم ہو گئی۔ کثیر روایات میں ہے کہ صرف ایک خانہ کعبہ ڈوبنے سے بچ گیا

لے صاحبِ مزارک نے لکھا ہے کہ کنعان حضرت نوحؑ کے نطفہ سے نہ تھا بلکہ وہ اپنی ماں داغہ کے دوسرے شوہر
 سے متولد ہوا تھا لیکن علامہ مجلسیؒ کا ارشاد ہے کہ کنعان حضرت نوحؑ ہی کا فرزند تھا اور یہی علامہ شیعین مشہور ہے۔ ۱۲

اور ابھی لیے اسے "بیت العتیق" کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ پانی جب بلند ہوا تھا اور خانہ کعبہ کے قریب پہنچا تھا تو وہاں پہنچ کر اس نے دورہ اختیار کر لیا تھا اور وہ خانہ کعبہ کے گرد حلقہ بنا کر آسمان تک بلند ہو گیا تھا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ جب پانی تیزی سے اُبلنے لگا تو ایک شخص نے اس وقت کے بادشاہ کے پاس جا کر صورت حالات بیان کی، وہ اپنی سواری پر بیٹھ کر حالات دیکھنے کے لیے آیا اور حضرت نوحؑ کے قریب پہنچا حضرت نوحؑ نے یہ کہہ کر کہ اس پانی سے کوئی بچ نہ سکے گا۔ اس کی توبیخ کی اور ڈرایا اور فرمایا "قد جاء امر ربی" اب خدا کا حکم آگیا ہے۔ ان لوگوں کے علاوہ جو اس کشتی میں سوار ہیں دنیا کی کوئی چیز نہ بچ سکے گی۔ بادشاہ "صفر دوس" یہ عالم دیکھ کر سخت گھبرایا اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

الغرض کشتی پانی پر چلی اور ساری دنیا کا دورہ کرتی ہوئی خانہ کعبہ کے قریب پہنچی اور اس کا سات مرتبہ "طواف" کر کے وہاں سے روانہ ہوئی۔ تواریخ میں ہے کہ کشتی میں چونکہ تاریکی تھی اور دنیا بھی ساری تاریک تھی۔ لہذا خدا نے دو نورانی موتی نوحؑ کی درخواست پر بھیج دیے تھے۔ ایک دن میں روشن ہوتا تھا، دوسرا رات میں روشنی دیتا تھا۔ اسی کے ذریعہ سے معلوم ہو جاتا تھا کہ دن کی ساعت اور رات کب ہو گئی۔ نیز نماز کا وقت معلوم ہوتا تھا۔

سُور اور بلی کی پیدائش | جملہ توحین کا بیان ہے کہ کشتی جب پانی میں چکر لگا رہی تھی۔ اسی دوران میں لوگوں نے حضرت نوحؑ

سے کشتی میں گندگی کے بڑھ جانے کی شکایت کی اُنھوں نے ہاتھی کے منہ پر ہاتھ پھیر دیا۔ جس کی وجہ سے اُسے چھینکا۔ آئی اور سُور کا ایک جوڑا ناک سے برآمد ہو گیا۔ اسی طرح ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت نوحؑ نے ہدایت کر دی تھی کہ کوئی نر و مادہ کشتی میں ایک جانہ ہو، چنانچہ سب کے سب احتیاط برتتے رہے، وہ چاہے انسان ہوں یا حیوان، مگر جوڑے نے حکم کے خلاف عمل کیا جس کی وجہ سے اس کی نسل کشتی فروغ پا گئی۔ پھر جوڑوں کی کثرت آنے لگی کو صرف ستانا ہی شروع نہ کیا۔ بلکہ کشتی کو بھی حسب فطرت کا شمار شروع کر دیا۔ لوگوں نے حضرت نوحؑ کو جوڑوں کی حرکتوں سے باخبر کیا۔ تو حضرت نوحؑ نے شیر کے چہرے پر ہاتھ پھیر دیا۔ جس کی وجہ سے اسے چھینکا۔ آئی اور بلی کا ایک جوڑا پیدا ہو گیا اور اس نے جوڑوں کا علاج کر کے لوگوں کو سکون بخشا۔ مٹنا جاتا ہے کہ جس طرح چوہے نے نافرمانی کی تھی۔ کتے نے بھی خلاف ورزی کی حضرت نوحؑ نے غصہ میں آکر اسے بددعا دیتے ہوئے کہا کہ خدا تجھے ہمیشہ رُسوا کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی باہم یکجا ہوتے ہیں رُسوا ہوئے بغیر علیحدہ نہیں ہو سکتے۔

کشتی نوح نگر داب میں

الغرض حضرت نوحؑ کی کشتی جب پانی پر تیرتی ہوئی زمین کے بلایہ پہنچی تو گرداب میں آگئی، قریب تھا کہ حکم

کھا کر ڈوب جائے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت نوحؑ کھرا اٹھے، اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگے میرے پالنے والے یہ ماجرا کیا ہے اور یہ جگہ کونسی ہے۔ ارشاد ہوا کہ اے نوحؑ اس وقت تمہاری کشتی اس مقام پر ہے جسے کربلا کہتے ہیں۔ عرض کی مالک اس مقام پر یہ تلامطم کیوں ہے؟ ارشاد ہوا کہ اے نوحؑ یہ وہ مقام ہے جس مقام پر کشتی اہلبیتؑ محمدؐ خشکی میں غرق بخون ہوئی۔ (روضۃ الشہداء) مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ تلامطم کے وقت خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے نوحؑ ان جہلوں کو زبان پر جاری کر دو، تو نجات پا جاؤ گے چنانچہ انھوں نے کہا ”یا اہیاشتر اہیا اذ دلی احصا بدث ال“ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ کشتی آگے بڑھی اور کوہِ جودی سے اس کا سینہ ٹکرایا، تو ایک ہیبتناک آواز آئی اور اضطراب پیدا ہو گیا۔ اس وقت حضرت نوحؑ نے محمدؐ و آل محمدؑ کے واسطے سے دعا کی اور اس کو سکون نصیب ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ کشتی جس وقت کوفہ سے روانہ ہوئی تھی اس وقت بھی وریط میں آئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ کشتی جب مرزین شام پر پہنچی تھی جب بھی متزلزل اور متلاطم ہوئی تھی۔

عروج بن عمیق اور طوفان کے
موقع پر اس کا طرز عمل

کثیر مؤرخین کا بیان ہے کہ کشتی پانی پر تھرہ رہی تھی اور عروج بن غنق اس میں بیٹھنے کی سعی کر رہا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ کشتی پر جس دن سب سوار ہوئے تھے۔ اُس دن

بھی اُس نے سوار ہونے کی سعی کی تھی۔ لیکن حضرت فوجؑ نے یہ کہہ کر اُس کی درخواست ٹھکرا دی تھی کہ اس میں ایمانداروں کے علاوہ کوئی بھی سوار نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ کشتی میں نہ کوئی کافر سوار کیا گیا تھا اور نہ دلائیہ میرے نزدیک عوج بن عنق کے کشتی میں سوار کئے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ اس کی حیثیت اور اس کا وزن کشتی برداشت نہ ہی نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے جناب فوجؑ نے اسے کشتی میں بٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ عوج بن عنق کے متعلق تفصیلی تذکرہ انشاء اللہ آئندہ آئے گا۔

کشتی نوح کوہ جودی پر

حضرت نوحؑ کی کشتی ۱۰ ارجح الحرب کو زمین کو فہ
روانہ ہو کر آسمان کے نیچے نیچے حکم نگار مہم کو کشت

ایزیدی نے کروڑوں کی اور اختتام طوفان کا فیصلہ ہوا۔ زمین کو حکم ملا کہ اپنا پانی پی جیا۔ آسمان کو فرمان ملا کہ بارش کو روک دے۔ ایک روایت میں ہے کہ آسمان سے جو پانی برسا تھا وہ چونکہ

عذاب کی صورت میں برسا تھا۔ لہذا شور تھا اور چونکہ وہ عالم بالا کو داپس نہیں گیا اور عالم سفلی میں رہا۔ لہذا جی دیواؤں اور سمندروں کے پانی شور میں۔ وہ سب اسی پانی کے مجموعے میں جو آسمان سے برسا تھا۔ غرض کہ پانی اتنا شروع ہوا اور کشتی بیٹھنے لگی۔ یہاں تک کہ آخرم الحرم کو کوہ جودی پر ٹھہری، قوس قزح ظاہر ہوئی۔ اس کا پیغام ملا، نوحؑ نے شکر خدا کیا کشتی کی چھت کھولی۔ کوسے کو حکم دیا کہ یہ معلوم کر کے واپس آئے کہ زمین پر پانی کتنا رہ گیا ہے۔ کوا گیا اور مردار پا کر کھانے میں مشغول ہو گیا۔ اُس نے یہ بھی نہ خیال کیا کہ مجھے کس نے بھیجا ہے اور کس لیے بھیجا ہے حضرت نوحؑ نے کوسے کو بددعا دے کر کہ اُس کی روزی مردار پر منحصر رہے۔ کبوتر سے فرمایا کہ توجا اور پانی کی خبر لا، کبوتر اڑا اور زیتون کا ایک پتہ لایا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ درخت برآمد ہو گئے ہیں چند ماہ کے بعد پھر کبوتر کو بھیجا اور وہ زمین پر بیٹھ کر اپنے پیروں میں کھیر لگا کر واپس آیا جس سے معلوم ہوا کہ پانی ختم ہو چکا ہے اور کھیر رہ گیا ہے۔ حضرت نوحؑ نے اس کی اس خدمت کی وجہ سے اسے دعا دی۔ خدا یا اس کے لیے لوگوں میں اُس و محبت عطا کر اور اُس کے پیروں کو یادگار کے طور پر مٹرخی دے کر اسے مٹر خرو کر دے یہی وجہ ہے کہ کبوتر کے پاؤں اور اُس کی منقار میں مٹرخی ہوتی ہے۔ کثیر روایات میں ہے کہ کوہ جودی موصل میں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جودی مقام فرات کوہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ چونکہ کشتی نوحؑ محرم میں ٹھہری تھی۔ اسی لیے اس مہینہ کو سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔

الغرض حضرت نوحؑ کئی ماہ خشکی کا انتظار کرنے کے بعد خود بھی کشتی سے اترے اور ان لوگوں کو بھی اسارا جو کشتی میں سوار تھے۔ کثیر توحین کا کہنا ہے کہ کشتی میں سوار ہونے والوں کی تعداد اتنی تھی جو مردوں اور عورتوں پر مشتمل تھی، انھیں کے لیے فوری طور پر مکانات بنا کر انھوں نے اس مقام کا نام ”سوق الثمانین“ رکھا تھا لیکن میں اس تعداد سے مطمئن و متحقق نہیں ہوں۔ کیونکہ اس تعداد کو کوئی شہرت حاصل نہیں ہے۔ اس سے زیادہ جس عدد کو شہرت حاصل ہے وہ ستر اور بہتر ہے اور ان عددوں کا بہت سے واقعات سے تعلق ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ اسی کشتی نوحؑ سے کشتی اہلبیت کو نصیب دی گئی ہے جس کی ناخداۃ ابنی ہاشم نے کربلا میں فرمائی تھی اور اس پر وہ بہتر ”ذوی الارواح القدیہ“ سوار تھے جن کی مثال بروایت علامہ کا شفی دنیاء میں موجود نہ تھی۔ جنھوں نے اپنے خون سے اس کشتی کو بہا کر لب جنت تک پہنچائی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ یہ کشتی نوحؑ چھ ماہ پانی میں رہی تھی اور کشتی اہل بیت بھی چھ ماہ خشکی میں چلتی رہی ہے نیز یہ کہ کشتی نوحؑ کوہ سے چلی ہے اور زمین کربلا پر گرداب میں مبتلا ہوئی ہے اور کشتی اہل بیت مدینہ سے چل کر کربلا میں نذر طوفان ہوئی۔ لہذا میرے نزدیک حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی حدیث ”مثلاً اہلبیتی کسفینۃ نوح الخ“ کی تفسیر کی تکمیل کے پیش نظر کشتی نوح میں سوار ہونے والوں کی تعداد بہتر تھی، اس کی تائید علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب مفتاح الاولیاء فی مہمات القرآن طبع مصر ۱۲۸۲ کے ص ۳۲ سے ہوتی ہے جس میں انھوں نے تحریر فرمایا ہے کہ کشتی نوح میں بہتر مومن سوار تھے۔

کشتی سے اترنے کے بعد نوح کا طرز عمل

غرض کہ حضرت نوح کشتی سے اترنے کے بعد دنیا کی آباد کاری میں مشغول ہو گئے اور تاحیات اسے آباد کرتے رہے۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے تعمیر بابل کی تجدید کی ہے۔ بروایت ابن واضح

حضرت نوحؑ نے جب لاشوں کی کثرت دیکھی تو بہت زیادہ رنجیدہ ہوئے۔ اور خداوند عالم نے بھی اپنے تاثر کا اظہار کر دیا۔ اور کہا کہ اے نوحؑ تمھاری دعا کی وجہ سے میں نے ساری مخلوق تباہ کر دی، مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم اب کبھی کسی نبی کی درخواست پر طوفان کا عذاب نہ بھیجوں گا۔ حضرت نوحؑ لاشوں کی کثرت سے متاثر تھے ہی کہ خدا نے بھی اپنا تاثر ظاہر کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت نوحؑ بیمار رہنے لگے۔ اسی دوران میں ایک دن سور سے تھے کہ ہول سے برہنہ ہو گئے یہ دیکھ کر حام اور یافث سنسنے لگے اور سام نے بڑھ کر ستر پوشی کر دی، جب حضرت نوحؑ بیدار ہوئے اور انھیں واقعہ معلوم ہوا تو انھوں نے حام اور یافث کے لیے بددعا کی اور فرمایا کہ میں نے تمھاری اس حرکت سے تمھیں عاق کر دیا ہے، اور اس عاق کا اثر تمھاری نسل میں ظاہر ہو گا۔ تمھاری اولاد میں سام کی اولادوں کی غلامی کریں گی اور یافث نے خصوصیت کے ساتھ فرمایا کہ تمھاری اولاد سیاہ ہوگی۔ اسی وجہ سے حبشی آج تک سیاہ پیدا ہوتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے بددعا کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ کفار جبار ستمکش اور بد معاش تمھاری نسل میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے سام کے لیے دعائے خیر دی تھی اور کہا تھا کہ تمھاری نسل میں علماء زہاد اور نیک لوگ پیدا ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ واقعہ ستر کشتی کے اندر کا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت نوحؑ نے کشتی سے اترنے کے بعد اسے متغفل کر دیا تھا اور اس کی چابی (کلید) سام کے حوالے کر دی تھی۔

حضرت نوحؑ کے آدم ثانی ہونے کی وجہ سے حضرت نوحؑ کشتی سے اترنے کے بعد بروایت پانچ سو سال

زندہ رہے اور ان کے ہمراہی تین سو سال زندہ رہے حضرت نوحؑ کی زندگی ہی میں ایک ہجرت و باپسیلی اور ان کی ساری اُمت جو اس وقت زمین پر تھی سب کی سب مگر ہی اور وسیع زمین

خدا پر حضرت نوحؑ اور اُن کے بیٹوں اور بیویوں کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا۔ پھر انھیں سے دوبارہ دنیا نے جنم لیا اور آبادی بڑھی اسی وجہ سے انھیں آدم ثانی کہتے ہیں۔

رتبہ نوحؑ را چہ می دانی در جہاں دست آدم ثانی
حضرت نوحؑ کے معجزات

مؤرخ ہروی کا بیان ہے کہ حضرت نوحؑ کا سب سے بڑا معجزہ تو یہی ہے کہ انھوں نے طوفان آنے کی خبر دی، اور طوفان آیا، اور اس میں بالکل وہی کیفیت تھی جس کا انھوں نے حوالہ دیا تھا۔ دوسرا معجزہ یہ ہے کہ جب حضرت نوحؑ کشتی سے اترے تو ان کا سارا آزد و قدح کشتی میں تھا ختم ہو چکا تھا اور اُن کے ہمراہی بھوک سے مرنے لگے تھے۔ اس وقت انھوں نے زمین سے تھک اٹھا اٹھا کر لوگوں کو دی تھی اور وہ ریگ گندم بریاں بن گئی تھیں، تیسرا معجزہ یہ تھا کہ انھوں نے پھل دار درختوں کے بیج بونے تھے، اور ان کے بونے ہی وہ آگ کر درخت بنے تھے اور اسی وقت پھلوں سے لگ گئے تھے۔ چوتھا معجزہ یہ تھا کہ ان کی ایک لڑکی عقیقہ تھی اس کے کوئی اولاد نہ ہوتی تھی حضرت نوحؑ نے اُن کی ناف پر ہاتھ پھیر دیا تھا اور اس میں تولید کی صلاحیت پیدا ہو گئی تھی۔ اسی طرح آپ سے بے شمار معجزات رونما ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ عہدِ حق سے حیض کا سلسلہ جاری تھا اور وہ سالانہ آیا کرتا تھا لیکن عہدِ نوحؑ میں آزاد عورتوں کے مردوں سے زیادہ اختلاف کی وجہ سے قدرت نے اسے ماہواری کر دیا۔

حضرت نوحؑ کی جانشینی اور ولیعہدی

پہنچے تو انھوں نے حضرت آدمؑ و ادیشؑ وغیرہ کی طرح خداوندِ عالم کے حکم سے اپنے لائق و فائق فرزند جناب سائم کو اپنا جانشین اور ولی عہد بنا دیا۔ مؤرخ محمد خاوند شاہ ہروی رقمطراز ہیں کہ سائم بن نوحؑ از کبار انبیاء مرسل است و حضرت نوحؑ چون اورا از دیگر فرزندان بوفور غرور و مندی و کمال ارجحندی و کثرت دانش و فراست تمام و صلاحیت نفس و نجابت ذات مستغنی و ممتاز یافت مزین و لمبیدی بد و لغویض فرمود و امر ارتبوت و خواص رسالت یادمی و در میان نہاد و سائر اولاد را مبتلا بعت اور وصیت کرد و معمرہ عالم و وسط آقا لیم را کہ بہترین مواضع ربح مسکون است بروئے مخصوص گردانید و از حضرت عزت مسکنت نمود کہ تا اکثر انبیاء و اولیاء و حکماء و سلاطین و امرا و طوائف صلحا و سعدا از نسل او باشند الخ۔ روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۴ طبع لکھنؤ تاریخ یعقوبی ص ۱۱، کشف الغمہ ص ۱۱، عرائس ثعلبی ص ۳۵ عجائب القصص ص ۱۱۔

سام بن نوحؑ کا شمار انبیاء کبار میں ہوتا ہے حضرت نوحؑ نے جب انھیں اپنے دوسرے بیٹوں سے عقلندی، سعادت، زیرکی، ہوشمندی، صلاحیت نفس، نجات ذات میں ممتاز اور بلند پایا تو انھیں اپنی ولیعهدی سپرد کر دی اور انھیں نبوت کے اسرار اور رسالت کی گہرائیوں سے آگاہ فرما دیا اور اپنی دیگر اولاد کو ان کی متابعت کا حکم دے دیا اور دنیا کی آبادی اور اقالیم عالم کے درمیانی حصہ کو جو راج مسکون میں سب سے بہتر ہے۔ ان کے لیے مخصوص کر دیا اور ان کے لیے خدا سے دعا و درخواست کی کہ اکثر انبیاء اولیاء حکماء، سلاطین امراء صلحا، سعاد ان کی نسل سے قرار دے۔

پھر اس کے بعد انھوں نے اپنے سب بیٹوں سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ خدا کی عبادت سے غفلت نہ کرنا (یعقوبی ص ۸) اور شرک سے ضرور بچتے رہنا اور تکبر کو اپنے قریب نہ آنے دینا۔ کیونکہ ان دونوں چیزوں کا ارتکاب کرنے والا کبھی جنت میں نہ جائے گا اور کلمہ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ کو اپنا ورد قرار دینے رہنا کیونکہ یہ بڑی اہمیت کے مالک ہیں اور خدا کی بارگاہ میں ان کی بڑی عزت و وقعت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ولیعهدی کے وقت جناب سام کی عمر چار سو اڑتالیس سال کی تھی۔ بروایت علامہ مجلسی و علامہ بہائی اس جانشینی کا تقریر ۸۸۰ ذی الحجہ کو ہوا تھا۔

اولادِ نوحؑ میں وسعتِ ارضی کی تقسیم
 موغین کا اتفاق ہے کہ حضرت نوحؑ کی عمر کا جب آخری عہد آیا اور انھوں نے یقین کر لیا کہ اب ایامِ حیات عنقریب ختم ہو جائیں گے تو اپنے بیٹوں کو جمع کر کے ان سے فرما دیا کہ میں نے ساری زمین کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور اب اسے تمھارے حوالہ کرتا ہوں۔ بحریہ عراق، عرب و عجم، فارس، خراسان، شام سام کے لیے ہے اور دیارِ مغرب، مصر، سوڈان، زنجبار، حبش، سندھ، ہندوستان، جام کے لیے ہے اور زمین چین، چین، ہمت، ترکستان اور ساری زمین مشرقِ یافت کے لیے ہے۔ مدارِ الترنیل میں ہے کہ عرب روم، فارس اور جو لوگ بھی وسطِ عالم میں ہیں سب اولادِ سام میں اور اہل ہندوستان، زنگیاں، حبشیاں نسلِ حام سے ہیں اور اہل ترکستان، یاجوج اور ماجوج نسلِ یافت سے ہیں عجائبِ نقص منہ قصص طہانی ص ۸ وروضۃ الصفا جلد ۲۱ و تاریخ یعقوبی ص ۸۲ و بنو جندب سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت نوحؑ کے تین بیٹے تھے۔ سام، حام، یافت، سام، اہل عرب، فارس و روم کے مورث اعلیٰ تھے۔ حام اہل سوڈان

انتقال فرمایا لیکن میرے نزدیک انتقال کے وقت ان کی عمر ۲۵۰ سال تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت نوح ۸۵۰ سال کی عمر میں مبعوث ہوا۔ پھر انھوں نے ۹۵۰ سال تبلیغ کی۔ اس کے بعد ۲۰ سال نشی کی تعمیر میں مشغول رہے پھر ۵۰۰ سال طوفان کے بعد بقید حیات رہ کر انتقال فرما گئے۔ بنا بریں ان کی کل عمر ۲۵۰ سال ہوتی ہے۔

مورخ ابن واضح کا بیان ہے کہ حضرت نوح کی وصیت کے مطابق ملکہ ذوق بن ملک بن سام نے ملائکہ کی مدد سے جسد آدم کو ایک مقام مقدس میں دفن کیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی جگہ حضرت نوح کی میت بھی سپرد خاک کی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ وہی جگہ ہے جس جگہ حضرت علی دفن کیے گئے ہیں۔ علامہ مجلسی بحوالہ روایات معتبرہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت امام حسن اور امام حسین سے فرمایا تھا کہ میرے جنازے کے اٹلی سمت کو قم ہاتھ نہ لگانا اور پانہنی کو اٹھانا پھر وہ جنازہ جس طرف جائے، چلے جانا اور جہاں چھو جا وہاں رکھ دینا، پھر مٹی بٹھانا، اس جگہ ایک قبر کھدی ہوئی برآمد ہوگی نیم مجھے اس میں دفن کر دینا وہ قبر حضرت نوح کی بنائی ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرات حسنین علیہما السلام نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب مٹی بٹھائی تو ایک کھدی ہوئی قبر برآمد ہوئی۔ اس پر ایک تختی نصب تھی جس پر زبان سریانی لکھا ہوا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم، این قبرسیت کہ ساختہ است نوح پیغمبر برائے علی وصی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از طوفان بحقتصد سال۔ یہ وہ قبر ہے جسے پیغمبر خدا، نوح، نے وصی محمد مصطفیٰ یعنی علی رضی اللہ عنہ کے لیے طوفان سے سات سو سال قبل بنائی ہے۔ جناب حسین نے حضرت علی کو اسی میں دفن کر دیا، معتبر ترین روایات میں ہے کہ حضرت علی بنحیف اشرف میں دفن ہیں اور آپ کے سر مبارک کے قریب حضرت آدم اور حضرت نوح کی قبر ہے۔ آج بھی زائر جاتے ہیں اور روضہ امیر المومنین میں حضرت آدم، حضرت نوح اور حضرت علی کی زیارت پڑھتے ہیں۔ بحمد اللہ اقامت الحروف کو بھی ان حضرات کی زیارت کا شرف مئی ۱۹۶۵ء و جون ۱۹۶۶ء میں نصیب ہوا ہے۔

سام بن نوح کا عہد | حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کے بعد جناب سام ان کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے تبلیغ میں مصروف ہو گئے، نور

محمدی انھیں کے صلب میں ودیعت تھا۔ حضرت نوح کی وصیت کے مطابق انھوں نے اس نور کی حفاظت کے لیے نلک عقیقہ تلاش کی اور اس سے شادی کر لی، بروایت یعقوبی جب ان کی عمر ایک سو دو سال کی ہوئی تو خدا نے سب سے پہلے انھیں ایک نہایت لائق فرزند عطا کیا انھوں نے اس کا نام "ارغشتہ" رکھا۔ اس کے بعد انھیں خدا نے اور آٹھ بیٹے عطا کئے جن کا ذکر اوپر کر چکا ہے جناب ارغشتہ چونکہ تمام بیٹوں میں لائق قابل اور ہوشمند زیرک اور عقلمند تھے۔ لہذا جناب

سامؑ نے حکم خدا سے اُسے اپنا جانشین بنا دیا۔ ثم حضرت ساماً الوفاة فاودعنی الی ابنہ ارخشد پھر سام کی جب وفات کا زمانہ قریب ہوا تو انھوں نے ارخشد کو اپنا جانشین بنا دیا اور انکی شادی ایک زن عقیقہ سے کر دی جس کا نام بروایت علامہ اربلی "مرجانہ" تھا اور انھیں وصیت کر دی کہ تو مجھ کی کا پورا احترام کرنا اور اسے کسی غلط رحم میں ودیعت نہ کرنا۔ اس کے بعد بروایت ابن واضح ماہ الاول کی تاریخ کو پچھنہ کے دن چھ سو سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

ارخشد بن سام کا عہد | جناب سامؑ کے انتقال کے بعد جناب ارخشدؑ فراتض منصبی کی ادائیگی میں مصروف و مشغول ہو گئے اور ان لوگوں کو عبادت خدا اور اطاعت

پروردگار کی طرف متوجہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انکی عمر بروایت یعقوبی ۱۸۵ سال کی ہو گئی، پھر ساری عمر میں خدانے بطن مرجانہ سے ایک لائق فائق فرزند عطا کیا، جس کا انھوں نے شاخؑ نام رکھا۔

جب جناب شاخؑ بالغ ہوئے تو جناب ارخشدؑ نے ان کی شادی ایک زن عقیقہ کیساتھ کر دی۔ جس کا نام "کعبہ بنت عولیم بن سام" تھا۔ کشف الغم میں ہے کہ یہ شادی اس وقت ہوئی تھی جبکہ شاخؑ کی عمر تیس سال کی ہو چکی تھی۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب جناب ارخشدؑ کی عمر کا بڑا حصہ گزر گیا اور وفات کا عہد قریب ہوا تو انھوں نے اپنے اہل و عیال کو جمع کر کے عبادت خدا کی وصیت و ہدایت کی اور ان سے کہا کہ گناہوں سے بچتے رہنا۔ کیونکہ یہی خدا کی مرضی ہے اور اسکی رضا کے بغیر آخری نجات ناممکن ہے۔

وقال شالح ابنہ اقبل وصیبتی و تم فی اہلک بعدی عاملاً بطاعتہ اللہ اس کے بعد انھوں نے اپنے بیٹے شاخؑ سے کہا کہ میری وصیت پر کان دھرو۔ اب تم میرے بعد حاکم ہو۔ طاعت خدا پر عمل کرتے ہوئے ان سب کو سنبھالنا تمھارا فریضہ ہے۔ اس کے بعد جناب شاخؑ بروایت مؤرخ ابن واضح ۲۶۵ سال کی عمر میں ماہ نسیان کی ۲۲ تاریخ کو انوار کے دن انتقال فرما گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب ارخشدؑ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے طوفان نوح کے بعد علم افلاک کی از سر نو تدوین کی اور اس کا اختراع کیا۔ تاریخ التواریخ میں ہے کہ ارخشدؑ کی کنیت "ابو الانبیا" تھی۔ کیونکہ تمام انبیاؑ و مرسلین کا سلسلہ انھیں تک منتقل ہوتا ہے۔

شاخ بن ارخشد کا عہد | جناب ارخشدؑ کی وفات کے بعد جناب شاخؑ نے رشتہ ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ وہ انھیں اطاعت خدا کی طرف راغب

کرتے اور معاصی سے بچنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی عمر جب بروایت یعقوبی ایک سو تیس سال کی ہوئی تو خدانے "کعبہ بنت عولیم بن سام" کے بطن سے ایک فرزند عطا کیا جس کا نام انھوں نے عابرؑ رکھا جو بعد میں "ہود" کے نام سے مشہور ہو کر نبی خدا کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ مورخ ابن واضح کا بیان ہے کہ جب جناب شاخؑ کی وفات کا زمانہ قریب ہوا۔ فاودعنی الی ابنہ عابر بن شالح الخ تو انھوں نے اپنے بیٹے عابرؑ کو اپنا جانشین بنا کر انھیں ہدایت کی کہ تم بائبل کی اولاد سے بچتے رہنا اور ان کے اعمال و افعال کے قریب نہ جانا۔ اس کے بعد وہ ماہ اذار کی ۱۳ تاریخ کو دو سہنہ کے دن ۲۳۰ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

باب ۱۰

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام کا اصل نام عبرانی زبان میں "عابر" تھا۔ یہ دیگر انبیاء کی طرح صاحبِ وقار و سیکندہ تھے۔ شیخ عباس قمی نے شکل و شباهت میں حضرت آدمؑ کے مشابہہ اور اخلاق و عادات میں حضرت نوحؑ کے مشابہہ بتایا ہے (سفینۃ البحار جلد ۲ ص ۶۲) ان کا سلسلہ نسب صرف چند واسطوں سے حضرت نوحؑ تک پہنچتا ہے۔ یہ شالح بن ارغشہ بن سام بن نوحؑ کے بیٹے تھے بعض مورخین نے ان کے سلسلہ نسب میں اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ہودؑ عبد اللہ بن رباح بن جلوت بن عاد بن عوض بن ارم بن سام بن نوحؑ کے بیٹے تھے لیکن میرے نزدیک پہلا قول صحیح ہے۔

آپ کی وجہ تسمیہ | آپ کا نام عابر اس لیے قرار پایا ہے کہ آپ سریانی کے بجائے عبرانی میں کلام کیا کرتے تھے اور ہود جو عربی ہے یہ ماخوذ ہے۔

ہدایت سے، چونکہ ان کے ذریعہ سے ان کی قوم میں سے بہت سے افراد نے ہدایت پائی تھی اس لیے انھیں ہود کہا گیا (قصص طہرانی ص ۹) مورخ خاوند شاہ ہروی نے روضۃ الصفا میں صرف یہ بتایا ہے کہ عابر، عبرانی ہے اور ہود عربی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا لقب "نبی اللہ" تھا۔ بعض حضرات نے عابر نام بتایا ہے اور ہود کو لقب قرار دیا ہے۔ میرے نزدیک مورخ ہروی کا بیان درست ہے۔

حضرت ہودؑ کا حلیہ | مورخین کا بیان ہے کہ آپ نہایت خوبصورت تھے، آپ کے چہرے پر بڑی ملاحظت تھی اور آپ کے جسم پر بڑے بڑے بال تھے، آپ دو ہرے جسم کے مالک تھے، نونمند اور قد آور تھے (روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۷) مورخ ہروی نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ اکثر تجارت کرتے تھے اور یہی گزر بسر کا ذریعہ تھا۔ نیز آپ شریعت

حضرت نوحؑ پر عمل پیرا تھے۔ علامہ اربلی نے آپ کا پیشہ گزر بسر کا ذکر لکھا ہے۔

حضرت ہودؑ کے متعلق حضرت نوحؑ کی پیشین گوئی | علامہ مجلسی بحوالہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کا جب انتقال ہونے لگا تو انھوں نے اپنے بیٹوں کو اپنے ماننے والوں کو بلا کر فرمایا کہ میرے بعد عرصہ دراز تک غیبت ایسی اور کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا، اس دوران غیبت و فترت میں دشمنانِ دین سر بلند ہو جائیں گے اور بادشاہ جابر و فروع حاصل کر لیں گے جس سے مومنوں کو بڑی زحمت اور تکلیف ہوگی۔ اس کے بعد حق تعالیٰ آن شرت رازشما دفع خواہد کرد بقائم از فرزندان من کہ نام او ہوداست۔ خداوندِ عالم اس شدت و تکلیف کو ہمارے ایک فرزند ہودؑ کے ذریعہ سے دور کرے گا۔ جو قائم و صابر ہوگا وہ سیکندہ و وقار کا مالک ہوگا۔ میرے اخلاق سے متعلق ہوگا اور میرے مشابہ ہوگا، جب وہ مبعوث ہو کر ظاہر ہو جائے گا۔ خدا دشمنوں کو اس کی وجہ سے ہلاک کر ڈالے گا اور انھیں تباہی سے دوچار کر دے گا۔ یہ فرما کر حضرت نوحؑ دنیا سے رخصت ہو گئے اور مومنین حضرت ہودؑ کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک نہایت طویل مدت کے بعد وہ ظاہر ہو کر مبعوث ہوئے چنانچہ خدا نے ان کی بددعا سے بذریعہ ”بادعقیم“ دشمنانِ اسلام کو ہلاک کر دیا پھر غیبت ہوئی اور ایک مدت کے بعد حضرت صالحؑ کا ظہور ہوا (حیات القلوب جلد ۱ ص ۴۷) مورخ ہروی لکھتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کے بعد سے ایک ہزار دو سو سال تک حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کے علاوہ تباہ و عہدِ ابراہیم علیہ السلام کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۲۳ طبع نو لکشتور لکھنؤ)

قبائل عاد اور بخت حضرت ہودؑ

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ہودؑ جب چالیس سال کے ہوئے تو انھیں قوم عاد پر مبعوث کیا گیا، اور انھیں بذریعہ وحی ہدایت کی گئی کہ وہ قوم عاد کو راہِ راست پر لائیں اور انھیں بت پرستی سے منع کریں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا گیا کہ اگر وہ تمھاری دعوت کریں گے تو ان کے ساتھ پوری رعایت کی جائے گی مورخ ہروی بحوالہ محمد بن اسحاق لکھتے ہیں کہ عاد ملک عرب میں ایک قوم تھی جو بہت بلند قامت کی مالک تھی۔ قوت و طاقت میں اپنا جواب نہ رکھتی تھی۔ بڑی سخت اور زبردست تھی۔ اس کے عام افراد کے قد ستر گز لمبے اور کم از کم ساتھ گز ہوتے تھے۔ ان کی قوت کا یہ عالم تھا کہ جب کسی سے ناراض ہوتے تھے تو اسے اٹھا کر زمین پر بھینک دیتے تھے اور وہ تباہ ہو جاتا تھا، معارج النبوة میں ہے کہ یہ قوم دنیا میں عظیم تر تھی اور اس کا مقام حضرت موت سے عمان تک تھا۔ یہ اتنی قوت و طاقت رکھتے تھے کہ جس بڑے پتھر پر پاؤں مار دیتے تھے زانوئیں سک و جنس جاتے تھے، ان کا یہ طریقہ تھا کہ پہاڑوں سے اپنے قد کے مطابق پتھر نکال کر بڑے بڑے مکانات بناتے تھے۔ ان لوگوں کی تعداد بروایت طبری پچاس ہزار سے زیادہ تھی۔ یہ لوگ عاد بن عاص بن آدم بن سام بن نوحؑ کی اولاد سے تھے اور سب کے سب بت پرست

تھے۔ ان کے بتوں میں صمد اور صمود کو بڑا مقام حاصل تھا یہ لوگ جب از تکاب فواحش و معاصی میں حد سے گزر گئے تو خداوند عالم نے حضرت ہُوڈ کو مبعوث فرمایا۔

حضرت ہُوڈ پچاس سال تک تبلیغ کرتے رہے۔ لیکن تھوڑے افراد کے علاوہ جس میں مُرشد بن عقیق اور لقمان بن مقیم کو نمایاں مقام حاصل تھا کوئی ایمان نہ لایا۔

حضرت ہُوڈ پر ایمان لانے والوں کا تقبیہ | مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت ہُوڈ پر ایمان لانے والے جہت دغ

اضرار کا قارِ ایمان غولیش نہاں می داشتند کافروں کی نقصان رسانی کے خوف سے اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے۔ انھیں یہ یقین تھا کہ اگر ہم اپنا ایمان ظاہر کر دیں گے تو یہ لوگ ہمیں ضرور ستائیں گے (روضۃ الصفا جلد ۲۵ و عجائب نقص ص ۳۷) مؤرخ طبری نے مُرشد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ”کان مسلماً یکتہ اسلامہ“ وہ مسلمان تھا، لیکن وہ اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھا (تاریخ طبری جلد ۱۱ طبع مصر) اس سے معلوم ہوا کہ تقبیہ ہمیشہ سے ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اس کا ذکر کیا ہے اور امام بخاری نے فرمایا ہے کہ ”التقیۃ الی یوم القیامۃ“ تقبیہ قیامت تک رہے گا۔

حضرت ہُوڈ کی تبلیغی جدوجہد | الغرض حضرت ہُوڈ اپنی بعثت کے بعد سے براۓ تبلیغی جدوجہد کرتے رہے اور قوم عاد کو

جو مقام احتفان میں رہتی تھی جس کا محل وقوع دریائے عمان سے حدودِ مدین و حضر موت تک پھیلا ہوا تھا۔ مسلسل تبلیغ کرتے رہے اور اس امر کی سعی کرتے رہے کہ یہ لوگ کسی طرح بُت پرستی ستارہ پرستی وغیرہ چھوڑ دیں مگر وہ کسی طرح اس پر تیار نہ ہوئے۔ جب یہ عاجز آ گئے تو انھوں نے ان سے کہا کہ اگر غم ہماری بات نہ مانو گے۔ تو ہم مجبوراً تمھارے لیے اس طرح بددعا کریں گے جس طرح حضرت نوحؑ نے کی تھی۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ عہدِ نوحؑ کے لوگ کمزور تھے وہ ان پر کامیاب ہو گئے۔ ہم تو بڑی طاقت کے مالک ہیں۔ ہمارا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

مؤرخ ابن واضح کا بیان ہے کہ حضرت ہُوڈ، خداوندِ عالم کی اطاعت کی دعوت دے رہے تھے۔ اور انھیں ہدایت کرتے تھے کہ کنعان بن حام کی اولاد سے اختلاط نہ کریں۔ اس لیے کہ یہ لوگ باقی دین سے پھرے ہوئے ہیں اور ہر قسم کے معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (تاریخ یعقوبی ص ۱۷)

علامہ مجلسیؒ بحوالہ قطب راوندی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ہُوڈ براۓ تبلیغ کر رہے تھے کہ اسی دوران میں ایک مقام پر بہت بڑا مجمع دیکھا جتنا بچہ وہ اس مجمع میں چلے گئے اور اُن سے کہا کہ بُت پرستی چھوڑ دو، اور خدائے واحد و یکتا پر ایمان لاؤ، اُن لوگوں نے حضرت ہُوڈ کی ایک نہ سننی۔

اس پر حضرت ہوڈ نے عذاب خدا کا حوالہ دیا یہ سننا تھا کہ لوگ ان پر پل پڑے اور ان کو زد و کوب کیا اور ان کا گلا اس طرح دبا دیا کہ نہ بیہوش ہو گئے، اور ایک شبانہ روز نہ بیہوش پڑے رہے۔ وہ لوگ تو چلے گئے لیکن حضرت جبریل آئے اور انھوں نے ان کو ہوش میں لا کر انھیں تسلی دی اور کہا کہ خدا کا حکم ہے کہ تم پھر ان کے اجتماع سے خطاب کرو۔ اب کی مرتبہ وہ تم پر قدرت حاصل نہ کر سکیں گے چنانچہ انھوں نے موقع پا کر پھر ان کے مجمع سے خطاب کیا۔ اب کی مرتبہ وہ لوگ مثل سابق کامیاب نہ ہوئے، لیکن انھوں نے پہلے اپنا رعب جمانے کی کوشش کی اور دوڑ کر انھیں ستانا چاہا۔ اس پر حضرت ہوڈ نے ایک نعرہ لگایا اور سب مرعوب ہو گئے۔ اس کے بعد خدا نے حضرت ہوڈ کی بیچارگی اور قوم عاد کے قہر اور سرکشی کی وجہ سے ان لوگوں کے اطراف میں ریت کا بہت بڑا ٹیلہ جمع کر دیا۔ اس ٹیلے نے حضرت ہوڈ کو آواز دی کہ عنقریب اس قوم پر عذاب ہو کر برسوں لگا۔ ان لوگوں نے جب یہ آواز سنی تو اس ٹیلے کو ختم کرنے کی سعی شروع کر دی وہ جس سرعت سے ٹیلہ کو کم کرتے تھے، اسی سرعت کے ساتھ وہ ٹیلہ پھیل جاتا تھا جس کی وجہ سے قوم عاد گھبر گئی۔ لیکن اس کے باوجود ایمان لانے پر تیار نہ ہوئی۔ بالآخر حضرت ہوڈ نے فرمایا کہ اب تم نہیں مانتے، عنقریب نزول عذاب ہوگا۔ یہ سننا تھا کہ وہاں کے جلا جاور حضرت ہوڈ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پر واز ہوئے کہ کیا ان گنہگاروں کی وجہ سے آپ ہم کو بھی ہلاک کر دیں گے حضرت ہوڈ نے انھیں تسلی دی اور کہا کہ ہمارا خدا گنہگاروں کے ساتھ بے گناہوں کو تباہ نہیں کرے گا۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۴۷)

حضرت ہوڈ کی بددعا

اور عذاب کا آغاز

حضرت ہوڈ علیہ السلام جب سخت عاجز ہو گئے اور ان کے ایمان لانے سے بالکل مایوس ہو گئے، تو بارگاہ ایزدی میں بددعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر عرض پرواز ہوئے کہ مالک ان پر قحط کا عذاب نازل فرما، چنانچہ آپ کی دعا فوراً قبول ہوئی اور آپ کی درخواست فی الفور منظور ہوئی۔ اب کیا تھا، بارش بند ہو گئی قحط سالی نے فروغ حاصل کیا، تمام باغات، زراعت خشک ہو گئیں، جملہ تنالاب، نہر دریا سوکھ گئے اور ان کی حالت سخت دگرگوں ہو گئی۔ یہی حالت بروایت سات سال اور بروایت تین سال رہی۔ اس کے دوران میں حضرت ہوڈ نے فرمایا کہ اگر تم اب بھی ایمان لاؤ تو میں تم کو اس مصیبت سے نجات دلاؤں۔ مگر ان لوگوں نے آپ کی بات نہ مانی۔ (روحۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۵)

ایک معجزہ | موضح ہروی کا بیان ہے کہ جب ان کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی تو

انھوں نے حضرت ہودؑ سے کہا کہ ہمارے نزدیک جو یہ ایک پہاڑ سخت پتھر کا ہے اگر آپ دُعا کر کے اسے ایسا بنا دیں کہ یہ سرسبز و شاداب ہو جائے اور اُس سے ہمارے چوپائے شکم میرے شکم تو ہم ایمان لائیں اور یہ بات آپ کی رسالت کی دلیل ہوگی حضرت ہودؑ نے دُعا کی اور وہ سنگِ خارا کا پہاڑ نہایت ہی سرسبز و شاداب ہو گیا، لیکن اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۲۷)

حضرت ہودؑ کی بیوی کی کرشمہ سازی

علامہ مجلسی بحوالہ علی بن ابراہیم قمی قمر طراز ہیں کہ جس وقت حضرت ہودؑ کی بددُعا سے قحط نے زور پکڑ لیا کسی ملک کے ایک گروہ نے حضرت ہودؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر دُعا کی خواہش کی۔ چنانچہ وہ گروہ انتہائی پریشانی کی حالت میں حضرت ہودؑ کے مکان پر آیا اور قیلاباب کیا، دروازہ کھٹکھٹانے پر ایک سفید سر اور ایک چشمِ عورت برآمد ہوئی، اس گروہ نے اس سے پوچھا کہ حضرت ہودؑ کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ انھیں کیوں تلاش کر رہے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم قحط زدہ ہیں۔ ہم اس لیے آئے ہیں کہ حضرت ہودؑ سے درخواست کریں کہ وہ دُعا کریں اور خشک سالی دور ہو جائے، اُس عورت نے جواباً کہا، کہ ہودؑ میں اگر یہ صلاحیت ہوتی تو وہ خود اپنی زراعت کو خشک ہونے سے کیوں نہ بچا لیتے، ان لوگوں نے کہا کہ خیر اس بات کو جانے دو، ہمیں یہ بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ فلاں مقام پر ہیں اور اپنے چھتوں کی تگرانی کر رہے ہیں وہ لوگ اس جگہ پہنچے اور ان سے دُعا کی درخواست کی حضرت ہودؑ نے نماز پڑھ کر دُعا کی اور کہا کہ جاؤ تمھاری مصیبت حل تھی، وہ رخصت ہو کر جانے سے پہلے عرض پرواز ہوئے کہ اے حضرت، ہم لوگ جب آپ کے مکان پر پہنچے تھے تو ایک بوڑھی عورت نے آپ کے خلاف اس طرح کی بات کی تھی، آخر وہ کون ہے؟ حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ وہ میری بیوی ہے، ان لوگوں نے تعجب کیساتھ پوچھا کہ اے حضرت یہ بُرائی کیوں کر رہی تھی حضرت ہودؑ نے فرمایا ما خلق الله مؤمناً الا وله عذر ویؤذبه دھی عددونی؟ کہ خدا نے جتنے مومن پیدا کیے ہیں۔ ان سب کے لیے ایک نہ ایک دشمن ضرور ہے جو اُسے اذیت دیتا ہے۔ میری بیوی میری دشمن ہے جو میرے لیے باعثِ اذیت ہے۔ بنو میں اس کے طولِ عمر کی دُعا کرتا ہوں۔ یہ سن کر انھوں نے پھر پوچھا کہ جبکہ وہ آپ کی دشمن ہے تو آپ اس کے طولِ عمر کی دُعا کیوں فرماتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے لیے یہ بہتر ہے کہ میرا دشمن میرے قبضہ میں ہو۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۷۷ و سفینۃ البحار جلد ۲ ص ۲۷)

دُعاے باران کیلئے قومِ عاد کے مائدے مکہ میں

الغرض قحط نے شدت اختیار کر لی اور ایسی حالت ہو گئی

کہ کسی ایک کے بھی پہنچنے کا امکان نہ رہا، تو ان لوگوں نے اپنی روایات سابقہ کے مطابق مکہ جا کر دعا کا پروگرام مرتب کیا، مگر اس وقت کعبہ محترمہ اگرچہ ظاہر اور نمایاں نہ تھا۔ لیکن اس مقام پر ایک مخرج میلہ موجود تھا اور وہی لوگوں کا مشکل کشا سمجھا جاتا تھا۔ قطع نظر اس سے کہ وہ لوگ کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ کس مسلک پر گامزن ہیں۔ خدا کو مانتے ہیں یا بت پرستی کرتے ہیں اور خدا بھی ان کی سن لیتا تھا۔ بنا بریں ان لوگوں نے معتر زین کا ایک وفد مرتب کیا جو بروایت طبری لقمان بن نعم مرشد بن سعد، فیل بن عمرو پر مشتمل تھا اور بروایت روضۃ الصفا و کشف الغمہ و عجائب القصاص فیل بن عمر لقمان بن عاد۔ یحییٰ بن بلال، مرشد بن عقیق، سعد بن حلیقہ ابن النخیری اور سترافرو پر مشتمل تھا اور فیصلہ کیا کہ یہ لوگ وہاں جا کر معاذ بن بکر، شریف مکہ و رئیس قوم کے ہاں قیام کریں اور عذاب کے طعنے کی دُعائیں مانگیں، وہاں اس زمانہ میں عملاق یا علقم بن لادو بن سام کی اولاد آباد تھی۔ جنھیں عمالقہ کہا جاتا تھا۔ معاذ بن بکر اسی قوم کا سردار تھا اور یہ سب بھی قوم عاد ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

یہ لوگ جب اپنی منزل سے جو بروایت طبری مکہ سے تین دن کی راہ پر تھی روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچے اور معاذ بن بکر رئیس مکہ نے ان کی آؤ بھگت کی تو یہ بہت غوش ہوئے، شریف مکہ نے ان کی خاطر دارحیٰ اُپنی روایات کے مطابق بڑا اہتمام کیا۔ بہترین کھانے اور تعیش کے تمام اسباب کے ساتھ ان کی خدمت کے لیے بہترین لڑکیاں اور ان کی خوش طبعی کے لیے بہترین گانے والیاں مقرر کر دیں۔

انھیں جب بہترین چیزیں نصیب ہو گئیں تو یہ لوگ اپنے مقصد کو فراموش کر بیٹھے اور شرف روز عیش و عشرت میں گزارتے رہے۔ یہاں تک کہ بروایت روضۃ الصفا ایک ماہ بروایت طبری تین ماہ گزر گئے۔ ان کی موجودہ حالت سے رئیس مکہ بہت زیادہ متاثر ہوا۔ لیکن وہ اصول مہمان نوازی کے مطابق کچھ بول نہ سکا۔ اسے اسل مرکاؤ کہ تھا کہ قحط میں مبتلا لوگ اپنی جانیں گنوا رہے ہیں۔ اور ان کی اُمید میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ یہ لوگ دُعا کرینگے اور ہماری بلا ٹلے گی لیکن یہاں کچھ اور ہی رنگ ہے نہ کوئی ان لوگوں کو یاد کرتا ہے نہ دعا کے لیے حرم مقدس کی طرف جاتا ہے۔

بالآخر اس نے کچھ اشعار کہے جو قوم عاد کی حالیہ افتاد سے متعلق تھے اور جن میں طلب باران کے لیے منادوں کو بھیجنے کا ذکر تھا اور ان اشعار کو گانے والیوں کے حوالے کر دیا۔ گانے والیوں نے جب حسب معمول ان کے سامنے گانا شروع کیا تو اس سلسلہ میں شریف مکہ کے اشعار بھی پڑھ دئے ان اشعار کو سنتے ہی سب کے کان کھڑے ہو گئے اور سب ہوش میں آ گئے۔ آپس میں کہنے لگے کہ ہم کس لیے آئے ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔ آخر کار زبانت نے ان کی گز میں جھکا دیں۔

اور یہ لوگ دُعا اور قربانی کی طرف متوجہ ہوئے، جب یہ مقام کعبہ کی طرف چلے تو روایت و تفسیر بلصفا
 مرشد بن سعد جو تفسیر میں تھا اور بروایت طبری مرشد اور لقمان جو ”پہناں خدا سے را پرستش می کردند“
 چھپے ہوئے مسلمان تھے۔ قیل بن عمروؓ سے کہنے لگے کہ سنو، جب تک تم خدا کے رسول کو نہ مانو گے
 تمہاری دُعا قبول نہ ہوگی، چاہے تم دُعا میں زمین اور آسمان کے قلابے ہی کیوں نہ ملا دو، پھر اس
 سے متعلق کچھ اشعار بھی پڑھے جس سے قوم عاد کے نمائندوں کے سردار قیل بن عمروؓ نے یہ سمجھا کہ
 یہ مسلمان ہیں، بنا بریں اس نے ان کو اپنی جماعت سے علیحدہ کر دیا اور خود مقام کعبہ پر جا پہنچا۔
 وہاں پہنچ کر اس نے اپنے گروہ ہمیت خدا کو مخاطب کر کے بارانِ رحمت کی دُعا کی اور محظ سے
 نجات کی درخواست کی۔

مرشد اور لقمان جو درپردہ مسلمان تھے۔ انھوں نے بھی بارگاہِ خداوندی میں عرض کی، میرے لگ
 ہم مسلمان ہیں اور ہماری قوم کا فر ہے اور قیل بن عمروؓ وغیرہ انھیں کے نمائندے ہیں حضرت ہودؑ کی
 سعیِ مبلغ کے باوجود یہ ایمان نہیں لائے، پالنے والے تو ان کی ایک زنسنہ آواز آئی کہ تم
 لوگوں کی دُعا قبول ہوگئی اور ایسا ہی ہوگا۔

عذاب کی نمود | اس کے بعد اُن آسمانی پرکھنا نمودار ہوئی اور ابرہہ کے تین لکے بساطِ

آسمانی پر پھیل گئے جن میں ایک سفید، دوسرا سرخ اور تیسرا سیاہ تھا۔
 پھر آسمان سے ایک آواز آئی۔ ”اے قیل بن عمروؓ اور ابرہہ کے مژدوں میں سے ایک کو اختیار کر“ قیل نے
 یہ خیال کرتے ہوئے کہ ابرسیاہ میں پانی ہوتا ہے، سیاہ بادل کو ترجیح دی اور اسی کو اختیار کیا
 اس کے اختیار کرتے ہی آواز غیبی آئی کہ اے قیل تو نے ایسے ابر کو اختیار کیا اور چننا ہے کہ جو
 خاکستر سے بڑے اور جس میں ہلاک کرنے والی ریت کے سوا کچھ نہیں ہے، اب قوم عاد تباہ و بربا
 ہو جائے گی اور ایک بھی باقی نہ بچے گا۔

اس کے بعد ”مرسل الریاح“ نے اس لکے ابرسیاہ کو قوم عاد کی ہلاکت کے لیے بجانبِ احتقاف
 روانہ کر دیا، ہوا کے دوش پر اڑتا ہوا ابرسیاہ جب مکہ سے چل کر قوم عاد کے حدود کی فضا میں
 پہنچا، سب خوش و مسرور ہو گئے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ انھیں یقین تھا کہ ہمارے
 فرستادہ نمائندوں کی دُعا میں قبول ہو گئیں اور ابرسیاہ بھیج دیا گیا ہے۔ اب ہماری مشکل ٹل جائے
 گی اور ہماری دشواری ختم ہو جائے گی۔

یہ خوشیاں منا ہی رہے تھے کہ ایک عورت ”ہمدود“ نامی کی نگاہ ابر کی گہرائیوں میں گئی، وہ
 چلائی اور چلا کر بہوش ہو گئی جب اُسے ہوش آیا تو اُس نے بتایا کہ یہ ابر جسے تم رحمت کی نشانی سمجھ
 رہے ہو۔ یہ عذاب کا پیغام ہے، اس نے کہا کہ میں نے ایسی سخت تہیب صورتیں دیکھی ہیں،

جودل کو دھلا دینے والی ہیں، اسے قوم والو، میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ ابر عذاب ہے اسے وہ لوگ
کھینچ کر لارہے ہیں جن کی شکلیں سخت ڈراؤنی ہیں، اور مجھے اس ابر میں آتش و خشنود کے علاوہ
کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ سن کر تمام لوگ متحضر اُٹھ اُٹھ کر ان کی کشت امید پر یاس کی بارش ہو گئی۔
اور ان کی تمناؤں پر اکس پڑ گئی۔

حضرت ہودؑ نے جب ابر سیاح پر نظر ڈالی تو سمجھ گئے کہ عذاب الیم کا مقدمہ عظیم آگیا ہے
انھوں نے اپنے مانتے والوں کو جن کی تعداد بروایت روضۃ الصفا، چار ہزار تھی کو لے کر ایک طرف
روانہ ہو گئے اور انھوں نے اُن کے بچاؤ کے لیے اپنی انگلی سے زمین پر ایک دائرہ کھینچ دیا۔ اور
ان لوگوں سے کہہ دیا کہ کوئی اس دائرہ سے باہر اپنے جسم کا کوئی حصہ بھی نہ نکلے۔

حضرت ہودؑ کی حفاظتی تدبیر کی تکمیل کے فوراً بعد بادِ صرصہ جسے بادِ عظیم بھی کہتے ہیں چل پڑی
جو ابر سیاح میں سوائی کے ناکے یا حلقہ انگشتری کے برابر سوراخ سے نکلتی تھی۔ اس ہوا میں
اتنی شدت تھی کہ اس سے کسی کے بچنے کا سوال نہ تھا، یہ ہوا اس طرح چلی کہ اُس نے تمام
مکانات، تمام باغات، تمام مولیشی اور تمام انسانوں کو زمین سے اٹھا کر بلندی سے اس طرح
پھینکا کہ سب معدوم ہو گئے، یہ ہوا آٹھ دن اور سات رات مسلسل چلتی رہی۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ بادِ صرصہ کے آنے سے پہلے خدا نے ان پر حیوانیوں کا عذاب
نازل کیا تھا، وہ حیوانیاں اُن کے گوشت و پوست کو کھاتی تھیں اور ان کے کانوں اور آنکھوں میں
گھسنی تھیں اور یہ بچاؤ نہ دے سکتے تھے۔ (حیات القلوب)

ایام عجز کی وجہ تسمیہ | ان ایام کو بروایت ”ایام عجز“ بھی کہتے ہیں اور اس کی
وجہ یہ ہے کہ جب یہ ہوائے شدید چل رہی تھی۔ ایک بوڑھی
عورت ایک غار میں چھپ گئی تھی۔ لیکن عذاب کے آخری دن ہوا اُسے اس غار سے
برآمد کر کے بلندی پر لے گئی تھی اور وہاں سے زمین پر پھینک کر ہلاک کر دیا تھا۔
(روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۶)

ایک رئیس قوم اور اس کا انجام | تورخین کا بیان ہے کہ قوم عاد عذاب
آجائے کے بعد سے کسی طور بچ نہ سکی
غاروں میں بھی پناہ لی۔ دیواروں کا بھی سہارا لیا۔ اپنے پیروں کو زمین میں گاڑا۔ غرضیکہ کسی صورت
سے اپنے کو بچا نہ سکی بالآخر تمام کے تمام افراد ہلاک ہو گئے۔

اسی قوم عاد کے نمایاں لوگوں میں ایک رئیس بھی تھا جس کا نام بروایت مجلسی و تعلیمی خلیجان تھا اس نے ایک نہایت زبردست غار زمین کی گہرائی میں تیار کیا تھا وہ اسی میں چھپا بیٹھا اپنی قوم کی تباہی کا مشیر پڑھ رہا تھا۔ نزول عذاب کے پانچویں دن جب حضرت ہودؑ کو اس کی پوشیدگی کا حال معلوم ہوا تو وہ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ تم نے اپنی قوم کی تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے مٹھا رہے لیے اب بھی موقع ہے کہ تم خدا پر ایمان لاؤ اور اپنی جان بچالو، اس نے حضرت ہودؑ کی دعوت کو پھر ٹھکرا دیا، ایک روایت میں ہے کہ اس غار میں اس کے ہمراہ اور بھی کئی آدمی تھے اور حضرت ہودؑ نے سب کو دعوت وحدانیت دی تھی۔ مگر کسی نے ان کی نہ سنی۔ بالآخر عذاب کے چھٹے دن صبح کے وقت "بادِ صر" اس غار میں داخل ہو گئی اور اس نے ان لوگوں کو وہاں سے باہر نکال کر زمین سے بلند کیا اور کافی بلندی سے انھیں پھینک کر ان کے جسم کے ذرات کو منتشر کر ڈالا، یہ سب ختم ہو گئے لیکن خلیجان کو خدا نے باقی رکھا۔ اس واقعہ کے دوسرے دن حضرت ہودؑ پھر اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے ایمان لانے کو کہا۔ مگر اس نے ان کی بات نہ مانی۔ آخر کار عذاب کے ساتویں دن خلیجان بھی ہلاک ہو گیا۔ عجائبِ نقص ص ۷۷ و حیات القلوب جلد ۱، طبع ایران)

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ ایام عذاب میں حضرت ہودؑ تمام مسلمانوں کو لے کر ایک قریبی جزیرہ میں چلے گئے تھے۔ جہاں ان لوگوں کو ہوائے عذاب مانند سیم سحری محسوس معلوم ہوتی تھی۔ (عجائبِ نقص ص ۷۷)

مؤرخین کا بیان ہے کہ قوم عاد کی تباہی کی اطلاع ان لوگوں کو نہ ہوئی تھی جو مکہ معظمہ میں نمائندگی کے لیے گئے ہوئے تھے، وہ مثل سابق مقام دعایں قیام پذیر تھے ہی کہ ایک شتر سواران کے وطن سے آتا

مکہ معظمہ میں مقیم نمائندگان
قوم عاد کا انجام

ہوا دکھائی دیا، ان لوگوں نے اس سے قوم عاد کے حالات دریافت کئے تو اس نے ساری باتان غم بیان کر دی۔ یہ لوگ سخت حیران و پریشان ہوئے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگے کہ ہوا سو ہوا۔ اب ہم کو تو حیاتِ ابدی دے دے، ندائے غیبی آئی کہ اس دنیا میں حیاتِ ابدی کسی کو نہیں مل سکتی۔ البتہ تمھاری خواہش کے مطابق تمھاری عمریں طویل کی جاسکتی ہیں اور آخر میں مرنا ہی ہوگا، یہ سن کر ان لوگوں نے دعائی کہ ہمیں بھی ہماری قوم سے ملحق کر دے چنانچہ ہوا کا ایک جھونکا آیا اور اس نے انھیں بھی ہلاک کر ڈالا۔ (روضۃ الصفا، کشف الغمہ، عجائبِ نقص، بطبری) ایک روایت میں ہے کہ وہ پہلے بندر بنادیتے گئے۔ اس کے بعد ہلاک کر ڈالے گئے۔

قوم عاد پر نزول عذاب کا مہینہ اور دن

قرآن مجید میں ہے "انا ارسلنا علیہم درجاً صہراً فی یوم خمس مستمراً" ہم نے قوم عاد پر باد صہر کو ایسے دن بھیجا جو ہمیشہ کے لیے خمس ہے، احادیث میں ہے کہ یوم خمس تہر، چار شنبہ کا دن ہے (حیات القلوب جلد ۱ ص ۷۷) علامہ عبد الواحد حنفی لکھتے ہیں کہ قوم عاد پر نزول عذاب ماہ شوال کے آخر ہفتہ میں ہوا تھا۔ یہ عذاب چار شنبہ کی صبح سے شروع ہو کر دوسرے چار شنبہ کی شام تک جاری رہا تھا۔ (عجائب القصاص ص ۷۷)

حضرت ہودؑ، تباہی قوم عاد کے بعد

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ہودؑ قوم عاد کی مکمل تباہی و بربادی کے بعد بروایت تہ حضرت موت میں مقیم ہو گئے لیکن اکثر روایات کی بناء پر وہ اپنے ایمان داروں سمیت مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں تا آخر حیات مقیم رہے۔

مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ قوم عاد کی ہلاکت کے بعد یعرب بن قحطان بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوحؑ جو کہ یمن میں مقیم تھے، وہ اپنے مادری بھائیوں جرہم، نعان، تملکس، عاصم، طامی، غاصب، حمیر، صبیاع اور حصین کو لے کر ان کی جگہ پر چلے گئے اور اس مقام کو از سر نو آباد کیا۔ (تاریخ طبری جلد ۱ ص ۵۲) اور مؤرخ یعقوبی کا بیان ہے کہ قوم کی تباہی کے بعد اس جگہ ہودؑ بن جابر بن ہود بن ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد آباد ہوئی۔ جن کی ہدایت کے لیے بعد میں حضرت صالحؑ مبعوث کئے گئے (تاریخ یعقوبی جلد ۱ ص ۵۱) مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ قوم عاد کو عاد ولی اور قوم ہود کو عاد ثانیہ کہتے ہیں، اولیٰ کی ہدایت کے لیے ہودؑ اور ثانیہ کی ہدایت کے لیے صالحؑ آئے، عاد و ہود چچا زاد بھائی تھے۔ (تاریخ طبری جلد ۱ ص ۷۷)

حضرت ہودؑ کی اولاد اور انکی جائی نشینی

کا قحطان تھا۔ بروایت یعقوبی یہ بیٹے اس وقت پیدا ہوئے تھے جب حضرت ہودؑ کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔ جناب فالخ جو کہ قحطان سے بہت زیادہ فانی تھے اور ان کی پیشانی میں نور کو کسب ہوتا دیکھا تھا۔ اس لیے حضرت ہودؑ نے ان کو اپنا جانشین بنادیا۔ تاریخ یعقوبی کے ص ۱۱ میں ہے کہ "فالخا الی ابنہ فالخ" حضرت ہودؑ نے فالخ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ بروایت علامہ مجلسی و علامہ بہائی اس جانشینی کا تقریر ۱۸ ردی الجحہ کو عمل میں آیا تھا۔

جناب فالخ حضرت ہودؑ کے جانشین ہونے کی حیثیت سے تبلیغ میں مصروف ہوئے، ان کے

زمانہ میں ارض بابل بڑی نمایاں حیثیت حاصل کر چکی تھی۔ جملہ اولادِ نوح کا وہاں اجتماع تھا اور
بے شمار افراد وہاں مقیم تھے، اسی زمانہ میں ہالم بن اوم بن سام بن نوح بابل میں قیام پذیر تھا
اور وہیں ”نمود جبار“ پیدا ہوا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے نہروں کو جاری کرنے اور اشجار
لگانے اور مکانات بنانے میں بڑی ترقی کی تھی۔ اسی کے زمانے میں وہ عمارت بنائی گئی تھی
جو آسمان سے باتیں کرتی تھی جسے خدا نے منہدم کر کے انھیں ۷۲ فرقوں میں تقسیم کر دیا تھا
اور ان کی ۷۲ زبانیں بنا دی تھیں۔

فالح کی عمر جب تیس سال کی ہوئی تو انھوں نے عروہ بنت حلقونی بن عولیم بن سام سے
نکاح کر لیا جن سے ارعونا می فرزند پیدا ہوا، یہ ایسا فرزند تھا جس کی پیشانی سے نور محمدی کی روشنی
ظاہر تھی، فالح کی عمر جب دسویس سال کی ہوئی تو وہ فوت ہو گئے، اپنی وفات سے پہلے
انھوں نے اپنے فرزند ارعونا کو اپنا جانشین بنا دیا۔ ابن واضح کا بیان ہے ”حضرت فالح
الوفاء فادھی الی ابنہ ارعونا“ جب فالح کی وفات کا زمانہ آیا تو انھوں نے اپنا جانشین
ارعونا کو بنا دیا اور بتاریخ ۱۲۔ ایلول یوم جمعہ دو سو انتالیس سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ان کے
انتقال کے بعد، ارعونا دعوت تبلیغ میں مشغول و مصروف ہوئے، انھیں کے زمانے میں نمود
جبار نے ”صرح“ کی بنیاد ڈالی اور ۶۷ سال حکومت کرتا رہا۔

پھر جب ارعونا کی عمر ۳۲ سال کی ہوئی تو انھوں نے سکتن بنت سلمیٰ بن حولیا سے نکاح کر لیا
اور ان کے بطن سے ”ساروغ یا شارخ پیدا ہوئے۔ شارخ کے علاوہ ارعونا کے چار بیٹے دوسری
عورتوں سے پیدا ہوئے جن کے نام یہ تھے بہران۔ طاہم۔ نعمان۔ طولان۔ پھر جب ارعونا کی عمر
۳۰۹ سال کی ہوئی تو انھوں نے اپنے بیٹے شارخ کو اپنا جانشین بنا دیا۔ جانشینی کے وقت
بروایت یعقوبی شارخ کی عمر ۷۴ سال کی تھی یعقوبی کی اصل عبارت یہ ہے ”حضرت ارعونا
الوفاء فادھی ابنہ ساروغ“ جب ارعونا کی وفات کا زمانہ آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے ساروغ
کو اپنا جانشین بنا دیا اور بتاریخ ۴۔ ایسان یوم چہار شنبہ ۸۰ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

ارعونا کی وفات کے بعد شارخ تبلیغ اسلام کرتے رہے۔ ان کے زمانہ میں بنت پرستی فروغ پا گئی
تھی، کچھ لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔ کچھ سورج کو کچھ چاند کو، کچھ پندوں کو کچھ پتھروں کو، کچھ درختوں کو
کچھ پانی کو، کچھ ہوا کو، اور رواج کر گیا کہ جو شخص ان میں سے مڑتا تھا اس کے نام پر بت بنالیے جاتے
تھے جن کے سہارے سے شیطان کو گمراہ کرنے کا اچھا خاصا موقع ملتا تھا۔

جب شارخ کی عمر ۳ سال کی ہوئی تو انھوں نے ملکہ بنت مراخیل بن عولیم بن سام بن نوح
سے نکاح کر لیا جن کے بطن سے ناعور پیدا ہوئے ابن واضح کا بیان ہے کہ ناعور کی ولادت اس

وقت ہوئی سمجھتی جب شارٹخ کی عمر ۳۰ سال کی ہو گئی تھی پھر جب ان کی عمر ۲۳ سال کی ہوئی، تو انھوں نے "ناخوڑ" کو اپنا جانشین بنادیا۔ ولما حضرت ساروغ الوفاتہ اوصلی ابنہ ناخوڑ جب ساروغ کی وفات کا زمانہ آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے ناخوڑ کو اپنا جانشین بنادیا۔ اور بتاریخ ۳ ماہ آب یوم یک شنبہ انتقال کر گئے ابن واضح کا بیان ہے کہ عہد شارٹخ میں ہی فراغہ مصر نے فروغ حاصل کیا تھا اور درہم و دینار کے سکے جاری ہوئے تھے۔

ناخوڑ اپنے باپ کی وفات کے بعد تبلیغ اسلام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب ان کی عمر ۲۹ سال کی ہوئی تو انھوں نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کا نام "اونی" تھا جس سے تاریخ۔ آذر۔ ہامان میں بیٹے پیدا ہوئے۔ پھر ناخوڑ ۴۸ سال کی عمر میں انتقال کر گئے اور تاریخ نے ۷ سال کی عمر میں "توانانت مروار" سے نکاح کیا جس سے خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔

منصور اور معتصم کی چاہ کنھی اور
امام موسیٰ کاظمؑ و علی نقیؑ کی رهنمائی

اور اسی دور میں منصور عباسی کا زمانہ آیا تو اس نے علی بن یقطین کے ذریعہ سے اپنے قصر کے نزدیک ایک کنواں کھودنے کو کہا۔ کنواں منصور کے تاحیات کھدنا رہا۔ لیکن پانی نہ نکلا۔ پھر عہد مہدی عباسی بن موسیٰ برادر علی بن یقطین کے ذریعہ سے کھدائی ہوتی رہی۔ بالآخر پتھر نکلا جس کو توڑنے کے بعد شدید قسم کی سرد ہوا برآمد ہوئی جس سے لوگ گھبرا گئے۔ مہدی کو خبر دی گئی وہ بھی حیران ہوا۔ آخر کار حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کو مدینہ سے بلا یا گیا اور آپ نے فرمایا کہ یہ قوم عادی عذاب کی جگہ ہے اور اس میں جو کچھ بھی نمایاں ہو رہا ہے اس عہد کا بقیہ ہے۔ پھر جب معتصم عباسی کا زمانہ آیا تو اس نے بھی بمقام بطانیہ کنواں کھدوانا شروع کیا۔ جب تین سو قاصت انسانی کے برابر کھدائی ہو چکی اور پانی نہ نکلا تو اس نے کھدائی بند کرادی۔ پھر متوکل نے اس کی کھدائی جاری کرائی اور یہاں تک جاری رکھی کہ ایک پتھر برآمد ہوا۔ جب اسے توڑ دیا گیا تو اس سے ایک ایسی سرد ہوا برآمد ہوئی کہ نزدیک کے تمام لوگ ہلاک ہو گئے۔ متوکل حیران ہوا، علماء سے مشورہ کیا وہ بھی لا جواب رہے۔ آخر کار حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو مدینہ سے بلا یا گیا اور انھوں نے ارشاد فرمایا کہ یہ مقام احتفان ہے۔ اسی جگہ قوم عادی عذاب نازل ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ نے اس عذاب کی تمام تفصیل بیان فرمائی اور متوکل کو تسلی ہو گئی۔ (حیات القلوب جلد ۷ ص ۵۷، طبع ایران)

باب ۱۱

بارغ ارم یا جنت شہاد

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام زندگی کے ایام گزار رہے تھے کہ قوم عاد میں کے خود عاد کے دو بیٹے، شدید و شہاد سطح ارض پر بمقام ملک شام شاہزادہ شان و شوکت کے ساتھ ابھرے اور ان میں سے شہاد نے تو ایسی بلندی حاصل کی کہ جو دعویٰ خدائی پر جا کر منہتی ہوئی۔ تفسیر یعقوب چرخمی میں ہے کہ اس نے اپنے جاہ و جلال کے پیش نظر دعویٰ خدائی کیا تھا۔ (عجائب القصاص ص ۱۷۷ حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مولانا فرمان علی ص ۹۴۶) کتاب سراج القلوب مؤلفہ علامہ ابو نصر غزنوی کے ص ۱۷ میں ہے کہ رسول کریم نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ او شہاد بن عاد بود کہ دعویٰ خدائی کر دے، شہاد نے دعویٰ خدائی کیا تھا۔

مولانا ہروی و مورخ طبری رقمطراز ہیں کہ شدید و شہاد دو حقیقی بھائی تھے۔ ان کا باپ عاد بن عملان تھا اور خواہر زادہ ضحاک بادشاہ تھا۔ یہ بڑی سلطنت کے مالک تھے۔ ان کا پایہ تخت ملک شام تھا، ان کی حکومت ربع مسکون کے غالب اقطاع پر پھیلی ہوئی تھی۔ ان کے زیر نگین بساط ارضی پر دو سو ساٹھ بادشاہ تھے۔ شہاد سے پہلے اس کا بڑا بھائی شدید حکومت کرتا تھا اور اپنے عہد کا عادل بادشاہ تھا۔

حضرت ہود شدید کے دربار میں | حضرت ہود، شدید کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ مجھے خداوند عالم

کا فرمان ملا ہے کہ میں تجھ سے ایمان لانے کو کہوں، اس لیے میں آیا ہوں۔ یہ دنیا چند روزہ ہے یہ شان و شوکت عارضی ہے، موت سے کسی کو نجات نہیں۔ عالم آخرت کی زندگی جاودانی ہے، تجھے چاہیے کہ خداوند واحد و یکتا پر ایمان لا، اور اپنی آخرت بنالے، اس نے ایمان لانا قبول نہ کیا اور وہ عالم کفر ہی میں سات سال حکومت کرنے کے بعد فوت ہو گیا۔ شدید کے مرنے کے بعد اس کا بھائی شہاد تمام سلطنت کا واحد بادشاہ قرار پایا۔ مجمع البحرین میں ہے کہ شہاد ساری دنیا کا بادشاہ بن گیا تھا عجائب القصاص میں ہے کہ شہاد نے مغرب و مشرق پر ظم و جور و غصب

کے ذریعہ سے قبضہ کر لیا تھا، ایک روایت میں ہے کہ وہ کیمیا گر تھا اور سارے عالم ارضی پر چھایا ہوا تھا۔

حضرت ہودؑ شداد کے دربار میں | حضرت ہودؑ کو فرمانِ خداوندی پہنچا کہ تم جا کر شداد کو راہِ راست پر لانے کی سعی کرو،

حضرت ہودؑ فرمانِ ایزدی پاتے ہی دربارِ شداد میں پہنچے اور اس سے فرمایا کہ ”خداوندِ عالم نے تقریباً ایک ہزار سال کی تجھے عمر دی اور ایک ہزار غزنے دیئے، تو نے ایک ہزار خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ نکاح کیا اور ایک ہزار لشکروں کو شکست دے کر یہ فروغ حاصل کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر خداوندِ عالم کی طرف سے تجھے یہ اہمال کی نظر نہ ہوتی تو تو کسی صورت سے اتنی سرفرازی اور بلندی حاصل نہ کر سکتا اور نہ یہ نعمتیں تجھے مل سکتیں، اب تیرے لیے سزا وار ہے کہ خدائے برتر کے سامنے سرنیاز جھکا دے اور اس کی ربوبیت کو مان کر اس کا مطیع و فرمانبردار بن جا، اور سن خدا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تو ایمان لے آیا تو قیامت کے دن تجھ سے حساب و کتاب نہ کیا جائے گا۔ اور تجھے جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ اس نے کہا کہ مجھے تمھاری جنت کا حال معلوم ہے۔ میں خود اس دنیا میں اس قسم کی جنت بناؤں گا، طبری اور روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت ہودؑ نے جب شداد کو ایمان لانے کے لیے کہا تو اُس نے پوچھا کہ اگر میں اپنی جبروت کے ساتھ تمھارے خدا پر ایمان لاؤں تو تمھارا خدا مجھے کیا دے گا۔ حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ تجھے یہاں جو کچھ دیا ہے اس میں اور اضافہ کرے گا اور تیرے مرنے کے بعد تجھے جنت میں داخل کر دے گا، اُس نے دریافت کیا کہ جنت کیا چیز ہے؟ حضرت ہودؑ نے جنت کی ثنا و صفت کی اور اس کی تفصیل بیان فرمائی۔ شداد بولا کہ یہ تو کوئی خاص چیز نہیں ہے کہ جس کے لیے میں اپنے جاوہ سے ہٹ کر تمھارے مسلک پر آؤں۔ اُسے ہودؑ، میں نے اس وقت عزم بالجزم کر لیا ہے کہ اسی زمین پر بارخ ارم لگاؤں گا اور تعمیرِ جنت کا گل کھلاؤں گا۔ حضرت ہودؑ پیغامِ خداوندی پہنچانے کے بعد واپس تشریف لے آئے اور شداد تعمیرِ جنت کی طرف متوجہ ہو گیا۔

جنت کی تعمیر | اُس نے سب سے پہلے اسبابِ فراہم کرنا شروع کیا اور اس کے لیے ضحاک بادشاہ جس کی حکومت بروایت طبری رے، طبرستان، گرگان

خراسان سے ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی، نیز ان تمام بادشاہوں کو جو اس کے زیر اثر اور ماتحت تھے۔ جن کی تعداد ۲۶۰ یا بروایت چار سو تھی، لکھ بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ جس قدر سونا چاندی، جواہرات، مروارید، زبرجد، مرجان، یا قوت، ہیرے، نیز مشک، عنبر، کافور، عرَضیکہ جو

چیز بھی تعمیرِ جنت کے لیے درکار تھی سب کے فراہم کرنے اور اسے دارالسلطنت، شام میں بھیجے کا حکم دیا چنانچہ قونیا کے تمام خزانے، تمام دھینے اور تمام جواہرات اور ہر قسم کی خوشبو اور ان کے درخت سب شام میں جمع کر دیئے گئے۔

اسباب فراہم ہو ہی رہے تھے کہ اس نے اپنے ارکانِ دولت سے کہا کہ میرے ہمراہ چلوں گا دنیا کے ہر گوشے میں پھرتا کر دیکھیں کہ جنت کے لیے مناسب کون سا مقام ہے، چنانچہ جب اپنے قریبی ہی علاقہ یعنی "عدن" میں پہنچا تو وہیں فیصلہ کر لیا کہ جنت کی تعمیر اسی جگہ مناسب ہے۔ طبری میں ہے کہ تعینِ مقام کے لیے اس نے ۱۸ ایسے افراد کو جو اس کے لیے موزوں اور مناسب تھے اطرافِ عالم میں روانہ کر دیا، وہ لوگ تمام دنیا کا پتہ لگا کر جب عدن میں پہنچے تو انھوں نے تمام مقامات پر یہاں کی سرزمین کو ترجیح دی۔ عجائبِ نقص میں ہے کہ مقامِ جنت کی تعین کے لیے سو افراد متعین کیے گئے تھے۔

اسباب کے فراہم ہونے اور مقام کی تعین کے بعد شداد نے تین ہزار ایسے ماہرین فن کو ہتیا کیا جن کے ہر فرد کے تحت سو مزدور متعین کئے گئے، پھر نہایت وسیع و عریض چار دیواری بنائی گئی جو بلندی میں سر بلبلک تھی، اس دیوار میں ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی لگائی گئی پھر اس کے اندر ایک عجیب و غریب قسم کے باغ کی تعمیر و تشکیل کی گئی جو سونے سے بنایا گیا تھا اور تمام جواہرات اس میں لگے ہوئے تھے اور وہ اس طرح ٹانگے لگے تھے کہ ان کا نکالنا دشوار تھا، اس کے کھجے پور کے بنائے گئے اور نہروں جاری کی گئیں جن میں سنگریزوں کے بجائے جواہرات لگے رہے تھے۔ پھر چار دیواری کے اوپر ہزار قصر تیار کئے گئے جن کے ستون زبرجد سبز اور یاقوت کے بنائے گئے، قصروں میں جواہرات کے غرنے بنائے گئے اور بارہ ہزار کنگرے لگائے گئے، پھر باغات یعنی درخت لگائے گئے جن کے تنے سونے اور چاندی کے تھے اور شاخیں یاقوتِ سُرخ کی، پتے زرد اور زبرجد سبز کے لگائے گئے اور شگوفے چاندی اور دیگر مناسب جواہرات کے بنائے گئے پھر ان درختوں میں میوہ دار درخت جاتے گئے جن سے مختلف قسم کے میوے پیدا ہونے لگے، اس میں جونہرں جاری کی گئیں وہ پانی، دودھ، شہد اور شراب کی تھیں، پھر آس بہشت ارضی میں چار میدان بنائے گئے جن میں بہترین قسم کے درخت میوہ دار لگائے گئے اور ہر میدان میں ایک ایک لاکھ کرباں سونے اور جواہرات سے مُرتب کی ہوئی بچھائی گئیں اور ہزاروں قسم کے کھانے کا انتظام کیا گیا، اور حور و غلمان کی جگہ اطرافِ عالم سے جمع کی ہوئی حسین ترین لڑکیاں اور حسین ترین لڑکے فراہم کئے گئے، روضۃ الصفا میں ہے کہ اس باغ میں سونے کے درخت تھے جن میں مُشک و عنبر سمویا

گیا تھا جب ہوا چلتی تھی تو خوشبو پھیل جاتی تھی اور اس قصر میں مٹی کے بجائے زعفران اور عنبر مٹی کا کام دیتے تھے۔ طبری میں ہے کہ جب سورج نکلتا تھا تو لوگوں کی آنکھیں خیرہ کرنے لگتی تھیں۔ عجائب القصص میں ہے کہ اس جنت کی بلندی میں سو گز تھی اور اس کی تیاری میں تین سو سال لگے تھے، طبری اور روضۃ الصفائے پانچ سو سال مرقوم ہے۔ مجمع البحرین میں تین سو سال تیاری کے اور نو سو سال شداد کی عمر کے کھے ہوئے ہیں۔ کتاب کمال الدین میں ہے کہ اس جنت کے تمام قصور زبرجد کے کھیموں پر بنائے گئے تھے۔ قصص الانبیاء جزائر مٹی کی ہے کہ جنت جب تین سو سال میں تیار ہوئی اور اس کی اطلاع شداد کو دی گئی اور تفصیل بتائی گئی تو اس نے کہا کہ جاؤ اور اس کے گرد ایک قلعہ بناؤ اور اس کے گرد ایک ہزار عمارتیں تیار کرو اور ان پر علم (جھنڈا) نصب کرو اور ان محلوں میں ہمارے ایک ہزار وزیروں کو رکھتے کا بندوبست کرو۔ وہ لوگ واپس آئے اور اگر دس سال میں اس کی تکمیل کی۔

شداد کی وفات

تواریخ میں ہے کہ جب جنت شداد بالکل مکمل ہو گئی تو شداد کو اطلاع دی گئی، شداد حصہ موت میں رہتا تھا۔ وہ اپنے ارکان دولت اور دو سو وزیر اور تیس ہزار افراد کو لے کر اپنی تعمیر کی ہوئی جنت کو دیکھنے کے لیے چلا۔ ایک روایت کی بنا پر جب ایک شبانہ روز کی راہ رہ گئی تو راستے ہی میں فوت ہو گیا اور دوسری روایت کی بنا پر وہ جنت کے دروازہ پر فوت ہوا ہے۔ علامہ عبد الواحد حنفی رقمطراز ہیں کہ شداد اپنے پورے جاہ و چشم کے ساتھ اپنی تیار کرائی ہوئی جنت کی بیرونی چار دیواری میں داخل ہوا۔ اُس کے ہمراہ جو لوگ تھے، ان میں سے دو شخص خصوصی افراد اس کے ہمراہ ان چار میدانوں تک گئے جو پہلی چار دیواری کے اندر تھے، شداد ان کو وہاں چھوڑ کر ایک شخص کو ہمراہ لیے ہوئے جنت میں داخلہ کے لیے آگے بڑھا۔

پچوں آستانہ اشرفیہ شخصے را
استادہ دید پرسید کہ گوشتی گفت ملک الموت
گفت بچہ کار آمدی گفت تا قبض روح
تو گنم گفت مرا حلت ده که از اسب
خود آم گفت حکم نیست پس یکپائے
برکاب داشت و یکپائے بر آستان کہ
روح وے قبض کرد الخ
(عجائب القصص ص ۷ طبع لکھنؤ)

جب ڈیوڑھی کے قریب پہنچا تو دیکھا
کہ ایک شخص کھڑا ہے، پوچھا کہ تو کون ہے؟
اُس نے کہا میں "ملک الموت" ہوں کہا تو یہاں
کس لیے آیا ہے؟ اُس نے کہا تیری روح قبض
کرنے۔ شداد نے کہا مجھے اتنی مہلت دے
کہ میں اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آؤں اُس
نے کہا، خدا کا حکم نہیں ہے۔ غرضیکہ اُس کا ایک
پاؤں رکاب میں تھا اور ایک ڈیوڑھی پر کہ

اس کے بعد جبریلؑ نے ایک حبیب آواز بلند کی جس کی وجہ سے اس کے تمام ہمراہی فوت ہو گئے اور بہشت شداد زمین میں غائب ہو گئی۔ مولانا فرمان علی حاشیہ قرآن مجید کے ۹۴۶ پر لکھتے ہیں کہ اس جنت شداد کو باغ ادم اس لیے کہتے ہیں کہ شداد نے اس کا نام اپنے دادا ادم بنی سام بن نوح کے نام پر رکھا تھا۔ کتاب اکمال الدین میں ہے کہ یہ جنت خدا سے سرکشی کے طور پر بنائی گئی تھی۔

ملک الموت کے ترجم کا افسانہ | مؤرخ ہروی رقمطراز ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت

عزرائیل (ملک الموت) سے پوچھا گیا کہ تم نے بے شمار افراد کی روح قبض کی ہے۔ یہ بتاؤ کہ کبھی تمہیں کسی پر رحم بھی آیا ہے یا نہیں؟ ملک الموت نے جواب دیا کہ صرف دو مواقع ایسے گزرے ہیں جن میں میرا دل پسینا ہے اور مجھے رحم آیا ہے پہلا موقع وہ تھا جب ایک کشتی میں ایک بچہ پیدا ہوا تھا اور کشتی ٹنکستہ ہو گئی تھی اور حکم خدا سے میں نے اس بچے کی ماں کی روح قبض کی تھی پھر وہ بچہ ایک تختہ پر لیٹا ہوا سمندر میں بہ رہا تھا۔ دوسرا واقعہ اسی شداد کا ہے کہ اس نے سینکڑوں سال میں جنت تیار کی اور وہ اسے دیکھ نہ سکا چوں عزرائیل اس سخن گفت نہائے الہی در رسید کہ اے عزرائیل بعزت و جلال من کہ آن کوک بیچارہ را کہ بر تختہ پارہ دیدی شداد بود الخ عزرائیل کا یہ کہنا تھا کہ صدائے باری آئی کہ اے عزرائیل میں اپنے عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ طفل بیچارہ جس پر تجھے رحم آیا تھا۔ وہ یہی شداد تھا۔ جسے میں نے اتنی بلندی دی جو دنیا میں کسی کو نصیب نہ ہوئی یاں ہمہ وہ ایمان نہ لایا اور عذاب الہی کا مستحق بن گیا اور اب جہنم میں جلنے کا (روضۃ البصفا جلد ۲۹ طبع لکھنؤ) ایک روایت میں ہے کہ شداد کا انتقال حضرت داؤد کے عہد میں ہوا ہے۔

جنت شداد کی غیبت | جملہ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ شداد کے مرنے کے بعد اس کی تعمیر کردہ جنت غائب ہو گئی۔ علامہ ابو نصران محمد القطان

القرنوی لکھتے ہیں کہ ”چوں آخر الزماں شود خدائے تعالیٰ در زمان امام محمد مہدی صلوٰۃ اللہ علیہ آن شہرستان را آشکارا خواہد کرد“ جب دنیا کا عہد آخر آئے گا، تو خداوند عالم اس باغ ادم کو حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کے لیے ظاہر فرمائے گا۔ (سراج العلوب ص ۹۷ باب ۲۲ طبع ایران)

مؤرخ ہروی لکھتے ہیں کہ در تواریخ مذکورست کہ بعد از مرگ شداد عجمانی بدان رفعت و عظمت از چشم مردمندان گشت و دیگر بیچکس آن رانہ دیدگر عبداللہ ابن قلابہ کہ در زمان حکومت معاویہ بد آنجا رسید الخ تاریخوں میں ہے کہ شداد کے مرنے کے بعد یہ عظیم الشان تعمیر لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئی اور پھر اسے کوئی دیکھ نہ سکا۔ البتہ عہد معاویہ میں عبداللہ ابن قلابہ نے دیکھا ہے

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعد اللہ کے دو اونٹ کم ہو گئے تھے وہ انھیں تلاش کرتا ہوا ایک جنگل کو گیا تو اسے زمین کے اندرونی حصہ میں عظیم الشان عمارت نظر آئی وہ تلوار نیا م سے نکال کر داخل عمارت ہو گیا اور اس کی شان و شوکت کو دیکھ کر حیران ہوا۔ پھر اس نے کوشش کی کہ عمارت سے کوئی موتی وغیرہ نکال لے مگر نہ نکال سکا بالآخر کچھ جواہرات جو زمین پر رُل رہے تھے۔ ان میں سے اٹھا کر لے آیا اور معاویہ سے صورت حال بیان کیا معاویہ نے کعب الاحبار کو بلا کر اس کی تصدیق کرائی۔ کعب الاحبار نے کہا کہ میں نے کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ اُمت محمدیہ میں سے بس ایک شخص اسے دیکھے گا۔ جو بعد معاویہ میں ہوگا، پھر اس کے بعد کوئی اسے قیامت تک نہ دیکھے گا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۲۸)

مورخ طبری کا بیان ہے کہ اس واقعہ کو اس شخص نے دمشق پہنچ کر معاویہ سے بیان کیا، معاویہ سخت متعجب ہوا اور اس نے کعب الاحبار سے اس کی تصدیق یا تکذیب کی خواہش کی۔ کعب الاحبار نے کہا کہ یہ درست ہے۔ میں نے پڑھا ہے کہ تیری حکومت میں ایک شخص نمرخ بالوں اور نمرخ چہرے والا جس کی آنکھیں بلی کی طرح ہوں گی اسے دیکھے گا، پھر عبد اللہ ابن قلابہ کو کعب کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ ہاں اسی میں علامتیں موجود ہیں اس کے بعد معاویہ نے بہت سے لوگوں کو اس کے ہمراہ اس صحرا میں بھیجا مگر وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ پھر معاویہ نے حضرت علیؑ کے نام خط لکھ کر بھیجا اور ان سے دریافت کیا کہ یہ شخص عبد اللہ بن قلابہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے یا نہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ شخص درست کہتا ہے۔ (تاریخ طبری جلد ۱ ص ۲۵)

تفسیر مواب علیہ تفسیر مارک التنزیل میں ہے کہ عبد اللہ ابن قلابہ نے جو کچھ دیکھا تھا۔ وہ صحرائے عدن میں دیکھا تھا یہی کچھ کتاب عجائب تفصص میں بھی ہے۔ ہمارے علماء میں صاحب کمال الدین نے ابوداؤد کے حوالہ سے اس واقعہ کو تحریر کیا ہے اور خاتم المحدثین حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے بھی حیات القلوب کی جلد ۱ ص ۹ میں کسی معصوم کے حوالہ کے بغیر اسے نقل فرمایا ہے۔

واقعہ عبد اللہ بن قلابہ پر میرا تبصرہ | میرے نزدیک مذکورہ واقعہ افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس واقعہ میں جن لوگوں

کا ذکر آتا ہے۔ ان میں بعض وہ ہیں جن کی مکاری مسلم ہے بعض وہ ہیں جو نو مسلم ہیں بعض وہ ہیں جن کی شخصیت غیر مشہور اور غیر متعارف ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں پر یقین کامل نہیں کیا جاسکتا (۲) جہاں تک میری نگاہ پہنچی ہے ہمارے علماء نے ان کی صحت کے لیے کوئی سند حضرات معصومین سے فراہم ہونے کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور صرف نقل پر اکتفا فرمایا ہے (۳) معاویہ

کا حضرت علیؑ سے تصدیق کرانا بالکل غیر یقینی ہے، کیونکہ وہ اس عہد میں حضرت علیؑ کا سب سے بڑا دشمن تھا یقین نہیں ہوتا کہ اس نے تصدیق کے لیے ان کی خدمت میں آدمی بھیجا ہو یا خط لکھا ہو، کیونکہ کسی بھی واقعہ کے متعلق اس قسم کی تیسری نظر میں کوئی مثال نہیں ہے (۴) جس چیز کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ جیسی شخصیتیں نہ دیکھ سکیں عبد اللہ ابن قلابہ کے دیکھنے کا کیونکہ امکان تسلیم کیا جاسکتا ہے (۵) ایک ایسی چیز جسے قدرت نے قیامت تک کے لیے پوشیدہ کر دیا ہو۔ اُسے دیکھنے کے لیے عبد اللہ ابن قلابہ میں کوئی ایسی خصوصیت نظر نہیں آتی کہ اسے مستثنیٰ قرار دیا جائے (۶) کعب الاحبار جسے اس سلسلہ میں مصدق کی حیثیت دی گئی ہے اور بعض کتابوں میں اسے راوی بتایا گیا ہے۔ وہ ایک نو مسلم تھا اور اس کی کوئی وقعت ہماری نگاہ میں نہیں ہے، یہ دوسری شخص ہے جو معاویہ پرست تھا اور جسے حضرت ابوذر غفاری نے ایک غلط مسئلہ بیان کرنے پر ڈنڈے سے مارا تھا۔ (الغفاری مطبوعہ لاہور)

میں کتاہوں کی یہ واقعہ معاویہ کو خوش کرنے کے لیے تیار کیا گیا تھا اور اس سے اُس پر یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ تیسری سلطنت کا ذکر کتب آسمانی میں یا کتب سابقہ میں ہے۔ میرے نزدیک اس واقعہ کی حیثیت افسانہ ابن سبا۔ افسانہ الفیل۔ افسانہ وزرہ و شامل فسانہ سندباد اور داستان امیر حمزہ سے زیادہ نہیں ہے۔ (سفینۃ البحار) البتہ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ باغ ارم کے علاوہ اس سبیل سے متعلق ہو جو حدود دمشق میں حیرون بن اسعد العاری نے بنوایا تھا جس کی طرف مورخ مسعودی نے اشارہ کیا ہے بشرطیکہ حضرات معصومین علیہم السلام کے ارشادات سے اس کی تائید و استیاب ہو جائے

مورخ ذاکر حسین دہلوی نے اپنی تاریخ اسلام کی جلد کے ص ۲۳۱ میں صحرائے عدن میں باغ ارم کے ایسے کھنڈرات کا حوالہ دیا ہے جو نظر نہیں آتے میرے نزدیک یہ بھی درست نہیں ہے وہ حکم خدا سے بالکل غائب ہو گئی ہے اور قیامت میں بصورت اصل حضرت امام ہمدی علیہ السلام کے لیے ظاہر ہوگی جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا۔

حضرت ہودؑ کی وفات اور قبر | الغرض حضرت ہودؑ جب بروایت ابن واضح اپنے فرزند فالحؑ کو اپنا جانشین بنا چکے

اور بروایت روضۃ الصفا ان کی عمر ۴۶ سال کی پوری ہو گئی تو وہ داعی اجل کو لبیک کہہ کر لاہری ملک بقا ہو گئے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت ہودؑ نے قندار کے مرنے سے چار سو سال قبل انتقال فرمایا تھا۔ تاریخ یعقوبی میں آپ کی عمر ۳۲ سال اور آپ کی وفات پنجشنبہ کے دن ۲۳ ماہ تیسرین اول مرقوم ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی عمر ۸۰ سال کی تھی۔

حضرت ہودؑ کے مقام قبر کے متعلق مؤرخین و محدثین میں سخت اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ حضرت موت میں دفن ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ حضرت موت کے ایک سرخ ٹیلے میں دفن ہیں بعض روایات میں ہے کہ وہ حضرت موت کے ایک پہاڑ کے غار میں دفن کئے گئے ہیں۔ وہاں اب بھی ایک عالیشان گنبد بنا ہوا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موت کے ایک ایسے مقام پر جو محفوظ ہے حضرت ہودؑ کی میت پڑی ہوئی ہے اور بالکل تازہ ہے اور اس کے سر ہاتھ ایک سونے کی تختی موجود ہے جس پر ایک ایسی عبارت مرقوم ہے جس سے اُن کی غرض بعثت اور وفات کا پتہ چلتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ہودؑ عذاب قوم عاد کے بعد مکہ معظمہ چلے آئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہوا اور وہیں ہی دفن کئے گئے اور یہی میرے نزدیک درست ہے۔

امام ابو اسحاق احمد بن محمد ابراہیم الثعلبی المتوفی ۲۲۷ھ ایک روایت کے حوالہ سے لکھتے ہیں "کان النبی من الانبیاء اذا هلك قومہ نجا هو والصالحون معہ یاتی مکتہ ہود من معہ یجعدون اللہ حتی یموتوا۔" جب کسی نبی کی امت ہلاک ہو جائے کتنی سختی اور وہ اپنی ایمان دار جمعیت کے ساتھ زندہ رہتے تھے، تو وہ مکہ آکر آخری عمر گزارتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ رکن و مقام اور زمزم کے درمیان ۹۹۔ انبیاء کی قبریں ہیں جن میں ہودؑ، صلح ۳، شعیب اور اسماعیلؑ شامل ہیں۔ (عرائس ثعلبی ص ۲۹) وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ آپ کا انتقال اُس وقت ہوا۔ جب آپ عالم حج میں تھے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت ہودؑ مکہ میں دار الذوہ اور باب النبیؑ کے درمیان دفن ہیں حضرت علامہ مجلسی کی ایک روایت سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت ہودؑ مکہ میں بمقام حجرہ اسماعیلؑ دفن ہوئے تھے اور بعد میں ان کی لاش حضرت آدمؑ کی نعش کی طرح بحفہ اشرف میں لا کر دفن کی گئی تھی۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۷ طبع ایران)

باب ۱۲

حضرت صالح علیہ السلام

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت نوحؑ کے عرصہ دراز کے بعد حضرت صالحؑ علیہ السلام قوم ثمود پر مبعوث برسات ہوئے۔ ثمود، ثمد سے مشتق ہے اور اس کے معنی "الثمار القلیل" تھوٹے پانی کے ہیں۔ یہ قوم ثمود بنی عابر بن ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد سے تھی اور حضرت نوحؑ کے حجاز و بھائیوں پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ بروایت طبری عاد ثمانی کہے جاتے تھے۔ یعنی حضرت نوحؑ کی قوم کو عاد اہلی اور حضرت صالحؑ کی قوم ثمود کو عاد ثمانی کہتے ہیں۔ عاد اور ثمود حجاز و بھائی تھے۔ جس وقت عاد اہلی پر عذاب نازل ہوا تھا اس وقت عاد ثمانی یعنی قوم ثمود مقام "حجر" میں مقیم تھی جو حجاز اور بلاد شام کے درمیان واقع ہے۔ جب قوم عاد بالکل تباہ و برباد ہو گئی اور ان کی ساری زمین خالی ہو گئی تو قوم ثمود نے اس پر قبضہ کر کے اسے آباد کیا۔ بروایت تفسیر مدارک التنزیل۔ ان کی عمر کم از کم چھ سو سال اور زیادہ سے زیادہ ایک ستر سال کی ہوتی تھیں۔ انھوں نے اس زمین پر آبادی کے لیے مکانات بنائے۔ لیکن ان کے مکانات ہمیشہ گر جایا کرتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر ان لوگوں نے پہاڑوں میں مکانات کی تعمیر شروع کی اور اسے نہایت مستحکم بنایا۔ ان کے مکانات بنانے کا انداز یہ تھا کہ وہ پہاڑوں کے پتھر کاٹ کر اسی کے اندر مکان تعمیر کرتے اور اسی میں رہتے تھے۔ نہایت قوی، تنومند اور مضبوط لوگ تھے طبری سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سرزمین پر قوم ثمود مقام حجر سے جا کر آباد ہو گئی تھی اسی سرزمین پر عاد کے دوسرے بنی اعمام جبرہم و نعمان وغیرہ بھی مین سے جا کر آباد ہو چکے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ مکانات جو پہاڑوں میں بنائے گئے تھے ان کے نمایاں نشانات یا خود مکانات اب بھی موجود ہیں۔

الغرض یہ قوم جو مقام قوم عاد پر جا کر آباد ہو گئی تھی، ساری کی ساری بت پرست تھی اور ان کے ستر بت نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ان میں مال و دولت کی کمی نہ تھی۔ بڑے آسودہ حال تھے

اور نہایت وسعت و فراخی کی زندگی بسر کرتے تھے اور سخت سرکشی اور قرد، عصیاں و فساق میں مبتلا اور مشغول تھے۔

حضرت صالحؑ کی بعثت | جب قوم ثمود کی سرکشی حد سے بڑھ گئی اور ان کا فتنہ و فساد اور قرد بہت زیادہ نمایاں ہو گیا تو

خداوندِ عالم نے ان کی اصلاح کے لیے انھیں میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث برسات فرمایا۔ بعثت کے وقت حضرت صالحؑ کی عمر ۱۶ سال کی تھی اور ایک روایت کی بنا پر آپ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی بعثت کی پیشین گوئی حضرت ہودؑ نے فرمائی تھی۔

حضرت صالحؑ کا نسب نامہ | مولانا یعقوب عیسیٰ کا بیان ہے کہ حضرت صالحؑ نو پشتوں کے ذریعہ سے حضرت نوحؑ

سے پہنچتے ہیں۔ یعنی آپ کا سلسلہ نسب ۹ واسطوں سے حضرت نوحؑ سے ملتا ہے۔ ثعلبی کا بیان ہے کہ آپ کا نسب اس طرح ہے۔ صالح بن عبید بن اسف بن اسح بن عبید بن حاذر بن ثمود۔ بن عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

حضرت صالحؑ کا حلیہ مبارک | حضرت صالحؑ نہایت خوبصورت تھے، ان کا پہرہ سرخ و سفید تھا۔ ان کے بال بالکل سیاہ تھے، قد

نہایت مناسب تھا۔ ان کا سینہ چوڑا تھا۔ ڈاڑھی مناسب تھی اور بدن دوسرا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ تمام انبیاء اسی شکل و شباهت، صورت و شمائل کے ہوتے تھے۔

آپ کے خصوصی صفات | آپ نہایت کمسنی میں مبعوث برسات ہوئے نہایت فصیح اللسان و تلح الکلام تھے۔ یعنی

آپ کی زبان و گفتگو میں بڑی چاشنی اور نرمی تھی۔ آپ ہمیشہ برہنہ پارتے تھے۔ آپ نے کبھی عورتی نہیں پہنی۔ آپ نے تازندگی اپنے لیے کوئی گھر نہیں بنایا۔ ایک مسجد میں رہتے تھے اور اسی میں عبادت کیا کرتے تھے وہ مسجد مسجد صالحؑ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ حضرت نوحؑ کی شریعت پر عمل کرتے تھے تجارت آپ کا پیشہ تھا۔ جب عبادت سے فرصت پاتے تجارت کرتے تھے۔ مواعظ کے شائق تھے اور اکثر مواعظ فرمایا کرتے تھے۔ علامہ عبدالحاکم حمیری نے اپنی ایک کتاب ”نوادر الانبیاء“ میں ان کے مواعظ جمع کیے ہیں۔

حضرت صالحؑ کی تبلیغی جد جہد | حضرت صالحؑ سولہ سال کی عمر میں مبعوث برسات ہوئے کے بعد سے ایک سو بیس سال تک ان

میں تبلیغ کرتے رہے اور انھوں نے پوری سعی کی کہ حملہ کفار دامن اسلام سے وابستہ ہو کر ملک و عوام
حضرت ذوالجلال کی عبادت گزاری کا شرف حاصل کریں لیکن انھیں اس مقصد میں خاطر خواہ
کامیابی نہ حاصل ہو سکی اور چند افراد کے علاوہ کوئی ایمان سے بہرہ ور نہ ہو سکا۔
بروایت عجائب القصاص، یہ قوم ثمود سات قبائل پر مشتمل تھی اور ایک روایت کی بنا پر ۹
قبائل تھے اور ان کا ایک خاص کنواں تھا جس کے گرد یہ سب آباد تھے جنھیں ایک روایت
کی بنا پر ”اصحاب رس“ کہا جاتا تھا اور چونکہ نہایت سرکش تھے اس لیے نہ صرف یہ کہ وہ
حضرت صالحؑ کی بات پر کان نہ دھرتے تھے بلکہ وہ جن نابول کو ان کی طرف بھیجتے تھے وہ ان
کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک ایک دریا بھی تھا جس کا پانی میرے خیال کے مطابق
کھلا لاتھا۔ ان کی آبادی اس دریا کے کنارے تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ نہ صرف بتوں کی پوجا
کرتے تھے بلکہ ان کی پرستش کا دائرہ بہت وسیع تھا۔

علامہ مجلسی رحمہ اللہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ ”اصحاب رس“ کے دو

اصحاب رسؑ

اصحاب رس، کا ذکر قرآن مجید میں دو مقامات پر آیا ہے (۱) پارہ ۱۹ رکوع ۲ سورہ
فرقان میں ارشاد ہوتا ہے ”وَعَادًا وَثَمُودًا وَاصْحَابَ الرَّسِّ“ ۲۹ پارہ ۲۹
رکوع ۱۵ سورہ قی میں ارشاد ہوتا ہے کہ بت قبلہ قوم نوح و اصحاب الرس و ثمود و عاد الخ رس
کے معنی میں بھی اختلاف ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ لوگ کس نبی کے زمانہ سے متعلق تھے مجمع البحرین کے ص ۳۶۹
اور سیفۃ البحار کی جلد ۲ کے ص ۵۲۱ میں بہت سی روایات مرقوم ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ”رس“ اس کنوئیں کو
کہتے ہیں جس کا تعلق قوم ثمود سے تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو ثمود صومر کی پرستش کرتے تھے۔
اور جب کوئی نبی ان تک پہنچتا تھا تو وہ اُسے ایک گھرے کنوئیں میں ڈال کر مار ڈالتے تھے پھر خدا نے ان پر ایک
ایسا سایہ ڈالا کہ ان کے بدن رائے کی طرح بہہ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اصحاب رس وہ لوگ ہیں جو آذر بایجان
اور ارمینہ کے درمیان رہتے تھے۔ خدا نے ان کے پاس تیس نبی متواتر بھیجے اور انھوں نے سب کو برا بھلا
ایک روایت میں ہے کہ وہ ایسے لوگ تھے جو روزانہ ایک نبی ضرور قتل کرتے تھے وہ باکرہ لڑکیوں کی پرستش کرتے تھے
اور جب وہ تیس سال کی ہو جاتی تھیں تو انھیں قتل کر کے دوسری باکرہ لڑکیوں کی پوجا کرتے تھے کتاب فی الاحیاء
میں ہے۔ کس نمبر کنوئیں کا نام تھا، اور یہ بلاد مشرق میں واقع تھا۔ اُس کے ارد گرد جو لوگ رہتے تھے وہ اصحاب
رس کہلاتے تھے۔ یہ ایک بہت بڑے صنوبر کے درخت کی پرستش کرتے تھے جس کا نام ”شاہ درخت“ تھا اور جب
یافتن نوحؑ نے طوفان کے بعد لگا تھا۔ ان کی عورتیں آپس میں مساحتہ کرتی تھیں اور مردوں سے دُور رہتی
تھیں۔ یہ لوگ ایسے تھے کہ اپنے عہد انبیا کو بڑی بیدردی سے قتل کیا کرتے تھے۔ ان لوگوں کا زمانہ حضرت اِیساؑ
بن داؤد کے بعد تھا جب ان کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو خداوندِ عالم نے ایک مَرحُ اور شدید آندھنی بھیجی اور ان کے
نیچے کی زمین کو گندھک میں تبدیل کر کے اُسے ٹھنڈا دیا اور انھیں اوپر سے ایک سیاہ قہر ابر میں گھیر دیا فدا
ابداً تسلیم کیا یذوب الرصاص فی النار“ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے جسم اس طرح چھل گئے جس طرح آگ
سے سیمسہ اور لاشٹا پگھلتا ہے۔

گروہ تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے اور ایک گروہ وہ تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اور وہ جنگل میں آباد تھا۔ حضرت صالحؑ نے اُن کی طرف اپنا ایک نائب بھیجا، انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر دوسرا نائب بھیجا اسے بھی قتل کر دیا، پھر تیسرا نائب بھیجا اسے بھی قتل کر دیا۔ بالآخر چوتھا بھیجا اور اس کے ساتھ ایک دلی بھی بھیجا جب وہ ان کے پاس پہنچے اور ہدایت شروع کی تو انھوں نے کہا کہ ہمارا خدا دریا میں رہتا ہے، اور وہ لوگ دریا کے کنارے رہتے تھے اور ہر سال ایک دن عید منایا کرتے تھے۔ کیونکہ اس دن ایک بہت بڑی مچھلی دریا سے باہر برآمد ہوا کرتی تھی اور وہ سب اس کو سجدہ کیا کرتے تھے حضرت صالحؑ کے ولی نے ان سے کہا کہ غم اس کو سجدہ کرتے ہو، حالانکہ یہ ایک ہمارے خدا کی مخلوق ہے اور سنو جسے تم سجدہ کرتے ہو اور جس کی اطاعت و عبادت پر ایمان رکھتے ہو یہ ایک ایسی مخلوق ہے کہ جو یقیناً میری اطاعت کرے گی۔ اگرچہ میں بھی ایک بندہ خدا ہوں۔ اسے گروہ مگر ایمان اگر تم وعدہ کرو کہ اس مچھلی کی اطاعت کو دیکھ کر میری اطاعت کرو گے اور خداوند عالم کی پرستش کو اپنا ایمان بنا لو گے تو میں اس مچھلی سے اپنی اطاعت کر کے تمہیں دکھا دوں اُن لوگوں نے کہا کہ بیشک اگر یہ مچھلی جسے ہم خدا سمجھتے ہیں تمہاری اطاعت کرے گی، تو ہم یقیناً تم پر اور تمہارے نبی پر اور تمہارے خدا پر ایمان لے آئیں گے۔

پھر وہ وقت آیا کہ مچھلی جو بہت ہی بڑی تھی اور چار مچھلیوں پر سوار تھی برآمد ہوئی، اُن لوگوں نے اپنی حسب عادت اس کے سامنے اپنی پیشانیاں رکھ دیں اور سب سجدے میں گر پڑے۔ جب یہ لوگ اسے سجدہ کر چکے تو حضرت صالحؑ کے ولی نے اس مچھلی کو حکم دیا کہ وہ خدا کے نام پر میرے پاس آجائے، وہ فوراً اُن مچھلیوں کی پشت سے اتر کر ولی صالحؑ کے پاس پہنچی۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ واپس جا کر چاروں مچھلیوں کی پشت پر سوار ہو جا۔ چنانچہ وہ واپس گئی۔ اور چاروں مچھلیوں کی پشت پر سوار ہو گئی۔ آپ نے پھر حکم دیا کہ ان مچھلیوں کی پشت پر سواری کی حالت میں میرے پاس پھر واپس آ۔ چنانچہ وہ دوبارہ واپس آئی، پھر آپ نے حکم دیا اور سب مچھلیاں داخل دریا ہو گئیں۔ ”اصحاب رس“ ان تمام واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے لیکن حضرت صالحؑ کے ولی کی بات ماننے پر آمادہ نہ ہوئے۔ بالآخر خداوند عالم نے ایک نہایت تند و تیز ہوا بھیجی جس نے ان سب کو دریا کے کنارے سے اڑا کر دریا بُرد کر دیا۔

ان کے تباہ ہو جانے کے بعد خداوند عالم نے ولی صالحؑ کی طرف وحی کی کہ ان کا جو کھواں ہے جسے ”رس“ کہتے ہیں اس میں کافی زور و جواہر ہیں۔ انھیں برآمد کر کے اپنے ایمان داروں میں برابر براہ تقسیم کر دو۔ چنانچہ انھوں نے تعمیل حکم باری کر دی۔ علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ راہ مکہ میں ایک

کنواں موجود ہے جو "رکس" کے نام سے مشہور ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ وہی کنواں ہو۔
 (حیات القلوب جلد ۱ ص ۸۲) الغرض حضرت صالحؑ جو قوم ثمود کی سرکشی سے عاجز و پریشان
 تھے، جب ان کے نائب قتل کئے گئے تو انھیں بڑا صدمہ پہنچا اور انھوں نے عزم بالجبرم
 کر لیا کہ اب تبلیغ کا نتیجہ ضرور برآمد کیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے قوم ثمود سے کہا کہ میں تم سے
 عاجز آچکا ہوں اور اب تبلیغ کا آخری فیصلہ چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ اگر آپ اپنی
 تبلیغ پر مصر ہیں۔ تو روزِ عید ہماری عید گاہ میں آئیے۔ اور یہیں اپنی نبوت سے مطمئن کیجئے۔
 حضرت صلحؑ نے دریافت فرمایا کہ تمھارے مطمئن کرنے کا کیا طریقہ ہے اور تم کس طرح مطمئن ہو سکو گے
 انھوں نے کہا معجزہ چاہتے ہیں۔ لیکن اس طرح نہیں کہ تم ہمیں تنہا معجزہ دکھا دو، بلکہ اس کی صورت
 یہ ہے کہ ہماری عید گاہ میں آ جاؤ اور اعیان و اشراف کے سامنے بات چیت کرو حضرت
 صالحؑ نے منظور فرمایا۔ پھر نبی عید کا دن آیا اور سب جمع ہوئے اور حضرت صالحؑ بھی وہاں
 پہنچ گئے تو ان لوگوں نے اپنے نبیوں کے سامنے پُر خلوص سجدے کئے اور دستِ نیاز اٹھا کر
 دعائیں کیں اور اظہارِ عقیدت کے لیے خوب روئے پیٹے۔

قوم ثمود کا حضرت صالحؑ سے معجزہ طلب کرنا

پھر روایت طبری حضرت صالحؑ کی طرف ان کا سرا
 جندع بن عمرو بن جواس "متوَجِّر ہو کر لولا" اے صالح
 تم ہم میں پیدا ہوئے ہم میں پلے، بڑھے تمھیں کیا
 ہو گیا ہے کہ تم ہمیں ہلکی ہلکی باتیں کرتے ہو۔ سُنو اجب
 تم بچے تھے اور بُت پرستی نہیں کرتے تھے تو ہم سمجھتے تھے کہ ابھی بچپنا ہے، جب بڑے ہو گے
 اور عقل پختہ ہو گئی تو ہمارے ساتھ ہو کر بُت پرستی کرو گے۔ لیکن اب جبکہ بڑے ہو گئے تو ہماری
 توقع کے خلاف الٹی سیدھی باتیں کرتے ہو حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ میں الٹی سیدھی نہیں بلکہ
 صرف سیدھی باتیں کرتا ہوں، میں یہی تو کہتا ہوں کہ اس خدا کے سامنے سرِ نیاز جھکاؤ جس نے
 تمھیں پیدا کیا ہے وہ واحد و یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، تم بُت پرستی چھوڑ دو، یہ
 گمراہی ہے۔ یہ سن کر جندع بن عمرو نے اپنے بھتیجیوں کے سامنے سے مشورے کے بعد کہا کہ
 "اے صالح اگر تم اس بہت بڑے پتھر سے جس کا نام "کاتبہ" ہے۔ ایسی اونٹنی
 پیدا کرو جو سرخ رنگ کی ہو اور اس کی پیشانی سیاہ ہو، بدن پر بڑے بڑے
 بال ہوں، دس ماہ کی گاجھن ہو اور کم از کم ایک میل لمبی ہو، اور یہ کہ پیدا ہوتے
 ہی پچھ دسے اور اس میں اتنا دودھ ہو کہ تم سب اس سے سیر ہو سکیں اور اس سے
 جو پچھ پیدا ہو وہ بالکل مال جیسا ہو تو "صدقناک و امنا بک" ہم تمھاری تصدیق

کریں گے اور تم پر ایمان لائیں گے اور اگر تم ہماری یہ بشرط پوری نہ کر سکو، تو ہم تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔

بطن کوہ سے ناقہ صالح کی تولید

یہ سن کر حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اچھا، اچھی طرح وعدہ کرو کہ اگر تمہارے کہنے کے مطابق

اونٹنی پیدا ہوگئی تو تم ضرور ایمان لاؤ گے۔ اگر یہ قوم نے جو بات کہی ہے، ہمارے لیے بہت دشوار ہے لیکن ہمارے خدا کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم جو وعدہ کر رہے ہیں وہ اہل ہے اس کے بعد حضرت صالحؑ نے بارگاہِ خداوندی میں تولیدِ ناقہ کی درخواست کی اور کہا میرے پالنے والے ان لوگوں کا مطالبہ تو سن رہا ہے اور یہ بھی دیکھ رہا ہے کہ اخراجِ ناقہ کے بعد ایمان لانے کا وعدہ کر رہے ہیں۔ لہذا گزارشیں یہ ہے کہ پہاڑ کے بطن سے ناقہ کی تولید کا حکم فرما دے۔ صالحؑ کی دعا اور درخواست کے الفاظ ابھی تمام نہ ہوئے تھے کہ ایک مرتبہ پہاڑ میں تھر تھری پیدا ہوئی اور اس طرح کی آواز پوری شدت کے ساتھ برآمد ہوئی جس طرح دردِ زہ کے وقت عورت چیختی ہے۔ اس کے ”معاً بعد“ پتھر زگافہ رٹوا اور اونٹنی کا سر باہر نکل آیا۔ ابھی رلور منہ ہی باہر نکلا تھا کہ اُس اونٹنی نے آواز لگائی اور سارا جسم باہر نکل آیا، یہ اونٹنی بطن کوہ سے نکلنے کے فوراً بعد گھاس چرنے لگی، اور لوگ جو اپنی آنکھوں سے اس عجیب و غریب واقعہ کو دیکھ رہے تھے بہشت حیران ہوئے، اس کے بعد انھوں نے کہا کہ اسے صالحؑ اب اس کے بطن میں جو دسٹل ماہ کا بچہ ہے، اُسے بھی پیدا ہونا چاہیے۔ حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ وہ بھی اچھی اچھی پیدا ہو جائے گا چنانچہ وہ اسی وقت اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہو گیا اور پیدا ہوتے ہی اپنی ماں کے گرد گھومنے لگا پھر دونوں اپنی اپنی غذا حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے یہ دیکھ کر جندع بن عمر مومن ہو گیا اور اس کے ساتھ ستر میں سے پانچ اور ایمان لائے تجلی کے بیان کے مطابق اس مجملہ کو دیکھنے کے بعد تقریباً تمام قوم ثمود کے نمائندے ایمان لانے پر آمادہ ہو گئے تھے لیکن ذواب بن عمرو بن لبید، ارباب بن صموئیل و جناب نے مزاحمت کی۔ اور کہا کہ اے قوم ثمود ہم عابدِ اصنام ہیں اور تمہاری قوم کے نمائندے ہیں۔ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ یہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ ایک جادو ہے جو صالحؑ نے کیا ہے۔ ان لوگوں کے اس قسم کے بیانات سے قوم صالحؑ ایمان لانے سے معذور رہی ایک روایت میں ہے کہ جندع بن عمر کا چچا زاد بھائی شہاب بن خلیفہ ایمان لانے پر آمادہ تھا۔ مگر اس کو بھی اسی گمراہ گروہ نے روک دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ چچہ جو ایمان لائے تھے۔ ان میں سے بھی ایک مُرند ہو گیا تھا۔

قوم نمود اور ناقہ صالح میں آب چاہ کی تقسیم

ناقہ صالح کی لمبان ایک میل اور چوڑائی ایک سو بیس انچ تھی کسانوں کا بیان ہے کہ ناقہ صالح کی لمبان اور چوڑائی دونوں سو سو گز تھی اور اس کے پاؤں ڈیڑھ ڈیڑھ سو گز اونچے تھے۔ اس سے قوم نمود کے تمام جانور ڈرتے تھے

وہ جب کنوئیں پر پانی پینے کے لیے آتی تو سارا پانی پی جاتی۔ اس لیے لوگوں کو زحمت ہوتی، لہذا فیصلہ یہ ہوا کہ ایک دن کنوئیں سے یہ آدمی پانی پئے گی۔ اور ایک دن وہ لوگ انسان اور حیوان پئیں گے جو اس سرزمین پر آباد ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ بروایت تیس سال اور بروایت چار سو سال کی مدت گزر گئی۔ مورخین کا کہنا ہے کہ یہ ناقہ جب اس کنوئیں پر آتا تھا جو ایک روایت کی بنا پر ۲۰ قامت انسان کی گہرائی تھا اور ایک روایت کی بنا پر عقل عقلمندی کی طرح گہرا تھا یعنی بے انتہا گہرا تھا تو اس کا پانی منہ تک بھر جاتا تھا اور یہ ناقہ سارا کا سارا پی لیتا تھا پھر وہ جتنا پانی پیتا تھا۔ اتنا ہی دودھ دیا کرتا تھا جس سے قوم نمود کے ساتوں قبیلے سیراب ہوا کرتے تھے اور اس سے مکھن نکالتے تھے اور مختلف قسم کی تجارتیں کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے بالوں سے دوسرے ممالک میں خرید و فروخت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تو سگر ہو گئے اور کافی مال و دولت اسی ناقہ کے ذریعہ سے فراہم کر لیا۔

ناقہ صالح کو پئے کرنے کا پروگرام

تواریخ سے ایسا واضح ہوتا ہے کہ ناقہ صالح کے متعلق قوم نمود میں دو قسم کے خیال والے لوگ پیدا ہو گئے تھے۔ ایک وہ لوگ تھے جن کا شمار عوام میں تھا اور وہ اس ناقہ سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی سنوار رہے تھے اور ایک وہ لوگ تھے جو اس علاقہ میں پہلے سے برسرِ اقتدار تھے اور مال و دولت کی فراوانی انھیں ناقہ صالح سے فائدہ اٹھانے کی طرف متوجہ نہ ہونے دیتی تھی۔ اور وہ اس کے وجود کو برداشت کرنے کو تیار نہ تھے، انھیں یہ خیال تھا کہ ناقہ صالح سے جو فائدہ عوام حاصل کر رہے ہیں انھیں فوائد کی وجہ سے وہ ہمارے اقتدار کو اس طرح تسلیم نہیں کرتے جس طرح کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ برسرِ اقتدار طبقہ کو ایک پریشانی یہ بھی تھی کہ ناقہ صالح کی وجہ سے ان کے تمام جانور ان آبادی سے جنگل کی طرف بھاگنے کی سعی کرتے تھے کیونکہ وہ سب اس سے خوف کھاتے تھے، اور ایسا بھی ہوا کہ بہت سے جانور ڈر کے مارے مر گئے۔

مورخین کا بیان ہے کہ اس علاقہ میں ایک عورت برسرِ اقتدار تھی جس کا نام غنیزہ بنت غنم بن مخلدہ تھا اور جس کی کنیت ام غنم تھی۔ یہ عورت بنی عبید بن المہمل سے تعلق رکھتی تھی، اور زوجہ ذواب بن عمر تھی، یہ خود بوڑھی تھی۔ لیکن کئی لڑکیاں تھیں جو حسن و جمال میں مشہور تھیں اور اس

کے ایک سہیلی تھی جس کا نام بروایت ثعلبی "صدوق بنت الحمیان مہر" تھا، سہیلی اپنے خالہ کے بیٹے "صنیع بن ہرول بن سعد بن غطریف بن ہلال سے بیاہی تھی۔ اس کا شوہر مسلمان ہو چکا تھا اور وہ اپنی بیوی کا سارا مال نو مسلموں پر خرچ کیا کرتا تھا۔ جب صدوق کو یہ معلوم ہوا کہ یہ مسلمان ہو گیا ہے تو اس نے اس سے کہا کہ تو ہمارا مال مسلمانوں پر خرچ نہ کر اس نے کہا میں باقاعدہ مسلمان ہو گیا ہوں اور برابر مال خرچ کروں گا، میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو بھی مسلمان ہو جا۔ اس نے انکار کیا اور ساتھ ہی ساتھ برسرِ پیکار ہو گئی اور آخر الامر اس کے سب بچوں کو اپنے قبیلہ کے لوگوں میں چھپا آئی۔ جب اس کے شوہر نے بہت زور دیا اور اپنے بچے مانگے تو اس نے کہا کہ جب تک میں اپنے بنی اعمام سے ثالثی نہ کر لوں کبھی نہ ڈول گی۔ شوہر نے کہا بہتر ہے میں اس پر راضی ہوں۔ پھر جب اس عورت صدوق کو معلوم ہوا کہ بنی اعمام یعنی میرے چچا زاد بھائی سب ہی مسلمان ہو چکے ہیں تو اس نے محاکمہ سے انکار کر دیا لیکن جب اس کے بنی اعمام نے خود اس سے کہا کہ خبر اسی میں ہے کہ اس کے بچوں کو دے دو۔ ورنہ بڑا انجام بھگتو گی تو اس نے مجبوراً اپنے شوہر کے حوالے کر دیے پھر ان دونوں عورتوں غنیزہ اور صدوق میں قتل ناقہ صالح پر اتفاق ہو گیا۔

اسی دوران میں حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کو باخبر کیا کہ اسی مہینہ میں جس میں ہم خبر کر رہے ہیں ایک شخص پیدا ہوگا جو "ناقہ" کو پئے کرے گا۔ اس خبر سے عوام بہت پریشان ہوئے کیونکہ صالحؑ نے اس کے انجام میں نزول عذاب کا بھی حوالہ دیا تھا، ان لوگوں کو ایک توبہ پریشانی تھی کہ جب ناقہ پئے کر دیا جائے گا تو ہمارے فائدے جو اس سے ہوتے ہیں ختم ہو جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ عذاب نازل ہوگا۔ بنا بریل ان سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ اس مہینہ میں جو بچہ بھی پیدا ہو اسے قتل کر دینا چاہیے تاکہ "ناقہ پئے نہ ہو سکے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ۹ بچے قتل کئے لیکن جب دسواں بچہ پیدا ہوا تو اس کا باپ سالف اور ماں قدیرہ فیصلہ سے باغی ہو کر کہنے لگے کہ ہمارے کوئی اولاد اب تک نہیں ہوئی تھی، ہم تو اپنے بچوں کو قتل نہ کریں گے چنانچہ انھوں نے اسے بچالیا۔ عرائس ثعلبی ص ۳۱ میں ہے کہ وہ لڑکا جو پیدا ہوا تھا سالف کے نطفہ سے نہ تھا۔ بلکہ زنا زادہ تھا اور ایک شخص صفوان نامی سے پیدا ہوا تھا۔

غرضیکہ سالف اور قدیرہ نے اس بچے کا نام "قدار" رکھا اور وہ اس کی پرورش کرنے لگے یہاں تک کہ بروایت طبری جب اسکی عمر میں سال کی ہوئی تو وہ تیر اندازی میں بہت بالکمال ہو گیا۔ اور اسکے دل میں عقرب ناقہ کا خیال پیدا ہوا، اس نے اس خیال کو پروان چڑھانے کے لیے سب سے پہلے ان لوگوں کو ہمہنوا بنایا جو عقرب ناقہ سے بچاؤ کے لیے قوم کے فیصلہ کے مطابق اپنی ۹ اولادیں

قتل کراچکے تھے، پھر وہ دیگر لوگوں کو ہمنوا بنانے کی سعی کرتے لگا۔ یہاں تک کہ اس کا رابطہ ہاں کی بادشاہ غنیزہ نامی عورت سے پیدا ہو گیا۔ جس کا نام بروایت مجلسی "ملکا" تھا، قدردہاں آنے جانے لگا۔ غنیزہ کے دل میں قتل ناقہ کے جذبات پرورش پائی رہے تھے کہ اسے ایک مضبوط ہمنوا قرار مل گیا جس سے اس نے یہ سمجھ لیا کہ اب کامیابی آسانی سے حاصل ہو جائے گی۔ بروایت حیات القلوب قدرا کا ایک دوست تھا جس کا نام مصدع تھا۔ یہ دونوں ایک ایک عورت پر عاشق تھے۔ قدرا کی معشوقہ کا نام "قطام" اور مصدع کی معشوقہ کا نام "اقبال" تھا۔ یہ چاروں ہر شب ایک مقام پر جمع ہو کر شراب پیتے تھے اور باہمی داد عیش دیا کرتے تھے۔ بروایت علامہ جزائری قدرا رستہ قد تھا، آنکھیں اس کی بھوری تھیں اور رنگ سُرخ تھا۔ غنیزہ نے قطام اور اقبال کو بلا کر ان سے کہا کہ تم لوگ ہمارا ایک ضروری کام کرو۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ "ناقہ صاَح کو قتل کرنا ہے۔" انھوں نے پوچھا کہ اس کی ترکیب کیا ہے۔ اس نے کہا کہ آج رات کو جب قدرا اور مصدع تمہارے پاس آئیں تو تم ان سے کہو کہ تم تمہیں اس وقت تک ہاتھ نہ لگانے دیں گے جب تک تم "ناقہ صاَح" کو پے نہ کرو، انھوں نے کہا بہتر ہے۔

چنانچہ بروایت عجائب نقص جب رات آئی اور ان دونوں عورتوں کے پاس قدرا اور مصدع آئے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ میں پانی کی سخت تکلیف ہے۔ اگر کوئی مہمان آجائے تو ہم اسے پانی بھی نہیں دے سکتے کیونکہ آج ناقہ صاَح کے پانی پینے کا دن تھا ہمیں ایک قطرہ بھی نصیب نہیں ہو سکا۔ دوسری نے کہا کہ کاش کوئی مرد موتا جو اسے قتل کر کے ساری قوم کا دل ٹھنڈا کر دیتا۔

یہ سن کر وہ دونوں بولے کہ یہ کونسی بڑی بات ہے تم اسے قتل کئے دیتے ہیں چنانچہ دونوں باہر نکل آئے اور اپنے ہمنوا تلاش کرنے لگے، ان لوگوں کی سب سے پہلے جس سے ملاقات ہوئی وہ "ہیات بن مبلغ" تھا جو قدرا کا مامل تھا۔ اس کے بعد انھیں "دعوم بن غنم بن داعو" ملا جو مصدع کا بھائی تھا، ان لوگوں نے ان دونوں کو اپنا ہمنوا بنالیا، پھر پانچ آدمی اور تلاش کر لے۔ "فاجتمعوا علی عقرا ناقہ پھر ان لوگوں نے عقرا ناقہ پر اجماع کر لیا۔

عقرا ناقہ صاَح | ادھر عقرا ناقہ کے لیے یہ سات آدمی تیار ہوئے۔ ادھر قدرا کے تیار کئے ہوئے وہ ۹ آدمی جن کے لڑکے قتل کئے جا چکے تھے۔ وہ جو حضرت صاَح کو قتل کرنے کا عزم کر کے اس پر عمل کرنے کی سعی بلیغ کر رہے تھے۔ طبری میں ہے کہ یہ نو کے نو حضرت صاَح کو قتل کرنے کا پروگرام بنا کر اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلے اور جا کر

ایک پہاڑ کے کھوہ میں بھڑ گئے، ارادہ یہ تھا کہ جب حضرت صالحؑ اپنی مسجد سے برآمد ہونگے تو انھیں اسی وقت قتل کر دیں گے، ابھی وہ اس پہاڑ سے نکلنے نہ پائے تھے کہ جبریلؑ نے اس پہاڑ کے بالائی حصہ کو ان پر گرا کر واصل جہنم کر دیا۔

جب ان لوگوں کی داستان آبادی میں پہنچی تو عوام میں حضرت صالحؑ کے خلاف غلط جذبات برافروختہ ہو گئے اور ان کی بڑی تعداد حضرت صالحؑ کے پاس آ کر کہنے لگی کہ آپ کی وجہ سے پہلے ان لوگوں کے بچے ذبح کئے گئے تھے۔ اب آپ نے انھیں مرادیا ہے۔ اے صالحؑ سنا اب ہم ناقہ کو نہیں جانتے ہم تو اسے قتل کر کے ہی دم لیں گے حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ قتل کرو گے تو عذاب میں مبتلا ہو گے۔ الغرض تقریباً تمام فضا ناقہ صالحؑ کے خلاف ہو گئی۔

”فاجمعوا علی عقرب الناقة“ پھر سب نے ناقہ کو پتے کرنے پر اجماع کر لیا۔ (تعلبی ص ۲۱) قدار اور مصدع نے فضا کے ملک کو سازگار پاکر ناقہ کو تاک لیا، وہ اس راہ میں جا کر چھپ گئے جس طرف سے ناقہ صالحؑ پانی پینے کے لئے جاتا تھا۔ وہ جب اُدھر سے گزرا تو ان لوگوں نے حملہ کیا لیکن ناقہ کے رد عمل کی وجہ سے وہ لوگ بھاگ گئے پھر جب وہ پانی میں مشغول ہوا تو اس پر حملہ کر دیا، پہلے ایک پاؤں پر نیزہ مارا پھر تلوار چلائی، پھر دوسرے پر نیزہ تلوار ماری جس سے وہ غمہ کے بل گر گیا، پھر تمام علاقہ والے اس پر بھٹ پڑے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کا گوشت آپس میں تقسیم کر لیا۔ بروایت تعلبی جس وقت قدار اور مصدع ناقہ پر حملے کر رہے تھے۔ غنیمہ نے اپنی حسین ترین لڑکیوں کو رو بہ ہنہ ان کے سامنے کر دیا تھا اور وہ ان لوگوں کو برابر قتل ناقہ پر ابھار رہی تھیں۔

حضرت صالحؑ کی اونیٹنی جب قتل کر دی گئی تو اس کا بچہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ جب حضرت صالحؑ کو اطلاع ملی تو وہ پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ بچے نے جو نبی حضرت صالحؑ کو دیکھا تو وہ آنسوؤں سے رونے لگا اور تین مرتبہ ماں کا حوالہ دے کر جو نبی حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ قوم نابکار، ناقہ کا بچہ تین مرتبہ چیخا ہے۔ اب تین ہی دن کی تمھیں مہلت ہے تین دن کے بعد تم پر عذاب کا نزول شروع ہو جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ عذاب کے حوالے سے وہ لوگ ڈر گئے جو ایمان لائے تھے کیونکہ گیسوں کے ساتھ گھٹن بھی لیتا ہے، کہنے لگے اے نبی خدا آپ دُعا فرمائیں کہ عذاب کا نزول نہ ہو حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اگر اونیٹنی کا بچہ تم میں رہ گیا تو شاید اس کی برکت سے عذاب کا نزول ٹک جائے۔ لیکن حالات کچھ ایسے پیدا ہوئے کہ بچہ ناقہ ان میں واپس نہ آ سکا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ پہاڑ پر گیا اور پہاڑ آسمان تک بلند ہو گیا اور پھر واپس نہ آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس پہاڑ کے شکاف سے اس کی ماں پیدا

ہوئی تھی یہ اسی میں جا کر غائب ہو گیا۔ لیکن امام ثعلبی اور علامہ علی بن ابراہیم قمی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے ماں کو قتل کرنے کے بعد اس کے بچے کو بھی قتل کر ڈالا۔ اس ثعلبی ص ۲۲ میں ہے کہ انھیں ۹ افراد میں سے جنھوں نے اونی کو پئے لیا تھا، چار افراد جن میں مصدع اور اس کا بھائی ذواب شامل تھے اُس بچے کو بھی قتل کر ڈالا۔ ”فرمایا مصدع بسلمہ فانظم قلبہ“ مصدع نے ایک ایسا تیر مارا جو اُس کے دل میں پیوست ہو گیا وہ گرا اُسے گھسیٹ کر ماں کے گوشت کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر لیا۔ اس کے بعد حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم لوگوں نے خدا کی مخالفت میں حد کر دی ہے۔ لہذا اب عذاب کے لیے تیار ہو جاؤ بغیر مدارک التنزیل میں ہے کہ عقرب ناقہ چہار شنبہ کو ہوا تھا۔

حضرت صالحؑ کو قتل کرنے کی کوشش | حضرت صالحؑ نے جب ان لوگوں کو عذاب سے ڈرایا تو انھوں نے کہا کہ

یہ سب غلط ہے۔ کوئی عذاب و ذاب آنے والا نہیں ہے حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ میں سچ کہتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ اگر سچ کہتے ہو تو اس کی علامت بتاؤ۔ انھوں نے فرمایا کہ اس کی علامت یہ ہے کہ ایک دن تمھارے چہرے زرد ہوں گے۔ پھر دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے پھر تیسرے دن سیاہ ہوں گے، اس کے بعد عذاب نازل ہوگا۔

وہ نو افراد جو نائے کو پئے کر چکے تھے۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ صالحؑ کو بھی قتل کر ڈالا جائے تاکہ قضیہ ہی ختم ہو جائے۔ چنانچہ یہ لوگ ایک پہاڑ میں جا کر چھپ بیٹھے۔ ان کا خیال تھا کہ جب صالحؑ ادھر سے گزریں گے، تو ان کو اسی جگہ قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن خداوندِ عالم نے ان پر پتھر گرا دیا اور سب مر گئے۔

ان لوگوں کے مرنے کی اطلاع جب قوم کے دیگر افراد کو ملی تو یہ سب جمع ہو کر ”مسجد صالح“ پہنچے اور اسے گھیر لیا اور فیصلہ کر لیا کہ آج صالحؑ کو ضرور قتل کر ڈالیں گے۔ لیکن ان میں جو ایمان دار تھے۔ ان سے کہنے لگے کہ حضرت صالحؑ نے جب تین روز کے بعد توفل کا حوالہ دیا ہے تو بہتر یہ ہے کہ تین دن انتظار کرو۔ پھر جب عذاب کے آثار نمایاں ہوں گے تب تم کو خود باز رہنا ہوگا۔ کیونکہ ان کے قتل سے عذاب میں اور شدت پیدا ہو جائے گی اور اگر آثار عذاب نمایاں نہ ہوں اور ان کا کذب ظاہر ہو جائے تو بیشک جو چاہنا کرنا۔ ان لوگوں کی یہ بات مان لی گئی اور حضرت صالحؑ کا قتل ترک گیا۔

یہ لوگ قتل صالحؑ سے عارضی طور پر دست کشیدہ ہونے کے بعد اپنے اپنے گھر واپس آ گئے اور بڑی بے حسینی کے ساتھ رات گزار کر صبح کی منزل میں داخل ہوئے تو ان کے منہ بالکل زرد ہو گئے

تھے۔ انہوں نے پھر آپس میں فیصلہ کیا کہ نزول عذاب کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں۔ اب ہم کو چاہیے کہ صالح کو قتل کر ڈالیں عذاب تو نازل ہوئے ہی گا چنانچہ یہ لوگ پھر حضرت صالح کے تعاقب میں نکلے حضرت صالح کو جب ان کے عزائم معلوم ہوئے تو وہ اپنی مسجد سے نکل کر ایک بُت پرست "الوہب نفیل" کے مکان میں پناہ گزیں ہوئے، اس نے کافر ہونے کے باوجود ان کی آؤ بھگت کی اور انہیں پناہ دے دی جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ صالح نفیل کے ہاں ہیں تو یہ لوگ وہاں پہنچے، مگر اس نے ان کی حمایت نہ کی اور حضرت صالح کو ان کی دسترس سے بچایا پھر دوسرے دن ان لوگوں کے چہرے مرنخ ہو گئے جس سے یہ لوگ بہت گھبرائے اور رونے پینٹنے لگے، پھر تیسرے دن ان کے نحس چہرے بالکل سیاہ ہو گئے۔

حضرت صالح کی ہجرت اور نزول عذاب

صالح اپنے ایمانداروں کو ہمراہ لے کر شام فلسطین کی طرف چلے گئے اور وہیں مقیم رہے تفسیر جلالین میں ہے کہ ایمانداروں کی تعداد چار ہزار تھی۔

حضرت صالح کے چلے جانے کے بعد عذاب نازل ہوا، یعنی ایک ایسی آواز آسمان سے آئی کہ اس نے ان لوگوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور یہ سب کے سب مر گئے بعض روایات میں ہے کہ پنجشنبہ کو ان کے چہرے زرد اور جمعہ کو سرخ اور مغفہ کو سیاہ ہوئے تھے اور یکشنبہ کو زلزلہ آیا تھا اور آسمان سے آواز آئی تھی۔ بالآخر سب مر گئے تھے پھر آسمان سے آگ برسی تھی۔ اور سب کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ قوم ثمود پر نزول عذاب چہار شنبہ کو ہوا تھا۔ انہا الزمان سعودی میں ہے کہ نزول عذاب کے بعد ایک عورت کے سوا جس کا نام ذریعہ تھا اس مقام پر کوئی نہیں بچا، یہ عورت مفلوج تھی عذاب کے بعد صحت مند ہو گئی اور وہاں سے بھاگ کر "دادی القرئی" پہنچی جو حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے اور وہاں کے لوگوں سے سارا واقعہ بیان کیا، جب سب کچھ بیان کر چکی تو اُس نے پانی مانگا اور پانی پیتے ہی مر گئی۔ روضۃ الصفا۔ طبری اور ثعلبی میں ہے کہ اسی قبیلہ کا ایک شخص "ابورغال" مکہ معظمہ میں تھا۔ جب تک وہاں رہا زندہ رہا اور جب وہاں سے نکلا تو مر گیا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کا بیان ہے کہ غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے آنحضرت محبوب دادی سے گزرے تھے تو فرمایا تھا کہ اس مقام سے جلدی نکل چلو، ایک روایت میں ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے اسی سفر میں ابورغال کی قبر کی بھی نشان دہی فرمائی تھی۔

حضرت صالح مکہ معظمہ میں

واقفہ قوم ثمود کے بعد حضرت صالحؑ پر ابراہیم جلیلین کے تحت وہاں جایا کرتے تھے۔ پھر آخر میں مکہ معظمہ کو اپنا مستقل مسکن قرار دے لیا تھا اور جس طرح اکثر انبیاء وہیں مقیم رہے۔ یہ بھی قیام پذیر ہے۔

حضرت صالح کی عمر

حضرت صالحؑ کی عمر میں اختلاف ہے۔ کوئی ۵۸ سال کوئی ۸۵ سال، کوئی ۱۸۰ سال کوئی ۲۰۰ سال، کوئی ۲۵۸ سال، کوئی ۲۶۰ سال اور کوئی دو سو اسی سال کہتا ہے، میرے نزدیک قول اخیر صحیح ہے۔

اور اُن کا مدفن

اسی طرح آپ کے مدفن میں بھی اختلاف ہے۔ عام تو یحییٰ کا خیال ہے کہ آپ کا انتقال مکہ معظمہ میں ہوا ہے اور آپ وہیں رکن و مقام کے درمیان دفن کئے گئے ہیں لیکن آمد اہل بیت علیہم السلام کی معتبر روایات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی قبر نجف اشرف (عراق) میں ہے۔ بروایت حضرت علیؑ علیہ السلام نے بھی اپنی آفری وصیت میں حضرت امام حسن علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ مجھے حضرت یحییٰ اور صالحؑ کی قبر کے نزدیک اُس قبر میں دفن کرنا جو حضرت نوحؑ کی بنائی ہوئی ہے۔

حضرت صالحؑ اور حضرت علیؑ

مکتب احادیث و تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صالحؑ علیہ السلام اور حضرت علیؑ علیہ السلام کے حالات بہت زیادہ ملتے جلتے ہیں۔ احادیث فضائل میں بھی ان دونوں

کے واقعات میں توافقی

کا تذکرہ اکثر مقامات پر ایک ہی سلسلہ میں ملتا ہے مثلاً اُمّ لوط حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے علیؑ گزشتہ لوگوں میں شفیق ترین مردم کون ہے؟ حضرت علیؑ نے عرض کی: "ناقرہ صالحؑ کو پئے کرنے والا۔ پھر آپ نے پوچھا۔ اب سے آئندہ لوگوں میں شفیق ترین کون ہوگا؟ عرض کی خدا اور اُس کے رسولؐ کو بہتر علم ہے، فرمایا وہ وہ ہے جو میرے سر پر ضربت لگائے گا۔ اور تیری ڈاڑھی کو سر کے غلّے سے ترک کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت رسول کریمؐ حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر تشریف لائے اور سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے گروہ انصار۔ اے گروہ فرزندان بنی ہاشم۔ اے گروہ فرزندان عبدالمطلب، سنو! میں رسول خداؐ ہوں۔ میری پیدائش طینت رحمت باری سے ہوئی ہے اور میرے ساتھ میرے اہل بیت، علیؑ وغیرہ اور حمزہؑ جو جعفر بھی پیدا ہوئے ہیں۔ یہ سن کر ایک صحابی بولا کہ اے حضرت یہ لوگ بھی قیامت میں آپ کے ساتھ سوار ہو کر عرصہ محشر میں نکلیں گے حضرت نے فرمایا کہ سن قیامت میں چار افراد سوادی پر ہوں گے (۱) میں براق پر سوار ہوں گا۔ (۲) فاطمہؑ میرے ناقدہ غضبناک پر سوار ہوں گی (۳)

برادرِ صالح اس نافر پر سوار ہوں گے جو ان کے عہد میں خدا کی نشانی تھا اور بے کردیا گیا تھا۔
 (۲) برادرِ علی بن ابی طالب اس نافر پر سوار ہوں گے جو خصوصی طور پر ان کے لئے جنت سے لایا جائے گا۔ جس کی مہار یا قوت کی ہوگی۔ وہ جنت کے حلقہ سبز سے آراستہ ہوں گے اور جنت و دوزخ کے درمیان بیٹھ کر احکام صادر کریں گے) یہ وہ وقت ہوگا جب لوگ اپنی گردن تک اپنے پیسینوں میں غرق ہوں گے۔ لوگ علی کی شان دیکھ کر کہیں گے کہ یہ تو نبی مرسل یا ملک مقرب معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت نقیبِ خداوندی منادی کرے گا کہ یہ نہ ملک مقرب ہے اور نہ نبی مرسل ہے۔ بلکہ حضرت رسولِ خداؐ کے دنیا و آخرت میں بھائی ہیں۔ ان کا نام علی بن ابی طالب ہے (حیات القلوب جلد ۱ ص ۸۴) ان روایات سے حضرت صالح اور حضرت علیؑ میں علائقہ کا پتہ چلتا ہے۔ مزید ملاحظہ ہو۔

(۱) نافر صالح خدا کی ایک نشانی تھا۔ حضرت علیؑ بھی آیت اللہ تھے جیسا کہ خود آپ کا ارشاد ہے انا آیتہ اللہ (۲) نافر صالح پتھر سے پیدا ہوا تھا۔ حضرت علیؑ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے جو پتھر کا بنا ہوا ہے (۳) نافر صالح کے دودھ سے لوگ سیر و سیراب ہوتے تھے حضرت علیؑ کے چشمہٴ علم سے تمام لوگ سیراب ہوا کرتے تھے (۴) نافر صالح کو پے کیا گیا حضرت علیؑ کو شہید کیا گیا۔ (۵) نافر صالح کو پے کرنے والا "قدار" زنا زادہ تھا۔ حضرت علیؑ کو شہید کرنے والا ابنِ محجم زنا زادہ تھا (۶) "قدار" پستہ قد، طوطا چشم تھا۔ حضرت علیؑ کو شہید کرنے والا عبد الرحمن بن ابی اسفہان تھا (۷) نافر صالح کو پے کرنا والا ابنِ زبان رسولِ بدترین خلائق تھا۔ حضرت علیؑ کو شہید کرنا والا ابنِ زبان رسولِ بدترین خلائق تھا (۸) نافر صالح کو قسام نامی عورت کے ذریعہ سے پے کیا گیا حضرت علیؑ کو قسام نامی عورت کے ذریعہ سے شہید کیا گیا (۹) نافر صالح کو پے کرنا والا "قدار" معشوقہٴ قسام تھی حضرت علیؑ کو شہید کرنا والا ابنِ محجم کی معشوقہ کا نام بھی قسام تھا (۱۰) حضرت صالح کے نافے کے بعد اس کا بچہ بھی قتل کیا گیا۔ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد ان کے بچے محسن امام حسینؑ شہید کئے گئے (۱۱) نافے کے لئے کئے جانے کے بعد عذاب نازل ہوا، حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد ظہور حضرت قائم آلِ محمد و مہمنوں کیلئے عذاب ہوگا (۱۲) حضرت صالح کی قبر نجف اشرف عراق میں ہے حضرت علیؑ کی قبر نجف اشرف عراق میں ہے (۱۳) حضرت صالح حشر کے دن اپنے عہد کے لئے شدہ نافر پر سوار ہونگے حضرت علیؑ نافر جنت پر سوار ہو کر برآمد ہونگے (۱۴) حضرت صالح کا نافر بادشاہ وقت (غینزہ) کی سازش سے پے کیا گیا حضرت علیؑ بادشاہ وقت (ایمر معاویہ) کی سازش سے شہید کئے گئے۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی عرض ہے کہ حضرت امام حسنؑ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ وہ کونسی ایسی مخلوق ہے جو باطنی مادہ

حضرت امام حسنؑ سے ایک سوال

سے نہیں پیدا ہوئی۔ آپ نے فرمایا وہ سات ہیں (۱) حضرت آدمؑ (۲) حضرت نوحؑ (۳) نافر صالح (۴) گو سفند ابراہیم (۵) مار بہشت (۶) کلاغ (کوا) ہابیل و قابیل (۷) شیطان (حیات القلوب جلد ۱ ص ۸۴)

باب ۱۳

حضرت ابراہیم علیہ السلام

مؤرخین کا بیان ہے کہ عہد حضرت نوحؑ وصال کے عرصہ دراز کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی نبوت کا آغاز ہوا حضرت ابراہیمؑ پر روایت روضۃ الصفا بمقام کوٹنا پیدا ہوئے جو فوجی کوفہ میں ایک گاؤں ہے اور روایت تعلبی بابل کے ایک قریہ میں پیدا ہوئے جس کا نام ”کوٹنا“ تھا۔ قصص جویری میں ہے کہ بابل اور کوفہ ایک ہی مقام کا نام ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی ”تارخ“ اور والدہ کا نام نامی روایت ”کشف الغمہ“ کوٹنا تھا حضرت ابراہیمؑ کی ولادت سے پہلے نہ صرف بابل بلکہ راج مسکون پر فرود ابن کنعان بن سنجاریب بن کوش بن حام بن نوحؑ کی حکومت چھائی ہوئی تھی، مؤرخین و محدثین کی غالب اکثریت کا کہنا ہے کہ ساری دنیا پر چار شخصوں نے حکومت کی ہے جن میں دو مسلمان تھے اور دو کافر، مسلمانوں میں (۱) حضرت ذوالقرنین (۲) حضرت سلیمان اور کافروں میں (۱) فرود (۲) بخت نصر لیکن میرے نزدیک چار کے بجائے محمد نے حکومت کی ہے (۱) حضرت ذوالقرنین (۲) حضرت سلیمان (۳) سکندر (۴) شہداد (۵) فرود (۶) بخت نصر جیناوی میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ صغیر نازی کے عہد میں پیدا ہوئے تھے لیکن میرے نزدیک یہ قطعاً غلط ہے۔ ان کی ولادت فرود ہی کے عہد سلطنت میں ہوئی تھی۔

فرود کی شاہی اور اس کی

شان و شوکت

بہ صورت فرود روئے زمین پر حکومت کر رہا تھا اور وہ اگرچہ کافر تھا اور اپنے باپ دادا کی طرح بت پرستی کرتا تھا۔ لیکن اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرتا تھا اور انسانوں کی غمش حالی کی سعی کیا کرتا تھا۔ شیطان جو

انسان کا اعلیٰ دشمن ہے۔ اس نے فرود کے دل و دماغ میں الوہیت کا سودا پیدا کر دیا اور اسے سمجھا یا کہ جس کی اتنی عظیم سلطنت ہو۔ اسے اس بات کا حق حاصل ہے کہ لوگوں کی پیشانیوں پر اپنے سامنے جھکوائے۔ چنانچہ فرود اس کے بھڑے میں آگیا اور اس نے اپنی شکل کے بت ترشوا

کرا طراف عالم میں پھیلا دیئے اور حکم دیا کہ انھیں بتوں کی پرستش کی جائے اور میری خدائی علی العموم تسلیم کر لی جائے چنانچہ اُسے خدا مان لیا گیا اور ساری دُنیا بالواسطہ اور بلا واسطہ اس کی پرستش م کرنے لگی۔

تفسیر بحر المَواج میں ہے کہ فرود دُنیا کا عظیم ترین بادشاہ تھا۔ اُس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور ساری دُنیا پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ خدا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے لیے مرکز بنایا تھا اور ایک پایہ تخت قرار دیا تھا اور اسے اس درجہ سنوارا تھا کہ دُنیا حیران تھی ایک روایت کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ فرود کے پایہ تخت کے حدود میں حشرات الارض داخل نہیں ہو سکتے تھے اور کوئی مُؤذی جانور اس کے قریب نہیں جاسکتا تھا۔ کبھی اور چھڑکا وہاں گزرنے تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ فرود نے ایک بہت بڑا حوض تیار کر لیا تھا اور سال میں ایک مرتبہ اس کے گرد بہت بڑا جشن کرایا کرتا تھا، اس کا حکم عام تھا کہ جو اپنے مقام سے چلے از قسم مشروبات، کچھ نہ کچھ اپنے ہمراہ ضرور لائے اور جب سب مشروبات جمع ہو جاتی تھیں تو وہ حکم دیتا تھا کہ ان سب کو اس حوض میں ڈال دیا جائے۔ پھر جب جشن ختم ہو جاتا تھا تو وہ سابقوں سے کہتا تھا کہ جو جس قسم کا مشروب لایا ہے اس کو وہی مشروب اس میں سے نکال کر دیا جائے۔ چنانچہ سابقاں اس کو وہی مشروب دیتے تھے جو وہ لایا ہوتا تھا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے ایک آتنا بڑا حوض بنوا رکھا تھا کہ اُس کے پانی سے علاقہ کا علاقہ غرق ہو جاتا تھا یعنی وہ حوض ایسا تھا کہ اس کے ہر علاقہ کا اس سے تعلق تھا جب کہ کسی طبقہ کے لوگوں سے ناراض ہوتا تھا تو حوض کا وہ نالہ کھول دیتا تھا جس کا اس سے تعلق ہوتا تھا اور وہ علاقہ غرق ہو جاتا تھا۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے اپنے دروازے پر ایک طلسمی بطخ بنوا رکھی تھی جب کوئی اجنبی اس شہر میں پہنچتا تھا، تو بطخ شور مچاتی تھی اور تمام لوگ اس کی آواز سُنتے تھے اور محافظین دوڑ پڑتے تھے۔ پھر اُس سے سوال و جواب ہوتا تھا کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو وغیرہ وغیرہ۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے اپنے دروازے پر ایک طلسمی طبل نصب کر رکھا تھا جب کسی کے ہاں چوری ہو تو سوال کرنے پر اس طبل کے اندر سے آواز آتی تھی کہ چور فلاں مقام کا رہنے والا ہے، اُس کا یہ نام ہے اور وہ اس وقت فلاں جگہ پر موجود ہے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے ایک طلسمی عورت بنوا کر شہر کے دروازے پر نصب کرادی تھی جب کسی غائب کی تلاش کرنا ہوتی تھی ایک مقررہ تاریخ پر سال میں ایک مرتبہ اس عورت کے

پاس جمع ہو کر لوگ اپنے غائب کے متعلق سوال کرتے تھے اور وہ عورت اس غائب کی تفصیلات بیان کرتی تھی۔ وہ بتاتی تھی کہ کب غائب ہوا۔ کہاں ہے۔ لوگ جا کر اپنے گم شدہ کو حاصل کر لیتے تھے۔ صاحب بحر المواج یہ بھی لکھتے ہیں کہ فرود نے ایک ہزار سات سو سال حکومت کی ہے۔ اس کا تخت چار قبول پر رکھا ہوا تھا اور وہ تخت زریں طنائیل سے بندھا ہوا تھا اور صبر پر دبا کے شاہی پردوں سے آراستہ تھا۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ فرود وہ پہلا شخص تھا کہ جس نے اپنے سر پر تاج رکھا تھا۔ اور حکم کھلا خدائی کا دعویٰ کیا تھا قصص جویری میں ہے کہ فرود عجی تھا اور عجم والے اسے یکاؤ کس کہا کرتے تھے قصص طهرانی میں ہے کہ فرود کا اصل نام ”میکس“ تھا۔

فرود کا خواب فرود اپنے عہد شاہی میں خدائی کے مایخیوں سے متاثر تھا شیطان

کی چٹوٹی ٹوٹی ہوا اس کے دماغ میں بھری ہوئی تھی۔ وہ ساری دنیا سے اپنی پرستش کرا کے یہ خیال کر رہا تھا کہ میں واقعاً خدا ہی گیا ہوں۔ اسی دوران میں ایک شب اب میں دیکھا۔ ”کان کوکب طلع فذهب بضم الشمس والقمر حتی لم یبق لہما ضئ“ کہ افق بابل پر ایک ستارہ طالع ہوا ہے۔ وہ ستارہ ایسا ہے کہ اس کے نور و جمال سے آفتاب اور مانتاب نالود ہو گئے ہیں اور ان میں قطعاً ضیا باقی نہیں رہی۔ (عرائس ثعلبی ص ۲۳) یہ خواب دیکھ کر وہ بیدار ہوا اور اس درجہ پریشان ہوا کہ اس کے حواس باختہ ہو گئے۔ انتہائی پریشانی کی حالت میں اس نے ملک کے بڑے بڑے مجرموں کا ہمنوں اور قیافہ شناسیوں کو طلب کیا، ایک روایت کی بنا پر انھیں مجرموں میں حضرت ابراہیم کا چچا آذر بھی تھا۔ یہ لفظ مطلبی ہے اور اس کے معنی شیخ حرم اور کج فہم کے ہیں۔ (عرائس ثعلبی ص ۲۳)

جب سب مجرم اور کراہن جمع ہو گئے تو فرود نے اپنا وحشتناک خواب بیان کیا، خواب کو سن کر تمام لوگ حیران رہ گئے اور سب نے سمجھ لیا کہ اب فرود کی خیر نہیں ہے اور اسکی خدائی مٹی میں مل جائے گی۔ لیکن کوئی اس بات کی ہمت نہیں کرتا تھا کہ خواب کے نتیجہ کو فرود سے بیان کرے۔ کیونکہ وہ سخت جابر اور ظالم تھا۔ بالآخر ”خلیلین عاص“ جو سارے مجرموں کا تاج تھا بولا کہ ”اے ولی النعمت“ نہایت افسوس کیسا تجھ عرض ہے کہ آپ کا یہ خواب جرم فکلی کے تاثرات کا نتیجہ ہے، اجرام فکلی کے اوضاع سے بالکل نمایاں طور پر یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ آپ کی مملکت میں عنقریب ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو عجیب الشان اور عظیم السلطان ہوگا۔ اس نئی پیدائش آپ کی سلطنت اور آپکی خدائی کے اختتام کا پیغام ہوگا۔ وہ پیدا ہونے کے تھوڑے دنوں بعد نئے دین کا آغاز کرے گا اور نئی شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا۔

اس کا سب سے پہلا کام بنوں کو ٹوڑنا اور آپ کی سلطنت کو ختم کرنا ہوگا۔
اس کے بعد "خلید" نے کہا کہ اے ربیع مسکون کے مالک اس کا فوری تدارک کرنا چاہیے۔
درندہ ذرا سی غفلت تباہی کو فروغ دے دے گی اور پھر کچھ بنائے نہ بنے گا۔
نمروذ نے کہا کہ یہ بتاؤ کہ وہ بچہ پیدا تو نہیں ہوا؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے حساب سے
وہ اب تک پیدا نہیں ہوا لیکن عنقریب ہی پیدا ہونے والا ہے۔ نمروذ نے بطور مشورہ یہ کہا
کہ اچھا، اگر میں ایسا کر دوں کہ عورتوں کے قریب مردوں کو نہ جانے دوں۔ اور اس وقت جس
قدر عورتیں حاملہ ہیں ان کے حمل ساقط کر دوں تو کیسا مارے گا؟ سب نے کہا کہ بس یہی ایک
تدبیر ہو سکتی ہے۔ بیشک یہی کیجئے اور بہت جلد کیجئے۔

حضرت ابراہیمؑ کا تعاقب

اس کے بعد نمروذ نے دن دن مردوں پر ایک
ایک مرد عین کر دیا کہ وہ اپنی عورتوں کے پاس نہ
جانے پائیں اور دنیا کی تمام دانتیوں کو حکم دے دیا
کہ وہ عورتوں کی نگرانی کریں اور کسی کے حمل نہ ٹھہرنے

ولادتِ ابراہیمؑ سے پہلے

پائے۔ اگر کسی کے حمل ظاہر ہو جائے تو اُسے فوراً ساقط کر دیں اور ایک اعلان عام کر دیا کہ کوئی
شخص ان دانتیوں کو روکے نہیں یہ جہاں چاہیں اور جس حال میں چاہیں گھر دل میں جاسکیں
گی نیز یہ بھی حکم تھا کہ اس وقت جتنے حمل میں سب ساقط کرادیئے جائیں۔ مرنے کا بیان ہے
کہ اس حکم کے تحت ایک لاکھ حمل ساقط کرائے گئے اور آئندہ حمل قائم نہ ہونے کے مضبوط
مواقع پیدا کئے گئے۔

پھر منجھدوں نے خبر دی کہ فلاں شب کو اُس لڑکے کا لطفہ قائم ہوگا جو سلطنتِ نمروذی کو
تباہ کرے گا۔ نمروذ نے یہ معلوم کر کے اُس رات سے پہلے تمام مردوں کو شہر سے باہر کر دیا اور
ہر دروازے پر اپنے معتبر لوگوں کو لگا دیا کہ کوئی مرد شہر میں داخل نہ ہو سکے اور کوئی عورت
باہر نہ نکل سکے اور خود نمروذ بھی مردوں کی نگرانی کے لیے شہر سے باہر نکل گیا۔ پھر رات کے
وقت جب عورتوں نے دیکھا کہ اس شہر میں کوئی مرد نہیں ہے تو وہ سب آزادی کے ساتھ شہر
کی تفریح کے لیے اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلیں۔

تاریخ جو حضرت ابراہیمؑ کے والد ہونے والے تھے۔ وہ بھی ایک دروازے پر نگرانی کی حیثیت
سے تعینات تھے حضرت ابراہیمؑ کی والدہ بھی تفریح کرنے والی عورتوں کے ساتھ جب گھومتی پھرتی
اس دروازے کے قریب پہنچی جس پر تاریخ متعین تھے اور تاریخ کی نظر اُن پر پڑی تو جنسی جذبات
مشعل ہوئے۔ انھوں نے رات کی تاریکی میں موقع پا کر اپنی بیوی سے مجامعت کی "لیقظی اللہ

امراکان مفعولاً تاکہ حکم خدا پورا ہو سکے۔

حضرت ابراہیمؑ کی ولادت

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ صبح ہوتے ہی منجھول نے غمزد سے کہا کہ اسے بادشاہ زمین اور اسے ولی نعمت وہ نطفہ جس کے لیے پوری بندش کی گئی تھی اور جس سے خوف و حراس تھا۔ اسی شب صلب پدر سے رحم مادر میں قائم ہو گیا ہے۔ یہ سن کر فرود بہت گھبراہ اور اس نے حکم عام نافذ کر دیا کہ حملوں کا تدارک کیا جائے اور جس عورت کے حمل ظاہر نہ ثابت ہو اسے گرفتار کر کے محل سافط کر لیا جائے چنانچہ دایاں گھروں میں پھرنے لگیں اور پوری تحقیق سے حمل کا پتہ لگانے لگیں۔ خدا نے ایسا کیا کہ حضرت ابراہیمؑ کا حمل کسی دانی کے علم میں نہ آسکا۔ اور خود مادر ابراہیمؑ کو اس کا علم بخوبی ہو گیا کہ وہ حاملہ ہیں۔ انھوں نے اس حمل کو اپنے آشوب سے بھی پوشیدہ رکھا۔ بالآخر جب حمل کی تکمیل ہو گئی تو وہ ایک شب کسی بہانے سے باہر نکلیں اور ایک پہاڑ کی کھود میں جا کر پتھر چننا۔ پتھر کے پیدا ہوتے ہی وہ گھبرا گئیں اور سوچنے لگیں کہ اگر اس کی خبر ولادت کسی کو بھی ہو گئی تو قتل کر دیا جائے گا۔ بعاریں انھوں نے دل پر پتھر رکھ کر ابراہیمؑ کو غار میں ڈال دیا اور اپنے گھر کو واپس چلیں راستے میں خیال آیا کہ پتھر بونی کھلا پڑا ہے کہیں کوئی جانور نہ کھا جائے پھر واپس آئیں اور اس غار کے منہ پر ایک بڑا پتھر رکھ دیا وہ گھر واپس آئیں مگر سخت بے چین تھیں چند دنوں کے بعد جب موقع ملا تو اپنے بچے کو دیکھنے کے لیے گئیں۔ وہاں پہنچ کر جو غار سے پتھر مٹایا تو دیکھا کہ پتھر خوش و خرم ہے اور اپنے منہ میں انگوٹھا لیے ٹپس رہا ہے اور اس سے دودھ نکل رہا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اکثر بچے سنت ابراہیمؑ کے طور پر بچپن میں انگوٹھا چومتے ہیں تفسیر تفسیر میں ہے کہ ابراہیمؑ کے انگوٹھے اور انگلیوں سے دودھ، پانی اور شہد برآمد ہوتا تھا۔

الغرض بچے کی حالت دیکھ کر مادر ابراہیمؑ بہت خوش ہوئیں اور سمجھ گئیں کہ یہ پتھر بہت بلند طالع لے کر آیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ مادر ابراہیمؑ برابر بچے کو دیکھنے کے لیے جایا کرتی تھیں۔ جب پہنچتی تھیں تو ہوا کے جھونکے سے در غار پر سے پتھر مٹ جایا کرتا تھا اور جب یہ واپس آنے لگتی تھیں تو ہوا اس پتھر کو غار پر پہنچا کر اسے بند کر دیا کرتی تھی۔

امام شعبی نے عرائش میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ایک دن میں ایک ماہ کے برابر اور ایک ماہ میں ایک سال کے برابر بڑھتے تھے۔ فلم یبعث ابراہیمؑ فی السحابة الا خمسة عشر يوماً۔ وہ غار میں صرف پندرہ دن مقیم رہے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا غار میں قیام ۱۳ سال رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ، یکم ذی الحجہ ۲۶۶۶ قبل میلاد کو پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کا غار سے خروج

میں نے کی آخری تاریخیں تھیں کہ حضرت ابراہیمؑ غار سے برآمد کئے گئے۔ آپ کی بعثت ہو چکی تھی

آپ اپنی والدہ کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں سیل۔ اونٹ بھیر وغیرہ نظر آئے پوچھا یہ کیا ہے انھوں نے بتایا کہ یہ سب جانور ہیں۔ پوچھا ان کا خالق کون ہے؟ انھوں نے جواب سے احتراز کیا۔ رات قریب تھی جب رات ہوئی اور ستارہ پرستوں کو دیکھا تو استفہام انکاری کے طور پر پوچھا کیا یہ ہمارا رب ہے، پھر چاند پرستوں کو دیکھا تو پوچھا کیا یہ ہمارا رب ہے، پھر سورج کو دیکھ کر کہا کہ کیا یہ ہمارا رب ہے جو کہ بہت روشن ہے پھر وضاحت کر دی کہ اسے قوم یہ ڈوبنے والے کسی طرح خدا نہیں ہو سکتے۔ خدا اس دہی ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔

طبری میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو ان کی والدہ نے والد کے سامنے پیش کر کے کہا کہ یہ تمھارا فرزند ہے۔ خدا نے اس کے دل میں ان کی محبت پیدا کر دی اور وہ حکمِ فردی کو فراموش کر گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کا بت فروشی سے انکار

جس کا نام آذر گھا۔ یہ بت تراشی کیا کرتا تھا اور بت فروشی کے لیے اپنے لڑکوں کو بازار بھیجا کرتا تھا۔ ایک روایت کی بنا پر حضرت ابراہیمؑ کے والد ”تارخ“ جب انتقال کر گئے تو آذر نے آپ کی کفالت سنبھال لی۔ اور انھیں بھی اپنے لڑکوں کی طرح بت فروشی کے لیے بازار بھیجتا چاہا۔ مگر پہلے تو یہ راضی نہ ہوئے۔ لیکن حالات کی روشنی میں رضامند ہو گئے۔ یہ بتوں کو بازار میں لے جاتے تھے اور بڑے بت کی کمر میں رہتی بازو دھکڑے گھسیٹتے تھے اور آواز لگاتے تھے کہ ہے کوئی ایسا جو اس قسم کے بت کو خریدے جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ ان کی اس ترکیب سے بتوں کی بکری کم ہو گئی آذر نے مواخذہ کیا آپ نے فرمایا۔ لہ تعبد ما لا یسمع ولا یتصر“ کیوں ایسے بتوں کو پوجتے ہو، جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں۔ چچا ان کی پرستش چھوڑ دو، اور خدا سے واحد کی عبادت کرو۔

بر روایت روضۃ الصفا حضرت ابراہیمؑ برابر تبلیغ کر رہے تھے اور ان کی تبلیغ کی شہرت ہو گئی اور یہاں تک بڑھی کہ فرد کے کانوں تک پہنچی۔

حضرت ابراہیمؑ کی دوبارہ فرود میں طلبی

فرد کو جو نہی اطلاع ملی کہ ابراہیمؑ نامی ایک نوجوان تبلیغ کر رہا ہے اور لوگوں کو ہماری راہ سے ہٹا رہا ہے تو حکم بھیجا کہ ابراہیمؑ کو میرے دربار میں حاضر کیا جائے۔ اس حکم کا آنا تھا کہ مادر ابراہیمؑ گھبرا اٹھیں اور ابراہیمؑ سے کہنے لگیں کہ اب

کیا بنے گا، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، وہ ہمارے کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔
مختصر یہ کہ حضرت ابراہیمؑ دربار میں تشریف لے گئے اور دروازہ چلے گئے، نہ سلام کیا اور نہ
رسم وقت کے مطابق فرود کو سجدہ کیا۔ فرود نے پوچھا کہ جس طرح ساری دنیا مجھے سجدہ کرتی ہے
تم نے کیوں سجدہ نہیں کیا؟

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں اپنے خالق کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کر سکتا۔ اُس نے پوچھا
تمہارا خدا کون ہے؟ ارشاد فرمایا ”ربی الذی یحیی ویمیت“ میرا خدا وہ ہے جو زندہ کرتا
اور مارتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں بھی تو زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔

یہ کہہ کر اُس نے دو آدمیوں کو قید سے آزاد کر کے ایک کو چھوڑ دیا اور دوسرے کو قتل کر دیا
کہا دیکھو میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں حضرت ابراہیمؑ نے اُس کی اس حرکت پر بصرہ کے بغیر
اسے جلد سے جلد حج کرنے کے لیے فرمایا ”ربی الذی یاتی بالشمس من المشرق فانت
بہا من المغرب“ میرا خدا وہ ہے جو آفتاب کو مشرق سے طالع کرتا ہے اگر تو اپنے کو خدا سمجھتا
ہے تو اسے مغرب سے طالع کر کے دکھا دے ”فیہل الذی کفر“ وہ مبہوت ہو گیا اور جواب
سے عاجز آ کر چپ ہو رہا۔

فرود اگرچہ اس جواب سے بہت بھڑکا، لیکن کچھ کرنے سکا، اور حضرت ابراہیمؑ دربار فرود سے
کامیاب واپس آئے۔ ان کی ہوا بندھ چکی تھی۔ اب انھوں نے حکم کھلا تبلیغ شروع کر دی۔
روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ دربار فرود سے کامیاب واپس آنے کے بعد اپنی پوری
طاقت سے تبلیغ شریعت اور اعلان وحدانیت کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی تبلیغ کی وجہ سے بے شمار
افراد حلقہ گروش اسلام ہو گئے۔

حضرت ابراہیمؑ نے خیال فرمایا کہ اس انفرادی تبلیغ سے بہتر یہ ہے کہ اجتماعی طور پر تبلیغ کی
جائے اور جم غفیر کو ان کی آن میں بتا دیا جائے کہ یہ جنت لاشیٰ ہیں، ان کا وجود و عدم برابر ہے نہ
یہ بول سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں اور نہ کچھ کسی کو دے سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر ان پر خود کوئی حملہ آور
ہو تو یہ اپنے کو بچا بھی نہیں سکتے۔

اس مقصد کے پیش نظر حضرت ابراہیمؑ برابر جہد
کرتے رہے اور موقع تلاش فرماتے رہے۔ یہاں

حضرت ابراہیمؑ کی بُت شکنی

ہمک کہ سال کا وہ اہم دن آگیا جسے وہ لوگ ”یوم عید“ قرار دیتے تھے۔
اس اہم عید کے دن میں وہ ایسا کرتے تھے کہ سب کے سب عمدہ عمدہ کھانے تیار کرتے
تھے اور بہترین لباس پہنتا کرتے تھے اور ان سامان کو لاکڑیوں کے سامنے رکھ دیا کرتے تھے اور

لے آگ کو چھانی ہوئی تھی، اسے چھوڑ دیا اور دوسرے کو قید ہوئی تھی، اسے قتل کر دیا۔

سارے کے سارے عید گاہ چلے جاتے تھے پھر جب وہاں سے فراغت کر کے واپس آتے تھے تو اپنے اپنے سامانِ بُتوں کے سامنے سے اٹھایا کرتے تھے پھر عمدہ لباس پہنتے اور فرحتِ انعام کے ساتھ کھانے استعمال کرتے تھے اور ایک دوسرے کو مبارکباد اس امر کی دیتے تھے کہ بُتوں نے ان کے کھانوں اور لباسوں کو پیر از برکت کر دیا ہے اور اب سارا سال خوشی اور سُرت میں گزرے گا۔

معالم الغنزل میں ہے کہ اس بُت خانہ میں جو بُت نصب تھے، اُن میں بعض وہ تھے جو چاندی کے بنے ہوئے تھے بعض وہ تھے جو لوہے کے تھے اور بعض پتھر اور لکڑی کے تھے۔ ”تفسیرِ تمسیر“ میں ہے کہ وہاں جو بُت تھے اُن کی تعداد نو تھے مٹی اور وہ سب اعلیٰ درجے کے بنے ہوئے تھے۔ اُن بُتوں میں جو سب سے بڑا تھا وہ خالص سونے کا بنا ہوا تھا اور جو اہرات کے نقش و نگار سے مُصنوع تھا۔ اُن کی آنکھیں دو گوہرِ شاموار کی تھیں طبری میں ہے کہ جب اس عید کے موقع پر لوگ جاتے تھے تو پہلے بُت خانے میں جا کر بُتوں کو سجدہ کرتے تھے اور جب واپس آتے تھے تو بُتوں کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ طبری میں یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کی یہ عید اتنی اہم ہوتی تھی کہ اس میں سب کو شرکت کرنا پڑتی تھی اور کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوتا تھا جو شرکت نہ کرے، سوا اُن لوگوں کے جو بیمار ہوں۔

روانگی کے وقت لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ پر زور دیا کہ تم بھی ہماری عید گاہ میں چلو، اور ہماری شان و شوکت دیکھو تو تمہیں اندازہ ہو کہ ہم لوگ کس عزت کے مالک ہیں اور ہمارے بُتوں کی برکت کس درجہ وسعت رکھتی ہے اور ہم اُن کی توجہ سے کتنی بلندی و برتری رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ سن کر آسمان کی طرف دیکھا اور نجوم پر نظر دوڑائی اور فرمایا ”انی سقیم“ میں بیمار ہوں یعنی مجھے ذبحِ عظیم واقعہ کرنا کا ڈر ہے اور جسے اُس نے والے عظیم واقعہ کا ڈر ہو وہ کسی شادی اور خوشی میں شرکت نہیں کر سکتا۔ (حیاتِ القلوب) ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب جانے پر تیار نہ ہوئے تو آذر نے زور دیا اور حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا بہتر ہے میں چلتا ہوں۔ چنانچہ کچھ دُور سی گئے تھے کہ پاؤں میں ٹھوکر لگی اور آپ گر کر ترپنے لگے۔ وقال انی سقیم اشتکی رجلی فتولوا عنہ و لہو صوبج“ اور فرمایا کہ اب تم لوگ چلے جاؤ۔ میں نہیں جا سکتا، کیونکہ میں بیمار ہوں۔ میرے پاؤں میں شدید درد ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ اُن کو ترپتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے۔ (عالمِ تعلیمی ص ۲۵)

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جاؤ، جب لوٹ کر آؤ گے تو تمہیں اپنے خداؤں کا ستر معلوم ہوگا۔ حضرت ابراہیمؑ کی یہ بات ایک شخص نے سن لی تھی اور آخر میں اُسی شخص نے ابراہیمؑ کے

خلاف انھیں جملوں کو دہرا کر گواہی دی تھی جس کے نتیجہ میں حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تھے۔
الغرض وہ لوگ عید گاہ کی طرف چلے گئے اور حضرت ابراہیمؑ ان کے بت خانے میں پہنچے اور جا کر بطور
استنزا ان بتوں سے کہا کہ تمہارے سامنے جو یہ کھانے رکھے ہیں۔ انھیں کھاتے کیوں نہیں ہو پھر
اس کے بعد ایک مضبوط ٹیشے کے ذریعہ سے تمام بتوں کو چکنا چور کر ڈالا۔ البتہ اس بت کو باقی
رکھا جو ان میں سب سے بڑا تھا۔ جب سب کو توڑ چکے تو اس ٹیشے کو بڑے بت کے گلے میں
ایک لہسی باندھ کر ڈال دیا اور وہاں سے چل کھڑے ہوئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے
ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس دن بت شکنی کی ہے وہ نوروز کا دن تھا۔ (حیات القلوب
جلد اول) میرے نزدیک حضرت ابراہیمؑ کا بڑے بت کو نہ توڑنا اور اس کے گلے میں عیشہ کا ڈالنا
منہایت پُر از حکمت عمل تھا۔ حضرت نے سوچا ہو گا کہ جب یہ لوگ واپس آئیں گے اور اپنے پتھر
کے خداؤں کو مٹی میں ملا ہوا دیکھیں گے تو اس بڑے بت سے بدظن ہوں گے اور سمجھ لیں گے کہ اگر
ان میں مداخلت کی طاقت ہوتی تو یہ ضرور دیگر بتوں کو جو اس سے چھوٹے تھے بچا لیتا۔ اور جب
یہ نہ بچا سکا اور ”بت کا بت“ بنا بیٹھا رہا تو ایسے مجبور سے توبہ کر لینی چاہیے۔

حضرت ابراہیمؑ کی گرفتاری حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام بت شکنی کے بعد
اپنے گھر کو واپس چلے گئے پھر رات گزرنے

کے بعد صبح کو جب غمرو دیوں کی واپسی ہوئی تو انھوں نے اپنے بت خانے میں حشر کا منظر دیکھا،
ان کے خداؤں کے حشر و نشر نے ان کے پیروں تلے سے زمین نکال دی۔ ان کے ہاتھوں کے
طوطے اڑا دیئے، وہ ہٹکا ہٹکا رہ گئے۔

اب آپس میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں اور فیصلہ ہوا کہ اس واقعہ کی تفصیلات سے سب
سے پہلے غمرو کو آگاہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس کی بارگاہ میں لوگ حاضر ہوئے اور انھوں نے
سارا واقعہ بیان کیا۔ غمرو نے کہا کہ جب کہ کسی کو دیکھا نہیں گیا کیونکہ کسی کو سزا دی جاسکتی ہے
اس پر ان لوگوں نے جنھوں نے حضرت ابراہیمؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ ”تالله لا کید ن
اصنامکم“ خدا کی قسم میں تمہارے بتوں کو ٹھیک کر دوں گا۔ غمرو سے کہا کہ یہ کام صرف
ابراہیمؑ کا ہے۔ غمرو نے کہا کہ میں صرف تمہارے کہنے پر سزا نہ دوں گا۔ ضرورت ہے کہ اس کو
گرفتار کر کے برسرِ عام لایا جائے۔ چنانچہ اس نے ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا، اور وہ گرفتار
کر کے دربارِ غمرو میں حاضر کئے گئے۔

غمرو نے کہا کہ اے ابراہیمؑ کیا یہ حرکت تم نے کی ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ ان میں جو
سب سے بڑا تھا وہ موجود ہے جو کچھ ہوا سب اسکی آنکھوں کے سامنے ہوا۔ اس سے پوچھو

اگر یہ بول سکے اور بتائے، اور اگر کچھ نہ بتائے تو سمجھ لو کہ یہی مجرم ہے۔ کیونکہ ہمیشہ اسی کے گلے میں ہے اور اگر یہ بول نہیں سکتا اور بتانے سے مجبور ہے، تو سمجھ لو کہ یہ لاشعے ہے۔ اس کا وجود و عدم برابر ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے اس جواب سے لوگوں پر نہایت اچھا اثر پڑا، اور ان میں سے اکثر حضرت ابراہیمؑ کے ہم خیال ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ واقعی اگر نبوت میں کوئی طاقت ہوتی اور یہ کچھ کر سکتے تو اپنے کو سب سے پہلے انھیں بچانا چاہیے تھا۔ نیز یہ کہ سب سے بڑا جو بت ہے وہ تو موجود ہے۔ اگر اس میں کوئی طاقت ہوتی، تو یہ اپنے دیگر ساتھیوں کو ضرور بچا لیتا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ جب مشرکین شرمندہ ہوئے تو اسی حالت میں ابراہیمؑ کے پاس آکر کہنے لگے کہ جب تم مہلتے ہو کہ یہ بول نہیں سکتے تو پھر ان کے متعلق بولنے اور نہ بولنے کا سوال ہی کیوں پیدا کیا؟ پھر یہ سوال بالکل جھٹ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے یہ سن کر فرمایا کہ "افتجدون من دون اللہ ما لا یفعلکم ولا یفعلکم شیئاً اف لکم" کیا تم ان کی پرستش کرتے ہو جو نہ تم کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تلف ہے تم پر کہ تم خدا کو چھو کر ان لالچی صوفیوں کی پوجا کرتے ہو۔ حضرت ابراہیمؑ کی گفتگو سن کر سب سر بکریاں ہو گئے اور یہ سننے والے حضرت ابراہیمؑ کی بات مان لی اور مسلمان ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ برابر تبلیغ کر رہے تھے اور مسلمانوں کی تعداد مسلسل بڑھ رہی تھی۔

نمرود کو جب ان کی تبلیغ کا زور اور شور معلوم ہوا تو اس نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ ان کی تبلیغ سے نظام سلطنت ہی درہم برہم نہ ہوگا۔ بلکہ اس کی خدائی خطرے میں پڑ جائے گی۔ ان کی گرفتاری کا فیصلہ کیا اور انھیں گرفتار کر لیا اور انھیں قید خانے میں بند کر دیا (روضۃ الصفا جلد ۳) عجائب القصص علامہ عبد الواحد بن محمد الحنفی ص ۸ میں ہے کہ نمرود نے ان کو گرفتار کر کے ایک آہنی تنور میں بند کر دیا اور اس میں بھر لوہا لگا جلوا دی۔ کافی دیر کے بعد جب انھیں برآمد کیا تو وہ جیسے کے جیسے تھے، یعنی ان کو کوئی گزند اس آگ سے نہ پہنچی۔ نمرود نے حکم دیا کہ انھیں قید خانے میں بند کر دیا جائے اور ان کو ختم کرنے کا کوئی اور حل تلاش کیا جائے۔ چنانچہ انھیں ایک روایت کی بنا پر چالیس یوم اور ایک روایت کی بنا پر سات سال قید میں رکھا اور اس دوران میں انھیں نذر آتش کرنے کا فیصلہ کیا۔

حضرت ابراہیمؑ نارِ نمرود میں | بروایت معارج النبوت، نمرود نے بمقام ٹوٹا "جو کہ کوفہ میں ہے ایک چار دیواری تیار کرائی۔ جس کی لمبائی چار فرسخ اور چوڑائی چار فرسخ تھی اور اسکی بلندی سو گز تھی اور بروایت روضۃ الصفا

اس کی لمبان ساٹھ گز چوڑان چالیس گز اور بلندی بیس گز تھی جب چار دیواری مکمل ہو گئی تو اُس نے حکم دیا کہ اسے اچھی جلنے والی لکڑیوں سے بھر دیا جائے۔ چنانچہ اُسے لکڑیوں سے بھر دیا گیا ایک روایت میں ہے کہ یہ چار دیواری ایک ماہ میں بُری کی گئی اور اس میں فراواں روغن ڈالا گیا اور گندھک ڈالی گئی۔ اس کے بعد اس میں آگ دے دی گئی۔ اور چاروں طرف وہ جلنے لگی۔ جب اُس کے شعلے بھڑکے تو آنکھوں نے میلوں یہ عالم پیدا کر دیا کہ کوئی قریب نہ جاسکتا تھا۔ کوئی طائر فضائے بالا تک اس پر سے گزر نہ سکتا تھا۔ بطری میں ہے کہ آگ کو بھڑکانے میں دو سال لگے تھے اسی میں یہ بھی ہے کہ چار دیواری کے باہر بھی لکڑیاں جمع کی گئی تھیں۔

آگ تو روشن کر دی گئی، لیکن اب کوئی سبیل ایسی نہ تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا جاسکے۔ کیونکہ کوئی قریب جانہیں سکتا تھا۔ لوگ اسی تردد اور مشورے میں تھے کہ شیطان نے منجھنق بنانے کا مشورہ دیا اور بنانے کی ترکیب بتائی۔ جب منجھنق تیار ہو گئی تو اس نے اس میں پہلے ایک بڑا پتھر رکھ کر پھینکا۔ جب تجربہ نہ بنا دیا کہ منجھنق ٹھیک بن گئی ہے اور کام ٹھیک کر رہی ہے تو حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے اور گلے میں بھی طوق آہن ڈالا گیا۔ پھر منجھنق میں بٹھا کر انھیں پھینکا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ہاتھ پاؤں باندھے گئے تو حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اٹھا کر کہا کہ لا الہ الا انت سبحانک رب العالمین للک الحمد ولک الملائک ایک روایت میں ہے کہ اسی دوران میں آسمان کے معزز فرشتے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مالکِ روئے زمین پر ایک ابراہیمؑ ہیں جو تیری وحدانیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ اب انھیں بھی نذرِ آتش کیا جا رہا ہے، ہمارے مالک تو ان کو بچانے کے لیے ہم کو حکم دے دے حکم ہوا کہ جاؤ اگر ابراہیمؑ تمہاری امداد قبول کر لیں تو بیشک تم ان کی امداد کرو۔ وہ فرشتے زمین پر نازل ہوئے اور حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں مدد کرنے کی خواہش کی حضرت ابراہیمؑ نے امداد قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ فرشتے آئے جو ہوا اور پانی پر متعین ہیں، فرشتہ ہوائے کہا کہ آپ کہیں تو ہم آندھی کے ذریعہ سے اس آگ کو منتشر کر دیں، آپ نے فرمایا میں موقعِ امتحان میں ہوں۔ مجھے تمہاری امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر فرشتہ آب آگے بڑھا اور اس نے بھی کہا کہ اگر آپ کہیں تو پانی برس کر آگ کو بجھا دوں۔ ارشاد ہوا ضرورت نہیں ہے۔

الغرض حضرت ابراہیمؑ کو منجھنق میں رکھ کر پھینکا گیا، وہ ہوا میں اُٹنے پلٹتے جا رہے تھے کہ جبریلؑ نے بڑھ کر استقبال کیا اور ان سے ملاقات کر کے کہا اهل اللک حاجة، قال بلی اما الیک فلا۔ اے ابراہیمؑ تمہیں کوئی حاجت ہے۔ فرمایا بیشک ہے۔ لیکن تم سے نہیں، پھر

جبریل نے کہا کہ اچھا مالک ہی کی طرف رجوع کرو۔ کہا "حسبی سوا لی علمہ بحالی"۔ سوال کی ضرورت نہیں۔ ہمارے حال کا اسے علم ہونا ہی کافی ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت ابراہیمؑ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پہنچے۔ پھر نیچے کی طرف جا کر آگ کے درمیان وارد ہوئے، فرمان باری آگ کو پہنچ چکا تھا۔ یا نار کو فی برداً و سلاماً علی ابراہیمؑ اسے آگ سلامتی کے ساتھ ابراہیمؑ کے لیے سرد ہو گیا۔ آگ گلزار بنی، گل وریحان کی کثرت ہو گئی۔ سدی کا بیان ہے کہ فرشتوں نے ابراہیمؑ کو زمین پر بٹھادیا۔ ان کے بیٹھتے ہی ان کے قریب چشمہ جاری ہو گیا، گلاب اور زرجس کے پھول کھل گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جو نبی وسط ناریں پہنچے حضرت جبریلؑ نے فوراً بلور کا ایک تخت پچھا کر اس پر انہیں بٹھایا۔ ان کے تخت پر بیٹھتے ہی چشمہ آب جاری ہوا، اور گرد آ گرد پھولوں کے درخت نمایاں ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جلی ہوئی لکڑیوں کے باقی حصہ کو جو جلنے سے رہ گیا تھا اُسے جبریلؑ نے زمین میں نصب کر دیا اور اُس سے ہرے بھرے درخت پیدا ہو گئے جن میں تازے پھل لگے ہوئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت آگ میں ڈالے گئے تو چھپکلی دوز بیٹھی ہوئی آگ کو چھوٹک رہی تھی۔ اسی لیے خدا نے انہیں مارنے کا حکم دیا ہے اور مینڈک دوسری سے مٹی میں پانی لے کر نار فرود کی طرف پھینک رہا تھا تا کہ وہ بجھ جائے اور حضرت ابراہیمؑ بچ جائیں، اسی لیے خدا نے اس کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔

الغرض حضرت ابراہیمؑ حکم خدا سے آگ کے گلزار میں بیٹھے ہوئے خدا کو یاد کر رہے تھے۔ اور ایک روایت کی بنا پر تین دن، ایک روایت کی بنا پر سات دن اسی آگ کے گلزار میں رہے اسی دوران میں فرود نے اپنے منارہ پر جا کر حضرت ابراہیمؑ کی طرف جونگاہ کی تو انہیں جنت کا گلزار میں بیٹھا ہوا دیکھا۔ اُسے خیال تھا کہ وہ جل جھل کر راکھ بن گئے ہوں گے۔ جب اُس نے انہیں اس حال میں دیکھا تو متعجب بھی ہوا اور متوحش بھی، کیونکہ اُسے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اب جبکہ یہ آگ نہیں جلا سکی اور اب صحیح و سالم برآمد ہوں گے تو لازماً میرے لیے اور زیادہ مضرت ثابت ہوں گے۔ یہی کچھ سوچ کر اُس نے اپنے کارکنوں کو حکم دیا کہ منجینی کے ذریعے سے ابراہیمؑ پر پتھر پھینکے جائیں۔ چنانچہ بہت بڑے بڑے پتھر اس میں رکھ کر پھینکے گئے وہ پتھر بروایت عجائب القصاص ص ۸۸ ایک مقام پر ہوا میں جمع ہو گئے اور حکم خدا ابر کی صورت اختیار کر کے برسنے لگے۔ جس کے نتیجے میں اس حصہ کے علاوہ جو گلزار بنا ہوا تھا جس قدر بھی آگ اس طویل چہار دیواری میں تھی سب بجھ گئی۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلے جو مخفی بنائی گئی وہ وہی تھی جس میں رکھ کر حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا۔ یہ مخفی مقام کو نامیں جو کوفہ کے ایک گاہک قنطاہ میں واقع ہے شیطان کے ہاتھوں بنی تھی۔ انھوں نے حیات القلوب کے منہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو جب ہاتھ پاؤں باندھ کر مخفی میں رکھا تو ان کے چچا آذر جو حکومت مرو کا وزیر تھا حضرت ابراہیمؑ کے پاس آیا اور ان کے رونے مبارک پر ایک طمانچہ مار کر کہا کہ اب بھی اپنی حرکت سے باز آ جا اور مرو کی خدائی تسلیم کر لے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جو خدا ہے، خدائی اسی کی تسلیم کی جائے گی اور اسی کی تسلیم شدہ ہے۔ یہ نہ خدا ہے، نہ اس کی خدائی مانی جاسکتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کے لیے آگ سرد ہوئی تو اس کا اثر تین دن تک دنیا کی تمام آگ پر رہا۔ اور اس میں ٹھنڈک آگئی تھی۔ ایک حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک سوال کے جواب میں مرقوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ عصا سے اس لیے ڈرتے تھے کہ ان کے صلب میں نور محمدی نہ تھا اور حضرت ابراہیمؑ اس لیے آگ سے بے پروا تھے اور جانتے تھے کہ آگ انھیں اذیت نہ پہنچا سکے گی۔ کیونکہ ان کی پشت میں حضرت محمد مصطفیٰؐ، علی رضیؑ، فاطمہ الزہراؑ اور امام حسنؑ و حسینؑ اور سید الشہداءؑ کی نو اولاد کا نور تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ انھیں انوار کے طفیل میں ابراہیمؑ کے لیے نار مروی گلزار بنی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو بھد کے دن آگ میں ڈالا گیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آگ میں جاتے ہی خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو اعزازِ خلعت سے نوازا تھا۔ (طبری جلد ۱ ص ۶۱) **مرو کی دختر کا ایمان لانا** | مورخین کا بیان ہے کہ آتش مرو کے گلزار بننے کے واقعات اور اس وقت کے دیگر حالات دیکھ کر حضرت

لوطؑ اور جناب ساراؑ نے ایمان ظاہر کیا اور رخصت بنت مروؑ ایمان لائی۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے چچا زاد بھائی تھے اور جناب ساراؑ چچا زاد بہن تھیں۔

رخصت بنت مروؑ کے ایمان لانے کے متعلق علامہ عبد الواحد بن محمد المغنی بحوالہ معارج النبوت لکھتے ہیں کہ رخصت بنت مروؑ بڑی زیرک اور ہوشیار لڑکی تھی۔ اس نے جب حضرت ابراہیمؑ کے آگ میں ڈالے جانے کو دیکھا تو بڑے اصرار سے اپنے والد کو اس بات پر راضی کیا کہ اسے اس منارے پر جانے کی اجازت دی جائے جس پر سب لوگ بیٹھ کر حضرت ابراہیمؑ کو دیکھ رہے ہیں چنانچہ مروؑ نے اجازت دے دی اور وہ اس منارہ پر جا پہنچی، وہاں پہنچ کر اس نے حالات دیکھے۔ اُسے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ آگ گلزار بن گئی اور بلور کا تخت ان کے لیے لایا گیا ہے۔ اُس نے بے ساختہ آواز دی، اے ابراہیمؑ میں یہ کیا دیکھ رہی ہوں؟ اے ابراہیمؑ یہ حالات کیونکر

پیدا ہوئے۔ خدا نے اُس کی آواز ابراہیمؑ تک پہنچا دی۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا میں کان فی قلبہ معرفۃ اللہ لہ یحرقہ النار۔ جس کے دل میں اللہ کی معرفت ہو اُسے آگ نہیں جلا سکتی۔ اُس نے کہا کہ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں آگ میں آپ تک آجاؤں۔ آپ نے فرمایا: تو لی لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ابراہیمؑ خلیل اللہؑ، تو کلمہ پڑھ لے تو ہمارے پاس آ سکتی ہے، اُس نے کلمہ پڑھا اور چپکے سے اُتر کر ابراہیمؑ کے پاس جا پہنچی۔ جب آگ کے قریب پہنچی اسے آگ کے کسی حصہ نے اذیت نہ پہنچائی اور وہ حضرت ابراہیمؑ تک جا پہنچی۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنے ایمان کی تجدید کی اور واپس اپنے گھر باپ کے پاس چلی گئی۔

نمرود کو جب ایمان لانے کا واقعہ معلوم ہوا وہ آگ بگولہ ہو گیا اور اپنی لٹکی سے کہنے لگا کہ تو بکر۔ اُس نے انکار کیا۔ پھر اُس نے تخیل کی اور ڈرایا۔ مگر اُس نے پرواہ نہ کی۔ نمرود جب اُسے سمجھانے سے عاجز ہو گیا تو اُس نے اسے جلا دوں کے حوالے کر دیا، جلا دوں نے اسے مٹھوپ میں لٹا کر اُس کے ہاتھ پاؤں میں میخ ٹھونک دی، ادھر جلا دوں نے اُسے سزا دی۔ ادھر خدا نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ میری کینز کو وہاں سے تندرست کر کے ابراہیمؑ تک پہنچا دو۔ یہ واقعہ حضرت ابراہیمؑ کے آگ سے نکلنے کے بعد کا ہے۔ حضرت جبریلؑ نے رخصت بنت نمرود کو حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں پہنچا دیا چنانچہ وہ انھیں کے پاس رہی۔ بالآخر انھوں نے اس کی شادی اپنے ایک فرزند یسٰی کے ساتھ کر دی جو کہ سارا و ہاجر کے علاوہ ”قطورہ“ بیوی سے تھا۔ پھر خدا نے اسے یہ عزت دی کہ اس کے سلسلہ رحم میں بہت سے انبیاء کو پیدا کیا۔ (عجائب القصاص ص ۹)

منجیق کی تاریخ ہم ذیل میں مسٹر رفیع الدین ہاشمی کا وہ مضمون نقل کرتے ہیں جو انھوں نے اردو ڈائجسٹ میں تحریر کیا ہے۔ اس میں اگرچہ بعض ایسی باتیں بھی ہیں جو تحقیقی نقطہ نظر سے درست نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ یہ مضمون معلوماتی ہے اس لیے ہم اسے درج کر رہے ہیں۔

محمد بن قاسم بیلہ کی فتح کے بعد بیلہ کی طرف بڑھا۔ تو اہل دیبل قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ محمد بن قاسم نے رسد اور ملک کے تمام بیرونی راستے کاٹ دیئے۔ مگر دیبل والوں نے رسد کا کافی ذخیرہ جمع کر لیا تھا اس لیے محصور ہو کر بیٹھنے میں کوئی پریشانی نہ ہوئی۔ مسلمان زیادہ عرصہ تک محاصرہ جاری نہ رکھ سکتے تھے۔ انھوں نے مختلف طریقوں سے دیبل والوں کی قلعہ بندی توڑنے کی کوشش کی۔ دیبل کی فصیل بہت مضبوط اور بلند تھی، پھر اس کے گرد پانی سے بھری ٹوٹی ایک گہری خندق تھی جس کی وجہ سے فصیل کے قریب جانے میں مڑکاوٹ ہوتی تھی۔ مسلمان دیباؤں کی آڑ میں دشمن کے تیر اندازوں سے بچتے۔ بچاتے فصیل کے قریب پہنچتے اور کوشش کے ذریعے فصیل کو توڑنے کی کوشش کرتے۔ لیکن دشمن اوپر سے

جلتی ہوئی مشعلیں پھینک کر دہلیوں کو آگ لگا دیتا۔ مسلمانوں کے لیے یہ صورتِ حال بہت پریشان کن تھی۔

دیسل کے وسط میں قریباً چالیس گز اونچی کرسی پر ایک بہت خازہ واقع تھا۔ اس کا گنبد بھی اتنا ہی اونچا تھا۔ گنبد پر سبز ریشم کا پرچم لہرا رہا تھا جس کے متعلق اہل دیبل کا عقیدہ تھا کہ جب تک یہ پرچم لہراتا ہے اور یہ گنبد قائم ہے۔ مودی کی کوئی طاقت ان کا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں کو اہل دیبل کے اس عقیدے کا پتہ چلا، تو انھوں نے ”عروسک“ نامی مخینق کو آزمائے کا فیصلہ کیا۔ گولہ باری کے وقت ”عروسک“ کو پانچ سو آدمی چلاتے تھے۔

محمد بن قاسم نے ”عروسک“ کے انچارج جعونۃ المسلمی کو بلایا اور اس سے کہا :
”اگر تم مندر کے گنبد پر لہراتے ہوئے جھنڈے کو مخینق سے نشانہ لگا کر گرا دو، تو دس ہزار درہم انعام ملے گا۔“

جعونہ نے گنبد کے محل وقوع کو دیکھ کر حساب لگایا اور کچھ سوچ کر بولا :
”اگر مخینق کے اگلے دونوں پاؤں کاٹ کر چھوٹے کر دیئے جائیں، تو بین بین پتھروں سے جھنڈے کو گرا کر پتھر توڑ دوں گا۔“

محمد بن قاسم نے کہا :

”اگر زگراسکے، تو“

”تو میرے ہاتھ کاٹ دیجئے“ جعونہ نے جواب دیا۔

مگر جعونۃ المسلمی کے ہاتھ کاٹنے کی نوبت نہ آئی، کیونکہ افس نے پہلے دو نشانوں میں جھنڈے کو تار تار کرنے کے بعد تیسرے نشانے سے گنبد کو توڑ دیا۔ اہل دیبل نے اس سے برا شگون لیا اور لڑائی کے لیے شہر سے باہر نکل آئے۔ دست بدست لڑائی میں مسلمانوں نے نہایت آسانی سے انھیں شکست دے کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ دیبل کی یہ فتح مخینق کی مرہونِ منت تھی۔

مخینق بہت قدیم جنگی ہتھیار ہے مختلف زمانوں میں اسکی شکلیں تبدیل ہوتی رہی ہیں اور اسی لیے انگریزی میں اس کے کوئی نصف درجن کے قریب مختلف نام ملتے ہیں لیکن اردو میں ان تمام کے لیے عموماً مخینق کا لفظ ہی بولا جاتا ہے۔ مختلف قسم کی مخینقیں نیزے، بھالے، پتھر، اینٹیں، جلتی ہوئی لکڑیاں اور روغنِ نفت (مٹی کا تیل) سے بھری ہوئی شیشیاں دشمنوں پر پھینکنے کیلئے استعمال ہوتی تھیں مخینق دشمن کی فوجوں میں ہلکڑ پچانے، فوجیوں اور گھوڑوں کو ہلاک کرنے، بحری جہازوں کو ڈوبنے اور فضیوں کو توڑنے کے لیے بھی مشہور تھی۔ فصیلوں کو توڑنے کے لیے قدیم زمانے میں ایکساؤڈ (آکریک) بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ محاصرین دبا بے (TESTUDO) کی آڑ میں فصیل

کے قریب پہنچتے اور کیش کی مدد سے فطیل میں سوراخ کر کے اسے ٹوڑنے کی کوشش کرتے مگر اس میں وقت یہ جتنی کہ دباہ نیروں اور نیروں کی زد سے تو محفوظ ہوتا، مگر فطیل کے اوپر کھڑے ہونے سنتری جلتی ہوئی مشعلیں پھینک کر اسے آگ لگا دیتے۔ ایسی صورت میں محاصرہ کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا کہ دوسری سے مخفیق کے ذریعے تیر اندازی اور سنگ اندازی کریں۔

بائبل میں ایک جگہ ایسے آلات کا ذکر ملتا ہے جن کی مدد سے "عیار آدمی تیر اور پتھر پھینکتے تھے" اگرچہ بائبل میں ان آلات کے نام نہیں بتائے گئے، لیکن غالب قیاس یہی ہے کہ وہ مخفیق ہوگی۔

پوتھی صدی قبل مسیح میں پہلی مخفیق کا سراغ ملتا ہے۔ روایات کے مطابق ۳۹۹ ق م میں اٹلی کے ایک جابر حکمران نے افریقہ کے مغربی ساحل پر واقع ایک شہر کا رنجھی پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حملہ کے زور دار بنانے اور اس میں یقینی کامیابی کے لیے اُس نے یونان سے چند ایسے کاریگر اور مستری بلائے جو سامان حرب بنانے میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ بادشاہ نے انھیں کوئی ایسا آلاتیار کرنے کا حکم دیا جس کے ذریعے آسانی سے اپنے حریفوں کو نینچا دکھا سکے۔ انھوں نے بحری جہاز تیار کیا جو جنگی نقطہ نظر سے دشمن کے لیے تباہ کن ہتھیار کی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر کاریگروں کا تیار کیا ہوا ایک اور آکر بالکل نئی ایجاد تھا۔ اسے مخفیق کا نام دیا گیا۔

دنیا کی یہ پہلی مخفیق لمبی سی کمان سے مشابہ تھی جو کلڑی کے ایک اسٹیج پر تیار کی گئی تھی۔ اس کے ذریعے ایک خاص قسم کا نیزہ دشمن کی سمت پھینکا جاسکتا تھا۔ یہ نیزہ عموماً ۲ فٹ سے ۶ فٹ تک طویل اور ۵ یا ۶ پونڈ وزنی ہوتا۔ دو سال بعد اسی بادشاہ نے سسلی کے مغرب میں ایک اور شہر موتیا کے محاصرے کے دوران میں بھی اپنا ایسا "توپ خانہ" استعمال کیا۔ افریقی حکمران ہملکون ایک بحری بیڑے کو محصورین کی مدد کے لیے آیا۔ مگر محاصرہ کی مخفیق نے بحری بیڑے پر نیروں اور بھالوں کی اس قدر زبردست بوچھاڑ کی کہ افریقی حکمران، موتیا والوں کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ کر واپس افریقہ کی طرف فرار ہو گیا۔

ایک اور روایت یہ ہے کہ اولین مخفیق پوتھی صدی قبل مسیح میں یونان کے ایک مشہور حساب دان اور افلاطون کے ہم عصر زوپیرس نے بنائی تھی بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ وہ ان کاریگروں میں شامل تھا جنھیں اٹلی کے بادشاہ نے نئے جنگی ہتھیار بنانے کے لیے یونان سے بلوایا تھا۔ مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مخفیق، زوپیرس کا ذاتی کارنامہ ہو۔

مخفیق کی ابتدائی صورت بہت پیچیدہ تھی خصوصاً اس کے استعمال میں بہت وقت پیش آتی تھی۔ اسٹیج پر لگے ہوئے ترجھے شہتیر کے اندر، ایک لمبی سی نالی سی ہوتی ہے جسے آپ ناند بھی کہہ سکتے ہیں۔ تیر یا نیزہ اس ناند میں لٹک کر آگے پیچھے کر یا جاسکتا تھا۔ کمان کے ذریعے نیزے کو ضرب لگا کر

پھینکا جاتا۔ کمان کو کنٹرول کرنے اور نیزے کو ضرب لگانے کے لیے کچھ رسیاں، چرخیاں اور گنڈے استعمال کئے جاتے تھے چرخوں کی رکاوٹ کے لیے ان کے دھاروں کے آگے رکھنے کے لیے ”کٹے“ بھی بنے ہوتے جس مقام پر نشانہ لگانا مقصود ہوتا۔ اس کے فاصلے کے تناسب سے ضرب لگانے والے شٹل (SHUTTLE) کو ایک خاص مقام پر رکھا جاتا اور پھر چرخوں کو گھمانے سے کمان تین جاتی اور منجیق کے انچارج کے ”بزن“ کہتے ہی گنڈا رسی سے علیحدہ ہو جاتا۔ رسی حرکت میں آتی، شٹل ضرب لگاتا اور تیر اپنے نشانے کی طرف روانہ ہو جاتا۔

اگلی صدی کے دوران میں اس طرح کی منجیق میں متعدد تبدیلیاں کی گئیں، منجیق کے ذریعے دشمن پر کسی کمی پونڈ وزنی پتھر یا اینٹیں پھینکی جاتیں۔ اینٹوں کے استعمال میں مصلحت یہ تھی کہ نشانے پر لگ کر ٹوٹ جائیں اور دشمن کے لیے دوبارہ قابل استعمال نہ رہیں۔ پرانے زمانے کے منجیقوں میں استعمال ہونے والے ایک فٹ لمبے، انٹے ہی چوڑے اور قریباً ۶۰ پونڈ وزنی پتھر آج بھی سسلی میں موجود ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سنگ اندازی کرنے والی سب سے بڑی منجیق اٹمیدس نے بنائی تھی جو ۶۰۰ پونڈ وزنی پتھر سے نشانہ بازی کر سکتی تھی۔

بعض منجیقوں میں پتھر رکھنے کے لیے ایک جیب، پھیلی یا گویا بنا ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے مغربی پاکستان میں کھیتوں سے چڑیوں اور دوسرے پرندوں کو ڈانے کے لیے گویا استعمال ہوتا ہے۔ اسے پنجابی میں ”جھوانی“ (گھومنے والی) بھی کہتے ہیں۔

تیسری صدی قبل مسیح میں ایک اور یونانی حساب دان اور ماہر نجوم نے منجیق کے دو نئے ڈیزائن تیار کئے۔ یہ دونوں ڈیزائن عمدہ اور قابل قدر تھے۔ مگر اس دور کے کاریگروں کے لیے ایسی منجیقیں بنانا ممکن نہ تھا۔ اس لیے ان پر مزید کام نہ ہو سکا۔

تیر انداز منجیق کی مانند کبھی ۴۵ درجے کے زاویے پر باندھی جاتی بعض اوقات اُسے کھلا رکھتے تاکہ مختلف زاویوں پر نشانہ لگانے کیلئے ناند کو آسانی کیسا تھا دھڑا دھڑا گھمایا جاسکے سنگ انداز منجیق اپنی ساخت کے اعتبار سے بھاری بھر کم ہوتی تھی۔ فوجوں کیلئے ایسی بھاری منجیقیں مختلف مقامات پر ساتھ ساتھ لیے پھرنے بہت مشکل تھا۔ کیونکہ اس طرح فوجیں تیزی کے ساتھ نقل و حرکت نہ کر سکتی تھیں۔ چنانچہ فوجی انجینئر منجیق سازی کے ہتھیار اپنے ساتھ رکھتے اور جہاں ضرورت پڑتی، درخت کاٹ کر منجیق تیار کر لی جاتی۔ اسکندر اعظم کی فوجیں ایسا ہی کرتی تھیں منجیق عام طور پر بہت وزنی اور عظیم الحجۃ ہوتی۔ رومی فوجیں اسی قسم کی بھاری منجیقیں استعمال کرتی تھیں۔ انھیں ایک جگہ نصب کر کے استعمال کیا جاتا۔ ایک رومی تاریخ نویس Tacitus نے ایک بہت بڑی منجیق کا حوالہ دیا ہے جس نے ۶۹ء کے ایک محاصرے میں مصوریں میں تباہی مچادی۔

تھی۔ جدید تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ سپاس پوٹرونی پتھر کو چار سو گز کے فاصلے تک پھینکا جا سکتا ہے۔ چوتھی صدی عیسوی میں تین ہزار رومی فوجیوں کے ہر دستے کے ساتھ دس بڑی اور ساٹھ چھوٹی منجینقیں ہوتی تھیں۔ اس سے قدیم لاطینیوں میں منجینق کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

منجینق اگرچہ مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں اختیار کرتی رہی، مگر ان سب کی تیاری میں بنیادی طور پر حرکت یا دھکا دینے کا اصول کارفرما رہا ہے۔ اس کی اکثر اقسام میں نیزہ، یا سنگ اندازی میں بنیادی طور پر تپتی ہوئی کمان کی طاقت استعمال ہوتی تھی۔ کمان کی رسی گھوڑوں کے بالوں اور جانوروں کی رگوں اور رتوں سے تیار کی جاتی۔ یہ رستیاں پچکدار ہوتیں۔ جدید انجینیئروں کو بالوں اور رگوں سے تیار شدہ ان رستیوں کی لچک کا راز آج تک معلوم نہیں ہو سکا۔

سخت کمان والی منجینق کے مقابلے میں پچکدار رستیوں سے تیار شدہ منجینق زیادہ بہتر اور مفید تھیں۔ کیونکہ یہ نسبتاً وزنی گول زیادہ فاصلے پر پھینک سکتی تھی۔ چنانچہ اسے بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ یہ پس کر حیران ہوئے کہ ایسی منجینقوں میں استعمال ہونے والی رستیاں اور پتھر انسانی بالوں سے بھی تیار کئے جاتے تھے۔ بالعموم غریب عورتیں اپنے بال فروخت کر دیتی تھیں جنگ کے زمانے میں بعض موقعوں پر عورتیں اپنے بال ”دفاعی فنڈ“ میں دے دیتیں اور یہ بال دشمن کے خلاف استعمال ہونے والی منجینقوں میں صرف ہوتے۔ اس طرح کا ایک واقعہ ۱۴۶۶ء میں رومیوں کے محاصرے کے موقع پر پیش آیا۔ جب کارابھینجی عورتوں نے اپنے بال کاٹ کر فوجیوں کے حوالے کر دیئے۔

بعد کے زمانے میں منجینق کی صورت میں تبدیلی کی گئی۔ نئے ڈیزائن میں ٹانگے گرد ایک فوم تیار کیا گیا۔ اس فوم میں کمان کے بجائے بالوں کے پتھے اور ان میں پھنسے ہوئے کوڑی کی لٹھ استعمال ہوتے تھے۔

سلطنت روما کے دور میں ایک نئی طرز کی سنگ انداز منجینق ایجاد ہوئی۔ اس کا ایک ہی بازو تھا جس کے سرے پر پتھر رکھنے کے لئے پتھر کی مانند ایک گویا لگایا گیا تھا۔ بالوں سے تیار شدہ رسی کے ذریعے بازو کو حرکت دے کر عمودی نشانہ لگایا جاتا۔ چھوٹی بازو یا لٹھ کو کوڑی کا ایک عمودی اسٹینڈ روک لیتا۔ اس کا نام ”گورنر“ یا جنگی گدھا ONAGER رکھا گیا۔ کیونکہ جنگلی گدھا بھی عقب کرنے والوں پر اسی انداز میں سنگ اندازی کرتا ہے۔

ایک اور قسم دو بازوؤں والی منجینق تھی جسے عقربی منجینق SCORPION بھی کہہ سکتے ہیں۔ پانچویں صدی عیسوی کے آخر میں جب سلطنت روما کو زوال آیا، تو عقربی منجینق کا استعمال ختم ہو گیا۔ مابین کا خیال ہے کہ شاید یورپی انجینیئرنگ کے زوال کے سبب کاربکروں کے لیے ایسا پیچیدہ ہتھیار بنانا ممکن نہ رہا۔ تاہم عمداً یا پچکدار منجینق کا استعمال دور وسطیٰ میں بھی جاری رہا۔ گوتھوں نے

۱۳۶۷ء کے محاصرہ روم میں اسے استعمال کیا۔ اسی طرح ۱۸۸۷ء کے محاصرہ پیرس میں میخینق استعمال ہوئی۔

تیسری صدی عیسوی میں پوپ تالٹ نے سیسیوں کے ایک گمراہ اور وہابی "قرتے کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ اس سلسلے کی جنگوں میں بھی گورنر میخینق استعمال کی گئی۔ ۱۲۱۸ء میں سالن مونٹ فورٹ نے طولوس کا محاصرہ کر لیا محاصرے کے دوران میں وہ فیصل شہر کے گرد گھوم رہا تھا۔ گورنر میخینق کے ذریعے عورتوں نے ایک پتھر پھینک کر اس کا سر کھل دیا۔ محاصرہ ختم ہو گیا۔

بعد میں "گورنر" کی جگہ اصول توازن پر کام کرنے والی میخینق FREDUCHET نے لی لی اس میں ایک منتر کا بازو کے سرے پر ایک جھولایا گویا بنایا گیا تھا، اور دوسرے چھوٹے سرے پر وزن کی پٹیلی یا لوہری لٹکانی گئی تھی۔ مخصوص مقام پر نشانہ لگانے کے لیے وزن میں کمی بیشی کی جاتی یا وزن کی پٹیلی کو آگے پیچھے سرکا دیا جاتا۔ بعض اوقات سپاہی چھوٹے سرے پر لگی ہوئی رستیاں کھینچتے۔ سادہ ترین میخینق میں نشانہ لگانے کے لیے چھوٹے سرے کی رستیاں کھینچنا کافی ہوتا تھا۔ اس میں وزن لٹکانے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ میخینق کا استعمال بہت قریب کے زمانے تک جاری رہا۔ سلطنت عثمانیہ کی فوجوں میں میخینق چلانے والوں کا ایک مستقل دستہ ہوتا تھا۔ جدید سائنسی دور میں جب ایک طرف نئے نئے جنگی ہتھیار بننے لگے اور دوسری طرف فلاحہ بند لڑائیوں کا رواج ختم ہو گیا، تو میخینق کی اہمیت خود بخود ختم ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے میزائل لانچرز MISSILE LAUNCHERS میخینق کی ترقی یافتہ شکل ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے آتش نمرود سے نکلنے کے بعد

مؤرخین کا بیان ہے کہ نمرود سے نکلنے کے بعد حضرت ابراہیمؑ براہِ تبلیغ کیا کرتے تھے۔ نمرود نے ان کی جدوجہد دیکھ کر اور خدا کی عظمت کو گھٹانے کے لیے اپنے ارکانِ دولت سے کہا کہ میں آسمان کی طرف جاتا ہوں اور خدا سے ابراہیمؑ کو تیرا درملاک کر دوں گا۔ ان لوگوں نے اس کی مخالفت کی، لیکن وہ نہ مانا۔

چنانچہ اس نے ایک بہت طویل منارہ تیار کرنے کا حکم دیا جو کئی سالوں میں مکمل ہوا۔ جب وہ بن گیا تو اس نے ایک تالوت بنوا کر اس پر لے گیا اور چار گدھے بھی اپنے ہمراہ لے جا کر انھیں جھوکا رکھا۔ پھر اس تالوت میں چار ڈنڈے بندھوا کر ان میں گوشت باندھ دیا اور تیر و کمان لے کر گدھوں کو چھوڑا۔ وہ اوپر کو اڑے اور شبانہ روز اڑتے چلے گئے۔ مگر جب نمرود نے اوپر کی طرف نظر کی تو اسے آسمان اتنا ہی دور نظر آیا جتنی دور زمین سے تھا۔ بالآخر اس نے تیر مارا اور پلٹا اُسی دوران میں ایک زبردست زلزلہ آیا اور ساری عمارت گر گئی۔ عمارت کے گرنے سے ایسی

ہمیت پیدا ہوئی کہ ساری مخلوق کی زبان بدل گئی اور بروایت طبری و روضۃ الصفا بہتر زبانیں ہو گئیں اسی تبدیلی السنۃ کی وجہ سے اس ملک کا نام جس میں فرود رہتا تھا، بابل ہو گیا۔

قصص طہرانی میں ہے کہ فرود کی واپسی کے بعد ایک آواز پیدا ہوئی۔ جس کی وجہ سے سب اہل بابل بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش میں آئے تو سب کی زبانیں بدل ہوئی تھیں اور لطیف یہ کہ ایک ایک قبیلہ کی ہی زبان الگ الگ نہیں ہوئی۔ بلکہ ایک ایک قبیلہ میں کئی کئی زبانیں ہو گئیں۔ اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ اولادِ سام میں ۱۹ زبانیں اولادِ حام میں ۱۷ زبانیں اور اولادِ یافث میں ۱۲ زبانیں پیدا ہو گئیں ۱۴

عجائب القصص میں ہے کہ وہ منارہ جو فرود نے تیار کیا تھا وہ پانچ ہزار گز لمبا تھا۔ اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ فرود جب اس منارے پر پہنچا اور وہاں سے گڑھوں کے ذریعے سے اوپر کو اڑا تو زمین کی طرف دیکھا۔ پھر آسمان کی جانب دروازہ کھولا اور تیر راست کر کے اوپر کو پھینکنا چاہا۔ اس کے ہمراہ جو ایک اور ساختی بیٹھا تھا اس نے کہا کہ کیا کرتا ہے۔ فرود نے کہا خدا کو تیر مارتا ہوں۔ اس نے کہا کہ خدا کو کوئی نہیں مار سکتا۔ یہ تیرا مالِ بخویا ہے۔ یہ سن کر فرود نے اُسے اسی بلندی سے زمین کی طرف پھینک دیا۔ وہ ہوا میں نیچے کی طرف آ رہا تھا کہ خدا نے بذریعہ جبریل اُسے جنت میں پہنچا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس جگہ کا بابل نام قرار پایا۔ اُس کا اصل نام ”کوشا“ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ فرود نے پہلے منارہ بنا کر اُس پر سے تیر مارنا چاہا تھا۔ لیکن وہ منارہ تباہ ہو گیا۔ اُس کی تباہی کے بعد اُس نے چار گڑھوں کے ذریعے سے پرواز کی تھی۔ (تفسیر تعلبی)

فرود کا خدائے قہار سے مقابلہ | مؤرخین کا بیان ہے کہ نافرود سے براہِ ہونے اور واقعہ پرواز فرود کے بعد حضرت

ابراہیمؑ حکم رب جلیل فرود کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ اب بھی ایمان لا کر اپنی آخرت بنالے اور خدائی سے توبہ کر لے۔ اس نے کہا کہ اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اے ابراہیمؑ آگ ضرور تمہارے لیے گلزار بن گئی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تمہارے خدا کی جبروتیت تسلیم کر لوں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ وہ بہت بڑی طاقت کا مالک ہے اُس کے مقابلہ میں تیری کوئی ہستی نہیں ہے۔ یہ سن کر فرود کو پھر تاؤ آ گیا۔ کہنے لگا کہ میرے پاس جس قدر لشکر ہے وہ تمہارے خدا کو نصیب نہیں ہے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ تیری بساطِ ہمارے خدا کے مقابل میں کچھ نہیں ہے تو اس کا کیا ذکر، خود میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ فرود نے کہا کہ اچھا میں اپنا لشکر جمع کرتا ہوں۔ تم اپنا لشکر بلاؤ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس چیلنج کو قبول فرمایا۔

دن مقرر ہوا، اور فرمود نے بے شمار لشکر جمع کر لیا۔ جب وقت آیا تو حضرت ابراہیمؑ میدان میں تکی نہا پہنچے۔ فرمود نے پوچھا تمہارا لشکر کہاں ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ عنقریب آنے والا ہے۔ اتنے میں مچھروں کی فوج فضا میں ظاہر ہوئی امداد کی تعداد اتنی تھی کہ سورج کی روشنی چھپ گئی۔

ان مچھروں نے زمین پر پہنچ کر لشکر فرمود پر حملہ کر دیا۔ نہ صرف لوگوں کو ہلاک کر ڈالا بلکہ ان کے اسلحے بھی کھل گئے جو نہ بچے وہ جان بچا کر بھاگ گئے، فرمود نے جب اپنے اوپر خود مچھروں کی بارش دیکھی تو بروایت شیعہ کے ایک مکان میں اپنے کو پہنچا دیا اور اُسے صاف کر کے طرف سے بند کر دیا۔ مگر ایک لنگڑا مچھر کسی طرح اس میں باقی رہا، اور وہ اس کی ناک کی طرف سے دماغ میں جا پہنچا اور وہی اس کی موت کا سبب بنا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ فرمود کے سر میں جو مچھر گھسا اُس کی وجہ سے اُس کے سر پر جب تک بھوتیاں نہیں ماری جاتی تھیں اُس کو سکون نہیں ہوتا تھا۔ وہ چالیس سال اس واقعہ کے بعد زندہ رہا اور آخر میں اسی مچھر کے سبب سے مر گیا۔ طبری میں ہے کہ اس واقعہ کے چار سو سال بعد اس کی وفات ہوئی۔ کتاب عجائب القصاص میں حضرت شیخ فرید الدین عطار کے مندرجہ ذیل اشعار مرقوم ہیں۔

نیم پشہ بر سر دشمن گزاشت در سر او چار صد سالش بداشت
چوں دیدم شمش ضعیفی را مدد سبقت خصم قوی را بر کند

الغرض فرمود نے اپنی حالت کے پیش نظر حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ مملکت بابل سے جلد از جلد نکل جاؤ، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام وہاں سے ہجرت فرما گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت

مولف ابن واضح کا بیان ہے کہ حالات کے پیش نظر خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا۔ "ان ینخرج من بلادہم و الی الشام الارض المقدسہ" کہ تم شہر فرود سے نکل کر ارض مقدسہ شام کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے ہمنواؤں سمیت نکل کھڑے ہوئے۔ (البعقوبی ص ۷۷)

مؤلف روضۃ الصفا بحوالہ تاریخ اخبار الزمان رقمطراز ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کی تبلیغ کا پھر چا فردغ پا گیا اور نمایاں افراد ایماندار ہو گئے جیسے حضرت لوطؑ، سویل ابن بابور اور سارہؑ تو فرمود نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ تمہاری وجہ سے ہماری سلطنت میں غل و غلل ہو رہا ہے۔ لہذا تم ہمارے حدود پایہ تخت سے نکل جاؤ اور

ہجرت اولیٰ

بابل کی سرزمین سے باہر چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ طے منازل اور قطع مراحل کرتے ہوئے بمقام "حران" پہنچے اور وہاں قیام کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ وہاں قیام فرمایا تھا کہ حکم خدا سے جناب سارہ کے ساتھ عقد کر لیا۔ اس وقت بروایت کشف الغمہ، ابراہیم کی عمر ۷۷ سال اور سارہ کی عمر ۶۴ سال تھی۔ وہاں کے قیام کو ابھی زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ وہاں کا بادشاہ مخالف ہو گیا آپ نے وہاں کی سکونت ترک فرما دی۔

ایک روایت میں ہے کہ فرود حضرت ابراہیم کو قتل کرنے کی سعی کر رہا تھا لیکن وہ قدرت نہ پاسکا۔ بالآخر حضرت ابراہیم وہاں سے حکم خدا نکل پڑے، اور حران پہنچ کر وہاں حضرت سارہ کے ساتھ عقد کیا جو حسین ترین عالم تھیں۔ ایک روایت ہے کہ وہ ایک بادشاہ کی لڑکی تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے والد یعنی حضرت ابراہیم کے چچا بادشاہ یا رئیس رہے ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم کی پیشانی میں نور محمدی کی تابانی دیکھی تھی۔ قصص طبرانی ص ۱۲۱ میں ہے کہ حران میں حضرت ابراہیم کے والد تاریخ نے انتقال کیا۔

ہجرت ثانیہ | کشف الغمہ اور قصص طبرانی میں ہے کہ حضرت ابراہیم بادشاہ حران کی مخالفت کی وجہ سے کنعان ہجرت کر گئے۔ یہ مقام وہ ہے جو کنعان بن حام بن نوح کی طرف منسوب ہے۔ تھوڑے عرصہ وہاں قیام کیا کہ قحط پڑ گیا۔ آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

ہجرت ثالثہ | حضرت ابراہیم کنعان سے عازم مصر ہو گئے۔ ابھی روانہ نہ ہونے پائے تھے کہ خداوند عالم نے حضرت لوط کو مبعوث برسات کر کے متوفکات کی طرف چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ حضرت ابراہیم سے علیحدہ ہو کر روانہ ہو گئے۔ طبری میں ہے کہ متوفکات ان پانچ دریاؤں کو کہتے جو علاقہ قسسطین میں واقع ہیں اور جن کے ہر دریا میں ایک ایک لاکھ کی آبادی تھی۔

حضرت ابراہیم حران سے مصر کے لیے تنہا روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ صرف جناب سارہ تھیں جب وہاں پہنچے تو بروایت طبری جناب سارہ کے حسن و جمال کی شہرت ہو گئی جس کی وجہ سے بادشاہ کے سامنے پیشی کی نوبت آئی۔

بہر حال حضرت ابراہیم جب مصر پہنچنے والے تھے تو انھیں علم ہو گیا تھا کہ یہاں کا بادشاہ جو فراعنہ میں سے ایک فرعون ہے جس کا نام سنان بن علوان ہے وہ بڑا ظالم اور جابر ہے وہ کسی بھی عورت کو محفوظ نہیں چھوڑتا۔ لہذا انھوں نے ایک صندوق بنوا کر حضرت سارہ کو اس میں بند کر لیا تھا۔

جب آپ کا درود مصر میں ہوا تو چونگی پر سامان کی تلاشی لی گئی۔ بالآخر صندوق کا قفل کھولا گیا اور جناب سارہ برآمد ہو گئیں۔ آپ کا برآمد ہونا تھا کہ آپ کے حسن و جمال کی شہرت ہو گئی۔ اور تلاشی لینے والوں نے بادشاہ کو رپورٹ دی کہ ایک مسافر آیا ہے اور اس کے پاس حسین بن ایک عورت ہے۔ اس نے اپنی حسب عادت اسے بلانا چاہا۔ لیکن سارہ سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو طلب کیا۔ جب آپ تشریف لے گئے تو اُس نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اور تمہارے ہمراہ جو عورت ہے وہ تمہاری کون ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ عورت میری حرمت اور خالہ کی بیٹی ہے۔ اس نے کہا کہ آسے میرے پاس بھیج دو، میں اس سے سوالات کروں گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اگر جناب سارہ سے سارے واقعات بیان کئے اور کہا کہ میں نے تم کو اپنی خالہ کی بیٹی کہا ہے۔ تم اس کا خیال رکھنا کیونکہ اگر میں یہ کہہ دیتا کہ یہ میری بیوی ہے تو وہ یقیناً مجھے قتل کر کے تم پر قبضہ کرنے کی سعی کرتا، اب تم جاؤ میں تمہیں خدا کے حوالے کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ ایک روایت کی بناء پر گرفتار کر لیے گئے اور آپ وہیں محو نماز ہو گئے۔

جناب سارہ اُس کے دربار میں پہنچیں جو نہی اس کے قریب گئیں وہ چند منٹ باتوں کے بعد بنیبت ہو گیا اور اس نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ خدا نے اس کا ہاتھ سکھا دیا۔ پھر اس نے الحاح و بجاہت کی تو آپ نے دُعا کی اور اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ مگر پھر اس نے بدیہیتی سے ہاتھ بڑھایا، پھر اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور وہ قابو نہ پاسکا۔ بالآخر اسی طرح بروایت ثعلبیؒ میں بارہوا، جب وہ عاجز آگیا اور اسے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ یہ عورت معمولی نہیں ہے تو اس نے توبہ کر لی اور بڑی معافی مانگی اور ان کی خدمت کے لیے ہاجرہ نامی ایک کینز دی اور کہا "هَذَا الْجُرْحُ عَلَى ذِي عَجَائِلٍ" یہ اجرت ہے تمہاری دُعا کی، جس کی وجہ سے میں بار بار تندرست ہوا۔ تو تاریخ و احادیث میں ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت ابراہیمؑ کے سامنے سے حجابات بٹا دیے تھے۔ وہ جناب سارہ کو اپنی آنکھوں سے ناواپسی دیکھتے رہے تاکہ انھیں سکون و اطمینان رہے (عرائس ثعلبیؒ ص ۳۷ و روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۳۷) اسوۃ الرسول جلد ۱ ص ۶۸۹ میں بحوالہ تواریخ مرقوم ہے کہ ہاجرہ کینز نہ تھیں بلکہ فرعون کی بیٹی تھی محشی و مترجم تاریخ ابن خلدون نے بھی جلد ۱ ص ۱۷۱ میں یہی کچھ لکھا ہے اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے۔ مفسر تواریخ و بی شلومرا سحاق نے کتاب پیدائش کے سولہویں باب کی پہلی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ فرعون کی بیٹی تھی جب دیکھا ان کرامات کو جو ہاجرہ سارا

نافع ہوئیں، تب کہا بہتر ہے کہ میری بیٹی رہے خادمہ ہو کر ان کے گھر میں اس سے کہہ دے دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر۔ بروایت علامہ مجلسی، اس واقعہ میں جس بادشاہ کا نام آیا ہے اس کا نام عزازہ تھا (حیات القلوب) اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ واقعہ جناب سارہ کے بعد وہ بادشاہ راغب بدین ابراہیم ہو گیا تھا۔

ہجرت رابعہ

تاریخ طبری میں ہے کہ فرعون مصر نے حضرت سارہ کے ساتھ جناب ابراہیم کو بھیج دیا اور ایک شخص کو یہ پیغام دے کر حضرت ابراہیم کے پاس بھیجا کہ سارا کو لے کر میری مملکت سے باہر چلے جاؤ۔

حضرت ابراہیم حکم فرعون پاتے ہی عازم سفر ہو گئے۔ آپ بارادہ شام و فلسطین رواں دواں تھے کہ بروایت ابن قتیبہ وہ اسی راستے سے گزر رہے جس راستے میں وہ مقام پڑتا تھا جس کے بادشاہ ”ساروق نامی کو (جسے برواستے سنان بن علوان کہتے تھے) خداوند عالم نے بروقت معزول کر دیا۔ یہ قری بادشاہ تھا جس نے قبل ازیں حضرت ابراہیم کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تھا۔ انھیں مجبوراً وہاں سے روانہ ہو کر مصر جانا پڑا تھا۔ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ اس کے معزول ہونے سے اس کا سارا مال و اسباب حضرت ابراہیم کے ہاتھ لگ گیا انھوں نے اس میں سے نصف خود لیا اور نصف جناب لوط کو دیا اور وہاں سے آگے روانہ ہو گئے میرے نزدیک یہ بیان قابل نظر ہے۔

عرائس ثعلبی میں ہے کہ حضرت ابراہیم مصر سے روانہ ہو کر شام پہنچے اور وہاں تھوڑے عرصہ قیام رہ کر بارادہ فلسطین روانہ ہو گئے۔

ہجرت خامسہ

امام ثعلبی کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم نے شام میں جا کر قیام کیا۔ لیکن وہاں کے بادشاہ نے آپ کے قیام کو گوارا نہ کیا اور آپ کے درپے ہو گیا۔ ”فاشفق من شرک فزل السبع من ارض فلسطین“ آپ وہاں سے روانہ ہو کر مقام ”سبع“ میں جا ٹھہرے، سبع اور توفعات کے درمیان ایک شبانہ روز کا راستہ تھا یہاں آپ کے رہنے سے جناب لوط کا بھی قرب ہو گیا تھا۔

عرائس ثعلبی اور روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت ابراہیم جس وقت سبع میں پہنچے تھے وہ مقام اگرچہ بے آب و گیاہ تھا۔ لیکن حضرت ابراہیم نے اس کی سکونت کو پسند فرمایا تھا بنا بریں آپ نے وہاں ایک کنواں کھدوایا جس کا پانی بہت شیریں تھا۔ نیز ایک مسجد تیار کرائی جس میں وہ نماز پڑھتے تھے۔

مورخ ہروی علامہ خادمہ بادشاہ کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم جب شام سے ہجرت کر کے

مقام سبچ میں پہنچے تو آپ کے پاس سے کھانا پانی سب ختم ہو چکا تھا۔ اس مقام پر نہ کھانے کا انتظام ممکن تھا نہ پانی کا یعنی یہ کہ یہ مقام ایک بے آب و گیاہ جنگل تھا جب کھانے اور پانی کی آپ کو اور ساڑھ و پانچڑھ کو تکلیف ہوئی تو آپ نے ان عورتوں سے کہا کہ میں اس میدان میں ایک طرف کو جاتا ہوں، شاید کوئی سمیل پیدا ہو سکے۔

یہ کہہ کر آپ روانہ ہو گئے اور جنگل میں مارے مارے پھرتے رہے۔ بالآخر یہ خیال کر کے کہ ان عورتوں کو تسلی دی جائے۔ ایک بوری ریت بھر لی اور لے جا کر جس مقام پر قیام تھا عورتوں کے پاس رکھ دی اور خود کروٹ پھیر کر سو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ان عورتوں نے جگایا اور کہا کہ اٹھو روٹی کھا لو، حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ آٹا کہاں سے آیا۔ ان عورتوں نے کہا کہ یہ دُہی آٹا ہے جو آپ بوری میں بھر کر لاتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے خدا کا شکر کیا۔

پھر آپ کنواں کھودنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب کنواں کھد گیا اور آب شریں برآمد ہو گیا، تو آہستہ آہستہ اس جگہ آبادی بڑھنے لگی۔ یہاں تک کہ ایک شہر بن گیا جو اب ہم ”ابراہیم آباد“ کے نام سے مشہور ہے۔

ہجرت سادسہ | حضرت ابراہیمؑ اسی مقام سبچ میں قیام پذیر رہے اور عرصہ دراز تک رہے۔ لیکن ایک ایسا وقت آ گیا کہ وہاں کے باشندے آپ کی اطاعت گزاری میں کوتاہی کرنے لگے اور مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تو آپ وہاں سے روانہ ہو کر فلسطین کے علاقہ میں بمقام ”قط“ جو کہ رملہ والیا کے درمیان واقع ہے قیام فرما ہو گئے اور بروایت روضۃ الصفا تا آخر حیات یہیں قیام فرما رہے۔

عرائس ثعلبی میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے مقام سبچ سے نکل آنے کے بعد وہاں کے کنوئیں کا پانی خشک ہو گیا۔ ”فندم اهل السبع جميعا على ما هنعوا وقالوا اخر حنا من سبعين اظهر نارحلا هالحا قاتبعوا اثره حتى احس كره“۔ یہ حال دیکھ کر سبچ کے لوگ اپنے کرتوت کی وجہ سے سخت شرمندہ اور نادم ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے اپنے درمیان سے ایک ایسے صالح اور متقی کو نکال دیا ہے جس کی برکت ہم پر سایہ نکلن تھی۔ اس کے بعد وہ ان کی تلاش میں نکلے۔ یہاں تک کہ انھیں مقام ”قط“ میں پایا۔ ملاقات کے بعد عرض پرواز ہوئے کہ آپ ہمارے وطن چلیے جو آپ کا بسا یا ہوا ہے۔ ہم آپ کے آنے سے بہت سی نعمتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ اور ان نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت پانی ہے۔ آپ کے تشریف لانے سے اس کنوئیں کا پانی خشک ہو گیا ہے جسے آپ نے کھودا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ

نے فرمایا کہ میں اب ایسی جگہ نہیں جاسکتا جس سے نکالا گیا ہوں یا جس سے چلا آیا ہوں۔ ان لوگوں نے بہت اصرار کیا مگر وہ نہ مانے، بالآخر انھوں نے معافی تلافی کے بعد آبِ چاہ، کے متعلق گفتگو کی تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں اس کا بند و بست کئے دیتا ہوں، یہ کہہ کر انھوں نے اپنے بھڑکے گلے سے سات بھیڑیں دے دیں اور فرمایا کہ جب تم انھیں کنوئیں پر لے جاؤ گے تو پتھر کے کنوئیں کا دل پیسچ اٹھے گا۔ اور پانی برآمد ہو جائے گا۔ اور سنو! تم کو اسی طرح کنوئیں کے باہر پانی ملے گا جس طرح پہلے ملتا تھا۔ لیکن ایک شرط ہے وہ یہ کہ اس کنوئیں پر کسی حائضہ عورت کو نہ جانے دینا ورنہ نقصان ہوگا۔

وہ بھیڑوں کو لے کر چلے گئے جب کنوئیں پر پہنچے تو پانی برآمد ہو گیا۔ وہ اسے بڑی احتیاط سے استعمال کرتے رہے اور اس امر کی پوری حفاظت رکھی کہ کوئی حائضہ نہ آنے پائے لیکن ایک عرصہ کے بعد ایک حائضہ عورت اس کنوئیں پر پانی بھرنے کے لیے جا پہنچی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کنوئیں کا پانی باہر آنا بند ہو گیا۔ یعنی پانی کنوئیں کے حصّہ زیریں میں ٹھہر گیا پھر وہی سے نکالا جانے لگا۔ جیسا کہ آج کل نکالا جاتا ہے اور قیامت تک اسی طرح نکالا جائے گا۔

الغرض حضرت ابراہیمؑ بروایتِ ثعلبی و روضۃ الصفا تاحیات اسی مقامِ قطب میں رہے میرے خیال کے مطابق شاید یہی جگہ مقامِ قدس کے نام سے مشہور ہے۔ ناچیز مؤلف نے اس مقام کی جون ۱۹۶۵ء میں زیارت کی ہے۔

توضیح کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب اپنی عمر کا ایک نمایاں حصّہ گزار چکے تو آپ کے دل میں فرزند کی تمنا پیدا ہوئی یعقوبی ص ۱۸ میں ہے کہ خدا نے ابراہیمؑ سے کہا کہ میں

**حضرت ابراہیمؑ کے دل میں
فرزند کی تمنا**

تمہیں کثیر اولاد دوں گا اور قیامت تک ملک باقی تم میں رکھوں گا۔ اس وقت ابراہیمؑ کی عمر ۸۶ سال کی تھی حضرت سارہؑ چونکہ عقیم تھیں اور اُن سے اولاد کی تولید کا امکان نہ تھا اور حضرت ابراہیمؑ اس کا اظہار جناب سارہؑ کے خیال سے نہ کرتے تھے۔ لیکن اُن کے دل میں یہ تمنا کروٹ لے رہی تھی۔ بالآخر جناب سارہؑ نے اسے محسوس کر لیا، پھر انھوں نے اس کے ردِ عمل میں جناب ہاجرہؑ کو انھیں بہہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ ان سے عقد کر لیں شاید خدا کوئی اولاد دے دے۔

حضرت اسماعیلؑ کی ولادت حضرت ابراہیمؑ نے اُن سے عقد کر لیا۔ وہ چونکہ

جوان تھیں اور مشیت خدا ان سے اولاد کی مقینی تھی۔ لہذا وہ عالم ہو گئیں اور مدت محل پوری ہوئے ہی ایک چاند سا بچہ ان کے بطن سے متولد ہوا جس کا عبرانی اسم وہیل نام رکھا گیا۔ جو کثرت استعمال سے اسماعیل ہو گیا۔

حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کو بے حد چاہتے تھے انھیں کبھی اپنے کندھے پر اور کبھی اپنی آغوش میں رکھتے تھے اور بے انتہا ان سے پیار کرتے تھے، صاحب اولاد ہونے کی وجہ سے ہاجرہ کے بھی دل میں سارہ کی طرف سے برتری اور تفوق پیدا ہو گیا حضرت سارہ چونکہ عورت ذات تھیں وہ اس تفوق کو برداشت نہ کر سکیں اور انھوں نے قسم کھائی کہ میں اپنی کمینہ ہاجرہ کے جسم میں سے تین اعضا قطع کروں گی۔ یہ سن کر جناب ہاجرہ ہراساں ہو گئیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے سارہ سے سفارش کی اور کہا کہ اپنی قسم دونوں کانوں کی لوؤں کو چھیدنے اور ختنہ کرنے سے پوری کر لو، حضرت سارہ نے اسے مان لیا۔ چنانچہ ان کا ختنہ کیا گیا اور لوہی چھیدی گئیں۔ اسی وجہ سے اسلام میں عورت کا ختنہ اور کانوں کی لو کا چھیدنا سنت ہے۔ قصص جویری میں ہے کہ ہاجرہ کا جب کان چھیدا گیا تو انھوں نے گوشوارے پہن لیے جس کی وجہ سے سارہ کو اور زیادہ محسوس ہوا۔

کشف الغمہ میں ہے کہ سارہ سے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے خود سارہ نے ہاجرہ کو ہمہ کر کے ابراہیمؑ کے حوالے کر دیا۔ لیکن جب ہاجرہ حاملہ ہوئیں تو انھوں نے سارہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ جس کی وجہ سے انھوں نے تین عضو کاٹنے کی قسم کھائی۔ پھر جب اسماعیلؑ پیدا ہوئے تو ہاجرہ نے سارہ کو کسب نظر سے دیکھا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے ابراہیمؑ سے کہا کہ انھیں وادی غیر ذی زرع میں جا کر چھوڑ آؤ۔

مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ مذکورہ حالات کی روشنی میں حضرت ابراہیمؑ کی بیوی سارہ نے ان سے کہا کہ ہاجرہ کو کسی ایسی جگہ لے جا کر ڈال آؤ

جناب ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ
وادی غیر ذی زرع میں

جس جگہ نہ آبادی ہو نہ زراعت ہو نہ عمارت ہو۔ اسے ابراہیمؑ انھیں (ماں بیٹو) کو جلد سے جلد ہماری نظروں سے اوجھل کر دو۔ میں انھیں دیکھ نہیں سکتی۔ پوری ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جائے، جو خدا کی طرف سے میرے لیے عذاب کا سبب بن جائے۔ حضرت ابراہیمؑ جناب سارہ کے مطالبہ کو سن رہے ہیں اور غور کرتے جاتے ہیں۔ ابھی مترود ہی تھے کہ جبریلؑ نے کہا کہ یہ جو کہتی ہیں کہ وہ حضرت ابراہیمؑ نے تعمیل ارشاد سارہ کا تبتہ کیا۔

اور جناب ہاجرہؓ کو اسماعیلؑ سمیت جن کی عمر اس وقت دو سال کی تھی لے کر ایک طرف کو چل پڑے جبریلؑ نے پوچھا کہاں لیے جاتے ہو۔ کہا کسی بے آب و گیاہ جنگل میں پھر انھوں نے کہا گوئی طرف لے چلو، اس سے زیادہ ریتلا اور پتھر لایہ جنگل اور کہاں ہوگا۔ حضرت ابراہیمؑ مکہ کی طرف کو لے کر چلے جبریلؑ راستہ بناتے تھے اور یہ لوگ راستہ چلتے تھے۔ چلتے چلتے جب ان کی سواری مقام زمزم پر پہنچی جو اس وقت چٹیل میدان تھا۔ نہ اس جگہ پانی تھا نہ سبزہ تھا، نہ گھاس تھی، نہ انسان تھے۔ نہ اور کسی قسم کی آبادی تھی۔ تو جبریلؑ نے کہا بس اسی جگہ ان کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب جنگل کی حالت دیکھی اور انھیں معلوم ہوا کہ میلوں نہ آبادی ہے نہ پانی ہے، نہ کھانا ہے، نہ سبزہ ہے تو گھبرا اٹھے۔ "اے جبریلؑ! ایسے بے آب و گیاہ جنگل میں، کس طرح ان لوگوں کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ جبریلؑ نے کہا، گھبراؤ نہیں۔ انھیں خدا کے حوالے کر دو۔ جبریلؑ کے کہنے سے تسلی تو ہوئی، لیکن فطرت انسانی کے تقاضے سے بارگاہ خداوندی میں یہ عرض کرنے پر مجبور ہو گئے۔ رہنا انی اسکت ذریعتی بواحد غیریہ زرع عند بیتک المہرم" پالنے والے اس بے آب و گیاہ وادی میں تیرے گھر کے پاس اپنی ذریعت چھوڑے جاتا ہوں۔ خدا اب ان کا تو نگہبان ہے۔

حضرت ابراہیمؑ دل پر پتھر رکھے ہوئے جو نہی اس مقام سے چلے جناب ہاجرہؓ نے دوڑ کر دامن تنہام لیا، اور چلا کر روئیں اور کہا۔ ارے لے ابراہیمؑ، میں اس چٹیل میدان میں اس خوفناک جنگل میں، اس بے آب و گیاہ وادی میں کس پر چھوڑے جاتے ہو۔ ابراہیمؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ ابھی وہ جواب نہ دینے پائے تھے کہ جناب ہاجرہؓ نے پھر سوال کیا۔ کہ اے ابراہیمؑ یہ بتاؤ کہ یہ جو کچھ تم ہمارے ساتھ کر رہے ہو، از خود کر رہے ہو یا خدا کا حکم ہے، ابراہیمؑ نے جواب دیا۔ اے ہاجرہؓ جو کچھ ہو رہا ہے۔ یہ حکم خدا سے ہو رہا ہے میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا۔ یہ سن کر جناب ہاجرہؓ کو تسلی ہو گئی اور انھوں نے کہا۔ رضیت باللہ رباً حبیبی اللہ وعلیہ توکل "میں اس فرمان پر راضی ہوں۔ وہی میرے لیے کافی ہے اور اسی پر میرا توکل ہے۔

الغرض بروایت روضۃ الصفا حضرت ابراہیمؑ تین یوم اس وادی میں قیام کرنے کے بعد جناب ہاجرہؓ سے رخصت ہوئے جناب اسماعیلؑ کو سار کیا اور با چشم نم واپس ہو گئے۔ مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جناب ہاجرہؓ اور اسماعیلؑ کو چھوڑ کر روانہ تو ہو گئے، لیکن دل کو سکون نہیں تھا۔ راستے بھر میں آنسو بہاتے ہوئے چلے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ کے چلے جانے کے بعد جناب ہاجرہؓ اس ایک چھوٹے سے درخت کے

نیچے جواٹھیں کے لیے اس جنگل میں اگایا گیا تھا۔ اپنے بچے کو لے کر پھرتی تھیں۔

آبِ زمزم کی نمود

حضرت ابراہیمؑ جس قدر پانی اور صفنا کھانے کے لیے دے گئے تھے۔ وہ سب کا سب ختم ہو گیا اور جناب ہاجرہؑ کا دودھ بھی خشک ہو گیا۔ ماں بیٹے پر پیاس کا غلبہ ہوا اور یہ عالم ہو گیا کہ ہاجرہؑ بیٹے کی حالت دیکھ نہ سکیں انتہائی پریشانی کی حالت میں ادھر ادھر بھاگنے لگیں، بالآخر دوڑ کر کوہِ صفا پر گئیں تاکہ وہاں سے نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ کوئی آبادی ہے یا نہیں۔ اگر آبادی ہو تو پانی حاصل کرنے کی سعی کریں۔

جب کوہِ صفا پر پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آیا تو فوراً واپس ہوئیں اور بچے پر ایک نگاہِ حفاٹ ڈال کر کوہِ مروہ کی طرف چلیں۔ پانی کی طلب اور پیاس کی بے تابی جناب ہاجرہؑ کو دوڑا رہی ہے اور بچے کا خیال ان کے دماغ کو چکڑا رہا ہے۔ وہ پانی کی تلاش میں دوڑ تو رہی ہیں۔ لیکن یہ فکر بھی دامن گیر ہے کہ کہیں میرے بچے کو کوئی جنگلی جانور گزند نہ پہنچائے اسی لیے کچھ دور جاتی ہیں اور واپس آ جاتی ہیں۔ غرضیکہ کوہِ مروہ پر پہنچیں وہاں دھرا دھر دوڑیل مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ اسی دوران میں کچھ آوازیں کان میں آئیں۔ مگر کوئی دکھائی نہ دیا آپ کوہِ مروہ سے واپس آ رہی تھیں کہ آپ کو اس مقام کی طرف شیر کی آواز محسوس ہوئی۔ جس جگہ حضرت اسماعیلؑ زمین پر ایڑیاں رگڑ رہے تھے جناب ہاجرہؑ اس آواز سے بے حد گھبراتیں اور دامنِ سمیٹ کر نہایت بیتابی میں بچے کی طرف دوڑیں۔ وہاں پہنچ کر قدرتِ خدا کا تماشا دیکھا۔ دیکھا کہ اسماعیلؑ جس جگہ ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اس جگہ چشمہ اُبل رہا ہے۔ جناب ہاجرہؑ شکر بجالائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جناب ہاجرہؑ چونکہ طلبِ آب کے لیے بین الصفا والمروہ سات مرتبہ دوڑیں تھیں۔ اسی لیے حج کے موقع پر سات مرتبہ سعی واجب قرار دی گئی ہے، ایک روایت میں ہے کہ جب جناب ہاجرہؑ سیراب ہو گئیں اور بچے کو پانی پلا لیا تو اپنے مقام سے اٹھ کر چشمہ کے قریب آئیں اور اپنا مشکیزہ بھرنا چاہا۔ جبریلؑ نے کہا کہ پانی بھرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ پانی ہمیشہ رسے گا۔ پھر انھوں نے مٹی اور کنکری کے ذریعے سے پانی کو گھیر دیا۔ بظاہر ان کا خیال یہ تھا کہ بہہ کر پانی ضائع نہ ہو لیکن درحقیقت ان کے گھیر دینے سے پانی بنیادی طور پر کنوئیں میں محدود رہ گیا۔ ورنہ بہت بڑا دریا بن کر دنیا کو سیراب کرتا۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ”رحم اللہ ام اسماعیل لوتوکت لکان زمزم ماء معینا“ خدا ہاجرہؑ پر رحم کرے وہ اگر آبِ زمزم کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں تو ہر

آئینہ چشمہ آب بر ارد کے زمین روان می بود " تو یہ شیریں پانی کا چشمہ روئے زمین پر بہتا۔
(روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۴۲)

جناب ہاجرہ ابھی چشمہ کے قریب ہی کھڑی تھیں کہ ان کے کانوں میں یہ آواز آئی۔ اے ہاجرہ پانی کا یہ چشمہ تیرے فرزند اسماعیل کے لیے جاری کیا گیا ہے تیرا یہ فرزند منصب نبوت پر فائز ہوگا۔ اور اس وقت بھی نبی ہے۔ اے ہاجرہ یہ اپنے باپ کے ہمراہ میرا گھر (کعبہ) بنائے گا۔ یہ سن کر جناب ہاجرہ کی ساری کلفتیں دور ہو گئیں اور وہ خوش و مسرور ہو گئیں۔

حضرت اسماعیلؑ کی نشوونما | متوضی کا بیان ہے کہ جب آب زمزم سطح ارض پر نمایاں ہوا تو اس کی وجہ سے طائر بھی ہوائیں

پرواز کرنے لگے۔ ورنہ اس سے قبل اس خشک وادی سے پرندے شاید گزرتے بھی نہ رہتے ہوں۔ طائروں کے منڈلانے سے عرب کے قبائل کو معلوم ہو گیا کہ اس سرزمین پر پانی ضرور ہے۔ چنانچہ بنی جرہم جو حضرت ابراہیمؑ کے بنی اعمام تھے جب مکہ کی جانب سے سلسلہ تجارت شام جانے لگے اور ان کی نظر خلافت معمول اڑتے ہوئے طائروں پر پڑی تو انھوں نے چند آدمیوں کو تحفظ تفحص حالات کے لیے بھیجا جب وہ اُس مقام پر پہنچے جس کی بالائی فضائیں طائر اڑ رہے تھے تو دیکھا کہ ایک نوجوان عورت ایک بچے کو لیے ہوئے بیٹھی ہے۔ انھوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ آیا انسانوں میں سے ہو یا جنوں میں سے؟

جناب ہاجرہ نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ انھوں نے پوچھا کہ اس پانی کا مالک تم دونوں کے علاوہ کوئی اور بھی ہے جناب ہاجرہ نے فرمایا نہیں۔ ان لوگوں نے پانی کو چکھا نہایت شیریں پایا۔ اجازت، قیام مانگی۔ جناب ہاجرہ نے اجازت دے دی۔ وہ واپس گئے اور اپنے قبائل میں سے لے آئے۔ بنی سے جو قبائل آئے وہ دو تھے (۱) بنی جرہم (۲) قطوراء اول الذکر کا سردار مصاص بن عمر اور آخر الذکر کا سردار سموخ بن عامر تھا (۱) مکہ کے بالائی حصہ میں اور (۲) مکہ کے پایانی حصہ میں آباد ہو گئے۔

حضرت اسماعیلؑ انھیں لوگوں میں پلے بٹھے، انھیں سے عربی زبان سیکھی۔ انھیں میں پروان چڑھے، حد بلوغ تک پہنچے، انھیں میں شادیاں کیں اور صاحب اولاد بنے۔

حضرت ابراہیمؑ مکہ معظمہ میں | جناب ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ کر جانے کے ایک سال بعد

جبکہ حضرت اسماعیلؑ کی عمر تین سال کی ہوئی اور جبیلؑ نے ان لوگوں کے حالات سے ابراہیمؑ کو باخبر کیا تو ان کے دل غمگین میں جوش ملاقات بھڑکا۔ لہذا انھوں نے جناب سارہ سے کہا کہ

میں مکہ معظمہ جاتا ہوں تاکہ اسماعیل کو دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہیں، سارا نے بروایت طبری اجازت دی لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ قسم دے دی کہ تم اپنی سواری سے اترو گے نہیں حضرت ابراہیمؑ اسے منظور کر کے روانہ ہوئے اور پانچ دن کی راہ بذریعہ براق دو پہر تک طے کر کے مکہ پہنچے وہاں ہاجرہ اور اسماعیل سے ملاقات کی اور اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ علامہ عبد الواحد بحوالہ تفسیر مواب علیہ و تفسیر زاد ہی لکھتے ہیں کہ جب ہاجرہ نے ابراہیمؑ کو آتے ہوئے دیکھا تو ان کی باچھیں کھل گئیں۔ اور یہ ان کے استقبال کے لیے بڑھیں اور بڑی مسرت کے ساتھ انھیں اپنے گھر لائیں۔ پھر درخواست کی کہ آپ اپنی سواری سے اتریں تو آپ کا سر مبارک دھوؤں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں سارہ سے عہد کر کے آیا ہوں کہ میں اپنی سواری سے نہ اتروں گا میں خلاف عہد نہیں کر سکتا یہ سن کر جناب ہاجرہ نے ایک جانب ایک پتھر لا کر رکھا۔ ابراہیمؑ نے اس پر اپنا پیر ٹیک کر ہر ایک طرف کر دیا۔ پھر انھوں نے دوسری جانب پتھر رکھا۔ اس طرح نصف نصف سر دواں کر کے دھو دیا۔ جس پتھر پر ابراہیمؑ نے اپنے پاؤں رکھے تھے اور اس پر نقش قدم ابھر آئے تھے۔ وہی بعد میں ”مقام ابراہیمؑ“ قرار پایا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ مقام ابراہیمؑ وہ پتھر ہے جس پر کعبہ بنانے کے موقع پر حضرت ابراہیمؑ نے قدم رکھے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اسماعیلؑ کی دوسری بیوی نے حضرت ابراہیمؑ کا سر دھلایا تھا، اور اس موقع پر انھوں نے پتھر پر قدم رکھے تھے اور نقش ابھرا تھا وہی مقام ابراہیمؑ ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت اسحاقؑ کی ولادت | حضرت اسماعیلؑ جب پانچ سال کے ہوئے تو بطن سارہ سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور جناب سارہ اپنے وطن حوالی شام و فلسطین میں زندگی کے ایام گزار رہے تھے کہ خدا نے جناب سارہ کی تمنا کے مطابق ایسی صورت میں جبکہ بروایت یعقوبی حضرت ابراہیمؑ کی عمر ایک سو سال کی تھی اور جناب سارہ کی عمر ۹۰ سال کی تھی خدانے جبریلؑ کے ذریعہ سے نواید کی بشارت دی اور اس بشارت کے ساتھ ہی ساتھ وہ حاملہ ہوئیں ان دونوں کو اس واقعہ سے بڑا تعجب ہوا بالآخر وہ حاملہ ہوئیں اور جناب اسحاق پیدا ہوئے۔

روضة السفا میں ہے کہ جناب سارہ بشارت کے ساتویں دن حاملہ ہوئیں اور جب ممت حمل پوری ہوئی تو ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ ایک ہزار ستارے آسمان پر مجتمع ہیں جبریلؑ اسے ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ اس کے صلب سے ایک ہزار انبیاء پیدا ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے جبریلؑ سے کہا کہ پھر اسماعیلؑ کے لیے کیا ہے عرض کی ان کی نسل سے خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ

مصطفیٰ پیدا ہوئے جو سب کے مترادف ہوئے۔ یہی کہ حضرت ابراہیمؑ کا شکر ادا کرنے لگے۔
قصص جویری میں ہے کہ جب حضرت سارہؑ نے بشارت تولد پر تعجب کیا تو جناب جبریلؑ
نے بھنے ہوئے گوشت کو اشارہ کیا اور وہ گو سالہ بی کو مال کا دودھ پینے لگا۔ پھر ان کے ایک
اشارہ سے وہ درخت جو گھر میں سوکھا کھڑا تھا سرسبز و شاداب ہو گیا، پھر فرمایا کہ اے سارہؑ
جو خدا نے تجھے گوشت کو گو سالہ کی شکل دے سکتا اور سوکھے درخت کو ہرا بھرا بنا سکتا ہے۔ وہی
انکار رفتہ مرد و زن سے اولاد پیدا کر سکتا ہے۔

متعدد روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ السلام
برابر حضرت اسماعیلؑ و ہاجرہؑ کو دیکھنے آیا کرتے
تھے۔ البتہ جب تیسری مرتبہ بروایت حیات الطوب
جلدا ص ۱۲ تشریف لائے تو اس وقت حضرت
اسماعیلؑ جوان تھے۔ اور ان کی عمر ۱۳، ۱۴ سال کی تھی اور ان کے پاس کافی گوسفند وغیرہ تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کے تعمیر کعبہ
اور ذبح فرزند کا واقعہ

حضرت ابراہیمؑ ان حالات سے بہت خوش ہوئے۔
حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے کہ خداوند عالم کا حکم آگاہ کیا
کعبہ کی تعمیر کرو۔ انھوں نے پوچھا کہ مالک کس جگہ تعمیر کروں؟ ارشاد ہوا کہ اسی جگہ بناؤ جس جگہ
عمد آدمؑ میں قبر تھا جسے طوفان نوح کے موقع پر ہم نے آسمان پر اٹھایا تھا۔ اس کے بعد خدا
نے جبریلؑ کو بھیجا۔ انھوں نے آگ نشان بنا دیا اور خط کھینچ دیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر شروع کر دی۔ حضرت اسماعیلؑ پتھر اور گارا وغیرہ دیتے تھے اور حضرت
ابراہیمؑ دیوار اٹھاتے تھے۔ یہاں تک کہ ۹ ہاتھ دیوار بلند ہو گئی۔ پھر خدا نے ابراہیمؑ سے فرمایا کہ
جگر اسود، کوہ البقیع میں ہے اسے جا کر لاؤ۔ چنانچہ وہ لے آئے۔ پھر جگر اسود کی جگہ بتائی
گئی اور انھوں نے اس کو نصب کر دیا۔ اس وقت جس جگہ پر جگر اسود نصب تھا۔ اسی جگہ خدا
نے نصب کرایا تھا۔ پھر اس میں غزنی اور شرقی دروازے بنائے گئے۔ حضرت ہاجرہؑ جو حضرت
ابراہیمؑ کے ہمراہ تھیں اپنی عبا سے دروازوں پر پردے ڈال دیئے۔ اس کے بعد ایک روایت
کی بنا پر ملائکہ کی مدد سے اور ایک روایت کی بنا پر مقام ابراہیمؑ کے بلند ہو جانے سے دیوار
۱۲ ہاتھ بلند ہو گئی۔ پھر اپنی اصلی منزل تک پہنچی۔ ایک روایت میں ہے کہ کعبہ طویل و عریض
طور لینا اور جودی و حمر کے پتھروں سے بنایا گیا تھا۔ جب خانہ کعبہ تیار ہو گیا تو ۸ ذی الحجہ
کو جبریلؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ اپنے لیے پانی مٹا کر دو۔ کیونکہ اس زمانہ میں منیٰ اور
عرفات میں پانی نہ تھا۔ اسی لیے اس دن کو ”یوم ترویہ“ کہتے ہیں۔

بروایت روضۃ الصفا تمکیل کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے خدا کی بارگاہ میں شکر گزاری کی اور دعا اور تضرع و نزاری کی اور درخواست کی۔ ”رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الدَّعَا، خدایا تودعا کا سننے والا ہے، میری اس محنت تعمیر کعبہ کو قبول فرما لے جو بڑے نازل ہو کر قبولیت کی بشارت دی۔ پھر انھیں مناسک حج وغیرہ بتائے اور مشغول حج ہو گئے۔ حج سے فراغت کے بعد حضرت ابراہیمؑ عازم شام ہو گئے۔ ابھی یہ روانہ نہ ہونے پائے تھے کہ خدا کی طرف سے وحی آئی کہ اے ابراہیمؑ دنیا والوں کو تعمیر کعبہ سے باخبر کرو، تاکہ یہ لوگ حج کے لیے آئیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی مالک میری آواز نہ خفیض ہے۔ یہ کہاں تک جا سکے گی۔ حکم ہوا آواز تم بلند کرو۔ پہنچانا میرا کام ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے مقام پر آکر اور کھڑے ہو کر پہلے مین کی طرف منہ کر کے پھر مشرق کی طرف رخ کر کے آواز دی۔ آپ کی آواز ربع مسکون میں ہر جگہ پہنچی اور سب نے سنی یہاں تک کہ ارحام و اصلاب میں جو لوگ تھے۔ انھوں نے بھی سنا، اور سب نے ”لبیک لبیک“ کہہ کر جواب دیا۔

بروایت الیعقوبی و حیات القلوب مجلسی حج کرنے کے سلسلہ میں حضرت ابراہیمؑ جب مشعر الحرام پہنچے تو رات ہو گئی تھی وہیں آپ سورہے سوتے ہیں خواب دیکھا کہ میں اپنے فرزند اسماعیلؑ کو ذبح کر رہا ہوں، یہ خواب نہ تھا بلکہ حکم خداوندی تھا فامرک اللہ ان یدبح ابنہ خدا نے حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دو۔ (الیعقوبی ص ۱۲) آپ نے اپنی بیوی ہاجرہؑ سے کہا کہ اسماعیلؑ کو بنا سنوار دو۔ میں دوست کی ملاقات کے لیے جاتا ہوں۔ انھوں نے تیار کر دیا۔ آپ نے ایک چھری اور رسی لی اور روانہ ہو گئے۔ منیٰ میں پہنچ کر اسماعیلؑ سے کہا کہ بیٹا مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس کی راہ میں ذبح کر دوں۔ اسماعیلؑ نے عرض کی باباجان پھر تامل کیا ہے؟ ”یا ایت افعل ماتوم“ جو حکم ہوا ہے کر گزریے، آپ مجھے انشاء اللہ صابروں میں سے پائیں گے۔

باپ بیٹے کی گفتگو سن کر شیطان حضرت ہاجرہؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا تم آرام سے بیٹھی ہو وہاں ابراہیمؑ تمہارے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ ہاجرہؑ نے کہا کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ وہ مجھ سے زیادہ ان کو چاہتے ہیں پھر لڑکے سے کہا کہ ان کو کیا ہو گیا ہے جو ایسا غلط کام کر رہے ہیں۔ لڑکے نے بھی مایوس کن جواب دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ پہلے حضرت ابراہیمؑ کو بہکانے کی سعی کی تھی جب ناکامیاب ہوا تھا تو ہاجرہؑ کے پاس گیا اور جب وہاں سے مایوسی ہوئی تو حضرت اسماعیلؑ کے پاس آیا تھا جناب ہاجرہؑ اگر چہ مٹھن تھیں لیکن ماں کا دل رتھتی تھیں شیطان کے اس کہنے پر کہ

ابراہیمؑ کو خیال ہے کہ انھیں ذبح فرزند کا حکم خدا نے دیا ہے جناب ہاجرہؑ شخص حالات کے لیے گھر سے نکل پڑیں۔

ادھر حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے سے گفتگو کے بعد اُسے زمین پر لٹا دیا اور اسماعیلؑ کے کہنے کے مطابق کہ جوان کا تڑپنا دیکھا نہ جائے گا۔ آنکھوں پر پٹی باندھ لی۔ بروایت کشف الغمہ اس وقت باپ بھی رو رہا تھا اور بیٹا بھی کیونکہ یہ فطری تقاضہ تھا۔

زمین پر لٹانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے گردن پر چھری چلائی۔ لیکن چھری پلٹ گئی۔ پھر سیدھی کی۔ پھر چلائی پھر پلٹ گئی اسی طرح تین بار ہوا۔ آخر کار آپ نے چھری مضبوط پکڑی اور زمین پر کھٹنے کو ٹیک کر پوری طاقت سے چھری کو دبا کر چلایا تو گلا کاٹ گیا، خوش ہو گئے کہ قربانی کامیاب ہو گئی خدا نے بھی فرما دیا۔ ”صدق الرویا“ تم نے خواب سچا کر دکھایا۔ لیکن جب پٹی کھولی تو دیکھا کہ ایک دُنبہ ذبح پڑا ہے اور اسماعیلؑ علیحدہ کھڑے ہیں غمگین ہو گئے۔ ارشاد ہوا ”فیدنا بذبح عظیم“ ابراہیمؑ بخیرہ نہ ہو ہم نے اس قربانی کو ذبح عظیم سے بدل دیا ہے۔

تاریخ طبری اور عرائس ثعلبی میں ہے کہ وہ دُنبہ جو حضرت اسماعیلؑ کی جگہ پر ذبح کیا گیا وہ وہی تھا جو ہابیل نے نذر کے طور پر قابیل کے مقابلہ میں پیش کیا تھا اور خدا نے اسے ایک صاف (بجلی) کے ذریعہ سے قبول فرمایا تھا۔ تازخ روضۃ الصفا میں بحوالہ منہاج الطالبین بروایت حضرت صادق آل محمدؑ مذکور ہے کہ جب اسماعیلؑ ذبح ہونے سے بچ گئے تو حضرت ابراہیمؑ سخت رنجیدہ ہوئے، یہ دیکھ کر خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیمؑ، صلیب اسماعیلؑ میں نور محمد مصطفیٰؐ آجا کریں ہے میں نے اس کی حفاظت ضروری قرار دی اور انھیں بچایا۔ اب تم مستقبل کے حالات دیکھو۔ چنانچہ خدا نے حجّات اٹھا دیئے۔ انھوں نے فرزند ان اسماعیلؑ میں سرکارِ دو عالم اور ان کے اہل بیتؑ کو دیکھا۔ ابراہیمؑ نے اولاد اسماعیلؑ میں امام حسینؑ پر نظر کی، تو پوچھا۔ مالک اس عظیم شرف کا مالک کون ہے؟ فرمایا حسینؑ بن علیؑ جو کہ رسول محمدؐ کا نواسہ ہے۔ عرض کی میرے مالک حسینؑ کے فضائل و کمالات کی وجہ سے میں انھیں اسماعیلؑ سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ میرے خدا نے فرمایا کہ بس میں نے اسی حسینؑ کو اسماعیلؑ کے عوض میں قبول کر لیا ہے مطلب یہ ہے کہ ذبح عظیم سے مراد حسینؑ بن علیؑ کی شہادت ہے۔ حیات القلوب میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ واقعہ کربلا دیکھ کر بے انتہا روئے، کشف الغمہ میں ہے کہ ذبح سے بچ جانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ اپنے فرزند اسماعیلؑ کو لے کر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ ہاجرہؑ جو کہ راہ میں انتظار کر رہی تھیں جب ان پر حضرت اسماعیلؑ کی

نظر پڑی تو اسماعیل رو پڑے حضرت ہاجرہؑ نے واقعہ بوجھا تو انھوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا، واقعہ کو سننے کے بعد جناب ہاجرہؑ بے اختیار ہو گئیں اور حضرت اسماعیلؑ کو سینے سے لگا کر بے حد روتیں اور خدا کا شکر ادا کیا، ایک روایت میں ہے کہ ہاجرہؑ کی نظر جب حضرت اسماعیلؑ کے گلے پر پڑی تو انھیں نشانِ ذبح نظر آیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہاجرہؑ اسی صدمہ سے بیمار ہو گئیں اور اسی غم میں انتقال فرما گئیں طبری سے مستفاد ہوتا ہے کہ آپ کا انتقال اس واقعہ سے دو سال بعد ہوا ہے۔

تاریخ روضۃ الصفا میں ہے کہ ان واقعات کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے "اسماعیلؑ را در مکہ و شریفہ خلیفہ ساخت و خود بدیار شام معاودت فرمود" اسماعیلؑ کو مکہ معظمہ میں پناہ خلیفہ مقرر کر دیا اور وہ خود شام و فلسطین کی طرف واپس چلے گئے۔

جناب ہاجرہؑ کی وفات | بروایت طبری حضرت اسماعیلؑ کی عمر جب پندرہ سال کی ہوئی تو وہ وفات پا گئیں۔ ان کے فوت ہونے پر جبریمیل نے بڑی غم و صوفی کے ساتھ ان کے کفن و دفن کا انتظام کیا اور اس امر کی بیحد کوشش کی کہ اسماعیلؑ کا عظم غلط ہو جائے، لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بالآخر بروایت روضۃ الصفا کمال رنج و غم کی وجہ سے ترک وطن کا فیصلہ کر لیا۔ اسی کتاب میں ہے کہ جناب ہاجرہؑ کو حجر کے قریب دفن کیا گیا۔

حضرت اسماعیلؑ کی شادی خانہ آبادی | جب جبریمیل کو حضرت اسماعیلؑ کا ارادہ ترک وطن معلوم ہوا تو ان لوگوں نے مزاحمت کی، مگر وہ نہ مانے پھر انھوں نے سمجھانے بھانے میں پورا مبالغہ کیا مگر وہ کمال غم کی وجہ سے اپنے ارادے میں تبدیلی نہ پیدا کر سکے۔ بالآخر ان لوگوں نے بیچ کر آپس میں مشورہ کیا۔ طے پایا کہ ان کی شادی کر دی جائے اور انھیں شکار کا شوق دلایا جائے چنانچہ وہ لوگ اپنی اس ترکیب میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت اسماعیلؑ کی شادی وہاں کے ایک معتز ترین گھرانے میں کر دی گئی اور انھیں آہستہ آہستہ شکار کا شوق دلایا گیا۔ آخر کار وہ وہیں رہ گئے اور ترک وطن سے باز آئے۔ محلّی مجلسی کا بیان ہے کہ وہ بیوی عمارت میں سے تھی اور اس کا نام "اسامہ" تھا۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۱۱) ایک روایت میں ہے کہ وہ قبیلہ جبریم میں سے تھی اور اس کا نام "عمادہ" تھا جسے بعد میں طلاق دے دی تھی (ص ۱۱۱)۔

وفات ہاجرہؑ کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی آمد | طبری اور یعقوبی میں ہے کہ یوں تو حضرت ابراہیمؑ اکثر

خبر لیا کرتے تھے اور تشریف لیا کرتے تھے۔ لیکن اب کی مرتبہ جب تشریف لائے تو ہاجرہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت اسماعیلؑ بالغ ہو چکے تھے۔ ان کی شادی ہو چکی تھی۔ وہ جب گھر پر پہنچے اور انھوں نے دن الباب کیا تو حضرت اسماعیلؑ کی بیوی برآمد ہوئی۔ آپ نے پوچھا اسماعیلؑ کہاں ہیں اور تو ان کی کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ شکار کو گئے ہیں اور میں ان کی بیوی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں ہے یعنی اس نے نہ زبانی خاطر کی اور نہ کھانا پانی پیش کیا اور نہ کہا کہ سواری سے اتر کر تشریف رکھیے۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں واپس جا رہا ہوں۔ جب اسماعیلؑ آئیں تو ان سے کہنا کہ ”غیر عتبہ بابک“ اپنے دروازے کی ڈیوڑھی بدل دو یہ بالکل نامناسب ہے، یہ کہہ کر وہ تشریف لے گئے۔ شام کو جب حضرت اسماعیلؑ شکار سے واپس آئے تو آپ نے پوچھا کہ کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا۔ ایک پیر مرد آئے تھے اور یہ کہہ گئے ہیں کہ اپنے گھر کے دروازے کی ڈیوڑھی بدل دو۔

یہ سن کر حضرت اسماعیلؑ نے کہا کہ وہ مجھے تیرے بارے میں طلاق دینے کو کہہ گئے، ان کا حکم اٹل ہے اس لیے میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے ”حیفانیت مضاف“ سے شادی کر لی۔ اور اسی کے ساتھ ایام حیات گزار رہے تھے یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا سال کے گزرتے ہی حضرت ابراہیمؑ پھر تشریف لائے، اتفاقاً جناب اسماعیلؑ اس دفعہ بھی شکار کو گئے ہوئے تھے حضرت ابراہیمؑ جو نہی ان کے گھر کے قریب پہنچے وہ استقبال کے لیے دوڑ پڑیں اور اپنے ہمراہ لاکر درخواست کی کہ سواری سے اتریں تاکہ میں مردھو دوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں سواری سے نہ اتروں گا۔ بروایت البیہقی اس نے کہا کہ اچھا سر ہی مجھ کا دیجئے کہ میں بوسہ دوں اور بروایت طبری دروضۃ الصفا، اس نے کہا کہ آپ کا سر مبارک بہت گداؤد ہے۔ مجھے موقع دیجئے کہ میں اسے دھو دوں حضرت ابراہیمؑ نے ایک پتھر پر پاؤں رکھ کر نصف سر ایک طرف سے اور نصف سر دوسری طرف سے دھلوا دیا، آپ نے پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے اس نے فوراً خرما، گوشت اور دودھ حاضر کیا۔ آپ نے دعا دی۔ طبری میں ہے کہ اس واقعہ سے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر زن اسماعیلؑ جو، گندم پیش کر سکتی تو اسی طرح خطیر بن کر خرماء گوشت اور دودھ کی فراوانی ہے، گندم وغیرہ کی بھی ہوتی۔

الغرض اس نے ان کی بے انتہا خاطر اور آؤ بھگت کی۔ جب وہ تشریف لے جانے لگے تو فرما گئے کہ جب اسماعیل شکار سے واپس آئیں تو ان سے کہنا کہ ”تمسک بعینہ بابک“ تم اپنے گھر کی موجودہ ڈیوڑھی کو برقرار رکھنا اور اسے ہٹانا نہیں۔ کیونکہ یہ نہایت مناسب اور بہتر ہے۔

جب حضرت اسماعیل شکار سے واپس آئے تو بیوی نے سارا قصہ کہہ سنایا اور بتایا کہ یہ پتھر ہے جس پر انھوں نے قدم رکھے تھے۔ ”فدفع علی موضع قدمہ یفعلہا“ یہ سننے ہی حضرت اسماعیلؑ اپنے پدر بزرگوار کے زیر قدم آئے ہوئے پتھر پر گر پڑے اور اُسے چومنے لگے اور اپنی بیوی سے کہا کہ تم خوش نصیب ہو کہ حضرت نبی اللہؐ نے تمھاری قدر و منزلت کی مجھے ہدایت فرمائی ہے۔ روضۃ الصغایں ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے حضرت اسماعیلؑ نے اس بیوی ”حیفانبت مضاض“ کی موجودگی میں کوئی شادی نہیں کی۔

حضرت اسحاق کی شادی خانہ آبادی

تورغین کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ مکہ معظمہ سے واپس اپنے وطن تشریف لے گئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد انھوں نے حضرت اسحاق کی شادی کا فیصلہ فرمایا اور اس کے لیے بروایت کشف الغمہ اپنے

خادم سے فرمایا کہ میں اپنے فرزند اسحاق کی شادی کنعانیوں میں نہیں کرنا چاہتا میری خواہش ہے کہ اس کی شادی اپنے ہی خاندان میں ہو۔ لہذا تو جا اور تلاش کر۔ وہ وہاں سے روانہ ہو کر بال پہنچا اور وہاں جا کر ایک مقام پر قیام کیا۔ اسی دوران میں اس نے چند لڑکیوں کو بانی بھرتے ہوتے دیکھا۔ ان میں سے ایک لڑکی کو پسند کر کے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے اور تو کس قبیلہ و خاندان سے ہے اس نے کہا۔ میرا نام ”بلقانبت تنوکیل بن ناحور برادر ابراہیمؑ“ ہے اور میری ماں حضرت لوطؑ کی ہمشیرہ ہیں۔ اس نے کہا کہ مجھے اپنے والد کے پاس لے چلو، چنانچہ وہ اسے اپنے ہمراہ لے گئی۔ اس نے اس کے باپ سے ملاقات کی اور حضرت ابراہیمؑ کا فرمان پیش کرتے ہوئے ”بلقا“ کو حضرت اسحاق کے لیے مانگا۔ تنوکیل نے اس خواہش کو منظور کر لیا۔ پھر انتظامات ہوئے اور بلقا کی شادی حضرت اسحاق کے ساتھ ہو گئی جناب سارا نے بھی اس شادی سے بے حد مسرت کا اظہار فرمایا۔

تورغین کا بیان ہے کہ لفظ ابراہیمؑ عجیب ہے اور اس کے معنی پدر مہربان کے ہیں حضرت ابراہیمؑ مہربان و سفید یعنی گورے رنگ کے تھے، ان کا قد و قامت

حضرت ابراہیمؑ کی خصوصیات اولیات اور خلت

نہایت مناسب تھا۔ بڑی بڑی آنکھیں تھیں۔ سینہ چوڑا تھا۔ لقب خلیل اللہ اور خلیل الرحمن تھا اور کیفیت ابوالضیافاں، ابوالانبار اور ابو محمد تھی۔ آپ مہمانوں کے دلدارہ تھے، آپ نے کبھی اس حال میں کھانا نہیں کھا یا کہ تنہا ہوتے یعنی ساری زندگی میں ایسا نہیں ہونے دیا کہ تنہا کھانا کھا لیتے۔ جب آپ کو مہمان ملتا تھا تو آپ بھی جھوکے رہتے تھے اور مہمان کی تلاش میں اکثر گھر سے باہر جایا کرتے تھے۔ آپ پہلے شخص میں جس نے ہجرت اختیار کی تھی اور آپ اسی پہلے وہ شخص ہوں گے جس کو خدا قیامت میں جہنم بہشت پہنائے گا۔ پھر آپ کے بعد بروایت حیات القلب حضرت محمد مصطفیٰ اور بارہ اماموں اور فاطمہ الزہرا کو حلہائے بہشت ملیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ معصومین کے شیعہ بھی حلہائے بہشت سے آراستہ ہو کر جنت میں جائیں گے۔

سب سے پہلے جہاد آپ ہی کے عہد میں فرض ہوا، اور تقسیم غنیمت کا اصول معین ہوا۔ پانچواں پہننے کی ایجاد ہوئی۔ مونچھوں کے کاٹنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ مسواک کرنا۔ کٹی کرنا۔ بغل کے بال کاٹنا۔ استر لینا۔ ناخن کاٹنا۔ پانی سے استنجا کرنا۔ مہمانوں کی تلاش۔ مساکین کو کھانا کھلانا۔ صدقہ دینا۔ خیرات کرنا سنت قرار پایا۔ ایک روایت میں ہے کہ سفر سے واپسی میں سوغات کا لانا آپ ہی کی سنت ہے۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ اگر سفر سے واپسی میں کچھ نہ لاسکو تو پتھر ہی ہمراہ لاؤ۔ کیونکہ حضرت ابراہیم اپنے ہمراہ ریت کی بوری لاتے تھے جسے خدا نے آستانہ بنا دیا تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ سفر سے سوغات لانے میں برکت ہوتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں کہ جس نے لوہے کو کام میں لانا بتایا۔

آپ ہی نے سب سے پہلے خمس نکال اور سب سے پہلے تیراغازی کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی نسل میں نبوت کے لیے دعا کی تھی اور خدا نے منظور فرما لی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ بڑے قناعت کرنے والے تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں کہ خدا نے انہیں بلوغ سے پہلے رشد عطا فرمایا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہیں خدا نے "حنیفاء مسلماً" کہا۔ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تریک تیاہی کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جن سے ذوالقرنین نے مصافحہ کیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم جنگِ عمالقہ کے لیے مسجدِ بصرہ سے گئے تھے۔ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جوتی پہننا شروع کیا ہے۔ کثیر روایات میں ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہوئے ہیں۔ ان سے پہلے بال سفید نہیں ہوا کرتے تھے اور کسی مجمع میں باپ اور بیٹے میں امتیاز بمشکل ہوتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ان کے بال سفید ہوئے تو انہوں نے خدا سے

پوچھا کہ یہ کیا ہے، ارشاد ہوا کہ یہ بزرگی اور وفار کی علامت ہے اور بڑھاپے کی نشانی ہے ایک روایت میں ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مناسک حج کی تعلیم دی ہے، یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کو خدا کی محبت میں آگ میں ڈالا گیا۔ یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کے لیے خدا نے مردوں کو زندہ کیا۔ یہ وہ ہیں کہ جب سفر میں ہوتے تھے اور سارے کو دیکھنا چاہتے تھے، تو خدا درمیان سے حجاب ہٹا دیتا تھا۔ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حجامت بتوائی تھی اور خنہ کرنا سنت قرار دیا تھا اور خود دیگر انبیاء کی طرح خنہ پیدہ ہوتے تھے۔ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ناک میں پانی ڈالا حضرت ابراہیمؑ کو گلوں کے گناہوں کو یاد کر کے بارگاہِ خدایں آہ کیا کرتے تھے ایک روایت میں بحوالہ آیہ قرآنی ”وَجَعَلْنَا لِي لِسَانَ الْعَرَبِينَ مَرِيًّا“ کہ حضرت ابراہیمؑ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے آخر زمانہ میں سچی زبان کی خواہش کی تھی۔ خدا نے اسے عہد رسول کریمؐ میں پیدہ کر دیا۔ ارشادِ خدا ہے ”وَجَعَلْنَا لِي لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا“ ہم نے ان کے لیے علیؑ ابن ابی طالبؑ کو سچی زبان بنا دیا (حیات القلوب جلد ۱ ص ۹۱) عرائسِ ثعلبی میں ہے ”(ان اللہ تعالیٰ اوحی الی ابراہیم، یا ابراہیم انک لما سلمت مالک الہ الذیضیفان وابنا الی القربان و انک الہ المیزان و قلبک الہ الرحمن۔ اتخذناک خلیلاً“ خداوندِ عالم نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف وحی کی کہ اے ابراہیمؑ جب تم نے اپنے مال کو مہانوں کے لیے وقف کر دیا اور اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا اور اپنے کو آگ میں ڈال دیا اور خدا سے پورے طور پر لوگالیا تو ہم نے تم کو اپنا خلیل بنالیا۔ اکثر روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے زمین پر بے شمار سجدے کئے، خدا سے کوئی چیز مانگی نہیں، بے شمار مہانوں کو کھانا کھلایا نماز شب کی پوری پابندی کی اور محمدؐ آل محمدؐ پر کثرت سے درود بھیجا تو خدا نے انہیں غلت عطا کی اور اپنا ”خلیل“ یعنی دوست بنالیا۔ ایک روایت میں ہے کہ غلت کا پیغام جبریلؑ لے کر آئے تھے اور حضرت ابراہیمؑ نے جنابِ سارا کو سنایا تھا اور وہ خوش ہوئی تھیں۔

شیعوں کیلئے حضرت ابراہیمؑ کی دعا علامہ مجلسیؒ بحوالہ حضرت امام محمد باقرؑ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت

ابراہیمؑ ایک منزہ گھر سے باہر نکل کر عبرت حاصل کرنے کے لیے جنگلوں و رشتہوں میں پھر رہے تھے کہ ناگاہ ان کی نظر عظیم قسم کے عابد پر پڑی، وہ اس کے قریب تشریف لے گئے اور اس کی نماز کو دیکھ کر متحیر ہوئے یہ تو ایسی دیرا انتظار کے بعد اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور اس سے کہا کہ مجھے تمھاری نماز بہت پسند آئی ہے۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم کس کی نماز پڑھتے ہو۔ اس نے جواب دیا اُس خدا کی جس نے تم کو اور تم کو پیدا کیا ہے حضرت ابراہیمؑ نے منسوب کیا کہ منسوب

میں تم کو اپنا دوست بنانا چاہتا ہوں اور تم سے بھائی چارگی کا خواہشمند ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ اپنی جگہ بتا دو تاکہ میں جب جی چاہے وہاں پہنچ جایا کروں۔ اس عابد نے کہا سب کچھ منظور ہے لیکن تم کو اپنی جگہ بتانا بیکار ہے۔ کیونکہ وہاں پہنچ نہیں سکتے حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ کیوں نہیں پہنچ سکتا؟ اس نے کہا کہ درمیان میں بہت بڑا دریا حال ہے اور کوئی کشتی وغیرہ نہیں ہے حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ تم کس طرح جاتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں پانی پر چلا جاتا ہوں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ شاید میں پانی پر چلا جاؤں۔ اچھا اٹھو چلیں۔ چنانچہ دونوں چل پڑے۔ جب دریا کے قریب پہنچے تو عابد بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر چل پڑا حضرت ابراہیمؑ بھی رواں ہو گئے۔ اُس نے بڑا تعجب کیا۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ آؤ ہم تم مل کر نماز کے بعد عاصیان مومنین کے لیے دُعا کریں کہ خدا قیامت کے دن ان پر نگاہِ خاص رکھے، عابد نے کہا کہ میں تو دُعا نہ کروں گا۔ کیونکہ خدا میری مُرتدا نہیں میں نے عرصہ ہوا ایک امر کے لیے دُعا کی تھی اور پھر بار بار دُعا کی لیکن وہ مستجاب نہ ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ خدا جس کی محبت رکھتا ہے۔ اس کی دُعا دیر میں قبول کرتا ہے تاکہ اس سے مخاطبہ جاری رہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ تم نے کیا دُعا کی تھی۔ اس نے کہا کہ میں مومنوں کا تھا کہ دیکھا کہ ایک حسین نوجوان اپنی بھڑوں کو ہٹکا رہا ہے میں نے اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو اُس نے کہا اسماعیلؑ فرزند ابراہیمؑ ہوں میں نے اس دن سے دُعا شروع کر دی کہ خدا مجھے ابراہیمؑ خلیل اللہ سے ملا دے۔ مگر وہ دُعا آج تک قبول نہ ہوئی حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ تیری دُعا قبول ہو گئی، وہ لڑکا اسماعیلؑ میرا فرزند تھا اور میں ہی خلیل اللہ ابراہیمؑ ہوں یہ سن کر اس نے ان کے رخصتاروں کا بوسہ دیا اور بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد دونوں نے مل کر گناہگار مومنین کے لیے دُعا مانگی کہیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جن مومنوں کے لیے حضرت ابراہیمؑ نے دُعا فرمائی ہے وہ ہمارے شیعہ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس عابد کا نام ”ماریا بن آسن“ تھا اور اس کی عمر (۶۹۰) سال تھی (حیات القلوب جلد ۱ ص ۵۸)

دین ابراہیمؑ پر صرف شیعہ ہوں گے حضرت رسول کریمؐ فرماتے ہیں ما علی دین ابراہیمؑ غیرنا وغیرہ

شیعتنا دین ابراہیمؑ پر ہمارے اور ہمارے شیعہوں کے علاوہ کوئی نہ ہوگا۔
(النور المبیں جزا ثری ص ۱۳ طبع نجف اشرف)

حضرت ابراہیمؑ کا خدا سے ایک سوال اور اس کا عملی جواب

حضرت ابراہیمؑ نے عین یقین حاصل کرنے کے لیے یا اس لیے کہ شیطان نے بردایت عجائب تقصص ایک دریا پر کسی

کو زندوں کی غذا بننے ہوئے دیکھ کر لوگوں میں یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا تھا کہ ”خدا کے بس میں یہ نہیں ہے کہ وہ ان ہضم شدہ اجزاء کو پھر جمع کر سکے۔“ بارگاہِ احیاء میں یہ درخواست کی۔ ”رب ادرنی کیف تخیی المونی“ ”خدا یا مجھے مردوں کو زندہ کرنا دکھا دے۔“

خدا نے فرمایا کہ کیا تم کو اس کا یقین نہیں ہے۔ ابراہیمؑ نے عرض کی کیوں نہیں مگر آنکھ سے دیکھنا اس لیے چاہتا ہوں کہ میرے دل کو کامل یقین ہو جائے۔ فرمایا اچھا اگر یہ چاہتے ہو تو چار پرندے نوادران کو اپنے پاس منگالو اور کڑے ٹکڑے کر ڈالو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک حصہ رکھ دو۔ اس کے بعد ان کو بلاؤ، پھر دیکھو تو کیونکر وہ سب کے سب تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور سمجھ رکھو کہ خدا بیشک غالب اور حکمت والا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ چاروں پرند - گھ - بطخ - مور اور مرغ تھے اور آپ نے سب کے ٹکڑے کر کے ملا دیا۔ اس کے بعد سب کو کوٹ کر پیس ڈالا۔ اس کے بعد دس حصے کر کے پہاڑوں پر رکھ دیے اور چاروں کی چونچیں اپنے پاس رکھیں۔ اس کے بعد چاروں کو پکارا تو ایک ایک ریزہ اپنی جگہ سے اڑ کر اس چونچ سے جا ملا۔ اور اصلی صورت پر آ گیا اور سب جانور پھر مجتمع ہو کر زندہ ہو گئے اور لائق پرواز بن گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ کو کافی شہرت ہو گئی اور شیطان کا پروپیگنڈا ختم ہو گیا اور لوگ گمراہی سے بچ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ درخواست اس لیے کی تھی کہ حضرت عزرائیل نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ خدا آپ کو اپنی دوستی کے مرتبے پر فائز کرے گا۔ اور اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ آپ کی خاطر سے مردہ جلانے گا۔ اس اشتیاق میں حضرت ابراہیمؑ نے شدید انتظار کے بعد موقع پا کر یہ درخواست کی جو پوری ہو کر رہی، اور حضرت ابراہیمؑ نے یہ درخواست اس وقت کی تھی۔ جب خدا نے آپ کو ملکوت سموات الارض کی سیر کرائی تھی، تو آپ نے دریا کے کنارے ایک مردے کو دیکھا جس کا آدھا بدن پانی میں اور آدھا خشکی میں تھا۔ اور پانی کے حصے کو دریا کے جانور کھاتے اور خشکی کے حصے کو خشکی کے جانور کھاتے جاتے تھے اور پھر باہم لڑتے اور ایک دوسرے کو کھاتے جاتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ کو تعجب ہوا، اور دعا کی، ”خدا یا مجھے مردوں کا زندہ کرنا دکھا دے۔“ ”روضۃ لصفاء“ میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابراہیمؑ کی آخر عمر کا ہے۔

(۵) سخاوت : مہمان نوازی کے سلسلہ میں سب کچھ لٹا دیا جس کا خدا نے خود قرآن مجید میں ذکر فرما دیا ہے۔

(۶) عزلت : وہ گوشہ نشینی کرتے تھے اور عبادت میں اکثر گزر اوقات فرماتے تھے۔

(۷) امر بالمعروف و نہی عن المنکر : حضرت ابراہیمؑ اچھی باتوں کا حکم کرتے تھے اور بُری باتوں سے روکتے تھے، یہاں تک کہ اپنے چچا آذر کو بھی ہدایات فرماتیں۔

(۸) دفع بدی بذریعہ نیکی : وہ بدی کو نیکی کے ذریعہ سے دور کرتے تھے۔ جیسا کہ انھوں نے آذر کے اس کہنے کے بعد کہ میں تمھیں سنگسار کر دوں گا۔ اگر ہمارے خداؤں کے ساتھ ٹٹائی کرو گے۔ فرمایا تھا کہ تم ایمان لاؤ۔ ہم تمھارے لیے اپنے خدا سے بخشش کی دعا کریں گے۔

(۹) توکل : انھوں نے چچا آذر کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ مجھے صرف خدا پر بھروسہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔

(۱۰) دعا بالحق صالحان : وہ دعائی کرتے تھے کہ خدا یا مجھے صالح لوگوں میں ملحق کر اور دہی محمد مصطفیٰ اور آئمہ ہدیٰ میں اور میرے لیے آخری زمانہ میں علیؑ کو لسان صدق قرار دے۔

(۱۱) امتحان : حضرت ابراہیمؑ کو جب نارِ نمرود میں ڈالا گیا تو انھوں نے جبریلؑ تک سے مدد نہیں چاہی اور خدا ہی پر بھروسہ رکھ کر اپنے کو کامیاب کیا۔

(۱۲) امتحان بالاولاد : ذبح اولاد کے موقع پر پوری کامیابی حاصل کی۔

(۱۳) امتحان بالموت : جب فرعون مصر نے حضرت ساراؑ پر ہاتھ ڈالا تھا تو آپ نے پوری ہمت اور پورے صبر سے کام لے کر کامیابی حاصل کی تھی۔

(۱۴) صبر : آپ جناب ساراؑ کی بد مزاجی پر صبر کرتے تھے۔

(۱۵) نزالت : وہ پاک دل تھے، خدا نے خود تصدیق کی ہے کہ وہ مشرک نہ تھے اور نہ یہودی و نصرانی تھے۔ بلکہ صحیح مسلمان تھے۔

(۱۶) طاعات : وہ ہر قسم کی اطاعت کیا کرتے تھے اور اپنے کو اول مسلمان فرماتے تھے

(۱۷) انقیاد : وہ ہر حکم میں انقیاد و اطاعت کرتے تھے اور خدا کے سامنے اپنے کو ذلیل ترین مردم سمجھتے تھے۔

(۱۸) مستجاب الدعوات : وہ جو دعا کرتے تھے۔ ان کی دعا مستجاب ہوتی تھی حتیٰ کہ مردوں کو زندہ کرنے کی دعا بھی قبول ہوئی۔

(۱۹) تصدیقِ خلا : خداوندِ عالم نے ان کے صالح ہونے کی تصدیق کی ہے اور فرمایا ہے۔

کہ وہ دنیا میں صالح ہیں اور آخرت میں صالحین محمد و آل محمد کے ساتھ ہوں گے۔

(۲۰) اقبال : تمام پیغمبروں کو خدا نے ابراہیمؑ کی اقتدا کا حکم دیا ہے اور سب ان کی پیروی

کرتے رہے اور ان کے دین پر چلتے رہے۔

تاریخ طبری میں ہے کہ خداوندِ عالم نے جب کلمات کے ذریعہ سے امتحان لے لیا اور انھیں

بہرِ نجات کامیاب پایا تو فرمایا۔ جاعلک للناس اماماً۔ میں نے تمھیں لوگوں کا امام بنا دیا۔ یہ

سن کر ابراہیمؑ نے عرض کی۔ مالک "ومن ذریعتی" اور میری ذریت میں بھی امام ہوں گے۔ فرمایا

بیشک ہوں گے لیکن لابنال عہد علی الظالمین" لیکن میرا یہ عہد امامت میری طرف سے

ظالموں کو نصیب نہ ہوگا۔

مؤرخ ہرودی خاندن پاشا۔ روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں

کہ تعمیر کعبہ کے بعد جب حضرت ابراہیمؑ اپنے وطن

حوالی شام کی طرف واپس تشریف لے گئے تھے، تو

اس کے بعد دوسرے سال وہ جناب سارا اور

اسحاق سمیت حج کے لیے گئے تھے اور سب لوگ خصوصاً حضرت اسماعیلؑ سے بے حد خوش تھے

پھر اس کے بعد سے برابر ہر سال حج کو آتے رہے اور خصوصاً اسحاق ضرور آتے تھے اس آمد و

رفت سے اسحاق اور اسماعیلؑ میں بے حد محبت پر دان چڑھ گئی تھی۔

جناب ابراہیمؑ سارا اور اسحاق ایک مرتبہ حج کے لیے گئے۔ واپس گئے تو پھر سارا کو انا نصیب

نہ ہوا اور وہ بروایت روضۃ الصفا ۱۲۰ اور بروایت طبری ۱۳۰ سال کی عمر میں وفات پانگیں یعقوبی

میں ہے۔ "توفیت سارا عند مصیرہا الی الشام" ان لوگوں کے شام واپس آنے کے بعد

جناب سارا فوت ہو گئیں عرائس ثعلبی میں ہے کہ جناب سارا ۱۲ سال کی عمر میں بمقام شام

وفات پانگیں اور انھیں حضرت ابراہیمؑ نے قریہ "جبابرہ" میں جو کہ ملک کنعان میں وادی

جرون کے ایک مزرعہ میں ہے جسے ابراہیمؑ نے خرید رکھا تھا۔ دفن کروایا۔

صحفِ ابراہیمؑ علیہ السلام | امام ثعلبی نے بروایت حضرت ابوذر علیہ الرحمۃ عن ابن

۶۹ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوذر نے ایک دن رسول خدا

صلعم سے پوچھا کہ خدا نے کتنی کتابیں نازل کی ہیں۔ ارشاد فرمایا، سو صحیفے اور چار کتابیں نازل

فرمائی ہیں۔ آدم پر دس صحیفے، شیت پر پچاس صحیفے، اور یسٰی پر تین صحیفے، ابراہیمؑ پر دس

صحیفے موسیٰ پر تیرہ، عیسیٰ پر انجیل، داؤد پر زبور اور مجہ پر قرآن نازل فرمایا ہے۔ ابوذر نے

پوچھا کہ حضرت ابراہیمؑ کے صحیفوں میں کیا تھا۔ فرمایا ان میں ہدایتی امثال تھے مثلاً اس میں یہ تھا
 ایہا الملک المبتلی المسلطہ المغرورانی لم ابعثک لتجمع الدنیا بعضہا علی بعض
 ولكنی بعتک لتدعونی دعوة المظلوم فانی لا اردھا وکانت من کافر اے میرے
 بندے میں نے تجھے ملک دیا۔ بادشاہ بنایا۔ فرمانروائی عطا کی، لوگوں پر مسلط کیا۔ اے مغرور
 تجھے اس لیے یہ کچھ نہیں دیا کہ تو مال دنیا جمع کرے، بلکہ اس لیے دیا ہے کہ تو میری جانب سے
 مظلوم کی داد رسی کرے اس لیے کہ میں خود ان کی دعوت کو رد نہیں کرتا، چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ
 ہو، وعلی العاقل ما لم یکن مغلوباً علی عقلہ الخ عاقل پر یہ فرض ہے۔ جتنا کہ اس کی عقل
 سالم ہے کہ اپنے دن کو چار حصوں میں تقسیم کرے۔ ایک حصہ میں عبادت کرے۔ دوسرے میں
 صنعت باری میں تفکر کرے تیسرے حصہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے، اور چوتھے حصہ میں طلب
 معاد و معاش کرے۔ نیز یہ کہ عاقل پر یہ فرض ہے کہ اپنی رحلت سے پہلے زاد آخرت ٹھٹھا کرے
 اور حلال روزی پیدا کرے اور غیر حرام سے لذت حاصل کرے نیز یہ کہ عاقل کو چاہیے کہ حالات
 زمانہ پر ناظر رہے۔ اپنی حیثیت کو پہچانے، اپنی زبان پر قابو رکھے۔ طبری جلد ۱۵، روضۃ الصفا
 جلد ۱۴، حیات القلوب جلد ۱۵، بروایت علامہ مجلسی، صحف ابراہیمؑ ماہ مبارک رمضان
 کی پہلی تاریخ کو نازل ہوئے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کی جانشینی | روضۃ الصفا جلد ۱۴ میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ

راور مکہ شریفہ خلیفہ ساخت، اسماعیل کو مکہ معظمہ میں اپنا خلیفہ بنا دیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر
 شام پہنچے اور وہاں عمر کا بڑا حصہ گزار دیا تو "اسحاق را در دیار شام ولی عہد و خلیفہ گردانید"
 اسحاق کو دیار شام میں اپنا ولی عہد اور خلیفہ بنا دیا۔

حضرت ابراہیمؑ کی ایک تمنا | حضرت ابراہیمؑ کے حضرت اسماعیلؑ واسحاقؑ

کے علاوہ اور بہت سی اولاد تھیں لیکن ان
 میں ایک بھی لڑکی نہ تھی۔ خلیل اللہ کو اس ام کا بڑا احساس تھا۔ چنانچہ انھوں نے بروایت
 حیات القلوب بارگاہ خداوندی میں استدعا کی کہ خدایا مجھے کم از کم ایک لڑکی کرامت فرما دے۔
 حضرت رسول کریمؐ نے ان کی اس تمنا کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ابراہیمؑ
 نے اس لیے تمنا و خیر کی تھی کہ "بعد از مرگ برائے او گریہ کند" ان کے مرنے کے بعد
 سوگ منائے اور ان پر گریہ و زاری کرے۔

حضرت ابراہیمؑ کی عمر وفات حسرت آیات اور ان کا مدفن و مزار

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام دنیا میں کافی ایام زندہ رہے اور بہت زیادہ کارہائے نمایاں کئے اور اسلام کے جو اصول وہ چھوڑ گئے۔ عہد رسولؐ میں ان اصولوں نے فروغ حاصل کیا اور آج بھی دنیا میں عمل و کردار کی وجہ سے وہ بھی زندہ ہیں اور ان کے اصول بھی۔

بروایت علامہ مجلسی، حضرت ابراہیمؑ کی وفات کا جب زمانہ آخری آگیا اور صرف چند سال زندگی کے باقی رہ گئے تو وہ اتفاقاً یا عہد اسر زمین نجف پر تشریف لائے اس زمین پر روزانہ شب کو زلزلہ آیا کرتا تھا جس رات

حضرت ابراہیمؑ کا زمین نجف اشرف کو خریدنا

کو وہ وہاں ٹھہرے زلزلہ نہ آیا۔ لوگوں نے تلاش شروع کر دی کہ وہ کون شخص ہے جو اس رات میں یہاں پہنچا ہے جس کی وجہ سے آج رات کو زلزلہ نہیں آیا۔ معلوم ہوا کہ وہ نیا آنے والا ایک مرد پیر ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ نبی خدا حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ لوگوں نے ان سے خواہش کی کہ آپ ہمیشہ کے لیے ہمیں سکونت اختیار فرمائیں۔ انھوں نے فرمایا کہ اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ نجف اشرف کی سر زمین تم لوگ میرے ہاتھ فروخت کر دو تو اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ جس طرح میرے قیام سے یہاں کا زلزلہ رک گیا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ رک رہے گا۔ ان لوگوں نے ان کے ارشاد کو مان لیا۔ پہلے ہبہ کرنا چاہتے تھے۔ مگر انھوں نے خریدنے پر اصرار فرمایا۔ بالآخر سات گوسفند اور چار دراز گوش کے عوض میں اس زمین کو خرید لیا اور زلزلہ ہمیشہ کے لیے رک گیا۔ خریدنے کے موقع پر ان کے فرزند نے کہا کہ اس بے آب گینا مقام کو خرید کے کیا کریں گے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ تم چپ رہو، مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس زمین نجف سے ستر ہزار مومنین بلا حساب و کتاب داخل بہشت ہوں گے اور ستر ہزار جو داخل بہشت ہوں گے۔ خدا انھیں یہ اختیار دے گا کہ ان میں سے ہر شخص بڑی بڑی جماعتوں کی سفارش کر سکے۔

ملک الموت خدمت ابراہیمؑ میں

حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہ خداوندی میں جناب ساکرات کی استدعا پر درخواست کی تھی کہ اس وقت تک مجھے موت نہ آئے جب تک میں خود خواہش نہ کر دوں اور خداوند عالم نے اس درخواست کو منظور فرمایا تھا۔ بروایت طبری خداوند عالم نے اس وقت جب ایام حیات ختم ہو رہے تھے ملک الموت

کو حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیجا اور یہ فرما دیا کہ اگر وہ مرنے کی خواہش کریں تو رُوح قبض کر لو۔ ملک الموت ایک نہایت ضعیف مرد کی صورت میں سربراہ ظاہر ہوئے حضرت ابراہیمؑ جو وہاں لوں کے عاشق تھے بروایت ثعلبی فوراً ایک گدھالے جا کر اس مرد ضعیف کو اپنی قیام گاہ پر لے آئے اور کھانے کے وقت اس کے سامنے کھانا رکھا اور خود بھی ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔ اس مرد ضعیف کے بدن میں شدید قسم کا ارتعاش اور لرزہ تھا۔ وہ کھانا کھانے سے مجبور و معذور تھا۔ وہ جب لقمہ اٹھاتا تھا تو سیدھا منہ میں نہ لے جاسکتا تھا اور سخت عاجز اور پریشان تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اے شیخ تیری یہ حالت کیوں ہے اور اس کا سبب کیا ہے؟ فقال یا ابراہیمؑ من الکابل؟ اس نے جواب دیا کہ یہ کچھ جو دیکھ رہے ہو بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے بروایت روضۃ الصفا بارگاہ خداوند عالم میں عرض کی۔ مالک میں زندگی کے اس نتیجے سے سخت پرہیز ہوں۔ اور بخوشی چاہتا ہوں کہ رُوح قبض کر لی جائے، یہ سُنتے ہی ملک الموت نے آپ کی رُوح مبارک قبض کر لی اور آپ بروایت المستودی والیعقوبی ص ۱۵۷ و عرائس ثعلبی ص ۵۸ منگل کے دن ماہِ آب کی دس تاریخ کو ۱۹۵ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ بیمار رہے اور ۲۵ یوم بیمار رہ کر حرمِ کم کی نویں تاریخ کو بخشبہ کے دن انتقال فرما گئے۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۲۸ طبع نو لکھنؤ)۔ تاریخ طبری جلد ۱ ص ۱۷۷ اور عرائس ص ۵۵ میں ہے کہ حضرت اسحاقؑ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مقامِ جبرون میں قبرِ جنابِ سارا کے قریب دفن کر دیا۔

حضرت ابراہیمؑ کی ازواج و اولاد مودع طبری کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جنابِ ساراؑ کی زندگی میں ہاتھ کے علاوہ کوئی

مکاح نہیں فرمایا پھر جب وہ انتقال فرما گئیں تو انھوں نے ایک کنعانِ عورت سے نکاح کیا جس کا نام قطور بنت یفطرہ تھا۔ البیعقوبی اور طبری میں ہے کہ اس عورت سے چھ فرزند پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں (۱) زمر (۲) یقیش (۳) مدن (۴) مدین (۵) نشاق (۶) شوح یا سحری اس طرح حضرت ابراہیمؑ کے تین عورتوں کے بطن سے آٹھ فرزند متولد ہوئے جن کی نسلیں خوب بھیلیں۔ لیکن بروایت روضۃ الصفا حضرت اسماعیلؑ و حضرت اسحاقؑ کے علاوہ کوئی بھی شرفِ نبوت سے مشرف نہیں ہوا۔

حضرت ابراہیمؑ اور فوت شدہ اطفالِ مومنین کی پرورش حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام ارشاد

فرماتے ہیں کہ جب نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سفرِ معراج کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے ایک درخت کے نیچے حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کو اس حال میں بیٹھا ہوا دیکھا ہے کہ ان کے گرد بے شمار بچے تھے جبرائیلؑ نے کہا کہ ایں ہا اطفالِ مومنان اندکہ مردہ اند و آنحضرت ایشاں را غدا می فرم کہ تربیت یابند، یہ مومنوں کے وہ بچے ہیں جو دنیا میں انتقال کر گئے ہیں حضرت ابراہیمؑ ان کو غذا دے رہے ہیں تاکہ یہ تربیت پائیں۔ اس طرح ان کی پرورش فرماتے ہیں۔ (حیات المطلب جلد ۱ ص ۱۰۲ طبع ایران)۔

باب ۱۲

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام خلیل خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادے اور ماں کی طرف سے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ کا نسب نامہ والد کی طرف سے یہ تھا، لوط بن ہاران ابن ناسخ بن ناحور بن راغب بن عابر بن شالخ بن ارغشہ بن سام بن نوح۔ آپ کی والدہ ورقہ تھیں۔ جو حضرت ابراہیم کی والدہ "توہا" کی بہن تھیں اور حضرت ابراہیم کی زوجہ جناب سارا کی ماں تھیں۔ ورقہ اور توہا۔ یہ دونوں بہنیں ایک غیر معروف نبی کی بیٹیاں تھیں جن کا نام "لارحج" تھا (ناسخ التواریخ جلد ۱۲، عرائس قلعی ص ۶۱، قصص طہرانی ص ۱۵۱) بعض معاصرین نے حضرت لوط کے نسب نامہ میں لوط بن لارحج لکھا ہے نیز حضرت لوط کو حضرت ابراہیم کا چچا زاد بھائی تحریر کیا ہے۔ یہ دونوں باتیں میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔

حضرت لوط یابل میں پیدا ہوئے اور اسی طرح مختون پیدا ہوئے جس طرح قبل وبعد جملہ انبیاء و اوصیاء مختون پیدا ہوتے رہے بعض علماء اسلام کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم جب نوے سال کے تھے اور حضرت اسماعیل ۹ سال کے تھے۔ تب ختنے کا حکم نازل ہوا۔ اور سب سے پہلے انھیں باپ بیٹوں کا ایک ساتھ ختنہ ہوا۔ اسی وجہ سے اس سنت مؤکدہ کو سنت ابراہیمی کہتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ بالکل درست نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل کا ختنہ ہوا تھا۔ سنت ابراہیمی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے عہد میں یہ سنت جاری ہوئی ہے یعنی عہد ابراہیمی سے پہلے قدرتی طور پر یہ انتظام تھا کہ انبیاء مختون پیدا ہوں اور تا آخر یہی ہوتا رہا عوام مسلم کا اس کے لزوم سے تعلق نہ تھا۔ لیکن زمانہ ابراہیم میں عام مسلمانوں کو ختنے کا حکم دیا گیا جیسا کہ حضرت ابراہیم کی مشہور دس سنتوں کی فہرست سے ظاہر ہے۔ انبیاء کی مانند آئمہ اہل بیت بھی مختون پیدا ہوتے رہے۔

حضرت لوط کی وجہ تسمیہ لفظ "لوط" لاط سے ماخوذ ہے جس کے معنی شدت

محبت کے میں چونکہ ان کی محبت حضرت ابراہیمؑ کے دل میں ابراہیمؑ کی محبت حضرت لوطؑ کے دل میں پویست تھی۔ اس لیے ان کا نام لوطؑ قرار پایا۔ روضۃ الصفا میں ہے ”قال المفسرون انما سمي لوطاً لان جبه لوط بقلب ابراهيم اے تعلق بہ والتصق“ مفسروں کا کہنا ہے کہ حضرت لوطؑ کو اس لیے لوط کہا گیا کہ ان کی محبت حضرت ابراہیمؑ کے دل میں پویست اور جاگزیل تھی۔ عرائش تجلی میں ہے ”کان ابراهيم يحبہ حباً شديداً“ کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت لوطؑ کو بہت زیادہ چاہتے تھے۔

حضرت لوطؑ کی وجہ تسمیہ دیکھنے سے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا اصلی نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان کی عرفیت ہے، عرفیت کے غلبہ کی وجہ سے اصلی نام کا عدم ہو گیا ہے اور ایسا ہمارے معاشرے میں بھی ہوتا رہتا ہے۔ بہت سے ایسے نام ہیں جو عرفیت کی شہرت کی وجہ سے کا عدم ہو گئے ہیں اور یہ تخلص میں اکثر ہوتا رہتا ہے۔ صاحب روضۃ الصفا نے بھی اس احتمال کا اظہار کیا ہے اور اصل نام بتانے سے عاجزی ظاہر کی ہے۔

حضرت لوطؑ کا حلیہ | مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت لوطؑ سبز رنگ کے تھے، ان کا قد میانہ اور بدن چھریہ تھا۔ پاؤں کی پٹریاں ہاتھ کی طرح سیاح اور بڑی تھیں۔

آپؑ کا روحانی حلیہ تھا۔ آپؑ نہایت عابد اور سخی تھے۔ بے مثل مہمان نواز تھے۔ آپؑ کے مزاج میں بے انتہا تحمل تھا۔ آپؑ کا پیشہ زراعت تھا۔ اور آپؑ شریعت حضرت ابراہیمؑ پر عمل کرتے تھے۔

حضرت لوطؑ کی بعثت | بروایت طبریؒ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ پر رب سے پہلے ایمان لانے کے بعد ان کے ہمراہ ہو گئے اور تازہ زندگی

ساتھ رہے حضرت ابراہیمؑ نے جب بابل سے ہجرت کی تو حضرت لوطؑ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ یہاں تک کہ مقام ”جبرون“ پہنچے، وہاں پہنچ کر آپؑ مبعوث برسالت ہو گئے، اور آپؑ کو ”موفکات“ جانے کا حکم ملا، جو مقام جبرون سے ۲۲، ۲۵ میل دور اردن اور شام میں واقع ہے۔

موفکات، جنہیں شامات بھی کہتے تھے۔ اور بروایت ناسخ التواتر سخ انہیں ”مکذبات“ سے بھی تعبیر کیا جاتا تھا۔ وہ پانچ شہروں اور علاقوں پر مشتمل تھے جن کے باشندے بروایت نعمت اللہ جزائریؒ عموماً کفر و ارتداد اور نیک لوگ تھے۔ لیکن شیطان نے ان کے کردار کو خراب کر دیا تھا اور اس درجہ بگاڑ دیا تھا کہ نتیجہ میں ہلاکت کے مستحق بن گئے تھے۔

موتفکات اور اُن کے بادشاہ

ناسخ التواریخ جلد ۱۲ میں ہے کہ موتفکات جو لواحق اُردن میں واقع تھے۔ وہ پانچ شہر

تھے اور اُن پر پانچ بادشاہ حکومت کرتے تھے۔ (۱) "سدوم" اس کے بادشاہ کا نام "برع" تھا (۲) "عموره" اس کے بادشاہ کا نام "برلع" تھا (۳) "آدمہ" اس کے بادشاہ کا نام "سناہ" تھا (۴) "صوبیم" اس کے بادشاہ کا نام "سیمیر" تھا (۵) "بلع" اس کو صغر بھی کہتے تھے۔ (اس کے بادشاہ کا نام معلوم نہیں) ان پانچوں مقامات کی آبادی تقریباً برابر تھی ہر ایک جگہ ایک ایک لاکھ افراد رہتے تھے اور تقریباً سب کے سب جنگجو اور بہادر تھے۔ یعقوبی ۱۵۱ میں موتفکات کے بادشاہوں کے نام "شقری اور شقرونی" لکھا ہے اور یہ بھی تحریر ہے کہ یہ دونوں بادشاہ سخت ظالم اور بدعاش تھے۔

حضرت لوط کی رسیدگی اور شادی

حضرت لوط حضرت خلیل الرحمن سے رخصت ہو کر بمقام سدوم پہنچے اور وہاں پہنچ کر

آپ نے انھیں میں سے کسی ایک عورت سے شادی کر لی، جس کا نام بروایت امام شعبی "واعلہ" اور بروایت علامہ مجلسی "واہلہ یا والفہ یا والہہ" تھا۔

حضرت لوط انھیں میں رہتے اور تبلیغ فرماتے تھے۔ ابھی آپ کو تھوڑا ہی عرصہ گزر ا تھا کہ اہل موتفکات اور قبائلی علاقوں میں جنگ چھڑ گئی، قبائلیوں کی قیادت، عیلام اور سدوم کے غیر ہمارے تھے۔ یہ جنگ بمقام سدیم واقع ہوئی جو سدوم کا بالائی حصہ تھا۔ خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بالآخر اہل موتفکات بروایت ناسخ التواریخ شکست کھا گئے جس کے نتیجے میں قتل و غارت کے بعد گرفتاریاں بھی ہوئیں۔ گرفتار ہونے والوں میں حضرت لوط بھی تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب علم ہوا، تو انھوں نے آکر ان کو رہا کر لیا اور واپس چلے گئے۔

تباہی کے بعد اہل موتفکات کو سدھر جانا چاہیے تھا۔ لیکن وہ بدستور اپنی بدکرداری پر مصر رہے، اور حضرت لوطؑ براہِ تبلیغ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ مدت تبلیغ تین سال ہو گئی اور بروایت ناسخ التواریخ صرف چودہ افراد ایمان لائے۔ وہ بھی آپ کی لڑکیاں اور داماد تھے۔ بیوی بدستور کافروں کی کافرہ ہی رہی۔

قوم لوط کی بدکرداری اور اس کا سبب

ایک روایت میں ہے کہ قوم لوط کافر ہونے کے باوجود نہایت

خوش کردار قوم تھی، شیطان جو ازل ہی سے اولادِ آدم کا دشمن ہے اُسے اُن کی نیکی نہ بھائی

اور وہ انھیں تباہ کرنے پر تئل گیا۔ چنانچہ اس نے ایسے اسباب فراہم کر دیئے کہ آخر الامر انھیں مبتلا عذاب ہونا پڑا، ایک روایت میں ہے کہ شیطان نے انھیں تباہ کرنے کے سلسلہ میں یہ صورت اختیار کی کہ پہلے خوب صورت لڑکے کی شکل میں ان کے نو جوانوں پر نمودار ہوا اور انھیں اپنے ساتھ اغلام بازی پر آمادہ کیا، جب انھیں اس فعل بد سے دلچسپی پیدا ہو گئی تو وہ عورتوں کی طرف متوجہ ہوا اور خود عورت کی صورت میں نمایاں ہو کر انھیں ”سحق“ چسپی لڑنے پر مائل کیا، اور مردوں کو عورتوں سے، اور عورتوں کو مردوں سے بے نیاز کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ شیطان کی یہ حرکت موفقات کے پانچوں مقامات پر ترتیب دار عمل میں آئی۔ یعنی جب ایک مقام کے لوگوں کو اچھی طرح بد عمل بنا دیا کرتا تھا تو دوسرے مقام کی طرف متوجہ ہوتا تھا، چنانچہ اس نے چار مقامات پر اپنی بد عملی کا جاؤ چلا دیا، لیکن پانچویں جگہ ”صفہ“ میں اس کا افسوس نہ چلا۔ ایک روایت میں ہے کہ شیطان جب ان کے گرد کو اچھی طرح خراب کر چکا اور ان میں علتِ اہنہ اور اغلام بازی کو فروغ دے چکا تو اسے فکر ہوئی کہ اس کام کو اور آگے بڑھایا جائے۔ اسی دوران میں بیرون موفقات قحط پڑ گیا چونکہ موفقات کی آبادی نہایت سرسبز و شاداب تھی۔ عمدہ قسم کے پھل یہاں بکثرت موجود تھے۔ اس لئے قحط زدہ مخلوق اس طرف کا رخ کرنے لگی اور لوگ کثرت سے اپنی جان بچانے کے لئے یہاں پہنچنے لگے بالآخر یہاں کے لوگوں نے ان کی آمد رد کرنے کے لئے مجلسِ مشاورت طلب کی اور یہ سوچنے لگے کہ ان لوگوں کی آمد کو کیونکر روکا جائے، ابھی یہ غور و فکر میں مشغول و مصروف ہی تھے کہ شیطان ایک مرد بزرگ کی صورت میں نمودار ہوا۔ لوگوں نے اس کی طرف رجوع کی تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کے حالات سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ یہ کئے والے ایسے نہیں ہیں کہ منع کرنے سے باز آجائیں گے، ان کے روکنے کی صرف ایک ہی ترکیب ہے اور وہ یہ کہ ان کو خلاف وضع فطری استعمال کیا جائے، اس سے تمہارے جذبات کو بھی سکون ہوگا اور ان کی آمد بھی کم ہو جائے گی، یہ بدکردار لوگ جو اس فعل بد سے اچھی طرح آشنا تھے۔ اس مشورے کو تسلیم کرنے میں خوشی محسوس کرنے لگے بالآخر یہی کچھ کرنا شروع کر دیا اور غریبوں کی آمد بند ہو گئی۔

توضیح کا بیان ہے کہ قوم لوط کے عام حالات یہ تھے (۱) اغلام بازی (۲) مساحقہ (۳) برسرِ عام گوز بازی (۴) اغلام بازی کی تشہیر یعنی برسرِ عام اس کی تشہیر یعنی برسرِ عام اس کا ارتکاب (۵) قزاقی (۶) قتل و غارت (۷) کبوتر بازی وغیرہ وغیرہ۔ الیعقوبی میں ہے کہ ان میں جب کوئی کسی کے ساتھ بد فعلی کرتا تھا تو اس مفعول سے اُجرت مانگتا تھا۔ سیفۃ البحار میں ہے کہ وہ لوگ اہل

نہیں لیتے تھے اور غسل جنابت نہیں کرتے تھے اور حد درجہ بخیل تھے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قوم لوط کے اعمال اتنے گندے تھے کہ آسمان زمین کو رو دینا پڑا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں کی بدکرداری کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ کوئی راہرو اس طرف سے گزر نہ سکتا تھا اور کوئی مہمان وہاں جا نہ سکتا تھا۔

نزول عذاب کی دعا حضرت لوطؑ برابر تبلیغ کر رہے تھے، مگر کوئی فائدہ نہیں برآمد ہوتا تھا۔ آپ وقتاً فوقتاً حضرت ابراہیمؑ کے پاس جا کر فریاد کیا کرتے تھے اور اپنی قوم کی حرکتوں کا شکوہ فرمایا کرتے تھے اور ان سے نزول عذاب کے لئے دعا کا مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ ان کو صبر کی تلقین فرما کر خاموش کر دیا کرتے تھے۔ بالآخر جب حضرت لوطؑ بالکل عاجز آ گئے اور اپنی قوم کا بار بار یہی جواب سُن چکے۔ ایتنا بجز اب اللہ ان کنت من الصادقین۔ اے لوطؑ اگر تم سچے ہو تو ہم پر اپنے خدا کا عذاب نازل کرادو، ہم جو کر رہے ہیں، وہی کرتے جائیں گے، تو عرض پر داز ہوئے۔ ”رب یتجنی واہلی مما یعملون“ خدایا ان پر عذاب نازل فرما اور مجھے اور میرے اہل کو اس کے تاثر سے محفوظ رکھ۔

حضرت لوطؑ کی دعا قبول ہو گئی اور خداوند عالم نے فرشتے حضرت جبریلؑ کی زیر قیادت زمین مورتکات پر بھیج دیئے۔ جب یہ فرشتے جو کہ بکسلوت نہایت حسین و جمیل شکل و صورت میں تھے۔ بردایت حضرت لوطؑ کی زراعت پر پہنچے جہاں وہ کاشت میں مشغول تھے تو وہ انھیں دیکھ کر اس لئے خوش ہوئے کہ یہ مہمان آئے ہیں اور لوطؑ بے انتہا مہمان نواز تھے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنی قوم کی بدکرداری سے سخت گھبرا گئے، گھر آئے اور اندر لے جا کر دروازہ بند کر دیا اور اپنی عورت سے کہا کہ ان کے طعام وغیرہ کا بندوبست کرو اور ان کے آنے کی اطلاع کسی کو نہ دینا۔ کیونکہ یہ ہمارے مہمان ہیں اور ہماری قوم بدکردار ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں رسوا کریں۔

حضرت لوطؑ کی بیوی جو خود بھی بدکردار تھی اور کافرہ تھی وہ باہر گئی اور معین اشارے سے لوگوں کو مہمان کی آمد کی اطلاع دے دی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ سیٹی بجا کر یا مکان کی چھت پر آگ روشن کر کے مہمان کے آنے کی اطلاع دیا کرتی تھی۔

قوم لوطؑ کو جب مہمانوں کے آنے کی اطلاع ملی تو ان لوگوں نے بروایت طبری دس افراد کو حضرت لوطؑ کے پاس بھیج کر پیغام دیا کہ مہمانوں کو ان کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ انھیں استعمال کریں۔ حضرت لوطؑ نے فرمایا کہ یہ کسی صورت سے ممکن نہیں ہے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت لوطؑ نے جواباً کہا کہ میں مہمانوں کی عزت کے تحفظ کے لئے اپنی لڑکیاں قربان کر سکتا ہوں مگر نہیں

کر سکتا کہ جہانوں کو تمہارے حوالے کر دوں، ان دسٹل افراد نے حضرت لوطؑ کا جواب اپنے لوگوں تک پہنچا دیا اور ساتھی ساتھ یہ بھی کہا کہ جو جہان آتے ہیں وہ اتنے حسین و جمیل ہیں جتنے حسین آج تک دیکھے نہیں گئے۔

یہ سن کر ان لوگوں نے کہا کہ جاؤ اور جبرائیلؑ کو پکڑ کر لاؤ، وہ واپس آئے اور اندرون خانہ داخل ہونے کی خواہش کی۔ حضرت لوطؑ نے مزاحمت کی یہاں تک کہ آب کا سر شگافتر ہو گیا، اس وقت آپ نے اپنی بے بسی پر فریاد کی۔ یہ ماجرا دیکھ کر حضرت جبرائیلؑ ٹولے، گھبراتے کیوں ہو؟ ہم تمہارے بلائے ہوئے فرشتے ہیں اور نزول عذاب کے لئے آئے ہیں۔ یہ سن کر حضرت لوطؑ مسرور اور مطمئن ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے فرشتوں کی طرف جو بھی ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا، اندھے ہو گئے۔ نسخ التواریخ میں ہے کہ جب ان کے اندھے ہونے کی اطلاع صنایع اشرار کو ہوئی تو انھوں نے ایک آدمی حضرت لوطؑ کے پاس بھیج کر کہلایا کہ ”تم یہاں لا وارث آئے تھے۔ اب جب آباد ہو گئے ہو تو اکڑنے لگے، ہم تمہاری جادوگری کو برداشت نہیں کر سکتے، تم صبح ہونے سے پہلے ہمارا ملک چھوڑ دو۔“

حضرت لوطؑ کی سدوم سے برآمدگی اور نزول عذاب

حضرت لوطؑ پر ان کے اس کہنے کا کیا اثر پڑ سکتا تھا جب کہ ان کے پاس فرشتے مقیم و موجود تھے۔ لیکن مقصود باری بھی یہی تھا۔ کہ ”لوطؑ“ اس علاقہ سے باہر چلے جائیں تاکہ عذاب نازل کیا جاسکے۔ چنانچہ جناب جبرائیلؑ نے حضرت لوطؑ سے فرمایا کہ آپ اپنے بال بچوں کو لے کر یہاں سے چلے جائیں۔ حضرت جبرائیلؑ کے کہنے کے مطابق آپ باہر جانے ہی والے تھے کہ لوگوں نے آپ کے گھر کو گھیر لیا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے ایک عالم نے کہہ دیا تھا کہ عذاب کے آثار پیدا ہو گئے ہیں، دیکھو، لوطؑ کو باہر نہ دینا ورنہ عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ (النور المبین جزائری ص ۱۶۲)۔

حضرت لوطؑ نے حضرت جبرائیلؑ سے کہا کہ اب میں کیونکر باہر جاؤں۔ اس کے جواب میں بروایت روضۃ الصفا حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ میں تم کو ابھی باہر کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے اپنے پیر پر بٹھا کر ان لوگوں کو مکان سے باہر نکال دیا اور کہا کہ دیکھو روانگی کے دوران سچھے کی طرف مڑ کر نہ دیکھنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے، چنانچہ وہ سب چلے جا رہے تھے اور کوئی مڑ کر نہ دیکھ رہا تھا۔ لیکن ”واعلہ“ زوجہ لوطؑ بار بار مڑ مڑ کر پشت کی طرف دیکھ رہی تھی اور وہ چاہتی تھی کہ کوئی مل جائے تو اس سے معلوم کرے کہ دہل کے لوگوں پر کیا گزری، اسی دوران میں

زمین موتفکات پلٹ دی گئی اور ایک پتھر واعلہ کے لگا اور وہ ہلاک ہو گئی۔

ناسخ التواریخ میں ہے کہ حضرت لوط کو جبرئیلؑ نے ایک بڑے اور طویل الذیل پہاڑ پر جانے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن انھوں نے بعد مسافت کا حوالہ دیتے ہوئے خواہش ظاہر کی تھی موتفکات کے پانچویں شہر صغر کو امن کی جگہ بنا دی جائے تاکہ میں بھی وہیں قیام کروں کیونکہ وہ لوگ مومن ہیں اور انھوں نے کوئی مخالفت نہیں کی۔ حضرت جبرئیلؑ نے اسے منظور کر لیا تھا اور حضرت لوط وہیں ٹھہر گئے تھے۔

الغرض بمقام سدوم سے حضرت لوط کے چلے جانے کے بعد صبح ہونے سے پہلے جبرئیلؑ نے اپنے پرول سے موتفکات کے چار شہروں کو جن پر چار لاکھ افراد کی آبادی تھی۔ زمین کے ساتوں طبق سمیت کاٹ کر پرول پر اتنا بلند کیا کہ آسمان دُنیا کے قریب تک پہنچا دیا۔ پھر انھیں اس طرح پلٹ دیا کہ سب کچھ نیست و نابود ہو گیا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ وہ لوگ جو اس وقت ان زمینوں پر تھے ہلاک ہو گئے اور جو ان زمینوں سے باہر سفر میں تھے ان پر علیحدہ علیحدہ پتھر گرا اور سب ہلاک ہو گئے۔ عجائب القصص میں ہے کہ قوم لوط کے تمام افراد کے لئے پتھر نامزد کر دیئے تھے جو پتھر جس کے عذاب کے لئے معین کیا گیا تھا وہ پتھر اسی پر گرا ہے اور وہ ہلاک ہوا ہے۔

فضا رکعبہ پر ایک پتھر کا مُعلق ہونا | مؤرخین کا بیان ہے کہ قوم لوط کا ایک شخص نزول عذاب کے وقت خانہ کعبہ میں تھا۔ وہاں سے

ایک پتھر جو اس شخص کے عذاب کے لئے نامزد تھا خانہ کعبہ میں پہنچا تو فرشتوں نے اُسے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یشخص فی الحال مقام امن ہے۔ اس پر عذاب نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ وہ پتھر چالیس دن تک ہوا میں مُعلق رہا۔ جب وہ کعبہ سے باہر نکلا تو پتھر کا شکار ہو کر ہلاک ہو گیا۔

عہد عبد الملک کا ایک واقعہ | عرائس ثعلبی میں ہے کہ عبد الملک بن مروان کے پاس شعیب قاضی محض آیا تو اس نے پوچھا کہ اعظم بازی

کرنے والے کی کیا سزا ہے اس نے کہا کہ پتھر سے رجم، عبد الملک نے کہا اس کی دلیل کیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ قوم لوط کا ہر لوطی جو عذاب کے وقت اس زمین پر نہ تھا وہ پتھر کے ذریعہ سے ہلاک کیا گیا تھا وہ چاہے جہاں رہا ہو۔ عبد الملک نے اس کے اس جواب کو بہت پسند کیا۔ بروایت علامہ جزائری دُنیا میں ہر لوطی کو پتھر کے عذاب کا مزہ چکھنا ہوگا وہ چاہے کسی کو معلوم ہو یا نہ ہو لیکن وہ شخص ضرور مغدب ہوگا۔

حضرت لوط خدمتِ حضرت ابراہیمؑ میں | روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت لوطؑ

سے ہجرت کر کے حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں آ موجود ہوئے اور تاحیات انھیں کے ساتھ رہے۔

حضرت لوطؑ کی وفات | روضۃ الصفا ج ۱ ص ۱۲۱ میں ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام

نے واقعہ عذاب کے سات سال بعد ماہ ربیع الاول میں چار شنبہ کے دن انتقال فرمایا۔ ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۱۲۲ میں ہے کہ آپ ۱۰ ربیع الاول یوم چار شنبہ کو آٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے، قصص طہرانی ص ۱۹ میں ہے کہ آپ شام میں سپرد خاک کئے گئے۔

باب ۱۵

حضرت اسماعیل علیہ السلام و حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کی ولادت، نشوونما اور شادی خانہ آبادی کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ میں کیا جا چکا ہے۔ اس باب میں ان حضرات کی بعثت، اولیات، اولاد، مدتِ عمر اور مدفن وغیرہ کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

توضیح کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی زندگی میں حضرت اسماعیلؑ کو مکہ معظمہ میں اور حضرت اسحاقؑ کو شام میں اپنا خلیفہ اور جانشین بنا دیا تھا۔ (روضۃ الصفا ج ۱ ص ۱۷۷) پھر ان کی وفات کے بعد حضرت اسماعیلؑ و اسحاقؑ مبعوث برسالت ہوئے۔ اسماعیلؑ کو دیارِ یمن میں نبی بنایا گیا اور اسحاقؑ کو کنعان و حضرموت میں مبعوث کیا گیا، روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ وفاتِ پدر کے بعد اپنے والد کے مرقد کی زیارت کے لئے شام تشریف لے گئے اور وہیں مبعوث برسالت ہوئے۔ خداوندِ عالم نے انھیں ان فراعنہ مصر کی ہدایت کے لئے جو مصر سے ترکِ وطن کر کے یمن چلے گئے تھے، یمن جانے کا حکم دیا تھا، چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور مدتِ دراز تک ان کی ہدایت فرماتے رہے، عرائسِ ثعلبی میں ہے کہ آپ کو عمالِ یق اور قبائلِ یمن کے لئے نبی بنایا گیا تھا۔ قصص طبرانی میں ہے کہ آپ چالیس سال تک تبلیغ فرماتے رہے۔ عجائب القصص میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ نے پچاس سال تک تبلیغ کی جس کے نتیجہ میں دہاں تمام بُت پرست مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد واپس مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔

بعض معاصرین تحریر فرماتے ہیں کہ ”حضرت اسماعیلؑ نے اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی موجودگی میں وفات پائی“۔ میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے کیونکہ تمام توضیح کا اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت اسماعیلؑ مدتوں زندہ رہے۔ وہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد مبعوث برسالت ہوئے تھے۔ ان کی عمر ایک سو سینتیس سال تھی جس میں سے ۹۰ سال باپ کی زندگی میں گزاری اور

۴۷ سال ان کے انتقال کے بعد بسر کی، آپ کی بعثت کی مدت بھی ۴۷ سال ہے۔ (روضۃ الصفا ج ۱ ص ۲۹ و عرائس ثعلبی ص ۵۵) مؤرخ ابن واضح کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے بعد حضرت اسماعیلؑ نے خانہ کعبہ کی مرمت کرائی تھی۔ (الیعقوبی ص ۱۹۳)۔

حضرت اسماعیلؑ کی اولاد

بروایت عرائس ثعلبی حضرت اسماعیلؑ کی دوسری بیوی سیدہ بنت مضاض بن عمرو الجمرہی سے بارہ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) قیدار (۲) ثابت (۳) وادیل (۴) بسام (۵) مسیح (۶) ذوما (۷) مسا (۸) حرا (۹) فیما (۱۰) بطور (۱۱) ناض (۱۲) قیدما۔ ان بیٹوں میں سے ثابت اور قیدار کے ذریعہ سے عرب کی آبادی بڑھی اور ان کی نسل خوب پھیلی، روضۃ الصفا میں ہے کہ یہ دونوں حرم محترم میں مقیم رہے اور دیگر حضرات اطراف عرب میں پھیل گئے اور ان کے ذریعہ سے بے شمار شعوب و قبائل نمودار ہوئے، الیعقوبی نے زوجہ اسماعیلؑ کا نام، الحفار بنت الحارث ابن مضاض الجمرہی لکھا ہے اور بارہ بیٹوں کے نام لکھ کر تحریر کیا ہے کہ ناموں کے تلفظ میں اس لئے ہر مؤرخ نے اختلاف کیا ہے کہ ان کا ترجمہ عبرانی سے کرنا پڑا ہے۔ معارج النبوت میں حضرت اسماعیلؑ کی کثرت نسل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نسل اسماعیلؑ کا شرف سب سے بڑا یہ ہے کہ انھیں کی نسل میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متولد ہوئے ہیں۔

خوش وقت آن پدر کہ چنیں باشدش لیسر
آبار از دکر تم و ابن از د عزیز
شاباش آل صدف کہ چنیں پروردگار
صلوا علیہ باطلع الشمس والقمر

حضرت اسماعیلؑ کے اولیات خصوصیات

جنھوں نے عربی میں لب کشائی کی، یعنی عربی بولنا شروع کیا اور گھوڑوں پر سواری شروع کی۔ ان سے پہلے گھوڑوں کا شمار وحشی جانوروں میں تھا وہ کسی کے قابو میں نہیں آتے تھے اور نہ لوگ یہ جانتے تھے کہ گھوڑوں پر سواری کی جاسکتی ہے۔ خداوند عالم نے ان کے لئے سمند سے گھوڑے ظاہر کئے جن کی تعداد ستوا تھی۔ یہ گھوڑے مکہ میں آنا دیکھ کر تے تھے۔ جب صبح ہوتی تھی تو وہ کل کے کل حضرت اسماعیلؑ کے دروازے پر ہوا کرتے تھے۔ ان کے سامنے ہر قسم کا گھوڑا لام رہا کرتا تھا، مؤرخ ابن واضح لکھتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے تیراندازی کی ابتدا کی اور تیر بنانے کی صنعت جاری کی۔ نیز کعبہ معظمہ کی مرمت کرائی۔ "ونفی اهل المعاصی عن الحرام" اور گناہگاروں اور بدکرداروں کو کعبہ محترمہ سے دور رکھا۔

یا نکال دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ شکار کے بڑے ماہر تھے۔ ان کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ دریا سے گھوڑے آپ کی دُعا سے برآمد ہوئے تھے اور سب سے پہلے جن گھوڑوں سے آپ نے سواری شروع کی وہ دریائی ہی گھوڑے تھے۔ آپ کے خصوصیات میں سے مکہ معظمہ کا آباد کرنا۔ آپ کے پیروں کی رگڑ سے چاہِ زمزم کا برآمد ہونا، تعمیر کعبہ، عبادت حج کا قیام اور ۱۰ ہجری کو قربانی کی رسم خاص اہمیت رکھتی ہے۔

حضرت اسماعیلؑ کی عمر
قصص طرانی میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ ایک سو بیس سال زندہ رہے۔ البعضوی میں ہے کہ آپ کی عمر ایک سو تیس سال تھی۔ العرائس میں ہے کہ آپ ایک سو سینتیس سال بقید حیات رہے۔ عجائب القصص میں بھی ۱۳۷ سال

اور ان کا مدفن

مرفوم ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ ۱۳۷ سال زندہ رہے۔ جس میں سے ۹۰ سال پدر بزرگوار کے ساتھ گزارا۔ اور ۴۷ سال بعد میں رہے۔ میرے نزدیک یہی قول صحیح ہے۔ آپ اپنی مال حضرت ہاجرہ کے پہلو میں بمقام حجرِ دفن کئے گئے۔

آپ بڑے صابر اور تحمل مزاج تھے۔ آپ جس کو سفند کے خشک پستان کو چھو دیتے تھے تو اس میں دودھ آجایا کرتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ مہانوں کا بڑا گروہ آگیا اور آپ کے گھر میں کھانے کا سامان نہ تھا۔ آپ نے ایک برتن میں آبِ زمزم بھر کر بند کر دیا اور خدا سے دُعا کی، مختلف قسم کا کھانا اسی برتن سے برآمد ہو گیا۔

آپ کی کنیت، ابو العرب تھی اور لقب "اعراق الشری" تھا۔ صاحب روضۃ الصفا نے اس لقب کے معنی بیان کرنے سے عاجزی ظاہر کی ہے۔ لغت میں اس کے کئی معنی ہیں۔ جن میں سے ایک معنی "خیر میں گھرے ہوئے" کے ہیں۔

حضرت اسماعیلؑ کی جانشینی
مؤرخین کا اتفاق ہے کہ جب حضرت اسماعیلؑ کا وقتِ آخر آیا تو انھوں نے ابنِ یاسر ماسبق کے اصول اور قانونِ قدرت کے مطابق اپنا جانشین مقرر کر دیا۔

روضۃ الصفا ج ۱ ص ۹۹ طبع نولکشور میں ہے۔ "پول اسماعیل در آخر ایام حیات خویش آثار شیب و منصف مشاہدہ فرمود "قیدار" رادسی دلیعہد خویش گردانید و بعد از اندک فرصتے از وحشت آباد دنیا بریاضِ جنت المادی فرامید" جب حضرت اسماعیلؑ نے آخر زندگی میں بڑھاپے اور کمزوری کے نمایاں آثار دیکھے تو اپنے بیٹے "قیدار" کو اپنا وصی اور دلیعہد مقرر کر دیا، پھر تھوڑے عرصہ کے بعد وحشت کدہ عالم سے جنت المادی

کی طرف روانہ ہو گئے۔

جناب قیثار حضرت اسماعیل کے بعد سے ذائقہ منجی کی ادائیگی میں مصروف ہوئے اور سب کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ آبادی سے چھٹک اٹھا اور لوگ مکہ سے باہر جا کر سکونت اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ کثیر افراد عرب کے دیگر اطراف میں پھیل گئے اور باہر جا کر سکونت اختیار کی، بروایت ردضۃ الصفا جب وہ باہر جانے لگے تو اپنے اپنے ہمراہ خانہ کعبہ سے ایک ایک پتھر اپنے وطن کی یاد قائم رکھنے اور خانہ کعبہ کی زیارت کے سلسلہ کو باقی رکھنے کے لئے لیتے گئے۔ یعقوبی میں ہے کہ یہی قیثار دالی بیت اللہ بھی تھے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام | حضرت اسحاق حضرت سائر کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے آپ کی شادی ”رفقا“ بنت بتوئیل ابن ناعور بن تارخ سے کر دی تھی جو کہ بروایت قصص طہرانی بابل کی رہنے والی تھی۔ یہ بھی حضرت اسماعیلؑ کی طرح معزز نبی تھے، ان کی کنیت ابو اسرائیل تھی۔ لفظ اسحاق کے معنی بروایت ناسخ التواریخ ہنسنے والے کے ہیں۔

رفقا بنت بتوئیل سے حضرت اسحاق کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام ”عیص“ اور دوسرے کا ”یعقوب“ تھا۔ یہ دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت اسحاق کے بعد جناب یعقوبؑ نبی بنائے گئے۔ حضرت اسحاق کی عمر بروایت یعقوبی ۱۸۵ سال کی تھی۔ وفات کے بعد آپ کو مقام ”جبرون“ میں قبر حضرت ابراہیمؑ کے قریب دفن کر دیا گیا۔

تنویر کعبہ

کے مضامین کی چند جھلکیاں

اسمیں تحریم کعبہ اور عظمت حج۔ ساقی نامہ۔ گوشہ مصائب۔ شہزادہ علی اکبرؑ کا پُر خلوص مرثیہ۔ حالات مدینہ۔ وفات معصومہ عالم۔ قصیدہ جناب معصومہ عالم۔ ذکر امام حسنؑ۔ ذکر سید سجادؑ۔ ذکر امام محمد باقرؑ۔ ذکر وفات امام جعفر صادقؑ۔ دعا۔ جذبات مرغوب قطعات، تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

لکھائی چھپائی عمدہ۔ سائز ۷ x ۵۔ حجم ۸۰ صفحات۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ :- امامیہ کتب خانہ۔ مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ۔ لاہور۔

باب ۱۶

حضرت یعقوب علیہ السلام

نبی خدا حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے، ان کا شمار بھی کبار انبیاء میں ہوتا ہے۔ اکثر انبیاء انھیں کی نسل سے مبعوث ہوئے ہیں، ان کے پدر بزرگوار حضرت اسحاق نے بھی ان کے حق میں اسی مقصد کے لئے دُعا دی تھی۔ حضرت یعقوب اپنے بھائی عیص کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئے تھے اور پیدائش کے وقت ان کا نام ”عقب عیص“ یعنی عیص کی پشت پر تھا۔ اسی لئے ان کو یعقوب کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور چونکہ حضرت اسحاق نے ان کے حق میں یہ دُعا کی تھی کہ خدا اس کی نسل میں سلسلہ نبوت قائم کرے اس لئے ”عیص“ کو باپ کی طرف سے ملال اور آپ کی طرف سے رنج و غم اور بغض و حسد تھا۔ اگرچہ بعض روایات کی بنا پر انھوں نے ان کے حق میں یہ دُعا کی تھی کہ خدا اس کی نسل میں دولت و ثروت بادشاہی اور سلطنت قائم کرے۔ لیکن پھر بھی وہ حضرت یعقوب کو نگاہ بد ہی سے دیکھتے رہے جس کے نتیجہ میں یعقوب اپنی ماں کے مشورہ سے اسی رات کو جس رات میں حضرت اسحاق نے انتقال فرمایا تھا اپنے وطن کنعان سے فلسطین (شام) کی طرف ہجرت کر گئے تھے، بروایت طبری ان کی ماں نے کہا تھا کہ اپنی جان بچانے کے لئے یہاں سے فلسطین چلے جاؤ، وہاں میرا بھائی ”لبان“ سکو پذیر ہے اور وہاں اس کی حیثیت بھی بہت ہی نمایاں ہے۔ تم وہاں ہر طرح سے محفوظ اور مصون بھی رہو گے اور نہایت آرام سے بھی دن گزارو گے، چنانچہ وہ کنعان سے ہجرت کر کے فلسطین کو چلے گئے اور چونکہ رات کے وقت سفر اختیار کیا تھا اور راتوں رات چلتے رہے تھے اس لئے ان کا لقب ”اسرائیل“ قرار پایا۔ کیونکہ یہ لفظ ”اسری اور لیل“ سے بنا ہے یہی کچھ طبری کے علاوہ روضۃ الصفا میں بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ اسرائیل عربی ہے۔ لیکن ناسخ التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ عبرانی ہے۔ یوزخ کاشانی لکھتے ہیں کہ ”اسر“

عبرانی میں سردار کو "ایل" خدا کو کہتے ہیں۔ جس کے معنی خدا کا بنایا ہوا سردار، کے ہوئے۔
 عل الشرائع میں ہے کہ "اسرا" عبادہ "ایل" خدا کو کہتے ہیں لہذا اس کے معنی عبد اللہ کے ہوئے۔
 مؤرخ ہرودی کا بیان ہے کہ حضرت یعقوبؑ جب کنعان سے روانہ ہو کر فلسطین جا رہے
 تھے تو راستے میں بہت تھک جانے کی وجہ سے ایک جگہ خدا پر تکیہ کئے ہوئے ایک پتھر پر سر
 رکھ کر سو گئے، اسی عالم خواب میں دیکھا کہ زمین سے آسمان تک ایک نور کا کھمبہ نصب ہے اور
 بے شمار فرشتوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی دوران میں ایک آواز آئی کہ، میں
 ہی خدا ہوں، میں ہی قابل پرستش ہوں، میں نے تمہیں درجہ نبوت پر نائز کیا ہے، میں
 نے ہی زمین کی ملکیت تمہارے لئے اور تمہارے بعد تمہاری ذریت کے لئے قرار دی ہے
 میں نے تمہیں صاحب کرامت و معجزہ قرار دیا ہے۔ میں تمہارا محافظ ہوں۔ عنقریب تمہیں نہایت
 فراخی کی حالت میں وطن واپس لائوں گا۔ تم بیت المقدس کی تعمیر کی طرف متوجہ رہنا۔ حضرت یعقوبؑ
 جب خواب سے بیدار ہوئے تو سمجھ گئے کہ پدر بزرگوار حضرت اسحاقؑ کی دعا کام کر رہی ہے
 اور میرا مستقبل انشاء اللہ نہایت شاندار ہوگا۔ اس کے بعد انھوں نے سفر کا عزم معتم کر لیا
 اور وہاں سے روانہ ہو کر فلسطین جا پہنچے۔

حضرت یعقوبؑ کی فلسطین میں رسیدگی

ناسخ التواریخ میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ جب کنعان
 سے روانہ ہو کر بارادہ فلسطین بمقام "حاران" پہنچے، جہاں
 ان کا ماموں، لابان بن تنوئیل رہتا تھا تو وہاں کے ایک
 کنوئیں پر بہت سے لڑکوں اور لڑکیوں کا اجتماع دیکھا۔

یہ اس کے قریب چلے گئے اور پوچھا کیا بات ہے کہا گیا کہ اس کنوئیں کے مُنہ پر یہ پتھر
 رکھا ہوا ہے اور ہم سے اٹھ نہیں رہا۔ اور ہمیں خود بھی سیراب ہونا ہے اور ان جانوروں
 کو بھی سیراب کرنا ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے پوچھا کہ ہمیں سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ لابان بن
 بتوئیل اسی قریب میں رہتے ہیں یا کہیں اور ان کی سکونت ہے لوگوں نے کہا کہ وہ یہیں رہتے ہیں
 اور ابھی ابھی ان کی لڑکی "راحیل" اپنے باپ کے گلہ گو سفند کو لئے ہوئے آئی ہوگی۔ ابھی یہ بات
 تمام نہ ہوئی تھی کہ راحیل آپہنچی۔ حضرت یعقوبؑ نے جوہنی راحیل یعنی اپنی سگی ماموں زاد بہن
 کو دیکھا بڑھ کر اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور سر چاہ سے پتھر ہٹا کر کہا کہ تم سب جانوروں کو سیراب
 کرو۔ جب وہ پانی پلا چکے تو حضرت یعقوبؑ نے راحیل سے فرمایا کہ جاؤ اپنے باپ سے کہو کہ
 تمہاری بہن رفاہ بنت بتوئیل کا لڑکا یعقوبؑ آیا ہوا ہے، راحیل نے نہایت خوشی کے عالم
 میں جا کر اپنے والد سے صورت حال بیان کی۔ لابان، نہایت مسرت کی حالت میں دوڑے

ہوئے حضرت یعقوبؑ کے خیر مقدم کے لئے آئے اور انھیں اپنے ہمراہ اپنے گھر لے گئے۔ قصص جو بری میں ہے کہ یعقوبؑ ایک خواب دیکھ کر چلے تھے اور لابان نے بھی ایک خواب دیکھا تھا۔ لابان کا خواب یہ تھا کہ کنوئیں پر سے بڑے پتھر کو ایک شخص ہٹائے گا اس کا نام یعقوبؑ ہوگا۔ اپنی لڑکی راحیل کی شادی اسی سے کرنا۔ کتاب مذکور میں یہ واقعہ شام کے بجائے شہر طہران کا لکھا ہے۔

حضرت یعقوبؑ کی ایک کرامت | روضۃ الصغایں ہے کہ جس زمانہ میں حضرت یعقوبؑ اپنے مامول کے پاس پہنچے تھے

وہ زمانہ قحط سالی کا تھا۔ ان کے مامول ”لابان“ کے پاس ایک کنوئیں تھا۔ اسی کنوئیں سے ان کے مولیٰ سیراب ہوا کرتے تھے۔ قحط کا زور بڑھتے ہی کنوئیں کا پانی خشک ہونے لگا۔ اور یہاں تک اس پر اثر پڑا کہ ”کی آب“ محسوس ہونے لگی اور یہ شبہ پیدا ہونے لگا کہ پانی خشک ہو جائے گا۔ اس واقعہ سے ”لابان“ سخت متاثر اور پریشان تھے، ایک دن حضرت یعقوبؑ سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر اس کنوئیں کا پانی خشک ہو گیا تو نہ صرف یہ کہ میرے مولیٰ ہلاک ہو جائیں گے، بلکہ اپنی بھی خیر نہ ہوگی۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا، آپ گھبراہٹیں نہیں خدا بڑا کارساز ہے، اس کے بعد آپ اپنے مقام سے اٹھے اور کنوئیں کی جگت پر تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے کنوئیں سے ایک ڈول پانی بھرا اور اس میں منہ لگا کر حقوڑا سا پیا اور باقی پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔ ”بقدرت خدا دندی از بیشتر بيشتر شد“ خدا کی قدرت سے کنوئیں کا پانی بے انتہا بڑھ گیا، یہ حال دیکھ کر ”لابان بن بتوئیل“ حضرت یعقوبؑ پر گردیدہ ہو گئے۔

حضرت یعقوبؑ کی شادی اور اولاد | مورخین کا بیان ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے مامول جو زمین کنعان سے ترک دطن کر کے

فلسطین (شام) پہلے گئے تھے اور جن کا نام ”لابان ابن بتوئیل“ تھا، ان کے دو لڑکیاں تھیں ایک کا نام ”لیاہ“ اور دوسری کا ”راحیل“ تھا۔

ایک دن جناب یعقوبؑ نے اپنے مامول سے کہا کہ میرے والد حضرت اسحاقؑ نے مجھے یہ بتا کی تھی کہ میں آپ کی لڑکی سے شادی کروں۔ بنا بریں میں اس مقصد کے لئے درخواست گزار ہوں۔ ”لابان بن بتوئیل“ نے کہا کہ اس مقصد کے لئے کم از کم سات سال تمھیں بطور مہر گھر کی خدمت کرنا ہوگی۔ انھوں نے منظور کیا اور سات سال ان کی بکریاں چرائیں۔

اس خدمت کے عوض میں لابان بن بتوئیل نے اپنی ایک لڑکی کی شادی حضرت یعقوبؑ کے ساتھ کر دی۔ پھر جب بروایت علامہ نعمت اللہ الجہانزی اس کا انتقال ہو گیا۔ (قصص جزائری ص ۱۸۷) تو لابان بن بتوئیل نے دوبارہ ہفت سالہ خدمت کے عوض میں دوسری لڑکی کی بھی شادی

کردی اور دونوں کو ایک ایک کینز خدمت کے لئے دیدی راحیل کی خادمہ کا نام بکتہ اور لیتہ کی خادمہ کا نام ”ذلفہ“ تھا۔ حضرت یعقوبؑ نے اپنی بیویوں کی مرضی سے ان کینزوں کو بھی باصول شریعت استعمال فرمایا۔

خداوند عالم نے ان چاروں عورتوں سے حضرت یعقوبؑ کو بارہ فرزند عطا فرمائے۔ جس کی تفصیل بروایت عرائس ثعلبی یہ ہے۔ (راحیل سے) (۱) حضرت یوسفؑ (۲) بنیامین (۳) لیا سے) (۱) روبیل (۲) یہودا (۳) شمعون (۴) لاوی (بکتہ سے) (۱) جاد (۲) لیشیر (۳) آشور (ذلفہ سے) (۱) ذان (۲) فتال (۳) روبالوں۔ نسخ التواریخ اور قصص جویری میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے یہاں بارہ بیٹوں کے بعد ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی جس کا نام ”وینہ“ تھا۔

مؤرخین کا متفقہ بیان ہے کہ حضرت یوسفؑ کی والدہ جناب راحیل کا انتقال بنیامین کی ولادت کے موقع پر ہو گیا تھا۔ اس وقت حضرت یوسفؑ کی عمر دو سال کی تھی۔ راحیل کی وفات کے بعد یوسفؑ کی پرورش و پرداخت کی ذمہ داری ان کی خالہ پر عائد ہو گئی۔ چنانچہ وہ خدمت کرتی رہیں اور اس درجہ خدمت کی کہ حضرت یوسفؑ انھیں اپنی ماں جانتے، مانتے اور کہتے رہے۔

اسباط کا مطلب حضرت یعقوبؑ کے مذکورہ بارہ بیٹوں کو قرآن مجید نے لفظ ”اسباط“ سے یاد کیا ہے، ”اسباط، سبط کی جمع ہے اور سبط اس درخت کو

کہتے ہیں جس کی شاخیں بے شمار ہوں۔ چونکہ ان کی اولادیں اور نسلیں بے انتہا بڑھیں تھیں۔ اس لئے ان کو اسباط کہا گیا۔ یہ لفظ بالکل اسی طرح استعمال کیا گیا ہے جس طرح عرب میں لفظ قبائل اور غم میں لفظ شوب استعمال کیا جاتا ہے حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں کو قرآن مجید میں ”اسباط“ کہا گیا ہے۔

حضرت یعقوبؑ کے دوسرے بھائی عیص کی شادی بروایت امام ثعلبی حضرت اسمعیلؑ کی لڑکی نسیم سے ہوئی جس سے روم پیدا ہوا اور بروایت روضۃ الصفا ان کے لطن سے پانچ فرزند متولد ہوئے جن میں سب سے بڑا لڑکا روم تھا جس کے نام پر ملک روم آباد ہوا، نسخ التواریخ میں ہے کہ عیص کے ایک دوسرا فرزند مسیٰ ”الیغاز“ تھا۔ اس نے مسماۃ تمنغ سے شادی کی۔ اس کے لطن سے عمالیق پیدا ہوا۔

حضرت یعقوبؑ کی وطن کو واپسی حضرت یعقوب علیہ السلام جب فلسطین کے دوران قیام میں کثیر الاولاد ہو گئے، اور

بے شمار گوسفندوں اور دیگر مویشیوں کے مالک بن گئے تو انھیں وطن کی یاد نے ستانا شروع کیا، بالآخر ایک دن ”لابان بن ہتھیل“ سے کہا کہ میں مدت مدید آپ کی خدمت میں رہ کر اب اپنے وطن کنعان جانا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں زیارت وطن سے مشرف ہوں انھوں

نے پہلے تو بڑے جیلے کئے۔ لیکن آخر میں اجازت دینے پر مجبور ہو گئے۔

اجازت ملنے کے بعد حضرت یعقوبؑ نے انتظامات شروع کئے اور ان کی تکمیل کے بعد وہ فلسطین سے بارادہ کنعان روانہ ہو گئے۔ وہ طے مراحل اور قطع منازل کرتے ہوئے جب کنعان کے قریب پہنچے تو انھیں عالم شکار میں عیص بن اسحاق نظر آئے۔

بروایت طبری در وصۃ الصفا حضرت یعقوبؑ بھاڑیوں میں چھپ گئے اور اپنے فرزندوں سے کہا کہ اگر یہ شخص پوچھے کہ یہ ساز و سامان کس کا ہے تو تم کہہ دینا کہ عیص بن اسحاق کا ایک غلام تھا جس کا نام یعقوبؑ تھا۔ یہ سب کچھ اسی کا ہے۔ چنانچہ جب یہ کچھ اور آگے بڑھے تو عیص نے پوچھا کہ ”اے اموال کیست“ یہ مال داسباب کس کا ہے۔ کہا گیا کہ ”عیص بن اسحاق کا ایک غلام ہے جس کا نام یعقوبؑ ہے یہ سب اسی کا ہے۔ یہ سن کر عیص کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور انھوں نے کہا کہ یہ تم کیا کہتے ہو۔ وہ عیص کا غلام نہیں تھا بلکہ اس کا حقیقی بھائی تھا۔ سنو میں اس کے فراق میں بے چین ہوں۔ یہ سن کر حضرت یعقوبؑ برآمد ہو گئے۔ اور بھائی بھائی کے گلے سے مل کر اس درجہ روئے کہ بیہوش ہو گئے۔

پھر رات اسی وادی میں گزاری اور صبح کو پورے احترام و عزت کے ساتھ داخل وطن ہوئے۔

حضرت یعقوبؑ کی بعثت

کنعان میں آپ نے ایک ہی سال گزارا تھا کہ خداوند عالم نے مبعوث برسات کر دیا۔ آپ کی بعثت

کے بعد عیص بن اسحاق روم کی طرف چلے گئے اور وہیں تاحیات مقیم رہے۔ بالآخر ایک سو سینتالیس سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے فرزند روم نے انھیں بمقام جبرون قبر حضرت ابراہیمؑ کے قریب دفن کر دیا۔

اکثر روایات میں ہے کہ ان کی وفات کا دن وقت اور تاریخ وہی تھی جو حضرت یعقوبؑ کی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ دونوں ایک ہی قبر میں دفن بھی ہوئے ہیں۔

طبری میں ہے کہ عیص کی اولاد میں سے حضرت الیوبؑ کے علاوہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ روم کے تمام بادشاہ عیص بن اسحاق کی نسل سے تھے۔

باب ۱۷

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر تھے اور اسی طرح معصوم اور افضل خلائق تھے۔ جس طرح باصول خداوندی جملہ انبیاء معصوم اور افضل خلائق ہوتے رہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کی والدہ جناب راحیل بنت لابان بن بتوئیل تھیں، آپ کو خداوند عالم نے بے مثل و بے نظیر حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ روایات میں ہے کہ آپ کو جو بھی دیکھتا تھا۔ آپ کا گردیدہ اور آپ پر فریفتہ ہو جایا کرتا تھا۔ آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے حسن کے دو حصوں میں سے ایک حصہ حضرت یوسف کو عطا فرمایا تھا اور نصف آخر میں ساری دنیا کو شریک کیا تھا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ خدا نے حسن کے دس حصے قرار دیئے ہیں جن میں سے ۹ حصے صرف حضرت یوسف کو دیا تھا اور ایک حصہ میں ساری دنیا کو شامل فرمایا تھا۔

وجہ تسمیہ بعض علماء کا بیان ہے کہ لفظ یوسف عربی ہے اور اسف یا اسیف سے ماخوذ ہے جس کے معنی غمزدہ کے ہیں۔ چونکہ آپ کو بھائیوں کے ہاتھوں بہت زیادہ غم اٹھانا پڑا تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر آپ کا نام یوسفؑ پا گیا تھا۔ ایک روایت کی بنا پر "اسفنا" غلام کو کہتے ہیں اور حضرت یوسفؑ چونکہ غلام بن کر بگنے والے تھے اس لئے ان کو یوسفؑ کہا گیا۔ لیکن اکثر مؤرخین اور علماء کا بیان ہے کہ یہ لفظ عربی نہیں بلکہ عجمی ہے جس کے معنی "فیروز" کے ہیں اور چونکہ حضرت یوسفؑ مستقبل میں سر بلند ہونے والے تھے اس لئے حضرت یعقوبؑ نے بالہام خداوندی ان کا نام یوسفؑ رکھا تھا۔

حضرت یوسفؑ کا لقب حضرت یوسف علیہ السلام کا لقب "صدیق" تھا جیسا کہ قصص طہرانی میں مرقوم ہے۔

آپ کا حلیہ روضۃ الصفا میں ہے کہ آپ کے سر میں گھونگھروالے بال تھے۔ رنگ سفید

تھا۔ یعنی گورے رنگ کے تھے۔ قد و قامت نہایت مناسب تھا۔ جسم سڈول تھا۔ آنکھیں بڑی اور کھلی تھیں۔ جب مسکراتے تھے تو دانتوں سے نور چمکتا تھا۔ جب باتیں کرتے تھے تو دہن سے نور برستا تھا۔

حضرت یوسفؑ کا بچپن

حضرت یوسفؑ کا بچپن ”ہو بہار بروے کے چکنے چکنے“ بات کے مطابق نہایت شاندار اور خوشگوار تھا۔ آپ ہر ایک کی آنکھوں میں نور کی طرح سمائے ہوئے تھے۔ ہر ایک اپنا ہو یا پرایا آپ کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ جس کی نگاہ آپ پر پڑ جاتی تھی وہ چاہے کوئی ہی کیوں نہ ہو بصد جان آپ پر قربان ہونے کو تیار ہو جاتا تھا۔ ماں جب تک زندہ رہی آپ کی نگہداشت اور پرورش و پرداخت میں مصروف رہتی تھی۔ جب آپ کی عمر دس سال کی ہوئی تو آپ کی مادرِ گرامی جناب راحیل کا ولادت ”بنیامین“ کے موقع پر بمقام کنعان انتقال ہو گیا۔ وفات راحیل کے بعد حضرت یعقوبؑ نے ”لیا“ سے شادی کر لی جو کہ حضرت یوسفؑ کی خالہ تھیں اور جنھیں حضرت یوسفؑ ماں کہا کرتے تھے۔ یہ وہی ماں ہیں جو بعد میں روضۃ الصفا ج ۱ ص ۷۷ کے مطابق خواب کے سلسلہ میں ماں کی حیثیت سے سجدہ ریز ہوئی تھیں۔

طبری میں ہے کہ حضرت یوسفؑ کو ان کی چھوٹی کمال محبت کی وجہ سے ایک مرتبہ اپنے ہمراہ لے گئی تھیں اور وہ چاہتی تھیں کہ یوسفؑ ہمیشہ انھیں کے پاس رہیں۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کو اپنی نظروں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتے تھے اور نہ وہ ان کی جدائی برداشت فرما سکتے تھے۔ انھوں نے اپنی بہن سے بار بار کہا کہ یوسفؑ کو میرے پاس پہنچا دو وگرنہ مختلف بہانوں سے انھیں اپنے پاس روکتی ہی رہیں۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

ان کے انتقال کے بعد حضرت یعقوبؑ جناب یوسفؑ کو اپنے ہمراہ لے آئے اور انھیں اپنے دل و جان کی جگہ رکھتے رہے۔ ان کی پرورش و پرداخت میں شب و روز لگے رہتے تھے کیونکہ وہ ان میں حسن و جمال کی فراوانی اور نورِ نبوت کی تابانی دیکھتے تھے۔ حضرت یوسفؑ کی عمر ابھی گیارہ بارہ سال ہی کی ہوئی تھی کہ اسی دوران میں حضرت یعقوبؑ نے ایک سائل کی طرف سے بے توجہی برتی۔ اس نے کھانا مانگا اور یہ نہ دے سکے، اسی رات کو انھوں نے ایک تشویشناک خواب دیکھا جو یوسفؑ سے متعلق تھا جس میں بھیڑیے کا تذکرہ تھا۔ اسی دوران میں حضرت یوسفؑ نے بھی خواب دیکھا جو چاند سورج اور گیارہ سالوں کے سجدہ کرنے سے متعلق تھا، بیٹے نے باپ سے خواب کو بیان کیا، باپ نے ہدایت کی کہ اس خواب کو اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا۔ شدہ شدہ یہ خبر ان کے بھائیوں کے کانوں تک پہنچ گئی اور وہ سخت دشمن ہو گئے۔

کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ یوسفؑ جسے ہمارا باپ خود بہت چاہتا ہے۔ یقیناً بہت بڑی منزل پر فائز ہوگا، اُن کی دُشمنی نے یہاں تک زور کیا کہ یہ لوگ اب یوسفؑ کو قتل کر دینے پر آمادہ ہو گئے۔ ایک دن باپ سے کہا کہ یوسفؑ کو ہمارے ہمراہ بھیڑ چرانے کے لئے کر دیجئے۔ یعقوبؑ نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم لوگ بھیڑ چرانے میں مشغول ہو جاؤ اور بھیڑ یا میرے بیٹے کو بھارت کھاتے، ان لوگوں نے اطمینان دلانے کی پوری سعی کی مگر وہ مطمئن نہ ہو سکے آخر کار کسی نہ کسی صورت و خوشاد سے ان کو راضی کر لیا اور یوسفؑ کو اپنے ہمراہ لے جا کر ایک کنوئیں میں ڈال دیا اور واپس آکر اپنے باپ سے کہا کہ ہم سے ذرا سی غفلت ہو گئی اور بھیڑ یا ہمارے بھائی کو کھا گیا۔ یہ روئے پیٹے، چیخے چلائے اور اس درجہ روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں اور زور نظر جاتا رہا۔

ادھر باپ روتا پٹتا رہا۔ اور ادھر یوسفؑ کنوئیں میں پڑے رہے اسی دوران میں ایک قافلہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ اُس نے پانی بھرنے کے لئے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو یہ اس میں بیٹھ نکلے بھائیوں کو خبر ہوئی، آئے اور انھیں چند درہموں میں قافلے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا، یہ اُسے لئے ہوئے مہر پہنچے۔ وہاں عزیز مصر نے انھیں بڑی قیمت دے کر خرید لیا، اور اپنی بیوی سے کہا جس کا نام زلیخا تھا کہ اس کی پرورش و پرداخت میں کمی نہ کرنا، یوسفؑ وہاں پلتے رہے یہاں تک کہ سات سال گزر گئے اور آپ نے منزل جوانی میں قدم رکھا۔

حضرت یوسفؑ کی جوانی حضرت یوسفؑ کے حُسنِ خداداد نے جوانی میں جو نکھار چل گیا۔ اُس نے ساری دُنیا کو دیوانہ بنا دیا۔ حُسنِ یوسفؑ کا جس پر سب سے زیادہ اثر پڑا وہ عزیز مصر کی بیوی زلیخا تھی۔ بالآخر ایک دن اُس نے انھیں ایک مستحکم کمرے میں بند کر کے اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنا چاہا، یوسفؑ جو معصوم تھے اس جگہ سے جان بچا کر بھاگے۔ اس نے پیچھا کیا، آخر کار اُن کا دامن اُس کے ہاتھ میں آگیا اور پھٹ گیا۔ آخری دروازہ کھلا تو دونوں نے عزیز مصر کو دروازے پر کھڑا ہوا دیکھا، زلیخا نے یوسفؑ پر الزام رکھا، یوسفؑ نے دودھ پیتے بچے کو اپنی صفائی میں پیش کیا، اُس نے گواہی دی۔ عزیز مصر مطمئن ہوا۔ زلیخا نے خفت مٹانے کے لئے یوسفؑ کو قید کر دینے کا مشورہ دیا۔ وہ قید ہو گئے۔ عورتوں نے چرچا کیا، زلیخا نے دعوت میں بلا کر یوسفؑ کو سامنے سے گزار دیا، سب نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ عورتوں نے زلیخا کو معذور سمجھ کر یوسفؑ سے سفارش کی۔ یوسفؑ نے دعا کی خدا یا اس مصیبت سے بچا، مجھے اس سے قید زیادہ پسند ہے۔ آخر کار دوبارہ قید میں بھیج دیئے گئے۔

آپ وہاں یادِ خدا کے ساتھ ساتھ قیدیوں کی خدمت بھی کرتے تھے اور لوگوں کے خواب کی تعبیریں بتایا کرتے تھے۔ اتفاقاً دو قیدی آئے جو سازش کے الزام میں مقید ہوئے تھے، انھوں نے خواب دیکھا، انھوں نے تعبیر دی اور وہی ہوا جو انھوں نے بتایا تھا۔ نتیجہ میں ایک چھوٹ گیا اور دوسرا دار پر چڑھ گیا۔ پھر آپ قید سے باہر آئے۔ آپ کو سلطنت ملی۔ اور آپ نے زلیخا کے ساتھ شادی کر لی، پھر قحط پڑا اور آپ کے بھائی غلہ حاصل کرنے کے لئے مصر آئے۔ آپ نے اپنے بھائیوں کو بھی غلہ دیا حالانکہ ان ہی لوگوں نے یوسف کو قتل کرنے کی سازش کی تھی اور کنوئیں میں ڈالا تھا، پھر حقوڑے عرصہ کے بعد آپ کا گرتہ مصر سے بھیجا گیا اور آپ کے والد جو روتے روتے نابینا ہو گئے تھے انھوں سے دیکھنے لگے، پھر نامہ و پیغام ہوا، حضرت یعقوبؑ مصر تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ اولاد سمیت ۷۲ افراد تھے، باپ بیٹے میں ملاقات ہوئی، گلے مل کر بے انتہا روتے۔ باپ نے اپنا خلیفہ ان کو بنا دیا پھر وہ خود فوت ہو گئے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت یوسفؑ مبعوث بن ہوئے ہوئے۔ مصر وغیرہ میں تبلیغ دین کرتے تھے۔ اسی دوران میں پیغام اجل آ گیا اور آپ وفات پا گئے، زلیخا نے بھی اُسی دن دم دے دیا اور دونوں سپردِ خاک کر دیئے گئے۔

حضرت یوسفؑ کی سرگزشت

حسن نے یوسف کو رسوا کر دیا اغیائیں در نہ بکتے ہیں پھیر بھی کہیں بازار میں
(قیس زنگی پٹوری)

یہ تھی حضرت یوسف علیہ السلام کے بچپن اور جوانی کی سرگزشت جسے میں نے مختصر ترین الفاظ میں بیان کیا، لیکن درحقیقت یہ داستان ایسی نہیں ہے جو مختصر الفاظ میں بیان کی جائے اور بیان کا مقصد پورا ہو جائے۔ یعنی سرگزشت سے واقفیت حاصل ہو جائے اور وہ باتیں معلوم ہو جائیں جن کے لئے قرآن مجید نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ بنا بریں ضرورت ہے کہ اس اہم واقعہ کو جسے قرآن مجید نے ”احسن القصص“ کہا ہے، کسی قدر تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جائے۔

اس واقعہ اور سرگزشت کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جو ایک برگزیدہ نبی تھے اور بے انتہا صفات حسنہ کے مالک تھے۔ وہ دیگر انبیاء کی طرح معصوم تھے۔ ان سے گناہوں کا سرزد ہونا ممکن نہ تھا۔ لیکن ”ترکِ اولیٰ“ کا امکان تھا۔

یہ ظاہر ہے کہ ”ترکِ اولیٰ“ گناہ نہیں لیکن ”جس کے رُتبے میں سوا اس کو سوا مشکل ہے“ انبیاء ترکِ اولیٰ پر بھی ابتلا اور امتحان میں مبتلا کر دیئے جاتے تھے۔ آدمؑ اسی ترکِ اولیٰ کی وجہ سے

بہشت سے نکالے گئے، ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے، ایوبؑ مبتلا مرض کئے گئے۔ حضرت یعقوبؑ جنھیں مہمان نوازی سے عشق تھا وہ مہمان کے چہرے کو دیکھ کر خوشی محسوس کرتے تھے اس کی آمد کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ ان کا یہ طریقہ اور طریقہ تھا کہ روزانہ ایک دُنبہ ذبح کرتے تھے اور فقرا و مساکین کو تقسیم کرایا کرتے تھے، ایک شب جمعہ کو ایک سائل آیا جو روزہ دار بھی تھا، مسافر بھی تھا، افطار کا وقت تھا اس نے آواز دی کہ میں مسافر ہوں، روزہ دار بھی ہوں، مجھے کچھ کھانے کو دو، اس کی آواز حضرت یعقوبؑ کے گھر میں پہنچی اور سب نے سنی لیکن شاید آواز میں تیزی اور تازگی کی وجہ سے انھیں اس کے مستحق ہونے کا یقین نہ آیا اور انھوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ وہ سائل اسی طرح بھوکا رات بھر عبادت خدا کرتا رہا، جب صبح ہوئی تو خدا نے وحی کی، اے یعقوبؑ میرا ایک بندہ رات بھر بھوکا پڑا رہا اور تم اور تمھارے بچے شکم سیر ہو کر آرام سے سوتے رہے، کھانا موجود تھا اور تم نے اُسے نہیں دیا، کُتوں میں اپنے اُس نبی کو دوست رکھتا ہوں جو مسکینوں کو دوست رکھتا ہے، اب تم تیار ہو جاؤ میرے امتحان کے لئے۔

(علل الشرائع) میں ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام جمعہ کے دن مدینہ میں نماز صبح سے فارغ ہو کر نکلے اور اپنے گھر پہنچے تو اپنی کینز سکینے سے فرمایا کہ دیکھو آج جمعہ کا دن ہے آج کے دن اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ جو سائل دروازے کی طرف سے گزرے اُسے سیر کرنا، راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ ”لیس کل من یسئل مستحقاً“ کہ مولایہ تو ضرور ہی نہیں کہ جو بھی سوال کرے وہ مستحق بھی ہو، یعنی ہر سائل مستحق تو نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی سائل مستحق نظر انداز نہ ہو جائے جس کے ردِ عمل میں میں اور میرے بچے اسی طرح مبتلا ہو جائیں جس طرح حضرت یعقوبؑ نبی مبتلا ہوئے تھے سُنو، وہ روزانہ ایک دُنبہ ذبح کر کے تصدق کیا کرتے تھے اور اسی میں سے خود بھی کھاتے تھے اور ان کے بچے بھی۔ ایک جمعہ کے دن شام کے قریب ان کے مکان کی طرف سے ایک مومن مسافر گُزرا جو روزہ دار بھی تھا، مستحق بھی تھا۔ عابد بھی تھا، خدا کی نگاہ میں اُس کی منزلت بھی تھی، اُس نے روزہ کھولنے کے وقت آواز دی: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ السَّائِلُ الْعَزِیْبُ الْجَائِعُ مِنْ فَضْلِ طَعَامِكُمْ“ بھوکے، غریب مسافر کو اپنے بچے کھانے سے سیر کرو، یہی آواز اُس نے کئی بار لگائی اور وہ لوگ سُنتے رہے۔ لیکن اس خیال میں رہے کہ شاید مستحق نہ ہو، اسی لئے توجہ نہ دی۔ جب وہ مایوس ہو گیا تو چلا گیا اور رات بھر بھوکا رہا، اور صبح کو بلا کچھ کھائے ہوئے روزہ رکھ لیا، اور خدا کی بارگاہ میں اپنی بھوک کی شکایت کی ”اُدْحِیْ اِلَیْہِ اللّٰہُ یُعْقِبُ فِیْ صَبِیْحَةِ تِلْكَ اللَّیْلَةِ“ پھر خداوندِ عالم نے اس رات کی صبح کو یعقوبؑ کی طرف وحی کی اور ان سے کہا کہ اے یعقوبؑ تم نے

آج رات میرے ایک بندہ خاص کو ذلیل کیا ہے اور یہ ایسی ذلت ہے جس نے تمہیں اور تمہارے
فرزند کو اس کا مستحق بنا دیا ہے کہ میں تم لوگوں کی تادیب کروں۔ یعقوب سُنو، میں اپنے اسی بی
کو چاہتا ہوں جو میرے عزیز و مسکین بندوں کو چاہتا ہے، انہیں سیر کرتا ہے، ان کی پشت پناہی
کرتا ہے۔ اے یعقوب میری عقوبت اور ابتلا۔ دشمنوں سے زیادہ دوستوں پر جلد موثر
ہوتا ہے اور یہ ابتلا بہ نظر گرم ہوا کرتا ہے۔ اما وعزتی لا نزل بك بلوای ولا جعلناك و
لدلك عرضاً لمصائبی فاستعد لبلوای“ میں اپنے عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ
میں تم پر اور تمہارے بیٹے یوسف پر مصیبت نازل کروں گا، اب تم اس کے لئے تیار ہو
جاؤ۔ اس وحی کا آنا تھا کہ حضرت یعقوب تھرا گئے، معذرت کی، تو بہ کیا عزیزیکہ سب طریقے
سے عذر خواہی کی مگر قدرت کے تیور نہ بدلے۔

حضرت یعقوب اسی تردد اور فکر میں تھے کہ حضرت یوسف دوڑے ہوئے آئے اور
کہنے لگے: ”یا ابتانی رايت احد عشر كوكبا والشمس والقمر رأيتهم لی
ساجدين“ اے بابا میں نے گیارہ تاروں اور سورج چاند کو خواب میں دیکھا ہے کہ یہ سب
مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ (قرآن مجید) یہ واقعہ ہے ماہِ رجب کی اسی شب جمعہ کی صبح کا جس شب
کو حضرت یعقوب آسودہ اور سائل مجھو کا سویا تھا۔ حضرت یعقوب نے یوسف کو گلے لگا لیا،
مُنہ جوڑا، پیار کیا اور کہا: ”یا بنی لا تقصص رویاك علی اخوتك“ اے بیٹا دیکھو خبر دار
اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ دہرائنا ورنہ وہ لوگ تمہارے لئے مکاری کی تدبیریں کرنے
لگیں گے۔ اس میں شک ہی نہیں کہ شیطان آدمی کا کھلا ہوا دشمن ہے اور جو تم نے دیکھا ہے
ایسا ہی ہو گا۔ تمہارا پروردگار تم کو برگزیدہ کرے گا، اور تمہیں خوابوں کی تعبیر سکھائے گا۔ اور
جس طرح اس سے پہلے تمہارے دادا پرودا ابراہیم اور اسحاق پر اپنی نعمت پوری کر چکا ہے اسی
طرح تم پر اور یعقوب کی اولاد پر اپنی نعمت پوری کرے گا۔ بے شک تمہارا پروردگار بڑا
واقف کارِ حکیم ہے۔ (سورۃ یوسف)۔

حافظ فرمان علی لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف نے یہ خواب (اس طرح) دیکھا تھا کہ آسمان کے
دروازے کھل گئے ہیں اور ایک عظیم نور ظاہر ہوا ہے۔ جس سے سارا جہان روشن ہو گیا ہے۔ دریا
موجیں مارتا ہے، پھلیاں طرح طرح کی زبان میں تسبیح کرتی ہیں۔ میں ایک اونچے پہاڑ پر کھڑا ہوں میرے
گردہ پرے بھرے درخت ہیں۔ نہریں جاری ہیں اور مجھے ایک نورانی پوشاک پہنائی گئی ہے جس
سے سب چیزیں روشن ہو گئی ہیں۔ زمین کے خزانے کی گیمیاں میرے سامنے لا کر رکھی گئی ہیں پھر
سورج، چاند اور گیارہ تاروں نے اتر کر میرے سامنے سجدہ کیا ہے۔

نورِ عظیم کی تعبیر سلطنت ہے نورانی پوشاک سے نبوت یا مصر کی عزت حکومت، سورج سے حضرت یعقوبؑ، چاند سے حضرت یوسفؑ کی فالہ جنھوں نے پالا تھا اور ان ہی کو ماں کہتے تھے گیارہ ستاروں سے گیارہ بھائی مُرد ہیں۔

یہ خواب حضرت یوسفؑ نے بارہ برس کے سن میں دیکھا تھا اور اگرچہ حضرت یوسفؑ نے حضرت یعقوبؑ سے بیان کیا تھا۔ لیکن کسی ذریعہ سے ان کے بھائیوں کو اطلاع مل گئی تھی اور شہرت ہو گئی تھی۔

بیٹے کی ترقی سے باپ کا خوش و مسرور ہونا فطری ہے۔ دُنیا میں صرف باپ ہی ایک ایسی ہمتی ہوتی ہے جو اپنے بیٹے کو اپنے سے بلند دیکھنے کی خواہش مند ہوتی ہے۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کے روشن مستقبل کی خبر سے خوش تو بہت ہوئے۔ لیکن دل میں دھڑکا لگا ہوا تھا اور بار بار یہ بات کھٹکتی تھی کہ خدا نے امتحان لینے کو فرمایا ہے اور اسی کا اثر تھا کہ انھوں نے حضرت یوسفؑ سے کہا تھا کہ اپنے اس خواب کو بھائیوں سے نہ بتانا۔ ورنہ دُہ تمھارے خلاف سازشیں کریں گے اور ساتھ ہی ساتھ شیطان کا بھی ذکر کیا تھا کہ یہ انسانوں کا بہت بڑا دشمن ہے گویا حضرت یعقوبؑ اسی بشارت کے آئینہ میں امتحان کے نقش و نگار دیکھ رہے تھے۔

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”فاغتم یعقوب لہا سمع من یوسف ما اوحی اللہ عزوجل الیہ ان استعد البلاء“ کہ حضرت یعقوبؑ نے جب یوسفؑ سے سارا خواب سُن لیا تو اُن کے دل پر غم کا بادل چھا گیا۔ کیونکہ خداوندِ عالم فرما چکا تھا کہ امتحان کے لئے تیار ہو جاؤ، وکانت اول بلوی نزلت ببعقوب و آل یعقوب الحسد یوسف“ اور درحقیقت یہ خواب امتحان کی ابتداء تھا۔ کیونکہ اس خواب کو سُننے کے بعد ان کے بھائیوں کے دل میں یوسفؑ کی طرف سے شدید ترین حسد پیدا ہو گیا جو آخر میں ارادۂ قتل پر منتہی ہوا۔ برادرانِ یوسفؑ کے دل میں بغض و حسد کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ کے دل میں یوسفؑ کی اتنی محبت بڑھ گئی جو کہ کوئی انتہا نہ تھی جس کے نتیجہ میں محبت کا مظاہرہ بھی تیز ہو گیا اور برادرانِ یوسفؑ کے دل میں دشمنی بھی بڑھ گئی، کیونکہ وہ حضرت یعقوبؑ کے موجودہ طرزِ عمل کو برداشت نہیں کر رہے تھے۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ جب بھائیوں کو حضرت یوسفؑ کے خواب کی تفصیلی اطلاع ملی تو وہ جل بھُٹن گئے اور اُن کے دل میں حسد کی آگ تیزی سے بھڑکنے لگی۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے بھائی رؤیل کے پاس جمع ہوئے اور اس سے کہنے لگے کہ تم ہم میں زیادہ سمجھ دار ہو یہ بتاؤ کہ ہم یوسفؑ

سے کیا سن رہے ہیں یہ معاملہ کیا ہے، ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یوسفؑ نے والد بزرگوار کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے یہ ڈھونگ رچایا ہے ورنہ دراصل ہے کچھ نہیں، روئیل نے در جواب کہا کہ نہیں، یوسفؑ کو میں جھوٹا نہیں سمجھتا، "انی لاداریٰ وجہہ وجہ الکاذبین" میں اس کے چہرے کو جھوٹوں کا چہرہ نہیں سمجھتا، اس نے جو کچھ کہا ہے۔ یقیناً ایسا ہی دیکھا ہو گا اور کیا عجب کہ خداوندِ عالم اس پر مہربان ہو جائے اور اس کے اقبال کا ستارہ پوری بلندی حاصل کر لے۔

روئیل کے اس جواب سے دیگر برادرانِ یوسفؑ سخت متحیر اور متفکر ہوئے اور حالت یہ ہو گئی کہ ان کی آنکھوں سے نیند کا فور ہو گئی اور شب دروڑ بے چینی میں گزرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا۔

سال گزرنے کے بعد حضرت یوسفؑ نے پھر ایک خواب دیکھا اور وہ یہ تھا کہ ان کی پانچ انگلیوں سے پانی کے پانچ چشمے جاری ہو گئے ہیں اور وہ پانی بھائیوں کے سردل پر گر رہا ہے انھوں نے اس خواب دوم کو اپنے والد بزرگوار سے بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک زمانہ تمہاری زندگی میں ایسا آئے گا، جس میں سخت قحط ہو گا اور تم اپنے بھائیوں کو قحط کی مصیبت سے نجات دلاؤ گے۔

حضرت یعقوبؑ نے خواب کی تعبیر تو بتادی مگر ساتھ ہی ساتھ یہ ہدایت کر دی کہ اس خواب کو بھی اپنے بھائیوں سے نہ بتانا۔ ورنہ ان کا بغض و حسد اور بڑھ جائے گا۔ حضرت یوسفؑ اپنے والد کے ارشاد کے مطابق خاموش رہے۔ لیکن کسی نہ کسی صورت سے ان لوگوں کو خوابِ دوم کی بھی اطلاع مل گئی۔

اس اطلاع نے انھیں اور سوختہ کر دیا اور وہ سخت دشمنی کی طرف متوجہ ہو گئے، ان کا آپس میں کہنا تھا کہ یہ خواب دیکھتا جاتا ہے اور والد اس پر گردیدہ ہوتے جاتے ہیں ان کی تمام تر توجہ صرف یوسفؑ کی طرف ہے جیسے ہم ان کے بیٹے ہی نہیں ہیں۔ الیعقوبیٰ میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ جناب یوسفؑ کی والدہ راحیل کو سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ یہ بھی بھائیوں کی دشمنی کا ایک سبب تھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ یوسفؑ نے اسی دوران میں یہ خواب بھی دیکھا تھا کہ وہ سب بھائیوں کے ساتھ لکڑی چھننے کے لئے گئے ہیں۔ سب نے اپنی اپنی لکڑیاں ایک جگہ جمع کی ہیں اور ان کی لکڑیاں علیحدہ ہیں ناگاہ ان سب کی لکڑیاں یوسفؑ کی لکڑیوں کو سجدہ کر رہی ہیں۔ انھوں نے اپنا یہ خواب اپنی بہن "دینہ" سے بیان کیا۔ بھائیوں نے جب سنا تو ان کا حسد اور بڑھ گیا۔

ایک روایت میں یہ خواب بھی مذکور ہے کہ یوسفؑ نے ایک سوکھی لکڑی زمین پر نصب کی اور ان کے بھائیوں نے بھی لکڑیاں لگائیں، یوسفؑ کی لکڑی ہری بھری ہو گئی اور اس میں پھل آگئے اور ایسا نورساطع ہوا کہ ساری دنیا روشن ہو گئی پھر دیکھا کہ اس میں آتے ہوئے پھل سے سب بھائی متمتع ہو رہے ہیں، یوسفؑ کی جب آنکھ کھلی۔ ”پدر و برادران را برگرد خود شتر دید و آن خواب را حکایت کرد“ تو دیکھا کہ والد بزرگوار اور برادران گرداگرد بیٹھے ہیں، جناب یوسفؑ نے اس خواب کو سب کے سامنے بیان کر دیا۔ خواب کا بیان کرنا تھا کہ حضرت یعقوبؑ گھبرا گئے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ برادران یوسفؑ کا حداس سے اور بڑھ جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بروایت علامہ جویری ”مقاتل“ نے اس روایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ ایک شب کو اپنے بھائیوں کے ساتھ سو رہے تھے کہ عالم خواب میں لڑنے لگے۔ بھائیوں نے چاروں طرف سے انھیں اپنے کنار میں لے لیا۔ یہاں تک کہ وہ بیدار ہو گئے، بھائیوں نے پوچھا کہ سوتے میں تم کو کیا ہو گیا۔ یوسفؑ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ یہ عصا جو سامنے ہے اسے میں نے زمین میں نصب کر دیا ہے اور یہ سرسبز و شاداب ہو کر پھل دار بن گیا ہے۔ ”و یعقوب دعوٰی دعوٰی ازال میوہ بخوردند“ اور والد بزرگوار نیز حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ اس سے سیر ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر وہ اس یقین کو تقویت دینے پر مجبور ہو گئے کہ یوسفؑ کسی بہت بڑے درجے پر فائز ہونے والے ہیں۔ چنانچہ ان کے بغض و حسد میں مزید اضافہ ہو گیا۔

بالآخر یہاں تک ذہن پہنچی کہ ان لوگوں نے حضرت یوسفؑ کو ختم کر دینا چاہا اور ان کے ختم کر دینے کا مقصد یہ تھا کہ جب یوسفؑ نہ ہوں گے۔ والد کی توجہات ہماری ہی طرف مرکوز رہیں گی۔

ہلاکت یوسفؑ پر بھائیوں کی مجلس مشاورت

چنانچہ اس مقصد کے لئے سب بھائیوں نے ایک مقام پر جمع ہو کر فیصلہ کیا کہ یوسفؑ کو اپنے ہمراہ جنگ کی طرف لے چل کر ختم کر دیا جائے۔ طبری میں ہے کہ یہود و جوانی میں زیادہ با اثر اور علم مند تھا۔ کہنے لگا کہ یوسفؑ کو قتل مت کرو۔ یہ بہت بُری بات ہے۔ البتہ ایسا کرو کہ انھیں کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو، سب نے یہ بات مان لی۔

حضرت یعقوبؑ نے اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ زمین یوسفؑ کو پکار رہی ہے اور جب یہ اس کے بلانے پر گئے تو زمین اور فرو بردہ یوسفؑ ناپید گشت، زمین نے انھیں آغوش میں لے لیا اور یوسفؑ گم ہو گئے۔

صبح کے وقت برادرانِ یوسف اپنے فیصلہ کے مطابق حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ برادرِ یوسفؑ کو سیر صحرا کرائیں آپ اجازت دیں کہ ہم ان کو اپنے ہمراہ لیتے جائیں۔

حضرت یعقوبؑ نے ان کی التماس کو یکسر ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ یوسفؑ تمہارے ہمراہ جائیں۔

برادرانِ یوسفؑ باپ کا جواب سن کر دہاں سے واپس چلے آئے اور سخت رنجیدہ اور ملول ہوئے۔ انہیں ایک یہ رنج تھا کہ مقصد میں رکاوٹ پڑ رہی ہے۔ دوسرے یہ رنج تھا کہ باپ نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا ہے۔

ان لوگوں نے اس رنج و غم کو دُور کرنے کے لئے پھر مجلسِ مشاشرت کا فیصلہ کیا اور ایک پوشیدہ مقام میں سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور سوچنے لگے کہ ہمیں کونسی صورت اختیار کرنی چاہیے جو عروسِ کامیابی سے ہم کنار کر دے۔

یہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ ناگاہ ابلیس ایک سفید ریش بزرگ انسان کی صورت میں نمودار ہوا اور ان کے قریب آپہنچا، ان لوگوں نے اس کی تعظیم کی اور اس کی آمد کا خیر مقدم کیا ابلیس جو ایک مقدس شکل و صورت میں تھا، اُن لوگوں سے کہنے لگا، اے جوانوں تم کیوں اس جگہ جمع ہوئے ہو اور کیا سوچ رہے ہو؟ ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم لوگ سخت پریشان ہوؤ اگر مناسب سمجھو تو مجھے بتاؤ، شاید میں تمہاری پریشانی کو دُور کرنے کی راہ نکال سکوں۔

برادرانِ یوسفؑ نے کہا کہ ہمارے محترم بزرگ کیا بتائیں، ہم تو سخت مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں اور لطف یہ ہے کہ راہ چارہ مسدود کر چکے ہیں، ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کیا کریں؟ اُس نے کہا بتاؤ تو سہی، بات کیا ہے؟

برادرانِ یوسفؑ نے کہا کہ ہمارے والد یعقوبؑ نبی ہیں اور ہم بارہ بھائی ہیں۔ ہم میں جو سب سے چھوٹا ہے اُس کا نام یوسفؑ ہے۔ ہمارے والدین اسی کو چاہتے اور مانتے ہیں۔ ہماری طرف رُخ بھی نہیں کرتے۔ ہم نے گزشتہ دن فیصلہ کیا تھا کہ یوسفؑ کو ہمراہ جنگل میں لے جا کر قتل کر دیں گے اور اپنا دل ٹھنڈا کر لیں گے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ہم اُن کے پاس اجازت حاصل کرنے گئے انھوں نے ہمارے ساتھ بھیننے سے انکار کر دیا، اب ہم حیران ہیں کہ کریں کیا؟

شیطان نے کہا کہ تم نے سیر صحرا کا جو حوالہ دیا وہ بالکل غلط تھا، اور تمہارا سوال بہت قبل از وقت ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ تم بہار کا زمانہ آنے تک انتظار کرو، اور جب عہدِ بہار آجائے تو تم اپنے بھائی کو سیر کے لئے ابھارو، جب رہ تیار ہو جائے تو اپنے والد سے درخواست کرو۔

اور اس بھائی کو آمادہ کرو کہ وہ خود اپنے والد سے تمھاری تائید میں خواہش کرے۔ جب ایسا کر دے گا تو یقین ہے کہ کامیاب ہو جاؤ گے۔

یہ سن کر سب خوش ہو گئے اور سمجھ گئے کہ یہ ترکیب کار کر ہو سکتی ہے۔ پھر سب متفرق ہو گئے اور پیر باطل بھی اپنی راہ لگ گیا۔

العزیز یہ لوگ موسم بہار کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا جس میں گلزارِ یعقوبی میں غزال کا دور دورہ ہونے والا تھا اور برادرانِ یوسف کے دل کا کنول کھلنے والا تھا۔ چنانچہ وہ سب اکٹھا ہو کر حضرت یوسفؑ سے تنہائی میں ملے اور ان سے کہا کہ بھائی بہار کا زمانہ آگیا ہے کسی دن چلو باغات دھرا کی سیر کرو۔ حضرت یوسفؑ نے کہا مجھے تو کوئی عذر نہیں اگر والد اجازت دیں تو میں چلنے کو تیار ہوں۔

ان لوگوں نے ادھر حضرت سے گفتگو کی اور آپس میں فیصلہ کیا کہ کسی مناسب وقت والد کی خدمت میں عرضداشت پیش کر کے ان کو اپنے ہمراہ لے چلیں گے۔ ادھر حضرت یعقوبؑ نے رات کو خواب میں دیکھا کہ میں ایک بلند پہاڑ پر بیٹھا ہوں اور یوسفؑ صحرائیں سیر کر رہے ہیں۔ اتنے میں چند بھیڑیئے نمودار ہوئے۔ اور انھوں نے یوسفؑ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ یہ دیکھ کر جب میں یوسفؑ کو بچانے کے لئے پہاڑ سے اُترا تو دیکھا کہ زمین شگافہ ہو گئی اور یوسفؑ اس میں گم ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ خواب میں دس بھیڑیئے دیکھے تھے۔

حضرت یعقوبؑ اس خواب سے بے انتہا پریشان تھے اور غلگین درنجیدہ تھے کہ اسی دوران میں برادرانِ یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں آ حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس موسم بہار میں ایک دن بھیڑ چرانے جاتے وقت برادرِ یوسفؑ کو بھی اپنے ہمراہ لے جائیں تاکہ ان کو خوب سیر کرائیں اور اچھی طرح ان کا دل بہلائیں، ہم علی الصبح جائیں گے اور ہر طرح ان کی خدمت و خاطر کریں گے، ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیں گے۔ یہ سن کر حضرت یعقوبؑ جو برادرانِ یوسفؑ سے ڈرے ہوئے تھے اور حالیہ خواب سے سخت متاثر تھے، بولے کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ میں یوسفؑ کو تمھارے ساتھ جانے دوں، تم جانتے ہو کہ میں ان کی جلدی ایک لمحہ کے لئے برداشت نہیں کر سکتا۔

یہ سن کر ان لوگوں نے شدید اصرار کیا اور حضرت یعقوبؑ کو بہر صورت اطمینان دلانے کی سعی کی مگر حضرت یعقوبؑ کسی طرح راضی نہ ہوئے ناگاہ برادریتے حضرت یوسفؑ حاضر خدمت ہو گئے اور کہنے لگے بابا جان اگر اجازت دے دیں تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت یعقوبؑ چونکہ خواب میں بھیڑیوں کو دیکھ چکے تھے۔ لہذا کہنے لگے کہ میں کیسے اجازت دوں

اگر تم لوگ اتفاقاً غافل ہو گئے اور کوئی بھیڑ یا میرے نور نظر کو لے بھاگا تو میں کیا کر دوں گا؟
برادران یوسف نے کہا بابا جان یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم دس فیلمتن نوجوانوں کے ہوتے
ہوئے بھیڑیا اس قسم کی گستاخی اور ناجائز حرکت کر سکے۔ الغرض جب ان لوگوں کا اصرار حد سے
بڑھ گیا اور حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کا منشا بھی معلوم ہو گیا تو بادل ناخواستہ حضرت
یوسفؑ کو ہمراہ لے جانے کی اجازت دے دی۔

یہ وقت جو اجازت ملنے کا تھا، شام کا
تھا، برادران یوسف اپنے والد سے
اجازت پا کر نہایت مسترت کی حالت
میں گھر پہنچے۔ ان کا عالم یہ تھا کہ خوشی

بھائیوں کے ہمراہ یوسفؑ کی روانگی اور حضرت یعقوبؑ کی بیقراری

کے مارے ساری رات اختر شماری کرتے رہے، یہاں تک کہ مؤذن نے حی علی الفلاح کی
آواز دی، یہ لوگ خوشی سے تڑپ کر اپنے بستروں سے اٹھے اور ناشتہ پانی سے جلد جلد فراغت
ہو کر کے سب کے سب حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے کہا کہ آپ نے جو کل وعدہ
فرمایا تھا اس کے ایفا کا بندوبست کیجئے، یہ سنا تھا کہ حضرت یعقوبؑ نے چہرہ حضرت یوسفؑ
پر ایک بالوسانہ نگاہ ڈالی اور لے ساختہ رونا شروع کر دیا۔ بیٹوں نے کہا آپ روتے کیوں ہیں
آپ گھبراہٹ میں نہیں ہم یوسفؑ کی پوری پوری حفاظت کریں گے اور بہت جلد آپ کی خدمت میں
واپس لا کر پہنچا دیں گے۔ الغرض حضرت یعقوبؑ بادل ناخواستہ اپنے مقام سے اٹھے یوسفؑ
کو گلے لگایا ان کے چہرہ کو بوسہ دیا اور انھیں آراستہ کرنا شروع کر دیا۔ سفید صوف کا کرتا پہنایا
حضرت اسحاقؑ کا عمامہ سر پر رکھا۔ حضرت ثیثؑ کی ردا دوش پر ڈالی، حضرت آدمؑ کی نعلین زینت
کی اور عصائے موسیٰؑ ہاتھ میں دیا اور جگہ سامان سفر فراہم کر کے کہا بیٹا جاؤ، خدا حافظ
برادران یوسف حضرت یوسفؑ کو لے کر مکان سے برآمد ہوئے اور اس طرف کو چل پڑے
جس طرف ان کے بھیڑ بکریوں کا گلہ رہا کرتا تھا۔ حضرت یعقوبؑ بھی ”حد ترخص“ تک پہنچانے
کے لئے ہمراہ ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ جو ”حد ترخص“ تھی۔ اس جگہ ایک بہت پرانا درخت تھا، حضرت
یعقوبؑ چلتے چلتے درخت کے نیچے ٹھہر گئے اور انھوں نے جھپٹ کر حضرت یوسفؑ کو سینے
سے لگا لیا اور انتہائی بے قراری کی حالت میں بیچ مار کر روتے، پھر یہودا کی طرف متوجہ ہو کر بولے
اے یہودا مجھے تجھ پر بڑا بھروسہ ہے۔ میں اپنے نور نظر، نعت جگر کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور امید
قوی رکھتا ہوں کہ تو انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے دے گا اور جلد سے جلد میرے پاس واپس لے آئے گا

پھر کمال بے قراری سے یوسفؑ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، بیٹا میں تجھے نہ جھوٹوں گا تو مجھے فراموش نہ کرنا اس کے بعد پھر بقیتراری کے ساتھ یوسفؑ کو گلے لگایا اور بے پناہ گریہ کرتے ہوئے رخصت کر دیا فارابی کی نوادر القصص میں ہے کہ جوہنی یوسفؑ اپنے بھائیوں کے ساتھ روانہ ہو کر چند قدم چلے حضرت یعقوبؑ زمین پر گر کر ترپنے لگے اور سخت آہ و زاری کرنے لگے۔ ان لوگوں نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو وہ پلٹ آئے اور ان کے گرد حلقہ کر لیا۔ جب حضرت یعقوبؑ کو ذرا فاقہ ہوا تو انھوں نے یوسفؑ کو گلے لگا کر سخت فریاد کی۔ پھر جب یہ لوگ روانہ ہونے لگے تو حضرت یعقوبؑ نے آخری بار یوسفؑ کو گلے لگایا اور ان کے کندھے پر منہ رکھ کر اتنا روتے کہ پیرہن یوسفؑ تر ہو گیا۔

الغرض برادرانِ یوسفؑ روانہ ہو گئے اور حضرت یعقوبؑ روتے پلٹتے واپس چلے آئے جب تک ان لوگوں کو یعقوبؑ کا سامنا نہ ملا گدستہ کی طرح یوسفؑ کو پیار کے ساتھ لئے جا رہے تھے۔ لیکن جوہنی ایک دوسرے کی نظر سے اوجھل ہوئے۔ برادرانِ یوسفؑ نے بساطِ محبت کو ترک کر رکھ دیا اور یوسفؑ کی طرف دستِ ظلم دراز کر کے انھیں خون کے آئینہ رُولا دیا، کوئی ٹھانچے مارتا تھا، کوئی گھونے مارتا تھا، کوئی کان کھینچتا تھا، اسی عالم میں پیدل چلا رہے تھے، اور کہتے جاتے تھے اب بلاؤ چاند ستاروں کو تمھاری مدد کریں۔ خواب میں آسکتے ہیں اور مدد نہیں کر سکتے۔ اسی دوران میں پیاس کی شدت بڑھ گئی، پانی مانگا تو اس کے جواب میں ٹھانچہ ملا لٹا اور وہ صراحتاً جو حضرت یعقوبؑ نے ساتھ کر دی تھی ان کی نظروں کے سامنے توڑ دی گئی، آپ پر جھوک نے غلبہ کیا۔ کھانا مانگا سخت جواب ملا۔ جب آپ پیاس سے بے چین ہو گئے تو شمعوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا بھائی آپ کو میرے والد نے ایک صراحی دی تھی جس میں دودھ تھا مجھے تھوڑا دے دیجئے۔ شمعوں نے وہ صراحی زمین پر دے ماری۔ پھر آپ ردیئل کی طرف متوجہ ہو کر بولے، بھائی سخت پیاس ہے تھوڑا سا پانی دے دیجئے۔ اس نے بھی سخت ترین جواب دیا۔ اب حضرت

لے طبری میں ہے کہ ٹھانچہ ہودانے مارتا تھا۔ لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سارے واقعات یوسفؑ میں صرف ہودا کا کردار سنبھلا ہوا ملتا ہے۔ اُس سے اس کی توقع نہیں ہے اور شاید اسی کے کردار کی وجہ سے حضرت یوسفؑ نے بروایت اپنے عہدِ سلطنت میں اسی کو اپنا وزیر بنایا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ لاوی نے بھی مواسات کی تھی اور اس وقت جب کہ یوسفؑ نے بنیامین کو روک لیا تھا۔ اسی نے یہ کہہ کر ساتھ نہیں چھوڑا تھا اور خود بھی مصر میں رہ گیا تھا کہ یہ میرے بھائی یوسفؑ کا سگا بھائی ہے۔ اسے باپ بہت چاہتے ہیں۔ اس وقت تک نہ جاذل گا، جب تک یہ ہمارے ہمراہ نہ ہو، اسی لئے اس کی نسل میں نبوت قرار دی گئی ۱۲۔

یوسفؑ نے بھوک و پیاس سے بیتاب ہو کر ردنا شروع کر دیا۔ اس پر ایک بھائی نے کہا کہ چپ رہو درنہ ابھی قتل کر دیں گے یہ سُنا تھا کہ انھوں نے یہود کی طرف رُخ کیا اور کہا اے بھائی مجھے میرے والد نے آپ کے سپرد کیا تھا، خدا را ہماری طرف توجہ کیجئے۔ یہ سُن کر یہود اِوان سب میں جبری اور بہادر تھا کئے لگا گھر اُو نہیں جب تک زندہ ہوں انھیں کوئی قتل نہیں کر سکتا۔

غرضیکہ یہ لوگ اس مقام پر پہنچے جو بروایت طبری اس جگہ سے دونی مسافت پر تھا جس مقام پر ان کے جانوروں کا گھر رہا کرتا تھا، یہ وہ جگہ تھی جو بیت المقدس کی راہ میں پڑتی تھی اور اسی جگہ ایک اندھا کنوئال تھا یعنی یوسفؑ کو اپنے گھر کو سفندان سے ایک فرسخ دُور لے گئے۔ اور انھیں تھکا کر ہلکان کر دیا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ چلتے چلتے یہ لوگ ایک مقام پر ٹھہر گئے اور کہنے لگے کہ اب اپنے مقصد میں کسی صورت سے کامیابی حاصل کی جاتے اور یوسفؑ کو قتل کر کے نفسِ امارہ کے سامنے مسخرو ہو جاتے، یہودانے لوگوں میں قتلِ یوسفؑ کا رجحان دیکھ کر کہا، سُنو میں قتل پر راضی نہیں ہوں۔ کیونکہ قتل بلا جرم و خطا، نہایت اہم گناہ ہے، میری دلتے یہ ہے کہ انھیں قتل نہ کرو۔ بلکہ کسی اندھے کنوئیس میں ڈال دو۔ اس سے تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اب رہ گیا یہ کہ اس پر کیا گزے گی، اس کی دو صورت ہوگی یا یہ اسی کنوئیس میں ہلاک ہو جائے گا یا کوئی مسافر اسے پلے گا اور اپنے ہمراہ یہاں سے لے جائے گا، اور میں اپنی دلتے پر پوری شدت اور سختی سے عمل چاہتا ہوں۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی اور یوسفؑ کو قتل ہی کرنا چاہا تو میں ان کو باپ کے پاس واپس پہنچا دوں گا۔ کیونکہ انھوں نے ان کو میرے ہی سپرد کیا ہے، یہ سُن کر دیگر برادرانِ یوسفؑ نے یہود کی بات مان لی۔

اب اس قطعی فیصلہ کے بعد کہ یوسفؑ کو کنوئیس میں ڈال دیا جائے۔ ایک نہایت خطرناک کنوئیس کی

حضرت یوسفؑ چاہِ کنعان میں

تلاش ضروری تھی۔ چنانچہ کنوئال تلاش کیا جانے لگا۔ بالآخر بروایت روضۃ الصفا حدوہ کنعان میں تین فرسخ کے فاصلہ پر ایک اندھا کنوئال مل گیا جو عہدِ سامؑ بن نوحؑ کا کھدا ہوا تھا اور جس کا نام ”بروایت“ ”جبتہ الاخیار“ تھا اور جس کی گہرائی بروایت صلیح ستر گز تھی، اس کا منہ بہت چھوٹا تھا اور پانی شور تھا، اس میں بے شمار زہریلے جانور تھے۔

کنوئیس پر پہنچنے کے بعد حضرت یوسفؑ کی طرف پوری دشمنی کے ساتھ متوجہ ہوئے اور انھیں پکڑ کر ان کے کپڑے اُتارنے لگے۔ یوسفؑ اپنی بیچارگی پر فریاد کر رہے تھے، کبھی ایک بھائی کو پکارتے تھے کبھی دوسرے بھائی سے کہتے تھے خدا را ہم پر رحم کرو، کبھی پدر بزرگوار کی محبت کا واسطہ دیتے تھے۔ کبھی اپنی کم سنی کا حوالہ دیتے تھے۔ مگر سہ

بگڑتی ہے جس وقت ظالم کی نیت
بہنیں کام آتی دلیل اور حجت

وہ ہر طرح فریاد کرتے رہے مگر ظالموں نے ایک نہ سنی۔ بالآخر ان کے سارے کپڑے اُتار لئے، طبری میں ہے کہ پانچامہ بھی اُتار لیا۔ یوسفؑ نے کہا خدا را مجھے برہنہ نہ کرو، جواب ملا آسمان ستاروں کو بلاؤ، تمھاری تن پوشی کریں، ہم تو کسی حال میں تم کو ابھی حالت میں رہنے نہ دیں گے۔ غرضیکہ سارے کپڑے اُتار کر ان کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھے اور کنوئیں میں لٹکا دیا۔ حضرت یوسفؑ روتے، بیٹھتے، چختے، چلاتے کنوئیں میں چلے جا رہے ہیں۔ جب کنوئیں کے اندر کی نصف مسافت طے ہو گئی تو ظالم بھائیوں نے رسی کو کاٹ دیا۔ یوسفؑ ادھر تر چاہ کی طرف چلے۔ ادھر فرمان خداوندی جبریل امین کو پہنچا۔ ”ادراک عبدی“ جبریل میرے بندے کی خبر لو، جبریل کنوئیں میں پہنچے اور یوسفؑ کے سطح آب تک پہنچنے سے پہلے انھیں اپنے پر پر روک لیا اور اس سفید پتھر پر انھیں بٹھا دیا جو وسط چاہ سے اُبھر اُٹھا، حضرت یوسفؑ کا پتھر پر قرار لینا تھا کہ زہریلے جانور اپنے بِلوں سے نکل آئے، لیکن وہ کچھ اذیت نہ پہنچا سکے۔ کیونکہ جبریل امین دہاں موجود تھے اور انھوں نے ہدایت کر دی تھی کہ خبردار اس بندہ برگزیدہ کی طرف کوئی رُخ نہ کرے۔

الغرض برادرانِ یوسفؑ نے انھیں کنوئیں میں ڈال کر اس کے مُنہ پر ایک نہایت گراں بار پتھر لکھ دیا اور سب کے سب اپنے مستقر پر چلے گئے۔

پھر حضرت جبریل نے لباسِ جنت سے ان کی تن پوشی کی اور طعامِ جنت سے سیر کیا اور یوسفؑ سے کہا، اے بندہ برگزیدہ، خدا نے فرمایا ہے کہ تم گھبراؤ نہیں، ہم تمھیں بہت جلد از قعر چاہ بہ مسندِ جاہ میرسانم، کنوئیں کی گہرائی سے نکال کر بادشاہت کی بلندی تک پہنچا دیں گے۔

حضرت جبریلؑ اپنے فرائض ادا کر کے چلے گئے، دن گزرا رات آئی، یوسفؑ اسی پتھر پر بیٹھے ہوئے یادِ خدا کر رہے تھے کہ بروایتِ ایک آواز چاہ سے آئی ”یوسف انت ام میت“ اے یوسفؑ زندہ ہو یا مر گئے، یوسفؑ یہ آواز سُن کر چونک پڑے اور بولے، مجھے اس بیچارگی کی حالت میں کون پوچھنے آیا ہے۔ جواب ملا میں بول تھا را بھائی، یہودا، یوسفؑ نے جواب دیا نہ زندوں میں جوں نہ مردوں میں۔ میری حالت میرے مالک کو معلوم ہے وہی میرا مالک ہے اور وہی میرا مددگار ہے۔ یہ سن کر یہودا رو پڑا۔ اس کے رونے کی خبر دوسرے بھائیوں کو ہو گئی۔ انھیں یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ کہیں یہودا، یوسفؑ کی کوئی امداد نہ کر بیٹھے۔ فوراً سب کے سب سر چاہ گئے اور اس کی بندش دہن کو اور مضبوط و مستحکم کر دیا۔ طبری میں ہے کہ یہودا کھانا لے کر گیا تھا۔ النور المبین جزائری میں ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیرہ سال کی تھی۔

برادران یوسف کی واپسی اور حضرت یعقوب کی فریاد

پھر وہاں سے واپس آکر اپنے خیمے میں پہنچے اور ایک ”بزرگالہ“ کو پکڑ کر ذبح کیا اور اس کے خون سے حضرت یوسفؑ کے پیراہن کو رنگ لیا اور چاہا کہ یہاں سے روانہ ہو کر حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں جلد پہنچ جائیں۔ مگر ایک بھائی نے تاخیر سے روانگی کا مشورہ دیا اور کہا کہ جس وقت ہم عموماً سفر سے واپس جایا کرتے تھے۔ اس سے کچھ تاخیر کے بعد جانا چاہیے۔ اس سے ہمارے ”پلان“ کو تقویت پہنچے گی اور ہمارے پروگرام کو کامیابی نصیب ہوگی۔ چنانچہ وہ لوگ وہیں ابتدا سے شب کا انتظار کرنے لگے۔

حضرت یعقوبؑ کو علم تھا کہ برادران یوسفؑ جب بھی سفر میں جاتے تھے۔ دن دو دن سے پہلے واپس آجایا کرتے تھے۔ آج جو تاخیر ہوئی اور وہ لوگ اپنے وقت سے نہ پہنچے تو حضرت یعقوبؑ میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ انھوں نے اپنی کینز ”صغرا“ کو آواز دی۔ اور اس سے کہا کہ میرا ہاتھ پکڑ کر اس درخت کے پاس تک لے چل جو بیرون شہر ہے اور جہاں تک میں اپنے نورِ نظر کو رخصت کرنے کے لئے گیا تھا تاکہ میں اندازہ لگاؤں کہ ان لوگوں کے اب تک نہ پہنچنے کی وجہ کیا ہے؟

صغرا کینز، آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے روانہ ہوئی قطع مسافت کر کے منزل تک پہنچے، اس کے قریب ایک پہاڑی تھی۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ اسی پہاڑی پر مجھے لے چل تاکہ میں نظر دوڑاؤں اور معلوم کروں کہ یوسفؑ کتنی دیر میں پہنچ رہے ہیں یعنی دُور سے اُن کے آنے کو معلوم کر لوں۔ چنانچہ صغرا، ان کو پہاڑی پر لے گئی۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے ادھر ادھر نظر دوڑائی، لیکن کچھ نظر نہ آتا۔ کیونکہ تاریکی شب چھا چکی تھی، نظر سے مایوس ہو کر حضرت یعقوبؑ نے کینز کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کو پکارے تاکہ اگر وہ نزدیک آگئے ہوں تو ان کی آواز سے آمد یوسفؑ کے بارے میں دل کو تسلی ہو جائے، کینز نے آواز دی: ”اے اولادِ یعقوب! بنک والد بزرگوار در انتظارِ قدم شایستہ، بشتابید“ اے فرزندِ ان یعقوبؑ اگر تم نزدیک آگئے ہو تو سُن لو کہ تمہارے والد تمہارے انتظار میں اس پہاڑی پر کھڑے ہیں تم جلد اس مقام پر پہنچو۔

کینز کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ برادران یوسفؑ جو اس پہاڑی کے دامن تک پہنچ چکے تھے۔ فریاد و فغاں کرنے لگے اور ”ایوسفہ! واجیبہ!ہ“ کے نعرے لگانے لگے، حضرت یعقوبؑ نے کینز سے پوچھا کہ یہ شور و غوغا کیا ہے۔ اس نے صورتِ حال بیان کر دی اور فریاد و فغاں کا مطلب واضح کر دیا۔ حضرت یعقوبؑ جب صورتِ حالات سے آگاہ ہوئے تو سخت متاثر ہوئے، ان کے

پیر لوز نے لگے اور وہ زمین پر گر پڑے۔ قوت برداشت جواب دے رہی تھی۔ ہوش و حواس خراب ہو گئے تھے۔ روایت عامہ کی بنا پر وہ بیہوش ہو گئے تھے اور ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے۔

برادران یوسف دوڑ کر اس پہاڑی پر پہنچے۔ باپ کی غیر حالت دیکھ کر آپس میں چکے چکے ایک دوسرے پر نفرین کرنے لگے۔ جو سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ یہودا تھا۔ یہودا نے باپ کے سر کو اپنے زانو پر رکھا، رات اسی عالم میں گزری اور صبح ہوئی، حضرت یعقوبؑ نے فرمایا، بد بختو تم لوگوں نے کیا کیا اور کیا حادثہ گزرا، انھوں نے کہا بابا جان، آپ کو یقین آئے یا نہ آئے، لیکن صبح بات یہ ہے کہ ہم بھیڑ بکریوں کے پیچھے دوڑ لگا رہے تھے اور یوسفؑ کو اپنے سامان و اسباب کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ ناگاہ ایک بھیڑ یا آگیا اور اس نے یوسفؑ کو پھاڑ کیا یا، یہ کہا اور یوسفؑ کا خون آلود کرتاسا منے رکھ دیا۔ حضرت یعقوبؑ نے بروایت معالم التنزیل اسے اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ اس خون سے یوسفؑ کے خون کی بو نہیں آتی، اور میری کسمچہ میں نہیں آتا کہ وہ بھیڑ یا کیسا تھا کہ اس نے قمیص کو پھاڑا نہیں اسے صبح و سالم آتا کہ میرے نورِ نظر کو کھالیا، اے مکارو! مجھے کیونکر یقین آئے کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے لڑکوں کے بھیڑیے کا بار بار حوالہ دینے پر حکم دیا کہ جاؤ اور بھیڑیے کو پکڑ لاؤ تاکہ میں دیکھوں کہ آیا میرے نورِ نظر کے کھانے کی اس میں کوئی علامت ہے یا نہیں، وہ لوگ حکم پاتے ہی جنگل میں گئے اور ایک بھیڑ یا پکڑ لائے اور اس کے منہ میں خون لگا کر حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

شاید وہ یہ سمجھتے رہے ہوں گے کہ بابا جان اسے ملاحظہ ہی فرمائیں گے اور انھیں اس کا خیال نہ رہا ہو گا کہ وہ بھیڑیے سے سوالات بھی کر سکیں گے اور وہ جواب بھی دے گا۔

حضرت یعقوبؑ کے سامنے جب بھیڑ یا آیا تو آپؑ نے اس کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا تو نے میرے لخت جگر ”یوسفؑ“ کو کھایا ہے۔ اس نے کہا معاذ اللہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے ہم پر انبیاء و اولیاء کا گوشت حرام ہے۔ تفسیر بحر الموائج میں ہے کہ اس نے یہ بھی کہا کہ حضور میں تو آپ کے گلہ گو سفند کے قریب بھی نہیں جاتا۔ یعنی جب کہ میں آپ کے گو سفند کو نہیں کھا سکتا تو معاذ اللہ آپ کے بچے کو کس طرح کھا سکتا ہوں۔ پھر وہ متوجہ ہوا برادران یوسفؑ کی طرف اور ان سے بڑبان فصیح پوچھا کہ تم نے مجھے کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے نہیں دیکھا، لیکن یہ تو معلوم ہے کہ ان کو بھیڑیے نے کھایا ہے اور اس وقت جنگل میں تو پھر دیکھا اس لئے مجھے یقین ہو گیا کہ تو نے

ہی کھایا ہے۔

اس کے بعد بھیڑیے نے کہا کہ میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ صنعا جانے کے ارادے سے نکلا ہوں۔ حضور والا آپ کے لڑکے مجھے بلاوجہ پکڑ کر لے آئے ہیں اور مجھ پر اکل یوسفؑ کا بالکل غلط الزام لگا رہے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا میں سب جانتا ہوں تو بالکل بے خطا ہے۔ اس کے بعد بروایت روضۃ الصفا حضرت یعقوبؑ نے پوچھا کہ اتنے طویل سفر کے لئے تو کیوں روانہ ہوا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ حضورؐ از برائے زیارت برادر یکہ در صنعا دارم“ میں اپنے اس بھائی کی زیارت کے لئے نکلا ہوں جو صنعا میں رہتا ہے۔

یہ سن کر حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، کبھی تو تم تو اس بھیڑیے سے بھی بدتر ہو، یہ اپنے بھائی کی زیارت و ملاقات کے لئے طویل سفر اختیار کر کے جا رہا ہے اور تم اپنے بہترین بھائی کو گنوا کر آئے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ بھیڑیا حضرت یعقوبؑ کے پاس سے رخصت ہو کر ایک پہاڑ پر گیا اور وہاں آواز دی اور اپنے بھجنوں سے کہا کہ تم پر اکل یوسفؑ کا الزام ہے تم جا کر حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں صفائی پیش کرو، چنانچہ ہزاروں بھیڑیے خانہ یعقوبؑ کے گرد جمع ہو گئے اور سب نے کہا کہ حضور ہم پر غلط الزام ہے ہم میں سے کسی نے یہ جرم عظیم نہیں کیا۔

اس کے بعد آپ نے برادران یوسفؑ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا اور مجھ گریہ ہو گئے اور طویل مدت تک اس درجہ روتے کہ ”وابیضت عینا من الحزن“ ان کی آنکھیں صدمہ سے سفید ہو گئیں۔ (سورۃ یوسف ص ۸۴) علامہ نعمت اللہ الجزائری بحوالہ امام جعفر صادقؑ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ میں ستر نکلی، (زن پسر مردہ) کا غم تھا اور وہ روتے روتے اندھے ہو گئے تھے۔ مدارک التنزیل میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں چالیس سال آنسوؤں سے خشک نہیں ہوئیں اور ان کی کمر خمیدہ ہو گئی تھی۔

حضرت یوسفؑ کی کنوئیں سے برآمدگی | متوفین کا بیان ہے کہ برادران یوسفؑ جب اپنے بے مثل و بے نظیر بھائی کو

کنوئیں میں ڈال کر حضرت یعقوبؑ کو خبر غم سنائے کے لئے چلے گئے تو حضرت یوسفؑ سخت پریشان ہوئے۔ اگرچہ ان کو قدرتی تسلی حاصل کرنے کا موقع ملتا رہا، لیکن پھر بھی تھے تو شدید ترین قید میں تار یک کنوئل اور اس کی پربہ بیت فضا اور اس پر نوہریلے جانوروں کی پلجائی نظروں کی فراوانی اپنے مصائب و آلام اور اس پر والد بزرگوار سے جدائی کا صدمہ یہ سب امور حضرت یوسفؑ کو سخت تکلیف دے رہے تھے۔ اسی دوران میں ایک دن جبریلؑ آئے اور کہنے لگے یوسفؑ کیا حال

ہے۔ کہا شکر خدا سب ٹھیک ہے۔ کہا کیا خیال ہے کنوئیں سے نکلنا چاہتے ہو کہا ذلک الی الہ ابراہیم واسحاق و یعقوب، یہ تو ابراہیم واسحاق و یعقوب کے خدا کی مرضی پر ہے جبریل نے کہا کہ اچھا پھر اس طرح دعا کیا کرو، اس تنگ ترین قید سے خلاصی ہو جائے گی۔

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنْ لِّکَ الْحَمْدُ کُلُّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْغَنِّیُّ الْبَدِیْعُ السَّمِیْتُ وَالْاَرَضِیُّ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرْجًا وَفُجْرًا وَارْزُقْنِیْ مِنْ حَیْثُ لَا اَحْتَسِبُ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کا بطریق مذکور دعا کرنا تھا کہ خداوند عالم نے قید تاریکے رٹائی دے دی اور آگے چل کر کیدمرآت (مکزیلینا) سے بچا دیا، او مصر کی بادشاہت عطا فرمادی۔

طبری اور روضۃ الصغایں میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے تین شبانہ روز کنوئیں میں گزارا ہی تھا کہ قدرت نے رٹائی کا بند و بست کر دیا، اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک قافلہ مدینہ سے مصر جانے کے لئے روانہ ہوا جس کا سردار مالک بن زعر خراسانی تھا، قافلہ چلتے چلتے بھٹک گیا اور اس طرح گم گشتہ راہ ہوا کہ صبح راستے پر لگ ہی نہ سکا۔ بالآخر وہ اس مقام پر پہنچا جس جگہ حضرت یوسفؑ کنوئیں میں قید تھے۔

مالک بن زعر نے جوہنی کنوئیں دیکھا اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بس یہیں ٹھہر جاؤ، کیونکہ اس مقام پر کنوئیں ہے اور ہمیں پانی کی تکلیف نہ ہوگی چنانچہ قافلہ ٹھہر گیا۔ یہ ٹھکا ہوا قافلہ رات بھر اسی زمین پر قیام پذیر رہا صبح ہوتے ہی سامان سفر باندھا اور روانگی کا ارادہ کیا۔ چلنے سے پہلے مالک بن زعر اپنے ایک غلام کو لے کر کنوئیں پر گیا تاکہ راستے کے لئے پانی ہمراہ لے لے۔

مالک نے جوہنی پانی میں ڈول ڈالا، باشارہ جبریل حضرت یوسفؑ اس ڈول میں آ بیٹھے ڈول کا ذلن جو بڑھا جبریل نے ہاتھ لگا دیا وہ اوپر آیا جب اس پر نگاہ پڑی لوگ چلا آئے۔ اور مارے خوشی کے چھو لے نہ سمائے کہنے لگے ہم کو بڑی نعمت مل گئی، خدا کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں اتنا حسین پتہ دے دیا جس کی مثال کائنات عالم میں نہیں ہے پھر آپس میں فیصلہ کیا کہ اس پتے کو سامان میں چھپا دینا چاہیے تاکہ کسی کو علم نہ ہو سکے چنانچہ انہوں نے حضرت یوسفؑ کو چھپا کر ہمراہ لے جانے کا پروگرام مرتب کر لیا اور اب انہیں سامان کی طرف لے کر روانہ ہوئے، اتنے میں دیکھا کہ کچھ جوان بھاگے چلے آ رہے ہیں۔ وہ تھے برادران یوسفؑ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان کو کنوئیں میں ڈالنے کے بعد ایک شخص کو کنوئیں کے قریب متعین مقرر کر دیا تھا کہ وہ اس مقام پر آنے جانے والوں سے مطلع کرے اور اس کنوئیں کے ارد گرد جو بھی

جائے اُس کی نقل و حرکت کی اطلاع دے، چنانچہ جب یہ قافلہ رات میں پہنچ کر صبح کو روانہ ہونے لگا اور اسے پانی کے ڈول میں حضرت یوسفؑ مل گئے تو اس نے فوراً جاکر برادران یوسفؑ کو بتایا کہ اس طرح قافلہ آیا تھا اور اس صورت سے یوسفؑ نکل آئے ہیں اور انھیں وہ ہمراہ لے کر جانے والے ہیں، یہ سنتے ہی برادران یوسفؑ دوڑے ہوئے موقع پر پہنچ گئے اور جاکر ان سے کہا کہ اسے کہاں لے جا رہے ہو یہ تو ہمارا غلام ہے اور ہم سے بھاگ کر روپوش ہونے کے بعد آج نظر آیا ہے۔ ہم اسے کسی صورت سے تمہارے ہمراہ نہیں جانے دیں گے۔

مالک بن زعر نے کہا کہ ہم تو یہ سمجھ نہیں سکتے کہ ایسا خوش منظر تجھے کسی کا غلام ہو، لیکن تم کہتے ہو تو شخص اس لئے کہ یہ تجھے تمہارے کہنے کی رونمائی کرتا، مانے لیتے ہیں کہ یہ غلام ہے، اچھا بتاؤ اب اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ چونکہ یہ بھاگ کر ہم سے چلا گیا تھا اس لئے ہم اس جرم کی وجہ سے اب اسے ہمراہ لے جانا نہیں چاہتے۔ اگر تم خریدتے ہو تو خرید لو ورنہ بددعہ مجبوری ہم اسے اپنے ہمراہ لے جائیں گے، مالک بن زعر نے کہا بتاؤ کیا دام لیتے ہو، برادران یوسفؑ نے کہا جو مناسب سمجھو دے دو۔ تم مسافر ہو ہم تم سے قیمت میں جھگڑا نہ کریں گے چنانچہ میری تحقیق کے مطابق بیس درہم میں فیصلہ ہو گیا۔

برادران یوسفؑ نے حضرت یوسفؑ کا ہاتھ پکڑ کر مالک کے حوالہ کیا اور بیس درہم لے کر آپس میں بانٹ لیے، اس کے بعد مالک نے کہا کہ اس کا بیع نامہ بھی لکھا جانا چاہیئے تاکہ کبھی کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو اور ہم پر اغوا کا الزام نہ عائد ہو، ان لوگوں نے بیع نامہ لکھنے کو تسلیم کر لیا اور شمعوں نے بیع نامہ لکھ دیا، جہاں اور باتیں تحریر کی تھیں۔ ایک بات یہ بھی لکھی کہ جب تک مصر پہنچے یوسفؑ کو گرفتار رکھا جائے۔ یہ شرط شاید اس لئے لگائی ہوگی کہ کہیں یوسفؑ بھاگ کر باپ کے پاس نہ چلے جائیں۔

الغرض مالک نے حضرت یوسفؑ کو معاہدہ بیع کے مطابق کاروان مالک کی روانگی | بابہ زنجیر کر دیا اور صدائے ”الرحیل“ بلند کی۔ روانگی سے چند لمحے قبل بروائے حضرت یوسفؑ نے مالک سے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ میں ان حضرات سے رخصت ہوں، مالک نے کہا کہ جب ان کو تم سے کوئی انس و محبت نہیں ہے تم کیوں ان پر جان دیتے ہو، یوسفؑ نے کہا کہ ہر شخص اپنے طرف کے مطابق کرتا ہے، مالک نے اجازت دی۔ زنجیر سنھالے ہوئے۔ بھائیوں کے پاس گئے اور سب سے مل کر روئے اور واپس جاکر قافلہ میں شامل ہو گئے۔

کاروان روانہ ہوا اور تیزی سے سفر مصر طے کر رہا تھا کہ ناگہاں اُس کا گزر بروایت وضوہ الصفا و عجائب القصص، مقابر آل یعقوب سے ہوا، حضرت یوسفؑ کی جو بیٹی نگاہ اپنی والدہ ”رحیل“ کی قبر

پر پڑی بے چین ہو گئے اور اپنے کوناقے سے گرا کر قبر پر پہنچا دیا اور ماں کی قبر سے لپٹ کر دفنا کر دیا، یہ قبر سے لپٹے ہوئے روی رہے تھے کہ وہ شخص آگیا جو ان کا نگران مقرر کیا گیا تھا اور اس نے ایک طمانچہ حضرت یوسفؑ کے چہرہ مبارک پر لگا کر کہا: "میرے بیٹھے والے سچ کہتے تھے کہ تو غلام آہی،" ہے اور تجھ میں بھاگنے کی عادت ہے۔ حضرت یوسفؑ نے اس کے ظلم سے متاثر ہو کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی مالک تو ہی انصاف کر اور ابھی ان لوگوں کو اس ظلم کا مزہ چکھا دے۔

حضرت یوسفؑ کے نگران نے ان کو پکڑ کر کاروان میں لا شامل کیا۔ ادھر یوسفؑ کا روان میں پہنچے ادھر لکڑ ابر پیدا ہوا، تیز ہوا چلنے لگی، بجلی کو مذہن لگی، بادل گر جنے لگے، عرفینکہ ایک طوفان برپا ہو گیا۔ مالک نے ان حالات کو دیکھا اور گھبرا کر کہا کہ کیا بات ہے کہ یہ کچھ صرف ہمارے مریض پر ہو رہا ہے۔ اور تمام اطراف زمین محفوظ ہیں، شاید ہم ہی میں سے کسی نے کوئی خطا کی ہے، یہ سن کر نگران بولا اور تو کوئی بات نہیں ہوئی صرف یہ ہوا ہے کہ یہ غلام ایک قبر سے لپٹا ہوا رو رہا تھا میں نے اُسے ایک طمانچہ مارا ہے اس نے اس وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کچھ کہا ہے۔ اُسی وقت سے یہ حالت پیدا ہے۔ مالک سمجھ گیا کہ یہ حالات اسی وجہ سے پیدا ہیں۔ چنانچہ اُس نے حضرت یوسفؑ سے معذرت کی اور نگران سے معافی منگوائی اور دعا کی خواہش کی۔ حضرت یوسفؑ نے دستِ دُعا بلند کیا اور طوفان فرو ہو گیا۔

کاروان مالک کی مصر میں رسیدگی | اس کے بعد قافلہ روانہ ہو گیا، چلتے چلتے زامیٰ مصر میں پہنچا۔ مالک نے ایک چشمہ کے کنارے

کاروان کو ٹھہرا کر کہا کہ تم لوگ گرد سفر دُور کرو اور منہ ہاتھ دھو کر داخلہ مصر کے لئے تیار ہو جاؤ۔ سب نے غسل وغیرہ سے فراغت کی اور کپڑے بدل لئے، حضرت یوسفؑ بھی غسل کیلئے بڑھے عین المعانی میں ہے کہ وہ جوہنی چشمہ کی طرف روانہ ہوئے جبرئیل قبۃِ اُوم لے کر موجود ہو جس میں اُوم غسل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ نے اس میں جا کر غسل کیا اور لباس بدل کر کاروان میں آگئے، قصص جویری میں ہے کہ اس پھلی نے پردہ کیا تھا غسل یوسفؑ کے لئے جس نے یونسؑ کو چالیس دن اپنے شکم میں رکھا تھا۔

کاروان مالک شہر مصر میں داخل ہونے کے لئے روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے جب شہر میں پہنچا تو دہالِ عجب ہنگامہ دیکھا اور عظیم جیل پہل ملاحظہ کی۔

حضرت یوسفؑ جب غسل سے فراغت کے بعد لباسِ جنت سے آراستہ شامل کاروان ہونے آئے تھے، اس وقت جو موجود تھے، انھوں نے سنِ مجال دیکھا تھا اور شہر مصر میں ان لوگوں سے پہلے پہنچ کر عام چرچا کر دیا تھا کہ ایک ایسا غلام بکنے کے لئے آ رہا ہے جس کی مثال بالائے ارض

تحت سما نہیں ہے وہ حسن و جمال میں بے مثل و بے نظیر ہے، اس کا عالم یہ ہے کہ جب ہنسا ہے تو نورِ ساح ہوتا ہے۔ جب بولتا ہے تو نور کے بھوکے چھوٹتے ہیں۔ اس کے چہرے کی تابانی ایک منزل کو روشن کرتی ہے۔

اس شہرت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر کی تمام آبادی سمٹ کر شہر میں آگئی۔ مردز مینوں پر تھے عورتیں بالائے بام تھیں۔ اس اجتماع میں جس کی تعداد لاکھوں کے حساب میں تھی ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ رؤساء۔ امراء۔ عزباء، اراکین دولت عزیزیکہ سب ہی لوگ حسن یوسف کی تابانی دیکھنے کے لئے جمع تھے۔

زبدۃ التواریخ میں ہے کہ حضرت یوسفؑ کا نورِ حسن ایک دن کی راہ کو روشن کرتا تھا، وہ جس دن مصر میں داخل ہوئے اتفاقاً ابرحیط تھا، ان کے داخل ہوتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ جیسے آفتاب طالع ہو گیا ہے۔

عزیزیکہ کاروان مالک مصر میں داخل ہو گیا۔ لاکھوں کی تعداد میں جو جم غفیر تھا اس میں بادشاہ مصر ایان بن ولید اور عزیز مصر اودان لوگوں کا کنبہ بھی تھا۔ اس مجمع عام میں جو بھی تھا۔ وہ حسن یوسفؑ کا دیوانہ تھا، اور عزیز مصر کی بیوی زلیخا تو اس طرح فریفتہ ہوئی کہ تا زندگی لٹور ہی اور اس نے وہ گل کھلائے جو داستان یوسفؑ کی جان بن گئے۔

روضۃ الصفاء میں ہے کہ لوگوں نے مالک سے خواہش کی کہ اس غلامِ عظیم کو فروخت کے لئے آج ہی بازار میں لے چلے، مالک نے کہا ہم تین روز تک اسے بازار میں نہ لائیں گے۔ صعوبت سفر و در کرنے کے بعد اعلان عام کرا دیں کہ ہم فلاں وقت اس غلام کو بازار میں لا رہے ہیں جس کو خریدنا ہو وہ زند و جاوہر کی تھیلیاں لے کر آجائے۔

تین دن گزرنے کے بعد مالک نے اعلان کرا دیا کہ

حضرت یوسفؑ بازارِ مصر میں

کل دسویں محرم کو یومِ دو شنبہ ہم یوسفؑ کو فروخت کے لئے بازار میں لائیں گے جن لوگوں کو اس کے خریدنے کا شوق و خیال ہو، وہ بازار میں آجائیں اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ لوگوں میں ہیجانِ عظیم پیدا ہوا اور سارا مصر بازارِ مصر میں پہنچنے کی تیاری کرنے لگا جو خریدنے کے ارادے سے جانے والے تھے۔ ان کے علاوہ عوامِ نظارۃ یوسفؑ کے لئے بازارِ مصر میں پہنچنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اسی دوران میں عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے اپنے شوہر سے کہا کہ جس صورت سے ہو سکے اس غلام کو تم خریدنا، عزیز مصر نے کہا کہ ریان بن ولید بادشاہ مصر خود اس کو خریدنے کے خیال میں ہے۔ میں اس کی خواہش کے خلاف کیونکر اپنے کو پیش کر دوں۔ زلیخا نے کہا اس کا انتظام اس طرح ہو سکتا ہے کہ تم بادشاہ سے کہو کہ وہیں بازار

خریداری دے دے اور اس کو یہ بات سمجھاؤ کہ تمہیں خدا نے اولاد دی ہوئی ہے اور میرے کوئی بچہ نہیں ہے، یقیناً وہ مان جائے گا۔

چنانچہ عزیز مصر نے بادشاہ سے ذکر کیا اور اس نے مان لیا، پھر بادشاہ نے عزیز مصر سے کہا کہ اس غلام کی فروختگی کے لئے بازار باقاعدہ سجایا جائے۔

یہ سن کر عزیز مصر نے انتظامات شروع کر دیئے، تمام بادشاہوں کو فوری پیغامات گئے کہ چارے پاس پہنچو قصص جویری میں ہے کہ اس وقت فرعون مصر بادشاہ ریان بن ولید کے زیر نگیں ۳۴۰ بادشاہ تھے جن میں دمشق، بیت المقدس، عمان اور فلسطین کے بادشاہوں کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ عزیز مصر نے تمام بادشاہوں کو فرمان حاضری بھیج دیا اور سب بروقت حاضر ہو گئے۔

اب بازار سجایا جانے لگا اور ہر صورت سے اس کی تکمیل کی گئی۔ ۳۴۰ کرسیاں لگائی گئیں اور بادشاہ ریان بن ولید کے حکم خاص سے بارہ ہزار نوجوان لڑکیاں صف باندھ کر کھڑی ہوئیں اور مالک بن زعر کو فرمان شاہی پہنچا کہ اب یوسفؑ کو بازار میں لاؤ۔ یہ سن کر مالک بن زعر، حضرت یوسفؑ کو بروایت محل میں بٹھا کر اور بروایتے گھوڑے پر سوار کر کے بازار میں لایا جو وہی لوگوں کی نگاہیں پوری آراستگی کی حالت میں یوسفؑ پر پڑیں سارا مجمع بے خود ہو گیا، وہ بادشاہ لڑکیاں جو نابالغ تھیں ان واحد میں منزل بلوغ پر فائز ہو گئیں، مجمع کا یہ عالم تھا کہ بروایت قصص جویری چالیس ہزار مردوزن در زیر چہار پا پاں ہلاک شدہ مرد اور عورتیں سواری کے جانوروں کے پیروں سے چل کر ہلاک ہو گئیں۔

زلینا نام ہے اس حسین ترین عورت کا جو مغرب کے عظیم بادشاہ طیموس یا عاتیل کی لڑکی تھی جس کا اصل نام لائیل بنت عاتیل تھا۔ عین المعانی میں ہے کہ لفظ زلینا لضم زو فتح لام ہے۔ اس لڑکی نے

حضرت یوسفؑ کی خریداری
میں زلینا کی دلچسپی

ایک شب کو نادیدہ جوان (حضرت یوسفؑ) کو خواب میں دیکھا اور اسی وقت سے پریشان رہنے لگی، اور اس کی حالت کچھ ایسی ہو گئی کہ لوگوں نے قیاس آرائیاں شروع کر دیں، کسی نے کہا، یہ آسیب زدہ ہے، کسی نے کہا یہ نظر خوردہ ہے۔ کسی نے کہا اس کو کوئی بیماری ہے۔ غرضیکہ اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ زلینا نے اپنا خواب کسی سہیلی سے بیان کر دیا اور شدہ شدہ اس کا وقت آیا کہ اس خواب کی تعبیر بیان کی گئی اور کہا گیا کہ اس لڑکی کی شادی عزیز مصر کے ساتھ ہوگی۔ پھر عرصہ کے بعد عاتیل کے پاس عزیز مصر کا پیغام آگیا۔ عاتیل نے فوراً منظور کر لیا اور زلینا بھی خوش

ہو گئی کیونکہ اس کی نگاہ میں وہی نقشہ آگیا جو اس نے خواب میں دیکھا تھا اور خیال کرنے لگی کہ میری شادی اسی جوان کے ساتھ ہوگی جس کو میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ چنانچہ شادی کا بندوبست ہو گیا اور زلیخا اپنے ماں باپ کے گھر سے رخصت ہو کر عزیز مصر کے گھر پہنچی۔

عزیز مصر کا اصل نام بردایت ناسخ التواریخ فوطیقا اور بردایت طبری عمار یا صفین بن حبیب اور بردایت روضۃ الصفا قطیفیر اور بردایت عجائب القصص قطیفیر یا اظفیر تھا۔

یہ فرعون مصر ربیع بن ولید بن آراسید بن مازان بن علقا ابن لاورد بن سام بن نوح کا خزانچی وزیر اعظم اور کمانڈران چیف تھا۔ اس کا لقب ”عزیز مصر“ تھا۔ یہ بردایت طبری یعنی نام زلیخا جب عزیز مصر کے گھر پہنچی اور اس نے عزیز مصر کے ذیل ڈول اور تہرے مہرے کو دیکھا تو سخت پریشان ہوئی اور اپنے دل میں کہنے لگی خدایا یہ تو وہ نہیں ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا اور جس کی تعبیر یہ دی گئی تھی کہ عزیز مصر سے شادی ہوگی مجھے تو اس میں اس جوان کی کوئی خوبی نظر نہیں آئی جو مجھے خواب میں دکھائی دیا تھا۔

زلیخا اسی الجھن اور پریشانی میں تھی کہ بروایت اس سے غیبی طور پر کہا گیا کہ گھبراؤ نہیں، یہ عزیز مصر اس عزیز مصر تک پہنچنے کا زمین ہوگا جسے تو چاہتی ہے۔

الغرض جب حضرت یوسفؑ کی فروختگی کا سوال پیدا ہوا اور زلیخا نے اسے محل سے دیکھا تو پہچان لیا اور دل و جان سے قربان ہو گئی۔ اس نے عزیز مصر سے کہا کہ اس غلام کو خریدنے میں کوتاہی نہ کرنا اور جس صورت سے ہو سکے اسے خریدو اس کے لئے اگر خزانہ ناکافی ہو تو میرے سارے زیورات بھی لے جانا بہر طور اسے خریدنا ہے۔

حضرت یوسفؑ کی بولی لگنے لگی | مختصر یہ کہ مالک نے حضرت یوسفؑ کو ایک زرد نگار کرسی پر بیٹھا کر آواز لگا کر شروع کیا۔

”من یشتری هذا الغلام الجیب من یشتری هذا الغلام اللیب“ اس نہایت محبوب و دلدار اور نہایت عاقل وزیر کو غلام کو کون خریدتا ہے؟ حضرت یوسفؑ نے کہا یہ نہ کہو بلکہ بول بولی لگاؤ من

۱۲ [۳۴] یہی توریت میں بھی ہے۔ (کتاب پیدائش ۳۴)

۱۳ یہ حکمران خاندان عمالقہ میں سے تھا۔ یہ عمالقہ وہی ہیں جسے مصر کی تاریخ میں ”ہیکوس“ کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور جن کی اہلیت یہ بتائی گئی ہے کہ چرواہوں کی ایک قوم تھی چرواہوں کی قوم مصر میں کہاں سے آئی تھی؟ جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب سے آئی تھی اور دراصل یہ عربی قبائل۔ عاربہ کی ایک شاخ تھی۔ قدیم قبطی اور عربی زبان کی مشابہت ان کے عرب ہونے کی ایک مزید دلیل ہے۔

یشتیٰ ہذا الغلام الکبیب من یشتیٰ ہذا الغلام الغریب“ اس غلام اور غریب غلام کو کون خریدتا ہے؟ یہ سن کر بروایت روضۃ الصفادہ بھی رونے لگے اور لوگ بھی رو پڑے۔

الغرض بولی لگنے لگی، ایک شخص نے ایک ہزار دینار کہا۔ دوسرے نے ایک لاکھ دینار کہا۔ تیسرے نے ایک لاکھ دینار اور یوسفؑ کے ہم وزن مشک کہا، چوتھے نے اس پر ہم وزن یوسفؑ لعل کا اضافہ کیا۔ پانچویں نے دس لاکھ دینار اور چالیس ہزار درہم اور ایک سوموارید کے ہار کہا، اسکے بعد شداد بن عاد کے خاندان کی عورت نے کہا کہ میں اسے اس کے وزن کے برابر سونا، عجز، چاندی کا فور اور حق، مردارید میں خریدوں گی جس کی قیمت خراج مصر ہے۔ مالک گفت نہ فروشم، ہمہ بادشایان از قیمت آن عاجز شدند“ مالک نے کہا کہ میں نہیں بیچتا، عزیز مصر نے جب بازار کا یہ حال دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اسے میں خریدوں گا اور اس کی قیمت میں اس کے وزن کے برابر سونا، سیم چاندی، مشک، عجز، کا فور دوں گا۔ نیز ایک ہزار جامہ اطلس ایک ہزار اسپ تازی، ایک ہزار کینیز رومی، ایک ہزار غلام، ایک ہزار سلاح جنگ، پانچ سو غوار خرمہ دوں گا۔ مالک نے یہ سن کر رضا مندی ظاہر کر دی۔ اس کی رضا مندی کے بعد ترازو نصب کیا گیا اور اس کے ایک پتلے میں حضرت یوسفؑ کو بٹھا دیا گیا اور دوسرے پتلے میں عزیز مصر کا صرف اتنا خزانہ جو کہ ہم وزن سمجھا جا رہا تھا، بلکہ سارا کا سارا خزانہ رکھ دیا گیا۔ مگر یوسفؑ کے پتلے نے جنبش نہ کی، یوسفؑ نے پوچھا کیا کر رہے ہو، کہا تمہیں تول ہے ہیں، پوچھا کس چیز میں کہا جواہرات اور سیم و زمیں فرمایا ”دین کو دنیا کے ہم وزن کرتے ہو“ یہ کیسے ہو سکتا ہے، اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے عزیز مصر کے چہرے پر بالوسی کے آثار دیکھ کر کہا گھبراؤ نہیں، قلم دوات لے آؤ۔ آپ نے ایک پرچے پر بروایتے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور بروایتے لا الہ الا اللہ لکھ کر رکھ دیا۔ یوسفؑ کا پتلہ بلند ہو گیا، عزیز مصر کا چہرہ کھل گیا، زلیخا خوش ہو گئی، لوگ مبارکباد دینے لگے۔

مالک بن زعر نے سب کچھ سمیٹ لیا اور وہ بیع نامہ جو برادران یوسفؑ لایا تھا عزیز مصر یا یوسفؑ کے حوالہ کر کے مصر سے بابل فرام واپس چلا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ چلتے وقت اس نے اولاد کے لئے حضرت یوسفؑ کے دعا کی خواہش کی کیونکہ وہ لا ولد تھا، حضرت یوسفؑ نے دعائی اور خداوند عالم نے اسے دولت اولاد دے مالا مال کر دیا۔ اس کے یہاں بارہ اور بروایتے ۲۲۔ اولاد پیدا ہوئی۔

حضرت یوسفؑ خانہ عزیز مصر میں

فرید و فروخت کے معاملہ کے ختم ہونے کے بعد عزیز مصر حضرت یوسفؑ کو اپنے گھر لا کر اپنی بیوی زلیخا سے کہنے لگا کہ تیرے کہنے کے مطابق میں نے اسے خرید لیا ہے۔ اب ضرور ہے اس امر کی کہ اس کی پوری خاطر داری کرو کیونکہ یہ نہایت پیارا بچہ ہے اور اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتا

زلیخا جو پہلے ہی سے ان پر لبس دل و جان قربان تھی اور ان پر اندھا دھند مرٹنے کو تیار تھی۔ اندھے کو کیا چاہیئے دوا انھیں؟ اسے بہانہ مل گیا اور اس نے حضرت یوسفؑ کی بے تابانہ خدمت شروع کر دی، ان کے لئے مختلف قسم کے بے شمار کپڑے تیار کرائے اور ان کے رہنے کے لئے ایک کمرے کو شاہانہ انداز میں سجایا اور بروایت ایک عمدہ قسم کا محل تیار کرادیا۔

بہر حال حضرت یوسفؑ عزیز مصر کی بیوی زلیخا کے زیرِ اہتمام زندگی کے ایام گزار رہی ہے تھے کہ جوانی اُبھر آئی اور عشق زلیخا درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ بڑھتے ہوئے عشق کے تقاضے سے زلیخا نے یوسفؑ کے کمرے میں مختلف انداز میں باہمی تصویریں نصب کرادیں۔ حضرت یوسفؑ جو زلیخا کو چشمِ عصمت سے دیکھ رہے، کوشش کرتے رہے کہ زلیخا سے نظر چار نہ ہونے پائے۔ یہاں تک سات سال گزر گئے۔

بروایت روضۃ الصفا، زلیخا جس کے دل کی گہرائی میں یوسفؑ فروکش تھے اور وہ اپنے حصول مقصد کے لئے بے چین تھی، ایک ایسا شاندار قصر تعمیر کرایا جس کی مثال اس وقت نہ تھی۔ اس قصر کو زور و جواہر سے مرتع کیا تھا اور اس میں اپنی اور یوسفؑ کی ایسی تصویریں بنوائی تھیں جو نہایت مؤثر اور سخت ہیجان پیدا کر دینے والی تھیں۔

بالآخر ایک دن زلیخا نے مناسب وقت میں یوسفؑ کو اپنے پاس بلوایا اور قصر کے اس کمرے میں لے گئی جو سات کمروں کے بعد تھا اور سب میں تالے لگا دیئے، پھر وہاں پہنچ کر حصول مقصد کی طرف متوجہ ہوئی، اسی دوران میں اُس کی نگاہ اس بُت پر پڑی جو دیوار میں نصب تھا اور اس کی بڑی بڑی ہیرے کی آنکھیں چمک رہی تھیں، وہ اپنے بستر سے اٹھی اور اپنے پتھر کے خدا کی نابینا آنکھ پر پردہ کھینچ کر پٹی باندھ دی، یوسفؑ نے پوچھا تم نے یہ کیا کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں عازمِ گناہ ہوں مجھے شرم آتی ہے کہ میں عوگناہ ہوں اور میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ تمہارا خدا تو ایسا ہے جس کی آنکھ پر تم نے عزمِ معصیت کے پیش نظر پٹی باندھ دی میں اپنے خدا کی نظروں سے اپنے کو کس طرح بچاؤں جو کہ ”اقرب من جبل الوریث“ (ربِ جاں سے بھی زیادہ قریب، ہر وقت حاضر و ناظر ہے۔ خدا را مجھے دعوتِ گناہ نہ دو، مگر زلیخا نے ایک نہ سنی اور اس وقت کے لازمی مقدمات سے فراغت کے بعد بسترِ پرلیٹ کر بولی جیت لٹ“ لو آؤ“۔ یوسفؑ نے کہا معاذ اللہ وہ تمہارے میاں میرے مالک ہیں انہوں نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے۔ میں ایسا ظلم کیونکر کر سکتا ہوں۔ خدا را مجھے معاف کرو، مگر زلیخا جو جذبات و خواہشات و شہوات میں ڈوب چکی تھی، ایک بات بھی سننے پر آمادہ نہ ہوئی۔

بالآخر حضرت یوسفؑ نے کمالِ جرأت، زورِ نبوت اور طاقتِ عصمت سے کام لیکر زلیخا کے

بُت مقصد کو پارہ پارہ کر دیا اور برہان رب کی روشنی میں تاریکی گناہ سے جان بچا کر نکل بھاگے، حضرت یوسفؑ جس جگہ سے بھاگے تھے وہاں سے باہر تک میں سات دروازے تھے اور سب قفل تھے ”قدرت خدا“ یوسفؑ جس دروازے کے قریب پہنچتے تھے قفل خود بخود کھل جاتا تھا اور دروازہ وا ہو جاتا تھا۔ زلیخا جو ان کے پیچھے دوڑ رہی تھی، ساتویں دروازے پر اٹھیں پکڑنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس نے ان کا دامن پکڑا۔ دامن پھٹا، دروازہ کھلا تو عزیز مصر کو موجود پایا جو برداشتے اسی ٹوہ میں آیا ہوا تھا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔

زلیخا نے جوہنی عزیز مصر کو دیکھا، مکمل مجرم ہونے کے باوجود کمال جرات و بیباکی کے ساتھ کہا کہ اے میرے ولی نعمت ایسے شخص کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے جو تمہارے ناموس کے بارے میں

حضرت یوسفؑ کی بیگناہی پر دودھ پیتے بچے کی گواہی

بدنیت ہو، میں تو یہ سمجھتی ہوں یا قید کرنا چاہیئے یا سخت عذاب میں مبتلا کرنا چاہیئے۔

یہ سن کر حضرت یوسفؑ بولے، میرے مالک میں آپ کا خریدا ہوا غلام ہوں، میری یہ جرات نہیں ہو سکتی کہ میں آپ کے ساتھ خیانت کروں۔ میری اس مالکہ نے خود مجھے دعوت گناہ دے کر مجھے مصیبت کے جال میں پھنسانے کی سعی بلیغ کی تھی اور میں اپنے کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور اسی وجہ سے بھاگ کر یہاں تک آیا ہوں، یہ میرا لپہا کر رہی تھیں اور مجھے پکڑنے کیلئے میرے پیچھے دوڑ رہی تھیں بلاغرا انہوں نے میرا دامن پکڑ لیا اور وہ پھٹ گیا۔ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ یہ سن کر زلیخا نے ایک روایت کی بناء پر کہا کہ ”دامن پھٹنے کا واقعہ یہ ہے کہ میں سو رہی تھی اور یہ غلام بدنیتی کے ساتھ میرے سر ہانے کھڑا تھا، پھر اس نے آہستہ سے میرے جسم کو ہاتھ لگایا میں جاگ اٹھی اور میں نے چاہا کہ اس کی سرزنش کروں، یہ بھاگ نکلا میں اسے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑی تو اس کا دامن میرے ہاتھ میں آگیا اور پھٹ گیا۔

دونوں کا بیان سن کر عزیز مصر سخت متحیر ہوا، اور یوسفؑ سے کہنے لگا کہ تم اپنی پاک دامانی پر کوئی صفائی کا گواہ پیش کر سکتے ہو۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ میرے پاس تو کوئی گواہ نہیں ہے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل سچ ہے۔ اگر آپ میری صداقت پر گواہی لینا چاہیں تو اس بچے سے لے لیں جو گہوارے میں پڑا ہوا ہے۔ عزیز مصر نے کہا کہ یہ تو دودھ پیتا بچہ ہے۔ یہ کیسے بول سکتا ہے حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ جس نے مجھے اس وقت گناہ سے بچایا ہے وہ اس بچے کو گواہی بھی دے سکتا ہے۔ اس گفتگو کا تمام ہونا تھا کہ گہوارہ میں پڑا ہوا دودھ پیتا بچہ جس کی عمر ۷ یا ۸ ماہ کی تھی اور

جس کا نام خلیخا تھا جو زلیخا کا ماموں زاد یا خالہ زاد بھائی تھا، بلند آواز سے بولا: "ان کان قیصہ قد من قبل فصدقت وهو من الکاذبین وان کان قیصہ قد من دبر فکذبت وهو من الصادقین کہ اگر ان کا کڑتا آگے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ سچی اور وہ جھوٹے اور اگر ان کا کڑتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ جھوٹی اور وہ سچے ملے

یہ سن کر نہ صرف عزیز مصر حیران ہوا بلکہ سارا گھرانہ متحیر ہو گیا کیونکہ اتنے چھوٹے بچے کا بولنا عادت بشری کے خلاف ہے اور پھر اس پر گواہ کی حیثیت سے بیان دینا تو یقیناً حیران کن ہے۔
الغرض بچے کا بیان سن کر عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کے کڑتے پر نگاہ کی دیکھا کہ وہ پیچھے سے پھٹا ہے، بڑے غصے میں زلیخا سے بولا کہ سب تمہاری حرکت ہے یہ غریب بے خطا ہے۔
پھر یوسفؑ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ یوسفؑ اب اس بات کو جانے ہی دو، اور کسی پر ظاہر نہ کرو کہ میں ایسا نہ ہو کہ افسانہ بن جاؤں اور ذلت و رسوائی ہو۔ پھر زلیخا کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ اپنے گناہ کی معافی مانگو اور توبہ کرو، یہ جو کچھ تم نے کیا، اچھا نہیں کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ عزیز مصر خلیخا کا بیان سن کر سخت غیظ میں آگیا اور اس نے ارادہ کیا کہ زلیخا کو قتل کر دے اور یوسفؑ کو جیل بھیج دے۔ یہ حال دیکھ کر اسی بچے نے گہوارے سے آواز دی کہ اے عزیز اگر تو نے ایسا کیا تو گنہگار بھی ہو گا اور تیرا یہ عمل رسوا کن بھی ہو گا۔ لہذا وہ باز رہا۔

طبری میں ہے کہ اس واقعہ سے زلیخا کا جذبہ عشق کم نہ ہوا اور وہ برابر تنہائی میں اپنا مقصد حاصل کرنے کی سعی کرتی رہی لیکن جب کسی طرح کامیاب نہ ہوئی تو اس امر کی سعی کرنے لگی کہ یوسفؑ قید کر دیئے جائیں عزیز مصر نے اس کے اصرار پر کہا کہ جب کہ اس کا جرم ثابت نہیں ہوا میں کس طرح

حضرت علی اصغرؑ اور اطفال مصر علامہ الحاج ابوالقاسم الموسوی الخوئی تحریر فرماتے ہیں کہ خلیخا کے اہام و کرامت نے اطفال مصر کے لئے کرامت و شرافت کا ایک ایسا دروازہ

کھول دیا جو رہتی دنیا تک ہاں کے تمام بچوں کو شرف کرتا ہے گا اور وہ یہ ہے کہ جب بھی دنیا میں بچوں سے متعلق کوئی معاملہ ہو گا تو مصر کے بچے بذریعہ اہام اس سے متاثر ہونگے یہی وجہ ہے کہ جب اللہؑ میں ایم عاشورہ فرزند رسولؐ المتعلین حضرت امام حسینؑ کا ششما یا پتھر بمقام کربلا تین دن کا بھوکا پیاسا شہید ہوا تو اس کی اطلاع ان اطفال مصر کو ہو گئی جو اس وقت موجود تھے اور وہ سب کے سب متاثر ہوئے۔ "روى عن الشيخ الطريحي ان في الليلة التي مات علي الاصغر في الطف ما نام طفل من اطفال المصر وما سكت وما مشرب اللبن الى الصباح وكانت الامهات يتكينن بضيح الاطفال وبكائهم واضطرابهم" علامہ شیخ طریحی سے مروی ہے کہ جس روز جناب علی اصغرؑ کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ اس کی رات کو مصر میں کوئی بچہ نہیں سويا۔ اور صبح تک کسی نے دودھ نہیں پیا اور سب کے سب ساری رات مضطرب رہے اور ان کے اضطراب نے بچپنی اور ان کی گریہ و زاری سے ان کی مائیں ساری رات روتی رہیں، حالانکہ ان مصر تازمین کربلا ہفتاد و دو منزل بود" مصر اور کربلا میں ۷۲ منزلوں کا فاصلہ ہے۔ (احسن القصص ص ۱۸)

اسے قید کر دوں۔ یہ سن کر زلیخا کا ایک چا زاد بھائی کہنے لگا کہ مناسب یہی ہے کہ بدنامی کو کم کرنے اور زلیخا کو رسوائی سے بچانے کے لئے دو ایک ماہ قید کر دیا جائے عزیز مصر نے اس کی بات بادلِ نخواستہ مان کر انھیں قید خانہ بھیج دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ زلیخانے قید میں بیٹھنے سے پہلے عزیز مصر کو اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ یوسفؑ کی پشت پر کوڑے لگائے جائیں۔ چنانچہ جلاد بلایا گیا اور حکم کوڑے کا دیا گیا جلاد نے زمین پر کوڑے مارے۔ زلیخانے پشت یوسفؑ پر کوڑے لگانے کی ہدایت کی۔ اس نے ایک تازیانہ پشت یوسفؑ پر لگا دیا، زلیخا تڑپ کر پردہ سے باہر آگئی، جتنا بڑا نشان پشت یوسفؑ پر تھا اتنا ہی بڑا نشان پشت زلیخا پر نمایاں تھا۔

حضرت یوسفؑ قید خانے بھیج دیئے گئے اور زلیخا بھی ندامت کے ساتھ توبہ میں

زلیخا کی طرف سے بدنامی کا ردِ عمل

ہو کر بیٹھ گئی اور عزیز مصر بھی اُسے پی گیا تاکہ واقعہ کو شہرت نہ ہو، لیکن اس قسم کے واقعات کہاں پھینکتے ہیں۔ آخر کار بات چھوٹ نکلی اور داستان بن کر زبانوں پر چڑھ گئی، اور اس درجہ شہرت ہوئی کہ ہر کہ دمہ اس کا تذکرہ کرنے لگا۔ زلیخا جو اپنے کئے پر نہیں بلکہ اپنی ناکامی پر پتھتا رہی تھی۔ دل میں سوچنے لگی کہ اس کا ردِ عمل کیا ہونا چاہیے، آخر اس کی سمجھ میں یہ آیا کہ ارکانِ دولت کی ان عورتوں کو جو اس میں زیادہ دلچسپی لے رہی ہیں دعوت پر بلایا جائے اور یوسفؑ کو ان کے سامنے سے گزارا جائے تو انہیں معلوم ہو کہ دل پر کس طرح پھری چلتی ہے اور دماغ کی گونج بے قابو ہوتا ہے۔

چنانچہ اُس نے چالیس عورتوں کو دعوت میں بلایا اور ان کے لئے نہایت عمدہ قسم کے انتظامات کئے۔ رقص و سرود کا بھی بندوبست کیا، جب محفل دعوت آرامتہ ہو چکی تو زلیخانے ان عورتوں سے پوچھا کہ اگر تم کہو تو میں یوسفؑ کو تمہارے سامنے سے گزرنے کے لئے طلب کر لوں۔ ان عورتوں نے بصد شوق اجازت دی، زلیخانے ایک ایک تیز چھری اور ایک ایک ترنج دے کر ان عورتوں سے درخواست کی کہ جس وقت میں کہوں تم ان ترنجوں کو کاٹ دینا، ان عورتوں نے اسے منظور کر لیا۔

جب محفل شوقِ مُرتب ہو چکی تو زلیخانے حکم دیا کہ یوسفؑ کو قید خانے سے لایا جائے اور اس کے چہرے پر نقاب ڈال دی جائے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ قید خانے سے نقاب پوش لائے گئے جب محفل دعوت کے قریب پہنچے تو نقاب اٹھا دی گئی اور کہا گیا کہ اس طرف سے گزر جاؤ۔

حضرت یوسفؑ خراماں خراماں روانہ ہوئے۔ جب ان عورتوں کے قریب پہنچے جو دعوت میں آئی ہوئی تھیں تو زلیخا نے انھیں دعوتِ نظارہ دے کر کہا کہ اے میری بہنوں چھڑیوں سے ترنجوں کو کاٹ ڈالو۔

چنانچہ ان تمام عورتوں نے جن کے دلوں پر یوسفؑ کی چھڑیاں چل رہی تھیں خیال خود ترنجوں کو کاٹ ڈالا، جب یوسفؑ گزر گئے تو ان بے خود عورتوں نے اپنے حالات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ایک بھی ترنج نہیں کٹا، سب ہاتھ کٹے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ چالیس میں سے ۹ عورتیں اسی وقت جالِ بحق تسلیم ہو گئیں۔

یہ دیکھ کر زلیخا کو موقع مل گیا وہ بولی، میری بہنوں تم تو میری مذمت کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ عزیزِ مصر کی بیوی ایک غلامِ کنعانی پر فریفتہ ہو گئی ہے، کہو اب کیا کہتی ہو؟ یہ سن کر عورتوں نے معذرت کی اور زلیخا سے کہا بے شک تم جذبہٴ عشق میں بے خطا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ دعوت، واقعہ زلیخا کے سات ماہ بعد ہوا ہے۔

اس واقعہ کے بعد زلیخا نے ان عورتوں سے بروایت روضۃ الصفا کہا کہ اگر

حضرت یوسفؑ دوبارہ قید خانے میں

تم سے ہو سکے تو اس معاملہ میں میری مدد کرو اور اس غلامِ کنعانی کو راضی کر کے مجھے شکریہ کا موقع دو۔ یہ بات سن کر ان میں سے دو عورتوں نے امداد کا وعدہ کیا اور اپنی چرب زبانی کے حوالہ سے کہا کہ تم یقین رکھو میں ضرور اس سچی میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ سب عورتیں اپنے اپنے گھڑوں کو چلی گئیں، لیکن یہ دو عورتیں مقیم رہیں۔ ان میں سے ایک عورت کسی مناسب وقت میں یوسفؑ کے پاس آئی جواب قید خانے سے باہر گھر میں مقیم تھے، اور کہنے لگی اے حسن و جمال کے آفتاب میں تمہارے پاس اسلئے آئی ہوں کہ تم پر یہ واضح کر دوں کہ زلیخا بھی جمالِ ماہِ تاباں سے مشرف ہے۔ تمہیں اس کے منہ پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔ حضرت یوسفؑ نے اس عورت کو جو خود اپنے دل میں منہا شوقِ مصالحتی تھی۔ جواب دیا کہ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اجتماعِ نیتوں موجب محاق ہے اور اتفاقِ دوستانہ منہا فراق ہے، بہتر ہے کہ شمسِ دہر کو علیحدہ ہی رکھا جائے۔ اس عورت کے مایوس ہونے کے بعد دوسری عورت چند دنوں کے بعد سامنے آئی اور اس نے بھی آپ کو راضی کرنے کی سعی کی، مگر مایوسی مانتھ آئی بالآخر زلیخا سے کہا کہ یہ غلامِ کنعانی کسی صورت سے راضی نہیں ہوتا، اب اس کی ایک ہی شکل ہے۔ اور وہ یہ کہ اسے قیدِ سخت میں رکھا جائے۔ شاید یہ قید سے گھبرا کر رضا مندی ظاہر کر دے۔

یہ سن کر زلیخا نے عزیزِ مصر سے کہا کہ میں اس غلام کی وجہ سے بہت بدنام ہو گئی ہوں۔ اب میں اسے باہر نہیں دیکھنا چاہتی۔ اگر تم میری کچھ بھی محبت رکھتے ہو تو میری یہ بات مان لو کہ اسے

جلد سے جلد قید خانے میں بھجوا دو۔

ادھر زلیخا اپنے حصول مقصد کے لئے بخیال غام قید میں بھیجنا چاہتی تھی۔ ادھر حضرت یوسف علیہ السلام بارگاہِ احدیت میں بار بار دُعا کر رہے تھے۔ ”رب السبھن احب لی مما یدعوننی الیک“ اے پالنے والے جس بات کی یہ عورتیں مجھ سے خواہش رکھتی ہیں، اس کی بہ نسبت قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

الغرض عزیزِ بزمِ مصر پر زلیخا نے کچھ اس درجہ دباؤ والا کہ وہ حضرت یوسف کو قید خانے بھیجنے پر تیار ہو گیا، اور یہ قید خانے بھیج دیئے گئے۔

حضرت یوسفؑ کے قید خانے میں کارنامے

پہنچ کر وہ عبادت میں مصروف در مشغول ہو گئے۔ خداوندِ عالم نے چونکہ انھیں درجہ نبوت پر فائز کر رکھا تھا اور تعبیرِ خواب کا خصوصی علم دے رکھا تھا لہذا وہ قید خانے میں اس سے بھی کام لیتے رہے۔ لوگوں کی خدمتیں کرتے تھے، تبلیغِ کافرینہ ادا کرتے تھے اور خوابوں کی تعبیر بتا کر دیتے تھے۔ اسی دوران میں دو شخص قید ہو کر آئے۔ یہ دونوں سازش کے شبہ میں قید کئے گئے تھے۔ ان میں ایک بادشاہِ ریان کے مطبخ کا داروغہ تھا جس کا نام بیلہ تھا اور دوسرا شراب خانے کا داروغہ تھا جس کا نام یونان تھا۔

ان دونوں میں سے ایک پر یہ الزام تھا کہ اس نے شاہِ روم سے رقم لے کر شاہِ مصر ریان بن ولید کو زہر دینے کا بیڑا اٹھایا ہے، لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا تھا کہ ان میں سے کون سازش کا شکار ہوا ہے اس لئے دونوں کو قید کر دیا گیا تھا۔ یہ لوگ قید خانے میں دن گزار رہے تھے کہ ناگاہ چند دن کے بعد دونوں نے خواب دیکھا، ایک نے دیکھا کہ میں شراب بنانے کے واسطے انگور پھوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے دیکھا کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوں اور چڑیاں اس میں سے کھا رہی ہیں یہ خواب دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام سے بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ اس کی تعبیر فرمائیں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ جو کھانا تمہیں قید خانے میں دیا جاتا ہے وہ آنے بھی نہ پائے گا کہ میں اس کے تمہارے پاس آنے کے قبل ہی تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا، یہ تعبیر خواب بھی بیلہ ان باتوں کے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے تعلیم فرمائی ہے، اب سنو، مجھ پر جو فریضہ عائد ہے میں پہلے اس کی تکمیل کرتا ہوں۔ پھر تمہارے خواب کی تعبیر بتاؤں گا۔

یہ کہہ کر حضرت یوسفؑ نے فرمایا، میں اُن لوگوں کا مذہب چھوڑے بیٹھا ہوں جو خدا پر ایمان نہیں لائے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں اور میں تو اپنے دادا، ابراہیمؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ کے مذہب

کا پیر و ہوں۔ ہمیں مناسب نہیں کہ ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کو اس کا شریک بنائیں یہ بھی خدا کی ایک مہربانی ہے ہم پر بھی اور تمام لوگوں پر مگر بہترے لوگ اس کا شکر یہ بھی ادا نہیں کرتے، اے میرے قید خانے کے دونوں رفیقو! ذرا غور تو کرو، بھلا جدا جدا معبود اچھے یا خدائے یکتا و زبردست - افسوس تم لوگ خدا کو چھوڑ کر بس ان چند ناموں ہی کی پرستش کرتے ہو، جن کو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے گڑھ لیا ہے۔ خدا نے تو ان کے لئے کوئی دلیل نازل نہیں کی حکومت تو بس خدا ہی کے واسطے ہے، اس نے تو حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے، مگر افسوس بہترے لوگ نہیں جانتے۔

پھر حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اے میرے قید خانے کے دونوں رفیقو! اچھا اب تعبیر خواب سنو۔ تم میں سے ایک جس نے انکو دیکھا ہے وہ تین روز کے بعد رہا ہو کر اپنے مالک کو بدستور شراب پلانے کا کام کرے گا اور دوسرا جس نے روٹیاں سر پر دیکھی ہیں وہ آج سے تین دن کے بعد سولی دیا جائے گا اور چڑیاں اس کے سر سے نوچ نوچ کر اس کا دماغ کھائیں گی۔ چنانچہ تین روز کے بعد بادشاہی پیادے آئے اور اسے قید سے لے گئے جو ساتی تھا پھر اسے اپنے پہلے کام پر اس کی دیانت کی وجہ سے لگا دیا گیا۔ پھر تین دن کے بعد پیادے آئے اور داروغہ مطبخ کو لے جا کر اس کی بددیانتی کی وجہ سے دار پر چڑھا دیا۔

قرآن مجید میں ہے کہ ان دونوں میں سے جس کی نسبت یوسفؑ نے سمجھا تھا کہ وہ رہا ہو جائیگا اُس سے کہا کہ اپنے مالک کے پاس میرا بھی تذکرہ کرنا کہ میں بے حرم قید ہوں تو شیطان نے اسے اپنے آقا سے ذکر کرنا بھلا دیا تو یوسفؑ قید خانے میں ”بضع سنین“ کٹی برس رہے، روایات میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت یوسفؑ سات سال قید میں رہے۔ معالم التنزیل میں ہے کہ پانچ سال خواب سے پہلے اور سات سال خواب کے بعد جیل میں رہے۔

علامہ نعمت اللہ الجزائری بحوالہ علامہ امین الاسلام طبرسی تحریر فرماتے ہیں کہ دفع مضاراد مشکل کشائی کے لئے غیر خدا سے استعانت ممنوع نہیں ہے اسی لئے حضرت یوسفؑ نے عزیز مصر کو یاد دہانی کرانی چاہی تھی اور اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین و انصار سے مدد مانتے رہے (النور المبین ص ۱۹) میں کہتا ہوں کہ اس کا ایک ثبوت ”ناد علی“ کا نزول بھی ہے جسے بعض علماء اہل سنت نے بھی تسلیم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ہر مشکل میں مشکل کشا کو پکارتے اور ”یاعلیٰ مدد“ کہتے ہیں۔ شیخ الہند علامہ محمود الحسن دیوبندی لکھتے ہیں، بیشک کشف شدائد کے وقت مخلوق سے ظاہر استعانت اور اسباب کی مباشرت مطلقاً حرام نہیں ہے لیکن ابراہیم کی حنات مقررین کی سیئات بن جاتی ہیں۔ جو بات عامۃ الناس بے کھٹکے کر سکتے ہیں انبیاء کے منصب عالی کے اعتبار سے وہی بات ایک

قسم کی تقصیر بن جاتی ہے، امتحان و ابتلا کے موقع پر انبیاء کی شان رفیع اسی کی مقتضی ہے کہ رخصت پر نظر نہ کریں۔ انتہائی عزیمت کی راہ چلیں، چونکہ حضرت یوسفؑ کا اذکس فی عند ربک کہنا آخر کے خلاف تھا اس لئے عتاب آمیز تنبیہ ہوئی کہ کئی سال تک مزید قید اٹھانی پڑی۔ حاشیہ قرآن مجید ص ۳۱۱ طبع بجنور،

ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت یوسفؑ نے خدا پر توکل میں ذرا غفلت کر دی تو خدا نے جبریلؑ کو بھیجا کہ یوسفؑ کے بندو کو اب نہیں کچھ عرصہ اور قید میں رہنا پڑیگا۔ جبریلؑ آئے اور انہوں نے زمین پر ایک پاؤں مارا، زمین تحت الشریٰ تک شکافہ ہو گئی، کہا دیکھو کیا نظر آتا ہے، یوسفؑ نے کہا ایک پتھر دکھائی دیتا ہے، حضرت جبریلؑ نے پھر پیر کی ضرب لگائی پتھر شکافہ ہو گیا۔ کہا دیکھو اب کیا دکھائی دیتا ہے، کہا ایک بہت چھوٹا سا کیرا۔ جبریلؑ نے کہا اے یوسفؑ جو اس قصر تاریک میں اتنے چھوٹے کیڑے سے غافل نہیں ہے تو کیا وہ تم سے غافل ہو سکتا ہے۔ یوسفؑ نے جو اصول توکل کے خلاف سفارش پہنچائی ہے اس کی وجہ سے اب چند سال جیل کی مصیبت اور برداشت کرنا پڑے گی۔ یہ سن کر حضرت یوسفؑ محض اس خیال سے کہ مالک ناراض ہو گیا ہے، محو گرہ ہو گئے اور ان کے رونے کا یہ عالم ہو گیا کہ ان کے ساتھ درودلو اور جیل کے رونے لگے اور قید خانہ کے دیگر لوگوں کو کثرت گریہ کی شکایت پیدا ہو گئی۔ بالآخر ایک دن رونے اور ایک دن چُپ رہنے کا فیصلہ ہوا۔ (قصص الانبیاء ج ۱ ص ۲۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توکل میں کمی کی وجہ سے یہ حالات پیدا ہوئے، علم الہدیٰ سید مرتضیٰ علیہ الرحمۃ نے کتاب تنزیہ الانبیاء کے ص ۱ پر یہی کچھ تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ غیر خدا سے استعانت ممنوع نہیں صرف جو چیز محسوس کی گئی وہ توکل میں کمی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ کمی توکل وغیرہ کا سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب تسلیم کر لیا جائے کہ انہوں نے اپنی رلائی کے لئے سفارش کرائی تھی۔ لیکن میرے نزدیک ان کا تسلیم کرنا صحیح نہیں ہے۔ آیت کے عیون الفاظ یہ ہیں ”اذکس فی عند ربک“ حضرت یوسفؑ نے کہا اپنے مالک کے پاس میرا ذکر کرنا۔ اس میں سفارش کا کوئی حوالہ اور اشارہ نہیں ہے، اگرچہ عام مفسرین نے یہی مطلب لیا ہے لیکن میرے نزدیک یہ مطلب مشکوک ہے کیونکہ جس محل میں یہ بات کہی گئی ہے اس سے اس سفارش کی تائید نہیں ہوتی، قیدیوں سے جو کچھ بھی حضرت یوسفؑ کی گفتگو ہوئی ہے یا تو تعجب و حیرت کے بارے میں یا دین حق کے بارے میں اس کا کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا کہ انہوں نے اپنے قید کے مصائب کا کوئی ذکر کیا ہو، اور وہ ذکر کرتے ہی کیوں؟ جبکہ خود دعا کر کے قید حاصل کی تھی اور زلیخا کیٹ سے پوری خفیہ مراعات جو اس کے عشق کی وجہ سے تھیں بل رہی تھیں اور دربان ان کا مربد خاص تھا

ہر قسم کی رعایت کر رہا تھا اور بروایت انہیں جیل خانہ کا مختار اور نگران بنا دیا تھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت یوسف قید خانے میں قیدیوں کی خدمت کر رہے تھے اور اسی خدمت میں تعبیر خواب اور تعلیم توحید شامل تھی اور وہ جانتے تھے کہ خواب کی تعبیر مجھ سے بہتر کوئی نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ تعبیر خواب خصوصیات نبوت سے ہے اور خدا نے اس کا خصوصی علم مجھے دیا ہوا ہے۔ لہذا انہوں نے ساتی کے جانے کے موقع پر یہ کہا کہ تم نے تعبیر خواب میں میرا تجربہ کر ہی لیا ہے اور توحید کے بارے میں میرا خیال معلوم ہی کر لیا ہے۔ اب اگر ضرورت پڑے تو بادشاہ سے میرے کمال بتا دینا شاید وہ ضرورت کے وقت مجھ سے فائدہ اٹھا سکے اور میں اپنے فطری جذبہ خدمت سے بہرہ مند ہو سکوں چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ بات وہ بادشاہ سے قریبی ملاقات میں کہہ دیتا "فانسلہ الشیطان" لیکن شیطان نے اسے بھلا دے دیا، پھر اسے اس وقت یاد آیا۔ جب بادشاہ نے پریشان کن خواب دیکھا اور ارکان دولت سے اس کی تعبیر چاہی۔ چنانچہ ساتی نے بادشاہ سے کہا کہ ایک قیدی قید خانہ میں ہے جو تعبیر خواب میں بہت زیادہ ماہر ہے۔ وہی آپ کی مشکل حل کر سکتا ہے ارکان دولت کو تعبیر خواب سے کیا تعلق؟

یہ سن کر بادشاہ نے ساتی کو بھیج کر خواب کی تعبیر معلوم کر لی اور حضرت یوسف نے بھی بلا جیل و محنت تعبیر بتا دی۔ پھر اس کے بعد جب بادشاہ نے تعبیر خواب سے متاثر ہو کر حکم دیا کہ یوسف کو رہا کیا جائے اور انہیں میرے دربار میں لایا جائے حضرت یوسف کے پاس جب پیغام رہائی پہنچا تو یہ سمجھتے ہوئے کہ دعائیں کر کے جیل حاصل کی ہے بلاتامل کیوں چلے جائیں؟ انہوں نے کہا کہ بادشاہ سے کہہ دو کہ میں آسانی سے جیل کی چار دیواری نہ چھوڑوں گا۔ اگر وہ مجھے بلانا ہی چاہتا ہے تو پہلے میرے الزام قید کی تحقیقات کرائے اگر میرا جرم ثابت ہو تو مجھے قید میں ہسنے دے اور اگر میں بے خطا ثابت ہوں تو رہائی میرا حق ہے، اب رہ گئی تعبیر خواب کی خدمت جس کی میں نے ساتی کے ذریعہ سے خود خواہش کی تھی وہ میں نے ساتی ہی کے ذریعہ سے کر دی۔ یعنی جیل سے جب ہی باہر آ سکتا ہوں۔ جب رہائی میرا حق بن جائے میں اس میں کسی کا احسان نہیں قبول کرتا۔ غرضیکہ بادشاہ نے تحقیقات کرائی، عورتوں کے بیانات لئے، زلیخا کا اعتراف دیکھا اور شان و شوکت کے ساتھ حضرت یوسف کو بلالیا۔ مختصر یہ کہ وہ قید سے نکلے اور انہوں نے دونوں باتوں کی تکمیل کر دی جن کی ابتدا قید خانے میں کی تھی۔ (۱) تعبیر خواب (۲) تعلیم توحید اور اس خیال کو پروان چڑھا دیا جس کے تحت "اذکر فی عند ربک" کہا تھا یعنی بادشاہ کو خواب کی تعبیر دی اور اُسے مسلمان کر لیا، جس کے نتیجے میں پہلے "عزیز مصر" پھر "بادشاہ" بن گئے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

بادشاہ مصر کا خواب اور حضرت یوسفؑ کی رہائی

حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں لمحات حیات گزار رہے تھے کہ ایک دن جبرئیلؑ نے کہا کہ اے یوسفؑ اگر قید سے رہائی چاہتے ہو تو پھر اس طرح دعا کرو کہ بعد

میں جا کر ان الفاظ کو دھراؤ اللہم ان کانت ذنوبی قد اخلقت وجہی عندک فانی اتوجه الیک بوجہ ابائی الصالحین ابراہیم واسماعیل واسحاق و یعقوب۔ حضرت یوسفؑ نے اسی طرح کیا اور قید سے رہا ہو گئے، راوی کہتا ہے کہ میں نے اس دعا کے حوالے سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ مولا اسی قسم کے حالات میں ہم بھی اسی طرح دعا کیا کریں؟ حضرت نے فرمایا کہ تمہاری دعا کے الفاظ یہ ہونے چاہئیں ”اللہم ان کانت ذنوبی قد اخلقت وجہی عندک فانی اتوجه الیک بنبیک نبی الرحمة صلی اللہ علیہ وآلہ وعلی وفاطمہ والحسن والحسین والائمة علیہم السلام۔“

قصص راوندی میں ہے کہ جبرئیلؑ نے حضرت یوسفؑ کو یہ دعا بھی تعلیم کی تھی اللہم ارق اسئلک بحق محمد و اہلبیت الاعجلت فرجی وارحمتی مما انا فیہ۔ چنانچہ انہوں نے اسی طرح دعا کی اور رہا ہو گئے، اس دعا کے پڑھنے کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے قید سے چھوٹنے کی بشارت دی اور کہا کہ تم تین دن میں رہا ہو جاؤ گے اور ملک مصر کے مالک بن جاؤ گے۔ (النور المبین الجزء ۲ ص ۲۱۳)

العرض ادھر حضرت یوسفؑ جناب جبرئیلؑ کی بتائی ہوئی دعا پڑھ رہے تھے اور ادھر ملک مصر ریان بن ولید جسے فرعون مصر کہا جاتا تھا ایک خواب دیکھ بیٹھا۔ سونے سے جب بیدار ہوا بے انتہا گھبرا ادا اسی گھبراہٹ کی حالت میں ارکان دولت کو جمع کر کے ان سے کہا کہ میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے اور میں سخت پریشان ہوں، انھوں نے کہا اے بادشاہ اس خواب کو بیان تو کر، بادشاہ نے کہا کہ تمام ساحروں، کاہنوں، معبروں کو جمع کیا جائے۔ چنانچہ سب جمع کر دیئے گئے۔ جب سب جمع ہو گئے اور دربار سج گیا تو بادشاہ نے کہا، سنو میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازہ گائیں ہیں، ان کو سات دُہلی پتلی گائیں کھائے جاتی ہیں اور ان کے پیٹ کا جھم نہیں بڑھتا۔ اور سات تازی سبز بالیاں دیکھیں اور پھر سات سُکھی بالیاں ایسی دیکھیں کہ وہ بالکل ہی خشک ہیں اور پھر وہ خشک بالیاں تازی بالیوں پر جا پڑیں اور انھیں چپٹ گئیں اور انھیں بھی بالکل خشک کر ڈالا۔ اے میرے دربار کے علماء اور سردارو! اگر تم لوگوں کو خواب کی تعبیر دینی آتی ہے تو میرے اس عجیب و غریب خواب کی جلد تعبیر دو تا کہ مجھے اطمینان ہو۔ میں سخت پریشان ہوں۔ یہ سن کر حاضرین دربار نے متفقہ طور پر کہا کہ اے بادشاہ گھبرا نہیں، یہ شیطانی خواب ہے اور ناقابل تعبیر ہے۔ ہم اس کی کوئی تعبیر نہیں دے سکتے۔

یہ سن کر حضرت یوسفؑ کا وہ رفیق قید (ساتی) جو ان ہی دنوں میں قید رہا ہوا تھا اور یوسفؑ نے اس سے کہا تھا کہ اپنے مالک سے میرا ذکر کرنا کہ ایک شخص قید میں بے گناہ پڑا ہے۔ اسے سات سال کے بعد اس موقع پر یاد آگیا کہ خواب کی بہترین تعبیر دینے والا قیدی اب تک قید میں پڑا ہے بول اٹھا کہ اے بادشاہ مجھے قید خانے تک جانے دے تو میں اس کی صحیح تعبیر بتا دوں، بادشاہ نے اجازت دی اور وہ دوڑا ہوا قید خانے پہنچا اور حضرت یوسفؑ کی خدمت میں عرض پڑا ہوا۔ اے یوسفؑ! اے بڑے سچے یوسفؑ، ذرا ہمیں یہ تو بتائیے کہ سات موتی تازی گالوں کو سات دہلی پتلی گائیں کھائے جاتی ہیں اور سات بالیاں ہیں بالکل ہری کچھ اور پھر سات سوکھی مڑھ جاتی اس کی تعبیر کیا ہے تو میں لوگوں کے پاس پلٹ جاؤں اور بیان کروں تاکہ ان کو بھی تمہاری قدر معلوم ہو جائے حضرت یوسفؑ نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم لوگ سات سال متواتر کاشتکاری کرتے رہو گے تو جو فصل تم کاٹو تو اس کے دانوں کو بالیوں ہی میں لگی لے دینا پھڑانا نہیں مگر محفوظ اہیت جو ہم خود کھاؤ اسکے بعد بڑے سخت خشک سالی کے سات برس آئیں گے کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان ساتوں سال کے واسطے پہلے سے جمع کر رکھا ہو گا سب کھا جائیں گے مگر قدر قلیل جو تم بچ کے واسطے بچا رکھو گے بس پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب مینہ برے گا۔ اور انکو بھی خوب پھلے گا اور لوگ اس سال انھیں شراب کے لئے پھوڑیں گے۔

یہ سن کر "ساتی" جس کا نام (یونان) اور بروایت طبری نیولش تھا دوڑتا ہوا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور خواب کی ساری تعبیر جو حضرت یوسفؑ نے بیان کی تھی دہرا دی۔ اس لمحہ ہی خواب کی تعبیر سنی، "ہنگامہ بگا" ہو گیا اور چونک کر کہنے لگا کہ "ہیں" ایسا لائق بھی کوئی شخص قید میں ہے۔ اُس نے کہا اے بادشاہ میری سرگذشت سن، جب تو نے مجھے شہنشاہ میں قید کر دیا تھا تو میں نے ایک خواب دیکھا تھا اور میرے ساتھی نے بھی۔ اسی یوسفؑ نے تعبیر دی تھی اور جو کچھ اس نے تعبیر میں کہا تھا۔ بالکل وہی ہوا۔ اے بادشاہ وہ حسین ترین انسان ساری رات اور سارا دن عبادت میں اور خدمتِ امیران میں گزارتا ہے۔ بڑا شریف اور بے انتہا لائق ہے، میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تو اسے دیکھ لے تو گرویدہ ہو جائے گا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ ایسا شخص کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے اس نے کہا بے جرم و خطا عزیزِ مصر نے اپنی بیوی زلیخا کے کہنے پر اسے پابند سلاسل کر دیا ہے۔ یہ سن کر ملکِ ریان بن ولید نے عزیزِ مصر کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ یوسفؑ نامی قیدی کس جرم میں قید کیا گیا ہے۔ عزیزِ مصر نے کہا، اے بادشاہ تجھے تو سارا واقعہ معلوم ہے البتہ یہ کہ وہ قید کیوں کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ زلیخا کی بدنامی کو جلد فرو کرنے کے لئے اسے چند دنوں کے لئے قید کر دیا گیا تھا لیکن نہ جانے کیوں قید سے رہائی میں تاخیر ہو گئی ہے اور وہ عرصہ قید خانے میں پڑا ہے۔

یہ سنتے ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسفؑ کو پورے اکرام و احترام کے ساتھ قید سے لایا جائے اور میرے سامنے پیش کیا جائے حکومت کا فرستادہ حضرت یوسفؑ کی خدمت میں پہنچا اور وہاں کے سارے واقعات بیان کر کے کہنے لگا کہ چلئے آپ کو بادشاہ نے بلایا ہے، حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک قید خانے کی چار دیواری سے باہر نہ جاؤں گا جب تک بادشاہ ان عورتوں کو جنہوں نے میرا سامنا ہوتے ہی اپنا اپنا ماتھ کاٹ لیا تھا، بلا کر یہ نہ پوچھے کہ مجھے ان کی خواہش تھی یا انھیں میری خواہش تھی۔ نیز زلیخا سے یہ نہ دریافت کر لے کہ میں خطا وار تھا یا وہ خود میرے بارے میں عازم گناہ تھی۔ برید حکومت نے جاکر بادشاہ سے سارا واقعہ دہرایا بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ وہ ساری عورتیں جو دعوتِ زلیخا میں شریک تھیں۔ نیز خود زلیخا حاضر دربار ہوں، جب سب عورتیں جمع ہو گئیں تو بادشاہ نے سوال کیا کہ یوسفؑ کے بارے میں تم مجھے بتاؤ کہ تم ان پر فریفتہ تھیں اور تمہیں ان کی خواہش تھی یا وہ تمہارا طالب تھا، سب نے کہا بادشاہ وہ بالکل بے گناہ تھا جو بھی حرکت ہوئی وہ ہماری طرف سے تھی۔ پھر بادشاہ نے زلیخا کی طرف رخ کیا اور پوچھا کہ تم کیا کہتی ہو۔ زلیخا نے کہا کہ اب جب کہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے میں صاف صاف کہے دیتی ہوں کہ میں نے خود اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی تمنا کی تھی۔ وہ بالکل بے گناہ تھا اور یقیناً وہ بالکل سچا تھا اور ہے۔

برید حکومت نے حضرت یوسفؑ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ میں نے یہ ترکیب اسلئے کی اور یہ صورت اس لئے اختیار کی تاکہ تمہارے بادشاہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے عزیز مصر کی غیبت میں اس کی امانت میں خیانت نہیں کی اور مجھ پر جو الزام لگایا گیا سر تا سر غلط تھا۔ الغرض بادشاہ نے جب اپنے ایک خاص مقرب کو حضرت یوسفؑ کی خدمت میں بھیج کر طلب کیا، حضرت یوسفؑ، قبر الاحیاء و میت الاحزان یعنی قید خانے سے نکل کر باہر تشریف لائے۔ تفسیرِ تیسیر میں ہے کہ حضرت یوسفؑ کو ستر دربان لے کر روانہ ہوئے تھے اور پوری تعظیم و اکرام کے ساتھ انھیں منزلِ مقصود تک پہنچایا گیا تھا۔

حضرت یوسفؑ کی دربار میں رسیدگی اور خواب کا تذکرہ

حضرت یوسفؑ قید خانے سے برآمد ہو کر اپنی منزلِ مقصود پر پہنچے یعنی خانہ عزیز مصر میں وارد ہوئے اور وہاں غل وغیرہ کر کے لباسِ فاخرہ پہنا اور دربار

ریان کی طرف روانہ ہوئے۔ بروایتِ دور ویر سپاہ تا بہ دربار کھڑی تھی حضرت یوسفؑ جب گھوڑے پر سوار قریب دربار پہنچے تو بادشاہ استقبال کے لئے برآمد ہوا اور انھیں اپنے ہمراہ لے جا کر اپنے پہلو

میں بٹھایا اور ان سے کہا کہ میں نے جو خواب دیکھا ہے۔ اس کی تعبیر کے سلسلہ میں آپ سے پہلے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ جو باتیں کرنا ہوں کریں، تفسیر بحر المولج اور معالم التنزیل میں ہے کہ بادشاہ نے ستر زبانوں میں کلام کیا اور حضرت یوسفؑ نے ستر زبانوں میں جواب دیئے پھر اس نے اپنا خواب بیان کرنا چاہا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ آپ کا خواب مع تعبیریں خود تفصیل سے بیان کئے دیتا ہوں اگر آپ کی اجازت ہو تو شروع کر دوں۔ ملک ریان نے اجازت دی اور حضرت یوسفؑ نے اس خواب کو جس کا صرف خلاصہ قرآن مجید میں ہے۔ نہایت تفصیل سے بیان کیا اور اس کے بعد اس کی مفصل تعبیر بھی بتائی۔

ملک ریان خواب اور اس کی تعبیر سن کر حیران ہو گیا، کہنے لگا اے یوسفؑ واللہ کہ شان و حال اس خواب اگرچہ عجیب است اما فتن توبے زیادہ و نقصان عجب تر است۔ یہ خواب تو عجیب ہے مگر تمہارا بے کم و کاست بیان کرنا عجیب تر ہے، میں حیران ہوں کہ تمہیں یہ تفصیل کس نے بتائی اور اس غری و صداقت سے بیان کرنا کس نے سکھایا یقینی بات ہے کہ حضرت یوسفؑ نے فرمایا ہو گا کہ یہ سب کچھ میرے پالنے والے نے بتایا ہے۔

ملک ریان نے خواب اور اس کی تعبیر سن کر حضرت یوسفؑ سے خواہش کی کہ آپ اس آنے والے عظیم قحط کے زمانے میں انتظام پر بھی روشنی ڈالیں اور یہ بتائیں کہ اس وقت کیونکر گزار دیا جائے گا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا سنو، سب سے پہلے بات یہ ہے کہ تم فرمان نافذ کردو کہ ہر شخص غلہ اگانے کی طرف پوری توجہ دے اور جو کوتاہی کرے گا سزا کا مستوجب ہو گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ حکم نافذ کر دو کہ غلہ مناع نہ کیا جائے اور کم سے کم ہرقناعت کی جائے تیسری بات یہ ہے کہ جو کچھ اس سات سال میں اگے اسے بالی سمیت جمع کیا جائے اور دانے خوشے سے علیحدہ نہ کئے جائیں تاکہ کیڑے کوڑیوں کے نقصان سے محفوظ رہے، اے بادشاہ غلہ کی قحط پر ذمہ دارانہ طور سے اگر توجہ نہ کی گئی تھیں اور ملک موت کے گھاٹ اتر جائے گا۔ اور تیسرے ملک میں ایک شخص بھی زندہ نہ رہے گا کیونکہ قحط مسلسل سات سال رہے گا۔ بادشاہ آپ کی باتیں سن کر بولا کہ اتنا مستحکم انتظام کیونکر کیا جاسکتا ہے اور کون ایسا عاقل دزیرک، دانا اور ہوشمند چلائی مملکت میں ہے جو ذمہ دارانہ طور پر سنبھال سکے۔ میں تو تمہارے بیان کے مطابق ملک کے مستقبل سے سخت حیران و پریشان ہوں۔ حضرت یوسفؑ نے بروایت روضۃ الصفا فرمایا کہ ضبط محصولات و ارتقاعات ہفت سالہ راہن حوالہ نمائی، محصولات و ارتقاعات کا ہفت سالہ انتظام میں کر سکتا ہوں یہ کام میرے سپرد کر دے، بادشاہ نے اسے منظور کر لیا اور کہا کہ بہتر از تو کہ خواہد بود کہ تم سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے، بے شک مجھے یقین ہے کہ آنے والی مشکلات

کاتم ہی حل نکال سکتے اور قحط کی آنے والی بلا کو باحسن طریق ٹال سکتے ہو۔

حضرت یوسفؑ کا عزیز مصر ہونا | قرآن مجید میں ہے ”فَلَمَّا كَلِمَةً قَالَ اَنْتَ الْيَاقُوْبُ“

کی یوسفؑ سے کھل کر باتیں ہوئیں تو وہ بے حد متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ تم آج سے ہماری سرکار میں یقیناً باوقار اور معتبر ہو اور بلند مقام کے مالک ہوؤ یہ سن کر حضرت یوسفؑ نے فرمایا، اَجْعَلْنِي عَلَى خِزَانِ الْاَرْضِ اِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْهِ“ جب آپ نے میری قدر دانی کی ہے تو مجھے ملکی خزانوں پر مقرر کیجئے کیونکہ میں اس کا امانت دار خزانچی ہونے کی پوری صلاحیت رکھتا ہوں اور اس کے حساب و کتاب سے بھی اچھی طرح واقف ہوں۔

بادشاہ مصر نے بڑی خوشی سے حضرت یوسفؑ کو خزانوں کی کُنجی دے کر سابق عزیز مصر شوہر زلیخا کو معزول کر کے انھیں ”عزیز مصر“ بنا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب تک عزیز مصر زندہ رہا آپؑ اس کے احترام میں اس کا عہدہ قبول نہیں کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپؑ کو یہ افسری ملی تھی آپؑ کی عمر ۳۳ سال کی تھی اور میرے نزدیک یہ بالکل درست ہے کیونکہ بوقت خواب آپؑ کی عمر ۱۲ سال چند ماہ تھی۔ جب کنوئیں میں تھے بروایت الجبرائلی ۱۲ سال تھی پھر سات سال خانہ زلیخا میں رہے۔ پھر سات ماہ قید اول میں رہے، پھر ۷ سال تعمیر خواب سے پہلے اور ۷ سال تعمیر خواب کے بعد قید آخر میں رہ کر عزیز مصر بنے۔ بعض معاصرین نے کہا ہے کہ آپؑ ۱۸ سال قید میں رہے میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ طبری میں ہے کہ حضرت یوسفؑ کے قید سے چھوٹنے کے دو سال بعد عزیز مصر قتیض کا انتقال ہو گیا۔ قصص الجبرائلی ص ۱۹۲ میں ہے کہ بادشاہ مصر خواب کی تعبیر سن کر اور ان سے دیگر گفتگو کر کے اس درجہ متاثر ہوا کہ اُسے کہنا پڑا کہ ”مُسْتَل حَاجَتُكَ“ جو مانگنا ہو مانگ لو، حضرت یوسفؑ نے فرمایا مجھے خزانوں کا محافظ و امین بنا دیجئے۔ اور ان کی کنجیاں میرے حوالے کر دیجئے، اُس نے بخوشی اسے منظور کر لیا اور برائیت معالم التزیل و عجائب القصص مسلمان ہو گیا۔

حضرت یوسفؑ کی شادی خانہ آبادی | مؤرخین کا بیان ہے کہ عزیز مصر کے انتقال کے بعد بادشاہ مصر ریان

بن ولید نے یوسفؑ سے خواہش کی کہ وہ زلیخا کو اپنے جہالہ عقد میں لائیں، حضرت یوسفؑ اس مسئلے پر غور ہی کر رہے تھے کہ ایک دن آپؑ کی سواری گزرتے ہوئے آپؑ کے کان میں ایک ایسی ضعیفہ کی آواز آئی جو یوسفؑ یوسفؑ کہہ رہی تھی، حضرت یوسفؑ نے چلتی ہوئی سواری روک دی اور حکم دیا کہ اس ضعیفہ کو میرے سامنے حاضر کیا جائے۔ جب وہ سامنے آئی برائیت ایسی حالت میں

تھی کہ یوسفؑ اُسے پہچان نہ سکے۔ پوچھا تو کون ہے، کہا میں وہی غم زدہ اور رتم رسیدہ ہوں جو کبھی عزیزِ مصر کی بیوی کہلاتی تھی۔ پوچھا تیری یہ حالت کیسے ہو گئی ہے۔ اُس نے کہا درِ فراق نے کمر توڑ دی ہے اور نایبنا کر دیا ہے۔ زلیخا کی غم انگیز گفتگو سے حضرت یوسفؑ متاثر ہوئے اور انہوں نے دربار میں حاضری کا حکم دیا۔ بروایت الجرائری ”فلما دخلت قال لها“ جب زلیخا حاضر دربار ہوئی تو حضرت یوسفؑ نے پھر یہی سوال کیا کہ یہ تیری کیا حالت ہو گئی ہے اس نے کہا کہ قابلِ حمد ہے وہ خدا جس نے اطاعت کی وجہ سے غلام کو بادشاہ بنا دیا اور مصیبت کی وجہ سے بادشاہ کو حقیر کر دیا، پھر پوچھا اے زلیخا یہ بتا دہ کوئی چیز تھی جس کی وجہ سے تو نے میری طرف والہانہ توجہ کی اور بے تابانہ تعمیل کی خواہش کی، اس نے کہا ”حسن و جھلک یا یوسفؑ تمہارے حسن و جمال نے مجھے مجبور کر دیا تھا، اور صرف مجھے نہیں بلکہ دنیا کی ان تمام عورتوں کو بے تاب کر رکھا تھا جنہوں نے تم کو دیکھا تھا، یہ سن کر حضرت یوسفؑ نے جمالِ محمدیؐ کا ذکر کیا، زلیخا حضرت محمد مصطفیٰؐ کا نام سنتے ہی اُن کی محبت کا دم بھرنے لگی۔ فادھی اللہ عن دجل الی یوسفؑ، اس کے فوراً بعد حضرت یوسفؑ کی طرف وحی آئی کہ اے یوسفؑ ”انی اجبتہا لجنھا محمدؐ“ چونکہ یہ محمدؐ کو دوست رکھتی ہے اس لئے میں بھی اسے دوست رکھتا ہوں۔ لہذا اب تم اس سے نکاح کر لو۔“

قصص الانبیاء ملا محمد الجبرریؒ میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے زلیخا سے کہا کہ تو اب کیا خواہش رکھتی ہے۔ اس نے کہا کہ را، ایمان لانا چاہتی ہوں (۲) کھوئی ہوئی بادشاہی کی خواہش مند ہوں (۳) تمہارے جہاں نکاح میں آنے کی تمنا رکھتی ہوں۔

عجائب القصص علامہ عبدالواحدؒ میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے زلیخا سے فرمایا کہ تو ایمان لا، چنانچہ وہ اسی وقت ایمان لائی، پھر یوسفؑ نے فرمایا کہ اب بتا کیا چاہتی ہے اس نے کہا ”سب سے پہلے آنکھوں کا نور اور بینائی چاہتی ہوں تاکہ تمہارے جمال پر کمال کو دیکھ سکوں، پھر اس کے بعد کھوئی ہوئی جوانی کی خواہش مند ہوں، پھر اس کے بعد تم سے عقد کی تمنا رکھتی ہوں۔ اسی دوران میں حضرت جبریلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے کہا اے یوسفؑ یہ زلیخا جو کچھ کہتی ہے مانگتے جاؤ اور سنو یہ جوانی جو پلٹانے کی خواہش کرتی ہے اسکی تکمیل اس طرح ہو سکتی ہے کہ تم دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرو۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ نے دعا کی اور جوانی پلٹ آئی۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ پروردگار عالم نے وحی کی کہ اے یوسفؑ میری خواہش ہے کہ تم زلیخا سے نکاح کر لو اور سنو، بالائے عرش نکاح ہو چکا ہے۔ تم بالائے زمین نکاح کرو، یوسفؑ نے بارگاہِ خداوندی میں سر نیاز جھکا کر تعمیل حکم کا وعدہ کیا اور درخواست کی کہ میرے پالنے والے

پھر زلیخا کی جوانی پلٹا دے، حضرت یوسفؑ کا دُعا کرنا تھا کہ زلیخا کی جوانی پورے آب و تاب اور
حُسن و جمال کے ساتھ پلٹی ہے

جمالِ مردہ اش را زندگی داد	رض را خلعتِ سرخندگی داد
بجوسے رفتہ باز آورد آبش	دزان شد تازہ گلزار شبابش
ز کافرش برآمد مشک تانار	ز صبحش آشکارا شد شب تار

زلیخا جن کی عمر اس وقت چالیس سال کی تھی، اٹھارہ سالہ دوشیزہ بن گئی اور باہمی مناکحت ہو گئی ہے

بقانونِ غلیل و دین یعقوبؑ	بآئینِ جمیل و صورتِ خوب
زلیخا را بعقدِ خود در آورد	بعقدِ خویش یکتا گوہر آورد

عقد کے بعد جب سب لوگ چلے گئے تو قصر کے حجرہ خالی میں شمس و قمر کا اجتماع ہوا، اور
رسم زفاف ادا کی گئی۔

بجان و تن پیوستند زاسان	کہ جان از تن نہ شد فرق و تن از جان
شہ آں در سفت مآرا سفتی نیست	سخن بسیار ہست و گفتی نیست

تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے جب جناب زلیخا کے ساتھ ہمبستری کی تو
ان کو بالکل باکرہ پایا۔ قصص جویری میں ہے کہ اجتماع النیرین اور قرآن السعدین کے وقت
اخلال ازار کے بجائے اشفاق جامہ کیا گیا تھا۔

حضرت یوسفؑ کی جناب زلیخا کے ساتھ شادی ہو گئی اور یہ دونوں ایک روح دو قالب
کی حیثیت سے تا آخر حیات، زندگی گزارتے رہے۔ بروایت روضۃ الصفا خداوند عالم نے
انھیں تین اولاد عطا کی۔ دو لڑکے ایک لڑکی۔ لڑکوں کے نام (۱) افرہیم (۲) میثا تھے۔ اور
لڑکی کا نام رحمت تھا۔ الیعقوبی میں افرہیم اور منشی مرقوم ہے اور طبری میں فرامیں اور میثا
لکھا ہے۔ حاشیہ فرامانی میں لڑکی کا نام رحیمہ تحریر ہے اور لکھا ہے کہ یہ وہی بی بی ہیں جو آگے
چل کر حضرت الیوبؑ کی زوجہ قرار پائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے فرزندوں کا
نام افرہیم اور میثا ٹیم تھا۔

الغرض حضرت یوسفؑ علیہ السلام بحیثیت
”عزیزِ بومصر“ زندگی گزار رہے تھے اور

حضرت یوسفؑ کی بادشاہت

مہجرانہ طور پر سلطنت کا نظام سنبھال کر بادشاہ مصر ریان بن ولید کے دل کی گہرائی میں اپنی
جگہ بنا رہے تھے کہ آپ کی عمر چالیس سال کی ہو گئی۔ اب وہ وقت تھا کہ بادشاہ کو آپ کے حسن و
تدبیر پر کامل اعتماد و اطمینان ہو گیا۔ لہذا اُس نے اپنا جڑاوشاہی تاج آپ کے سر پر رکھا اور شاہی

پہنایا اور اپنی خاص تلوار حائل کی اور اپنے تخت پر بٹھایا۔ جو بروایت سونے کا تھا اور جواہرات سے مرصع تھا اور تمام اراکین سلطنت کو آپ کی خدمت اور ہمنوائی کیلئے مقرر کیا اور سلطنت کے تمام امور آپ کے سپرد کر کے خود دستبردار ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب بادشاہ نے فراخی کے سات سال میں غلے کے ذخیرے کا انتظام دیکھا تو سمجھ گیا کہ ملک کو مجھ سے زیادہ اس بندہ خدا کی ضرورت ہے لہذا اس نے ملک کی ترقی کے لئے تخت سلطنت حضرت یوسفؑ کے حوالہ کر دیا۔ طبری میں ہے: ”وہمہ کار ہائے مملکت ہدوسپرد“ سلطنت کے جملہ کام ان کے سپرد کر دیئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسفؑ چالیس ہی سال کی عمر میں مبعوث برسات ہوئے۔ طبری نے ۳۰ سال کی عمر میں آپ کی بعثت کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عزیز مصر بننے کے ایک ہی سال بعد آپ بادشاہ بنائے گئے تھے واضح ہو کہ حضرت یوسفؑ کے نبی اور بادشاہ ہونے کے بعد ایک دن حضرت جبرئیل ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ ایک شخص سامنے سے گزرا۔

انکشاف

حضرت جبرئیل نے پوچھا اے یوسفؑ تم اسے پہچانتے ہو، آپ نے فرمایا نہیں حضرت جبرئیل نے کہا یہ وہی شخص ہے جس نے بچپن میں گہوارے سے تمہاری پاکدامنی کی شہادت دی تھی۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ پھر تو میرے ذمہ اس کا بڑا حق ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے اسے اپنے قریب بلایا ”وخلعت گرامنیا یہ وپڑ بہائی پوشانیدنند اور اوزیر خود گردانید“ اور اس کے میلے کپڑے اتار کے اسے قیمتی خلعت پہنایا اور اپنا وزیر بنالیا۔

مصر اور اس کے اطراف میں عالم گیر قحط اور برادران یوسفؑ کی مصر میں آمد

مصر میں بلکہ تمام ممالک میں قیامت برپا ہو گئی اور ساری دنیا بھوک سے مرنے لگی۔ حضرت یوسفؑ نے جو فراخی اور خوش حالی کے زمانے میں سات سال مسلسل غلہ جمع کیا تھا اسے بیچنا شروع کیا، آپ نے غلہ کی فروخت کا یہ اصول معین فرمایا کہ مصریوں اور باہر کے لوگوں کو برابر غلہ دیا جائے اور اس کی حد یہ ہو کہ ایک اونٹ سے زیادہ کسی کو نہ دیا جائے کیونکہ اس کا بھی اندیشہ تھا کہ لوگ زیادہ لے جا کر تجارت شروع کر دیں گے، آپ نے جو غلے کی قیمت مقرر کی اس کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ پہلے سال، روپے کے عوض، دوسرے سال، زیورات و جواہرات کے عوض، تیسرے سال، چوپایوں، جانوروں کے عوض چوتھے سال غلاموں لونڈیوں کے عوض

پانچویں سال گھروں درختوں اور اثاث البیت کے عوض، چھٹے سال، کھیتوں، نہروں کے عوض غلہ دیا اور جب لوگوں کے ملک میں کوئی باقی چیز نہیں رہی تو ساتویں سال لوگوں کی جانوں کا مول کر کے غلہ دیا۔ غرضیکہ اس تمام ملک میں کوئی معتقفس ایسا نہ تھا جو حضرت یوسفؑ کا غلام یا لونڈی نہ ہو، یوں خدا نے حضرت یوسفؑ سے غلامی کا دھبہ مٹا دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسفؑ کا بھوک کی بڑی خاطر مدارات کرتے اور انکی دہائی فرماتے تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کی شہرت ہو گئی اور غلہ فروخت کرنے کا چرچا ہو گیا۔ جب اخلاق یوسفی اور غلہ کی فروختگی کا آواز ملک سے باہر پھیلا تو لوگ باہر سے بھی آنا شروع ہو گئے باہر سے جو سب سے پہلے آیا وہ حضرت اسماعیلؑ کے فرزند تھے، حضرت یوسفؑ نے انھیں شرف ملاقات بخشا اور ان کی پیشانی میں نور محمدی کی تابانی دیکھی۔ پھر انھیں اپنے پاس بٹھایا اور مناسب پیمانہ میں ان کو غلہ دیا۔ وہ حضرت یوسفؑ کے اخلاق سے بے حد متاثر ہوئے اور واپس جاتے ہوئے تمام آپ کا تذکرہ کرنے لگے جس سے سارے ممالک میں حضرت یوسفؑ کے اخلاق کریمانہ اور غلہ کی فروخت کا افسانہ زبان زد خاص و عام ہو گیا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ جب قحط شروع ہوا تو حضرت یوسفؑ نے دن میں ایک مرتبہ دست نگران، ارکان و ملازمان کو کھانا دینے کا نظام بنایا اور خود سیر ہو کر نہ کھانے کا پروگرام مرتب کیا، تاکہ بھوکوں کی تکلیف کو فراموش نہ کر سکیں۔

الغرض قحط نے پورا زور پکڑ لیا اور ساری کائنات حیران و پریشان ہو گئی، جو کچھ جس کے پاس تھا وہ سب پیٹ کی نذر ہو گیا۔ جتنی زمین، مکان، زیورات کے علاوہ نقد جان بھی قربان کر دینا پڑی، مختصر یہ کہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ اور بہارِ دقت و دشواری آیا قحط کا ٹٹے گئے۔ بالآخر حضرت یوسفؑ نے سب پر کرم گستری کی اور وہ لوگ جو آپ کے خریدے غلام بن چکے تھے، انھیں آزاد کر دیا اور جن جن لوگوں کی جو جو چیزیں غلہ کی قیمت کے طور پر لے لی تھیں سب واپس کر دیں۔

اسی دوران میں جب کہ قحط پورے شباب پر تھا اور حضرت یوسفؑ کے اخلاق اور غلہ فروخت کرنے کا شہرہ عام ہو گیا تو حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حضرت یعقوبؑ سے جا کر کہا کہ بادشاہ مصر غلہ فروخت کر رہا ہے اور اخلاق کریمانہ کے ساتھ لوگوں سے ملتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو ہم لوگ بھی جا کر غلہ حاصل کریں۔ حضرت یعقوبؑ جو کہ "بیت الاحزان" میں بیٹھے حضرت یوسفؑ کو رو رہے تھے کہنے لگے کہ مجھے تو تم لوگوں کی جذباتی پسند نہیں۔ لیکن اب جب کہ مجبوری ہے تو جاؤ غلہ حاصل کرو۔

برادران یوسف، خرید کا سامان لے کر روانہ ہوئے۔ یہ دس افراد تھے کیونکہ حضرت یعقوب نے بنیامین کو اپنے پاس سے جانے نہیں دیا۔ جب یہ مصر پہنچے تو انھوں نے وصال کے قاعدے کے مطابق اپنا نام اور پتہ لکھ کر حضرت یوسف کے پاس بھیجا، انھوں نے جب حالات سے اندازہ لگایا کہ یہ سب ہمارے بھائی ہیں تو فرمایا کہ ان لوگوں کو بلا دیا جائے۔

جب یہ لوگ حضرت یوسف کی خدمت میں پیش ہوئے تو حضرت یوسف نے ان لوگوں کو پہچان لیا۔ مگر ان لوگوں نے حضرت یوسف کو نہ پہچانا، حضرت یوسف نے پوچھا کہ تم کون کون لوگ کہاں سے آئے ہو، تمہارے باپ کا کیا نام ہے اور تمہارا خاندان کونسا ہے اور تم کتنے بھائی ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم کنعان سے آئے ہیں۔ ہمارے باپ کا نام یعقوب ہے۔ ہم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد سے ہیں۔ ہم بارہ بھائی تھے۔ ہمارا ایک بھائی جو ہم سب میں سب سے بہتر تھا۔ اُسے بھیڑیئے نے کھالیا، انھوں نے پوچھا کہ اس کا کیا نام تھا۔ انھوں نے کہا اس کا نام یوسف تھا، پوچھا اُسے بھیڑیئے نے کس طرح کھالیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم بڑی مشکلوں سے اسے اپنے والد کو راضی کر کے جنگل میں لے گئے تھے۔ ناگاہ اُسے بھیڑیا کھا گیا، پوچھا پھر اس کے کھائے جانے کے بعد اس کے باپ پر اس کا کیا اثر ہوا۔ ان لوگوں نے کہا کہ باپ تو اس کے غم میں روتے روتے اندھے ہو گئے ہیں۔ انہوں نے ایک ”بیت الاحزان“ بنوایا ہے اور وہ شب و روز اُسی میں بیٹھے رویا کرتے ہیں۔ حضرت یوسف نے کہا کہ وہ اندھے کیونکر ہو گئے انہوں نے کہا معلوم نہیں بس یہ جانتے ہیں کہ گم شدہ فرزند کا کورتہ چہرے پر رکھ کر روتے ہیں او اندھے ہو گئے ہیں۔ حضرت یوسف نے کہا کہ ان کا علاج بھی کرنے ہی سے ہوگا پھر حضرت یوسف نے پوچھا کہ جب کہ تم بارہ بھائی تھے اور ایک کو بھیڑیا کھا گیا اور دس تم ہو تو پھر تم میں سے ایک اور بھائی کیا ہوا اور اس کا کیا نام ہے، ان لوگوں نے کہا کہ اسے والد نے اپنے پاس رکھ لیا ہے اور اُسے بھی بہت چاہتے ہیں کیونکہ وہ گرگ خوردہ بھائی کا سگ ہے اور اس کا نام ”بنیامین“ ہے۔

حضرت یوسف نے ان سے گفتگو کے بعد حکم دیا کہ انھیں ان کے سامان کے عوض ہر ایک کو ایک ایک اونٹ غلہ دے دیا جائے، چنانچہ سب کو غلہ دے دیا، ان لوگوں نے جب حضرت یوسف کو بہت مہربان پایا تو ان سے کہنے لگے کہ ہمارا ایک بھائی جو ہمیں آسکا اس کا بھی ایک اونٹ غلہ عنایت فرمایا جائے۔ حضرت یوسف نے فرمایا کہ یہ قاعدے کے خلاف ہے، اب کی مرتبہ جب تم پھر آنے لگنا تو اپنے اس بھائی کو بھی ہمراہ لانا تاکہ تم کو اس کا بھی غلہ دیا جائے۔

العرض برادران یوسف، اپنا اپنا غلہ لے کر مہر روانہ ہو گئے اور قطع منازل و طرسل کرتے

ہوئے کنعان پہنچے اور اپنے والد سے تمام سرگزشت بیان کی اور کہا کہ آئندہ جب ہم جائیں گے تو ”بنیامین“ کو بھی ہمراہ لے جائیں گے تاکہ ایک اونٹ اور غلہ زیادہ ملے۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں تو بنیامین کو جانے نہ دوں گا۔

غصہ یہ کہ جب تھوڑا عرصہ گزرا تو ان لوگوں نے دوبارہ مصر جانے کا پروگرام بنایا اور اپنے والد سے کہا کہ ”بنیامین“ کو بھی ہمارے ہمراہ کر دیجئے۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ ایک بیٹے کو پہلے تمہارے ہمراہ کیا تو آج تک رد نہ ہوا۔ اب اسے بھی ساتھ کر دوں یہ کیسے ہو سکتا ہے، ان لوگوں نے جب بہت اصرار کیا اور حفاظت کا یقین دلایا تو حضرت یعقوبؑ نے ”بنیامین“ کے ہمراہ لے جانے کو منظور کر لیا۔ جب یہ لوگ کنعان سے روانہ ہونے لگے تو حضرت یعقوبؑ نے ہدایت کی کہ دیکھو ایک دروازے سے تم سب نہ داخل ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل دربار ہونا کیونکہ تمہارے تن و توش اور تعداد سے اندیشہ ہے کہ کہیں نظر نہ لگ جائے۔

غرضیکہ یہ لوگ حضرت یعقوبؑ سے رخصت ہو کر طے مراعل اور قطع منازل کے بعد شام کے وقت مصر پہنچے اور صبح کو اطلاع بھیجی کہ ہم لوگ پھر آگئے ہیں اور ہمارے ساتھ ہمارا بھائی بھی ہے جو اس دفعہ نہیں آیا تھا۔

حضرت یوسفؑ نے جوہی ان لوگوں کے پہنچنے کی اطلاع پائی فوراً بلالیا، اور ان کا پورا پورا احترام کیا۔ حضرت یعقوبؑ کے حالات دریافت کئے اور ”بنیامین“ سے ملاقات کی۔ پھر کھانے کے وقت شاہی دسترخوان بچھایا گیا، حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ ایک ایک خوان میں دو دو بھائی شریک ہو جائیں۔ چنانچہ دو دو افراد ایک ایک خوان پر بیٹھ گئے ”بنیامین“ تنہا بیٹھے کیونکہ اکیلے تھے، اکیلے بیٹھنے کے بعد ”بنیامین“ رونے لگے۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا کیوں روتے ہو۔ کہا ”مجھے میرا بھائی یوسفؑ یاد آگیا، حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں میں یوسفؑ کی جگہ پر تمہارے ساتھ کھانے میں شریک ہوا جاتا ہوں۔ کھانا کھانے کے دوران او بات چیت ہوئی۔ بالآخر حضرت یوسفؑ نے بنیامین سے فرما دیا کہ میں بنی یوسفؑ ہوں جسے تم رو رہے ہو۔ لیکن دیکھو اس راز کو ظاہر نہ کرنا۔

بنیامین نے کہا کہ اب تو میں آپ کی خدمت سے واپس نہ جاؤں گا۔ بالآخر بروایت طبری دونوں میں خفیہ مشورہ ہو گیا اور نتیجہ پر بنیامین کے سامان میں کوئی پیالہ رکھوا کر بطور سزا انھیں روک لیا گیا کیونکہ اس کے بغیر انھیں روکنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔

برادران یوسفؑ مجبوراً بنیامین کو مصر میں چھوڑ کر روانہ ہو گئے، چلتے چلتے جب کنعان پہنچے اور حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ”بنیامین“ کے متعلق سوال کیا انھوں نے

واقعہ بیان کیا حضرت یعقوبؑ بیچ مار کر روئے اور کہنے لگے کہ تم نے پھر مجھے دھوکا دیا۔

عزیز مصر کے نام حضرت یعقوبؑ کا خط

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسفؑ کو تو عرصہ دراز سے رو ہی رہے تھے کہ

اب "بن یامین" کو بھی رونا پڑا۔ روتے روتے ایک دن اپنے ایک پوتے "فارض بن یہودا" کو بلا کر عزیز مصر کے نام ایک خط لکھوایا۔ جس میں تحریر کر لیا کہ مجھے آپ کے اخلاق کیمانہ کی اطلاع ملی ہے۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ اکثر تلامذہ کی منزل میں سے ہیں، ہمارے ہی دادا ابراہیمؑ تھے جن کو دست و پا بستہ آگ میں ڈالا گیا تھا اور خدا نے ان کے لئے آگ کو گلہ اربنا دیا تھا اسے عزیز مصر میں اس تلامذہ میں مبتلا ہوں کہ میرے ایک فرزند تھا جس کا نام یوسفؑ تھا جو میری بہترین اولاد تھا جس پر میں دل و جان سے قربان تھا۔ اسے میرے بیٹے ایک دن جنگل کی طرف مجھے مجبور کر کے لے گئے اور نہ جانے اسے کیا کیا، واپس آکر جواب دے دیا کہ یوسفؑ کو بھڑیا کھا گیا ہے۔ اسے عزیز اس کی جدائی نے میری کمر توڑ دی ہے۔ میری آنکھوں کا نور زائل کر دیا ہے۔ دنیا تا ایک ہو چکی ہے۔ زندگی سے عاجز ہو چکا ہوں۔ اسے عزیز مصر خدا شاہد ہے کہ میں اس فرزند کی گم گشتگی کے بعد سے اس کے دوسرے سگے بھائی یامین سے دل بدلیا کرتا تھا، مگر افسوس میرے انھیں بیٹوں نے جنہوں نے میرے نور نظر یوسفؑ کو گم کیا تھا اسے بھی میری نظر سے اوجھل کر دیا ہے اور کہتے ہیں کہ اسے عزیز مصر نے ایک چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے، عزیز میں یہ نہیں سمجھتا کہ ایک فرزند نبی چوری کیونکر کر سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی مجھے اصل واقعہ سے بحث نہیں۔ میں تو بطور استدعا کہتا ہوں کہ خدا را میرے فرزند ابن یامین کو چھوڑ دو۔ میں اس کے عوض صرف یہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں موقع دُعا میں یاد کر کے تمہاری ترقی تحت اور بقا تحت کی خدا سے التجا کروں۔ حضرت یعقوبؑ نے فارض بن یہودا ہی کو خط دے کر روانہ کیا، وہ تیز رفتاری کے ساتھ مصر جا رہے تھے جب مصر پہنچ گئے تو مناسب موقع سے حضرت یوسفؑ کے سامنے پیش ہو گئے۔ حضرت یوسفؑ نے جو بنی خط پڑھا، آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے، فوراً خط کے جواب میں تحریر کیا کہ آپ قدرے صبر فرمائیں۔ انشاء اللہ بہت جلد آپ کی مراد حاصل ہو جائے گی۔ حضرت یوسفؑ نے خط کا جواب تحریر کر کے فارض بن یہودا کو کافی عطیات دے کر جلد سے جلد کنعان پہنچنے کی ہدایت کی۔ حضرت یعقوبؑ نے خط پڑھ کر دل میں تسلی محسوس کی اور زبان سے کہا کہ خط کا جو انداز ہے وہ نبوت کی طرف غمازی کرتا ہے۔

حضرت یعقوبؑ چونکہ عزیز مصر کے خط سے بہت زیادہ مطمئن ہو گئے تھے۔ لہذا انھوں نے اپنے

برادر ابن یوسفؑ کی پھر مصر کو روانگی

بیٹوں سے کہا کہ تم لوگ پھر ایک بار مصر جاؤ، کچھ غلہ بھی لاؤ اور اپنے بھائی "ابن یامین" کو بھی لانے کی سعی کرو۔

حضرت یعقوبؑ کے فرمانے سے ان کے سب فرزند عازم مصر ہو گئے۔ کنعان سے روانہ ہو کر جب مصر پہنچے اور عزیز مصر (حضرت یوسفؑ) سے ملے تو نہایت عاجزی کے ساتھ عرض کرنے لگے کہ اے عزیز ہمارے والد آپ کے مرسلہ خط سے بہت زیادہ مطمئن ہو گئے ہیں اور انہوں نے ہم کو پھر آپ کی خدمت میں یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ ہم آپ سے یہ عرض کریں کہ اولاد یعقوبؑ بھوکے سخت امتحان میں مبتلا ہے، جو غلہ آپ نے دیا تھا وہ ختم ہو گیا ہے اور ہم بدستور صعوبتِ قحط برداشت کر رہے ہیں اور سخت تکلیف میں ہیں اگر ہو سکے تو کچھ اور غلہ عنایت کر دیجئے۔ ہم معاوضہ اور قیمت کے طور پر پریشم، چٹڑا، گھی وغیرہ اپنے ہمراہ لائے ہیں۔

یہ سن کر حضرت یوسفؑ کا جسم لرز اٹھا، دل میں کہنے لگے۔ خدا نے مجھ پر کرم کیا ہے اور میں اتنی فراخی میں گزر کر رہا ہوں اور میرے پدر بزرگوار اور میرے بھائی اتنی شدت و تکلیف میں ہیں، سخت رنج اور غم کی بات ہے۔

یہ سوچ کر اپنے مقام سے اٹھے اور اندر جا کر خوب روئے، پھر باہر آئے اور باتیں کرنے لگے۔ پھر دل بھر آیا، پھر اندر گئے اور خوب روئے، آخر حضرت یوسفؑ سے نہ رہا گیا۔

حضرت یوسفؑ ظاہر ہو گئے | اور بے ساختہ بول اٹھے اے میرے بھائیو! تمہیں کچھ معلوم ہے کہ جب تم ناصحہ سے جل رہے تھے

تو تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا سلوک کئے۔ اس پر وہ لوگ چونکے اور کہنے لگے ہائیں، کیا تم ہی یوسفؑ ہو، حضرت یوسفؑ نے کہا ہاں، میں ہی یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، وہ لوگ کہنے لگے، خدا کی قسم، خدا نے تمہیں یقیناً ہم پر فضیلت دی ہے اور بے شک ہم ہی یقیناً از سر تا پا خطا دار تھے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ اب آج سے تم پر کچھ الزام نہیں، میں نے معاف کر دیا خدا تمہارے گناہ معاف فرمائے وہ سب سے زیادہ رحیم و کریم ہے۔

حضرت یعقوبؑ کے نورِ نظر کی واپسی | اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے ایک قہص دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرا کرتے اے عباد

اور اس کو آبا جان کے چہرے پر ڈال دو وہ پھر بیٹا ہو جائیں گے اور سنوا ان سے یہ عرض کرنا کہ وہ سب لڑکے بالوں سمیت میرے پاس مصر تشریف لے آئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ وہی کرتے ہیں جو آگ میں پڑنے کے وقت حضرت ابراہیمؑ کو حضرت جبریلؑ نے بہشت سے لا کر بیٹا پاتا تھا اور حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے رخصت ہونے کے وقت بازو پر باندھ دیا تھا اور جب کنوئیں میں گرے تو

حضرت جبرئیلؑ نے کھول کر اسے پہنا دیا تھا۔ اس کرتے کی خاصیت یہ تھی کہ جب کسی بیمار پر ڈالا جاتا تھا تو مرض فوراً زائل ہو جاتا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت یعقوبؑ فوراً بدینا ہو گئے۔

مرض جب فرزدان یعقوبؑ اسے لے کر مصر سے باہر نکلے اور صحرا میں پہنچے تو بحکم خدا صبا نے اس کی خوشبو دس منزل سے حضرت یعقوبؑ کے دماغ تک پہنچائی اور جب ہی سے بشارت کو باد صبا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

الغرض کرتے لے کر برادران یوسفؑ مصر سے روانہ ہوئے اور جوہنی جنگل میں پہنچے ان کے مشام میں کرتے کی خوشبو محسوس ہونے لگی، وہ بولے اے میرے کنبے والو اگر تم مجھے سٹھپایا ہو انہ کہو تو میں ایک بات کہہ دوں اور وہ یہ ہے کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو معلوم ہو رہی ہے وہ بولے خدا کی قسم آپ اپنی پرائی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اب کہاں یوسفؑ اور کہاں ان کی خوشبو۔
الغرض جب بشیر یعنی خوش خبری دینے والا پہنچا اور اس نے یوسفؑ کا کرتہ حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر ڈال دیا تو ان کی آنکھیں نور نظر سے معمور ہو گئیں اور وہ از سر نو دیکھنے لگے ایک روایت میں ہے کہ کرتہ یہود اے گیا تھا اور اس نے حضرت یوسفؑ سے یہ کہہ کر اسے حاصل کیا تھا کہ خون آلود کرتہ بھی میں ہی لے گیا تھا جس سے پدر بزرگوار کا نور نظر زائل ہوا تھا لہذا یہ بشارت کا کرتہ بھی میں ہی لے جاؤں گا جو نور بصر کو پٹانے والا ہے۔

المختصر، جب رسول کے بعد حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں کھلیں اور بیٹوں کی نظریں چار ہوئیں تو بیٹے ٹہک گئے اور کمال ندامت کے ساتھ باپ سے عرض کرنے لگے۔ بابا جان ہم نے بڑا سخت گناہ کیا تھا، آپ خدا سے ہماری معافی کے لئے دعا فرمائیے، حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں عنقریب تمہاری مغفرت کے لئے دعا کروں گا، اور امید ہے کہ خدا معاف کر دے گا۔ کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔

حضرت یعقوبؑ کی کنعان سے روانگی، مصر میں سیدگی اور حضرت یوسفؑ سے ملاقات

حُب الوطن از ملک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل دریحاں خوشتر
یوسفؑ کہ بر مصر بادشاہی می کرد
می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

حضرت یوسفؑ بھائیوں کے ذریعہ سے پدر بزرگوار کی خدمت میں مصر تشریف لائے کی پہلی ہی دھڑ دے چکے تھے، اب چند دن جو گذرے تو تقاضا تشریع کہ دیا اور اصرار میں شدت پیدا کر دی جب آپ کا نام بار بار پہنچا تو یہود نے حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ بابا جان مصر سے مسلسل تقاضا روانگی ہو رہا ہے۔ لہذا آپ تشریف لے چلنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اسی دوران میں مصر سے ایک سو عماریلوں والے نانے۔ ۲۰، اونٹ، ۳۰ گھوڑے پہنچ گئے۔ حضرت یعقوبؑ وحی ربانی کا اشتہار کر رہے

تھے کہ جبرئیل آکر کہنے لگے کہ تین دن میں سامان سفر درست کر کے چوتھے دن روانہ ہو جاؤ، چنانچہ حضرت یعقوبؑ بال بچوں اور اعزاء و اقرباء سمیت کنگان سے روانہ ہو گئے۔ موزین کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت یعقوبؑ کی سواری وطن سے روانہ ہوئی، اس وقت کہرام برپا تھا۔ حضرت یعقوبؑ خود بھی رو رہے تھے اور وطن والے فلک شگاف نالے کر رہے تھے، کوئی یعقوبؑ کی رکاب سواری سے آنکھیں مل رہا تھا، کوئی سواری کے پیر دل سے لپٹ رہا تھا۔ حضرت یعقوبؑ سب کو سمجھا بھٹا رہے تھے اور انہیں فراخی و کشائش کی دُعا دے رہے تھے۔ معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے ساتھ ۷۰ نفر تھے۔ سواری روانہ ہوئی اور منزل بہ منزل مصر کے قریب پہنچی۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر منزل پر قیام و طعام کا نہایت معقول انتظام تھا۔ قریب مصر پہنچ کر قافلہ یعقوبؑ منزل گیر ہوا، حضرت یعقوبؑ نے یہود کے فرزند فارض کو حکم دیا کہ مصر میں جا کر یوسفؑ کو میرے اس مقام پر پہنچنے کی اطلاع دے آئیں۔

فارض روانہ ہو کر حضرت یوسفؑ کی خدمت میں پہنچے اور قافلہ کی رسیدگی کی اطلاع دی۔ حضرت یوسفؑ علیہ السلام نے مصر کی فوری آراستگی کا حکم دیا، مصر دہن کی طرح چشم زدن میں سنوار دیا گیا، پھر ستر فوج کے دستے نے جن کا ہر دستہ دو ہزار سواروں پر مشتمل تھا۔ سلامی دی۔ اسکے بعد حضرت یوسفؑ ریان بن ولید اور ارکان دولت و علماء سمیت سوار یوں پر سوار استقبال کے لئے پہنچے، جوہنی آپ کی نظر چہرہ اقدس پدر پر پڑی زمین پر کود پڑے اور دوڑ کر پدر بزرگوار کے گلے سے لگ گئے۔ چالیس سال کے بعد باپ بیٹے گلے ملے اور اس قدر روئے کہ بروایت عامہ دونوں ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو حضرت یوسفؑ نے کہا بابا جان اب مصر میں چلئے اور چین آرام سے زندگی کے ایام گزاریئے۔ اس کے بعد سارا لشکر اور قافلہ حضرت یوسفؑ کے ساتھ مصر میں داخل ہوا و ملاں پہنچ کر حضرت یوسفؑ نے اپنے باپ اور اپنی ماں (خالہ لیاہ) کو تخت پر بٹھایا اور بھائیوں کو تخت کے قریب جگہ دی۔ ”وخر والہ سجداً“ اور یہ سب کے سب یوسفؑ کی تعظیم کے لئے سجدہ میں جھک گئے، اس وقت حضرت یوسفؑ نے کہا بابا جان یہ ہے میرے گزشتہ خواب کی تعبیر جو عرصہ دراز کے بعد ظاہر ہوئی ہے۔

حضرت یوسفؑ کا خطبہ معارج النبوت میں ہے کہ ان حضرات کے مصر پہنچنے والے واقعہ تعظیم و احترام کے بعد حضرت یوسفؑ نے تمام اہل مصر کو مسجد جامع میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت یوسفؑ اپنے پدر بزرگوار اور

لے مؤرخ ذاکر حسین دہلوی نے تحریر فرمایا ہے کہ ”یعقوبؑ اور یوسفؑ میں جہدائی ۲۱ سال رہی تھی۔ پہرے نزدیک یہ صیح نہیں ہے۔ موزین کی غالب اکثریت اس پر متفق ہے کہ جہدائی کی مدت چالیس سال تھی۔“

برادران کو لے کر مسجد میں داخل ہوئے اور ایک شاندار خطبہ دیا جس کی ابتداء حمد باری اور توصیف محمدی سے ہوئی تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ میرے پدر بزرگوار اور یہ میرے گیارہ بھائی ہیں ان کی تعظیم و توقیر تمہارا فریضہ ہے۔ اس ہدایت کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے اہل مصر تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم سب آپ کے خریدے ہوئے غلام ہیں یہ انھوں نے اس لئے کہا کہ موجودہ قبط میں ان سب کو حضرت یوسفؑ نے اپنے سُن مذہب سے خرید لیا تھا جس کی وجہ سے ان کی جانیں بچ گئی تھیں پھر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے پدر بزرگوار نبی خدا حضرت یعقوبؑ کے طفیل میں تم سب کو آزاد کرتا ہوں، یہ سُن کر تمام حاضرین خوشی کے مارے چلا اٹھے اور حضرت یوسفؑ کو ان کی عظمت پہچان کر دُعا دینے لگے۔

حضرت یعقوبؑ کی جانشینی

حضرت یعقوب علیہ السلام مصر پہنچنے کے بعد حضرت یوسفؑ علیہ السلام کے پاس امن اور سکون کی زندگی گزار رہے تھے۔ یہاں تک بروایت یعقوبی، ارسال گزر گئے اور آپ کی عمر بروایت طبری، ۱۲۷ سال کی ہو چکی تھی تو آپ نے آثار ارتحال کے پیش نظر اپنے سب بیٹوں کو طلب فرما کر وصیتیں کیں اور ہدایت فرمائی کہ جب میں وفات پا جاؤں تو میری لاش بوار حضرت ابراہیمؑ و اسحاقؑ میں پہنچا دینا اس کے بعد ”یوسفؑ را وحی دو لیحد خود گردانید“ حضرت یوسفؑ کو اپنا جی بھاشین اور ولی عہد قرار دیا۔ یعقوبی میں ہے کہ آپ نے اپنی تلوار اور کمان بھی حضرت یوسفؑ کے حوالے فرمادی تھی۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ انھوں نے حضرت یوسفؑ کے بیٹے افراتیم کے سر پر ہاتھ بھی پھیرا تھا۔ یوسفؑ کے دونوں بیٹے اپنے دادا کی خدمت میں مشغول تھے۔

حضرت یعقوبؑ کی وفات

بروایت روضۃ الصفا حضرت یعقوبؑ ابھی وصیت اور دُعا میں ہی مشغول تھے کہ ملک الموتؑ آپہنچے اور آپ کی رُوح قبض کر لی ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ“ ناسخ التواریخ میں ہے کہ رُوح کے قبض ہوتے ہی حضرت یوسفؑ نے اپنے کو ان کی نقش پر گرا دیا اور بے پناہ گریہ کیا۔ آپ کی وفات کے بعد بروایت ابن واضح یعقوبی، ستر دنوں تک ان لوگوں نے مراسمِ غم ادا کئے اور ان پر گریہ رزاری کرتے رہے اس کے بعد ان کی میت (جو جوہر سانج کے تابوت میں رکھی ہوئی تھی) کو اٹھا کر فلسطین لے گئے اس موقع پر ان لوگوں کے ہمراہ مصر کے اور بہت سے نوجوان بھی گئے تھے۔

جب آپ کی میت مصر سے روانہ ہونے لگی تو مصر کے بڑے بڑے علماء اور زعماء پانچ فرسخ تک مشالعت کے لئے گئے، طے مراحل اور قطع منازل کے بعد جب یہ لوگ تابوتِ یعقوبؑ لے ہوئے فلسطین پہنچے تو وہاں دیکھا کہ ان کے بھائی یعقوبؑ بھی وفات پا چکے ہیں دریافت سے معلوم ہوا

کہ جس دن یعقوب کا انتقال ہوا تھا اسی دن عیص کا بھی انتقال ہوا ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ دونوں بھائی ایک ساتھ ایک دن پیدا ہوئے ایک ہی دن فوت ہوئے ایک ہی دن ان کی میتیں دفن کے لئے فلسطین پہنچیں اور ایک ہی دن پُردِ خاک کئے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ دونوں ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔

بروایت الیعقوبی، دفن پدر سے فراغت کے بعد جب حضرت یوسف مصر کے لئے روانہ ہوئے تو ان کے بھائیوں نے اپنی روانگی میں تردد کیا، حضرت یوسف نے پوچھا کیا تردد اور تکلف ہے انھوں نے کہا کہ والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ ہمیں شبہ ہے کہ کہیں آپ ہمارے کردار کا اب ہمیں بدلہ نہ دیں۔ حضرت یوسف نے فرمایا بے فکر رہو اور مجھ سے اس کی امید نہ رکھو، آپ کے گناہ بخشے جا چکے اور آپ کے کردار و عمل کا دھبہ نامہ عمل سے دھویا جا چکا ہے۔ یہ سن کر وہ سب مطمئن ہو گئے اور حضرت یوسف کے ہمراہ مصر واپس آئے "ناقاموا بها" اور وہیں رہنے بسنے لگے۔

حضرت یوسف علیہ السلام بدستور نظام حکومت چلا رہے تھے اور نہایت

حضرت یوسف کی سلطنت کا زوال

اطمینان سے اپنی رفیقہ حیات جناب زلیخا اور اولاد ویشاد و افزائیم و رحمت کے ساتھ خوش گوار زندگی گزار رہے تھے کہ ناگاہ ریان بن ولید کا انتقال ہو گیا جو مسلمان بھی ہو چکا تھا اور جس نے فراعنہ اور عمال فقہ کے قوانین کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔

حضرت یوسف جن کی سلطنت کو وفات یعقوب کے بعد سے ۲۳ سال گزر چکے تھے انھیں ریان کی وفات سے ایک گونہ تردد پیدا ہو گیا کیونکہ فراعنہ کی طرف سے انقلاب کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ انقلاب آیا اور ایک شخص افق سلطنت پر ابھر آیا جس کا نام قابوس بن مصوب بن معاویہ بن فیر بن سلوان بن عمر بن لاوی بن سام بن نوح تھا۔ یہ شخص عمالین میں تھا اور کافر تھا۔ یہ اگرچہ حضرت یوسف کے ساتھ بدسلوکی نہیں کر رہا تھا تاہم وہ اس کے کفر سے پریشان تھے۔ اسی دوران میں حکم خداوندی پہنچ گیا کہ تم اس کی تبلیغ کرو، اور اسے ریان بن ولید کی طرح راہِ راست پر لانے کی کوشش کرو۔ حضرت یوسف نے اپنی نبوت کا حوالہ دے کر اسے راہِ راست پر لانے کی سعی کی۔ مگر اس نے ایک نہ مسمیٰ، نہ نبوت کو مانا نہ ہدایت قبول کی۔ جس کی وجہ سے آپ بے حد بددل ہوئے۔ بالآخر بے انتہار بنجیدگی کی حالت میں ایک رات کو بارگاہِ خدا میں عرض کرنے لگے کہ مالک تو نے مجھ پر بہت ہی کرم فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ محنت چاہ سے دولت جاہ تک پہنچایا ہے۔ خدایا اب میری تمنا ہے کہ مجھے اپنی بارگاہ میں طلب فرمائے، میں شرفِ نبوت سے بھی مشرف کیا جا چکا ہوں۔ اب مجھے دنیاوی سلطنت بھی قطعاً درکار نہیں

ہے، اسی دوران میں اپنے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ بیٹا بس اب آجاؤ۔ میں تین دن سے زیادہ اب تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔

حضرت یوسفؑ اس خواب سے سمجھ گئے کہ میری دعا قبول ہو گئی ہے۔ اور اب میں بارگاہِ احدیت میں

حضرت یوسفؑ کی جانشینی

حاضری کے لئے طلب کر لیا جاؤں گا۔ لہذا آپ نے اپنے بیٹوں، بھائیوں اور جملہ عزیزوں کو جمع فرما کر وصیتیں فرمائیں، آپ نے کہا کہ جاوہ ملتِ ابراہیمؑ سے کبھی نہ ہٹنا۔ یہی راستہ سیدھا ہے اور سُنو، میرے مرنے کے تھوڑے دن کے بعد یہاں ایک فرعون برسرِ اقتدار آئے گا اور وہ عدلی کا دعویٰ کرے گا اور تم لوگوں پر شدید جبر و تشدد کرے گا۔ پھر خداوندِ عالم لاوی بن یعقوبؑ ایک شخص کو مبعوث برسات فرمائے گا جس کا نام ”موسیٰ بن عمران“ ہوگا۔ پھر مختلف قسم کے حالات کے بعد بنی اسرائیل کو ملک بدر ہونا پڑے گا۔ تو دیکھو اس وقت میری لاش مصر میں دفن کر دینا اور جب مصر سے موسیٰؑ کے ساتھ ٹکنا پڑے تو اسے ہمراہ لے جا کر فلسطین میں قبرِ آباؤ اجداد کے قریب دفن کر دینا، اسی قسم کی دیگر وصیتوں کے بعد آپ نے اپنے بھائی یہودا بن یعقوبؑ کو جو بروایت طبری علم و دانش میں سب سے بہتر تھا اور بروایت روضۃ الصفا اس کی پیشانی میں نورِ فرست وزیر کی جگہ رہا تھا اور آثارِ نجابت و شرافت نمایاں تھے، اپنا دھی اور جانشین مقرر کر کے تمام برادران اور اعزاء و متوسلین سے اقرارِ اطاعت لے لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ”یہودا راہِ لیجد خود گردانید و فرزندان را بدو سپرد“ یہودا کو اپنا ولیعهد بنا کر اپنے فرزندوں کو اس کے سپرد فرما دیا۔

اب حضرت یوسفؑ کی عمر بروایت البیہقی ۱۱۰ سال کی ہو چکی ہے۔ خدا سے دُعا ہے موت مانگ چکے ہیں۔ پدر بزرگوار خواب میں دعوتِ روانگی دے چکے ہیں اور فرما چکے ہیں کہ بس

حضرت یوسفؑ کی مدتِ عمر و فات اور تدفین

تین دن میں آجاؤ۔ حضرت یوسفؑ اس تین دن کی مدت کے اختتام کا انتظار کر رہے تھے کہ وقت پورا ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت یوسفؑ رو دنیل کے کنارے تھے جو محلِ سر سے چار فرسخ دور تھا۔ وہاں سے روانہ ہونا ہی چاہتے تھے کہ فرشتہ آیا اور اس نے بروایت ملاجائی ٹھیک اس وقت جب کہ آپ کا ایک پاؤں رکاب میں تھا اور ایک زمین پر تھا، انھیں ایک سیب دیا، اس کا سونگھنا تھا کہ طائرِ روح نفسِ غصہ سے پرواز کر گیا۔

چوں یوسفؑ را بدست آن سیدب یہ نہاد
وزن آن، سیدب را بویسہ دجاں داد

بعض روایات میں ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد تمام آل یعقوب جمع ہو گئے اور سب نے آپ پر بے پناہ گریہ کیا۔ پھر غسل سے فراغت حاصل کی اور حضرت جبرئیل کے لائے ہوئے جنت کے گفن سے تکفین کی، جب جنازہ تیار ہو گیا تو جناب زلیخا کو اطلاع دی گئی، نہر پاتے ہی وہ بے ہوش ہو گئیں، پھر ہوش میں آتے ہی سر و پا پر ہنہ روتی چلتی رو دنیل پر پہنچیں، اور تابوت سے لپٹ کر جاں بحق ہو گئیں۔ شاہانہ طریقے سے دونوں کے جنازے ایک ساتھ اٹھے اور رو دنیل میں پتھر کے تابوت میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔
تو دیت سے معلوم ہوتا ہے اور ہمارے مورخین بھی لکھتے ہیں کہ جب حضرت یوسفؑ کا آخری وقت آیا تو اپنے بھائیوں اور اپنی اولاد سے کہا کہ :-

”ایک وقت آئے گا جب خدا تعالیٰ پھر اسی زمین کنعان میں لے جائیگا جس کا ابراہیمؑ و اسحاقؑ اور یعقوبؑ اُس نے وعدہ کیا ہے۔ تو جب وہ وقت آئے تو تم میری ہڈیاں اپنے ساتھ لے جانا اور میرے بزرگوں کے پاس دفن کر دینا۔ چنانچہ اُن کے خاندان کے لوگوں نے ان کی نعش میں خوشبو بھری اور ایک صندوق میں محفوظ کر دی۔ (پیدائش ۵: ۲۲)

خوشبو بھرنے کا غالباً مطلب یہ ہے کہ مصریوں کے طریقے کے مطابق مٹی کر کے رکھی گئی تھی اور نسلاً بعد نسل وصیت کی تجدید جاری رہی، جب چار سو برس بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا اور وہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکلے تو انہوں نے حضرت یوسفؑ کی نعش بھی اپنے ساتھ لے لی تھی۔ اس طرح حضرت یوسفؑ کی وصیت کی تعمیل ظہور میں آگئی۔

مجموعہ تقاریر علامہ الحاج محمد بشیر صاحب قبلہ انصاری

مقام اہلبیت معارضہ عظمت اہلبیت معارضہ

اس میں دس بصیرت افروز مجالس درج ہیں۔ کتابت و طباعت و کاغذ سفید رنگین بشرق۔ بہ مناسب ملنے کا پتہ :- امامیہ مکتب خانہ مغل چولی۔ اندولن موچی دروازہ لاہور۔
اس میں دس بصیرت افروز مجالس درج ہیں۔ کتابت و طباعت و کاغذ سفید رنگین بشرق۔ بہ مناسب ملنے کا پتہ :- امامیہ مکتب خانہ مغل چولی۔ اندولن موچی دروازہ لاہور۔

باب ۱۸

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت اسحاق بن ابراہیم کی اولاد سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے، یوسف بن اموس بن زارح بن اعوئیل بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم، آپ کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کے بیٹے افرایم کے داماد تھے۔ آپ کی زوجہ کا نام رحمت بنت افرایم بن یوسف و زلیخا تھا۔ آپ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ آپ کا لقب صبور و شکور تھا۔

آپ کا قدرے دراز تھا، آپ سانولے رنگ کے تھے۔ آپ کی آنکھیں سیاہ تھیں۔ آپ کے سر کے بال گھونگر والے تھے، سر قدرے بڑا تھا۔ آپ کی کلائیوں اور پٹنلیوں موٹی تھیں۔ آپ ثانیہ یا جاثیہ یا تیشہ یا بشہ کے رہنے والے تھے جو دمشق اور رملہ کے درمیان واقع ہے وہیں آپ پیدا ہوئے اور وہیں معوث ہوئے۔ بلوغ و رشد کے بعد بعثت ہوئی اور ۲۷ سال تبلیغ کرنے کے دوران صرف تین افراد مسلمان ہوئے، آپ افضل خلائق ہونے کے ساتھ ساتھ مالی نقطہ نظر

لے لفظ یوسف، آپ ریثوب سے ماخوذ ہے جس کے معنی پلٹ آنے کے ہیں۔ چونکہ ان کی صحت و عافیت ان کی دولت وغیرہ جاکے پلٹ آئی تھی اس لئے یہ نام قرار پایا ۱۲ (معانی الاخبار)۔
 ۱۳ تمام مورخین نے حضرت یوسفؑ کی بیٹی کا نام رحمت لکھا ہے اور افرایم بن یوسفؑ کی بیٹی کا نام بھی رحمت تحریر کیا ہے۔ غالباً ایسا ہوا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی بیٹی اور پوتی دونوں کا نام رحمت تھا۔ لیکن حافظ فرمان علی مرحوم نے قرآن مجید کے حاشیہ ص ۳۹۳ میں حضرت یوسفؑ کی بیٹی کا نام رحیمہ تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حضرت یوسفؑ کی زوجہ تھیں۔ پھر ص ۵۲۲ میں حضرت یوسفؑ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ان کی اہلیہ حضرت یوسفؑ کی پوتی افرایم کی بیٹی رحیمہ تھیں۔ پھر ص ۷۸ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ بن عیص حضرت یوسفؑ کے داماد تھے اور آپ کی بی بی کا نام رحیمہ تھا جو زلیخا کے لہن سے تھیں۔ غالباً اس سلسلہ میں مولانا مرحوم سے تسامح ہو گیا ہے۔ ۱۶۔

سے بھی تمام قریے میں سب سے ممتاز تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی ساری مالداری بیوی کے ذریعہ سے ہوئی تھی۔ حضرت ایوبؑ پر خداوند عالم کا عظیم کرم یہ تھا کہ اس نے انھیں منصب نبوت سے سرفراز کرنے کے ساتھ ساتھ دولت دنیا سے بھی مالا مال کر دیا تھا۔ ان کے پاس پانچ سو چوہ بیل کے تھے، بے شمار بکریاں تھیں، کثیر تعداد میں اونٹ، گھوڑے اور خچر تھے، ہزاروں بیکھنے زمین تھی، بہت کافی باغات تھے، چار سو چرواہے، غلام اور سائیں تھے، اس کے باوجود آپ کی عبادت کا وہ عالم تھا کہ فرشتے بھی انگشت بدندان غبط کرنے پر مجبور تھے۔ آپ جب تنگ و زائد کثیر محتاجوں اور کم از کم دس مہانوں کو کھانا نہ کھلا لیتے تھے خود کھانا نہیں کھاتے تھے اسی طرح محتاجوں، غریبوں، یتیموں کو کپڑے، بنوائے بغیر اپنے لئے نہ بناتے تھے۔

بالآخر فرشتے جو آپ کی عبادت گزاری پر متحیر اور انگشت بدندان تھے ایک دن مجمع ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ اتنی مالداری کے باوجود ایوبؑ کیونکر عبادت کے ان بلند مدارج پر فائز ہیں۔ خطاب ہوا کہ اے میرے فرشتو، ایوبؑ میرا بہترین بندہ ہے اس کی اطاعت شعاری اور عبادت گزاری پر مالدار کی کا کوئی اثر نہیں پڑے گا تم متحیر کیوں ہو؟ جو میرا مخلص بندہ ہے وہ ہر حال میں میری بندگی کرے گا۔ نہ اس پر مال و دولت کی فراوانی اثر ڈال سکے گی اور نہ اس کے لئے رکاوٹ بن سکے گی اور نہ وہ اس مال و دولت کے تحفظ کے لئے عبادت گزاری کی گنگا ایوبؑ میرا نہایت ہی مخلص بندہ ہے اور وہ ہر حال میں اپنے خلوص اور اپنی بندگی کا مظاہرہ کرے گا۔ میرے فرشتو مجھے یقین ہے کہ تم مطمئن ہو گئے ہو گے۔ تاہم میں نہیں شان ایوبی دکھائے دیتا ہوں اور اب تم دیکھو اور اندازہ لگاؤ کہ فراوانی دولت اور فراخی ثروت اور مصائب الکالم میں کیا فرق ہے میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ وہ دونوں حالات میں یکساں نظر آئے گا۔ یہ کہہ کر خداوند عالم نے حضرت ایوبؑ کے حالات یکسر بدل دیئے اور انھیں موقع ابتلا و امتحان میں لاکھڑا کیا۔ وہ عبادت میں مشغول و مصروف تھے۔ انھیں مالداری اور دولت کی طرف ذرا سی بھی توجہ نہ

ملے ایک روایت میں ہے کہ حضرت ایوبؑ نے ایک دن بارگاہ خداوندی میں عرض کی خدا یا مجھے بلا میں مبتلا کر تاکہ اس پر صبر کر کے صابریں کا ثواب اور درجہ حاصل کر لوں۔ ارشاد ہوا کہ اے ایوبؑ عافیت مانگو بلا نہ مانگو عرض کی ”خدا یا بلا سے کہ از تو بمن رسد عافیت است“ خدا یا جو بلا تیری طرف سے پہنچے گی وہ میرے لئے اور میرے نزدیک عافیت ہوگی، لہذا مبتلا ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایوبؑ نے ایک دن کہا کہ فراخی دولت میں عبادت کرنے سے بلا میں صبر کرنا بہتر ہے۔ ایک دعائیت میں ہے کہ ایک دن کسی نے کہا کہ ایوبؑ خدا نے نہیں بہت کچھ دے رکھا ہے فرمایا میں اس کی عبادت بھی تو سب زیادہ کرتا ہوں۔ قدرت نے اسے محسوس کیا اور بلا میں مبتلا کر دیا۔ لیکن زیادہ مستند روایت وہی ہے جو فرشتوں سے متعلق ہے۔ ۱۲۔

تھی، سارا نظام ان کے بچے چلا رہے تھے۔ اور بڑی فراخی سے کاروبار چل رہا تھا کہ دفعۃً بلا کا نزول شروع ہوا۔ سب سے پہلے آپ کا جتنا مال جمع تھا سب غائب ہو گیا، آپ نے پرواہ بھی نہ کی۔ پھر آپ کے چند جوان فرزند فوت ہو گئے۔ آپ نے توجہ نہ کی۔ پھر آپ کا چرواہا دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ لاکھوں کی تعداد میں جو آپ کے گوسفند تھے سب ہلاک ہو گئے۔ حضرت ایوبؑ نے کہا ”چہ کف“ میں کیا کروں جس نے دیا تھا اُس نے لے لیا، اُس کا مال تھا، میں اس کا بندہ ہوں وہ جو کسے درست ہے۔ مجھے جو خبر دے رہے ہو، سو ہوا سو ہوا، جو ہو گا ٹھیک ہو گا۔ جاؤ اپنا کام کرو، اور میرا قیمتی وقت ضائع نہ کرو۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد گائے بیل وغیرہ کا نگران دوڑا ہوا آیا، اور عرض کرنے لگا حضور تمام گائے بیل خچر وغیرہ سب مر گئے۔ فرمایا بہتر ہوا جس نے دیا تھا اُسی نے لے لیا۔ اس کے دینے پر بھی شکریہ اور لینے پر بھی شکریہ یہ کہہ کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ پھر ایک ہفتہ گزرا کہ باغات کا داروغہ آپسپا اور اس نے خبر دی کہ دفعتاً ایک آگ پیدا ہوئی اور تمام باغات جل کر خاکستر ہو گئے۔ حضرت ایوبؑ نے پھر پہلا جواب دیا اور سجدہ شکر میں گر پڑے، میرے پالنے والے جو ہو رہا ہے یہی درست ہے۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد شربابو کا داروغہ آیا آپ مشغول عبادت تھے، اُس نے کہا حضور تمام اونٹ ہلاک ہو گئے ہیں اور سارا غلہ تلف ہو گیا۔ اب کچھ میری تحویل میں باقی نہیں ہے، آپ نے سجدہ شکر کیا اور بارگاہِ احدیت میں عرض پرداز ہوئے۔ مالک میں تیری طرف سے ہر آنی ہوئی بلا کو اپنے لئے کرم خاص سمجھتا ہوں ایک ہفتہ کے بعد گھر میں آگ لگ گئی، سارا گھر جل گیا اور گھر میں جتنا سامان تھا سب خاکستر ہو گیا۔ آپ نے محرابِ عبادت سے سر نہ اٹھایا اور آگ کی پرواہ نہ کی۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد آپ نے اپنا صندوق کھولا تو دیکھا کہ تمام سونے چاندی نے پتھر کا روپ دھار لیا ہے، ہنس پڑے اور کہا مالک جو بدترین تیز تھی چلی گئی اور جو بہتر۔ بن تیز ہے وہ میرے پاس موجود ہے یعنی مال تباہ ہو گیا، لیکن میرا دین و ایمان میرے پاس موجود ہے اور یہی میری اصل دولت ہے، اسی دوران میں آپ کے چھوٹے بچے معلم کے سامنے پڑھ رہے تھے کہ معلم کسی کام سے باہر چلا آیا اور پھرت گری، اس نے حضرت ایوبؑ کو اس بلائے ناگہانی کی اطلاع دی۔ آپ نے بلا کسی رنج و غم کے یہ کہا کہ جو ہوا سو ہوا اور وہی بہتر تھا کیونکہ ”ہر چہ از دوست میرسد نیکوست“ اچھا تو یہ ہوا کہ تم اس جگہ سے ہٹ گئے تھے۔ ورنہ تم بھی لقمہ اجل بن جاتے، آپ نے اس مصیبت پر بھی پوری دلیری کے ساتھ صبر کیا اور اپنی رفیقہ حیات کو بھی صبر کی تلقین کی۔

لہ طبری میں ہے کہ حضرت ایوبؑ نے ہر مصیبت پر صبر کیا اور ذرا بھی محسوس نہیں کیا۔ لیکن فرزند

کی موت پر ان کی آنکھیں ڈبڈبائیں ۱۲۔

پھر ایک ہفتہ کے بعد حالت نماز میں پیروں میں درد اٹھا اور اس ہو گئی، چند دنوں کے بعد تپ حرقت پیدا ہو گئی۔ پھر پیروں کا درد بڑھنے لگا اور مرض ترقی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ سارے بدن میں اثر پھیل گیا اور یہ حالت ہو گئی کہ ”ہفت ماہ بریک جا بماند نتوانست از جائے برخاستن“۔ سات چہینے تک ایک ہی جگہ پر رہے۔ اور اس جگہ سے ہل نہ سکے، اس حالت میں بھی ”صحیح عبادت و تسبیح از اذ وقت نہ شد“ عبادت کا کوئی پہلو ترک نہیں ہوا۔ اور کوئی تسبیح رہ نہ نہیں گئی۔ پھر انہیں حالات میں دن گزرتے رہے، رات گزرتی رہی، یہاں تک کہ چار سال گزر گئے۔ پھر اسی حالت میں آپ نے ابتلا کی طویل مدت گزار دی جو سات سال سے کم نہ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر موقع پر شیطان مرد مقدس کی صورت میں حضرت ایوبؑ کی خدمت میں پہنچتا رہا اور یہ کانے کی سعی کرتا رہا۔ لیکن آپ کی طرف سے ایک قطب جواب ملتا رہا۔ اور وہ یہ کہ ”اچھے بفضل خود بمادہ بود بعدل خود باز گرفت“، کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں جو کچھ دیا تھا اب اپنے عدل و انصاف سے واپس لے رہا ہے اس میں ہمارا کیا اجارہ، اس کی چیز تھی اس نے اپنی چیز واپس لے لی، یہ کہتے اور سجدہ شکر میں چلے جاتے شیطان اس سے پے درپے مایوس ہوتا گیا اور کسی مرتبہ، چونکہ اس کی ترکیبوں سے حضرت ایوبؑ پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اس لئے وہ حضرت ایوبؑ کی بیوی کو بہکانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

العرض آپ کی علالت کے بہانے سے شہر والوں نے آپ کو شہر بدر کر دیا اور پھر شہر ایک اٹھارہ جگہ میں آپ کو پہنچا دیا۔ آپ اسی جگہ عبادت کرتے رہے اور ایسی عبادت کہ ملائکہ آسمانی حیران ہو گئے اور خدا کی بارگاہ میں عرض پرواز ہوئے کہ مالک ایسا بندہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ خداوند عالم نے پھر ملائکہ میں آپ کی تعریف کی اور کہا کہ یہ میرا بے نظیر بندہ ہے۔ روایات عامہ میں عموماً نیز بعض روایات خاصہ میں ہے کہ حضرت ایوبؑ کا ابتلا شیطان کی خواہش اور درخواست پر عمل میں آیا ہے۔ خدا سے

بحث و نظر

اُس نے ایوبؑ کی عبادت گزاری کے حوالے سے کہا کہ یہ سب کچھ صرف اس لئے ہے کہ ان کو فراخی دے رکھی ہے۔ اگر انہیں مصائب میں مبتلا کر دیا جائے تو یہ کفر اختیار کر لیں گے خداوند عالم نے فرمایا کہ یہ بالکل غلط ہے، وہ میرا بہترین بندہ ہے اور ہر حال میں بندگی کرے گا۔ اُس نے کہا کہ میں تو اس کا یقین نہیں رکھتا اور اگر تو اس کے بارے میں صحیح کہتا ہے تو مجھے اس کا تجربہ کر دے اور مجھے ان کے مال و دولت اولاد اور جسم پر تسلط عطا کر دے۔ پھر میں دیکھوں کہ وہ کیسے بندگی میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ خداوند عالم نے فرمایا کہ جا میں نے تجھے تسلط و اختیار دے دیا۔ لیکن دل و دماغ، زبان، کان پر اختیار نہ ہوگا۔ کیونکہ دل و دماغ کا تعلق عقیدہ کی برقراری

سے ہے، کان سے دھی سُنتا ہے۔ زبان سے حمد کرتا ہے۔ چنانچہ شیطان نے تمام چیزوں کو تباہ کر دیا۔ جسم میں کیڑے ڈال دیئے۔ سارے بدن میں پیپ پیدا کر دی، بدبو جسم سے پیدا ہو گئی۔ لوگوں نے عاجز آکر ان کو شہر سے باہر نکال کر ایک مزلہ پر پھینکوا دیا۔ وہ ان حالات میں بھی خدا کی برابر عبادت کرتے رہے۔ بروایت جو کٹر اجسم سے گر جاتا تھا۔ اسے یہ کہہ کر پھر اسی جگہ رکھ دیتے تھے کہ تو میرے خدا کی مخلوق ہے اس نے تیری روزی میرے ہی جسم سے معین کی ہے تو اسی جگہ رہ باہر نہ جا وغیرہ وغیرہ۔ یہی کچھ افتخار العلماء جناب مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ نے بھی اپنی کتاب تاریخ ائمہ کے صلا پر تحریر فرمایا ہے یہ امر قابل ذکر ہے کہ کتاب کی اشاعت کے بعد وہ جب میری درخواست پر شیعہ مشن کے اجلاس میں کراری ضلع الہ آباد تشریف لائے تو میں نے ان سے اس کا ذکر کیا۔ موصوف نے فوراً اُسے تسلیم کر لیا اور اپنی کتاب میں اپنے قلم سے یہ عبارت بڑھادی۔ یہ عامۃ المسلمین کا بیان ہے۔ مگر شیعوں کا اعتقاد ہے کہ انبیاء ایسے مرض سے بھی محفوظ ہیں۔ پس حضرت یسوع کو بھی جذام وغیرہ امراض نہیں ہوئے تھے۔

بعض اعظم علماء امامیہ نے مذکورہ روایات کو مقدوح قرار دیا ہے اور اسے ناقابل تسلیم ٹھہرایا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ شیطان کا تسلط خدا کی طرف سے ایک نبی پر ناممکن ہے دوسرے یہ کہ نبی کے جسم میں ایسی کیفیات کا پیدا ہونا ممنوع ہے جو باعث نفرت ہوں کیونکہ ان سے عرض بعثت میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اصول نہایت پیارا ہے اور میرا بھی یہی عقیدہ ہے لیکن بصعدت یہ عرض کرتا ہوں کہ شیطان کا جو تسلط ممنوع ہے وہ ادیان اور اعمال پر ہے نہ کہ اجسام پر اور اگر اجسام پر بھی مان لیا جائے تو عالم تبلیغ میں امتناع درست ہے۔ لیکن عالم ابتلا و امتحان میں اس امتناع کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے عالم نماز میں شیطان کے بصورت اثر دیا انگوٹھا کاٹنے یا اسے مُنہ میں لینے کا امکان نہ ہوتا۔ نیز کافروں اور منافقوں کو بھی یہ ممکن نہ ہوتا کہ وہ انبیاء کو قتل کرتے اور اوصیاء کو تلوار اور زہر سے شہید کر سکتے اسی طرح اجسام میں تنفر آمیز کیفیات کا پیدا ہونا بھی قابل نظر ہے۔ کیونکہ عالم ابتلا و امتحان میں اس قسم کے حالات کے پیدا ہونے میں قباحت نہیں معلوم ہوتی۔ البتہ عالم تبلیغ میں تنفر آمیز کیفیات قطعاً ممنوع ہیں۔ کیونکہ ان سے یقیناً عرض بعثت میں رکاوٹ پیدا ہوگی، نہ لوگ قریب پچھنیں گے نہ انھیں کچھ دینی بات بتائی جاسکے گی۔

مختصر یہ کہ حضرت یسوع ابتلا کا دور گزار سکتے تھے جس کی ابتداء محرم الحرام سے اور قبولے صفر کے آخری

عالم ابتلا کے عام حالات

چہار شنبہ سے ہوئی تھی۔ آخر الامر یہ حالات پیدا ہو گئے کہ تمام اعزاء و اقرباء آپ سے جدا ہو کر کنارہ کش ہو گئے۔ آپ کے تین شاگرد تھے جو آپ کی تبلیغ سے ایمان لاکر آپ کے ہمراہ ہوئے تھے جن کے نام بروایت طبری (۱) یلدہ (۲) نضرہ (۳) اماثر تھے، ان لوگوں نے ان کا ساتھ دیا اور کچھ خدمت بھی کی۔ لیکن آخر میں ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کے علاوہ آپ کے بڑا بیٹے چار بیویاں تھیں، جن میں سے تین نے ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ان سے طلاق حاصل کر لی۔ ایک بیوی آپ کے پاس رہ گئی جس کا نام ”رحمت یار رحیمہ“ تھا وہ ساتھ لگی رہی۔ حضرت ایوبؑ نے فرمایا کہ تم بھی طلاق لے لو۔ اس نے کہا کہ میں نے تمہارے ساتھ اچھے دن گزارے ہیں۔ یہ انسانیت کے خلاف ہے کہ اب جب کہ تم پر برا وقت آیا ہے تو میں تمہارا ساتھ چھوڑ دوں، میں تو ہرگز نہ جاؤں گی، اور تمہاری خدمت جان و دل سے کروں گی۔

دوست مشرمان کہ در نعمت زند
دوست آن باشد کہ گیر دوست دست
لاف یاری و برادر خواندگی
در پریشاں حالی و در ماندگی

ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے حالات کے بگڑ جانے کی وجہ سے حضرت ایوبؑ کو شہر بدر کر دیا۔ کوئی آپ کو اٹھا کر لے جانے والا نہ تھا۔ انھیں شاگردوں نے کندھوں پر اٹھایا اور لے کر چلے جاتے وقت ان کی بیوی اور یہ شاگرد گریہ کر رہے تھے، ان لوگوں نے دوسرے گاؤں میں پہنچا دیا، وہاں کے لوگوں نے بھی آپ کو برداشت نہ کیا، وہاں سے بھی ایک اور گاؤں میں لے گئے۔ اسی طرح سات قلوں میں آپ کو پہنچایا گیا۔ بالاخر شاگردوں نے عاجز آکر ایک جنگل میں سایہ کی جگہ تلاش کر کے ان کو وہیں ایک تختے پر ڈال دیا اور وہاں سے چلے آئے حضرت ایوبؑ علیہ السلام وہاں بھی اپنی پوری طاقت سے عبادت کرتے رہے۔ اب آپ کے پاس ایک سچی رفیقہ حیات ”بی بی رحمت“ کے سوا کوئی نہ تھا۔

جناب رحمت زوجہ حضرت ایوبؑ علیہ السلام اپنے شوہر کی نہایت خلوص کے ساتھ خدمت کر رہی تھیں اور جس طرح حضرت ایوبؑ کو صبر کرتے اور عبادت کرتے دیکھتی تھیں یہ بھی اسی طرح صبر کرتی تھیں اور خاوند کے مصائب سے متاثر نہ ہوتی تھیں اور برابر عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔ علاوہ انہیں ان کے پاس مال و دولت سے جو کچھ تھا سب حضرت ایوبؑ کی نگرانی نگہداشت اور آرزو قنیز ان پر صدقے میں صرف کر دیا، جب کچھ نہ رہا اور دونوں بھوک کی مصیبت میں مبتلا ہوئے تو

بی بی رحمت کے خدمات

۱۔ علامہ جزائری رحمہ اللہ ان کے نام (۱) ایفین (۲) یلدہ (۳) صافن تحریر فرمائے ہیں اور لکھا ہے (۱) میں کا اور (۲) میں انھیں کے شہر کے رہنے والے تھے۔ (النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین ص ۲۲۷ طبع نجف اشرف)

آپ اپنے شوہر کی خاطر مزدوری کرنے یا بھیک مانگنے کے لئے گھر سے باہر نکلتیں اور کچھ لے آئیں اسی طرح برابر کرتی رہیں اور گزارہ ہوتا رہا۔ شیطان جو نیک بندوں کا دشمن فی سبیل اللہ ہے۔ یہ سوچنے لگا کہ کوئی ایسی صورت نکالی جائے کہ ”رحمت“ ایوبؑ سے علیحدہ ہو جائیں اور ان کے آذوقہ کی فراہمی کا کوئی بندوبست نہ ہو سکے، وہ اسی تاک میں تھا کہ ایک دن جناب ”رحمت“ جو پانی لانے کے لئے نکلی تھیں۔ ان کے راستہ میں طلاء اور ایک مرد بزرگ کی شکل میں ملا، پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں خدا کے بے ہمتا کی ایک کینز ہوں۔ اس نے کہا ”کیا تم افراہیم ابن یوسفؑ کی لڑکی نہیں ہو؟“ انھوں نے کہا بے شک میں ان کی لڑکی ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ تمہارا خاندان بہت ممتاز خاندان ہے۔ تم اس جنگل میں کیا کر رہی ہو اور یہاں کیسے آئی ہو، کہا کہ میرا شوہر ”ایوبؑ“ ابتلا میں مبتلا ہے اور اس بندہ خدا کی حالت بہت سقیم ہو چکی ہے۔ میں اس کی خدمت کے سلسلہ میں یہاں اس کے ہمراہ آئی ہوں اور اس کی خدمت کر رہی ہوں، شیطان نے کہا کہ ایوبؑ کو تو میں نے دیکھا ہے ان کی حالت تو بہت ہی خراب ہے۔ وہ امراض متعدیہ میں مبتلا ہیں۔ میں تم کو ایک مہربان کی حیثیت سے نصیحت کرتا ہوں کہ تم ان کے قریب مت جاؤ اور ان کی خدمت سے کنارہ کش ہو کر چلی جاؤ۔ ورنہ ان کی بیماری کا اثر تم میں پیدا ہو جائے گا اور تم بھی اسی صورت سے علیل ہو کر برباد ہو جاؤ گی۔ بی بی رحمت نے کہا کہ میں ان سے کیونکر جدائی اختیار کر سکتی ہوں، وہ نبی خدا ہیں، میرے شوہر ہیں، فراخی میں انھوں نے میرے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا ہے۔ یہ تو انسانیت کے خلاف ہے کہ میں مصیبت میں ان کا ساتھ چھوڑ دوں۔ یہ کہہ کر نبی رحمت روانہ ہو گئیں اور وہ بھی چلا گیا۔ بی بی رحمت نے حضرت ایوبؑ کی خدمت میں پہنچ کر سارا واقعہ دہرایا، آپ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا اس سے بات چیت کرنے میں پوری احتیاط کرو وہ تمہیں بہکانے کی سعی کر رہا ہے۔ چند دن گزرے تھے کہ شیطان ملعون پھر راستہ میں ایک مرد جوان حسین کی صورت میں ملا، کہنے لگا کہ تم اس حسن و جمال کے باوجود کیوں ماری ماری پھر رہی ہو۔ انھوں نے کہا کہ میرا شوہر علیل ہے میں اس کے لئے آذوقہ پیدا کرنے کے لئے نکلی ہوں اور شہر جا رہی ہوں۔ وہاں مزدوری وغیرہ کے ذریعہ سے آذوقہ فراہم کروں گی، اس نے کہا میں تمہیں ایک نہایت پیارا مشورہ دیتا ہوں اگر تم ملان لوگی تو بہت اچھی رہو گی۔ اور وہ یہ ہے کہ ہمارے شہر میں ایک بہت بڑا رئیس ہے۔ حسن و جمال، مال و منال بھی بے حد و انتہا رکھتا ہے میں اسے تمہارے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ کر لوں گا۔ تم اپنے شوہر مبتلا سے طلاق لے لو اور اپنی زندگی کے ایام خراب نہ کرو جناب

رحمت نے کہا کہ میں ایک نبی کی پوتی ہوں اور ایک نبی خدا کی بیوی ہوں، یہ کسی صورت میں نہیں ہو سکتا کہ میں کسی غیر مرد کی طرف رجوع کروں، میرا شوہر مجھ سے خدمت لینے کا حق دار ہے اور میں اس کی خدمت کو فریضہ جانتی ہوں، یہ سن کر ایلیس مایوس ہو گیا۔ بی بی رحمت جب شام کو گھر آئیں تو انھوں نے حضرت ایوبؑ سے اس واقعہ کو بھی دُہرایا۔ حضرت ایوبؑ نے فرمایا کہ وہ شیطان ملعون ہے۔ تمہیں گمراہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تم اس سے ہوشیار رہنا اور آئندہ کوشش کرنا کہ تم اس سے گفتگو نہ کرو۔ اس کے بعد ابھی دوا ایک دن ہی گزرے تھے کہ شیطان بی بی رحمت کی راہ میں ایک طبیب حاذق کی شکل و صورت میں ملا اور کہنے لگا کہ میں بہترین طبیب ہوں۔ تمہیں ایک دوا دیتا ہوں۔ اسے لے جا کر اپنے شوہر کو کسی نہ کسی صورت سے پلا دو۔ وہ اچھے ہو جائیں گے، ان کی مصیبت بھی ٹل جائے گی اور تم کو تکالیف سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ بی بی رحمت اُسے لئے ہوئے حضرت ایوبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، انھوں نے جو نبی اس پر نگاہ کی فرمایا اسے فوراً پھینک دو، یہ شراب ہے، بی بی رحمت نے اسے پھینک دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ طبیب نے بی بی رحمت سے یہ کہا تھا کہ میں تمہارے شوہر کو اچھا کر سکتا ہوں بشرطیکہ وہ صحت کے بعد میرے احسان کو مانیں اور زبان سے کہیں کہ انھیں میں نے اچھا کیا ہے۔ حضرت ایوبؑ نے فرمایا کہ تم سے بار بار کہتا ہوں کہ شیطان سے بچو اور اس سے بات بھی نہ کرو۔ بی بی رحمت نے کہا کہ اے میرے مالک وہ ایسے ڈھنگ سے سامنے آتا ہے کہ میں یہ سمجھ نہیں سکتی کہ یہ شیطان ہے۔ حضرت ایوبؑ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن تم سمجھنے کی کوشش کرو اور شیطان سے بات نہ کرو۔

بہر حال بی بی رحمت برابر حضرت ایوبؑ کی خدمت کر رہی تھیں اور ان کے لئے مسلسل شہر میں جا کر مزدوری یا بھیک کے ذریعہ سے کچھ آزدقہ حاصل کرتی تھیں اور دونوں میاں بیوی گزارہ کر رہے تھے کہ ایک دن صورت حالات نہایت خراب ہو گئی۔ یعنی بی بی رحمت شہر میں پہنچیں اور ہر چند کوشش کی کہ دن بھر کا آزدقہ فراہم کر لیں۔ مگر کوئی امکان نہ پیدا ہوا، نہ کسی نے مزدوری پر لگایا اور نہ کسی نے بھیک کے طور پر ہی کچھ دیا۔ بی بی رحمت سخت مایوس واپس آکر ہی تھیں کہ راستے میں ایک ایسی عورت ملی کہ جس کے سر کے بال چھوٹے تھے۔ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں نبی خدا ایوبؑ کی بیوی ہوں، کہا کیوں پریشان ہو؟ کہا میرا شوہر بہت سے امراض میں مبتلا ہو کر فلاں مقام پر پڑا ہے۔ میں اس کی خدمت کرتی ہوں اور اس کے لئے دُزی پیدا کرنے کے لئے شہر میں جایا کرتی ہوں۔ آج ایسا ہوا ہے کہ میں نے ہر چند کوشش کی ہے کہ کھانے کو کسی صورت سے کچھ مل جائے، مگر کچھ دستیاب نہیں ہوا۔ اور میں سخت حیران

اور پریشان واپس جا رہی ہوں، یہ سن کر وہ عورت جو بی بی رحمت کے سر میں بڑے بڑے سہرے بال دیکھ رہی تھی کہنے لگی کہ اگر تم میری بات مان لو، تو میں تمہاری پوری مدد کر دوں، بی بی رحمت نے پوچھا وہ کیا ہے؟ کہا کہ وہ یہ ہے کہ تم اپنے گیسو کاٹ کر مجھے دے دو تاکہ میں اسے اپنے سر کے بالوں میں شامل کر لوں، بی بی رحمت نے اس خیال سے کہ شوہر کے لئے آزدقہ حاصل ہو جائے۔ اس عورت کو اپنے گیسو دے دیئے اور آزدقہ حاصل کر لیا۔ ادھر بی بی رحمت وہاں سے روانہ ہوئیں۔ ادھر شیطان جو مذکورہ عورت کی صورت میں تھا مرد کی شکل میں حضرت ایوبؑ کے پاس آیا اور گیسوؤں کے سلسلہ میں کچھ الٹی پلٹی باتیں کرنے لگا۔ حضرت ایوبؑ نے اسے دھتکار دیا۔ پھر جب بی بی رحمت پہنچیں اور انھوں نے دن بھر کی ساری سرگزشت بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ وہ عورت نہ تھی وہ شیطان تھا، میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ شیطان سے بچو۔ (روضۃ الصفا) غرضیکہ شیطان ملعون جناب رحمت کو بہکانے کی سعی مسلسل اور جدید بہم میں لگا ہوا تھا اور وہ بی بی اپنے خلوص کی وجہ سے اس کی باتوں میں نہ آتی تھیں اور حضرت ایوبؑ مکمل ناسازگار حالات کے باوجود بے پناہ عبادت میں مشغول رہے۔ شیطان جب ہر طرف سے مایوس ہو گیا تو ایک دن بصورت عجیب و غریب لوگوں سے آکر ملا اور کہنے لگا کہ میں ایک فرشتہ ہوں اور فلک چہارم میں رہتا ہوں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایوبؑ ایک مخلص اور مقرب بندے تھے۔ لیکن انھوں نے کچھ ایسے گناہ کئے ہیں کہ خداوند عالم نے ان پر عذاب نازل کیا ہے اور ان کا نام صف اہیام سے خارج کر دیا ہے اور اب یہ سخت نافرمانی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ ان کا نام سخت نافرمانوں کی فہرست میں لکھ لیا گیا ہے۔ تم لوگوں کو بتائے دیتا ہوں کہ اگر تم نے انھیں اس جگہ سے دُور نہ پھینکا تو وہ دن دُور نہیں کہ تم بھی عذاب الہی میں مبتلا ہو جاؤ۔ شیطان کے اس کہنے سے لوگوں نے سخت شہادت شروع کر دی اور ہر طرف حضرت ایوبؑ کی نافرمانی اور ابتلائے عذاب کی داستان دہرائی جانے لگی۔ یہاں تک کہ بی بی رحمت (جو طلب آزدقہ کے لئے آبادی میں جایا کرتی تھیں) کے کانوں تک پہنچی ان سے کہا کہ (معاذ اللہ) ایوبؑ جہنمی ہے تم اس کا ساتھ چھوڑو اور اپنی راہ لو، ورنہ تم بھی عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گی۔

بی بی رحمت نے شام کو واپس آکر ساری داستان حضرت ایوبؑ سے بیان کی حضرت ایوبؑ اس شہادت اور انتساب نافرمانی سے مضطرب ہو گئے اور کمال اضطراب کی حالت میں ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی "انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین" خدایا مجھے اس صدمے نے بیکار کر دیا ہے، حضرت ایوبؑ ہر تکلیف برداشت کر سکتے تھے اور کہہ سکتے تھے لیکن

شہادت نے آپ کو متاثر کر دیا اور بالآخر آپ کو دُعا کرنا پڑی، پھر دُعا سے فراغت کے بعد نبی رحمت کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے کہ میں نے تم کو بار بار نہیں کہا کہ تم شیطان اور اس کی چابا زیوں سے بچو، مگر تم سماعت نہیں کرتی ہو۔ اچھا سنو! اب جب میں اچھا ہو جاؤں گا تو تم کو سو پھڑپھڑاؤں کا دنگا بنی بی رحمت ان کی ناراضگی سے بے حد دل تنگ اور رنجیدہ ہوئیں۔ لیکن یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس وقت یہ جن حالات میں مبتلا ہیں۔ ان حالات میں اس قسم کے غصے بعید از قیاس نہیں ہیں، یہ کہنے لگیں کہ آپ مالک ہیں جو چاہیں کریں۔

حضرت ایوبؑ بنی بی رحمت پر غصے سے ابھی ٹھنڈے نہیں ہونے پائے تھے کہ شیطان خود سامنے آگیا اور کہنے لگا کہ تمہارا نام فہرست ابنیاء سے کاٹ دیا گیا ہے اور تم کو عذاب میں مبتلا کر کے نافرمانوں کی صف میں شامل کر دیا گیا ہے۔ تم نے کوئی بات ضرور کی ہے۔ جس سے خدا تم سے ہمیشہ کے لئے ناراض ہو گیا ہے۔ حضرت ایوبؑ نے پھر ہاتھ اٹھا دیا۔ "انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب" میرے پالنے والے مجھ کو شیطان نے بہت اذیت اور تکلیف پہنچا رکھی ہے، ایک روایت میں ہے کہ شیطان کے بہکانے سے لوگوں نے آپ کو طعنے دینے شروع کئے کہ آخر تم نے کون سا گناہ کیا ہے جس سے تم پر یہ مصیبت آئی ہے بلکہ خود شیطان نے بھی ان سے کہا کہ تمہارا مرض اتنا طولانی ہو گیا۔ مگر تمہارا خدا کیسا ہے جو تم پر رحم نہیں کرتا اور تم ہو کہ بلا وجہ عبادت کرتے جا رہے ہو اگر خدا کو تم سے کوئی بھدردی اور دلچسپی ہوتی تو وہ یقیناً تم پر رحم کرنا اور تمہیں تندرست کر دیتا۔ یہ سن کر آپ بیتاب ہو گئے اور دُعا کرنے پر مجبور ہوئے عرسل ثعلبی ص ۹ میں ہے کہ حضرت ایوبؑ پر جو تین آدمی ایمان لائے تھے۔ جن کے نام۔ ایض۔ مالک اور ظافر تھے۔ وہ پہلے ان کی خدمت کرتے رہے۔ لیکن آخر میں ان کے دین پر باقی رہتے ہوئے انہیں چھوڑ بھاگے اور قسم یہ کیا کہ خود اگر حضرت ایوبؑ سے کہا کہ تم خدا کی بارگاہ میں اس گناہ سے توبہ کرو جس کی وجہ سے اس عذاب میں مبتلا کئے گئے ہو یہ سن کر ایک اس جوان نے جو ان تینوں کے ساتھ آیا تھا اور دل میں ایمان چھپائے ہوئے تھا ایک عظیم الشان اور طویل تقریر کی جس کے ذریعہ سے حضرت ایوبؑ کی عظمت کو واضح کیا۔ پھر حضرت ایوبؑ نے بھی اس شہادت سے متاثر ہو کر ایک طویل تقریر فرمائی جس میں ان کو بھڑادی ہے اور اپنے خدا سے اس شہادت کے سلسلہ میں اپنے دکھ کا تذکرہ کیا ہے، میں اس کا ترجمہ طول کے خیال سے درج نہیں کرتا۔

بنی بی رحمت کی خواہش دُعا پر
حضرت ایوبؑ کا جواب

بنی بی رحمت کو حضرت ایوبؑ سے جو محبت تھی اس کی وجہ سے ایک دن ان کے بے پناہ مصائب سے متاثر ہو کر ادب کے ساتھ عرض

کرنے لگیں کہ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں آپ سے ایک درخواست کروں۔ انھوں نے فرمایا کہ ہو کیا کہتی ہو عرض کی کہ میری گزارش آپ سے یہ ہے کہ آپ پالنے والے سے دعا کریں کہ وہ آپ کو شفا بخش دے۔ آپ نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتی ہو۔ لیکن یہ بتاؤ کہ اس وقت میری عمر کیا ہے؟ عرض کی ۸۰ سال سے کچھ زیادہ ہے فرمایا کہ ”شرم وارم از حق تعالیٰ کہ دعا کنم و از او سلامتی خواهم و حالاً مکہ مدت ابتلا و مرض بمقدار مدت فراخی و صحت من نہ رسیدہ است“ کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اُس سے اس حال میں دعا کے صحت کروں کہ مدت مرض و ابتلا اس مدت سے کم ہے جس میں میں نے صحت و عافیت سے گزارا ہے۔

حضرت ایوبؑ کے ابتلاء و امتحان کا اختتام
 حضرت ایوبؑ علیہ السلام عہد ابتلاء گزار رہے تھے اور اسی حالت میں انسانوں کو ہی نہیں بلکہ فرشتوں کو بھی حیران کر دینے والی عبادت کر رہے تھے اور بنی بی رحمت حصول آرزو کے لئے روزانہ آبادی میں جا رہی تھیں اور کچھ نہ کچھ لاکر حضرت ایوبؑ کی صحیح رفیقہ حیات ہونے کا فریضہ ادا کر رہی تھیں کہ دفعۃً دور ابتلاء ختم ہو گیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ جب ابتلاء و امتحان کی مدت کو سات سال سات ماہ سات دن سات گھنٹے ہو گئے تو جبریلؑ حضرت ایوبؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ خدا دنیا عالم نے تمہارے دور ابتلاء کو ختم کر دیا ہے۔ اٹھو اور قلال مقام پر دو اپنے پیروں کی ٹھوک لگاؤ، وہ اٹھ کہاں سکتے تھے۔ جبریلؑ نے مدد کی اور وہ اٹھ کر مقام معین پر گئے۔ ٹھوک لگائی، گرم پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا، جبریلؑ نے کہا کہ اس میں نہاؤ، انھوں نے اس میں غسل کیا۔ تمام بیماری کے اثرات کلاؤ کلا جاتے ہے پھر ایک دوسری جگہ بتائی کہ اس مقام پر بائیں پاؤں کی ٹھوک لگاؤ، انھوں نے ٹھوک لگائی تو سرد پانی کا چشمہ رونما ہوا۔ جبریلؑ نے کہا کہ اس میں سے پانی پیو، پانی پیا اور اندرونی بیماریوں سے شفا یاب ہو گئے، آپ کا جسم اپنی حالت اصلی سے بھی بہتر صورت میں ہو گیا۔ تندرست تہو مند ہو گئے، چہرہ گنار کی طرح کھل گیا، جبریلؑ نے عہد بہشت سے آراستہ کر دیا اور اس تختے کو بٹھا کر جس پر وہ پڑے ہوئے تھے۔ ایک شاندار تخت جنت سے منگوا کر بچھا دیا اور دونوں ٹیٹھ کر بائیں کرنے لگے

لے قصص الانبیاء لہرانی میں ہے کہ حضرت جبریلؑ کی ہدایت کے مطابق حضرت ایوبؑ نے پاؤں کی ٹھوک لگائی۔ اللہ زمین سے دو چشمے گرم و سرد جاری ہو گئے بواب بھی شہر حوراء کے ایک قریبے میں موجود ہے جو شوق کے توابع میں ہے اور بیماروں کے لئے مرجع بنا ہوا ہے۔ روضۃ الصغایں میں ہے کہ لوگ اس چشمے سے بے انتہا فائدہ اٹھاتے ہیں وہ اپنے گھروں سے بیمار آتے ہیں اور شفا یاب ہو کر واپس جاتے ہیں۔

اتنے میں بی بی رحمت، بروایت روضۃ الصفا آپہنچیں اور ان دونوں سے کہنے لگیں کہ اس جگہ میرے ایک مریض پڑا ہوا تھا وہ کیا ہو گیا، حضرت بصر تیل نے کہا کہ اگر تم اس مریض کو دیکھو تو پہچان لو گی؟ اسی دوران میں حضرت مسکرا دیئے۔ بی بی رحمت نے پہچان لیا اور فوراً سجدہ شکر میں گر گئیں، پھر یہ لوگ واپس اپنے گھر آئے اور خدا نے ان کی تمام صنائع شدہ چیزیں واپس کر دیں۔ جتنے جانور مرے تھے زندہ ہو گئے۔ جتنی املاک تباہ ہوئی تھی بحال ہو گئی۔ جتنی دولت تباہ ہوئی تھی واپس آگئی، بجھاریاں جو گندم اور جو سے بھری ہوئی برباد ہوئی تھیں، سونے اور چاندی کے گندم اور جو سے بھر گئیں، آسمان سے بھی مختلف شکلوں میں سیم وزر برسے، اولاد زندہ ہو گئی۔ بی بی رحمت کی جوانی پلٹ آئی اور خدا نے انھیں موجودہ لڑکے تین لڑکیوں کے علاوہ ۲۶ بچے عنایت فرمائے۔ انھیں درجہ نبوت سے بلند کر کے درجہ رسالت پر فائز کر دیا، یعنی ابتلاء کے وقت تک صرف نبی تھے اور ابتلاء کے بعد بروایت رسول بنا دیئے گئے اور انھیں روم میں مبعوث کر دیا گیا۔

حضرت ایوبؑ کے قسم کی تکمیل | شیطان کی حرکتوں سے متاثر ہو کر حضرت ایوبؑ نے جو یہ قسم کھالی تھی کہ میں صحت کے بعد بی بی رحمت کے سو چھڑیاں لگاؤں گا۔ اس قسم کی تکمیل کے لئے خداوند عالم نے حضرت ایوبؑ کے لئے ایک خوب صورت راہ نکال دی، فرمایا کہ ”خذ بیداك صغثا فاضرب به“ اے ایوبؑ تم اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا لو اور اس سے اپنی بی بی کو مارو۔ یعنی ایک ایسا سینکوں کا مٹھا بنا لو جو ستوا سینکوں پر مشتمل ہو اور صرف ایک بار اسے ان کے جسم پر لگاؤ۔ چنانچہ حضرت ایوبؑ نے اپنی قسم کی تکمیل کر لی۔

حضرت ایوبؑ کی جانشینی اور ولی عہدی | حضرت ایوبؑ علیہ السلام روم میں تبلیغ دین فرما رہے تھے کہ آپ کی عمر اختتام کو پہنچ گئی، چنانچہ آپ نے وفات سے چند یوم قبل اپنے بہت سے فرزندوں میں سے ایک فرزند کو جو سب میں لائق و فائق تھا جس کا نام حوئل تھا اپنا وصی اور جانشین مقرر کر دیا، تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۶۷ (عربی) میں ہے۔ ”وانتہ“ اوصی عند موتہ الی ابنہ حوئل، انھوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے حوئل کو اپنا جانشین بنا دیا جو بعد میں نبی قرار پائے۔ (تاریخ طبری فارسی ص ۱۱۱)

تاریخ روضۃ الصفا ج ۱ ص ۱۱۱ طبع نو کثور میں ہے۔ ”چول از مرض خلاص یافت بدعت اہل روم مامور شدہ روئے توجہ بدان دیار اور رود در آخر ایام حیات و قریب وفات حوئل

راکہ ارشد اولاد او بود وصی و ولیہم خویش گردانید۔ حضرت یوٰبؑ نے جب مرض سے چھٹکارا پالیا تو انھیں اہل روم کی ہدایت پر مامور کر دیا گیا۔ وہ وہاں سے روانہ ہو کر روم چلے گئے اور وہیں رہتے رہے، یہاں تک کہ عمر کا اختتام ہو گیا۔ انھوں نے آخر ایام زندگی میں جب کہ موت قریب آگئی تھی، اپنے ایک بیٹے کو جس کا نام ”حوئل“ تھا اور وہ سب میں لائق و فائق تھا۔ اپنا وصی اور جانشین بنا دیا۔ عرائش ثعلبی ص ۹۴ میں ہے۔ انہ اوصی بعد موتہ الی ابنہ حومل۔ حضرت یوٰبؑ نے اپنا جانشین اور وصی اپنے بیٹے حوئل کو بنا دیا۔

حضرت یوٰبؑ کی وفات جانشین مقرر کرنے کے چند دنوں بعد جس دن موت کا آگیا یعنی ہو گیا تھا اس دن اپنے بیٹے

حوئل کو بلا کر اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق وصیت فرمائی اور داعی اہل کو لبیک کہہ کر راہی ملک بقا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی مدت عمر میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ۹۰ سال ایک میں ۹۳ ایک میں ۱۳۵، ایک میں ۱۴۰، ایک میں ۱۴۱، ایک میں ۱۴۶، ایک میں ۲۰۰، ایک میں ۲۲۶ سال ہے۔ میرے نزدیک ایک سو چالیس سال کی روایت درست ہے۔ آپ کی قبر مبارک مقام تبرون (شام فلسطین) میں ہے۔

باب ۱۹

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

حضرت ذوالکفل علیہ السلام برگزیدہ نبی تھے۔ ان کا اصل نام بروایت ثعلبی بشر بن ایوب علیہ السلام اور بروایت جزائریؒ، عوید یا بن اوریم تھا۔ نسخ التواریخ میں ”عوید یا ہو“ مرقوم ہے اور لکھا ہے یہ عبرانی لفظ ہے۔ اس کے معنی ”معبود اللہ“ کے ہیں۔ آپ کا لقب ذوالکفل تھا۔ آپ شام و روم پر مبعوث ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ مشہور نبی ’حضرت قیل‘ آپ ہی تھے لیکن میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ آپ کو غصہ کبھی نہیں آیا تھا۔ اور آپ بے مثل مہمان نواز تھے۔ آپ مقدمات کے بھی فیصلے کیا کرتے تھے۔

آپ کو ذوالکفل کیوں کہا جاتا ہے اور آپ کا یہ لقب کس طرح قرار پایا۔ اس کے متعلق بہت سی روایات ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک نبی کی ہدایات اور احکام کی کفالت کی تھی۔ اس نبی نے کہا تھا کہ جو قائم اللیل اور صائم النہار ہو، یعنی رات بھر نمازیں پڑھتا ہو اور دن بھر روزے رکھتا ہو اور غصہ کبھی نہ کرتا ہو، میں اسے اپنا جانشین بناؤں گا۔ چنانچہ آپ نے وعدہ فرمایا اور ان کے احکام کی پوری کفالت کی اور ان کی وصایت کے مالک بنے۔ اس لئے آپ کو ذوالکفل کہا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ درجہ نبوت پر فائز ہونے سے پہلے شام کے ایک بادشاہ کے وزیر تھے۔ اس بادشاہ کو بنی اسرائیل سے سخت دشمنی تھی۔ وہ اپنی فوج بھیج کر بنی اسرائیل کو اکثر قتل کرا دیا کرتا تھا۔ جب یہ وزیر ہوئے تو ان کے زمانے میں بھی اس نے بدستور فوج کا ایک عظیم دستہ بھیج کر بنی اسرائیل کو قتل کرا دیا اور ایک سو علماء و فضلاء اور زعماء کو گرفتار کر لیا۔ حضرت

ذوالکفلؑ کو جب معلوم ہوا تو وہ بادشاہ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ اور اس سے دریافت فرمایا کہ ان کے متعلق کیا ارادہ ہے اس نے کہا کہ میں عنقریب ان کو قتل کر ادول گا۔ حضرت ذوالکفلؑ نے بادشاہ سے کہا کہ ابھی ان کے قتل کرانے کا وقت نہیں آیا۔ بہتر ہوگا کہ انھیں میرے حوالے کر دو۔ میں انھیں آج کے بعد قتل کر ادول گا۔ بادشاہ نے ان سب کو ان کے حوالے کر دیا۔ یہ انھیں اپنے ہمراہ لے گئے ان کی عزت و توقیر کی۔ ان کی بیڑیاں کٹوائیں۔ انھیں خوشگوار کھانا کھلایا اور رات کے وقت رہا کر کے فرمایا کہ تم لوگ راتوں رات اس کے قلمرو سے نکل جاؤ۔ وہ سب کے سب جان بچا کر بھاگ گئے۔ پھر صبح کو حضرت ذوالکفلؑ نے ایسی صورت اختیار فرمائی کہ بادشاہ ناراض بھی نہ ہوا اور ان کی جان بھی بچ گئی۔ اسی کفالت کی وجہ سے آپ کو ذوالکفلؑ کہا گیا، اور آپ کو درجہ نبوت پر فائز کیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے آپ کو حکم دیا کہ آپ عمالقم کے ایک بادشاہ کنعان کے پاس جا کر اُسے راہ راست پر لانے کی سعی کریں۔ چنانچہ حضرت ذوالکفلؑ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے ایمان لانے کی خواہش کی۔ اس نے کہا کہ میں اب ایمان لا کر کیا کر دوں گا۔ جبکہ بے انتہا گناہ کر چکا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اب ایمان لانا بالکل بے سود ہے۔ حضرت ذوالکفلؑ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے، اگر تو ایمان لائے گا تو خداوند عالم تجھے بخش دے گا اور نعمات جنت سے متنعم کرے گا، اس نے کہا کہ اس کی کوئی دلیل ہونی چاہیئے اور کوئی ثبوت ہونا چاہیئے کہ میں بخش دیا جاؤں گا اور میرا ایمان قبول کر لیا جائے گا۔ حضرت ذوالکفلؑ نے فرمایا کہ میں اس کی ضمانت دل کا اور کفالت کر دوں گا۔ اس نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو میں ایمان لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ ایمان لایا اور حضرت ذوالکفلؑ نے اس کو ایک نوشتہ ضمانت دے دیا۔ وہ ترک سلطنت کر کے گوشہ نشین ہو گیا اور عبادت میں رات دن گزارنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کی موت کا زمانہ آگیا۔ اُس نے وصیت کی کہ یہ خط میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔ چنانچہ وہ خط اس کے کفن میں رکھ دیا گیا۔ اور خدا نے اُسے بخش دیا اور اُسے جنت میں بلند مقام پر فائز فرمایا، وہ لوگ جو کفن میں خط رکھنے کے واقعہ سے واقف تھے اور بروقت موجود تھے۔ سب کے سب مسلمان ہوئے اسی ضمانت و کفالت کی وجہ سے آپ کا لقب ذوالکفلؑ ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں تین سکے بھائی تھے۔ ایک ان میں عالم تھا ایک زاہد تھا، ایک عابد تھا۔ اتفاقاً ان میں سے ایک کو امیری مل گئی اور وہ حکومت کرنے لگا۔ نیز بچہ بد راہ ہو گیا۔ ایک دن ایک بھائی نے کہا کہ آپ کی جو حالت ہے وہ بہت افسوسناک ہے۔ خدا

کے لئے راہِ راست پر آجاؤ اور گناہ ترک کر دو اور پھر صومعہ میں مثل سابق بیٹھو اس نے کہا کہ میں نے تھوڑے ہی عرصہ میں اتنا گناہ کر ڈالا ہے کہ جس کے بخشے جانے کا امکان نہیں ہے، بھائی نے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔ خداوندِ عالم بڑے سے بڑے گناہ کو بخشتا ہے، تم توبہ کرو، وہ تمہیں معاف کر دے گا۔ اس نے کہا کہ تم اس عابد کے پاس جاؤ جو فلاں جگہ پر بیٹھا عبادت کر رہا ہے، اور لوگوں کو ہدایات بھی کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ وہ بھائی حضرت ذوالکفلؑ کے پاس آیا اور اس نے سارا واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ اگر وہ توبہ کر لے تو میں اس کے جنت میں لے جانے کا ضامن ہوں۔ اس بھائی نے اپنے بھائی سے بتایا کہ وہ جنت کی ضمانت دینے کو تیار ہیں۔ بھائی نے کہا کہ ان سے لکھو اے، چنانچہ حضرت ذوالکفلؑ نے ضمانت نامہ لکھ کر اس کے جنت میں لے جانے کے کفیل بن گئے بنا بریں آپ کو ذوالکفلؑ کہا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام "احاب" تھا اس کی زوجہ جس کا نام "یزابل" تھا۔ بڑی ظالمہ تھی۔ بنی اسرائیل میں جتنے انبیاء تھے ان کے قتل کا اُس نے عہد کیا ہوا تھا۔ چنانچہ اُس نے تو انبیاء گرفتار کر کے اپنے پاس طلب کئے اور حکم دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے حضرت ذوالکفلؑ جو اس کی سلطنت کے وزیر تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ تو انبیاء گرفتار کر کے لائے گئے ہیں تو وہ انھیں خوبصورتی کے ساتھ اپنی تحویل میں لے کر واپس آئے اور رات کے وقت ان سب کو رہا کر دیا۔ اور کہا کہ تم چلے جاؤ۔ اگر وہ چاہے گی تو تمہارے عوض مجھے قتل کر دے گی۔ میں اس پر راضی ہوں چنانچہ وہ لوگ چلے گئے اور محفوظ ہو گئے۔ اسی کفالت کی وجہ سے آپ کا لقب ذوالکفلؑ ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ سے کہا گیا کہ اس کا وعدہ کرو کہ قوم پر عذاب نازل نہ ہوگا تو انھوں نے کہا کہ اگر قوم راہِ راست پر رہے گی، گناہ نہ کرے گی تو اس پر عذاب نازل نہ ہوگا لہذا آپ کا لقب ذوالکفلؑ قرار پا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کا لقب اس وجہ سے ذوالکفلؑ ہے کہ آپ ہر شخص کی کفالت کرتے تھے اور اپنے ذمہ اس کا کام لیتے تھے۔ اس ذمہ داری کی وجہ سے آپ کا لقب ذوالکفلؑ ہو گیا۔ یعنی ذمہ داری لینے والا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ذوالکفلؑ کو جہاد کا حکم ملا، آپ نے اپنی قوم سے جہاد کے لئے کہا۔ اس نے اس شرط پر جہاد کی آمادگی ظاہر کی کہ موت نہ آنے پائے، آپ نے خدا کی بارگاہ میں

ان کی عرضداشت پیش کی خدا نے مان لیا اور حکم دیا کہ تم ان سے اس کی کفالت میری طرف سے کرلو، میں ان کی موتوں کو ان کی خواہش پر موقوف کر دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب وہ سب ہر طرف محفوظ ہوتے رہے تو بے انتہا کثرت ہو گئی۔ پھر انہوں نے موت مانگی تب وہ مرنے لگے ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ وہ ان کی قوم پر عذاب نہ نازل کریگا۔

حضرت ذوالکفلؑ کی چونکہ ایک خاص صفت یہ تھی کہ آپ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا۔ اس لئے شیطان نے اس میں رخنہ اندازی کی سعی بلیغ کی۔ تواریخ میں ہے کہ ایک مرتبہ شیطان نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ

آپ کو غصہ میں لانے کیلئے شیطان کی جدوجہد

کون ہے جو ذوالکفلؑ کو غصے میں لائے۔ یہ سن کر ایک شاگرد جس کا نام "امیض" تھا کہنے لگا کہ یہ کام میں کر دوں گا۔ چنانچہ ایک روز جب کہ حضرت ذوالکفلؑ لوگوں کے مقدمات کے فیصلوں سے فارغ ہو کر اپنے گھر پہنچے اور آرام کا ارادہ کیا تو امیض آگیا اور کہنے لگا کہ مجھ پر ایک شخص نے ظلم کیا ہے۔ فیصلہ کیجئے، آپ نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس لے آؤ، اُس نے کہا کہ وہ میرے کہنے سے نہیں آتا۔ آپ نے اُس کو ایک انگشتی دی اور کہا کہ یہ انگشتی میری اُس کو دکھاؤ اور کہو کہ تم کو ذوالکفلؑ نے بلایا ہے۔ وہ انگشتی لے کر گیا اور آپ نے اس کا انتظار کیا، اور آرام نہیں فرمایا اور شب کو بھی آرام نہیں کیا تھا اور دن بھی اسی طرح گزر گیا۔ جب دُسر دن ہوا تو امیض آیا اور اس نے کہا کہ آپ کی انگشتی دیکھ کر بھی وہ نہیں آیا، اب آپ آرام کرنے کے لئے تیار تھے اور دربان نے بھی اس کو سمجھایا کہ دوسرا روز ہے انھوں نے آرام نہیں کیا ہے۔ مگر اس نے کہا کہ میں مظلوم ہوں، میری فریاد سنو اور فیصلہ کرو۔ چنانچہ جناب ذوالکفلؑ نے ایک خط لکھ کر دیا اور کہا کہ میرا یہ خط لے کر جاؤ اور اس کو میرے پاس بلا کر لے آؤ، چنانچہ آپ پھر تیسرے دن بھی اس کے انتظار میں رہے اور پھر شب آگئی اور تمام رات عبادت کی اب چوتھا روز آیا کہ پھر امیض آگیا اور کہنے لگا کہ وہ آپ کا خط بھی دیکھ کر نہیں آیا، حضرت ذوالکفلؑ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ دُھوپ سخت نہ تھی چار دن جا گئے ہوئے گزر چکے تھے۔ مگر پھر بھی آپ کے چہرے پر غصے کے آثار نہ تھے۔ جب آپ راستے میں جا رہے تھے تو وہ شخص غائب ہو گیا اور جا کر اپنے بزرگ شیطان سے کہا کہ میں ذوالکفلؑ کو غصے میں لانے سے معذور ہوں، میں نے بڑی کوشش کی مگر وہ کسی طرح غصہ نہیں کر

حضرت ذوالکفلؑ کی جانشینی اور ولیعهدی

ہے۔ اسی طرح حضرت شیرین ایوب (ذوالکفلؑ) نے بھی اپنا جانشین مقرر کر دیا۔

تاریخ طبری (عربی)، ج ۱ ص ۱۶۷ اور عرائس امام ثعلبی ص ۹۴ ”وان بشر اوصی الی ابنہ عبدان“ حضرت ذوالکفلؑ نے اپنی موت سے پہلے اپنے بیٹے عبدان کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔

آپؑ کی مدتِ عمر اور وفات

دین کرہے تھے کہ داعی اہل آپہنچا اور آپؑ نے بیک کہہ کر ملک بقا کی راہ لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مؤرخ طبری نے آپؑ کی عمر ۷۵ سال تحریر کی ہے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ میرے

نزدیک ان کی عمر ۹۵ سال کی تھی۔

باب ۲۰

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی اور اسی طرح معصوم اور افضل خلایق تھے جس طرح تمام انبیاء ہوتے ہیں، آپ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند ان اسماعیلؑ و اسحاقؑ کے علاوہ ایک اور دوسرے فرزند مدین کی اولاد سے تھے، جو قطور از وجہ ابراہیمؑ کے لطف سے تھے، آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے، شعیب بن منکیل بن یثغر بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام، آپ کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی نسل سے تھیں جن کا نام بروایت ثعلبی منکیل، اور بروایت ناسخ التواریخ و روضۃ الصفا ”میککا“ تھا۔ حضرت شعیب کا نام سریانی زبان میں ”تیرون“ تھا، آپ کا رنگ گندمی تھا یعنی آپ سانولے رنگ کے تھے۔ قدمیانہ مگر ذرا بالا تھا۔

آپ کا لقب ”خطیب الانبیاء“ تھا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ آپ بڑے فصیح و بلیغ تھے، بے نظیر تقریر کے ماہر تھے۔ فن مناظرہ و مباحثہ میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے اور بڑے حاضر جواب تھے۔ بروایت طبری آپ بابل کے رہنے والے تھے، لیکن آپ نے شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

آپ کے معجزات بہت کثیر ہیں جن میں دو معجزات زیادہ مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ ایک تہہ آپ نے اپنی قوم کے کہنے سے دعا کی اور اس پاس کے تمام پتھر خالص تانبہ بن گئے۔ دوسرے ایک بار آپ پہاڑ پر جانا چاہتے تھے کہ پہاڑ خود جھک گیا اور آپ اس پر چڑھ گئے، ایک روایت میں ہے کہ آپ کا یہ معجزہ ہر موقعہ پر ظاہر ہوتا رہا۔ یعنی جب بھی آپ کسی پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ کرتے تھے پہاڑ جھک جاتا تھا اور آپ چڑھ جاتے تھے، ترازو آپ ہی کی ایجاد ہے۔ آپ ان پانچ پیغمبروں میں سے ایک ہیں جنہوں نے عربی زبان میں تبلیغ فرمائی وہ

لہ طبری میں ہے کہ آپ کا نام عبرانی میں ”نثرون“ اور عربی میں شعیب تھا۔ روضۃ الصفا میں نثرون کے بجائے ”بروت“ مرقوم ہے۔

پانچ پیغمبر یہ ہیں۔ (۱) حضرت ہودؑ (۲) حضرت صالحؑ (۳) حضرت اسمعیلؑ (۴) حضرت شعیبؑ۔
(۵) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت شعیبؑ کا پیشہ بحریاں چرانا تھا۔

حضرت شعیبؑ کی بعثت حضرت شعیبؑ اہل مدین اور اصحاب ایکہ پر مبعوث ہوئے تھے، اہل مدین، محض بن جندل بن

عصیب بن مدین بن ابراہیمؑ کی اولاد سے تھے، حضرت شعیبؑ کی نسل بھی مدین بن ابراہیمؑ پر منتهی ہوتی ہے اور اہل مدین بھی مدین بن ابراہیمؑ کی اولاد سے تھے۔ اس طرح آپ کی قوم آپ ہی کی آبائی نسل سے متعلق تھی۔ آپ اسی قوم میں پلے بڑھے اور جوان ہوئے۔ اس قوم میں چھ بادشاہ تھے جو اس زمین خدا کے طویل و عریض رقبے پر حکمران تھے، ان بادشاہوں کے نام یہ تھے (۱) ابی جاد (۲) ہواز (۳) حطی (۴) کلن (۵) سفص (۶) قریشات۔ بروایت ناسخ التواریخ، ابی جاد بادشاہ، مکہ اور ارضی حجاز پر حکومت کرتا تھا اور ”ہواز“ و ”حطی“ ارض طائف وغیرہ پر حکمران تھا اور کلن و سفص اور قریشات زمین مدین اور ایکہ اور اس کے گرد و فواح پر حکمرانی کرتے تھے۔ بروایت عرائس تعلیٰ ان سب بادشاہوں میں نمایاں مقام ”کلن“ کو حاصل تھا۔

مقام مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند مدین بن ابراہیمؑ کے نام سے موسوم ہے یہاں وہ مقیم تھے اور یہیں ان کی اولاد آباد ہوئی اور ”ایکہ“ اسی مقام مدین کا ایک آخری حصہ آبادی تھا جس میں بہت بڑے بڑے باغات تھے اسی بنا پر اس مقام کو ”ایکہ“ کہتے تھے۔ کیونکہ ”ایکہ“ کے معنی ”الشجر الملتف“ گھنے درخت کے ہیں۔ طبری میں ہے کہ یہ دونوں مقام ولایت شام میں واقع ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ارض مدین خلیج عقبہ (عجلانہ) کے ساحل پر مدائنہ خلیج سے ساحل بحر احمر اور ارض ثمود و حجاز تک جہاں ثمود و جہیم اور عرب اسمعیلی آباد تھے پھیلی ہوئی تھی۔ ایک روایت میں اصحاب ایکہ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ ایک جنگل میں رہتے تھے اور وہاں جنگلی اونٹ، بارہ سنگھے اور ہرنوں کے گلے کے گلے رہتے تھے اور ہر سرسبز جنگل تھا۔ اس میں گھنے اشجار اور نباتات تھے یہاں سے ایک راستہ ریم اور فلسطین کو جاتا تھا۔

اہل مدین اور اصحاب ایکہ کا کردار مدین اور ایکہ کے رہنے والے دیگر بدکاریوں کے علاوہ ناپ تول میں بے ایمانی،

درہم و دینار میں تراش اور قطع طریق میں بڑے ماہر تھے، یعنی وہ جب سودا دیتے تھے تو کم لیتے تھے اور جب سودا لیتے تھے تو زیادہ لیتے تھے اور درہم و دینار کو تراش کر اس سے چاندی سونا نکالتے تھے اور لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ وہ سب بُت پرست تھے اور لطف یہ ہے کہ ان میں

سے عوام خواص حتیٰ کہ بادشاہ تقریباً سب ہی ایک ہی راستے پر گامزن تھے اور سب کا کردار خراب تھا۔ خداوندِ عالم نے انہیں بڑی فراخی دے رکھی تھی، یہ دولت کے نشے میں کسی اچھی بات کی طرف دھیان بھی نہ کرتے تھے۔

بادشاہ کلبن اور حضرت شعیبؑ
میں تند و تیز گفتگو

حضرت شعیبؑ نے حکمِ خدا کے مطابق اپنی نبوت کا اعلان کر کے دہاں کے باشندوں کو دعوتِ راست روی دی اور ان سے کہا کہ ایک خدا کو مانو جس نے سب کچھ پیدا کیا ہے اور سب کی زندگی اور موت کا جو مالک ہے۔ ان پتھر کے خداؤں کو مٹی میں ملا دو، اور واحد و یکتا خدا کی بارگاہ میں سرِ نیاز جھکا دو۔

آپ کے اس اعلان سے صرف علاقہ مدین میں ہی نہیں بلکہ دُور دراز مقامات تک عام پیر چاہو گیا، اس پرچے کا فروغ پانا تھا کہ مدین اور اس کے اطراف کے باشندے ایمان لانے لگے، یہ حالات دیکھ کر مدین کے بڑے بڑے اور اسی کی کوشش کرنے لگے کہ لوگوں کی آمد پر قابو حاصل ہو جائے۔ چنانچہ اُس کے لئے انھوں نے بہت سے گروہ بنادیئے جو اطرافِ مدین میں جا کر روزانہ بیٹھ جایا کرتے تھے اور باہر سے آنے والوں کو شعیبؑ کے خلاف اچھی بُری باتیں کہہ کر بہکا دیا کرتے تھے۔

حضرت شعیبؑ کو جب ان کی یہ حرکت معلوم ہوئی تو آپ نے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ اگر تم نے میری دعوتِ قبول نہ کی اور خدا واحد پر تم ایمان نہ لائے اور لوگوں کو بدستور بہکانے کی سعی جاری رکھی تو تم اسی طرح عذاب میں مبتلا ہو گے جس طرح قومِ نوح، لوط اور ہودؑ مبتلا ہو چکی ہے۔ میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ اپنی حرکتوں سے باز آؤ، خدا پر ایمان لاؤ، میری نبوت کو تسلیم کرو، ڈاکہ زنی چھوڑ دو، ناپ تول درست کرو، ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ یہ سن کر اہل مدین، جن کا سربراہ اعلیٰ کلبن بادشاہ تھا، کہنے لگے اے شعیبؑ اب تم حد سے بڑھ گئے ہو، ہم قرابت کا خیال کرتے ہیں اور تمہاری کمزوری پر رحم کرتے ہیں، ورنہ تمہارے ساتھ وہ کچھ کرتے کہ تم بھی ساری عمر یاد رکھتے، سنو تم نے جو نبوت کا دھونگ رچا رکھا ہے ہم اُسے کبھی تسلیم نہ کریں گے ہمیں علم ہے کہ تم پر جو ایمان لا رہے ہیں ان کے دماغ خراب ہو گئے ہیں، ہمیں افسوس ہے کہ تم اچھے خاصے آدمی تھے

اب تمہیں نبوت کا خط ہو گیا ہے، اب ہم تم سے بہت واضح طور پر کہہ دیتے ہیں کہ تم اپنی غلط تبلیغ سے باز آؤ، ورنہ ہم تم کو اس سے مع تمہارے ماننے والوں کے نکال باہر کر دیں گے۔ حضرت شعیب نے فرمایا کہ تم بڑی غلطی پر ہو۔ یاد رکھو کہ اگر اسی پر قائم رہے تو عنقریب تباہ ہو جاؤ گے اور تم پر عذاب نازل ہو گا اور تم کو کوئی بچانہ سکے گا۔ ہوش میں آ جاؤ ورنہ پچھاؤ گے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا کہ تم میرے مومنوں پر دباؤ ڈالتے ہو، اور ان سے کہتے ہو کہ وہ ایمان سے باز آ جائیں اور خدا نے واحد کو چھوڑ کر پھر پتھر کے خداؤں کی پرستش شروع کر دیں۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب تم اپنے پتھر کے خود ساختہ خداؤں کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہو تو یہ اپنے واحد دیکتا خدا کو کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ سنو! ہم لوگ حق پر ہیں اور تم باطل پر ہو۔ ہماری باتوں پر غور کرو اور اپنے کو تباہی میں نہ ڈالو۔

حضرت شعیب کے بار بار حوالہ عذاب کو سن کر ان لوگوں نے مسخرانہ انداز میں کہا کہ ہم تو اپنے خداؤں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں اور تمہاری نبوت کو بھی ماننے کے لئے آمادہ نہیں اور جس راستے پر چل رہے ہیں اس سے بھی ہٹنے والے نہیں، اب تم جو بار بار عذاب عذاب کرتے ہو تو عذاب بڑا ہی دو۔

یہ سن کر حضرت شعیب نے دست دُعا بلند کر دیا۔ ”میرے پالنے والے ہمارے اور ان کے درمیان تو ہی فیصلہ فرما“ کیونکہ یہ اب کسی کی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میں انھیں راہ راست پر لانے کی ہر طرح کوشش کر چکا ہوں۔

بالآخر حضرت جبریل نازل ہوئے اور حضرت شعیب سے کہنے لگے کہ تم اپنے ماننے والوں کو لے کر اس زمین سے باہر چلے جاؤ۔ کیونکہ اب عنقریب عذاب آئے گا۔ حضرت شعیب اپنے ملنے والوں کو لے کر جن کی تعداد بروایت روضۃ الصفا ایک ہزار ستتر اور بڑا بیت ناسخ التواریخ ایک ہزار سات سو تھی، مدین سے روانہ ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ لوگ جس وقت روانہ ہوئے تو اہل مدین مسخرانہ طور پر ان لوگوں پر ہنسنے لگے اور کہتے تھے یہ پاگل لوگ ہیں انھیں عذاب دکھائی دے رہا ہے اور یہ جارہے ہیں۔

حضرت شعیب مقام مدین سے روانہ ہو کر ایک میں

اہل مدین پر نزول عذاب

کہ اہل مدین پر عذاب الہی کا نزول شروع ہو گیا، آسمان سے تند و تیز اور شدید گرم ہوا کی آمد شروع ہو گئی اور سات شبانہ روز جاری رہی۔ اس ہولنے تمام چیزوں کو کھولا دیا اور اس کی گرمی سے بے شمار افراد ہلاک ہو گئے، سخت زلزلہ اس ہوا کے ساتھ تھا اور گھر برابر گر رہے تھے اور لوگ

ہلاک ہو رہے تھے، کچھ لوگ دہاں سے بھاگ کر ایکہ کی طرف چلے تاکہ وہاں پناہ لیں، وہ لوگ جو نبی گھر سے نکلے اور روانہ ہوئے۔ تپش نے اُن کے بدن کو جھون دیا، زمین پر پاؤں رکھتے تھے، تو گوشت پک کر زمین پر گر جاتے تھے، آخر الامر یہ منتشر ہو رہے تھے۔ خدا نے انھیں ایک مقام پر اس طرح جمع کر دیا کہ ایک ابرسیاہ ظاہر کیا گیا۔ یہ لوگ یہ سمجھے کہ بارش کا ابر ہے اس کے نیچے آکر جمع ہو گئے۔ اس وقت جب کہ عذاب الہی سے آسمان وزمین ہوا اور فضا سب سے آگ نکل رہی تھی۔ انھیں سایہ ابر بہت غنیمت معلوم ہوا۔ جب سب کا اجتماع ہو گیا تو اس ابر سے آگ برسی اور سب جل کر خاکستر ہو گئے۔ پھر خدا نے مدین کے اُن باشندوں کو جو وہیں پڑے تھے۔ ایک ہیبت ناک تیز آواز کے ذریعہ سے واصل جہنم کر دیا۔ اس طرح ان سب کا خاتمہ ہو گیا۔ جن کی تعداد کم از کم ایک لاکھ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ان لاکھ افراد میں چالیس ہزار وہ تھے جو بدر کداری کے خود مرتکب تھے اور ساٹھ ہزار وہ تھے جو خود مرتکب نہ تھے۔ لیکن ان کے فعل پر راضی تھے اور انھیں بدر کداری سے روکتے نہ تھے۔

حضرت شعیبؑ کی مدین کو واپسی حضرت شعیبؑ تقریباً ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کو اپنے ہمراہ لے کر مقام ایکہ میں جا کر مقیم ہو گئے اور یہاں عذاب سے ایک لاکھ مخالفین دین تباہ کر دیئے گئے۔

پھر خداوند عالم نے حکم دیا کہ تم اپنے لوگوں کو لے کر واپس مدین چلے جاؤ اور تبلیغ کا سلسلہ مدین کے تمام اطراف و جوانب میں جاری کر دو۔ چنانچہ آپ واپس مدین پہنچ گئے اور آپ نے کام شروع کر دیا۔ تاریخی استنباط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تبلیغ کا سلسلہ تا بہ حجاز جاری تھا اور آپ اطراف و جوانب میں اپنے رسول بھیجتے تھے اور اس کے لئے آپ نے ایک مکمل نظام بنایا تھا ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ اصول مرتب کیا تھا کہ دس آدمیوں پر ایک افسر پھر سو آدمیوں کا ایک افسر۔ پھر ایک ہزار آدمیوں پر ایک افسر مقرر ہوا۔ اس طرح آپ کا عمل جاری تھا۔ آپ عوام کے نظام کے بھی ذمہ دار تھے اور لوگوں کے فیصلے بھی کیا کرتے تھے تاریخی استنباط سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ تبلیغ کے ساتھ ساتھ حکومتی نظام بھی چلا رہے تھے اور تبلیغ کے لئے برابر اطراف و جوانب میں رسول بھیجا کرتے تھے۔ مگر دنیا والوں کی حالت چونکہ ہر عہد میں خراب رہی لہذا وہ ان کے اکثر رسولوں کو قتل کرتے تھے اور بہتوں کو زندہ گڑھوں اور کنوؤں میں دفن کر دیتے تھے اور اس سلسلہ میں مقام "ایکہ" کے باشندے زیادہ اہم کردار ادا کرتے تھے غالباً اسی کی طرف قرآن مجید میں "و کذب اصحاب الایکۃ المدرسلین" سے اشارہ کیا گیا ہے جنہیں بعد میں تباہ کر دیا تھا۔

ان کے کرتوت کا ذکر قصص الانبیاء راوندی میں اس طرح مرقوم ہے کہ سہل بن سعید کو ہشام بن عبد الملک بن مروان نے ایک کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ جب وہ کنواں کھودا رہے تھے اور دو سئو قدم گہرائی تک کھودا چکے تو ایک انسان کی کھوپڑی نظر آئی۔ انھوں نے اس کے گرد کھدوانا شروع کیا یہاں تک کہ ایک پورا انسان ایک پتھر پر کھڑا ہوا ملا جس کا داہنا ہاتھ اس کے سر پر اس جگہ رکھا ہوا تھا جس جگہ ضرب کا نشان تھا، جب اُس نے اس کا ہاتھ سر سے ہٹایا تو خون جاری ہو گیا، جب ہاتھ چھوڑ دیا تو وہ ہاتھ خود بخود زخم پر رکھا گیا اور خون بند ہو گیا۔ پھر جب اس نے نگاہ کی تو اس کے سفید کپڑے پر جو وہ مقتول پہنے ہوئے تھا یہ لکھا ہوا تھا "انا شعیب بن صالح رسول رسول اللہ شعیب النبی علیہ السلام الی قومہ فذوبونی و طرحونی فی هذا الجب وھا لواء علی التراب" میں شعیب بن صالح ہوں مجھے حضرت شعیب علیہ السلام نے تبلیغ کے لئے اپنی قوم کی طرف بھیجا تھا، ان لوگوں نے مجھے مارا پٹیا۔ پھر مجھے اس کنوئیں میں ڈال دیا اور میرے اوپر مٹی ڈال کر کنوئیں کو بند کر دیا میرے خیال میں یہ عبارت قدرتی تھی، پھر سہل بن سعید نے اس واقعہ کو ہشام بن عبد الملک کو لکھ بھیجا۔ اس نے تحریر کیا کہ تم اس کنوئیں کو بند کر دو اور دوسری جگہ کنواں کھودو۔

اسی طرح کراچی کی کنسرفوٹو میں ہے کہ عبد الرحمن بن زیاد افریقی ایک کنواں کھود رہا تھا جب ایک پورے دن کھود چکا اور شام ہو گئی تو ایک گھر جیسا ملا اس میں ایک میت تھی اور اس کے سر ہانے ایک تختی پر لکھا ہوا تھا "انا حسان بن سنان الاوزاعی رسول شعیب النبی علیہ السلام الی اهل هذه البلاد دعوتہم الی الایمان باللہ فکذبونی و جعل سونی فی هذا الحفر الخ میں حسان بن سنان اوزاعی ہوں۔ مجھے حضرت شعیب نے تبلیغ کے لئے ان شہروں میں بھیجا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو دعوت ایمان دی۔ ان لوگوں نے اس کے عوض میں میری تکذیب کی اور مجھے اس گڑھے میں دفن کر دیا۔ اب میں قیامت تک اسی میں رہوں گا اور قیامت کے دن خدا سے فریاد کروں گا۔ اس کے بعد اس نے پھر مٹی ڈال کر اُسے بند کر دیا۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ سلیمان بن عبد الملک بن مروان ایک مرتبہ "وادی قراء" سے گزرا تو اس نے حکم دیا کہ اس جگہ کنواں کھودا جائے۔ جب کنواں کھدنے لگا تو کافی گہرائی میں ایک پتھر نکلا جب اُسے ہٹایا تو اس کے نیچے ایک مقتول ملا جس کے جسم پر دو کپڑے تھے او اس کا ہاتھ اس کے سر پر رکھا ہوا تھا۔ جب اس کا ہاتھ ہٹایا گیا تو اس کے نیچے ایک زخم تھا۔ ہاتھ کے ہٹنے ہی زخم سے خون جاری ہو گیا۔ جب ہاتھ چھوڑ دیا گیا تو وہ خود بخود زخم پر

چلا گیا اور خون بند ہو گیا، پھر جو نظر کی گئی تو اس کے قریب ایک تختی نظر آئی اور اس پر لکھا ہوا تھا ”انا الحارث بن شعیب الغسانی رسول شعیب علیہ السلام الی اهل مدین فکذبونی وقتلونی“ میں حارث بن شعیب غسانی ہوں مجھے حضرت شعیب علیہ السلام نے علاقہ مدین کے رہنے والوں کی طرف ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ میں نے جب ان لوگوں کو ہدایات کیں تو ان لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور مجھے قتل کر کے اس گڑھے میں دفن کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نزول عذاب سے قبل جب مدین سے روانہ ہوئے تھے تو سیدھے مکہ چلے گئے تھے اور ساری زندگی وہیں رہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ وہ ”مقام ایکہ“ گئے تھے اور پھر واپس مدین آگئے تھے اور وہیں حضرت موسیٰ آئے تھے اور وہیں حضرت موسیٰ کی دختر شعیبہ مصفورا بنت شعیب سے شادی ہوئی تھی اور تقریباً تیس سال حضرت موسیٰ وہیں حضرت شعیب کے ساتھ مقیم رہے تھے۔

حضرت شعیب کا بے پناہ گریہ حضرت شعیب علیہ السلام جو کہ خوف خدا سے رونے میں یکتا تھے، نزول عذاب کے بعد

سے اُنھوں نے بارہ سال بے پناہ گریہ کیا۔ آخر الامر جبریلؑ آکر کہنے لگے کہ اے ”شعیب اگر تم جنت کے لئے روتے ہو تو تھبا لے لئے جنت واجب کی جا چکی ہے اور اگر جہنم کے خوف سے روتے ہو تو جہنم سے تمہیں آزادی دی جا چکی ہے۔ آپ نے کہا کہ ”اللہی وسیلۃ انت تعلم انی ما بکیت خوفاً من نارک ولا شہوتاً الی جنتک ولكن عقد حبک فی قلبی فستاصبر

اوراک فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ اماذا کان ہذا فین اجل ہذا ساحل ملک کلیمی موسیٰ بن عمرانؑ اے جبریلؑ خدا سے کہہ دو کہ میرے پالنے والے تجھے معلوم ہے کہ نہ میں جہنم کے خوف سے دُعا ہوں اور نہ تیری جنت کے شوق میں گریہ کرتا ہوں، میرے رونے کا سبب صرف یہ ہے کہ میرے دل میں تیری محبت گرہ گیر ہو گئی ہے اور مجھے صبر نہیں آتا اور میں اس وقت تک اس سلسلے میں بے صبر رہوں گا۔ جب تک تیری بارگاہ میں پہنچ کر تجھے پچشم قلب دیکھ نہ لوں۔ یہ سن کر وحی ہوئی کہ اے شعیب میں نے تم کو اس کے صلہ میں اپنے کلیم موسیٰؑ جیسے نبی کو تمہاری خدمت کیلئے معین کر

لے خداوندِ عالم سے عارفوں کا یہی طریقہ تکلم رہا ہے حضرت علیؑ علیہ السلام بھی عرض کیا کرتے تھے ماعبدک خوفاً من نارک ولا طمعاً فی جنتک ولكن وجدک اہلاً للعبادة فعبدتک میں نے ناچشم کے خوف سے یا جنت کے شوق میں تیری عبادت نہیں کی، میں صرف اس لئے تیری عبادت کرتا ہوں کہ تو عبادت کا اہل ہے۔

دیبا ہے۔ وہ عنقریب تمہاری خدمت میں پہنچ کر اس فریضہ سے عہدہ برآ ہوں گے۔

حضرت موسیٰ حضرت شعیبؑ کی خدمت میں

حضرت شعیبؑ مدین میں جو تبلیغ و عبادت تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں فرعون کو راہ راست پر لانے کی سعی کر رہے تھے۔ آخر الامر مومن آل فرعون جناب حزقیل نے جو فرعون مصر کے چچا زاد بھائی

تھے اور دل کی گہرائی میں ایمان کا نور چھپائے ہوئے تھے، حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ آج فرعون کے سارے گھرانے نے مل کر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جس صورت سے ہو سکے، موسیٰؑ کو جلد سے جلد قتل کر دیا جائے، لہذا آپ اس شہر سے کچھ دنوں کے لئے کسی اور طرف چلے جائیے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور سیدھے مدین روانہ ہو گئے۔ جو مصر سے تین دن کی مسافت پر تھا۔ جب شہر پہنچے تو آرام لینے کے لئے ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے، حضرت موسیٰؑ جس جگہ آرام کر رہے تھے اس کے قریب ایک کنوئیں تھا اس کنوئیں پر لوگ جمع تھے اور پانی بھر رہے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے جب اس کنوئیں کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ بہت سے مرد پانی بھرنے میں مشغول ہیں اور دو لڑکیاں جن کے ساتھ چند بکریاں ہیں علیحدہ خاموش کھڑی ہیں۔ جب بہت دیر ہو گئی اور ان لڑکیوں کو مردوں کی وجہ سے گھاٹ نہ مل سکا اور یہ جگت پر نہ جا سکیں تو حضرت موسیٰؑ کو ان پر رحم آیا، وہ اپنے مقام سے اٹھے اور کنوئیں پر اگر ان لڑکیوں سے پوچھا کہ تم کیوں کھڑی ہو، انھوں نے کہا کہ مردوں کی کثرت کی وجہ سے پانی بھرنے کا موقع نہیں ملتا۔ حضرت موسیٰؑ نے فوراً ڈول لیا اور کنوئیں میں ڈال دیا اور پانی کھینچ کر ان لڑکیوں کی بکریوں کو سیراب کر دیا، وہ ڈول اتنا بڑا تھا کہ اُسے دس آدمی کھینچا کرتے تھے۔ مگر حضرت موسیٰؑ نے تنہا اُسے کھینچا اور بکریوں کو سیراب کر دیا۔ وہ لڑکیاں خوش خوش اپنے گھر چلی گئیں۔ اور حضرت موسیٰؑ اُس درخت کے نیچے آکر بیٹھ گئے، جب یہ لڑکیاں گھر پہنچیں تو حضرت شعیبؑ نے پوچھا کہ آج تم جلدی کیسے آگئی ہو۔ انھوں نے کہا بابا ایک مرد نے مدد کر دی اور پانی جلد دستیاب ہو گیا۔ وہ مرد کوئی بہت بڑا طاقتور معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے ہمارے لئے اس ڈول کو تنہا کھینچا ہے جس کو دس آدمی کھینچا کرتے تھے اور وہ کوئی بہت شریف آدمی ہے، ہمیں کامسافر ہے اور ایک درخت کے نیچے مقیم ہے۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ پھر تو اُس کی مزدوری ادا کرنی چاہیئے۔ یہ کہہ کر اپنی ایک لڑکی سے کہا کہ تم جا کر اسے میرے پاس بلا لاؤ تاکہ میں اس کی مزدوری ادا کر دوں۔ حضرت شعیبؑ حضرت موسیٰؑ کے پاس پہنچی اور کہا کہ ”آپ کو میرے باپ جو کہ بہت ضعیف اور بوڑھے ہیں بلا رہے ہیں حضرت موسیٰؑ اٹھ

کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تم مجھے راستہ بتاتی جاؤ میں آگے آگے چلوں گا اور تم پیچھے پیچھے آؤ، کیونکہ ہم اولاد یعقوب عورت کے عقب میں نظر نہیں کرتے۔“

دختر شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ جب حضرت شعیبؑ کے گھر پہنچے اور ان سے ملے تو انھوں نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کیوں آئے ہو۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی مختصر سی سرگزشت بتا دی۔ حضرت شعیبؑ نے کہا کہ اچھا ہوا تم مصر سے چلے آئے، جہاں جان خطرے میں ہو وہاں رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ دونوں برگزیدہ خدا آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ دختر شعیبؑ نے کہا کہ بابا جان یہ مرد بہت شریف دیا نندار اور طاقتور ہے۔ اسے اپنی بکریاں چرانے کے لئے ملازم رکھ لیں تو بہت بہتر ہو گا۔

حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے باشارہ قدرت کہا کہ میں اپنی ایک لڑکی کی شادی تمہارے ساتھ کر دوں گا اگر تم آٹھ یا دس سال میری خدمت کر گے اور میری بکریاں چراؤ گے اور گھر کا کاروبار دیکھو گے۔ حضرت موسیٰؑ نے اسے منظور کر لیا اور دس سال کا وعدہ کر کے خدمت شروع کر دی۔ جب دس سال پورے ہو گئے تو حضرت شعیبؑ نے اپنی لڑکی ”صفورا“ کی شادی حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کر دی، وہ وہیں داماد کی حیثیت سے رہنے لگے، چند دنوں کے بعد وہ بروایت ناسخ التواریخ حاملہ ہوئیں اور ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ”ابیر سول“ رکھا گیا۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد حاملہ ہوئیں اور ایک اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ”البعذر“ رکھا گیا۔ حضرت موسیٰؑ کو جب مدین میں رہتے ہوئے ۳۹ سال ایک ماہ اور ایک ہفتہ ہو گیا تو آپ حضرت شعیبؑ سے رخصت ہو کر اپنی بیوی اور بچوں کو لئے ہوئے مصر پہنچے اور وہیں رہنے لگے۔

قیام مصر کے دوران جو حالات اور واقعات رونما ہوئے وہ انشاء اللہ حضرت موسیٰؑ کے تذکرہ حالات میں مذکور ہوں گے، اس مقام پر صرف یہ بتانا ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب فرعون اور عمالقاہ پر غالب آ گئے اور آپ کی شہرت امصار و دیار میں بہت فروغ پا گئی تو حضرت شعیبؑ حضرت موسیٰؑ سے ملنے کے لئے مصر تشریف لائے۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کا شاندار استقبال کیا اور ایک دوسرے کے گلے ملے۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے تمام واقعات ایک خیمہ میں بیٹھ کر جو زیر دامن کوہ نصیب تھا، بیان کئے۔ حضرت شعیبؑ نے شکر خدا ادا کیا۔

حضرت شعیبؑ تھوڑا عرصہ وہیں مقیم رہے۔ اس دوران میں وہ دیکھ رہے تھے کہ حضرت موسیٰؑ کو آرام کے لئے مطلقاً فرصت نہیں ملتی۔ وہ صبح سے شام تک نظام مملکت کی استواری اور عوام کی خدمت اور مقدمات کے فیصلے میں لگے رہتے ہیں۔ اس سے متاثر ہو کر انھوں نے حضرت

موسیٰؑ سے کہا کہ جس طرح تم کام کرتے ہو، اس طرح تمہارے لئے دشواری بہت زیادہ ہے۔ کام کا نظام اس طرح قائم کرو کہ ہر دس افراد پر ایک اور سو افراد پر ایک، اور ہزار افراد پر ایک دیانت دار ایماندار اور لائق و فائق شخص کو مقرر کرو اور وہ اپنے متعلقہ حلقہ کا نظام درست کرے۔ مقامات کے فیصلے کرے اور دیکھ بھال کرے جو ان سب سے بڑا معاملہ ہو وہ تمہارے پاس پیش کیا جائے۔ حضرت موسیٰؑ نے اسے پسند کیا اور مصر میں اس قسم کا نظام رائج کر دیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ دنیا کا نظام جو اسی اصول پر قائم ہے وہ حضرت شعیبؑ ہی کے ارشاد کا نتیجہ ہے۔

حضرت شعیبؑ پھر مصر سے واپس مدین تشریف لائے، پھر بردایت ناسخ التواریخ حضرت موسیٰؑ اپنے بال بچوں کو لئے ہوئے مدین آئے اور تھوڑے عرصہ کے بعد واپس چلے گئے۔

حضرت شعیبؑ اپنی جانشینی کے فرائض اپنے داماد حضرت موسیٰؑ کے سپرد کر کے مکہ معظمہ چلے گئے اور وہاں پہنچ کر ۲۲۰ سال کی عمر

حضرت شعیبؑ کی مدتِ عمر اور وفات

میں انتقال فرما گئے۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔
روایات میں ہے کہ انھیں درمیانِ رُکن و مقام دفن کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؑ نے مدین ہی میں انتقال کیا ہے اور علاقہ شام ہی میں دفن کئے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؑ کی وفات حضرت موسیٰؑ سے آخری ملاقات کے سات سال چار ماہ بعد واقع ہوئی ہے۔ ایک روایت ہے کہ آپؑ کا انتقال حضرت موسیٰؑ سے پہلی ملاقات کے ستر سال بعد ہوا ہے۔

باب ۲۱

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی تھے۔ خداوند عالم نے آپ کو انبیاء میں بھی اونچے درجے پر فائز فرمایا تھا۔ صفِ انبیاء میں آپ کو بڑی عظمت نصیب تھی۔ قرآن مجید میں جس قدر آپ کا ذکر اور آپ کے حالات کا تذکرہ ہے کسی اور نبی کے متعلق نہیں ہے۔ آپ کو خداوند عالم نے اولوالعزم ہونے کا بھی شرف بخشا ہے، آپ انبیاء ماضی میں تیسرے اولوالعزم نبی تھے۔ روضۃ الصفاء میں آپ کو چوتھا اولوالعزم نبی بتایا گیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے کیونکہ کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اولوالعزم صرف پانچ نبی تھے جو رسالت کے طبع پر فائز تھے اور شریعت لے کر آئے تھے۔ ان میں اول حضرت نوحؑ، دوسرے حضرت ابراہیمؑ، تیسرے حضرت موسیٰؑ، چوتھے حضرت عیسیٰؑ اور پانچویں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اول الذکر چار انبیاء کو اولوالعزم کا درجہ اس لئے دیا گیا تھا کہ یہ حضرات حضرت محمد مصطفیٰؐ اور ان کے اہل بیتؑ کو بے حد و نہایت دوست رکھتے تھے۔

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے، موسیٰ بن عمران بن لیصر بن کاہت بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیمؑ غلیل اللہ علیہ السلام۔ بعض علماء نے آپ کے آباؤ اجداد کا تذکرہ اس طرح کیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی عمر جب ۸۹ سال کی ہوئی تو لاوی پیدا ہوئے، پھر لاوی نے تائبۃ بنت مادی ابن اشجب سے نکاح کر لیا۔ اور غزٹون دمردی اور قاہت پیدا ہوئے پھر قاہت کی عمر جب ۴۶ سال کی ہوئی تو انہوں نے "قابہ" بنت مبین بنت تنویل ابن الیاس سے نکاح کیا اور لیصر بن قاہت پیدا ہوئے۔ پھر لیصر بن قاہت نے "سمیت" بنت تیام بن برکیا بن اشعان بن ابراہیمؑ سے نکاح کیا اور عمران پیدا ہوئے۔ جب عمران کی عمر ۶۰ سال کی ہوئی اور لیصر کی عمر ۴۴ سال کی ہوئی تو عمران بن لیصر نے "نجیب" بنت شمویل بن برکیا بن اشعان بن ابراہیمؑ سے نکاح کیا اور حضرت ہارون و حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے۔ ان دونوں کی پیدائش

کے وقت ان کی عمر ۷۷ سال کی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ کے والد عمران ۱۲۷ سال زندہ رہے۔ حضرت موسیٰ کو ہارون کی ماں کے نام میں سخت اختلاف ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ان کا نام ”نجیب“ تھا۔ ثعلبی نے ”یوحنیل“ کو مشہور بتایا ہے۔ ایک روایت میں ”ناجیہ“ ایک میں ”افاجیہ“ ایک میں ”بوجایئہ“ ایک میں ”خابث“ ایک میں ”ایائئہ“ ایک میں ”ایاذخت“ ایک میں ”اباحثہ“ ایک میں ”برحانہ“ ایک میں ”یوکبدہ“ ایک میں ”بوجائئہ“ ایک میں ”نجیہ“ ایک میں ”ماحنہ“ ایک میں ”نجیب“ ایک میں ”یوحا“ ایک روایت میں ”یوحنیل“ بنت لادوی۔ ایک روایت میں ”یوحنیل“ ہے۔ ان اقوال میں کسی کی صحت کی تصدیق کرنا اور کسی کو ترجیح دینا مشکل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی پیشین گوئی اور قدرتی اخبار کے مطابق چار سو برس کے بعد مصر میں پیدا ہوئے جبکہ فرعون مصر ولید بن مصعب حکمرانی ہی نہیں بلکہ بزرگم خود خدائی کرتا تھا۔ حضرت یوسفؑ کی ولادت کے وقت فرعون اول ریان بن ولید حکمران مصر تھا جسے انھوں نے مسلمان کر لیا تھا جیسا کہ سابق میں گزر چکا۔ مصر کے تمام حکمران فرعون ہی کہے جاتے تھے، اور سب کے سب حد درجہ ظالم بدکردار اور کینے تھے۔ لیکن ”ولید بن مصعب“ جس کے بعد میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے تھے اس سے سب سے زیادہ ظالم ”بد معاش“ اور کینہ کوئی فرعون بھی نہ گزرا تھا۔ اسوۃ الرسول ج ۱ ص ۳۵۸ میں لکھا ہے حضرت موسیٰؑ کا زمانہ حضرت عیسیٰؑ سے ۱۹ سو سال پہلے تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مصر میں فرعونوں کی حکومت کیونکر قائم ہوئی اور کیسے یہ حکمران بن کر خلق خدا کو تباہ کرتے رہے۔

مصر میں حکومت فرعون کی بنیاد | مؤرخین کا بیان ہے کہ فرعون اول ”ریان بن ولید بن شروان بن اراشتر بن فاران

بن عمر بن عملاق بن لادون ساٹھ بن نوح علیہ السلام جو کہ بلخ کا رہنے والا تھا، ایک مرتبہ خراسان میں شدید قحط پڑا۔ یہ وہاں سے بوجہ قحط ترک وطن کر کے بارادہ مصر بچاؤ ”قوشع“ پہنچا، چونکہ یہ زیادہ جھوکا تھا، لہذا نانبائی کی دکان تلاش کرتے ہوئے ”ہامان“ کے پاس جا پہنچا جو کہ خباز (نانبائی) تھا اور کتب آسمانی کا عالم تھا، اُس نے کتاب میں پڑھا تھا کہ ایک زمانے میں ایک شخص بلخ سے آئے گا جو مختلف صفات سے متصف ہوگا۔ ریان جس وقت اُس کی دکان پر پہنچا اور ہامان کی نظر اُس پر پڑی تو اس نے چند منٹ گفتگو کے بعد یہ سمجھ لیا کہ یہی وہ شخص ہے جس کا ذکر کتاب میں ہے۔ اُس نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو اور کہاں جانے کا ارادہ ہے، اس نے کہا بلخ سے آ رہا ہوں اور مصر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ہامان نے اُسے کھانا کھلا کر اپنے گھر میں مہمان کیا۔

اور اس سے کہا کہ تم دو چار یوم یہیں قیام کرو۔ پھر مصر جانا، میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ ریان یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اس کے یہاں ٹھہر گیا چند دن وہاں گزارے اور چونکہ حسین آدمی تھا لہذا ہامان نے اُسے اپنے لئے مشغولہ بنالیا اور دونوں عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد دونوں روانہ ہو کر مصر پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ہامان نے ریان سے کہا کہ تم کوئی صفت جانتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں دیہاتی یعنی مزارعت اچھی طرح جانتا ہوں۔ ہامان نے کہا کہ پھر خر بوزہ کی کاشت کرو چنانچہ ریان نے ایک کھیت اجارہ پر لے کر خر بوزہ بو دیا اور اُسکی کچھ اس حیثیت سے نگہداشت کی کہ اس کا خر بوزہ جملہ مزارعین سے پہلے تیار ہو گیا۔ ریان نے ایک خردوار خر بوزہ ہامان کو دیا کہ اسے بازار میں لے جا کر فروخت کرو۔ چنانچہ ہامان ایک خردوار خر بوزہ لے کر بازار گیا، اور صبح سے شام تک بیٹھا رہا، خر بوزہ تو تقریباً تمام ختم ہو گیا۔ لیکن اس کی قیمت اسے مطلقاً نہ ملی ریان نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو اس نے جواب دیا کہ ”ہوا کیا“ سب لوگ سارا خر بوزہ لے گئے اور کسی نے کوئی قیمت نہ دی۔ میں جس سے قیمت مانگتا تھا وہ مجھے طمانچہ رسید کرتا تھا۔ دوسرے دن ریان نے پھر ایک خردوار خر بوزہ دیا کہ اسے بازار لے کر جاؤ اور فروخت کرو۔ ہامان پھر لے کر گیا اور پہلے ہی دن کی طرح دوسرے دن بھی ہوا۔ ریان سمجھ گیا کہ یہ ملک غیر محفوظ اور غیر منضبط ہے لہذا اس نے یہ صورت اختیار کی کہ سارا سامان وغیرہ فروخت کر کے چند گھوڑے اور چند غلام فراہم کر لئے اور ”سور البلد“ (شہر بنیاد) کے اچھے چند غلام لے جا کر پہرہ لگا دیا اور جرم کر بیٹھ گیا اور ہر ایسے آنے جانے والے سے جو کچھ مال لاتا یا لے جاتا ہو، ہر پھیرے میں ایک ایک دینار وصول کرنا شروع کر دیا۔ اس عمل کو ایک عرصہ گزر گیا۔ اتفاقاً اُس ملک کے بادشاہ کی ایک لڑکی فوت ہوئی۔ جب اُسے باہر دفن کے لئے لوگ لے جانے لگے تو اُس نے روک لیا اور کہا کہ جب تک ستوا دینار نہ دو گے ہرگز پھانگ سے باہر نہ جاسکو گے۔ چنانچہ اُن لوگوں نے ستوا دینار ادا کیے تب انھیں باہر جانا نصیب ہوا، آخر الامر بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ ایک شخص عرصہ دراز سے دروازے پر بیٹھا ہے اور کسی کو بغیر کچھ لئے ہوئے باہر نہیں جانے دیتا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس شخص کو حاضر کیا جائے۔ چنانچہ ریان بن ولید بلخی حاضر دربار ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور کس کے حکم سے ”من مانا ٹیکس“ وصول کر رہے ہو۔ ریان نے جواب دیا کہ میں ایک مسافر ہوں۔ عرصہ دراز سے اس ملک میں آیا ہوا ہوں۔ میری دلی خواہش تھی کہ بادشاہ سلامت سے ملاقات کروں۔ لیکن مجھے لوگ نہیں چھوڑتے تھے۔ میں ہر چند کوشش کرتا رہا، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر الامر میں نے سوچا کہ کوئی ایسا کام کرنا چاہیئے جس کی وجہ سے بادشاہ کی ملاقات ہو سکے۔ بنا بریں میں نے یہ کام شروع کر دیا۔ گزارش ہے کہ جو مال میں نے جمع کیا ہے وہ سب

اسی ملک کے لئے ہے میرا اس میں کچھ نہیں ہے اور میرا مقصد بھی مال جمع کرنا تھا بلکہ بادشاہ سے ملاقات مقصود تھی۔ چنانچہ وہ ہو گئی، اب آپ سارا جمع شدہ مال مجھ سے لے سکتے ہیں۔ ریان کے اس جواب سے بادشاہ مصر بے حد خوش ہوا اور کہنے لگا کہ میں تمہاری زیرکی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنی سلطنت کا وزیر بنا لوں۔ ریان نے جواب دیا کہ اس سے زیادہ میری کیا خوش قسمتی ہوگی، مجھے تعمیل خواہش و حکم میں کوئی عذر نہیں ہے۔ چنانچہ بادشاہ مصر نے ریان کو وزیر بنا لیا۔ یہ وزارت کے فرائض انجام دیتا رہا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور ریان بن ولید سلطنت مصر پر قبضہ کر کے مکمل حکمران بن گیا اور اس نے پوری سرکشی کا مظاہرہ کیا اور اپنے کو ”فرعون“ کے لقب سے ملقب کر لیا۔ بالآخر یوسف علیہ السلام کے ہاتھوں مسلمان ہوا، اور سلطنت کے اختیارات ان کے سپرد کر کے گوشہ نشین ہو گیا۔ اسی عہد میں جبکہ ریان اور حضرت یوسفؑ دونوں زندہ تھے اور بروایت شعبی وہ مرچیکا تھا قابوس بن مصعب بن معاویہ بن غیر بن سلواس بن فالان بن عمرو بن علقان بن لاوذ بن سام ابن نوحؑ حکمران بن گیا وکان کافراً ذی عداۃ علی یوسف الی الاسلام فابی ان یسلم۔ وہ کافر تھا۔ حضرت یوسفؑ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ مگر اس نے قبول نہ کیا۔ یہاں تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال ہو گیا، اور فرعون ”قابوس“ حکمرانی کرتا رہا۔ حضرت یوسفؑ کے انتقال کے بعد قابوس نے بنی اسرائیل پر عرصہ حیات تنگ کر دیا کیونکہ وہ لوگ اس کی حرکتوں کو پسند نہ کرتے تھے اور اسے یہ معلوم تھا کہ بنی اسرائیل میرے قہر و سرکشی اور میرے موجودہ دین (کفر) کو پسند نہیں کرتے، قابوس نے اس کے رد عمل میں یہ عمل کیا کہ اپنے کفریہ احکام کو بنی اسرائیل پر جو اپنے آباؤ اجداد کے دین پر تھے عائد کر دیا اور اس میں پوری سختی کا مظاہرہ کیا، ان سب کو غلام اور خدام بنا لیا اور ان سے ایسے کام لیتا رہا جو طاقت بشری سے بالاتر تھے۔ بنی اسرائیل فرعون مصر ”قابوس“ کی حرکتوں اور سختیوں سے سخت عاجز تھے اور خدا سے دعا کرتے تھے کہ اس عذاب الیم سے نجات حاصل ہو۔ لیکن بروایت ابن عباس چونکہ ان پر قبضی فرعونوں کا تسلط اس لئے ہوا تھا کہ یہ بنی اسرائیل خود بھی بہت زیادہ گناہوں میں مبتلا ہو گئے تھے اور ان میں بھی کافی بد معاشی اور لادینی گھر کر چکی تھی اور ان کے بُرے لوگ بُرے عمل کرتے تھے اور ان کے اچھے اخصیں منع کرنے سے گریز کرتے تھے۔ اس لئے یہ عذاب میں مبتلا تھے اور خدا کی طرف سے اُن کے بارے میں خاموشی تھی۔

الغرض قابوس اپنے ظالمانہ جوہر دکھاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی عمر کا بیانا لبریز ہو گیا اور وہ داعی اجل کو لبیک کہہ کر واصل جہنم ہو گیا۔

فرعون اور دعویٰ خدائی

قابوس کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابوالعباس ولید بن مصعب بن ریان ابن آراشہ بن ثروان بن عمرو ابن فاران بن علق بن لاؤذ بن سام بن نوح علیہ السلام مصر کا حکمران بن گیا۔

ولید بن مصعب اپنے بھائی قابوس سے زیادہ سرکش، بد معاشر، بے دین، بے رحم اور ظالم تھا۔ بعلی نے لکھا ہے کہ تمام فرعونوں میں فرعون ولید سب سے بدتر تھا۔ یہ خدا سے مطلقاً بے خوف تھا۔ سخت ظالم، بے حیا اور انتہائی شقی القلب تھا، اس کی عمر بھی بہت طویل تھی اور اس کی زندگی کی رستی دراز تھی۔ چار سو سال زندہ رہا اور لوگوں کے لئے عذاب بنارہا۔ اس فرعون کے تحت نشین ہوتے ہی سفید مرغوں نے دم سادھ لیا اور اذان دینی بند کر دی مرغوں کے اس عمل سے بنی اسرائیل اور گھبرا گئے۔ کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام یہ خبر دے گئے ہیں کہ چار سو سال کے بعد اس مصر میں ایک فرعون حاکم ہوگا جو بنی اسرائیل کے لئے عذاب الیم قرار پائے گا اور اس کی پہچان یہ ہوگی کہ سفید مرغے بانگ دینا بند کر دیں گے (روضۃ الصفاء ج ۱ ص ۸۳)

الغرض ولید بن مصعب اپنے پورے مظالم کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا اور لوگوں کو بُت پرستی کی دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ اس کی حکومت کو پانچ سال گزر گئے، اس پانچ سال کی مدت میں اس نے بنی اسرائیل پر جو مظالم کئے وہ تو کئے اپنے لئے بھی خدائی کا راستہ ہموار کر لیا یعنی اپنی شان و شوکت اور حکمرانی کی وسعت کو دیکھ کر خدائی کا دعویٰ کر دیا اور صائے ”انا ربکم الاعلیٰ“ بلند کر کے تمام مصریوں کی پیشانیاں سجدوں میں بھکوا دیں۔ سابق مصری تو آسانی سے اس کی پرستش کرنے لگے۔ لیکن نبی یعقوبؑ نے اُسے تسلیم نہ کیا اور کہہ دیا کہ مظالم کو برداشت کرنا ہماری عادت بن گئی ہے۔ ہم خدا کے سوا کسی کے سامنے سر نہ جھکا میں گئے۔ فرعون کو جب ان کے خیالات اور ان کی نافرمانی کی اطلاع ملی تو اس نے ان سب کو جمع کر کے کہا کہ میری اطاعت و عبادت کرو ورنہ تم پر مظالم اور زیادہ کر دیئے جائیں گے۔ ان لوگوں نے اس کی عبادت و اطاعت سے انکار کر دیا۔ ان کا انکار کرنا تھا کہ ان کے ادیر مزید سختی شروع کر دی گئی۔ انھیں تجارت کرنے سے روک دیا گیا اور ان کے مضبوط و طاقتور لوگوں کو پہاڑوں سے پتھر لاکر کاروبار کرنے سے روک دیا گیا۔ ان کے صنعت کاروں کو آئینہ سازی وغیرہ سے منع کر دیا گیا، اور ان غریبوں کو حکم دیا گیا کہ یہ لوگ مزدوری کریں اور شام کو جو اجرت ان کو ملے وہ سب کی سب غزانے میں جمع کر دیں اگر کسی نے ایک دن کی بھی اجرت جمع نہ کرائی تو اس کے ذخیل ہاتھ پس گردن سے ایک ماہ تک بندھے رہیں گے۔ اس کے علاوہ جو لوگ کچھ نہ کر سکتے تھے ان سے ”عجزیہ“ وصول کرتا تھا اور انھیں

لوگوں سے نئی صاف کرتا تھا نیز مختلف گندے کاموں میں ان کو استعمال کرتا تھا انہیں امور اور مصائب کی طرف قرآن مجید میں یسومونکھ سؤ العذاب سے اشارہ کیا گیا ہے۔

فرعون کا خواب اور اس کی تعبیر | فرعون اپنی بدکرداری، بد عملی، ظلم پروری اور تہرود و سرکشی میں مصروف و مشغول تھا ہی

کہ ایک شب کو اس نے خواب میں دیکھا کہ فلسطین شام کی طرف سے بھڑکتی ہوئی آگ مصر کی طرف بڑھ رہی ہے اور وہ ہنایت تیزی سے سب کچھ جلا رہی ہے اور تھوڑے عرصہ میں سارے مصر کو قبطیوں سمیت جلا دیا ہے، اور اس آگ کی زد سے بنی اسرائیل مطلقاً بچ گئے ہیں۔ خواب سے بیدار ہوا بے حد گھبرا یا۔ کاهنوں اور تعبیر دینے والوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ سب دربار میں جمع ہو گئے، اس نے خواب بیان کیا اور اس کی تعبیر کی خواہش کی۔

ان لوگوں نے متفقہ یہ کہا: یولد فی بنی اسرائیل غلام یسلبک الملك ویغلبک علی سلطانک ویخرجک وقومک من ارضک ویبدل دینک کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تجھ سے ملک چھین لے گا اور تیری سلطنت پر قبضہ کر لے گا اور تجھے اور تیری قوم کو تیری زمین سے نکال باہر کر دے گا اور تیرے دین کو بدل دے گا۔ (عرائش ثعلبی ص ۹)

تعبیر خواب کا رد عمل | یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ لوگ ہمارے ہی ملک میں پلتے ہیں اور ان ہی میں بچہ پیدا ہو کر ہمیں تباہ کرے گا یہ کیسے ہو سکتا ہے، میں ان میں کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔ جو اس خواب کی تعبیر بن کر میری سلطنت کو تباہ کر سکے۔

اس کے بعد اس نے ملک کی تمام قابلہ (دائی) عورتوں کو بلایا اور حکم دیا کہ ملک میں جتنی عورتیں حاملہ ہیں سب کا حمل ضائع کر دو، اور خیال رکھو کہ کوئی حمل تکمیل کو نہ پہنچنے پائے اور اگر وہ لطن مادر میں پورے دن گزار بھی لے تو اسے زندہ پیدا نہ ہونے دو۔

حکم پاتے ہی دایوں نے کام شروع کر دیا، اور فرعون نے بہت سے سنگ دلوں کو بلا کر حکم دیا کہ اس وقت جتنے بچے ہیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ تیزی سے کام شروع ہو گیا۔ بنی اسرائیل کے بچے ذبح کئے جانے لگے۔ یہاں تک کہ موسیٰ کے پیدا ہونے سے پہلے بروایت الجبرائلی ستر ہزار بچے قتل کئے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ نوے ہزار بچے قتل کئے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ وضع حمل کا طریقہ یہ رکھا گیا تھا کہ حاملہ عورت کو ایک بانس کی چھان پر چڑھا کر اس کے پیر پھیلا دیتے تھے اور کسی بانس کی مدد سے بچے کو نکال لیتے تھے ایک روایت میں ہے کہ حاملہ عورت کو زرد کوٹ کر تے تھے۔ یہاں تک کہ بچہ پیٹ میں مرنے لگتا اور اسے نکال لیتے تھے۔

حضرت موسیٰ رحمہ مادریں

حکم فرعون سے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل علم جاری رہا۔ یہاں تک کہ پانچ سال گزر گئے۔ اسی دوران میں

بنی اسرائیل میں طاعون پھیل گیا، اور بے شمار افراد طاعون کی وجہ سے مر گئے۔ یہ دیکھ کر مصر کے چند اصل قبیلے باشندے فرعون کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل عام ایک طرف جاری ہے اور دوسری جانب طاعون کی تباہ کاری فروغ پا رہی ہے۔ اندیشہ ہے کہ نسل بنی اسرائیل بالکل منقطع ہو جائے گی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ملک کا نظام درہم برہم ہو جائیگا اور ہمارے تمام چلتے ہوئے کام بند ہو جائیں گے۔ فرعون نے ان کی بات پر غور کیا اور اسے معقول خیال کر کے قابلہ دانیوں کو حکم دیا کہ مسلسل بچوں کو قتل نہ کریں اور حمل ضائع نہ کریں بلکہ ایک سال اپنا عمل جاری رکھیں اور دوسرے سال بند کر دیں۔ چنانچہ اسی طرح کیا جانے لگا۔ بروایت وضعہ لفظاً جس سال بچوں کا قتل بند تھا اُس سال حضرت ہارون پیدا ہوئے اور جس سال قتل جاری تھا، حضرت موسیٰ متولد ہوئے۔ آپ کے بطنِ مادر میں قیام اور آپ کی ولادت میں خداوندِ عالم کا خاص کرم شامل تھا۔

حضرت موسیٰ کی ولادت

مؤرخین کا بیان ہے کہ منجمن نے فرعون کو ایک رات بتائی کہ اس رات کو بچہ بطنِ مادر میں آجائے گا اور

یہ واقعہ شہر اسکندریہ میں ہوگا، فرعون نے پہرہ سخت کر دیا، مزید برآں تمام لوگوں کو جو اسکندریہ میں تھے حکم دیا کہ سب کے سب باہر نکل آئیں۔ چنانچہ سب باہر نکل آئے۔ اس نے مردوں کو مطلقاً عورتوں سے دُور رکھا تاکہ کوئی بھی آج کی رات ہمبستر نہ ہونے پائے، فرعون خود بھی اسکندریہ ہی میں جا کر مقیم ہوا تاکہ نگرانی مضبوط رہے اور اپنے ہمراہ ”عمران“ کو بھی لے گیا۔ کیونکہ وہ فرعون کے بڑے مقرب تھے۔

رات گزر رہی تھی پہرہ پڑا ہوا تھا، سونے والے سو رہے تھے، خالقِ فطرت نے مادرِ موسیٰ کو جو نکمایا۔ وہ اٹھیں اور عمران سے ملیں جو فرعون کے چھاٹک پر تھے، رحمِ مادر میں حضرت موسیٰ جاگزیں ہو گئے۔

منجمن نے فرعون کو اطلاع دی کہ جس بچے کی وجہ سے ہزاروں بچے ضائع کئے گئے وہ بچہ آج رات کو رحمِ مادر میں آگیا ہے۔ یہ سن کر فرعون سخت متوحش ہوا اور پوری سختی کے ساتھ نگرانوں سے باز پرس کی۔ ان لوگوں نے اپنی مکمل نگرانی کا یقین دلایا۔ مگر اس کو تسلی نہ ہوئی اور وہ سخت برہم رہا۔ آخر الامر حکم دیا کہ تمام عورتوں کو دیکھا جائے کہ آج کی رات کون حاملہ ہوئی ہے۔ دانیوں نے پوری توجہ سے ہر ایک عورت کا پیٹ دیکھا مگر کسی کو حاملہ نہ پایا۔ تفسیرِ ابراہیم قمی میں

کہ حضرت موسیٰ کا عمل کسی طرح ظاہر نہ ہوا یہاں تک کہ وضع حمل کا زمانہ آگیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وضع حمل سے پہلے پہلے کئی بار سپٹ دیکھا گیا لیکن حمل ظاہر نہ ہوا۔ بالآخر وہ وقت آگیا کہ آپ لطن مادر سے آغوش مادر میں تشریف لائے، پیشانی سے نور ساطع ہوا۔ ماں خوفِ فرعون سے کانپنے لگی۔ خیال ہوا کہ ابھی لوگ آجائیں گے اور بچے کو بھی قتل کریں گے اور مجھے بھی تباہ کر ڈالیں گے۔ خداوند عالم نے دل کو مضبوط کر دیا، گھبراہٹ دور ہو گئی، مگر یہ فکر لاحق ہو گئی کہ اب کریں کیا۔ آپ کی حالت دیکھ کر قبلی دالی نے پوچھا کہ کیوں گھبرا رہی ہو، کہا خوفِ فرعون سے، اس نے جواب دیا، ہنیں گھبراؤ نہیں، میں کسی سے نہ کہوں گی، لیکن تم اس کی حفاظت کا بندوبست کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ کی ولادت چھ ماہ دو یوم میں ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ روشن تنور میں | مادر موسیٰ نہایت پوشیدگی کے ساتھ موسیٰ کی حفاظت کر رہی تھیں اور اسی فکر میں تھیں کہ اسے

کیونکر بچاؤں کہ ناگاہ نگرانوں کا ایک دستہ آگیا اور اس نے دق الباب کیا۔ ہمیشہ موسیٰ ”کلثوم“ نے ماں سے کہا کہ لوگوں کو خبر ہو گئی ہے اور نگرانوں کا ایک دستہ دروازے پر آگیا ہے۔ ”ظماش عقلمها فلقتہ فی خرقۃ ووضعتہ فی التنور وھو مسجور“ یہ سنتے ہی مادر موسیٰ کی عقل جاتی رہی۔ نہایت گھبراہٹ کی حالت میں نومولود کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بھڑکتے ہوئے تنور میں ڈال دیا اور خاموش ہو کر بیٹھ گئی۔

نگرانوں کا دستہ اندر داخل ہوا اور اس نے ان دونوں سے پوچھا کہ جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے۔ کلثوم، ہمیشہ موسیٰ نے کہا، کیسا بچہ؟ کہا جو پیدا ہوا ہے۔ انھوں نے کہا، کہاں پیدا ہوا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے قابلہ کو خود یہاں سے نکلنے دیکھا ہے، کلثوم نے کہا کہ پھر تلاشی لے لو۔ چنانچہ انھوں نے تلاشی لینا شروع کی اور سب کچھ دیکھا مگر مولود نہ ملا، ایک نے کہا کہ تنور میں دیکھا جائے، اس کی طرف جب گئے تو دیکھا کہ وہ پوری تیزی کے ساتھ بھڑک رہا ہے، وہ سب جب مایوس ہو کر چلے گئے۔ تو خدا نے مادر موسیٰ کی عقل بحال کر دی، اب اس نے کلثوم سے پوچھا کہ ”این الصبی“ بچہ کہاں ہے۔ کلثوم نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپ ہی اس تنور کی طرف گئیں پھر جو واپس آئیں تو آپ کے پاس بچہ نہ تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کہاں ڈال آئیں اور وہ کیا ہو گیا؟ اب ماں بیٹی اسی فکر و تردد میں تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ آخر بچہ چلا کہاں گیا، تنور چونکہ جل رہا تھا اس لئے اس کی طرف کسی کا ذہن نہ گیا۔ بالآخر یہ دونوں سخت پریشان ہوئیں اور فطری جذبہ محبت سے مجبور ہو کر رونے لگیں۔ ”فسمعت بكاء الصبی من التنور“ یہ روہی رہی تھیں کہ ناگاہ کانوں میں بچہ کے

رونے کی آواز تنور سے برآمد ہو کر پہنچی۔ یہ دونوں دوڑ پڑیں، دیکھا کہ بچہ آگ کے بجائے لال پھولوں میں پڑا ہوا ہے، ”فاحتملہ“ ماں نے اسے تنور سے نکال کر چھاتی سے لگایا۔

مادر موسیٰ، فرزند کی حفاظت تو پورے طور پر کر رہی تھیں، لیکن غلطی ہو گئی

حضرت موسیٰؑ دیائے نیل کی موجوں میں

کہ حالات کی روشنی میں وہ اس امر کا یقین رکھتی رہی ہوں گی کہ آج نہیں تو کل میرا بچہ بھی دیگر بچوں کی طرح ذبح کرنا جائے گا۔ اسی وجہ سے سخت پریشان اور حیران تھیں کہ خداوند عالم نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اس بچے کو دریائے نیل کی موجوں کے سپرد کر دیں۔ چنانچہ وہ اسی عزم سے ایک بخار سے ملیں جس کا نام عز قیل بن صبور تھا اور اس سے کہا کہ ایک تابوت بنا دو۔ اُس نے پوچھا تابوت کیا کرو گی، انھوں نے بردایت روضۃ الصفا کہا کہ ”طفلی واشتم فوت شد“ میرے ایک لڑکا تھا مگر گیا ہے اور بردایت الجزائری ”قالت ابن لی اخبارہ فیدہ وکثرت ان تکذب“ انھوں نے کہا کہ ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اُسے اس میں چھپا ڈال گی۔ انھوں نے جھوٹ کہنا پسند نہ کر کے اُس پر راز کو واضح کر دیا۔ وہ اپنے گھر سے نکلا اور سیدھا جلا دول کے پاس پہنچ گیا جو بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کیا کرتے تھے، بخار جب ان لوگوں کے پاس گیا تو گونگا بہرہ ہو گیا اور اس نے ہر چند ان لوگوں کو اشارے سے سمجھانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ بالآخر ان کے افسر نے کہا کہ یہ پاگل ہے۔ اس کو مار کر یہاں سے نکال دو۔ چنانچہ لوگوں نے مار پیٹ کر وہاں سے نکال دیا۔ بخار سخت حیران و پریشان دماغ سے واپس آیا اور جب اپنے گھر کے قریب پہنچا تو اس کی زبان کھل گئی یہ سمجھ گیا کہ فرعون جس بچے کی تلاش میں ہے وہ بچہ یقیناً یہی ہے اور یہی وہ پیغمبر ہوگا جو سلطنت فرعون کو تباہ کرے گا۔ لہذا وہ مومن ہو گیا اور اس کا دل نور توحید و ایمان سے منور ہو گیا، اُس نے تابوت بنا کر مادر موسیٰ کے حوالے کر دیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”انزل اللہ علی ام موسیٰ التابوت“ کہ خدا نے مادر موسیٰ کے پاس تابوت بھیج کر حکم دیا کہ اس بچے کو اس تابوت میں رکھ کر بے کھٹکے دریا میں ڈال دو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس تابوت میں حضرت موسیٰؑ کو دریا میں ڈالا گیا تھا وہ پانچ باشت کا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ مادر موسیٰ نے خفیہ طور پر حضرت موسیٰؑ کی تین ماہ پرورش کرنے کے بعد انھیں دریا کی موجوں کی آغوش میں دیا تھا۔

غرضیکہ تابوت کی تیاری کے بعد مادر موسیٰؑ نے اُس میں روٹی رکھی اور بچے کو دودھ پلا کر پیار کیا، سینے سے لگایا اور آنسو کی لڑیوں کے ساتھ الوداع کہا، تابوت کے دروازوں کو تان کر دغیرہ سے بند کیا، کبھی تابوت میں رکھی اور دل پر پتھر رکھ کر تابوت کو دریا کے کنارے جا کر

پانی میں ڈال دیا۔

تا بوقت کا پانی میں پہنچنا تھا کہ موجوں نے آغوش میں لے لیا اور اُسے وہ تیزی سے لے بھگین
تا بوقت چلا اور مادرِ موسیٰ کا دل بیٹھا، وہ آنکھوں سے دیکھ رہی ہیں کہ تا بوقت کبھی ڈوبتا ہے اور
کبھی اُبھرتا ہے اور بہتا چلا جا رہا ہے۔ تا بوقت آنکھوں سے ادھبل ہوا، مادرِ موسیٰ کا دل بحرِ غم
میں ڈوب گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ تا بوقت کو موجوں کی آغوش میں دیتے ہوئے مادرِ موسیٰ
نے ہمیشہ موسیٰ "کلثوم" سے کہا میری بیٹی تو اس تا بوقت کے ساتھ ساتھ چلی جا، وہ بے چاری
محبت کی ماری کنارے کنارے دوڑتی ہوئی چلی اور جہاں تا بوقت جا کر ٹھہرا وہیں یہ بھی ٹھہر گئی۔
تورغین کا بیان ہے کہ فرعون کے صرف ایک
لڑکی تھی جس کا نام "ایسا" تھا۔ وہ برص میں
بتلا تھی۔ فرعون اس کے علاج سے عاجز آ
چکا تھا۔ آخر میں طیبوں اور منجھوں نے یہ بتایا

حضرت موسیٰ آسیہ زوجہ فرعون کی آغوش میں

تھا کہ دریا ئے نیل سے ایک مخلوق برآمد ہوگی جو انسان کی صورت میں ہوگی۔ اس کے لعاب ہن
سے اس لڑکی کو شفا ہو سکے گی۔ فرعون نے اس خبر کے مطابق رود نیل میں ایک عظیم الشان محل بنوایا
تھا اور اسی میں اس امید سے کہ وہ مخلوق رونما ہو جس کے ذریعہ میری لڑکی کو شفا ہوگی، خود بھی
رہتا تھا اور اس کے ہمراہ اس کی بیوی بھی تھی جس کا نام آسیہ تھا۔ جس کے شجرہ نسب کے متعلق
اہم ثعلبی نے لکھا ہے کہ وہ مزاحم بن عبید بن ریان بن ولید کی بیٹی تھی اور بہترین قسم کی عورت
تھی۔ طبری میں ہے کہ وہ بڑی عاتکہ اور پارسا اور خوب صورت تھی۔ ایک روایت میں ہے
کہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھی۔

حضرت موسیٰ کا بہتا ہوا تا بوقت جب فرعون کے محل کی دیوار سے ٹکرایا جو درختوں کے گھیرے
میں واقع تھا، تو دختر فرعون کی کنیزوں نے دیکھ لیا جو اس مقصد کے لئے وہاں موجود تھیں کہ کوئی
انسانی شکل کی مخلوق دریا سے برآمد ہو جو دختر فرعون کے مرض کو شفا دے سکے، انھوں نے فوراً
تا بوقت کو پکڑ لیا اور اُسے آسیہ کے پاس لے گئیں۔ آسیہ نے جوہی اسے کھولا ایک ایسا چاند سا بچہ
نظر آیا جس کی پیشانی سے نورِ ساطع تھا، آسیہ نے اسے تا بوقت سے برآمد کیا، دختر فرعون نے
بڑھ کر اُسے اپنی آغوش میں لیا۔ بقدرتِ خدا اُن کے دہن سے جو لعاب نکلا وہ اس کے جسم
سے لگا اور وہ فوراً صحت یاب ہو گئی۔ اب تو اس کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ باپ کو خبر دی،
فرعون چلا۔ موسیٰ آغوشِ آسیہ میں تھے۔ فرعون نے جوہی اُن کے چہرے پر نظر کی آسیہ سے کہہ دیا
مجھے یہ بچہ میرے لئے خطرے کا پیغام معلوم ہوتا ہے، آسیہ نے صفائی کے کلمات کہے، وہ غاموش ہو گیا

فرعون نے درباریوں سے بیان کیا بعض منجمنوں نے کہا کہ اسے قتل کر ڈالنا چاہیئے۔ امکان قوی ہے کہ یہی پتہ خرب خدائی ہو، فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے قتل کا عزم کیا۔ لیکن جناب آسیہ کی درخواست اور دختر فرعون کی خواہش پر وہ اپنے ارادے سے باز رہا۔

پھر آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون نے اس مولود کی پرورش کے لئے قریب کی عورتوں کو جو دودھ پلانے کا کام کرتی تھیں بلا بھیجا مگر اس مولود نے کسی کے پستان لگے کو منہ نہ لگایا۔ یہ حال دیکھ کر آسیہ بہت گھبراہٹ میں اور یہ سوچنے لگیں کہ اگر اس نے کسی کا دودھ نہ پیا تو پھر کیا بنے گا، اسی دوران میں کسی نے رائے دی کہ بازار میں اطلاع بھیجی جائے اور تمام دودھ پلانے والی عورتوں کو طلب کیا جائے، یہ جس کے پستان سے منہ لگا دے اور جس کا دودھ پینے لگے اسی کو اس کے لئے رکھ لیا جائے۔ آخر الامر بازار میں خبر بھیجی گئی، بہت سی عورتیں آگئیں، مگر اس مولود نے کسی کے پستان کو منہ نہ لگایا۔ کلثومؑ جو کہ حضرت موسیٰؑ کی بہن تھیں اور تابوت کے ساتھ دوڑتی ہوئی وہاں پہنچی تھیں، انھوں نے بڑھ کر آسیہ سے کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں ایک ایسی عورت کو آپ کے پاس حاضر کر دوں جس کے متعلق مجھے امید ہے کہ یہ بچہ اس کا دودھ پی لے گا۔ آسیہ نے کہا کہ جاؤ اور ضرور لاؤ۔ چنانچہ کلثوم دوڑتی ہوئی اپنی والدہ کے پاس پہنچیں اور ان سے واقعہ بیان کیا اور انھیں ہمراہ لے کر آسیہ کے پاس آئیں، آسیہ نے بچے کو ان کی آغوش میں دیا۔ انھوں نے اپنا پستان جو موٹائی کے منہ میں دیا تو انھوں نے پستان شروع کر دیا اور دودھ بھیجی اس تیزی سے اتر کر کہ منہ سے باہر بہنے لگا۔ یہ دیکھ کر آسیہ خوش ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ تم اس کو دودھ پلایا کرو اور ہمارے ہی گھر میں قیام کرو، ہم تم کو پوری اجرت دیں گے، انھوں نے کہا کہ میں تو یہاں نہیں رہ سکتی کیونکہ میرے بچے پریشان ہوں گے۔ آسیہ نے کہا کہ پھر میں کیا کروں مجھے تو یہ بچہ اتنا پیار ہے کہ میں اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی، مادر موسیٰؑ نے کہا کہ میں بھی مجبور ہوں قیام نہیں کر سکتی بالآخر فیصلہ ہوا کہ مادر موسیٰؑ ان کو اپنے ہمراہ لے جائیں اور پوری اجرت بھی لیں اور ہفتہ میں ایک بار لے کر محل فرعون میں آیا کریں۔ لہذا وہ حضرت موسیٰؑ کو لے کر روانہ ہو گئیں متورخین کا بیان ہے کہ خدا نے ایک شبانہ یا بروایت تین شبانہ روز میں موسیٰؑ کو ان کی ماں کے پاس پھر واپس پہنچا دیا۔

لے قرآن مجید میں اس مقصد کے لئے یہ آیت ہے ”وَحَمَلْنَاهُ عَلَيْنَا مِصْرًا“ ہم نے مریٰؑ پر تمام عورتوں کا دودھ حرام کر دیا۔ یعنی وہ صرف اپنی ماں کا دودھ ہی سکتے تھے، اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ جو حلیہ دانی کا دودھ پلانا افسانے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا، کیونکہ جب موسیٰؑ کو کسی کا دودھ نہیں پلایا جاسکتا تو غیر موسیٰؑ کو مال کے علاوہ کسی کا دودھ پلانا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے لے ایک روایت میں ہے کہ موسیٰؑ کی ہمشیرہ کا نام مریم تھا۔ لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ میلاد حضرت عیسیٰ سے (۱۸۳۷) سال قبل کا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جس دن حضرت موسیٰ کا تابوت محل فرعون تک پہنچا تھا وہ دوشنبہ کا دن تھا۔

حضرت موسیٰ کا نام | بروایت ثعلبی ایک دن فرعون نے آسیہ بنت مزاحم سے کہا کہ اس بچے کا نام رکھو، آسیہ نے کہا میں نے اس کا نام ”موسیٰ“

رکھ دیا ہے ”لانہ وجد بین الماء والشجر“ کیونکہ یہ پانی اور درخت کے درمیان سے دستیاب ہوا ہے، عبرانی میں موی پانی کو اور ”سی“ شجر کو کہتے ہیں۔ طبری میں ہے کہ حضرت کا اصل نام ”موشا“ رکھا گیا تھا جس کے معنی پانی اور درخت کے ہیں، اسی سے موسیٰ بن گیا۔

حضرت موسیٰ آنخوش فرعون میں | مادر موسیٰ معاہدہ کے مطابق ہر ہفتہ حضرت موسیٰ کو آسیہ کے پاس لاتی تھیں ایک مرتبہ

وہ لائیں تو آسیہ انھیں کندھے پر بٹھا کر فرعون کے پاس لے گئیں، فرعون نے انھیں اپنی آنخوش میں لے لیا، اس وقت اُن کی عمر ایک سال کی ہو چکی تھی۔ حضرت موسیٰ نے دست دراز کر کے فرعون کی ڈاڑھی نوچ لی، کئی بال دست موسیٰ میں آگئے اور موسیٰ ہنس پڑے۔ فرعون کو غصہ آیا، اُس نے اُن کے قتل کر دینے کا عزم کیا۔ آسیہ جو اقل روزگار تھی کہنے لگی، ”اے فرعون بچوں کی حرکتیں ناقابل اعتنا ہوتی ہیں۔ عقلاً اس پر کبھی اثر نہیں لیتے نہ اسے قابل انتقام سمجھتے ہیں، فرعون نے کہا کہ میرا فیصلہ اٹل ہے، آسیہ نے کہا کہ یہ تو کوئی زیر کی نہیں ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کا امتحان لو۔

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس چھوٹے سے بچے نے جس کی عقل کسی طرح سے بچتہ نہیں کہی جاسکتی۔

”عمداً“ یہ کام کیا ہے تو بے شک اسے پہلی فرصت میں قتل کر دو، اور اگر اس نے نادانستگی میں

بتقا ضائع ہو گیا ہے تو درگزر کرو۔ فرعون نے یہ بات مان لی، اب امتحان کے لئے دو

طشت لائے گئے، ایک طشت میں لعل رکھے گئے اور دوسرے طشت میں انگارے، اور موسیٰ کو

ان طشتوں کے سامنے چھوڑ دیا گیا۔ حضرت موسیٰ طشتوں کے قریب پہنچ کر لعل اٹھانا چاہتے تھے

کہ جبریل نے اُن کا ہاتھ انگاروں پر رکھ دیا۔ انھوں نے ایک انگارہ اٹھایا اور اپنے منہ میں رکھ

لیا۔ فرعون کو یقین ہو گیا کہ ڈاڑھی کا نوچنا طفلانہ حرکت تھی۔ کیونکہ اگر یہ باشعور ہوتا تو انگارے کے بجائے لعل اٹھاتا۔ بنا بریں اُس نے انتقام سے درگزر کیا اور حضرت موسیٰ ملعون باری قتل سے بچ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ اس طرح ہوا تھا کہ موسیٰ فرعون کی آنخوش میں تھے۔

موسیٰ کو چھینک آئی تو انھوں نے اپنی زبان میں کہا ”الحمد لله رب العالمین“۔ یہ سن کر فرعون نے موسیٰ کے رخسار پر ایک طمانچہ مارا اور کہا یہ کیا بکتا ہے، موسیٰ نے اُس کے رد عمل میں اُس کی ڈاڑھی پکڑ کر نوچ لی، فرعون کو غصہ آگیا اور اُس نے موسیٰ کو قتل کر دینے کا عزم کیا، اس پر آسیہ بولیں کہ

”غلامِ حدّث لا یدری ما یقول“ سچہ کچھ نہیں سمجھتا کہ کیا کہتا ہے اور کیا کرتا ہے۔ فرعون نے کہا یہ سب سمجھتا ہے۔ اسیہ نے کہا کہ پھر اس کا امتحان لے لے چنانچہ آگ اور جواہرات کے دو طشت لائے گئے۔ موسیٰ نے آگ اٹھا کر بعل جبرئیل منہ میں رکھ لی اور ہاتھ اور منہ دونوں جل گئے اور موسیٰ رونے لگے۔ تب فرعون کو یقین ہوا اور وہ قتل سے باز رہا۔ طبری میں ہے کہ یہ واقعہ پانچ سال کی عمر کا ہے۔

حضرت موسیٰ دسویں سال میں | مادر موسیٰ معاہدہ کے مطابق حضرت موسیٰ کی پرورش کر رہی تھیں، یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا کہ اسیہ

نے مادر موسیٰ کو ان کے فریضہ سے بکدوش کر دیا اور حضرت موسیٰ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ وہ خانہ فرعون میں پرورش پاتے رہے یہاں تک کہ آپ کی عمر دس سال کی ہو گئی۔ اسیہ چونکہ حضرت موسیٰ کو بیحد چاہتی تھیں اور فرعون بھی ماننا تھا۔ لہذا ان کے لئے بروایت چالیس اور بروایت روضۃ الصفا چار سو غلاموں کا انتظام کر دیا گیا جو بہترین لباس سے مڑتے اور مزین تھے۔ جب حضرت موسیٰ باہر سواری پر نکلتے تھے تو یہ غلام ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ ان کی جاہ و شتم کو دیکھ کر لوگ یہ سمجھتے تھے کہ موسیٰ فرعون کے فرزند ہیں۔ روضۃ الصفا میں یہ واقعہ جو وہ سال کی عمر کا مرقوم ہے۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ کی عمر تین سال کی ہوئی تو اسیہ نے آپ کی شادی ایک قبطی عورت سے کر دی جس سے دو بچے پیدا ہوئے۔ طبری میں ان بچوں کے نام حرشون اور بلیعہ مرقوم ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ فرعون نے آپ کی شادی پر بے انتہا خرچ کیا اور سارے ملک میں جشنِ مسرت منایا گیا۔ لیکن میرے نزدیک یہ قابلِ نظر ہے کیونکہ موسیٰ نبی تھے انکی شادی غیر مسلمہ سے ممکن نہ تھی۔

حضرت موسیٰ کے ہاتھوں قاتلون قبطی کی موت

حضرت موسیٰ خانہ فرعون میں اسی شان و شوکت سے رہتے تھے کہ جس شان و شوکت سے فرعون رہتا تھا اور فرعون کے ساتھ اکثر باہر نکلا کرتے تھے ایک دن فرعون کہیں چلا گیا اور حضرت موسیٰ گھر میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے ہمراہ نہ جاسکے۔ ”البدایہ والنہایہ“ میں ہے کہ حضرت موسیٰ فرعون کے اُن مظالم کی وجہ سے جو وہ بنی اسرائیل پر کیا کرتا تھا، سخت دل تنگ اور پریشان تھے، لیکن کچھ نہ کر سکتے تھے۔ اسی پریشانی میں اکثر تنہا باہر چلے جایا کرتے تھے۔ اس دفعہ جب کہ فرعون باہر جانے لگا تو وہ اسی وجہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔

الغرض فرعون کے چلے جانے کے بعد جب موسیٰ گھر واپس آئے تو معلوم ہوا کہ فرعون تمام ”منف“ کی طرف گیا ہے، حضرت موسیٰ بھی وہیں کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ دوپہر کو وقت

وہاں پہنچ گئے، وہ وقت چونکہ قیلولہ کا تھا اور پچانک بند تھے اس لئے وہ بروایت ثعلبی فرعون تک نہ پہنچ سکے اور شہر میں خود چلے گئے اور اپنے خادموں کو منصف میں چھوڑ دیا، وہ شہر کے کنارے کنارے چل رہے تھے کہ انھیں ایک مقام پر دو آدمی لڑتے ہوئے نظر آئے جن میں ایک قبلی تھا اور دوسرا اسرائیلی، قبلی کا نام "قانون" اور اسرائیلی کا نام "سامری" تھا۔ چونکہ یہ دونوں مضبوط طریقہ پر دست و گریبان تھے اور ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔ قبلی ٹکڑا پڑتا تھا۔ اس لئے سامری نے موسیٰ کو دیکھتے ہی فریاد کی۔ حضرت موسیٰ قریب گئے اور انھوں نے پوچھا بات کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ قبلی جو کہ فرعون کے مطیع کا باورچی ہے اس نے ٹکڑیاں خریدی ہیں سامری سے اور ٹکڑیاں لینے کے بعد وہ سامری سے کہتا ہے کہ اسے اٹھا کر لے چلو اور ہمارے گھر پہنچا دو۔ سامری اس پر تیار نہیں ہے لہذا وہ اسے مار رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ نے قبلی سے کہا کہ اپنی حرکت سے باز آ، اور اسے چھوڑ دے، اُس نے حضرت موسیٰ کو سخت برا بھلا کہہ کر کہا، کہ جا اپنی راہ لے۔ بڑا آیا چھڑانے والا، یہ سن کر حضرت موسیٰ آگے بڑھے اور انھوں نے سامری اسرائیلی کو قانون قبلی کے ہاتھوں سے چھڑا دیا۔ اس پر اُس نے مزید بکواس کی، حضرت موسیٰ جنہیں اسرائیلیوں پر شاہی مظالم کی وجہ سے سخت دکھ تھا، کہنے لگے میں نے ٹھیک کیا ہے۔ اب جھگڑا نہ کر اور چلا جا۔ مگر وہ بکواس کرتا ہی رہا۔ آخر اللہ حضرت موسیٰ نے اُسے آمادہ جنگ دیکھ کر ایک گھونٹہ رسید کیا اور وہ اسی سے واصل جہنم ہو گیا۔ قبطیوں نے اُسے لے جا کر دفن کر دیا، اور فرعون کے دربار میں جا کر فریاد کی اور کہا کہ ایک اسرائیلی نے تیرے قبلی خباثت کو قتل کر دیا ہے ہم اس پر درخواست کرتے ہیں کہ اسے قتل واقعی سزا دی جائے۔ فرعون نے کہا کہ بے شک اسے سزا دی جائے گی۔ اور پوری سزا دی جائے گی۔ تم لوگ ایسا کرو کہ قاتل کا پتہ لگاؤ اور اس پر گواہ فراہم کرو۔

حضرت موسیٰ جو اس کے قتل کے فوراً بعد فرعون کے پاس پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے لوگوں کی فریاد اور فرعون کا غضبہ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا۔ اب انھیں فکر پیدا ہو گئی اور دل میں کہنے لگے کہ میں نے عدا تو اُسے موت کے گھاٹ اتارا نہیں۔ لیکن فرعون کو عدا اور سہواً سے کیا بحث۔ وہ تو ایک بات دیکھ رہا ہے کہ مقتول قبلی ہے اور قاتل اسرائیلی ہے۔ بنا برین وہ دوسرے دن صبح کو پھر اسی سمت گئے تاکہ حالات معلوم کریں۔ اتفاقاً جب اسی مقام پر پہنچے جس جگہ قتل واقع ہوا تھا تو اسی شخص "سامری" کو دیکھا کہ پھر ایک قبلی سے لڑ رہا ہے۔ حضرت موسیٰ کو

لہ قبلی کا نام روضۃ الصفا میں "قانون"، قصص طہرانی میں "قانون"۔ قصص جزائری میں "قانون" عرائس ثعلبی میں "قانون" مرقوم ہے میرے نزدیک آخر الذکر درست ہے ۱۲ :

اس قبلی پر جہاں عفتہ آیا، وہاں اس اسرائیلی پر بھی عفتہ آیا، چنانچہ آپ نے اسرائیلی کی حمایت میں قبلی کی طرف بڑھتے ہوئے اسرائیلی سے تیور بدل کر کہا کہ تو بڑا گمراہ معلوم ہوتا ہے۔ روز ایک آدمی سے دست و گریبان ہو جاتا ہے، وہ اسرائیلی حضرت موسیٰ کے تیور سے یہ سمجھا کہ وہ اُسے مارنے کے لئے آرہے ہیں۔ لہذا اس نے فوراً کہا، اے موسیٰ! کیا تم مجھے اسی طرح مار ڈالنا چاہتے ہو جو طرح کل تم نے قاتون قبلی کو مار ڈالا ہے؟ یہ سنا تھا کہ قبلی اس مقام سے بھاگا ہوا سیدھا فرعون کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ حضور آپ کے خباز قاتون قبلی کے قاتل کا پتہ لگ گیا ہے۔ اس کے قاتل موسیٰ ہیں۔ پھر اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ فرعون نے یہ سن کر کہ ایک اسرائیلی اور وہ بھی موسیٰ جیسا جس سے میری سلطنت کے زوال کا اندیشہ ہے، آگ بگولہ ہو گیا، اور حکم دیا کہ موسیٰ کو جلد سے جلد حاضر دربار کیا جائے تاکہ میں اُسے قتل کر کے قبلی کی دادرسی کا فریضہ ادا کروں اور خود بھی پرسکون ہو جاؤں۔

حضرت موسیٰ کا مصر سے فرار

جب فرعون نے حضرت موسیٰ کے قتل کا قطعی فیصلہ کر دیا تو عز قیل (مومن آل فرعون) جو کہ دربار میں موجود تھے۔ وہاں سے اٹھے اور اگر حضرت موسیٰ سے ملے اور ان سے کہا کہ آپ کے قتل کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ لہذا آپ اپنے تحفظ اور بچاؤ کی فکر کریں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام جس حال میں تھے۔ اسی طرح مصر سے ایک طرف گوروانہ ہو گئے۔ انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ کہاں جا رہے ہیں وہ جس وقت روانہ ہوئے نہ ان کے پاس زاد بھائی زاد بھائی نہ راحلہ تھانہ کسی قسم کا کوئی بندوبست تھا، وہ ایک طرف کو چلے جا رہے تھے، راستہ بھی معلوم نہ تھا، جب بھوک لگتی تھی تو گھاس پات کھا لیتے تھے اور رات کو جنگل میں سو جاتے تھے۔ بالآخر ایک دن ایک سوار نمودار ہوا اور اس نے ہدایت ثعلبی انھیں مدین کے راستے پر لگا دیا۔ یہاں تک کہ سات دنوں کے بعد آپ وہاں پہنچ گئے ایک روایت میں ہے کہ مصر اور مدین میں اٹھ منزلوں کا فاصلہ تھا ایک میں ہے کہ سات دنوں کا راستہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ تین دنوں کا راستہ اور فاصلہ تھا۔

حضرت موسیٰ حضرت شعیبؑ کی خدمت میں

لے جناب عز قیل، فرعون کے خالہ زاد بھائی اور اس کی سلطنت کے خزانچی تھے، یہ ان تین بزرگوں میں سے ایک ہیں۔ جنہوں نے زندگی میں اس وقت جبکہ دنیا کا فرحتی، ایک لمحہ کے لئے بھی کھراختیا نہیں کیا۔ باقی دو بزرگ یہ ہیں (۱) حبیب النجار صاحب یسین (۲) علی بن ابی طالب رسول خدا فرماتے ہیں ”ہو افضلہ“ علی ان سب میں افضل ہیں۔ (عرائس ثعلبی ص ۹۹)۔

درخت سایہ دار کے نیچے لیٹ گئے۔ ایک روایت میں سے کہ اُس وقت آپ تین دن سے بھوکے تھے۔ ذرا ستانے کے بعد اٹھے اور نماز سے فراغت حاصل کی۔ ابھی آپ اسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ دیکھا کہ اس کنوئیں پر جو کہ آپ کے قریب تھا بے شمار افراد جمع ہو گئے اور بہت سی مویشی بھی لا حاضر کئے گئے۔ کنوئیاں جو بہت گہرا تھا اس کے مُنہ پر ایک پتھر رکھا ہوا تھا جس کو چالیس آدمیوں نے مل کر اٹھایا اور سر چاہ سے علیحدہ کر کے پانی بھرنا شروع کیا۔ اور سب نے پانی بھرا اور اپنے اپنے جانوروں کو پلایا۔ جب وہ لوگ فارغ ہو گئے تو بدستور پتھر کو سر چاہ پر رکھ کر چلے گئے۔ اسی دوران میں حضرت موسیٰؑ یہ دیکھ رہے تھے کہ دو معصوم لڑکیاں اپنی بھیڑوں کو لئے کھڑی ہیں۔ نہ اُن کی طرف کوئی رُخ کرتا ہے نہ اُن کو پانی دیتا ہے، نہ اُن کے جانوروں کو سیراب کرتا ہے۔ جب سب لوگ کنوئیں کا مُنہ بند کر کے چلے گئے تو یہ لڑکیاں اُن کے جانوروں کے پینے سے بچے ہوئے پانی کے فراہمی کی جستجو میں لگ گئیں۔

حضرت موسیٰؑ کو ان لڑکیوں کی بے چارگی اور بے بسی پر رحم آیا، اپنے مقام سے اٹھے اور اُن لڑکیوں کے قریب آئے، پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا ہم شعیبؑ کی لڑکیاں ہیں ہمارے نام الیا اور صفورا ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اس پتھر کو جسے چالیس آدمی اٹھاتے تھے۔ تنہا کنوئیں پر سے اٹھا کر ایک طرف کر دیا اور اس ڈول کو جسے دس آدمی کھینچتے تھے اکیلے کنوئیں میں ڈال کر کھینچ لیا اور شعیبؑ کی بھیڑوں کو سیراب کر دیا۔ لڑکیاں اپنے گھر چلی گئیں اور حضرت موسیٰؑ درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔

بروایت عین الاخبار لڑکیوں نے گھر جا کر سارا ماجرا حضرت شعیبؑ سے بیان کیا۔ حضرت شعیبؑ نے اپنی بڑی لڑکی صفورا سے فرمایا کہ جا کر اس شخص سے کہو کہ تم کو میرے والد بلا رہے ہیں تاکہ تمہاری اُجرت ادا کریں، وہ حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں پہنچیں اور انھوں نے شرمندگی کے ساتھ اُن سے کہا کہ آپ کو ہمارے والد شعیبؑ نے ادائے اُجرت کے لئے بلایا ہے۔ وہ اُن کے ہمراہ چل پڑے۔ بروایت ثعلبی صفورا آگے تھیں اور حضرت موسیٰؑ اُن کے پیچھے تھے۔ چلتے چلتے راہ میں تیز ہوا چلی تو صفورا کے بدن سے اُن کا کپڑا چپک گیا حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ سنو، ہم اولاد یعقوبؑ کسی عورت کے پیچھے نہیں چلا کرتے۔ تم پیچھے ہو جاؤ ہم تمہارے آگے چلتے ہیں، تم راستہ بتاتی جاؤ ہم چلتے رہیں گے۔

غرضیکہ یہ دونوں حضرت شعیبؑ کے پاس پہنچیں، حضرت شعیبؑ نے ان کا خیر مقدم کیا اور اپنے پاس بٹھایا، حالات پوچھے، انھوں نے مصر سے فرار کا تفصیلی واقعہ بیان کیا۔ حضرت شعیبؑ نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ تم اس کی زبرداد گرفت سے نکل آئے، فکر نہ کرو یہاں کوئی خطرہ

نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ کو کھانا وغیرہ کھلایا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اگر اُجرت کے تحت کھانا کھلا رہے ہیں تو یہ مجھے منظور نہیں کیونکہ میں نے لڑکیوں کی خدمت فی سبیل اللہ کی ہے۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ کھانا جہان نوازی کے طور پر کھلا رہا ہوں۔

مختصر یہ کہ حضرت موسیٰؑ حضرت شعیبؑ کے ہاں مقیم ہو گئے۔ حضرت شعیبؑ کی لڑکی نے کہا کہ بابا جان یہ شخص بہت مضبوط اور دیانت دار ہے، اگر آپ اسے مزدوری پر اپنے یہاں رکھ لیں تو بہت مناسب ہوگا۔ حضرت شعیبؑ نے پوچھا کہ تم کو اس کی مضبوطی اور دیانتداری و ایمان داری کا کیسے اندازہ ہوا۔ انھوں نے کہا کہ مضبوطی اور طاقتوری تو اس سے ظاہر ہے کہ اس نے کنوئیں کے مُنہ سے دھ پتھر اکیلے بٹایا تھا جس کو چالیس آدمی بٹایا کرتے تھے، اور اس ڈول سے تنہا پانی بھرتا تھا جس سے دن آدمی بھرا کرتے تھے، اور اس کی دیانتداری اس سے واضح ہے کہ یہ میرے پیچھے چلنے سے اس لئے گریزاں ہوا تھا کہ میرے کپڑے بدن سے لگ گئے تھے۔ حضرت شعیبؑ کو یہ باتیں پسند آئیں، حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ تم میرے یہاں بکریاں وغیرہ چرانے پر ملازمت کرو، میں تمہیں دس سالہ خدمت کے عوض میں اپنی ایک لڑکی حوالہ کر دوں گا۔

تم اس سے نکاح کر لینا اور وہی خدمت ہشت سالہ یا دہ سالہ اس کا ہر ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ نے اسے منظور کر لیا اور وہ خدمت میں مشغول ہو گئے۔ حضرت شعیبؑ نے ان ستر عصاؤں میں سے جو انبیاء کے ان کے پاس جمع تھے۔ ایک وہ عصا جو حضرت آدمؑ جنت سے لے کر آئے تھے اور جس کے دوسرے تھے حضرت موسیٰؑ کے حوالے کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ عصا دس گز، بروایت چالیس گز لمبا تھا اور عوج یا آس کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ عصا ہمارے پاس ہے اور سلسلہ وار ہمارے گھرانے میں ہے گا یہاں تک کہ قائم آل محمدؑ کے پاس پہنچے گا۔ (اصول کافی)

حضرت موسیٰؑ نے جب خدمت شعیبؑ کے دس سال پورے کر دیئے تو انھوں نے اپنی بڑی بیٹی مصورا کی شادی حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کر دی۔ حضرت موسیٰؑ مدین میں بروایت ناسخ التواریخ ۳۹ سال ایک ماہ اور

حضرت موسیٰؑ کی شادی

اور مدین سے واپسی

ایک ہفتہ مقیم رہے، شادی کے بعد مدین ہی میں آپ کے دولڑکے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام اجیرؑ اور دوسرے کا نام "الیعزہ" تھا۔ علامہ نعمت اللہ جزائریؒ کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے کوئی اولاد نہ تھی اور یہی کچھ الیعقوبی سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ تواریخ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب عرصہ دراز تک مدین میں مقیم رہ کر عازم مصر ہوئے تو انھوں

نے حضرت شعیبؑ سے اجازت چاہی، حضرت شعیبؑ نے اجازت دے دی اور وہ اپنے بال بچوں کو لے کر بارادہ مصر مدین سے روانہ ہوئے، چلتے چلتے جب پانچ دن گزر گئے تو آپ ولایتی طور سینا میں پہنچے۔

جس رات کو آپ طور سینا کے قریب وارد ہوئے تھے سخت سردی تھی اور آپ کے اہل معیال سردی سے کانپ رہے تھے۔ دیریں اثناء آپ کی بیوی کو دروزہ شمرع ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ سخت حیران ہوئے اور پوری گھبراہٹ میں ادھر ادھر دیکھ رہے تھے کہ ناگاہ اُن کی نظر کافی دور ایک روشنی پر پڑی، اُنھوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اسی جگہ بٹھرو، میں آگ لانے کے لئے جارہا ہوں چنانچہ آپ روانہ ہو گئے اور چند منٹوں میں اس آگ کے قریب چاہنچے دیکھا کہ وہ آگ ایک درخت میں روشن ہے۔ جب اُس درخت کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ آگ بہت تیز ہے اور درخت کی ہر شاخ میں روشن ہے، حضرت موسیٰؑ نے چاہا کہ آگ اُس سے لے کر جمع کی ہوئی لکڑیوں میں لگائیں اور اس مقصد کے لئے جو ہاتھ بڑھایا تو وہ آگ بلند ہو گئی کئی بار آگ حاصل کرنے کی سعی کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر بالوس ہو کر واپس جانے لگے تو درخت سے آواز آئی ”یا موسیٰ“ اے موسیٰ، حضرت موسیٰؑ نے لبیک لبیک کہا، مگر کسی کو دیکھا نہیں جب تین بار یہی کیفیت ہوئی تو آواز آئی ”انی انا اللہ رب العالمین“۔ اے موسیٰ میں ہی تمہارا اور سارے عالم کا رب اللہ ہوں۔

یہ سن کر حضرت موسیٰؑ کے اوسان جاتے رہے۔ بدن کا پٹنے لگا، سجدہ میں گر پڑے، آواز آئی، گھبراؤ نہیں، انی انا ربک فاخلم بغلیک انک بالوادی المقدس طوی“ میں تمہارا رب ہوں۔ تم وادی مقدس میں ہو اب اپنا دل بال بچوں سے خالی کر کے صرف میرے ہو جاؤ میں نے تمہیں نبوت دے دی ہے۔ اب میں جو وحی کروں وہی تم کو دے دو پھر توریت کا نزول شروع ہوا جو یار آسمانی کتابوں میں ایک ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے پوچھا کہ اے موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے عرض کی پالنے والے میرے ہاتھ میں ڈنڈا ہے، میں اس پر تکیہ کرتا ہوں، اس سے اپنی بیٹھڑوں کو ہنکاتا ہوں اور بھی اس سے

ملہ روضۃ الصفا میں ہے کہ توریت ایک عظیم آسمانی کتاب تھی جسے امم لائقہ میں حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی بھی حفظ نہیں کر سکا۔ وہ جمیع توریت کے عظیم حافظ تھے ۱۲۔

۱۳ چارے علماء نے لکھا ہے کہ علامہ علی علیہ الرحمۃ نے ایک شب خواب میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کو دیکھا وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں تشریف فرما تھے حضرت موسیٰؑ نے آنحضرتؐ کو کہا کہ کیا ایک یہ حدیث ہے رایتہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

بہت سے کام لیتا ہوں، ارشاد ہوا کہ اسے زمین پر ڈال دو۔ حضرت موسیٰ نے تعمیل ارشاد کی، عصا زمین پر گر گئی، ہی بہت بڑا اڑدیا بن گیا، اور اس میں ایسی ہیبت تھی کہ موسیٰ جھجک گئے، آواز آئی ڈرو نہیں میں اسے پھر اس کی اصلی حالت میں کر دوں گا۔ اچھا اسے اٹھا لو، حضرت موسیٰ نے اُسے اٹھا یا تو وہ پہلا سا عصا بن گیا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اپنے ہاتھ کی طرف دیکھو جب نظر کی تو وہ نہایت شدید طور پر جھک رہا تھا۔

جب یہ دو نمایاں معجزات قدرت نے عطا فرمائے تو حکم دیا کہ اذہب الی فرعون انہ طعی، تم فرعون کی طرف جاؤ اور اس کو ہدایت کرو، اب وہ حد سے بڑھ گیا ہے اور سخت گمراہ ہو گیا ہے۔

حضرت موسیٰ نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے عرض کیا میرے پالنے والے تیرے حکم پر اٹھوں پر، لیکن تبلیغ رسالت کی اہمیت تجھے معلوم ہے۔ میں اس سلسلے میں ایک درخواست کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار بنا دے۔ ارشاد ہوا جاؤ میں نے تمہاری بات مان لی اور نبوت ان کیلئے معین کر دی، وہ تمہارے مددگار ہونگے اور تمہارے ہر موقع پر کام آئیں گے۔

پھر حضرت نے عرض کی میرے مالک، میرے ہاتھوں ایک قطبی فوٹ ہو چکا ہے میں فرعون کے پاس جاؤنگا تو اندیشہ ہے کہ وہ اس سلسلہ میں مجھ پر سختی کریگا۔ ارشاد ہوا جاؤ اور پریشان مت ہو

کہ علماء امتی کا بنیاد بنی اسرائیل، میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے مانند ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ میری حدیث ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ میں اس کا تجربہ چاہتا ہوں، سرکارِ دو عالم نے ارشاد فرمایا کہ صلی بیٹھے ہیں آپ ان سے گفتگو کریں، حضرت موسیٰ میری طرف متوجہ ہو کر بولے اے صلی، تمہارا اصلی نام کیا ہے؟ میں نے اپنا نام بتا کر کہا، میرے باپ کا نام یہ ہے، دادا کا نام یہ ہے، میں فلاں مقام کا رہنے والا ہوں، میرا پیشہ یہ ہے، میرے خدمات یہ ہیں، غرض کہ ایک سوال کے جواب میں بہت کچھ کہہ دیا۔ جب میں چپ ہو تو وہ بولے کہ میں نے تم سے تمہارا نام پوچھا تھا تم نے اس کے جواب میں یہ سب کچھ کہہ دیا میں نے کہا ہنوز گستاخی معاف، آپ سے خدا نے صرف یہ پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو آپ نے صرف یہ کہنے پر اکتفا نہیں کیا تھا کہ ”ہی عصا ہے“ یہ میرا ڈنڈا ہے۔ بلکہ جواباً یہ فرمایا کہ میرے ہاتھ میں میرا ڈنڈا ہے، میں اس پر تکیہ کرتا ہوں میں اس سے اپنی پھڑپھڑانکاتا ہوں اور بھی اس سے بہت سے کام لیتا ہوں۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ میں نے جواب کو اس لئے طویل کر دیا تھا کہ خدا سے مخاطبہ دیر تک رہے۔ میں نے کہا کہ میں نے بھی اسی لئے جواب کو طویل کر کے بہت سی باتیں کہہ دیں تاکہ میرا مخاطبہ نبی خدا سے دیر تک رہے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ معترف ہو گئے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے ۱۲۔

فرعون تھا را کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

حضرت موسیٰؑ طور سینا سے روانہ ہو کر اپنی بیوی اور بچوں کے پاس گئے، وہ جس وقت ان کے پاس واپس پہنچے تو بروایتِ وہ ”سحر“ کا وقت تھا، بیوی نے پوچھا کہ اتنی دیر کہاں لگا دی اور کیا آگ لے آئے ہو؟ موسیٰؑ نے جواب دیا، بارگاہِ خالق میں تھا۔ ”نارِ نیا در دم، بالورِ نبوت آوردیم“ آگ تو نہیں لایا، لیکن نورِ نبوت لایا ہوں، ”صفورا خوش ہو گئیں، اور سردی کی تکلیف بھول گئیں۔

خدا کے دین کا موسیٰؑ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیہری ریل جائے

حضرت موسیٰؑ کی مصر میں واپسی
حضرت موسیٰؑ وادیِ مقدس سے بال بچوں سمیت بارادہ مصر روانہ ہوئے۔ یہ لوگ ملی مراصل اور قطع منازل کرتے جا رہے تھے کہ حدودِ مصر میں پہنچ گئے۔ ادھر خداوندِ عالم حضرت ہارون کو نورِ نبوت سے سرفراز فرما چکا تھا، اُس نے ہارون کو وحی کی کہ موسیٰؑ آ رہے ہیں تم ان کے استقبال کے لئے جاؤ۔ چنانچہ وہ رات کے تاریک پردے میں بیرونِ مصر موسیٰؑ کا انتظار کرنے لگے، یہاں تک کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ میں عرصہ دراز کے بعد ملاقات ہوئی، آپس میں بغل گیر ہو گئے اور فرطِ مسرت سے رہ پڑے۔ پھر بروایتِ اپنی مال کے گھر گئے اور رات میں پوشیدہ قیام فرما رہے۔ پھر حضرت ہارونؑ کو تفصیلی واقعات بتائے اور ان کی نبوت کے حصول کا واقعہ بیان فرمایا اور یہ بھی بتایا کہ ہمارے اور تمہارے لئے فرعون کو ہدایت کرنے کا حکم آیا ہے اور یہ فرمایا گیا ہے کہ تم دونوں جا کر اس کی ہدایت کرو کیونکہ وہ حد سے بہت زیادہ تجاؤ کر گیا ہے۔

یہ دن حضرت موسیٰؑ کلفتِ سفر دور کرنے کے بعد ہدایتِ فرعون کے لئے ہارونؑ سمیت شل پڑے۔ فرعون کے قصر تک پہنچنا بھی ایک مشکل کام تھا کیونکہ اس کے گرد دیشمار رکاوٹیں تھیں سورِ البلد بھی تھا، انہار و اشجار بھی تھے، درندے جانور بھی تھے۔ حضرت موسیٰؑ عصا کو مارتے گئے، دروازے کھلتے گئے اور آپ داخل ہوتے گئے، نہ دروازوں کی ہمت پڑی کہ موسیٰؑ کو روکیں اور نہ شیرِ دل اور دیگر درندوں سے ہوسکا کہ درمیان میں حائل ہوں۔ آخر لامرِ آپ ہر ذی الحجہ کو درِ قصرِ فرعون تک پہنچ گئے۔

فرعون اور موسیٰؑ و ہارونؑ میں تیز و تند گفتگو
درِ فرعون تک پہنچنے کے بعد آپ نے ایک شخص کے ذریعہ سے اندرونِ خانہ

فرعون کو پیغام بھیجوایا کہ میں دروازے پر آیا ہوں اور تیری ہدایت کے لئے آیا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ اطلاع ایک مُنہ چڑھے مسخرے نے اندر پہنچائی تھی کیونکہ رُعب فرعون کی وجہ سے کسی درباری کو یہ ہمت نہ تھی کہ فرعون کی خدائی کے خلاف کسی کا پیغام اس تک پہنچائے۔ مسخرے نے اندر جا کر کہا کہ آج میں نے عجیب و غریب بات دیکھی ہے۔ فرعون نے پوچھا کہ تم نے کیا دیکھا ہے، مسخرے نے کہا کہ میں نے تیرے درِ قصر پر دو ایسے شخصوں کو دیکھا ہے جنہیں تیرے قصر تک پہنچنے میں نہ شیر درندے حائل ہو سکے اور نہ تیرے مستحکم دروازے حائل ہو سکے، اور وہ عجیب بات کہتا ہے، فرعون نے پوچھا وہ کہتا کیسا ہے، مسخرے نے کہا کہ حضورِ وہ آپ کی الٰہیت کے خلاف کسی دوسرے الٰہ کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارا خدا وہ ہے جس نے ہمیں اور فرعون کو اور ساری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ یہ سُنا تھا کہ فرعون آگ بگولا ہو گیا اور حکم دیا کہ دربار میں ہامان اور دیگر زعماء موجود ہوں۔ جب دربار میں حسبِ الحکم سب لوگ آ موجود ہوئے تو حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو باہر سے اندر بگولایا اور حضرت موسیٰؑ کو ڈانٹ کر کہا کہ تم کون ہو؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ میں خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔ اس نے مجھے خاک سے پیدا کیا ہے اور آخری منزل بھی خاک ہی قرار دی ہے۔ فرعون نے کہا کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں اور تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کو جو کیا گیا ہے اور تم کو کیا رہے ہو؟ اے موسیٰؑ تمہیں بتیم نہیں آتی کہ ابھی کل کی بات ہے کہ تم بچا رہے گھر میں پرورش پا رہے تھے، پھر تم نے ایک قبیلے کو قتل کر ڈالا، پھر تم یہاں سے بھاگ کر روپوش ہو گئے، پھر مدین میں مزدوری کرنے لگے، اور ایک شخص کی بکریاں چرانے پر ملازم ہو گئے اور اب ایک عرصے کے بعد واپس آ کر بلند باگ دعویٰ کرنے لگے ہو، اور میرے علاوہ کسی اور خدا کی خبر دے رہے ہو، موسیٰؑ سنو، خیر اسی میں ہے کہ تم میری خدائی کو مان لو اور یہی بہکی باتیں نہ کرو۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اے فرعون ہوش کے ناخن لے۔ خدائی صرف خدا کے لئے زیبا ہے اس کے علاوہ جو دعویٰ خدائی کرتا ہے وہ سخت غلطی پر ہے اور اس کا انجام بخیر نہ ہو گا اور وہ آخر الامر برباد ہو کر رہے گا۔

اور اے فرعون! یہ بھی سُن لے کہ میں نے پہلے ترکِ مصر تیرے ظلم کی وجہ سے کیا تھا کیونکہ تو نے قبیلے کی موت کی وجہ سے مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کیا تھا حالانکہ تیرا فیصلہ بالکل غلط تھا، کیونکہ میں نے اس قبیلے کو بارادہ قتل و موت نہیں مارا تھا بلکہ بارادہ دفعِ فتنہ مارا تھا۔ مگر اتفاقاً وہ مر گیا۔ لیکن تو نے اس کے عوض میں مجھے قتل کرنے کا فیصلہ کر دیا تھا۔

بہر حال میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں یہاں سے روانہ ہو کر امانِ خدا میں چلا گیا اور

میرین میں دن گزارتا رہا یہاں تک کہ خداوندِ عالم نے مجھے درجۂ نبوت پر فائز فرما کر مجھے حکم دیا کہ میں تیری ہدایت کر دوں، اور اے فرعون اسی مقصد کے لئے تیرے پاس آیا ہوں اور تجھ سے کہتا ہوں کہ وحدانیت کا اقرار کر، میری نبوت کو مان۔ بنی اسرائیل کو قید سے رہا کر دے، اور ان پر مظالم سے باز آ۔

فرعون نے کہا کہ ”بس زیادہ باتیں نہ بناؤ ورنہ“ تراحمبوس سازم وازنیل رتہ نجات و خلاصت یا یوس گرداغم“ میں تمہیں قید میں بند کر دوں گا اور پھر کبھی نہ چھوڑوں گا۔“
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اے فرعون بس، خدا چار سو سال تجھے ڈھیل دے چکا ہے اور اب ڈھیل نہیں دینا چاہتا۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنی نبوت کے ثبوت میں اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیا۔

عصا نے موسیٰؑ کا زمین پر پہنچنا تھا کہ وہ ایک عظیم اثر دہا بن گیا، اُس کے مُنہ سے شعلے نکلنے لگے۔ اس کی سطحیں انگارے کی طرح چمکنے لگیں۔ اُس کی ناک سے دھواں نکلنے لگا، مُنہ سے ہیبت آواز نکلتی لگی۔ عرضیکہ ایسی صورت پیدا ہو گئی کہ سارے دربار میں ہلچل مچ گئی۔
اثر دہا جس طرف رُخ کرتا تھا ہر چیز جل کر خاکستر ہو جاتی تھی۔ بالآخر اُس نے فرعون کی طرف رُخ کیا، فرعون نے جو نہی اس کا رُخ اپنی طرف دیکھا مُنہ کے بل گر پڑا، اور فریاد کرنے لگا، موسیٰؑ بچاؤ، موسیٰؑ بچاؤ! حضرت موسیٰؑ نے بارشہ خداوندی عصا کو ہاتھ میں اٹھالیا اور وہ پھر دُندا بن گیا۔ بروایت روضۃ الصفا اس ہیبت سے فرعون کو ایک شب و روز میں چالیس دست آئے۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے اپنی نبوت کے ثبوت میں ”ید بیضا“ دکھلایا، اور کہا کہ اے فرعون اگر تو میری ایک بات مان لے تو میں تیری زندگی کے لئے خدا سے چار باتیں منوا لوں گا۔ اس نے پوچھا کہ تمہاری یہ سب باتیں کیا ہیں؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہماری بات تو یہ ہے کہ خدا کی وحدانیت کا اقرار کر اور اس کی عبادت کے لئے سر جھکا۔ اور چار باتیں جو تیرے لئے ذکر کر رہا ہوں یہ ہیں (۱) تجھے ایسی جوانی مل جائے جس کے عتب میں پیری نہ ہو۔ (۲) تجھے ایسی بادشاہی مل جائے جسے کوئی چھین نہ سکے (۳) تجھے ایسی تندرستی دے دی جائے گی جس کے قریب بیماری پھٹک نہ سکے (۴) تجھے جنت نصیب ہو جائے گی۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے جواب میں کہا کہ میں تمہاری ان باتوں پر اہل الرائے سے مشورہ کر دوں گا، چنانچہ اُس نے اپنی بیوی، آسیہ بنت مزحم سے سب سے پہلے مشورہ کیا، انھوں نے کہا کہ کون عاقل ایسا ہو گا جو موسیٰؑ کی بتائی ہوئی نعمتوں سے رُود گردانی کرے گا۔ اس کے بعد اس نے دیگر سرکاری اہل الرائے سے مشورہ کیا، انھوں نے کہا کہ اب کسی کے سامنے سر جھکانے

کا کوئی مطلب نہیں۔ عرصہ دراز سے لوگ تیرے سامنے سر جھکاتے رہے ہیں۔ اب اگر تو نے کسی کے سامنے سر جھکایا تو یہ بہت بُری بات ہوگی۔ اب رہ گیا موسیٰؑ کا مذکورہ چیزوں کے متعلق وعدہ وہ یونہی سا ہے اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

پھر ان لوگوں نے کہا کہ موسیٰؑ نے جو دربار میں ڈراما کیا ہے، تو اس سے متاثر نہ ہو اور ان دونوں جادوگروں کا علاج کر اور ان کے کرتب کو ناکام بنادے تاکہ یہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائیں۔

فرعون نے پوچھا کہ پھر اس کی کیا ترکیب کی جائے، ان لوگوں نے کہا کہ موسیٰؑ نے دربار میں جادو سے کام لیا تھا۔ اب تاریخ مقرر کر کے ان کو بھی بلا لے اور اپنے ملک کے جادوگروں کو بھی طلب کر لے۔ پھر مقابلہ ہو جائے۔ یقیناً ہمارے ملک میں ایسے ایسے جادوگر ہیں کہ ان کے مقابلہ میں موسیٰؑ ٹپک نہیں سکتے۔

فرعون نے ان لوگوں کی بات مان لی، اور جادوگروں کے بللے جانے کا حکم جاری دناؤ کر دیا، اور بروایتِ یوم شنبہ جو کہ عاشورا اور نوروز کے وقت واقع تھا اور "عید زینت" بھی اسی دن تھی۔ تاریخ مقرر کر دی اور حضرت موسیٰؑ کو مطلع کر دیا کہ فلاں مقام پر آ جاؤ تمہارے جادو کا مقابلہ کیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو مقام متعین کیا تھا اس کا نام "اسکندریہ" تھا۔

حضرت موسیٰؑ کو مطلع کرنے کے بعد فرعون نے تیاری شروع کر دی اور بروایتِ عکرمہ ۷۰ ہزار جادوگر سارے ممالک سے طلب کئے پھر ان میں سے ایک ہزار منتخب کیے پھر ان میں سے بروایتِ ۸۰ اور بروایتِ ۲، کو منتخب کیا،

جادوگر ان فرعون اور حضرت موسیٰؑ میں مقابلہ

ان جادوگروں نے کہا کہ ہم اس مہم میں موسیٰؑ پر یقیناً غالب آئیں گے، اے فرعون یہ بتا کہ اگر ہم غالب آئے تو ہمیں تیری طرف سے کیا ملے گا۔ فرعون نے کہا کہ ہم تم لوگوں کو سلطنت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز کر دیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ فرعون سے یہ باتیں ان چار بڑے جادوگروں نے کی تھیں جن کے نام یہ ہیں (۱) سابلور (۲) عارور (۳) حطوط (۴) مصفا ان لوگوں نے فرعون سے یہ بھی کہا کہ ہم ہر حال میں موسیٰؑ سے جیت جائیں گے لیکن اے فرعون اگر ہمارے کرتب کامیاب نہ ہوئے تو پھر یہ سمجھنا ناگزیر ہوگا کہ موسیٰؑ کا معاملہ خدائی معاملہ ہے۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ فرعون نے تمام ممالک سے ساحر و جادو کو جمع تو کر ہی لیا تھا۔ ان کے علاوہ مقام "مہا" میں جو ساحر و جادو کا اسکول قائم کیا ہوا تھا، ان کے اساتذہ کو بھی بلوایا اور سب نے ہل کر موسیٰؑ کی مخالفت میں زور لگایا۔ ایک روایت میں ہے کہ دو بہت بڑے ساحر

تھے جو گے بھائی تھے۔ جب فرعون کا پیغام ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے اپنی ماں سے کہا کہ فرعون نے موسیٰ سے مقابلہ کے لئے ہم لوگوں کو بلایا ہے۔ ہمیں ہمارے باپ کی قبر کا نشان بتا دو۔ چنانچہ ماں نے نشان دی کر دی۔ ان دونوں نے جا کر قبر پر اپنے والد کا نام لے کر پکارا اور کہا کہ دو شخص آئے ہیں ان کے پاس ایک عصا ہے جو ہر حال میں کامیاب رہتا ہے ان لوگوں کے پاس نہ کوئی لشکر ہے نہ کوئی ان کا بظاہر مددگار ہے۔ لیکن وہ صرف عصا کی وجہ سے سب پر غالب رہتے ہیں۔ ہم اس لئے آئے ہیں کہ ہماری رہبری کی جائے۔ روایت علامہ لغمت اللہ الجزائرئی، قبر سے آواز آئی کہ تم اس کے عصا کو چرانے کی کوشش کرو اور دیکھ لو اس پر تمھارا قبضہ ہو جاتا ہے یا نہیں۔ جبکہ وہ سوتا ہو۔ اگر تم وہاں پہنچ کر کامیاب ہو گئے تو پھر معاملہ ٹھیک ہے۔ لیکن اگر اس کے سونے میں وہ عصا تمھارے قابو میں نہ آئے تو سمجھ لینا کہ یہ خدائی بات ہے اور تم لوگ اسے مغلوب نہ کر سکو گے، یہ میں نے اس لئے کہا کہ جاؤ گے کہ جاؤ سونے کی حالت میں مغل ہو تا ہے، وہ قبرستان سے واپس آ کر وہاں پہنچے جہاں حضرت موسیٰ سو رہے تھے جب یہ عصا کے قریب پہنچے تو عصا نے ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ وہ دونوں پالوس ہو کر چلے گئے الغرض جو مقام فرعون نے مقرر کیا تھا اس جگہ تمام ساحر جمع ہو کر حضرت موسیٰ کا انتظار کرنے لگے۔ ایک روایت میں ہے کہ ساحر ان فرعون ساتھ اڈنٹول پر ریتیاں لاد کر لائے تھے ایک روایت میں ہے کہ فرعون نے ایک ماہ تیاری کر کے موسیٰ سے مقابلہ کرایا تھا۔

وہ انتظار ہی کر رہے تھے کہ حضرت موسیٰ اپنے بھائی حضرت ہارون کو لئے ہوئے مقام مقابلہ و مقابلہ میں پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ اپنے عصا پر تکیہ کر کے کھڑے ہو گئے، اور ان سے کہا کہ اب تم اپنے کرتب دکھاؤ۔ یعقوبی میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے فرعون کی طرف جانے سے پہلے اپنی بیوی کو شعیب کے پاس پہنچا دیا تھا۔ ان لوگوں نے ریتیاں نیز دیگر ہیاکل جو اپنے ہمراہ لائے تھے میدان میں پھوڑ دیئے۔ وہ ساری ریتیاں سانپ بن کر دوڑنے لگیں اور لاکھوں کی تعداد میں ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگیں۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ ذرا جھکے۔ فوراً خطاب ہوا، اے موسیٰ نگھراؤ نہیں اور اپنے عصا کو زمین پر ڈال دو، وہ عصا اڑدیا بن کر ان سانپوں کو ننگے لگا۔ اور تھوڑی دیر میں تمام سانپوں کو نکل گیا۔ جب سانپوں کو نکل چکا تو اس نے قصد کیا قصر فرعون کو ننگے کا۔ یہ دیکھ کر فرعون وہاں سے بھاگ نکلا۔ پھر حضرت موسیٰ نے ہاتھ بڑھا کر اڑدے کو اٹھا لیا اور وہ ہاتھ میں ڈنڈا بن گیا۔ اسی قسم کا واقعہ حضرت امام رضا علیہ السلام اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے زمانہ میں شیر قالدین سے متعلق رونما ہوا ہے۔ ملاحظہ کتاب چودہ سالہ ص ۳۷ و ۳۸ طبع لاہور، مورخین کا بیان ہے کہ اس وقت ایسا عظیم ہنگامہ برپا ہو گیا اور ایسی جگہ پر گئی کہ ۲۵ ہزار

افراد کچل گئے اور فرعون کی یہ حالت خود کج ماہرے ہو گئی کہ اسکو دست آنے لگے اور تازہ زندگی آتے رہے۔
مخفیہ کہ فرعون کو شکست فاش ہوئی اور اسی میدان میں قبط کے ستر قبائل مسلمان ہو گئے اور ہجو و گڑوں
میں تقریباً سب ہی موسیٰؑ اور خدا موسیٰؑ پر ایمان لے آئے اور سحر کر نیوالے سجدہ میں گر پڑے۔

یہ دیکھ کر فرعون نے ساحرول اور نمایاں فردوں سے کہا کہ تم لوگ مجھ سے اجازت لئے بغیر
مسلمان ہو گئے ہو، اب تمہاری سزا یہ ہے کہ تم کو پھانسی دی جائے اور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ
دیئے جائیں، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو جمع کر کے جو موسیٰؑ پر ایمان لائے، میں پھانسی دے
دی جائے اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ چنانچہ ان لوگوں کو بلا کر تنبیہ کی۔ ان لوگوں
نے کہا کہ چشم دید دلائل سے موسیٰؑ کی نبوت اور ان کے خدا کی خدائی ثابت ہو گئی ہے۔ لہذا ہم
ایمان لے آئے ہیں۔ فاقض ما انت قاض۔ تو جو کرنا چاہتا ہے کر۔ ہم ایمان کے لئے ہر شدت
و تکلیف کو برداشت کرنے کو تیار ہیں۔

فرعون نے جب ان کے عزم و استقلال کو دیکھا اور اچھی طرح سمجھ گیا کہ یہ بات نہ مانیں گے
تو ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے اور انھیں دار پر کھنچوا دیا۔ ”وهو اول من فعل ذالک۔“ علامہ
جرائری لکھتے ہیں کہ فرعون وہ پہلا شخص ہے جس نے ایمانداروں کے ہاتھ پاؤں کٹوائے اور
انھیں سولی پر چڑھوا دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اسی کی پیروی معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت یثیم ثمار
کے قتل میں کی تھی ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے تھے نیز زبان بھی قطع کی تھی۔

جب ساحرول کا قتل عام جاری تھا جناب حزقیلؑ (مومن آل
فرعون) جو عرصہ سے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے اٹھ کھڑے
اپنا ایمان ظاہر کر دیا اور وہ بھی قتل کر دیئے گئے۔ ان کے بعد
ان کی بیوی کو جو کہ فرعون کی لڑکی ایسا کی ماضی تھی اس کو اور

حزقیل اور ان کے اہل و عیال کا قتل

اس کے سب بچوں کو یکے بعد دیگرے تنور میں ڈلو کر جلوا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ زوجہ حزقیل
کے سر پر طشت میں آگ بھرا کر رکھ دیا اور اس میں اس کے چھوٹے بچے کو ڈال کر جلا دیا گیا۔ تفسیر
امام حسن عسکریؑ میں ہے کہ حزقیل درپردہ خفیہ طور پر (۱) وحدانیت (۲) نبوت موسیٰؑ (۳) تفضیل
محمد مصطفیٰؐ اجملاً انبیاء پر (۴) تفضیل علیؑ و اولاد علیؑ جملہ عالم پر کی تبلیغ کیا کرتے تھے اور ربوبیت
فرعون سے انکار کی لوگوں سے ہدایت کیا کرتے تھے۔

زوجہ فرعون، جناب آسیہ بنت مرہم نے زوجہ حزقیل کے
قتل کے بعد دیکھا کہ اس کی روح ملائکہ بڑے احترام سے لئے

آسیہ زوجہ فرعون کا قتل

لے ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے ایک دن چار خط زمین پر کھینچ کر پوچھا تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ ابن عباس نے کہا خدا اور
اسکا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا جنت میں جاؤ تو ان میں چار عورتیں سب اہل جنت ہیں (۱) فدیجہ (۲) خاتونہ (۳) میر (۴) آسیہ زوجہ فرعون

جابر ہے ہیں تو اس کا ایمان اور بڑھ گیا، اسی دوران میں فرعون داخل خانہ ہوا اور اُس نے آسیہ سے قتل کا داقہ بیان کیا تو آسیہ نے کہا خدا تجھے غارت کرے تو کیا کر رہا ہے ؟ فرعون نے کہا تجھے جنون ہو گیا ہے جو ہمیں بہکی باتیں کرتی ہے۔ اس نے کہا میں بہکی باتیں نہیں کرتی بلکہ میں اپنے رب، تیرے رب اور ساری دُنیا کے رب پر ایمان لائی ہوں، یہ حالت دیکھ کر فرعون نے مادرِ آسیہ کو بلوایا اور اُس سے کہا کہ تمہاری بیٹی بڑے غلط راستے پر چل رہی ہے اس سے کہو کہ اللہ موسیٰ سے بیزاری کرے ورنہ میں اسے قتل کر دوں گا، مادرِ آسیہ نے آسیہ کو سمجھانے کی کوشش کی، لیکن وہ یہی کہتی رہی کہ میں کبھی ایمان سے نہ پھروں گی۔ بالآخر اس کے ہاتھ پاؤں چار میخوں میں کھنچوا کر بندھوا دیا اور وہ اسی حالت میں انتقال کر گئی۔ علامہ نعمت اللہ الجزائری تحریر فرماتے ہیں کہ عالم عذاب میں خدا نے اسے جنت میں اس کا شاندار مکان دکھلا دیا تھا اور عذاب کی سختی کو اس سے برطرف کر دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے جسم پر پتھر رکھ کر اُسے قتل کیا گیا تھا اور اس کو خدا نے آسمان پر اٹھالیا ہے اور وہ جنت میں موجود ہے۔ (عجائب القمص)

آل فرعون مختلف عذابوں میں

فرعون، حضرت موسیٰؑ سے شکست کھانے کے بعد بنی اسرائیل پر مزید سختی کے لئے تل گیا اور اس نے قبطیوں کو ہدایت کر دی کہ ان پر ہر قسم کی سختی کی جائے۔ چنانچہ سخت عذاب میں مبتلا کر دیئے گئے۔ ایک دن ان کے سربراہ حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے حالات سے متعلق فریاد کرنے لگے۔ حضرت موسیٰؑ نے تسلی دی اور کہا کہ عنقریب تم اچھے حالات سے ہمکنار ہو گے گھبراؤ نہیں۔

پھر حضرت موسیٰؑ نے فرعون کی ہدایت کا سلسلہ جاری کیا مگر نہ وہ راہِ راست پر آیا اور نہ اس نے بنی اسرائیل کو قید سے چھوڑا اور نہ ان پر سختی میں کمی کی جس کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کو سخت زحمت اور تکلیف تھی۔ بالآخر آپؑ نے بددعا کی اور آل فرعون مختلف عذابوں میں یکے بعد دیگرے مبتلا ہوئے۔ تو زمین کا بیان ہے کہ سب سے پہلے قحط شروع ہوا جو تین سال مسلسل جاری رہا۔ پھر طاعون کا عذاب آیا جس میں کافی افراد ہلاک ہوئے، پھر ایک قسم کے کیڑے کا عذاب آیا جس نے تمام زراعت وغیرہ تباہ کر دیں۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد جوڑل کا عذاب آیا جو ایک ہفتہ رہا۔ ان جوڑل نے درخت۔ برتن۔ زراعت۔ باغ۔ گھر۔ کھانا پانی۔ جسم۔ آنکھ، پلک غرضیکہ سب کچھ تباہ کر دیا۔ پھر مینڈکوں کا عذاب نازل ہوا اور ہر چیز میں مینڈک پیدا ہو گئے۔ کھانا پینا سب حرام ہو گیا۔ پھر آبِ نیل کو قبطیوں کے لئے خون کر دیا

گیا۔ اسی دریا سے بنی اسرائیل پانی لیتے اور پیتے تھے تو پانی رہتا تھا اور جب قبلی لیتے اور پیتے تھے تو خون ہو جاتا تھا، یہ حالت بھی ایک ہفتہ رہی آخر الامر فرعون نے وعدہ کیا کہ بنی اسرائیل کو قید سے چھوڑ دینگا اور ان پر سختی نہ کرے گا اور اس مقصد کے لئے حضرت موسیٰ سے کہا کہ پانی کو بحال کرادو۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی اور پانی ٹھیک ہو گیا۔ لیکن پھر بھی فرعون نے وعدہ وفا کی نہ کی۔ حضرت موسیٰ نے مجبور ہو کر پھر بروایت روضۃ الصفا ساتویں مرتبہ بددعا کی پھر چند دنوں مختلف قسم کے عذاب نازل ہوئے۔ مگر فرعون اپنی حکمتوں سے باز نہ آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آبلوں کا عذاب بھی نازل ہوا تھا۔ عجائب القصص میں ہے کہ پہلے انھیں کے زمانے میں پہلے پہل بطور عذاب پیدا ہوئے تھے اور اب رہتی دنیا تک رہیں گے لعنۃ اللہ علیہم کا بیان ہے کہ واقعہ جا دو گری کے بعد سے ترک مصر تک موسیٰ مختلف عذابوں میں فرعونوں کو مبتلا کرتے رہے۔ لیکن وہ ایمان نہ لائے، یہ مدت بیس سال کی تھی۔ طبری میں ہے کہ جس نے سب سے پہلے اینٹ بچخت کی وہ فرعون تھا۔

فرعون کا خدائے موسیٰ سے جنگ کا عزم

موسیٰ کو (معاذ اللہ) مارنے کے لئے آمادہ ہوا اور اس نے ایک نہایت ہی بلند محل بنوایا جس میں دیگر ملازمین اور مزدوروں کے علاوہ پچاس ہزار معمار کام کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ اتنا طویل بنا تھا کہ اس پر چڑھنے کے لئے ایک سال کی مدت درکار ہوتی تھی۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ یہ محل سات سال میں تیار ہوا تھا اور اتنا بلند تھا کہ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اس سے بڑا محل کبھی نہیں بنایا گیا۔

جب وہ محل تیار ہو گیا تو فرعون تیرکمان لے کر اس خیال سے کہ آسمان نزدیک ہو گیا ہو گا۔ اس پر چڑھا، مگر آسمان بالکل اتنا ہی دور معلوم ہوا جتنا زمین سے دور تھا الغرض اس نے ایک تیر آسمان کی طرف پھینکا خدا نے ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ اسے خون آلود کر دو۔ چنانچہ وہ تیر خون آلود پلٹا اور اس نے کہا کہ میں نے خدائے موسیٰ کو مار لیا، اس کے بعد جبرئیل نے ایک پر مارا اور محل کے تین ٹکڑے ہو کر مختلف ممالک عالم میں جا گئے اور بے شمار جانیں ضائع ہوئیں۔ آخر الامر جب فرعون ہر طرف سے اپنی خدائی کو کامیاب بنانے سے یالوس ہو گیا تو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو قید سے رہا کر دیا جائے اور ان کے ساتھ سختی ختم کر دی جائے۔ چنانچہ سب قید سے رہا ہو گئے اور حضرت موسیٰ کو ان کی نجات کے لئے پروگرام مرتب کرنے میں کامیابی نصیب ہوئی۔

عذابِ فرعون سے بنی اسرائیل کی نجات کا سبب

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں زیر آئینہ واذا
نجینا کہ من آل فرعون الخ (۱) مرقوم
ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے
کہ اے بنی اسرائیل تم اس وقت کو یاد کرو جبکہ

ہم نے تم کو یعنی تمہارے اسلاف کو قوم فرعون کے ہاتھوں سے چھڑایا اور آل فرعون (وہ لوگ
تھے جو فرعون کے مذہب اور دین کی قرابت کے سبب اس سے منسوب تھے) کہ وہ تم کو
سخت عذابوں میں مبتلا کرتے تھے اور بڑی تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ منجملہ ان عذاب ہائے شدید
کے جو فرعون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو پہنچتے تھے یہ تھے کہ ان کو عمارتوں کے بنانے اور
مٹی گارے کے کاروبار کی تکلیف دیتا تھا۔ اور بھاگنے کے خوف سے پاؤں میں بیڑیاں داتے
کا حکم دیتا تھا کہ اسی حال میں سیڑھیوں کی راہ کوٹھوں پر گارالے کہ چڑھا کریں۔ بعض وقت
کوئی سیڑھیوں پر سے گر پڑتا تھا تو فوراً مرنے کا حکم دیا جاتا تھا یا اس کو سخت چوبیس آتی تھیں اور وہ لوگ
ان کے گرنے اور مرنے کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی
نازل کی کہ اے موسیٰؑ ان سے کہہ دے کہ وہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجے بغیر کسی کام کو شروع نہ
کیا کریں تاکہ یہ کام ان پر سہل معلوم ہو اور جو کوئی درود بھیجنا بھول جائے اور گھر مخرج ہو
جائے اس کے لئے حکم دیا تھا کہ اگر اس کو ممکن ہو تو خود محمدؐ و آل محمدؐ پر درود اپنے اوپر پڑھ لے
اگر اس سے نہ ہو سکے تو کوئی دوسرا اس پر پڑھے، جب ایسا کیا جائے گا تو وہ فوراً تندرست ہو
جائے گا، اور اسکو گرنے سے کچھ ضرر نہ پہنچے گا۔ الغرض وہ ایسا ہی کرتے تھے اور صحیح مسلم کہتے
تھے: ”بنو یحییٰ ابنہاء کہ“ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور اسکا باعث یہ تھا کہ فرعون کو تھلایا
گیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا کہ تیری ہلاکت اور تیری سلطنت کا زوال اسکے ہاتھ سے
وقوع میں آئے گا۔ اس لئے اُس نے حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو قتل کیا جائے۔
یہ حال دیکھ کر عورتیں و امیوں کو رشوتیں دیتی تھیں تاکہ وہ ان کی چینی نہ کھائیں اور ان کے حمل کے
ایام پورے ہو جائیں، جب بچہ پیدا ہوتا تھا تو اس کو جنگل میں یا کسی پہاڑ کے غار یا کسی اور پوشیدہ
مقام میں ڈال دیا کرتی تھیں اور اس پر دن بار درود بر محمدؐ و آل محمدؐ پڑھ کر دم کیا کرتی تھیں۔
اس کی برکت سے پروردگار عالم ایک فرشتے کو اس لڑکے کی پرورش کے لئے مقرر فرماتا تھا اور
اُس کی ایک اُھلی سے دودھ پیدا ہوتا تھا جس کو وہ چوستا تھا اور دوسری اُھلی سے نرم کھانا نکلتا
تھا جو اس کی غذا بنتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی طرح بنی اسرائیل نے پرورش پائی اور اس ترکیب سے
جن بچوں نے پرورش پائی اور سلامت رہے ان کی تعداد قتل شدہ بچوں کی تعداد سے بہت زیادہ

تھی ”وكان من سلم منهم ونشاء اكثر ممن قتل“ ”ویستقیون نساءكم“۔
 اور تھاری عورتوں (لڑکیوں) کو زندہ رکھتے تھے، یعنی ان کو نہ مارتے تھے اور اپنی لونڈیاں بناتے
 تھے۔ تب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے جا کر فریاد کی کہ وہ ہماری بیٹیوں اور بہنوں کو اپنی
 بیویاں بناتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان لڑکیوں کو حکم دیا کہ جب ان کی نسبت اس قسم
 کا ارادہ کیا جائے تو وہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجا کریں۔ القصد هذا ان عورتوں سے فرعونوں کے
 شر کو دور کرتا تھا کہ یا تو ان کو کسی شغل میں مشغول کر دیتا یا کسی بیماری حادثے میں گرفتار کرتا یا
 اس پر کوئی خاص لطف فرماتا۔ پس کوئی عورت بنی اسرائیل میں سے ان کی زوجیت میں نہ آئی، بلکہ
 حق تعالیٰ نے محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجنے کی برکت سے ان عورتوں سے اس فعل بد کو دور کیا۔
 پھر خدا فرماتا ہے ”وفی ذالک بلقاء من ربکم عظیم“۔ اور تم کو اس نجات دینے میں تمہارے
 پر درود گار کی طرف سے تمہارے لئے بڑی بھاری نعمت تھی (خلاصہ کلام) یہ کہ اللہ تعالیٰ اولاد
 یعقوبؑ سے فرماتا ہے کہ جب تمہارے باپ دادا پر سے محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجنے سے بلائیں
 رد اور خفیف ہو جاتی تھیں تو کیا اتنا نہیں سمجھتے کہ اب جب تم ان کو مشاہدہ کرو اور ان پر
 ایمان لاؤ تو خدا کی نعمتیں تم پر بہت زیادہ ہوں گی اور اس کا فضل بدرجہ اتم تمہارے شامل حال
 ہو گا۔ (آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری ص ۲۱۴ طبع لاہور)

بنی اسرائیل سمیت حضرت موسیٰؑ کی مصر سے روانگی

متعدد عذابوں میں مبتلا ہونے کے بعد فرعون نے
 بنی اسرائیل کو قید و بند سے رہا تو کر دیا، لیکن ان کو کہیں باہر
 جانے کی اجازت نہ تھی اور اسی مقصد کے لئے ان کو
 قید میں رکھا تھا۔ خیال یہ تھا کہ اگر یہ مصر سے چلے جائیں
 گے تو بہت سے ملکی نظام درہم برہم ہو جائیں گے، اور ملک کی آبادی میں کمی پیدا ہو جائے گی
 کیونکہ تعداد لاکھوں کے حساب میں ہے اور بہت کافی ہے، لیکن رہائی کے بعد وہ ان لوگوں
 کو قیام مصر پر مجبور کر کے کامیاب نہ ہو سکا۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ رہائی کے حقوڑے دنوں بعد حضرت موسیٰؑ کو خدا نے ترک مہر کا حکم
 دیا، حضرت موسیٰؑ نے اعیان و اشرف بنی اسرائیل کو طلب فرما کر ان کے سامنے وحی کے مضمون
 کو دہرایا اور کہا تم لوگ مصر سے نکل چلنے کے لئے تیاری کرو اور اس کے لئے ایک ماہ

لے ہی وجہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی صرف بارہ اولاد (اسباط) سے اتنی کثرت ہوئی تھی کہ جب حضرت
 موسیٰؑ مصر سے چلے تو ان کے ہمراہ بیس لاکھ بنی اسرائیل تھے ۱۲ منہ۔

کی مدت مُعین کر دی، وہ لوگ اپنے عوم کو تیار کرتے رہے اور ساری تیاری پوری تیزی کے ساتھ ہوتی رہی۔ لیکن روانگی کا جب ارادہ کرتے تھے کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیدا ہو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک ماہ کی مدت گزر گئی۔

حضرت موسیٰؑ نے پھر ان لوگوں کو جمع کر کے ہدایت کی کہ روانگی میں عجلت سے کام لو، ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو پوری عجلت کر رہے ہیں۔ لیکن ایک مشکل کی وجہ سے اب تاخیر ہو رہے ہیں۔ درنہ ہم تیار ہو چکے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ وہ مشکل کیا ہے؟

ان لوگوں نے جواب دیا کہ مشکل یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کا تابوت نہیں ملتا اور انھوں نے اپنے انتقال کے وقت یہ کہا تھا کہ آج سے چار سو برس بعد حضرت موسیٰؑ پیدا ہوں گے۔ اور وہیں پلیں بڑھیں گے اور سخت ناخوشگوار حالات میں وہ بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر مصر سے نکل جائیں گے۔ وہ وقت جو ان کے نکلنے کا ہو گا۔ ”دھیان سے نہ اترنے پائے“ اور نسل بعد نسل اس کی ہدایت جاری رہے کہ ان کے ساتھ میرا تابوت بھی نکلے گا۔ یعنی جب حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں اور ان کے ہمراہ بنی اسرائیل جانے لگیں تو میرے تابوت کو ہمراہ لے جائیں اور میرے آباء اجداد کی قبروں کے قریب دفن کر دیں۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اچھا تلاش کرو اور ضرورت تلاش کرو۔ چنانچہ لوگ تلاش کرنے میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ ایک بہت بوڑھی عورت کی طرف نشاندہی کی گئی اور بتایا گیا کہ اگر علم ہے تو اسی کو ہے درنہ کوئی نہیں جانتا۔ لوگ اُس عورت کے پاس گئے جس کا نام بروایت علامہ نعمت اللہ الخزازؒ مریم بنت موسیٰؑ تھا اور بروایت ابن دافع ”اليعقوبی“ شارح بنت أمشرین یعقوب“ تھا۔ اس نے چند شرائط کے ساتھ نشان دہی کا وعدہ کیا اور حضرت یوسفؑ کا تابوت دستیاب ہو گیا۔

علل الشرائع میں ہے کہ خداوند عالم نے روانگی کے وقت حضرت موسیٰؑ کو وحی کی کہ تابوت یوسفؑ برآمد کرو اور اپنے ہمراہ اُسے بھی لیتے جاؤ۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے معلومات حاصل کیں۔ معلوم ہوا کہ ایک نہایت ضعیفہ عورت ہے جسے اس کا علم ہے کہ تابوت یوسفؑ کہاں ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اُسے طلب فرمایا، تو اُس نے کہا میں بتا سکتی ہوں اور بتاؤں گی اس شرط پر کہ آپ چاری چار خواہشیں تسلیم کریں (۱) میں زمین گیر ہوں میرے پاؤں درست کر دیں (۲) میں بوڑھی ہو گئی ہوں میری جوانی پلٹا دیں (۳) میں اندھی ہوں مجھے بینائی عطا کر دیں۔ (۴) میں نادار غریب عورت ہوں مجھے جنت میں اپنے ساتھ رکھنے کا وعدہ کریں۔

حضرت موسیٰؑ نے ان باتوں کو سنا تو آپ کو بہت محسوس ہوا کہ یہ ایسے نازک حال میں اس

قسم کے سوالات کرتی ہے۔ لیکن فوراً دجی آئی کہ اے موسیٰ یہ جو خواہش رکھتی ہے اسے منظور کرلو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے اس کی بات مان لی اور وہ بہرہ ور ہو گئی۔ پھر اس نے رونیل میں لے جا کر جگہ بتائی اور تابوت جو سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا پانی سے برآمد کر لیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ چاند کی روشنی روک دی گئی تھی تاکہ اہل مصر کو بنی اسرائیل کی روانگی کا علم نہ ہو سکے۔ ایک روایت میں ہے کہ مصر سے روانگی میں تاخیر اس لئے ہو رہی تھی کہ یہ لوگ اس وقت تابوت یوسف کی طرف متوجہ ہوئے جب انھیں یہ یاد آیا کہ تابوت لے جانے کی وصیت ہے اور جب تک تابوت ہمراہ نہ لیا جائے گا مصر سے نکلنا قدرتنا ناممکن ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ راستہ بھول جاتے تھے اور تاخیر ہوتی جاتی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے اعلان کر دیا تھا کہ جو تابوت یوسف کی نشاندہی کرے گا اُس کی ہر حاجت مانی جائے گی چنانچہ زن پیر زال نے نشان دہی کرنے سے پہلے اپنی حاجات منظور کرائیں۔

غرضیکہ حضرت موسیٰ کے اس خفیہ اعلان پر کہ فلاں مقام پر طلوعِ قمر کے فوراً بعد سب لوگ جمع ہو جائیں، وہ سب اس مقام پر جمع ہو گئے جن کی تعداد اٹھارہ لاکھ اسی ہزار تھی، اور حضرت موسیٰ بھی تابوت لے کر اس وقت وہاں پہنچ گئے، جب کہ نصف شب قریب تھی اور پوری آدھی رات کو وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ روانگی شبِ یک شنبہ نہم محرم کو عمل میں آئی۔ اہل کتاب کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر شبِ پنج شنبہ پانزدہم نisan کو مصر سے روانہ ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل اس دن کو جس دن انھیں آزادی ملی ہے یومِ عید قرار دیتے ہیں۔

الغرض حضرت موسیٰ مصر سے روانہ ہوئے اور روانگی کا انداز یہ قرار دیا کہ حضرت ہارون کو مقدمہ کے طور پر اپنے گروہ کے آگے کیا اور اسباطِ یہود اور لاوی کی نسل سے جو سردار تھے ان کو مہینہ اور میسرہ پر رکھا اور یوشع بن نون نیز اشرفِ سبطِ یوسف و ابن یامین کو قلب میں قرار دیا اور خود سب سے پیچھے ہو گئے۔

مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حکمِ خدا تقریباً بیس لاکھ افراد کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے اور مقام "عین الشمس" پر منزل گیر ہو کر آگے بڑھے اور مقام "غار مؤ" جا کر ٹھہر گئے۔ پھر صبح ہوتے ہی وہاں سے روانہ ہوئے۔ اسی طرح منزلیں مارتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ دریا نے بیکراں قلزم کے کنارے جا پہنچے۔

فرعون، حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے تعاقب میں
حضرت موسیٰ کے شبِ نہم محرم کو روانہ ہوئے۔ بعدِ صبح نہم محرم یوم

شبنہ کو فرعون اور فرعونیل کو حضرت موسیٰؑ اور جملہ بنی اسرائیل کے چلے جانے کی اطلاع ملی تو فرعون نے فوراً جمع لشکر کا حکم دیا اور پوری تیاری کے ساتھ پیچھا کرنے کا ہتھ کیا۔ ایک روایت کی بنا پر فرعون نے چوبیس لاکھ کا لشکر تیار کر لیا۔ جب کہ حضرت موسیٰؑ کے پاس ۶ لاکھ ۷۰ ہزار نو جوان تھے۔ جو ہتھ تھے اور ان کے پاس جنگ کا کوئی سامان نہ تھا۔

صبح ہنم محرم کو فرعون روانہ ہونے والا تھا کہ دفعۃً قبیلوں میں ایسی بیماری پیدا ہو گئی۔ کہ تقریباً ہر گھر سے باکرہ لڑکیاں و عورتیں فوت ہوئیں، فرعون والے ان کی تجویز و تکفین میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ سارا دن گزر گیا اور ساری رات ختم ہوئی۔ پھر یوم دوشنبہ بوقت صبح ان کافروں کی تلاش موسیٰؑ و بنی اسرائیل میں روانگی عمل میں آئی۔ فرعون نے اپنے چوبیس لاکھ کے لشکر کی اس طرح ترتیب دی کہ ۶ لاکھ کا مقدمۃ الجیش قرار دیا۔ چھ لاکھ میمنہ۔ چھ لاکھ میسرہ۔ چھ لاکھ قلب، میں قرار دے کر روانہ ہوا، اور صرف چھ گھنٹے میں حضرت موسیٰؑ کے لشکر کو حالیہ۔

لشکر فرعون کا پہنچنا تھا کہ بنی اسرائیل میں فریاد اور واویلہ کا شور مچ گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں خدا نے ہر قسم کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ غلط نہیں ہو سکتا، حضرت ابھی ان لوگوں کو سمجھا ہی رہے تھے کہ حضرت جبرائیلؑ آپہنچے اور انھوں نے کہا کہ آپ پانی پر اپنے عصا کو ماریئے راستہ ہو جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے اپنا عصا پانی پر مارا اور تا آخر وسیع راستہ بن گیا۔ آپ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم سب اس میں داخل ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا ہم بارہ قبائل ہیں۔ ایک راستے سے نہ جائیں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے گیارہ مقامات پر اور عصا مارا اور بارہ راستے ہو گئے تب یہ داخل ہو گئے لیکن پھر یہ اعتراض کیا کہ ہم راستہ چل رہے ہیں ایک قبیلہ کو دوسرے کی خبر نہیں، لہذا ایسا انتظام کیا جائے کہ ایک دوسرے کو دیکھتے جائیں۔ چنانچہ آپ نے پانی کی ہر دیوار پر عصا مارا اور اسے حکم دیا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر طاق یعنی روشندان بن جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ آخر تک باہر رہے اور جب یہ سب نکل گئے یعنی پانی میں داخل ہو گئے تو آخر میں حضرت موسیٰؑ داخل ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ روشندان موسیٰؑ کے پانی میں داخل ہونے سے پہلے بنے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آخر میں حضرت موسیٰؑ داخل ہوئے تو ان کے ہمراہ جو لوگ تھے انھوں نے خواہش کی تھی کہ ہم دیگر قبائل سے بے خبر ہیں لہذا روشندان بنائے جائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے روشندان بننے کا حکم دیا تھا۔

الغرض جب سارا گروہ حضرت موسیٰؑ کا پانی میں داخل ہو گیا تو آخر میں حضرت موسیٰؑ بھی داخل

ہو گئے اور ہمار گھنٹے میں سارا راستہ طے کیا گیا۔ ادھر حضرت موسیٰؑ کے گروہ کا آخری حصہ پانی میں رہ گیا تھا کہ اُدھر فرعون کا ابتدائی لشکر پانی میں داخل ہو گیا، ادھر حضرت موسیٰؑ پانی سے برآمد ہوئے اور اُدھر فرعون کا لشکر سارا کا سارا پانی میں داخل ہو گیا، خدا نے ہوا کو حکم دیا اس نے پانی کی تہوں اور دیواروں کو ملا دیا اور دریا بدستور دریا بن گیا اور سب فرعون اور فرعون پانی میں ڈوب کر مر گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ مرتے وقت فرعون نے ایمان کا اظہار کیا۔ مگر چونکہ آخر وقت ایمان لانا مفید نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کو بھی ایمان لانا فائدہ نہ پہنچا سکا۔ یوں اخبار رضا اور علل الشرائع میں ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جب کہ فرعون نے ایمان کا اظہار کر دیا تھا تو پھر خدا نے اُسے کیوں غرق کر دیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا ”لانہ آمن عند روبة الباس والایمان عند روبة الباس غیر مقبول وذالک حکم اللہ فی السلف والخلف“ کہ وہ اس وقت ایمان لایا تھا جب ان پر عذاب آگ پڑا تھا اور ایسی صورت میں ایمان لانا قابل قبول نہیں ہے اور یہ حکم خداوند عالم کا لگے پچھلے سب کے لئے ہے۔ (اور ہمیشہ رہے گا)۔

(علل الشرائع) میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ فرعون نے ذبح غلمان کا حکم چہار شنبہ کو دیا تھا، فرعون نے قتل موسیٰؑ کا حکم چہار شنبہ کو دیا تھا۔ ”دیوم الاربع غرق اللہ فرعون“ اور چہار شنبہ ہی کو خدا نے فرعون کو غرق کر دیا فرمایا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ دریا کے کنارے پہنچ کر فرعون متردد تھا کہ کیا کر دوں؟ اسی دوران میں حضرت جبریلؑ ایک گھوڑی پر سوار اس کے سامنے سے گزرے تو اس کا گھوڑا اس گھوڑی کے پیچھے لگ گیا اور فرعون آگے روک نہ سکا۔ یہاں تک کہ داخل دریا ہو گیا۔ فرعون کو دیکھ کر اس کے لشکر بھی داخل ہو گئے، بالآخر سب فنا ہو گئے۔

یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل مقدس لوگ نہ تھے انکی پریشانیوں خود بتاتی ہیں کہ یہ لوگ اچھے کردار کے نہ تھے۔ اگر اچھے کردار کے ہوتے تو یقیناً مختلف قسم کی مشکلات میں مبتلا نہ ہوتے۔ انکی ہر طرح کی

دریا میں راستوں کے بننے اور بنی اسرائیل کے بچنے کا سبب

اور ان کی ضد بازی خود ان کے مستقبل پر روشنی ڈال رہی ہے، حضرت موسیٰؑ سے مختلف قسم کی ضد کر کے ان کو پریشان کرنا ان کا شیوہ تھا، کوئی ماقبل ایسے وقت میں جبکہ فرعون کا لشکر سر پر آپکا تھا اور آگے دریا تھا۔ کبھی کوئی ایسی ضد نہ کرے گا۔ جس میں جان کے تحفظ میں تاخیر ہو جائے لیکن بنی اسرائیل نے ایسے نازک وقت میں اپنی ضد بازی نہیں چھوڑی۔ تاہم ان حالات کے

باوجود وہ ہر مشکل سے بچتے رہے اور ان کی ضدیں بارگاہ اقدس میں سر اُسی جاتی رہیں، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہے ”واذ فرقنا بکھ البحر“ تم اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے دریا کے پانی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے سے الگ ہو گیا تھا۔ ”فانجینا کھ واعرقنا آل فرعون و انتھ تنظرون“ اور وہاں سے تم کو نجات دی اور فرعون کو اسکی قوم سمیت اس میں غرق کیا اور تم ان کو ڈوبتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اور اس کا قصہ اس طرح پر ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ دریا کے کنارے پر پہنچے تو خدا نے ان پر وحی نازل کی کہ بنی اسرائیل سے کہہ دے کہ از سر نو میری توحید کی شہادت دیں اور محمدؐ جو میرے بندوں اور کینزول کا سردار ہے، اس کے ذکر کو اپنے دلوں میں گزاریں اور اس کے بھائی علیؑ اور اس کی آل اہل بیت کی ولایت کا اپنے نفوس میں اعادہ کریں۔ پھر یہ کلمات اپنی زبان پر جاری کریں ”اللھم بجاھم فجوذا علی متن هذ الماء“ اے اللہ ان حضرات کی قدر و منزلت کا واسطہ ہم کو اس پانی کے اوپر سے گزار دے۔ اسی وقت یہ پانی تمہارے لئے سخت زمین کی صورت میں تبدیل ہو جائے گا۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ فرمان ایزدی ان کو پہنچایا، وہ یہ حکم سن کر کہنے لگے، ”اے موسیٰؑ تم میری باتیں ہم پر ڈالتے ہو جن کو ہم برا سمجھتے ہیں، تم کو معلوم ہے کہ ہم موت ہی کے ڈر سے قوم فرعون سے بھاگ کر آئے ہیں۔ اب تم کہتے ہو کہ ہم یہ کلمات کہہ کر اس دریا کے بے پایاں میں جا پڑیں اور ہم نہیں جانتے کہ اگر ہم ایسا کریں تو ہمارا کیا حال ہوگا، تب“ کالب بن یوحناؑ حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے اور وہ گھوڑے پر سوار تھے اور اس خلیج کا عرض چار فرسخ تھا اور اگر حضرت موسیٰؑ سے عرض کی کہ یا نبی اللہ، کیا آپ کو خدا نے حکم دیا ہے۔ ہمارے بارے میں کہ ہم ان کلمات کی تلاوت کریں اور پانی میں چلے جائیں ”فرمایا“ ”ہاں“ پھر انہوں نے عرض کی کہ آپ مجھ کو ایسا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔ ”ہاں“۔

یہ سن کر کالب بن یوحنا نے کچھ توقف کیا اور اپنے دل میں وحدانیت الہی اور نبوت محمدیؐ اور ولایت علیؑ و آل احمدی علیہم السلام کی تجدید کی جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا، پھر یہ دُعا ”اللھم بجاھم فجوذا علی متن هذ الماء“ پڑھ کر اپنے گھوڑے کو پانی میں ڈال دیا۔ ان کا گھوڑا سطح آب پر دوڑتا جاتا تھا اور پانی ان کے نیچے زمین کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ خلیج کے پار جا پہنچے۔ پھر دوبارہ گھوڑا اڑا کر واپس آئے اور بنی اسرائیل سے کہنے لگے کہ تم حضرت موسیٰؑ کا کہنا مانو، یہ دُعا در ہائے جنت کی کنجی اور دوزخ کے دروازوں کا قفل اور رزق

کے نازل ہونے کا باعث اور رضائے خداوندِ خلاق و مہربان کو اس کے بندوں اور کینزوں کی طرف کھینچ لانے والی ہے۔ ہر چند اس شخص نے سمجھایا مگر بنی اسرائیل نے نہ مانا اور کہا کہ ہم تو زمین ہی پر چلیں گے اس وقت خدا نے وحی کی۔ ”اے موسیٰ! ضرب بحصاک البحر اپنے عصا کو دریا پر مارو، اور یہ کلمات زبان پر جاری کرو۔“ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اے موسیٰ نے ایسا ہی کیا اور دریا کا پانی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور خلیج کے دوسرے کنارے تک زمین نظر آنے لگی تب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو اس میں داخل ہونے کا حکم دیا، انھوں نے جواب دیا کہ یہ زمین تو کیلی ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں اس میں دھنس نہ جائیں، اس وقت فرمانِ خدا یوں نازل ہوا کہ اے موسیٰ یہ دعا پڑھ۔ ”اللہم بحق محمد والہ الطیبین جففها“ یعنی اے خدا محمدؐ اور ان کی آل اہلِ ہمارے واسطہ اس زمین کو خشک کر دے۔ حضرت موسیٰ نے اسی طرح دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے بادِ صبا کو اس زمین پر بھیجا وہ فوراً خشک ہو گئی۔ تب کلیم اللہ نے اپنی قوم سے کہا کہ اب تو داخل ہو، وہ بولے یا بنی اللہ ہم ”بارہ قبیلے“ بارہ باپوں کی اولاد ہیں، اگر ہم اس میں داخل ہوں تو ایک فریق دوسرے فریق پر سبقت کرنے کی خواہش کریگا۔ اس لئے ہم کو خوف ہے کہ باہم فساد نہ ہو جائے۔ اگر ہر ایک فریق کے لئے الگ الگ راستہ ہو تو ہم اس خوف سے مطمئن ہو جائیں، تب بارگاہِ خداوندی سے یہ حکم صادر ہوا کہ اے موسیٰ! اپنے عصا کو دریا پر اس سمت میں ان کے بارہ فرقوں کی تعداد کے موافق بارہ دفعہ مارو اور زبان سے یوں دعا کرو، اے خدا محمدؐ اور ان کی آل اہلِ ہمارے مرتبے کا واسطہ زمین کو چارے لئے ظاہر کر اور پانی کو ہماری طرف آنے سے روک دے۔ حضرت موسیٰ نے ایسا ہی کیا اور دریا میں ”بارہ راستے“ ہو گئے اور بادِ صبا نے زمین کو خشک کر دیا۔ اس وقت حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو داخل ہونے کا حکم دیا۔ وہ بولے ہم میں سے ہر ایک فریق اپنے اپنے کوچہ میں داخل ہوگا اور ایک کو دوسرے کے حال سے اطلاع نہ ہوگی کہ اس پر کیا گزری۔ تب خدا نے فرمایا کہ اے موسیٰ! پانی کے اُن ٹیکوں پر جو ان راستوں کے مابین حائل ہیں اپنا عصا مارو اور یوں دعا کرو۔ اے خدا محمدؐ اور اس کی آل اہلِ ہمارے مرتبے کا واسطہ اس پانی میں بڑے بڑے طاق بنا دے جن میں سے ہر ایک دوسرے کو دیکھتے رہیں۔ حضرت موسیٰ نے ایسا ہی کیا اور بڑے بڑے وسیع طاق پانی کے درمیان پیدا ہو گئے تاکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں، آخر کار وہ دریا میں داخل ہوئے اور جب وہ خلیج کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تو فرعون اور اس کی قوم بھی اگر دریا میں داخل ہو گئی۔ جب لگے آدمی نے دریا کے آخری سرے پر پہنچ کر باہر نکلنے کا ارادہ

کیا اور ادھر سب سے پھلا آدمی دریا میں داخل ہو چکا تو خدا کے حکم سے دریا کے طبقے آپس میں مل گئے اور وہ سب اس میں غرق ہو گئے اور حضرت موسیٰ کے ہمراہی ان کو غرق ہوتے دیکھ رہے تھے۔ اسی سبب سے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ "واغرقنا ال فرعون و انتم تنظرون" یعنی ہم نے آل فرعون کو غرق کیا اور اس وقت تم ان کو دیکھ رہے تھے۔

اب اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جو بنی اسرائیل میں سے حضرت محمد مصطفیٰ کے زمانے میں موجود تھے فرماتا ہے کہ جب میں نے محمدؐ کی بزرگی اور کرامت کے سبب تمہارے بزرگوں کے ساتھ یہ تمام نیک سلوک کئے، اور موسیٰؑ نے ان کے توسل سے دُعا کی اب کہ تم نے خود ان کو دیکھ لیا تو تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ محمدؐ و آل محمدؐ پر ایمان لانا تم پر واجب اور لازم ہے۔ امار حیدری ترجمہ تفسیر حضرت امام حسن عسکریؑ ص ۲۱۹۔

حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل
دریا سے نکلنے کے بعد

مورخین کا بیان ہے کہ قوم فرعون کے اپنے ملک سمیت غرق ہونے کے بعد دریا میں تلاطم پیدا ہوا، اور دس دن تک جاری رہا۔ اس تلاطم کے ذریعہ سے پانی نے فرعونوں کے اجساد و اجسام کو کنارے لا ڈالا۔ بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ قبلی ساحل دریا پر پڑے ہیں تو ان لوگوں نے ان کے جسم سے کپڑے، آلات حرب اور دیگر چیزیں گھسیٹنی شروع کر دیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ہر چند منع کیا۔ مگر ان کی ایک نہ سنی اور سب کچھ ان سے لے لیا۔ بزوا ناسخ التواریخ یہی حال اسباب، زیورات، سونا چاندی فتنہ سامری کا پیش خیمہ بن گیا تھا۔ اس واقعہ کے تیسرے دن یعنی بارہ محرم کو حضرت موسیٰؑ نے حضرت یوشع بن نونؑ کا نسب بن یوحنا کی سربراہی میں بارہ بارہ ہزار کے دو لشکر مرتب کر کے مصر بھیج دیئے تاکہ یہ وہاں جا کر حالات کو بھی دیکھیں اور مال غنیمت حاصل کر لیں اور دیگر انتظامات کریں۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات لشکر لے ہوئے مصر پہنچے وہاں عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ کیونکہ سب کے سب دریا میں فرعون کے ساتھ غرق ہو گئے تھے۔ یوشع اور کالب نے اموال اور خزانے وغیرہ حاصل کر لئے، اور جو چیزیں فروخت کے قابل تھیں فروخت کر دیں۔ اور جولانے کے لائق تھیں ہمراہ لے آئے۔ "تھا ان یوشع استخلف علی قوم فرعون رجلاً منہم" پھر ان پر انھیں میں سے ایک منظم اور ان پر حکمرانی کرنے والا مقرر کر دیا، اس کے بعد واپس ہو کر حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں چلے آئے۔ (روضة الصفا و قصص الجرائر) ایک روایت میں ہے کہ یہ عارضی قبضہ تھا لیکن یہ مستقل قبضہ مصر پر حضرت داؤدؑ کے زمانے میں ہوا ہے۔

غرقِ فرعون کے بعد فرعونیوں کا مصر فرار اور تاریخ افغان کی بنیاد

فرعون کے غرقاب ہونے کے بعد حضرت
موسیٰؑ کے حکم سے حضرت یوشع بن نون
اور حضرت کالب بن یوحنا ایک لشکر
سمیت مصر جا کر مناسب انتظامات
کر کے واپس آئے۔ یہ واقعہ ہے حضرت عیسیٰؑ سے ۵۶ سال پہلے کا رقص الانبیاء
ظہانی ص ۳۸)۔

اس واقعہ کے بعد سے مصریوں میں سخت مایوسی پیدا ہوئی اور وہ لوگ اپنے خدا (فرعون) اور
اس کے پیچیس لاکھ کے لشکر کے غرق ہو جانے سے بے تھکا ہو گئے اور انھیں سخت مصائب و
آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ بعد ازاں ایک سال تین ماہ وہاں گزرا کہ فرعونیوں کا ایک بڑا گروہ مصر سے
ترک وطن کر کے ہندوستان چلا گیا اور کوہِ سلیمان میں جا کر آباد ہو گیا، جو کہ پشاور اور ملتان کے
درمیان واقع ہے۔ یہ لوگ وہاں ساکن ہو کر برابر تعداد میں بڑھتے رہے، یہاں تک کہ اسلام
کا ظہور ہو گیا یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی بعثت ہوئی۔ پھر ۳۲ ہجری میں یزید بن معاویہ
نے مسلم بن زیاد کو خراسان اور سیستان کا منتظم بنا کر بھیجا۔ مسلم بن زیاد جب خراسان
پہنچا تو اس نے خالد بن عبداللہ نامی شخص کو جو کہ ابو جہل کی نسل سے تھا کابل کا حکمران
بنا دیا۔ وہ کچھ عرصہ کام کرتا رہا۔ لیکن کسی وجہ سے معزول کر دیا گیا اور اسے عراق میں حاضر
ہونے کا حکم دیا گیا۔ وہ حکم عدولی کر کے عراق کے بجائے ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا۔
اور کوہِ سلیمان کی آبادی میں جا پہنچا اور وہیں مصر سے بھاگے ہوئے فرعونیوں میں آباد ہو گیا
اور اپنی ایک لڑکی ایک شخص سے بیاہ دی جو مسلمان تھا اُس سے (۱) لودی (۲) سو
پیدا ہوئے۔

ان فرعونیوں اور ابو جہل کی اولاد میں توالد و تناسل کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ
ان کی بڑی کثرت ہو گئی، پھر وہ ۳۲ ہجری میں کوہِ سلیمان کی بالائی آبادی سے اتر کر نشیب
میں آ گئے، ان میں سے کچھ ہندوستان کے دیگر علاقوں میں چلے گئے اور کچھ کراچ، پشاور اور
اور شنوران میں آباد ہو گئے۔ یہ دلاور اور رزم آزما تھے۔ راجہ لاہور نے ان پر بار بار حملہ کیا۔
بالآخر راجہ لاہور نے کفار کو ہرگز سے ساز باز کر لیا۔ اور ان دونوں دشمنانِ اسلام نے ان
کو ہستانیوں کو جو کہ شور و فغاں کرتے رہنے کی وجہ سے لفظ ”افغانی“ سے موسوم ہو گئے
تھے ختم کرنے کی سازش کی۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں نے ”در کوہستان پشاور حصے کشیدہ آئنا
خیبر خواندند“ کوہستان پشاور میں خیبر نامی ایک قلعہ بنا لیا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ رناسخ التواریخ

ج ۱ ص ۱۸۴ طبع ایران ۱۳۰۶ھ

الغرض حضرت یوشع بن نون کی واپسی کے بعد حضرت موسیٰ نے لب دریا سے بیا بان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ لوگ لب قلم سے چل کر تین منزلیں طے کر کے جن میں ایک منزل بروایت ناسخ التواریخ ”سور“ بھی تھی۔ بمقام ”مریرا“ یا ”مارہ“ پہنچے اس دوران میں ان کے لئے یہ انتظام تھا کہ دوپہر کو ان لوگوں کے سردل پر ابر سایہ لگن رہتا تھا۔ اور رات کو عموماً نور ظاہر ہوتا تھا جو تاریکی میں روشنی بخشتا تھا، جب یہ لوگ مریرہ پہنچے تو انھیں میٹھا پانی دستیاب نہ ہوا۔ کیونکہ وہ سر زمین ایسی تھی جس کے تحت میٹھا پانی نہ تھا۔ جس جگہ سے پانی نکلتا تھا کھارا ہوتا تھا۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے میٹھے پانی کی خواہش کی۔ حضرت موسیٰ نے پانی میں ایک گھاس ملا دی۔ جس سے پانی کا کھارا پن دور ہو گیا۔ اور وہ نہایت خوش گوار آب شیریں بن گیا۔ وہاں سے پھر روانگی عمل میں آئی اور یہ سارا لشکر یعنی قوم موسیٰ، وہاں سے روانہ ہو کر بمقام ”ایلیم“ پہنچی یہ جگہ تھی جہاں ستر خرے کے درخت تھے اور خوش گوار پانی کے بارہ چشمے تھے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر حضرت موسیٰ طے مراحل اور قطع منازل کرتے ہوئے بمقام ”سین“ پہنچے جو کہ ”ایلیم اور سینا“ کے درمیان واقع ہے۔ ”سین“ کے مقام پر پہنچ کر بنی اسرائیل نے فرناش کی کہ ہمارے لئے نئی مشریت آئی چاہیئے اور نئی کتاب ہونی چاہیئے۔ حضرت موسیٰ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی، حکم ہوا کہ طور سینا پر آ جاؤ اور تیس دن روزہ رکھ کر اعتکاف کرو اور ہارڈن کو اپنا جالشین بنا دو۔

حضرت موسیٰ طور سینا پر | چنانچہ حضرت موسیٰ یکم ذی قعدہ کو طور سینا پر چلے گئے اور ایک ماہ روزہ رکھا اور اعتکاف کیا۔ جب تیس دن پورے ہو گئے تو حضرت جبریل نے آکر کہا کہ دس دن مزید آپ یہیں اعتکاف میں رہیں۔ حضرت موسیٰ نے دس دن اور قیام کیا۔ ادھر حضرت موسیٰ انتظارِ توریت میں تیس دن کے بجائے چالیس دن مقیم رہے ادھر سامری نے لوگوں سے کہا کہ حضرت موسیٰ تم لوگوں سے بایں وجہ ناراض ہو کر چلے گئے ہیں کہ تم نے قبیلوں کا مال و زر ان کی مرضی کے خلاف حاصل کیا ہے اور اب وہ نہ آئیں گے۔ ان لوگوں نے اس خیال سے کہ موسیٰ کے چلے جانے سے نزولِ عذاب کا خطرہ ہے، سارے زرو جو اہر ایک کنوئیں میں ڈال دیئے اور اسے بند کر دیا، پھر سامری نے کہا کہ وہ اس وقت تک واپس نہ آئیں گے۔ جب تک تم لوگ سیم و زر کو نذر آتش نہ کر دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے کنوئیں کو کھول کر اس میں سے سیم و زر نکالا اور اُسے جلایا۔ جب وہ پھل گیا تو سامری نے اس کا ایک گوسالہ بنا دیا اور اس میں وہ مٹی ڈال دی جو اس نے ”یوم بجر“

جبریل کی گھوڑی کے قدم کے نیچے سے جمع کی تھی۔ روایت میں ہے کہ جب جبریل کی گھوڑی چل رہی تھی اس کے قدم کے نیچے کی زمین میں جان پڑ جاتی تھی اور وہ متحرک ہو جاتی تھی، سامری نے اس مٹی کو اٹھا لیا تھا، اور اسی سے گوسالہ سازی میں کام لیا۔

عزیزکہ سامری نے ایسا گوسالہ تیار کر دیا کہ وہ بولنے لگا۔ پھر اس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہی تمہارا خدا ہے تم اس کی پرستش کرو، چنانچہ لوگوں نے اسے تسلیم کر لیا اور اس کی پرستش شروع کر دی۔ البتہ بروایت روضۃ الصفا سباط یوسف دابن یاہن کے بارہ ہزار افراد نے اسے تسلیم نہ کیا اور ان لوگوں کی مذمت کرتے رہے اور انہیں سمجھاتے بھاتے رہے۔ مگر کسی نے ان کی ایک نہ سنی اور ان لوگوں سے زیادہ حضرت ہارون نے ان پر زور دیا اور دباؤ ڈالا مگر کسی نے نہ مانا، آخر الامر بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے اور جب حضرت موسیٰ واپس آئے تو بہت ناراض ہوئے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کو خدا نے وحی فرمائی کہ چالیس روز کے لئے اپنی قوم سے جدا ہو کر ہماری خلوت کے لئے کوہ طور پر آ جاؤ تاکہ تمہیں توریت عطا کی جائے جس میں تمام ضروریات و احکام اور مواظظ ہوں گے اور کچھ الواح ہوں گے جو تمہاری قوم کی ہدایت کے لئے تمہیں دیئے جائیں گے۔ لہذا تم اپنی جگہ اپنے بھائی "ہارون" کو خلیفہ مقرر کر دو تاکہ وہ نگرانی کرتے رہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ خدا نے مجھے خلوت میں بلا لیا ہے، میں چالیس روز کے لئے تم سے جدا ہو رہا ہوں اور تمہارے پاس اپنے بھائی ہارون کو خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتا ہوں۔ ان کی بات ماننا اور ان کی اطاعت کرنا۔ یہ کہہ کر حضرت موسیٰ روانہ ہو گئے۔ اور مقام مناجات میں جا پہنچے۔ حضرت موسیٰ کو روانہ ہوئے جب بیس روز گزرے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ موسیٰ کا وعدہ پورا ہو گیا کیونکہ بیس دن اور بیس راتیں، چالیس پورے ہو گئے، مگر وہ اب تک نہیں آئے، معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے غلط وعدہ کیا تھا، یا بنی اسرائیل کو بالکل چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ عزیزکہ وہ اب نہیں آئیں گے۔ چنانچہ انھوں نے جناب ہارون کی اطاعت چھوڑ دی اور ان کے قتل پر تیار ہو گئے اور کہنے لگے تم نے موسیٰ کو ہم سے جدا کیا ہے۔ اسی اثناء میں شیطان بصورت انسان ان کے پاس آیا اور انھیں یقین دلایا کہ اب موسیٰ نہیں آئیں گے تم اپنے لئے کوئی انتظام کرو۔

ادھر شیطان انھیں بہکا رہا تھا اُدھر خدا نے تیس دن کے بجائے موسیٰ کو چالیس دن روک لیا تو وہ لوگ جو بیس دن ہی کو چالیس دن بتا رہے تھے۔ ان کو یقین آ گیا کہ موسیٰ واقعا نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اگر شبانہ روز کو ایک دن بھی مان لیا جائے تو بھی اب تو تیس دن سے بھی زیادہ

گزر گئے ہیں۔

اسی دوران میں شیطان، سامری سے ملا اور اس کو بہکایا چنانچہ اس نے دیگر بنی اسرائیل کی مدد سے ایک سیم وزر کا پھڑا تیار کیا اور اس میں وہ مٹی ڈال دی جو عزق فرعون کے موقع پر بر جبرئیل کی کھوڑی کے قدموں کے نیچے سے اٹھا کر جمع کر لی تھی اور اُس کو حفاظت سے رکھا تھا اور بنی اسرائیل پر فخر کرتا تھا کہ میرے پاس ایک ایسی مٹی ہے جو جانداروں کی طرح حرکت کرتی ہے۔ اس مٹی کو ڈالنے کے بعد اس سے آواز آنے لگی جس طرح موسیٰ کہتے ہیں کہ مجھے درخت خدا کی آواز آتی ہے، اسی طرح اب تمہیں اس پھڑے سے خدا کی آواز آئے گی اگر موسیٰ نہیں ہیں تو نہ سہی۔ تمہیں خدا کی آواز تو آرہی ہے، لہذا اس کی پوجا کرو، شیطان اور سامری کے اس کہنے پر بہت سے بنی اسرائیل اُسے پوجنے لگے۔ حضرت ہارون نے بہت کچھ سمجھایا مگر وہ باز نہ آئے، بلکہ ان کے قتل پر تیار ہو گئے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ سامری نے اس گوسالہ یعنی پھڑے کو ایک دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا تھا اور دیوار میں ایک سوراخ کر دیا تھا اور اس کے پیچھے ایک نقب لگا کر پوشیدہ سرنگ بنائی تھی وہاں آدمی بٹھا دیا تھا وہ اندر سے اپنا منہ دیوار کے سوراخ کے پاس رکھ کر بولتا تھا اور لوگ سمجھتے تھے کہ پھڑا بول رہا ہے یعنی خدا کی آواز اس پھڑے سے آرہی ہے۔

حضرت موسیٰ کی کوہ طور سے واپسی | جب حضرت موسیٰ توریت اور الواح لے کر واپس آئے اور اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ وہ گوسالہ کی پرستش کر رہے ہیں تو وہ اپنی قوم پر سخت ناراض ہوئے اور

غیظ و غضب میں آکر اپنے بھائی ہارون سے سخت باز پرس کی اور سختی کے ساتھ کہا کہ میری عدم موجودگی میں تمہارے ہوتے ہوئے یہ کیا ہو گیا؟ اور یہ لوگ کیوں گمراہ ہو گئے۔ جبکہ تم ان پر نگران تھے۔ اس وقت حضرت ہارون نے کہا کہ میری ڈاڑھی اور سر نہ کٹیں یعنی مجھ پر الزام نہ لگائیں، میں نے تو ان کو بہت کچھ سمجھایا، مگر میری ایک نہ مانی اور سامری کے کرتب سے گمراہ ہو گئے۔ حضرت موسیٰ کا مطلب یہ تھا کہ اپنے بھائی پر ناراض ہونگا تو بنی اسرائیل پر زیادہ اثر پڑے گا۔ اور وہ میری اس ناراضگی سے سمجھ جائیں گے کہ بہت بُرا کام کیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے غیظ و غضب کو دیکھ کر سب نے کہا کہ ہمیں آپ کے سپہ سالار سامری نے دھوکا دیا ہے پھر سامری پر آپ غضب ناک ہوئے اور کہا کہ اب تم سے نہ کوئی تعلق رکھے گا اور نہ تمہارے پاس کوئی بیٹھے گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ سامری کے پاس اگر کوئی آجاتا تو وہ بھی اور سامری بھی سخت تپ میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ اس کے پاس لوگوں نے آنا جانا ترک کر دیا اور وہ خود بھی

کسی کے پاس نہیں جاتا تھا، کیونکہ وہ جس سے ملتا قاتی ہو جاتا وہ فوراً تپ میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ وہ تمام قوم سے بالکل کٹ گیا اور ”لامساس“ کا مصداق بن گیا۔ اور اس کی اولاد بھی ”لامساس“ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ یعنی کسی کو مس بھی نہیں کر سکتے تھے، یعنی چھو لینا بھی عذاب بن گیا حضرت موسیٰؑ نے اس گوسالہ کو جلا دیا اور اس کی راکھ دریا میں ڈلوادی۔ حضرت موسیٰؑ پورا ماہ ذلیقعہ اور سبوز ماہ ذی الحجہ کے ان سے جدا رہے۔

حضرت موسیٰؑ نے حکم خدا ان سے کہا کہ اب تم اس گناہ عظیم کی توبہ کرو اور طریقہ توبہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے پھڑے کی پوجا نہیں کی وہ ان لوگوں کو قتل کریں جنہوں نے پوجا کی ہے تب تمہارا گناہ معاف ہو گا۔ یہ حکم سن کر بنی اسرائیل گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ ہم کس طرح اپنے مال باپ اور بھائیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں۔ ہم نے گوسالہ کی پوجا بھی نہیں کی ہے اور پھر بھی ہم یہ سخت کام کریں کہ اپنے ہی ہاتھوں اپنے عزیزوں کو قتل کریں۔ اے موسیٰؑ خدا سے دعا کرو کہ ان لوگوں کی خطائیں معاف کر دے اور اب کبھی ایسا گناہ نہیں ہو گا۔ انہوں نے بوسیلہ محمدؐ و آل محمدؐ دعائیں کیں اور خدا نے توبہ قبول کر لی اور یہ عذاب برطرف ہو گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے قتل کرنا شروع کر دیا تھا۔ تب خدا نے توبہ قبول فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے چاہا تھا کہ سامری کو قتل کر دیں جو ان کے بہترین اصحاب میں سے تھا۔ لیکن خدا نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ یہ سخی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے گوسالہ پرستی کی سزا کے لئے ان لوگوں میں جو قتل کرنے والے تھے۔ سیاہ بجاڑ پیدا کر دیا تھا تاکہ وہ اپنے کسی عزیز کو پہچان نہ سکیں۔ پنا پنا انہوں نے بے شمار افراد کو قتل کر دیا، جن میں ان کے اعزاء بھی تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ قتل کا سلسلہ شروع ہوا تو اس وقت تک جاری رہا۔ جب تک انہوں نے محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ دے کر معافی نہیں مانگی۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے کہ ”حضرت موسیٰؑ نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی وہ اس کی پرستش کرنے والوں کو قتل کر دیں۔ تب گوسالہ پرستوں میں سے اکثروں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم نے اس کی پرستش نہیں کی، اس وقت خدا نے موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اس سونے کے پھڑے کو سوہن سے ریزہ ریزہ کر کے دریا میں ڈال دے۔ ان گوسالہ پرستوں میں سے جس نے اس دریا کا پانی پیا اس کے دونوں ہونٹ اور ناک سیاہ ہو گئے اور اس کا قصور ظاہر ہو گیا۔ عرض اس طرح سے گوسالہ پرستوں کا پتہ لگ گیا۔ تب خدا نے بارہ ہزار آدمیوں کو کہ انہوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی تھی۔ حکم دیا کہ وہ تلواریں کھینچ کر باقیوں پر حملہ آور ہوں اور ان کو قتل کر ڈالیں اور خدا کی طرف سے ایک منادی نے ندا دی کہ قتل شدہ لوگوں میں سے وہ شخص ملعون

ہے جو قتل ہوتے وقت ہاتھ یا پاؤں سے قاتلوں کو ہٹائے اور قاتلوں میں سے اس شخص پر خدا کی لعنت ہے جو یہ دیکھے کہ کس کو مارتا اور قتل کرتا ہے، اور دوست اور یگانہ کو پہچان کر چھوڑ دے اور بے گانے کے مارنے میں مشغول ہو۔ الغرض گہنگاروں نے مارے جانے کے لئے اپنی گردنیں خم نکیں اور بے گناہوں نے جو قاتل تھے حضرت موسیٰؑ سے عرض کی اگرچہ ہم نے گوسالہ پرستی نہیں کی۔ مگر ہمارا گناہ ان لوگوں سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ کیونکہ ہم کو اپنے ہاتھوں سے اپنے مال باپ اور بھائی بندوں کو قتل کرنا پڑا اس لئے ہم اور وہ معصیت میں یکساں ہو گئے۔ تب حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی نازل کی کہ اے موسیٰؑ میں نے اس سبب سے ان لوگوں کو اس معصیت عظیم میں مبتلا کیا ہے کہ جب وہ لوگ گوسالہ پرستی کرتے تھے تو یہ ان سے الگ نہیں ہوئے اور ان کا ساتھ نہیں چھوڑا، اور اس امر میں ان کے دشمن نہیں ہوئے، اب ان سے کہہ دے کہ جو کوئی ”محمدؐ اور ان کی آل طیبین کا واسطہ دے کر مجھ سے دُعا کرے گا۔ اس پر ان لوگوں کا جو اپنے گناہوں کے سبب قتل کے سزاوار تھے یہیں قتل کرنا آسان اور سہل ہو جائے گا۔ تب انھوں نے ان حضرات کا واسطہ دے کر دُعا کی اور حق تعالیٰ نے ان کا قتل کرنا ان کے لئے ایسا سہل کر دیا کہ ان کے مارنے سے ذرا سا غم بھی ان کو معلوم نہ ہوتا تھا۔ جب کشت و خون ان کے درمیان قائم ہوا، اور وہ چھ لاکھ آدمی تھے علاوہ ان لوگوں کے جنھوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی تھی تو حق تعالیٰ نے ان میں سے بعض شخصوں کو توفیق عطا کی کہ قبل از اغتنام قتل آپس میں ذکر کرنے لگے کہ جب خدا نے محمدؐ و آل محمدؐ کے توسل کو ایسا امر قرار دیا ہے کہ جو کوئی اس کو عمل میں لائے اپنی کسی حاجت سے محروم نہ رہے اور اس کا کوئی سوال رد نہ ہو اور سب پیغمبر اور رسول سختیوں اور مصیبتوں میں ان سے توسل ہوئے ہیں۔ پھر ہم کیوں نہ ان حضرات کو اپنا وسیلہ بنائیں، بعد ازاں سب نے جمع ہو کر فریاد کی لے ہمارے پروردگار واسطہ مرتبہ محمدؐ کا جو تیرے نزدیک گرامی ترین خلق ہے اور واسطہ مرتبہ علیؑ کا جو اس کے بعد افضل و اعظم خلق ہے اور واسطہ مرتبہ فاطمہؑ زہرہؑ کا اور واسطہ مرتبہ حسنؑ و حسینؑ کا جو سید الانبیاء کے نور سے پیدا اور مجملہ جو انان بہشت کے سردار ہیں اور آل طہ و طہین کی ذریت طیبین و ظاہرین کے مرتبے کا واسطہ دے کر تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو معاف کر اور ہماری لغزشوں سے درگزر فرما اور اس قتل کی بلا کو ہمارے سردار سے ٹال۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ کو آسمان کی طرف سے آواز آئی۔ اے موسیٰؑ اب ان کے قتل سے ہاتھ روک لے کیونکہ ان میں سے بعض نے مجھ سے درخواست کی ہے اور ایسی قسم مجھ کو دی ہے کہ اگر یہ تمام گوسالہ پرست پہلے ہی یہ قسم مجھ کو دیتے اور گوسالہ پرستی سے

محفوظ رہنے کی مجھ سے درخواست کرتے تو میں اُن کو اس کی پرستش سے بچا لیتا اور اگر شیطان مجھ کو ایسی قسم دیتا تو ضرور میں اس کو ہدایت دیتا اور اگر غمزدیا فرعون ایسی قسم مجھ کو دیتے تو میں اُن کو نجات دیتا۔ القصہ ان کا قتل کیا جانا بند کیا گیا اور وہ کہتے تھے کہ افسوس ہم ابتدا میں محمدؐ اور ان کی آل طاہرینؑ کی قسم اور ان کا واسطہ دے کر دُعا کرنے سے غافل رہے ورنہ خدا ہم کو اس فتنے کے شر سے محفوظ اور مصئون رکھتا۔

سامری کے گوسالہ بنانے کی وجہ سامری نسل بُت پرست "سونار" تھا۔

موکان من قوم یجدون البقر یعنی وہ ایسی قوم میں کا ایک تھا جو گاؤ پرستی کرتی تھی، اس نے رسماً منافقانہ طور پر اظہار اسلام کیا تھا جب حضرت موسیٰؑ کو وہ طور پر چلے گئے تو اس کے دل میں بقرہ کی دیرینہ اور آبائی محبت نے زور کیا اور اس نے گوسالہ بنا دیا۔ اگرچہ اس کی اس حرکت ناشائستہ میں شیطان کا بھی ہاتھ تھا لیکن جذبات اُس کے کام کر رہے تھے۔

سامری کا اصل نام "منجا" تھا اور بروایت ابن عباس اس کا نام "موسیٰ بن ظفر" تھا۔ اور بروایت قتادہ و سدّی بنی اسرائیل کے ایک عظیم قبیلہ "سامرہ" کی ایک فرد تھا۔ اسی لئے اسے سامری کہا جاتا تھا۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے کہ جس زمانے میں تلاش حضرت موسیٰؑ کے لئے پتھوں کا قتل جاری تھا۔ اس زمانہ میں عورتیں رشوت دے کر اپنے حمل کی تکمیل کراتی تھیں پھر انھیں کسی پہاڑ وغیرہ میں جا کر جنتی تھیں اور وہیں چھوڑ کر چلی آتی تھیں اور ان پر دس مرتبہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود دم کر دیتی تھیں جس کی وجہ سے ایک فرشتہ خدا کی طرف سے معین کیا جاتا تھا اور وہ اس کی پرداش و پرداخت، نگرانی و نگہداشت کرتا تھا۔

ناخ التواریخ جلد ۱ ص ۱۹ میں ہے کہ سامری کی ماں نے جو کہ ایک قبیلہ (سامر) بنی اسرائیل سے تھی۔ سامری کو نیل کے کنارے ایک بھاڑی میں جاتا تھا اور وہیں چھوڑ دیا تھا، اور اس کا نام "موسیٰ بن ظفر" رکھا تھا۔ جب وہ چھوڑ کر چلی آئی تو خدا نے ایک فرشتے کو اس کی پرداش کے لئے مقرر کر دیا تھا اور وہ فرشتہ جناب جبرئیلؑ تھے۔ انھوں نے تابہ رشد و بلوغ اس کی حفاظت و نگرانی کی تھی۔

امام نقیبی کی عرائش المجالس ص ۱۱ میں ہے کہ چونکہ حضرت جبرئیلؑ نے ہی اس کی پرداش و پرداخت کی تھی، اس لئے اُس نے اُن کو پہچان لیا تھا ورنہ کسی اور نے بنی اسرائیل میں سے حضرت جبرئیلؑ کو نہ پہچانا تھا، اور اسی پہچاننے سے اُس نے یہ فائدہ اٹھایا تھا کہ ان کی

گھوڑی کے قدم کی خاک پر خاص نگاہ رکھ کر اُسے اٹھا لیا تھا، سامری کے علاوہ کسی کا ذہن بھی اس کی طرف نہیں گیا تھا کہ یہ گھوڑا سوار انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے اور پھر وہ بھی جبرئیل ہیں۔ ایک روایت میں سُدی سے مروی ہے کہ سامری نے یہ خاک ”قدم اسپ جبرئیل“ کے نام سے جمع کی تھی جس وقت موسیٰؑ کوہ طور پر چلے گئے تھے اور حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ بنا دیا تھا اور اُن کے چلے جانے کے بعد جبرئیل اہل بیت کی ایک گھوڑی پر سوار ہو کر آئے تھے جس کا نام ”فرس الیاس“ تھا۔ لیکن دوسری روایت میں کبھی سے مروی ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جس وقت حضرت موسیٰؑ دیا کو عبود کر رہے تھے اور یہی میرے نزدیک صحیح ہے۔ سفینۃ البحار ج ۱ ص ۶۵ میں ہے کہ یہ سامری وہی شخص ہے جس کی حمایت میں حضرت موسیٰؑ نے ایک قطبی کو جان سے مار دیا تھا جس کے نتیجے میں ۳۰ سال تک وطن بدر ہو کر ملائیں میں پڑے رہے تھے۔

گوسالہ پرستی نہ کرنے والوں کی عظمت | روضۃ الصفا میں ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے بت پرستی نہیں کی یعنی

سامری کے بنائے ہوئے گوسالہ کو نہیں پوجا وہ حضرت یوسفؑ و بنیامینؑ کی اولاد سے تھے۔ جن کی تعداد بارہ ہزار تھی اور جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی تھی وہ برادرانِ یوسفؑ کی نسل سے تھے جو لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ قصص الانبیاء اخوند ملا جویری میں ہے کہ خداوند عالم نے حضرت یوسفؑ اور بنیامینؑ کی اولاد کو جو مومن تھے، کوہ قاف میں آباد کر دیا تھا، یہ سب کے سب عابد و زاہد تھے۔ اور خداوند عالم کی نگاہ میں بڑی عظمت رکھتے تھے اور ان کی نسل در نسل میں بھی عبادت گزار موجود رہے ہیں۔ چنانچہ جب وہ موقع آیا تھا جس میں حضرت محمد مصطفیٰؐ معراج کے لئے تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے آسمان پر زمین سے ایک نور ساطع دیکھا تھا اور حضرت جبرئیلؑ سے اس نور کی کیفیت دریافت کی تھی اور حضرت جبرئیلؑ نے انہیں بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں سے وہ لوگ جنہوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی تھی اور جو اولادِ یوسفؑ و بنیامینؑ تھے وہ کوہ قاف میں عبادت گزاری کرتے رہے اور اب ان کی اولاد وہاں عبادت گزاری میں مشغول ہے۔ یہ نور جو زمین سے آ رہا ہے انہیں کی عبادت گزاری اور تقدس کا نتیجہ ہے۔ حضرت رسول کریمؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ میں ان سے مل کر ان کے ایمان کی تکمیل کروں گا چنانچہ حضرت رسول کریمؐ معراج سے واپسی پر ان سے ملے اور حضرت جبرئیلؑ نے ان سے تعارف کراتے ہوئے کہا ”ہذا نبیکم العزلی القرشی“ یہ تمہارا بی عربی و قرشی ہے یہ سُنتے ہی ان لوگوں نے (ربِّ تعالیم جبرئیلؑ) اس طرح کلمہ پڑھا ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ عَلَىٰ دَلَى اللَّهِ“ ایشان بردین محمد اند۔ یہ لوگ اب بھی دین محمد مصطفیٰؐ پر ہیں۔ انہیں کی طرف قرآن مجید میں اشارہ

ہے۔ ”ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق“ قوم موسیٰ میں سے کچھ لوگ ہیں جو حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔ کتاب سراج القلوب مصنفہ ابو نصر ابن محمد القطان الغزنوی سے مستفاد ہوتا ہے کہ کوہ قاف جو دنیا کے گرد واقع ہے اس میں جھنڈے گڑے ہوئے ہیں جن پر ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلَىٰ وَلِيِّ اللَّهِ حَقًّا حَقًّا“ لکھا ہوا ہے۔

رویت باری تعالیٰ کا سوال | مؤرخین و محدثین کا بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ

پیش ہو گیا پھر اس کی تکمیل ہوئی اور لوگوں کو ایک گونہ سکون نصیب ہوا تو حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ تو ریت آپچی ہے اب اس پر عمل کرو۔ اس میں تمام احکام ہیں، مواظپ ہیں اور یہ کتاب حق و باطل میں فرق بھی کرے گی۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ سب صحیح ہے، لیکن ہم اس وقت تک احکام خداوندی پر ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم اسے کھلم کھلا نہ دیکھ لیں گے۔

حضرت موسیٰؑ نے اس عجیب و غریب اور ناممکن اور ان ہونے سوال کو سن کر حیرانی کا اظہار کیا اور ان کو سمجھانے بھانے میں لگ گئے، ان سے کہا کہ تم جو یہ شرط پیش کر رہے ہو اور خدا کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کر رہے ہو یہ بالکل غلط ہے اس کا کوئی امکان نہیں۔ مگر وہ کسی طرح سمجھنے پر آمادہ نہ ہوئے اور یہی کہتے رہے کہ ہم تو خدا کو دیکھے بغیر ایمان لانے کو تیار نہیں ہیں۔

حضرت موسیٰؑ نے جب ان کا اصرار اس حد تک بڑھا ہوا دیکھا کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ بارگاہِ احدیت کی طرف رجوع کرتے تو عرض پر داز ہوئے کہ مالک ان سفیہوں کی بات تو سن رہا ہے۔ اب میں کیا کروں؟ حکم ہوا اے موسیٰؑ ستر ہزار میں سے سات ہزار آدمی چنؤ۔ پھر سات ہزار میں سے سات سو۔ پھر سات سو میں سے ستر آدمی چن کر کوہ طور پر لے آؤ۔

چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا۔ خدا نے یہ حکم بھی دے دیا تھا کہ دیدار کی تمام اپنی لئے کرنا اور جواب بھی تھیں دیا جائے گا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جو ہمارا چنا ہوا ہے جب وہ خدا کو نہیں دیکھ سکتا تو تمہارے چنے ہوئے کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔

بہر حال حضرت موسیٰؑ ان ستر منتخب لوگوں کو لے کر کوہ طور پر پہنچے اور دُعا و مناجات کے بعد رویت باری کا سوال کیا، آواز آئی ”لن ترانی“ اے موسیٰؑ تم مجھے کبھی ہرگز ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ ہاں ذرا پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ پر ٹکا رہ سکے اور عظمت و جلال کی وجہ سے ریزہ ریزہ نہ ہو جائے تو مجھے دیکھ سکو گے یعنی چونکہ وہ سالم نہ رہ سکے گا۔ لہذا تم مجھے نہ دیکھ سکو گے۔ چنانچہ جب موسیٰؑ اور ان کے ہمراہیوں کی نگاہیں مڑیں تو ظہور تجلی سے پہاڑ کو ریزہ ریزہ ہوتے ہوئے دیکھا اور خود بیہوش ہو گئے اور ان کے سب ساتھی دم دے بیٹھے۔

جب بیہوش میں آئے اور غش سے افاقہ ہوا تو عرض کرنے لگے: اے میرے پالنے والے کیا ان بیوقوفوں کی وجہ سے جنھوں نے رویت کا احمقانہ سوال کیا تھا، مجھے بھی ہلاک کر دے گا۔ جواب ملا، موسیٰؑ سوال رویت کا انجام دیکھو۔ اس کے بعد موسیٰ کی نگاہ اپنے ساتھیوں پر پڑی جو جل کر خاکستر بن چکے تھے۔ عرض کرنے لگے میرے پالنے والے یہ میری قوم کے لوگ ہیں انھیں میں لایا تھا۔ خدایا ان کی خطا معاف فرما اور ان کو پھر زندہ کر دے تاکہ میں انھیں اپنے ہمراہ لے کر واپس جاؤں۔ چنانچہ خداوند عالم نے بمصدق محمدؐ و آل محمدؐ انھیں زندہ کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ کچھ لوگ موسیٰؑ کے ہمراہیوں میں سے مر گئے تھے اور کچھ بیہوش ہو کر بچ گئے تھے۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام زیر آیتہ "اذ قلتم یا موسیٰ لن نومن لك حتی نری الله جھرة" ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے فرقان یعنی اہل حق اور اہل باطل کے درمیان فرق کرنے والی چیز یعنی محمدؐ کی نبوت اور علیؑ اور ائمہ طاہرین کی امامت کا عہد لیا تو انھوں نے جواب دیا کہ اے موسیٰؑ ہم تیری اس بات کو قبول نہ کریں گے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ جب تک کہ خدا کو ظاہر طور پر اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہ کر لیں اور وہ خود ہمارے سامنے اس امر کی ہم کو خبر نہ دے۔ تب بجلی ان پر گری اور وہ اس کو آسمان سے اپنی طرف اترتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور خدا نے فرمایا، اے موسیٰؑ میں اپنے دوستوں اور برگزیدہ لوگوں کی تصدیق کرنے والوں کی عزت کرتا ہوں اور کچھ پرواہ نہیں کرتا اور ایسا ہی اپنے دشمنوں کو گھیرے اصفیاء (برگزیدگان) کے حقوق کو دفع کرتے ہیں عذاب دیتا ہوں اور کچھ پرواہ نہیں کرتا، اس وقت موسیٰؑ نے باقی لوگوں سے جن پر بجلی نہیں گری تھی فرمایا کہ تم اس باب میں کیا کہتے ہو؟ اور اس کے مقرر ہوتے ہو، ورنہ تم بھی انھیں کے ساتھ ملحق ہو گے۔ انھوں نے جواب دیا کہ اے موسیٰؑ ہم کو معلوم نہیں کہ ان پر یہ مصیبت کس وجہ سے وارد ہوئی، یہ بجلی جو تیرے سبب سے ان پر گری ہے۔ منجملہ آفات زمانہ کے ایک آفت ہے جو نیکو کاروں اور بدکاروں سب ہی پر پڑا کرتی ہے اور اگر یہ صرف محمدؐ و علیؑ اور ان کی آل اہلٹائف کے باب میں تمھاری تردید کرنے کی وجہ سے ان پر وارد ہوئی ہے تو تم اپنے پروردگار سے محمدؐ اور ان کی آل اہلٹائف کا جن کی طرف تم ہم کو دعوت کرتے ہو، واسطہ دے کر دعا کرو کہ وہ ان ضعیف لوگوں کو زندہ کرے تاکہ ہم ان سے دریافت کریں کہ یہ مصیبت تم پر کس لئے وارد ہوئی۔ تب حضرت موسیٰؑ نے ان حضرات طاہرین کا واسطہ دے کر دعا کی اور خدا نے ان کو زندہ کیا اور حضرت موسیٰؑ نے ان لوگوں سے کہا کہ اب تم ان سے اس مصیبت کے وارد ہونے کی وجہ دریافت کر لو۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ اے بنی اسرائیل یہ مصیبت ہم

پر اس لئے وارد ہوئی کہ ہم نے نبوت محمدؐ کا اقرار کرنے کے بعد امامت علیؑ کے اعتقاد کرنے سے انکار کیا تھا اور ہم نے اپنے مرنے کے بعد دیکھا کہ آسمانوں اور جبالوں اور عرش و کرسی اور بہشت و دوزخ تمام ممالک پروردگار میں محمدؐ و علیؑ فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ سے بڑھ کر کسی کا حکم نہیں چلتا اور سب پر انھیں کو غلبہ حاصل ہے۔ جب ہم اس بجلی کے صدمہ سے مر گئے تو فرشتے ہم کو آتش دوزخ کی طرف لے گئے۔ اسی اثناء میں محمدؐ اور علیؑ نے ان فرشتوں کو پکارا، ان لوگوں پر سے اس عذاب کو ہٹا لو۔ کیونکہ ان کے لئے ہمارے اور ہماری آل اہلہائے توسل سے دُعا کی جائے گی اور خدا ان کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس وقت تک ہم کو ہادیہ میں جنہیں ڈالا گیا تھا اور روک رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اے موسیٰ بن عمرانؑ حضرت محمدؐ اور ان کی آل اہلہائے توسل سے تمہارے دُعا کرنے کے سبب سے خدا نے ہم کو زندہ کر دیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جو آنحضرتؐ کے عہد نبوت میں موجود تھے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ جب محمدؐ اور ان کی آل اہلہائے توسل کا واسطہ دے کر دُعا کرنے سے تمہارے بزرگوں کی جو اپنے گناہ کے باعث بجلی کے صدمے سے ہلاک کئے گئے تھے خطا معاف ہو گئی اور خدا نے ان کو دوبارہ زندہ کر دیا تو تم پر واجب و لازم ہے کہ تم ایسے حرکات سے معترض نہ ہو جو ان کی ہلاکت کا باعث ہوئے تھے (تفسیر امام حسن عسکریؑ)

اسی کتاب میں زیر آیتہ "وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ" مرقوم ہے کہ اور اُس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی اور وہ توریت تھی کہ جس پر ایمان لانے اور ان امور کی پیروی کرنے کا جن کو اس کتاب نے واجب ٹھہرایا تھا۔ بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا نیز ہم نے ان کو فرقان دیا تھا کہ جس نے حق و باطل اور اہل حق اور اہل باطل میں فرق کیا تھا۔ کیونکہ جب خدا نے ان کو کتاب توریت اور اس پر ایمان لانے اور اس کے احکام کی پیروی کرنے سے عزت بخشی تو اس کے بعد حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ "اے موسیٰؑ اس کتاب پر تو یہ ایمان لے آئے اور فرقان ابھی باقی ہے جو مومن اور کافر اور اہل حق اور اہل باطل کے درمیان فرق ظاہر کرتا ہے۔ اب تو ان سے از سر نو اس کے لئے عہد و پیمان لے۔ کیونکہ میں نے اپنی ذات مقدس کی سچی قسم کھائی ہے کہ کسی شخص کا ایمان اور عمل قبول نہ کروں گا۔ جب تک کہ اس پر ایمان نہ لائے۔ موسیٰؑ نے عرض کی کہ اے پروردگار وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا اے موسیٰؑ بنی اسرائیل سے عہد لے کہ محمدؐ سب نبیوں سے بہتر اور سب رسولوں کا سردار ہے اور اس کا بھائی اور وصی "علیؑ" سب اوصیاء سے بہتر ہے اور وہ اولیاء جو اس کے قائم مقام ہوں گے وہ حلیہ مخلوقات کے سردار ہیں اور اس کے شیعہ جو اس کے جانشینوں کے فرمانبردار اور اس کے ادا و نواہی کے تسلیم

کرنے والے ہیں وہ فردوس اعلیٰ کے ستارے اور بہشت میں جنات عدن کے بادشاہ ہوں گے۔
 الغرض حضرت موسیٰؑ نے اس بات کا ان سے ہمدلیا بعض نے تودل و زبان سے حقیقی طور پر
 اس بات کا اعتقاد کیا بعض نے صرف زبان سے اقرار کیا اور دل سے اعتقاد نہ کیا جو شخص واقعی
 طور پر اس امر کے معتقد تھے ان کی پیشانی پر ایک روشن نور چمکتا تھا اور جس نے دل سے اعتقاد نہ
 کیا تھا بلکہ صرف زبان سے اقرار کیا تھا اس کو یہ نور عطا نہ ہوا تھا بس یہی ”فرقان“ تھا جو خدا نے
 حضرت موسیٰؑ کو عنایت فرمایا تھا جس نے اہل حق اور اہل باطل میں فرق اور تمیز کر دی تھی۔ پھر
 خدا فرماتا ہے۔ ”لعلکم تہتدون“ تاکہ تم کو معلوم ہو کہ وہ چیز جو کہ بندے کو خدا کے نزدیک
 مشرف اور معزز کرتی ہے، وہ ان حضرات علیہم السلام کی دلالت کا اعتقاد ہے جیسا کہ تمہارے
 بزرگوں کو اس اعتقاد کی بدولت مشرف حاصل ہوا۔

من وسلویٰ کا نزول | بروایت ناسخ التواریخ، مصر سے نکلے ہوئے اور وادی سین
 میں قیام کئے۔ بنی اسرائیل کو دو ماہ پندرہ یوم ہوئے تھے کہ
 ان کے کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا، سامان کا ختم ہونا تھا کہ بنی اسرائیل نے فریاد شروع کر دی
 اے موسیٰؑ! کاش ہم وہیں مرنے والے نہ ہوں کہ ہمیں اس بھوک کی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی، اب ہم اس
 جنگل میں کیا کریں اور کس طرح اپنا پیٹ بھریں۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کو تسلی دی اور بارگاہ خداوندی
 میں عرض کی مالک تو ان کی باتیں سن رہا ہے اور ان کی پریشانیاں دیکھ رہا ہے۔ خطاب ہوا کہ اے
 موسیٰؑ میں ان کے کھانے کا انتظام کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ان کے لئے ”من وسلویٰ“
 نازل کرنا شروع کر دیا جو چالیس سال تک بردہ لیتے صبح وشام نازل ہوتا رہا اور انھیں بلا محنت
 و مشقت تیار کھانا ملتا رہا۔

من وسلویٰ بھنے ہوئے بیڑ اور ترنجبین کو کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ شام کو بھنے
 بیڑ آتے تھے اور صبح کو ایسی ترنجبین دستیاب ہوتی تھی جس کا مزہ ایسے قلعہ کے مانند ہوتا تھا،
 جس میں شہد ملی ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ ترنجبین ہر شب کو شبنم کے مانند آسمان سے
 آتی تھی اور دھوپ لگتے ہی مناسب مقدار کی ترنجبین بن جاتی تھی۔ ایک روایت میں ہے۔
 کہ بیڑ بھنے ہوئے اور ردغنی روٹی جیسے ہماری زبان میں پڑاٹھے کہتے ہیں۔ یہ صبح وشام آیا کرتا
 تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ بہت بڑی بھٹی مچلی پر رکھے ہوئے بھنے ہوئے بیڑ آتے تھے
 اور سب لوگ اسے کھا لیتے تھے اور چونچ جاتا تھا وہ پھر مجتم ہو کر پرواز کرتا تھا اکثر تواریخ،
 روایات، احادیث میں یہ ہے کہ یہ آسمانی کھانا صبح علی الصبح آتا تھا اور اس کے آنے کا
 وقت طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ہوتا تھا۔ اس عرصہ میں جو جاگتا رہتا تھا۔

اُسے کھانا مل جاتا تھا اور جو سوتا ہوتا تھا وہ محروم رہ جاتا تھا کیونکہ وہ سورج نکلنے سے پہلے واپس چلا جاتا تھا اسی لئے حضرات معصومین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ صبح صادق کے بعد سے طلوع آفتاب تک سونا نہیں چاہیے کیونکہ یہی وقت روزی کے تقسیم ہونے کا ہوتا ہے جو اس معین وقت میں جاگتا رہتا ہے اُس کی روزی آتی ہے اور جو سوتا رہتا ہے اس کی روزی نہیں آتی اور وہ دوسروں کے رزق سے کھاتا ہے اور نتیجہ میں سب کے لئے تنگی ہو جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ طلوع صبح صادق کے بعد سے طلوع آفتاب تک سونا سخت نخوست کی نشانی ہے ایک روایت میں ہے کہ رزق کا تعلق آسمان سے ہے اور وہ روزانہ عطا کیا جاتا ہے۔ ایک کتاب میں ہے کہ عطاءئے رزق کو روزی کہتے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ روزانہ دی جاتی ہے۔

”تہذیب الاحکام“ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح علی الصباح کا سونا نہایت ہی منحوس ہے، اس سے روزی چلی جاتی ہے اور چہرہ زرد ہو جاتا ہے۔ ”چہرہ کی آب و تاب جاتی رہتی ہے اور بد صورتی بڑھ جاتی ہے۔ دھونوم کل مشوم“ اس وقت کا سونا شوم اور منحوس آدمیوں کا سونا ہوتا ہے۔ خداوند عالم طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک روزی تقسیم کرتا ہے۔ ”وایاکہ وتلك المنومة“ تمہیں خبر دار کیا جاتا ہے کہ یہ سونا نہایت مضر ہے اس سے بچتے رہنا۔

سنگ موسیٰ سے چشموں کا جربیان | دادی سین میں قیام کے دوران حضرت موسیٰؑ کوہ طوہر پر جا کر کلام کرتے رہے پھر وہاں سے

چند ماہ کے بعد روانہ ہوئے اور چلتے چلتے مقام ”رفیعیہ“ میں پہنچے۔ مقام سین میں حضرت موسیٰؑ نے ایک دفعہ غسل فرما کر اپنے کپڑے ایک چوکور پتھر پر رکھ دیئے تھے، جب آب غسل فراگر برآمد ہوئے اور اس پتھر پر سے کپڑے اٹھا کر پہن لئے تو خداوند عالم نے خطاب فرمایا کہ اے موسیٰؑ اس پتھر کو ہمراہ لیتے جاؤ یہ تمہارے کام آئے گا۔ یہ پتھر بروایت ناسخ التواریخ ”چوکور“ تھا اور میرے خیال کے مطابق وہ سیاہ بھی تھا، آج بھی جو ”سنگ موسیٰؑ“ موجود ہے وہ سنگ مرمر کی طرح چمکا اور صاف ہوتا ہے۔ سنگ مرمر سفید ہوتا ہے اور ”سنگ موسیٰؑ“ سیاہ ہوتا ہے۔

عزیزیکہ بنی اسرائیل جب دادی سین سے روانہ ہو کر ”دادی رفیعیہ“ پہنچے تو بنی اسرائیل نے قلت آب کا چرچا کر دیا اور شور مچا دیا کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے۔ ہم اس جنگل میں پیاس سے مرے جاتے ہیں۔ اے موسیٰؑ ہمارے لئے پانی کا جلدی انتظام کرو، یہ سن کر حضرت موسیٰؑ نے دست دعا بلند کیا، میرے پالنے والے اس جنگل میں ان کے لئے پانی کہاں سے فراہم کر دے ارشاد ہوا: ”اے موسیٰؑ تم جو پتھر اٹھا کر اپنے ہمراہ لاؤ ہو اس پر اپنا عصا مارو، اس سے بارہ

چشمہ جاری ہو جائیں گے، یہ سن کر حضرت موسیٰؑ نے چند اشرف بنی اسرائیل کو طلب فرمایا اور ان کو لے کر اس پتھر کے قریب گئے اور اپنا عصا اس پر مارا، اس کے چاروں گوشوں سے بارہ چشمے جاری ہو گئے اور سب آزادی سے پانی استعمال کر لے گئے۔ پھر ان لوگوں نے شور مچایا کہ ہمارے کپڑے پھٹ گئے ہیں۔ اب یہاں نہ بازار ہیں کہ خرید لیں، نہ کوئی ایسا سامان ہے کہ دوسرا سی کر تیار کریں۔ اے موسیٰؑ، ہم اب کیا کریں، حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ خداوندی میں ذکر کیا ارشاد ہوا کہ ان سے کہہ دو کہ تم اپنے کپڑے اسی پانی میں بھگو دو اس کی کنگی دُور ہو جائے گی۔ جب کپڑے درست ہو گئے تو پھر فریاد کی کہ کپڑے میلے ہیں ہم انھیں کس طرح صاف کریں ارشاد ہوا کہ میلے کپڑوں کو آگ میں ڈال دیں۔ دودھ کی طرح بالکل صاف ہو کر سفید ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے بچے جو پیدا ہوتے تھے وہ لباس میں ملبوس ہوتے تھے اور وہی لباس ان کے لئے بہت دنوں تک کام آتا رہتا تھا۔ وضو و نماز کے لئے بھی بڑھتا جاتا تھا۔

ان کے لئے چونکہ جنگلوں میں رہنے کی کوئی جگہ معین نہ تھی اس لئے انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ ہم کو دھوپ کی سخت تکلیف ہے ہمارے لئے اس کا کوئی معقول انتظام کیا جائے۔ حضرت موسیٰؑ نے دعا کی اور خداوند عالم نے ان کے لئے ابر کو سایہ فگن کر دیا۔ یہ جہاں جاتے تھے ان کے سر پر ابر کا سایہ رہتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ کرم ان پر چالیس سال تک جاری رہا۔ یعنی یہ جب تک وادی کے چکر میں پڑے رہے۔ خدا کا یہ کرم ان کے لئے بدستور رہا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام زیر آئینہ ”ظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلویٰ“ ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل تم اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا۔ تم صحرائے ”تیہہ“ میں تھے اور وہ ابر سورج کی گرمی اور چاند کی خشکی سے تم کو محفوظ رکھتا تھا اور تم پر من و سلویٰ کو نازل کیا، من یعنی تربخیں جو کہ درختوں پر پڑتی تھی اور وہ اس کو اتار لیا کرتے تھے اور سلویٰ ایک پرندہ تھا جس کو عربی میں سمانی اور ہندی میں بیٹر کہتے ہیں۔ اس کا گوشت سب پرندوں سے زیادہ مزے دار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پرندے کو ان کے لئے بھیجتا تھا اور وہ بہت آسانی سے اس کو لے کر کھا لیتے تھے۔ پھر خدا ان سے فرماتا ہے کہ ”ہماری پاکیزہ چیزوں کو جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں کھاؤ۔ اور میری نعمت کا شکریہ ادا کرو۔ اور جن کو میں نے بزرگ کیا ہے ان کو بزرگ جانو اور جن کو میں نے وقار دیا ہے تم بھی ان کی توقیر کرو۔ یعنی جن کی ولایت کا ہند تم سے لیا گیا ہے اور وہ محمدؐ اور ان کی آل

اٹھائے ہیں۔ پھر خدا فرماتا ہے ”وما ظلمونا“ اور انھوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا جبکہ انھوں نے اس کلمہ کو جو ہم نے ان سے کہا تھا بدل دیا اور کچھ اور ہی کہا اور جو عہد ان سے لیا گیا تھا اس کو پورا نہ کیا کیونکہ کافروں کا کفر کرنا ہماری بادشاہی کو کچھ ضرر نہیں پہنچاتا، جیسا کہ مومنوں کا ایمان لانا ہماری سلطنت میں کچھ زیادتی نہیں کرتا۔ ”بلکہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے“ یعنی کافر ہونے اور ہمارے قول کو تبدیل کرنے کے سبب اپنی جانوں کو نقصان پہنچاتے تھے۔

اور جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ اے بندگانِ خدا تم پر واجب ہے کہ ہم اہلبیت کی ولایت کا اعتقاد کرو اور ہمارے درمیان فرق مت کرو اور خیال کرو کہ حق تعالیٰ نے کس قدر کشائش اور وسعت تم کو عطا فرمائی ہے کہ اپنی محبت کو تم پر واضح اور روشن کر دیا تاکہ حق کا پہچانا تم پر سہل ہو جائے۔ پھر تمہارے لئے تقیہ میں بڑی گنجائش رکھ دی ہے تاکہ تم خلقت کی بُرائیوں اور شرارتوں سے بچے رہو۔ پھر بھی اگر تم تغیر و تبدل کرو تو توبہ کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہے اور اس کو قبول فرماتا ہے۔ تم کو مناسب ہے کہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

الیعقوبی صفحہ ۲ میں ہے کہ یہ سب واقعات عہد ”تیبہ“ کے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے چونکہ پتھر پر عصا مارنے وقت ”بسم اللہ“ نہیں کہا تھا لہذا وہ بھی تیبہ کی حیرانی اور پریشانی میں مبتلا کر دیئے گئے اور ان کے لئے بھی تیبہ سے نکلنا ناممکن ہو گیا تھا۔ روضۃ الصفا ص ۱۸۱ میں ہے کہ حضرت موسیٰ اور ہارون وغیرہ متاثر تیبہ یعنی تیبہ کی سرگردانی سے محفوظ تھے۔ میرے نزدیک یہی درست ہے۔ کیونکہ تیبہ کی سرگردانی بطور سزا اور عذاب تھی اور کوئی نبی کبھی اُمت کی حرکتوں سے آٹے ہوئے عذاب اور سزا سے متاثر نہیں ہوا، کوہ طور کا تاثر اس لئے سراہا جاسکتا ہے کہ اس میں حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کی خاطر سوال رویت کو اپنی طرف منسوب کیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ سرگردانی تیبہ سے متاثر ہو کر ان میں مقیم نہیں رہے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بنی اسرائیل سے علیحدہ رہنا نہیں چاہتے تھے۔ ورنہ اگر وہ چاہتے تو وادی تیبہ سے نکل کر جاسکتے تھے۔

عصائے موسیٰ کے صفات حضرت موسیٰؑ کو جو عصا حضرت شعیبؑ کی طرف سے ملا تھا وہ حضرت آدمؑ کا جنت سے لایا ہوا عصا

تھا۔ بروایت سراج القلوب وہ دس گز کا لمبا تھا اور اس پر سبز عبارت میں تین سطریں مرقوم تھیں، پہلی سطر میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دوسری سطر میں مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ تیسری سطر میں عَلٰی دَلٰی اللَّهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سبطا رسول اللہ۔

عصائے موسیٰؑ کے صفات میں لکھا ہے کہ اس میں ایک طرف دو شاخہ تھا اور وہ ہمیشہ سبز

رہتا تھا اور اندھیرے میں روشنی کا کام دیتا تھا۔ جب کنوئیں سے پانی نکالنا چاہتے تھے اسی عصا کے دو شاخے میں ڈول لٹکا کر پانی بھر لیتے تھے۔ جب زمین میں گاڑ دیتے تھے تو درخت بن جاتا تھا اور تازہ میوہ پیدا ہو جاتا تھا۔ جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو دو شاخہ سائب بن کر دشمن پر حملہ کرتا تھا۔ اور جب راستے میں کوئی پہاڑی یا درخت آ جاتا تو عصا مارتے تھے فوراً راستہ بن جاتا تھا۔ اور جب کسی نہر پر سے گزرنا پڑتا تو عصا مارتے تھے فوراً پانی خشک ہو جاتا تھا اور راستہ بن جاتا تھا۔ جب سفر میں تھک جاتے تھے تو اس پر سوار ہو جاتے تھے۔ وہ سواری کا کام دیتا تھا اور اس سے بہترین خوشبو آتی تھی اور شہد کی جب ضرورت ہوتی تو شہد نکل آتا تھا اور اس سے بکریاں چرانے کا کام بھی لیتے تھے اور ہاتھ میں لے کر راستہ بھی چلتے تھے اور جب معجزہ دکھانا ہوتا تو اڑدبا بن جاتا تھا ایسی ڈراؤنی شکل کا کہ اس کے دانت ظاہر ہوتے تھے۔ اور منہ سے آگ نکلتی تھی اور بال کھڑے ہو جاتے تھے اور آنکھیں پھکنے لگتی تھیں اور اُس کا ایک لب نیچے اور ایک لب مکان کی چھت تک پہنچتا تھا اور منہ سے ایک سخت ہمیت ناک آواز نکلتی تھی اور اس کی سانس اتنی تیز ہوتی تھی کہ جس طرح گرم ہوا چلتی ہے اور جس پر وہ سانس ڈال دیتا تھا جلادیتا تھا اور اونٹ کے برابر پتھروں کو نکل جاتا تھا کہ پیٹ میں پتھر بولتے تھے اور درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتا تھا۔ جب تنہائی میں راستہ چلتے تھے تو باتیں کیا کرتا تھا۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ جانور کی طرف ہمراہ چلتا تھا اور اسے ہاتھ لگانے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ اس کے اسفل میں تیز لوسے کی سام لگی ہوئی تھی جب چاہتے تھے اس کی ایک شاخ سے دودھ اور دوسری شاخ سے شہد نکلتا تھا۔ اگر کھانے کی ضرورت محسوس کرتے تھے تو زمین پر مار دیتے تھے اور دن بھر کا کھانا نکل آتا تھا۔ جس قسم کے عطر کی ضرورت ہوتی تھی اس کی شاخ سے نکلتا تھا۔ جب کوئی چور آ جاتا تھا عصا حضرت موسیٰؑ کو خبر دیتا تھا۔

اس کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عصائے موسیٰؑ کا نام ”ما شاء اللہ“ تھا۔ ایک روایت میں ”عیناٹ“ ایک روایت میں ”علیق“ مرقوم ہے میرے نزدیک پہلے نام کو ترجیح ہے۔

اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ عصائے موسیٰؑ اب ہمارے ہاتھ میں ہے اور اسی طرح سبز ہے جس طرح شاخ سے توڑنے کے وقت سبز تھا اور یہ ہمارے ہی ہاتھوں میں رہے گا۔ یہاں تک کہ ہمارا قائم قہور کر کے ان صفات کو ظاہر کرے جو صفات حضرت موسیٰؑ ظاہر کرتے تھے، یعنی اس سے دُہی کام لیں گے جو حضرت موسیٰؑ لیا کرتے تھے۔

عصائے موسیٰ کے ذریعہ سے چشمہ جاری ہونے کی وجہ

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام زیر آیتہ واذا استسقی موسیٰ لقومہ فرماتے ہیں اور اس وقت کو یاد کرو۔ جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا اسوقت جبکہ انکو صحرا

میں پیاس لگی اور فریاد و زاری کرتے ہوئے حضرت موسیٰ کے پاس آکر عرض کرنے لگے کہ ہم کو پیاس مارڈالتی ہے۔ تب موسیٰ نے دعا کی ”اللھم بحق محمد سید الانبیاء وبحق علی سید الاولیاء وبحق فاطمہ سیدۃ النساء وبحق الحسن سید الاولیاء وبحق الحسین سید الشهداء وبحق عترتھم وخلفائھم سادۃ الازکیاء لھما سقیت عبادک ہولاء۔“ اسے خدا محمد سید انبیاء اور علی سید اوصیاء اور فاطمہ سیدۃ النساء اور حسن سید الاولیاء اور حسین سید الشهداء اور ان کی عترت طاہرہ اور خلفاء کا جو بہترین اذکیاء ہیں واسطہ دے کر التماس کرتا ہوں کہ اپنے ان بندوں کو سیراب کر ”فقلنا اضرب بعصاک الحجر“ تب ہم نے وحی کی اسے موسیٰ اپنے عصا کو پتھر پر مار، جب اس نے عصا کو پتھر پر مارا تو اس میں سے بارہ چشمے جاری ہو گئے اور اولاد یعقوب کے ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ معلوم کر لیا تاکہ دوسرے گروہ اور قبیلہ سے مزاحم نہ ہوں اور باہم ایک دوسرے سے پانی پر جھگڑا نہ کریں۔ تفسیر امام حسن عسکری ص ۲۳۲۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام رفیدیم کی وادی سے روانہ ہو کر وادی سینا میں پہنچے، اس سے قبل اگرچہ وادی سین سے آکر مناجات کر چکے تھے، لیکن اب ۲۰ لاکھ بنی اسرائیل سمیت

وادی سینا ہی میں پہنچ گئے اور اب ان کے لئے مناجات کے مواقع بہت زیادہ نصیب ہونے لگے، وہ جاتے تھے اور باتیں کرتے تھے۔ بعض کتابوں میں آپ کی گفتگو تفصیلاً مذکور ہے جس میں آپ کے وہ تمام سوال و جواب درج ہیں جو کوہ طور پر ہوئے رہے ہیں۔

حضرت موسیٰ کو چونکہ گفتگو کا بہت نمایاں موقع مل گیا تھا اس لئے جب آپ کوہ طور پر جانے لگتے تھے تو خاص خاص لوگوں سے دریافت بھی کر لیتے تھے کہ اگر کوئی حاجت خدا سے ہے تو مجھے بتا دو تاکہ میں اس سے براہ راست تمھارے متعلق بات چیت کر لوں، یہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ عام انسانوں سے تو اس قسم کی بات کرتے نہ تھے بلکہ عابدان بنی اسرائیل ہی سے اس قسم کی گفتگو فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کو علم ہوا کہ ایک

جنگل میں ایک عابد رہتا ہے جو پہاڑ کے لیے دامن میں مقیم ہے جس جگہ نہ اس پر کسی کی نظر پڑتی ہے اور نہ یہ کسی کو دیکھ سکتا ہے۔ اس کے پاس ایک چشمہ جاری ہے وہ اسی سے دُھو کرتا ہے اور پانی پیتا ہے اور گھاس کھانے پر اکتفا کرتا ہے، دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر قیام عبادت میں گزارتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اس سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے لیکن بات نہ ہو سکی۔ کیونکہ وہ عبادت میں مشغول تھا۔ دن میں گئے نہ مل سکا۔ رات میں گئے نہ مل سکا۔ آخر الامر ایک دفعہ آپ نے اسے سلام کر دیا۔ اس نے جواب سلام دے کر مخاطبہ کیا، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اے عابد ”ادفنی بنفسک فان المولیٰ کسرم“ اپنی جان پر ذرا رحم کرو اور اپنے کو ہلاک نہ کرو، پالنے والا بڑا کریم ہے۔ اس عابد نے جواب دیا، اے نبی خدا میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں غفلت نہ ہو جائے اور میں اس حالت میں گرفت میں آجاؤں اور میرا شمار ان لوگوں میں ہو جائے جو خدمت رب سے غفلت کرتے ہیں۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ بھائی میں کوہ طور پر خداوند عالم سے بات چیت کرنے جا رہا ہوں۔ اگر تمھاری کوئی حاجت ہو تو بیان کرو، تاکہ میں خالق کی بارگاہ میں عرض کر دوں۔ عابد نے کہا اے نبی خدا، میری ایک حاجت ہے اور وہ یہ کہ ”ان یعطینی رضاہ ولا یثقلنی باحد سواہ حتی یقضى فبی والقاء“ کہ خدا مجھے اپنی رضا دے دے اور اپنے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔ یہاں تک کہ میں مرجاؤں اور اس کی خدمت میں پہنچ جاؤں۔ حضرت موسیٰؑ وہاں سے رخصت ہو کر واپس آئے۔ پھر مناجات کے لئے کوہ طور پر تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر خدا سے کلام کرنے میں مشغول ہو گئے اور کچھ اس طرح مستغرق ہو گئے کہ عابد کی درخواست اور عرضِ خدا پیش نہ کر سکے، خدا نے خود فرمایا کہ اے موسیٰؑ تم سے میرے بندہ عابد نے کیا کہا ہے، موسیٰؑ نے عرض کی میرے پالنے والے تو جانتا ہے جو اس نے کہا ہے اور جو درخواست کی ہے۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰؑ تم اس سے کہہ دینا کہ خدا نے کہا ہے کہ تو چاہے ساری رات اور سارے دن عبادت کرے تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ کیونکہ تو اہل جہنم میں سے ہے۔ یعنی تیرے گناہان سابقہ اتنے ہیں کہ اب تو جنت میں نہیں جاسکتا۔ حضرت موسیٰؑ جب مقام مناجات سے واپس آئے اور اس عابد سے ملے تو اس کو اس کی درخواست کا نتیجہ بتایا اور کہا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ تیرے گناہان سابقہ اتنے ہیں کہ اب تیرے بچنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ سن کر عابد نے کہا ”اے نبی خدا میں اس کے حکم اور اس کی مرضی کا خیر مقدم کرتا ہوں اور ہر اس بات پر جان دیتا ہوں جو اس کی مرضی میں ہو۔“ ”تھیک“ پھر رو کر کہنے لگا کہ اے نبی خدا مجھے خدا ہی کی عزت و جلالت کی قسم کہ میں اب اس کی چوکھٹ سے

ہٹوں گا نہیں وہ چاہے جس قدر دھتکارے اور نکالے اور اس کی بارگاہ سے سرکول گا نہیں دلو
حرقنی و مزقنی۔ وہ چاہے مجھے جلا کر خاکستر یا مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ پھر اس نے ایک
شعر پڑھا جس کا مطلب بھی یہی تھا کہ مجھے اگر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو میری محبت اور
شوق ملاقات میں اصناف ہی ہوتا جائے گا۔

عابد سے گفتگو کے بعد حضرت موسیٰؑ جب پھر کوہ طور پر گئے اور مناجات و گفتگو سے
فارغ ہوئے تو عرض کرنے لگے کہ میرے پالنے والے تیرے بندہ عابد نے جو کچھ تیرے حکم کے
جواب میں کہا ہے وہ تجھے معلوم ہے۔ فقال اللہ عزوجل یا موسیٰ اذهب الیہ و بشرہ
انہ من اهل الجنة الخ خداوند عالم نے فرمایا کہ اے موسیٰ اب جا کر اسے جنت کی بشارت
دے دو، اور اس سے کہو کہ چونکہ تو نے میری مرضی کو تسلیم کر لیا اور سخت سے سخت حکم کا غیر مقدم
کیا۔ اس لئے میں نے تجھے بخش دیا اور اب تجھے بتانا ہوں کہ دریں حالات اگر تیرے گناہ
زمین اور آسمان سے بھی زیادہ ہوتے تو میں انھیں بھی بخش دیتا۔

حضرت موسیٰؑ جب مناجات سے فراغت کر کے واپس آئے تو اس عابد سے ملنے گئے
اور اس سے فرمایا کہ میں نے تیرا پیغام بارگاہ خداوندی میں پہنچا دیا۔ اب خدا نے حکم دیا
ہے کہ میں تجھے جنت کی بشارت دے دوں۔ "فخذر العابد مساجداً" یہ سن عابد بنی اسرائیل
فوراً سجدہ خالق میں گر پڑا اور حمد و ثنا کرنے لگا، فمآذال فی سجودۃ حتی قضی نجبہ۔ پھر
وہ سجدہ سے سر نہ اٹھا سکا۔ یہاں تک کہ موت آگئی اور وہ بارگاہ خالق میں جا پہنچا۔ (روضہ
الریاحین فی حکایات الصالحین علامہ یاضی برعاشیہ عیرائش ثعلبی ص ۱۰۰ طبع مصر)۔

اسی طرح بنی اسرائیل کے ایک عظیم زاہد کے متعلق بے شمار کتابوں میں یہ واقعہ قلم ہے
کہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا جو جنگل میں مستقل مقیم تھا، گھاس پات پر گزارا کرتا تھا۔
اور شب و روز عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ اسے چونکہ بچپن سے عبادت کی چاٹ پڑ گئی
تھی، اس لئے وہ دنیا کے جملہ معاملات و حالات و کوائف سے بے خبر تھا، نہ وہ عورت کی
لذت سے واقف تھا اور نہ دولت کو جانتا تھا نہ روپیہ، پیسہ اور نکال سے واقف تھا۔

جب اس کی عبادت کمال کو پہنچ گئی تو شیطان کو فکر ہوئی کہ اسے کبھی صورت سے بہکانا
چاہیئے۔ چنانچہ اس نے اس مقصد کے لئے اپنے تمام چیلوں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ فلاں
مقام پر جو فلاں عابد رہتا ہے اسے بہکانے اور گمراہ کرنے پر غور کرو اور اپنے اپنے خدمات
اس سلسلہ میں مجھے پیش کرو اور یہ بتاؤ کہ اسے کس طرح بہکایا جاسکتا ہے تاکہ میں اس پر
غور کروں۔ ایک چیلہ نے کہا کہ اُستاد میں اسے منٹوں میں بہکا سکتا ہوں۔ شیطان نے پوچھا۔

کہ کس ذریعہ سے، اس نے کہا عورت کے ذریعہ سے شیطان نے کہا یہ نہیں ہو سکتا غلط ہے وہ عورت کو جانتا ہی نہیں عورت کی لذت سے واقف نہیں۔ بھلا تو اسے عورت کے ذریعہ سے کہاں بہکا سکے گا۔ دوسرے چیلے نے کہا استاد میں اسے روپیہ پیسہ کے ذریعہ سے بہکا دوں گا اس نے کہا یہ بھی غلط ہے، اسے خبر ہی نہیں کہ روپیہ پسیا ہوتا ہے۔ غرضیکہ اسی طرح اس کے سب چیلوں نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی۔ لیکن شیطان نے کسی کی ایک بات نہ مانی اور نہ اس کی تصدیق کی، بالآخر ایک چیلہ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ ”اُستاد“ میں اسے عبادت کے ذریعہ سے بہکا سکتا ہوں۔ شیطان نے کہا ہاں تو کامیاب ہو سکتا ہے۔

الغرض کام پُرد ہوا، اور شیطان کا پٹھا، ایما نذر عابد کو بہکانے کے لئے اس مقام پر پہنچ گیا جہاں وہ مجبور عبادت تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے مصلیٰ ڈال دیا اور عبادت میں مشغول ہو گیا۔ عابد کسی وقت کھانے کے لئے، سونے کے لئے اور دیگر ضروریات زندگی کے لئے سلسلہ عبادت منقطع کر دیتا تھا، لیکن شیطان کا چیلہ کسی وقت بھی سلسلہ عبادت منقطع نہ کرتا تھا۔ کیونکہ نہ اسے کھانے کی ضرورت تھی نہ پینے کی ضرورت تھی نہ پیشاب کی ضرورت تھی نہ پانچھٹنے کی، وہ مشین کی طرح ۲۴ گھنٹے مسلسل عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ زائد چند دنوں تک تو اسے دیکھتا رہا، لیکن کچھ نہیں بولا، ایک دن اس کو خیال ہوا کہ جس شان کی یہ عبادت کرتا ہے میں اس سے محروم ہوں، اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ مجھ میں وہی طاقت آجائے جو اسے حاصل ہے تو میں اور بہترین عبادت کر سکوں گا۔ یہی کچھ سوچ کر یہ عابد اپنے مقام سے اُٹھا اور اس کے قریب گیا، اس سے بات کرنا چاہی، مگر اس نے اسے رُخ نہ دیا۔ بہت انتظار کے بعد متوجہ ہو کر بولا، کیا بات ہے کیوں آئے ہو اور تم کون ہو؟ انھوں نے اس کی بات کا جواب دینا چاہا، مگر وہ پھر مشغول عبادت ہو جانے کی وجہ سے کچھ نہ سن سکا، پھر یہ کافی دیر انتظار کرتا رہا، مگر وہ شیطانی عابد اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ کافی انتظار کے بعد اس نے کہا، جو کچھ کہنا چاہتے ہو جلدی کہہ دو۔ میرا وقت ضائع نہ کرو، اس عابد بنی اسرائیل نے کہا کہ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو عبادت کی یہ طاقت کہاں سے اور کیونکر حاصل ہوئی اور کیا یہ ہو سکتا ہے کہ یہی طاقت مجھے بھی مل جائے تاکہ میں بھی آپ کی طرح عبادت کر سکوں۔

شیطانی عابد نے کہا کہ یہ ہماری خاص چیز ہے۔ ہم اسے کسی کو کیونکر بتا سکتے ہیں۔ یہ کہہ کر پھر مشغول عبادت ہو گیا۔ یہ بے چارہ پھر انتظار کرنے لگا۔ جب پھر متوجہ ہوا تو اس نے اصرار کیا کہ آپ ضرور یہ مہربانی میرے حال پر کر دیں اور یہ بتا دیں کہ عبادت کی یہ طاقت کیونکر حاصل

ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا کہ میں بتائے دیتا ہوں، لیکن تم کسی سے نہ کہنا۔ عابد بنی اسرائیل نے اس سے راز میں رکھنے کا وعدہ کیا۔ اس شیطان کے چیلے نے کہا کہ سُنو۔ فلاں بازار میں ایک بالا خانہ ہے جس پر ایک خدا کی مخلوق رہتی ہے آپ اس کے پاس چلے جائیں اور اُسے ایک ٹکا دیں اور رات بھر اس کے پاس رہیں اور وہ جو کہے وہ کریں آپ میں بھی طاقت آجائے گی اور آپ عبادت میں وہی کمال حاصل کر لیں گے جو میں نے کیا ہے۔

وہ عابد بنی اسرائیل، شیطان کے چیلے کے بھرے میں آگیا اور کمال عبادت حاصل کرنے کی طمع میں، اپنے عبادت خانے سے اُٹھا، بازار کو گیا۔ لوگوں سے پتہ پوچھا اور بالا خانے پر جا پہنچا۔ عابد جس سے اس بالا خانے کا نام لیتا وہ حیران ہو جاتا اور اسے سمجھاتا۔ مگر یہ کسی کی نہ مانتا، یہاں تک کہ بالا خانے پر پہنچ گیا۔

اس بالا خانے پر ایک مشہور فاحشہ رہتی تھی، اس نے جب اس مشہور ترین عابد کو دیکھا تو کھڑی ہو گئی اور اس کا بدن کا پنپنے لگا۔ پوچھا کہ حضور کیسے تشریف لائے ہیں۔ اس نے کہا عبادت کی طاقت حاصل کرنے آیا ہوں اور سارا قصہ اس سے بیان کیا اس نے کہا کہ حضور یہ تو گناہ کی بات ہے۔ آپ کہاں آگئے ہیں۔ اس نے اصرار کیا اور اس نے سمجھانے میں اصرار کیا۔ مگر وہ ایک نہ مانا تو اس عورت نے کہا کہ میری ایک بات مان لیجئے اور وہ یہ ہے کہ میں کہتی ہوں کہ جس نے آپ کو یہاں بھیجا ہے وہ شیطان ہے اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اب وہ آپ کو بہکا کر اپنا کام کر چکا ہے، اور وہ یقیناً اب اس جگہ سے چلا گیا ہوگا، آپ واپس چلیئے اگر وہ اپنی جگہ پر مل جائے تو آپ مجھے جھوٹا سمجھیں اور اگر نہ ملے تو یقین کر لیں کہ وہ شیطان تھا۔

یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی اور وہ بالا خانے سے اُتر کر اپنی منزل کی طرف چلا اور وہاں اُسے نہ پایا، تو بہ استغفار کیا اور پھر عبادت میں لگ گیا۔ عابد کا بالا خانے سے اُترنا تھا کہ ملک الموت آپہنچے اور اس فاحشہ عورت کی رُوح قبض کر لی۔

ادھر حضرت موسیٰ کو حکم پہنچا کہ میری ایک کینز فلاں مقام پر مر گئی ہے۔ اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو۔ عرض کی پالنے والے وہ تو ایک فاحشہ عورت تھی۔ ارشاد ہوا کہ وہی میری کینز ہے۔ اے موسیٰ اس نے میرے ایک عابد کو جہنم سے بچایا ہے، میں نے اُس کو جہنم سے بچا لیا ہے۔ میں نے اس کے سارے گناہ بخش دیئے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ مناجات کے لئے جاتے ہوئے ایک دریا کے کنارے سے گزرے تو اس پر ایک شخص نہایت بُری حالت میں پڑا ہوا تھا، وہ اندھا بھی تھا لولا اور لنگر ٹا بھی تھا۔ مفلوج بھی تھا۔ عرض کہ مختلف عوارض و امراض میں مبتلا تھا۔ اس نے جب

حضرت موسیٰ کو دیکھا تو کہنے لگا۔ اے بنی خدا، آپ خدا سے کلام کے لئے جا رہے ہیں خدا کیلئے میری ایک درخواست بارگاہ خداوندی میں پہنچا دیجئے اور سفارش کر دیجئے کہ وہ مجھے تندرست کر دے اور میرے حالات سازگار بنادے، میری فلاکت دور کر کے مجھے آسودہ فرمادے۔

حضرت موسیٰ نے اس کی حالت دیکھ کر اس سے وعدہ کر لیا۔ جب بارگاہ خداوندی میں پہنچے اور بات چیت سے فارغ ہوئے تو عرض کرنے لگے میرے پالنے والے تو فلاں شخص کے حالات سے واقف ہے اور اس سے بھی باخبر ہے کہ اس نے مجھ سے کس امر کی سفارش کی خواہش کی ہے خدا یا اس پر کرم کی نگاہ فرمادے۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ اس کی سفارش نہ کرو۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی، خدا یا میں نے وعدہ کر لیا ہے۔ اب میری خاطر اس عزیز پر نگاہ کرم فرما دے۔ ارشاد ہوا اچھا موسیٰ مجاؤ، میں نے اس کے تمام حالات بدل دیئے۔

تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت موسیٰ کا اسی طرف سے پھر گزر ہوا۔ انھوں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے ایک عظیم الشان محل بنا ہوا ہے اور اس کے گرد لوگوں کا پہرہ ہے۔ رقص و سرور اس میں ہو رہے ہیں، گانے بجانے کی آوازیں برابر آرہی ہیں۔ حضرت موسیٰ نے دریافت کیا کہ یہ محل کس کا ہے اور کب بن گیا، اس جگہ تو کوئی محل نہ تھا۔ لوگوں نے کہا کہ اس مقام پر ایک مفلوج پڑا رہتا تھا، اُس کے دفعۃً حالات بدل گئے اور وہ تندرست ہو کر اس قسم کے عیش و عشرت میں مصروف و مشغول ہو گیا ہے۔ اب دنیا کی کوئی بُرائی ایسی نہیں ہے جو اس کے محل میں ہو نہ رہی ہو۔

حالات معلوم کرنے کے بعد حضرت موسیٰ بمشکل دربانوں سے اجازت حاصل کر کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہی مفلوج شخص جس کی سفارش کی تھی ایک عظیم الشان تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے گرد مہرِ رخاں پری پیکروں کا مجمع ہے، رقص و سرور جاری ہے اور شراب و کباب کا سلسلہ چل رہا ہے۔ حضرت موسیٰ کا جب سامنا ہوا تو اُس نے ان کی طرف رخ بھی نہ کیا اور کسی سے کہا کہ یہ شخص جو آیا ہے اس سے پوچھو یہ کیوں۔ اور کس کام سے یہاں آیا ہے، حضرت موسیٰ نے فرمایا میرا کوئی کام نہیں، میں جا رہا ہوں۔

اس کے بعد آپ کو ہر طور پر تشریف لے گئے۔ خلاقِ عالم نے فرمایا کہ ہو موسیٰ تم نے سفارش کا حال دیکھ لیا۔ عرض کی مالک ضرور دیکھ لیا۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ، میں جس کو جس حال میں رکھتا ہوں۔ وہ اسی حال کا مستحق ہوتا ہے۔ میں جو کسی کو امیر، کسی کو غریب، کسی کو متوسط الحال رکھتا ہوں وہ میری نظر میں اسی کا مستحق ہوتا ہے۔

عامیل بن راحیل کا قتل اور ذبح بقرہ کا واقعہ

حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل بروایت ناسخ التواریخ
ابھی مقام سینا ہی میں تھے کہ عامیل بن راحیل کا قتل
واقع ہو گیا جو کہ بنی اسرائیل میں بڑے پائے کا عالم تھا

اس کے قتل کے متعلق تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں ہے کہ اس نے ایک پاک دامن عورت کو
اپنی شادی کا پیغام دیا اور اس عورت نے اسے قبول کر لیا۔ اس عورت کا ایک چچا زاد
بھائی تھا وہ بھی اس عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر اس عورت نے اسے قبول نہ کیا۔
بنابرین اس شخص نے اس مرد نیک و عالم کو قتل کر دیا جس کا نام ”عامیل بن راحیل“ تھا۔
اور اس کی لاش کو خود اٹھا کر حضرت موسیٰؑ کے پاس لے گیا اور گریہ و زاری کرنے لگا اور کہنے
لگا کہ میرے چچا زاد بھائی کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور قاتل کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ سن کر تمام
قوم جمع ہو گئی اور حضرت موسیٰؑ سے کہنے لگی کہ قاتل کا پتہ ضرور لگایا جائے۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کے پاس ایک بہترین گائے تھی، اس کا فرما بنبردار
بیٹا اس کو چراتا تھا۔ ایک روز اس کا یہ فرما بنبردار بیٹا کچھ مال خرید کر اس کی قیمت دینے کے
لئے گھر آیا تاکہ رقم نکال کر دے دے۔ جب گھر پہنچا تو دیکھا کہ باپ سو رہا ہے اور صندوق
کی کنجی اس کے سر ہانے دبی ہوئی ہے، اس نے باپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا کہ باپ
کو تکلیف نہ ہو اور مال واپس کر دیا۔ جب باپ سو کر اٹھا تو اپنے بیٹے سے پوچھا کہ مال
خرید لیا ہے اس نے واقعہ سنایا کہ آپ کی تکلیف کے خیال سے میں نے مال واپس کر دیا
یہ سن کر باپ نے وہ گائے اپنے بیٹے کو بخش دی اور اس کے حق میں دعا کی۔

الغرض حضرت موسیٰؑ کے پاس تمام بنی اسرائیل قاتل کا پتہ لگانے کے لئے جمع ہو گئے
اور رقم میں سخت فتنہ رونما ہو گیا تو خدا نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ ان سے کہو کہ ایک گائے ذبح
کریں اور اس کا گوشت اس میت کے ساتھ مس کریں وہ مردہ زندہ ہو جائے گا جب موسیٰؑ
نے انھیں یہ حکم سنایا تو کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ تمسخر کرتے ہو۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ یہ تو
جاہلوں کا کام ہے، میں تو تمھیں خدا کا حکم سناتا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ مردہ مردہ سے مل کر کیونکر
زندہ ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا مرد و عورت کے مردہ لطفوں کے ملنے سے زندہ پتھر نہیں
پیدا ہو جاتا۔ وہ کہنے لگے کہ اچھا وہ گائے کس صفت کی ہو۔ موسیٰؑ نے حکم خدا بتایا کہ وہ
نہ ہو چھیا۔ جوان عمر کی ہو۔ پھر کہنے لگے کہ کس رنگ کی ہو، موسیٰؑ نے بامر خدا بتایا کہ زرد
رنگ کی ہو کہ دیکھنے والوں کو بھلی معلوم ہو۔ پھر کہنے لگے کہ اس سے زیادہ صفت بیان
کرو۔ کیونکہ ایسی صفتوں کی گائیں بہت ہیں تاکہ ہم صحیح طور پر معلوم کر سکیں۔ موسیٰؑ نے کہا کہ

وہ گائے ایسی ہو کہ وہ نہ ہل چلاتی ہو اور نہ پانی کھیتوں میں دیتی ہو۔ بے عیب ہو کوئی داغ و خیر نہ ہو کہنے لگے کہ اب ہم خوب سمجھ گئے۔ انشاء اللہ فراہم کر لیں گے۔ چنانچہ مذکورہ صفات کی گائے دُبی تھی جو باپ نے اپنے فرمانبردار مذکورہ بیٹے کو بخشی تھی۔ اس کے پاس آئے اور اس کی قیمت پوچھی تو اس نے کہا کہ اس کی کھال بھر کر سونا اس کی قیمت ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ حضرت موسیٰؑ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ وہ تو قیمت بہت بتاتا ہے، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ تم نے کٹ تجتی کر کے یہ مشکلات خود مول لی ہیں۔ ورنہ کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو کام بن جاتا۔ اب تو اسی کو خریدنا ہے اور کوئی چارہ نہیں۔ تمہیں وہی گائے خریدنا پڑے گی۔ چنانچہ انھوں نے باہم مل کر اس گائے کو خریدا اور ذبح کیا اور کھال بھر کر سونا دے دیا اور یہ اللہ نے اس بیٹے کو اجر دیا جس نے اپنے باپ کی خدمت اور اطاعت کی تھی۔ جب گائے ذبح کر چکے تو حضرت موسیٰؑ نے حکم دیا کہ اس کی دُم لے کر مردہ کے مارو۔ چنانچہ دُم لگانا تھا کہ مردہ زندہ ہو گیا اور اس نے بتلا دیا کہ فلاں شخص میرا قاتل ہے جو میرا چچا زاد بھائی ہے یہ دُبی شخص تھا جو خون کا دعوے دار بن کر حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد عایمل پھر مر گیا۔ لیکن ایک دوسری مستند روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے اسے زندگی بخشی اور وہ ایک مدت تک بقید حیات رہا۔ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے کہ خداوند عالم کی عنایت سے وہ سونا جو اس کی کھال میں بھرا گیا تھا وہ پچاس لاکھ اثرفینوں کا تھا اور خدا نے یہ کرم اس لئے کیا کہ وہ شخص جو گائے بیچنے والا تھا وہ محمدؐ و آل محمدؐ پر برابر درود بھیجا کرتا تھا۔ پھر اس کے مال کی حفاظت بھی اسی طرح ہوئی کہ وہ برابر درود پڑھا کرتا تھا۔

جنگِ عمالِقہ کی مہم | مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لئے ہوئے جو سفر تھے اور وادیِ سینا سے چل کر وادیِ فاران میں پہنچے وہاں پہنچ کر آپؑ نے قیام فرمایا۔ بروایت زبدۃ التواریخ آپؑ کا قیام وہاں کل ۹ یوم رہا۔ دورانِ قیام ”فاران“ میں پروردگار عالم کا حکم پہنچا کہ اے موسیٰؑ اپنا لشکر درست کر کے ”ارض مقدسہ“ کو دستِ جبارہ و عمالِقہ سے الگ کرانے کے لئے آگے بڑھو، اور پوری جانفشانی کے ساتھ کوشش کر کے اسے حاصل کر لو، کیونکہ میں نے اس کا فیصلہ کر لیا ہے کہ اسے

لے ارض مقدس کی تعین میں اختلاف ہے کوئی بیت المقدس کو مقرر دیتا ہے۔ کوئی اہلیات کو۔ کوئی طور سینا کو کوئی فلسطین کو، کوئی نواحی اردن کو، کوئی یورے شام کو، میرے نزدیک فلسطین کو ترجیح ہے جس میں بیت المقدس اور خلیل الرحمن۔ (مقامِ مقابرِ انبیاء) شامل ہیں۔

حاصل کر کے بنی اسرائیل کو اسی میں رکھوں گا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس مقصد کے لئے اسباط کی اولاد سے بارہ افراد کو منتخب کر کے ان کو حکم دیا کہ تم لوگ جا کر بنی عمالیق اور بنی عناق کے حالات معلوم کرو اور صبح پر رپورٹ پیش کرو تاکہ ہم ان سے مقابلہ کا صحیح پروگرام بنا سکیں اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر بارگاہِ خداوندی میں سرخرو ہو سکیں۔ حضرت موسیٰؑ کے حکم سے وہ بارہ افراد جو منتخب کئے گئے تھے اور جن کو نقباء بنی اسرائیل کہا جاتا ہے، جناب یوشعؑ بن نون اور جناب کالبؑ بن یوحنا کی قیادت میں جانبِ جنوب روانہ ہو کر ارضِ مقدس میں پہنچے اور بمقام ”جبرون“ وارد ہوئے۔ جبرون وہ مقام ہے جس جگہ حضرت ابراہیمؑ وغیرہ دفن ہیں۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے بروایت ناسخ التواریخ اولادِ عناق کو دیکھا جن کے نام اجمانی، سنائی، تلمانی تھے اور یہ بھی دیکھا کہ یہ لوگ عوج بن عناق کی خدمت میں مشغول ہیں۔ ان لوگوں نے اس مقام سے انکور وغیرہ حاصل کیے تاکہ حضرت موسیٰؑ کو اس کی سرسبزی اور شادابی سے آگاہ کر سکیں، اس کے بعد وہ لوگ ایک دریا عبور کر کے کنعان تک پہنچے اور وہاں دیکھا کہ اولادِ عمالیق بن الیفاز بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام برسرِ اقتدار ہے اور ان کی فوج کے لوگ بڑے بڑے چوڑے اور نہایت موٹے تازے ہیں، بروایت روضۃ الصفا جب نقباء بنی اسرائیل دارالحکم کے قریب پہنچے تو عوج بن عنق جو کہ غنیمت جثہ اور قوت بدن میں بہت ممتاز تھا اور جو بروایت لغات الحدیث وحید الزمان حیدر آبادی وہ اتنا طویل تھا کہ سمندر سے پھلی پکڑ کر آفتاب میں بھونتا اور کھاتا تھا، اس نے ان بارہ نقیبول کو جب دیکھا تو سمجھ گیا کہ بنی اسرائیل کے متعلق جو ہم سُن رہے تھے کہ وہ ہم سے لڑنے والے ہیں تو بے شک یہی لوگ ہوں گے جو ہم سے عزمِ جنگ کر کے آئے ہیں۔ یہی خیال کرتے ہوئے اس نے ان لوگوں کو جن کے قد دس گز لمبے اور پانچ گز چوڑے تھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اپنی جیب یا آستین یا دامن میں رکھ کر بادشاہ کے پاس لے گیا اور اس کے سامنے ان کو چھوڑ کر کہا کہ یہ ہم سے لڑنے آئے ہیں، ان کی بساط بس اتنی ہے کہ میں انھیں جیب میں رکھ کر لایا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کی مال نے جب ان لوگوں کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ جیب میں لائے گئے ہیں تو اس سے کہا کہ بیٹا کیوں ان بیچاروں کی جان لیتا ہے انھیں چھوڑ دے۔ طبری میں ہے کہ اس کی بیوی نے چھوڑنے کی سفارش کی تھی چنانچہ وہ وہاں سے چھوٹ کر بروایت ناسخ التواریخ ”بعد از چیل روز مراجعت کردند“ پھلیس دن کے بعد حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں پہنچے۔ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کر کے طے کیا تھا کہ عمالقہ کی جماعت جثہ اور ان کی بہادری کا ذکر عام بنی اسرائیل سے نہ کیا جائے۔

ورنہ سب ڈرجائیں گے اور ان سے لڑنے کے لئے کوئی بھی تیار نہ ہوگا۔ لیکن جب وہاں پہنچے اور حضرت موسیٰؑ کو حالات سے باخبر کر کے تو یوشع بن نون اور کالبت بن یوحنا کے علاوہ کوئی مذکورہ فیصلہ پر قائم نہ رہا اور سب سے علاقہ کی کیفیت بیان کر دی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی اسرائیل کے ہاتھ پاؤں صرف خسر کر پھول گئے اور وہ بالکل ہی ہمت ہار گئے۔ جناب یوشع بن نون اور جناب کالبت بن یوحنا انھیں ہر طرح سمجھاتے رہے اور وہاں کی سرسبزی وغیرہ کا حوالہ دیتے رہے۔ لیکن انھوں نے ایک نہ مانا، حضرت موسیٰؑ بھی ان کو سمجھانے میں مبالغہ کرتے رہے۔ لیکن سب بے سود ثابت ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ موسیٰؑ یوشعؑ کالبتؑ۔ ان بنی اسرائیلیوں کو جنگ علاقہ کے سلسلہ میں سبز باغ دکھاتے رہے۔ اور وہ لوگ ٹکاسا جواب دیتے رہے۔ آخر الامر کہہ دیا کہ ”اگر ترامیل حکومت و تصرف ان بلاد است“۔ اے موسیٰ اگر تم ان پر حکومت کرنا چاہتے ہو، اور ان کے شہر دل کو اپنے تصرف میں لانے کے خواہشمند ہو تو ”اذھب انت و ربک فقاتلا، اناھنا قاعدون“۔ تم اپنے خدا کو ساتھ لے جا کر ان سے لڑو، ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰؑ سجدہ میں گئے اور فریاد کرنے لگے، خدایا ہم ان نافرمانوں سے عاجز آگئے ہیں۔ اب ہم دونوں کو ان سے جدا کر دے، خدا نے عذاب کا حوالہ دیا۔ موسیٰؑ نے درخواست کی مالک عذاب نہ بھیج۔ ارشاد ہوا جاؤ موسیٰؑ تمہارے کہنے سے عذاب نازل نہ کر دیا گا۔ لیکن انھیں اسی جنگل میں سرگرداں رکھ دیا گا۔ مقصد یہ ہے کہ بنی اسرائیل مصر واپس جانا چاہتے تھے اور علاقہ سے جنگ کر کے شام جانا نہیں چاہتے تھے۔ اب ان کی سرگردانی کا یہ عالم ہوا کہ بارہ فرسخ یا بروایت ۴ یا ۵ فرسخ میں چالیس سال جکر لگاتے رہے۔ صبح کو چلتے تھے تو شام کو اسی روانگی کی جگہ واپس پہنچ جاتے تھے اور صبح کو منزل اول پر موجود ہوتے تھے۔

مختصر یہ کہ بنی اسرائیل جنگ علاقہ کے لئے نہ گئے اور حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ دیوشع بن نون و کالبت جنگ کی طرف متوجہ ہوئے اور جنگ کی۔ حضرت موسیٰؑ نے عوج بن عنق کو قتل کر دیا۔ تواریخ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا قد دس گز لمبا تھا۔ آپ کا عصا بھی دس گز کا تھا۔ آپ اس عصا پر ٹیک دے کر دس گز بلند ہوئے اور عوج پر حمل کیا تو آپ کا عصا اس کے ٹخنے پر لگا اور وہ زخمی ہو کر گر گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا قد چالیس گز لمبا تھا اور آپ کا عصا بھی چالیس گز کا تھا۔ طبری میں ہے کہ اس کی لاش زمین پر پڑی رہی اور چالیس سال کے بعد جب شام وغیرہ فتح ہو چکا اور تہہ میں سرگردانی کی مدت ختم ہوئی تو اس کی ہڈی کو ڈونل پر پھل بنانے کے لئے لایا گیا اور عرصہ دراز تک اس کا پھل بنا رہا۔

عوج بن عوق کے وجود کی بحث

اسے عوج بن عوق اور عوج بن عناق بھی کہتے ہیں۔ بعض مؤرخین نے اس کے وجود سے انکار کیا ہے۔ لیکن میں نے اسی کتاب کے گزشتہ صفحات میں عناق کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عناق حضرت آدمؑ کی لڑکی تھی۔ جو اس عہد میں پیدا ہوئی تھی۔

جب حضرت آدمؑ جنت سے زمین پر آئے تھے اور ان کا قد بہت طویل تھا۔ یہ لڑکی حضرت آدمؑ کے اسی عہد کی یادگار تھی جس عہد میں وہ بہت طویل القامت تھے اسی طرح عناق کے خاوند کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ لیکن اس وقت تک قاموس اور منہجی الارب میری نظر سے نہیں گزری تھی۔ ان کتابوں کی عبارت سے استنباط کرنے پر یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ اس کے خاوند کا نام ”عوق“ تھا۔ کیونکہ ان دونوں معتبر کتابوں قاموس باب ق فضل ج ص ۲۴ ج ۳ طبع مصر ۱۹۳۳ء اور منہجی الارب ج ۳ ص ۱۲۱ باب ج فضل ع میں عوج کو ابن عنق لکھنے کی مخالفت کی ہے اور عوج بن عوق تحریر کیا ہے۔ کیونکہ اولاد کا انتساب باپ سے ہوتا ہے، اب رہ گیا یہ کہ عوق کہاں سے آیا۔ اس کے متعلق میرا تاریخی استنباط یہ ہے کہ وہ بنی الجان میں سے تھا اور اس کا امکان بھی ہے۔ کیونکہ قایل کے لئے جنینہ اور شیت ویا فث کے لئے سورہ کا آنا مسلمات سے ہے جیسا کہ مذکور ہوا تو عناق کے لئے ”عوق“ کا بنی الجان میں سے ہونا بعید از قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ دیوبیکر عورت کا خاوند دیوبی ہو سکتا ہے۔ حیات الحیوان ج ۱ ص ۲۲ میں ہے کہ جنوں کی ایک قسم انسانوں جیسی ہوتی ہے۔ قاموس ج ۳ ص ۲۴ اور منہجی الارب ج ۳ ص ۲۴۹ میں یہ بھی ہے، عوق لنوح والد عوج الطویل ”عوق بڑا نوح ہے اور یہ شخص عوج طویل کا والد تھا، ۱۰ المجد ص ۵۱ میں ہے کہ عوق اس مرد کو کہتے ہیں جس میں کوئی خیر نہ ہو اور وہ لوگوں کو خیر سے روکتا ہو۔

عناق کے متعلق حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ”ان ادل من بغی علی اللہ عناق بنت آدمؑ فقتل قتله اللہ عناق الخ“ سب سے پہلے جس نے خدا سے بغاوت کی وہ عناق بنت آدمؑ تھی، وہ ایک جریب زمین پر بیٹھتی تھی، اس کے پس منظر انگلیاں تھیں اور ہر انگلی میں دو ناخن تھے۔ خدا نے ایک شیر کو بائیں ہاتھ کے برابر اور ایک بھیڑیے کو اونٹ کے برابر اور ایک گدھ کو بچھر کے برابر پیدا کر کے انھیں سے اُسے مروا دیا۔ (سفینۃ البحار ج ۱ ص ۲ ص ۱۸ طبع نجف اشرف و مجمع البحرین ص ۲۸ و نسخ التواریخ ج ۱ ص ۸۲ و رسائل ثعلبی ص ۱۳۶ طبع مصر اسی کتاب کے ص ۲۴ میں ہے کہ یہ آدمؑ و حوا کی پہلی اولاد تھی۔ یہی کچھ تاریخ خمیس ج ۱ ص ۶۸ میں بھی ہے۔

اب رہ گیا عوج کے وجود اور اس کے طول قامت اور جنگِ عمالقہ میں حضرت موسیٰ سے لڑنے اور انہیں کے ہاتھوں قتل ہونے کا مسئلہ تو ان امور کے متعلق مؤرخین اسلام نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ کتاب المغازی محمد بن اسحاق میں ہے کہ عوج اتنا لمبا تھا کہ وہ سمندر کے کنارے بیٹھ کر قعر سمندر سے مچھلیاں نکال لیتا تھا۔ اور انہیں سورج سے بھون کر کھاتا تھا۔ تاریخ ابن خلدون کے ترجمہ کے دیباچہ کے ص ۱۹ میں ہے کہ محمد ابن اسحاق کی وفات ۲۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ یہ تابعی تھا اور مدینہ کا رہنے والا تھا۔ اس نے کتاب السیرت والمبتداء والمغازی لکھی ہے۔ مقدمہ ابن خلدون کے ص ۳۲ میں اسے بڑے پائے کا مؤرخ لکھا گیا ہے۔ اسوۃ الرسول ج ۱ ص ۳۵ میں ہے کہ ابن اسحاق کتاب التیجان کا بھی مصنف تھا۔

۲۔ تاریخ طبری فارسی ج ۲ ص ۱۶۶ میں ہے کہ عوج بہت طویل قامت تھا اس نے جنگِ عمالقہ میں حضرت موسیٰ کے بھیجے ہوئے نقیبوں کو جن کی تعداد بارہ تھی ہاتھ سے پکڑ کر اپنے موزے میں رکھ لیا تھا۔ پھر انہیں اپنی بیوی کی سفارش سے چھوڑ دیا تھا۔

۳۔ عرائس المجالس امام ثعلبی ص ۱۲۶ مصر میں ہے کہ عوج کا قد ۳۳۳۳۳ ہاتھ لمبا تھا۔ وہ ابرے پانی نچوڑ کر پیتا تھا، قعر دریا سے مچھلی نکال کر آفتاب سے بھون کر کھاتا تھا۔ طوفانِ نوح میں اس کے ٹھٹھنے تک پانی تھا۔ جنگِ عمالقہ میں موسیٰ کی فوج پر اتنا بڑا پتھر ہاڑے اٹھا لیا تھا جو ساری فوج کو پس دیتا۔ لیکن خدا نے ہمدرد دیگر پرندوں کو بھیج دیا اور انہوں نے پتھر میں اس طرح چھید کر دیا کہ وہ پتھر اس کے گلے پر گیا اور حضرت موسیٰ نے اسے ڈنڈا مار کر ختم کر دیا۔ اس کی ہڈی کا روڈ نیل پر عرصہ دراز تک پل بنا رہا۔

۴۔ تاریخ روضۃ الصفحان ص ۲۱ میں ہے کہ طوفانِ نوح میں پانی چالیس گز پہاڑوں سے بلند ہو گیا تھا، لیکن وہ پانی عوج کے گلٹنوں تک پہنچا تھا۔ حالانکہ اس وقت اس کی عمر کسی کی منزل میں تھی۔ ص ۲۱ میں ہے کہ جنگِ عمالقہ میں عوج نے حضرت موسیٰ کے ان بارہ نقیبوں کو جن کے قد و سنل گز سے کم نہ تھے، اپنی آستین میں پکڑ کر رکھ لیا تھا۔

۵۔ ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۸۷ میں ہے کہ عوج حضرت آدم کی دختر عناق سے پیدا ہوا تھا۔ اس کا قد ۳۳۳۳۳ ہاتھ کا تھا۔ وہ ۳۰۰ سال زندہ رہا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

۶۔ عجائب القصص ص ۱۸ میں ہے کہ عوج حضرت موسیٰ کی فوج کو ایک پتھر کے ذریعہ ہلاک کرنا چاہتا تھا کہ ہمدرد غیرہ نے سوراخ کر دیا اور پتھر اس کے گلے میں آگیا اور حضرت موسیٰ نے اسے

قتل کر دیا، اس کے پاؤں کا پل ایک سال تک روڈ نیل پر بنایا۔ بحوالہ معارج النبوت
مرقوم ہے کہ اس کی عمر ۳۶۰۰ سال تھی۔ اسی کتاب کے صفحہ ۶۷ میں ہے کہ عوج بنیرہ آدمؑ تھا
اور عناق اس کی ماں تھی جو کہ حضرت آدمؑ کی دختر تھی اس کا قد ۳۳۳۳ گز کا تھا۔

۷۔ تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۶۳ طبع لبنان ۱۹۵۶ء میں ہے کہ عوج بن عوق جو مشہور ہے وہ
بہت سخت حملہ کرنے والا تھا۔ اُسے حضرت موسیٰؑ کی قوم نے شکست دی اور اسے قتل کر دیا۔

۸۔ لغات الحدیث علامہ وحید الزمان حیدر آبادی ج ۴ ص ۲۱۹ کتاب العین طبع کراچی میں ہے
کہ عوج کی عمر ۳۶۰۰ سال کی تھی۔ طوفان نوحؑ میں پانی اس کے گھٹنوں تک تھا۔ وہ مچھلی
سمندر کی تہ سے نکالتا تھا اور آفتاب میں بھون کر کھاتا تھا۔

۹۔ قاموس ج ۱ ص ۲۰۱ باب جم فضل عین طبع مصر ۱۹۳۲ء میں ہے کہ عوج حضرت آدمؑ
کے ماں پیدا ہوا تھا اور حضرت موسیٰؑ کے زمانے تک زندہ رہا اور عظیم خلقت کا تھا۔

۱۰۔ مفتی الارب ج ۳ ص ۲۴۲ باب عین فضل ج میں ہے: "ولد فی منزل آدمؑ فغاش الی
ضمن موسیٰ"۔ عوج حضرت آدمؑ کے ماں پیدا ہوا، اور حضرت موسیٰؑ کے عہد تک زندہ
رہا۔ اس کے قد کے طویل ہونے کے بارے میں عجیب نذر ہے۔

۱۱۔ مجمع البحرین علامہ طبریزی ص ۱۹۲ طبع ایران میں ہے کہ عوج سخت جابر تھا۔ اللہ اور اسلام کا
سخت دشمن تھا۔ وہ عظیم الجثہ تھا۔ سمندر سے مچھلی نکال کر سورج میں بھون کر کھاتا تھا اس
کی عمر ۳۶۰۰ سال کی تھی۔ طوفان نوحؑ میں پانی اس کے گھٹنوں تک تھا۔ جنگِ عمالقہ
میں حضرت موسیٰؑ نے اسے قتل کیا تھا۔

۱۲۔ حیات القلوب ج ۱ ص ۱۸۱ طبع ایران میں بحوالہ عرائس مذکور ہے کہ خداوند عالم نے حضرت
موسیٰؑ سے وعدہ فرمایا تھا کہ ارض مقدس کو جو کہ شام میں ہے انھیں عطا کرے گا، تاکہ
بنی اسرائیل اس میں قیام کریں۔ اس وقت شام پر عمالقہ کا قبضہ تھا۔ غرقِ فرعون کے
بعد جب شام جانے کے لئے حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا تو انھوں نے کہا کہ ہاں
تو عمالقہ قابض ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ چلو خدا کا حکم ہے ان سے جنگ کر کے اس
پر قبضہ کرو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم ان سے کیونکر لڑ سکتے ہیں۔ جب تک ہمیں ان کے حالات
معلوم نہ ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے بارہ اسباط کی نسل کے بارہ نقیب مقرر کر دیئے تاکہ یہ لوگ
وہاں جا کر حالات معلوم کریں، جب یہ لوگ وہاں بمقام ادیا پہنچے تو انھوں نے ایک
عجیب الخلق انسان کو دیکھا جس کا نام عوج بن عناق تھا جو سخت جابر اور بد معاش
تھا۔ اس کا قد ۳۳۳۳ گز کا تھا۔ وہ ایسا تھا کہ سمندر کی تہ سے مچھلی پکڑ کر آسمان کے

قریب سورج سے جھون کر کھاتا تھا۔ طوفانِ نوح کے وقت پانی اُس کے زانو تک پہنچا تھا اُس کی عمر تین ہزار سال کی تھی۔ اُس کی ماں عناق حضرت آدمؑ کی دختر تھی۔ جب عوج بن عناق نے ان لوگوں کو بابِ اریحا (شام) کے قریب دیکھا تو انھیں گردن سے پکڑ کر اپنے دامن میں رکھ لیا اور لے جا کر اپنی بیوی کے سامنے چھوڑ دیا اور چاہا کہ انھیں پاؤں سے مسل دے، تو اس کی بیوی نے کہا کہ ان غریبوں کو مار کر تجھے کیا ملے گا انھیں چھوڑ دے تاکہ یہ لوگ جا کر اپنوں سے تیری طاقت کا اظہار کریں اور کوئی تجھ سے لڑنے کے لئے نہ آ سکے۔ اس نے یہ بات مان لی اور انھیں چھوڑ دیا۔

وہ لوگ چالیس دن کے بعد حضرت موسیٰؑ تک پہنچے، ان لوگوں نے راستے میں مشورہ کر کے یہ بات طے کر لی تھی کہ کوئی بھی یہاں کے حالات و قوم والوں سے روتبائے ورنہ لوگ ڈھکیں گے اور کوئی بھی جنگ کے لئے نہ نکلے گا۔ صحیح حالات موسیٰؑ کو بتائے جائیں۔ لیکن یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا کے علاوہ سب نے اپنے گروہ سے صحیح حالات بتا دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب ہمت ہار بیٹھے اور حضرت موسیٰؑ کے ہمراہ ان سے لڑنے کے لئے کوئی بھی نہ نکلا۔ بالآخر حضرت موسیٰؑ علیہ السلام اپنے خواص کو لے کر ان سے نبرد آزما ہوئے۔ عوج نے جب ان لوگوں کو دیکھا تو کوفہ سے جا کر ایک بہت بڑا پتھر اٹھالایا اور چاہا کہ موسیٰؑ کے لشکر پر دے مارے اور سب ہلاک ہو جائیں۔ خداوندِ عالم نے اس کے ردِ عمل میں ہڈ ہڈ کو معین کیا اور اُس نے پتھر میں سوراخ کر دیا اور وہ پتھر عوج کے گلے میں پڑ گیا اور وہ بے بس ہو گیا۔ اسی دوران میں حضرت موسیٰؑ نے نہایت پھرتی کے ساتھ اپنے عصا پر اچھل کر اس کے ایک ڈنڈا مارا جو اس کے ٹخنے پر لگا اور وہ گر پڑا اور موت کے گھاٹ اتر گیا۔ روایات میں ہے کہ اس کی عمر ۳۷۰ سال تھی۔ عہدِ آدمؑ میں پیدا ہوا اور عہدِ موسیٰؑ میں فوت ہوا۔

۱۳۔ غیاث اللغات ص ۳۹۷ طبع نوکشتور میں ہے کہ عوج ایک طویل القامت مرد کا نام ہے جو حضرت آدمؑ کے زمانے میں پیدا ہوا تھا اور حضرت نوحؑ کے عہد تک زندہ رہا۔ اُس کی عمر ۳۵۰۰ سال تھی۔ طوفان کا پانی اس کے کمر تک تھا۔ عصائے موسیٰؑ کی زد سے مرا۔ اس کے باپ کا نام عوق تھا۔

۱۴۔ منتخب اللغات ص ۳۹۷ و ص ۴۱۸ طبع کا بنور ۱۹۱۲ء میں ہے، عوج ایک ایسے مشہور شخص کا نام ہے جو حضرت آدمؑ کے زمانے میں پیدا ہوا اور حضرت موسیٰؑ کے عہد تک زندہ رہا، اس کے باپ کا نام تھا عوق۔

۱۵۔ معارج النبوۃ فی مدارج الفتوت رکن ۷ فصل ۴ ص ۲۲۸ ج ۱ طبع نوکسور ۱۸۹۶ء مصنفہ ملا معین کاشفی میں ہے۔ عوج بن عنق حضرت آدمؑ کا نواسہ تھا۔ کیونکہ عنق حضرت آدمؑ کی بیٹی تھی۔ اس کے باپ کا نام ”سیحان“ تھا۔ اسے ماں کے نام سے شہرت حاصل ہوئی ہے۔ اس نے حضرت نوحؑ کی کشتی میں سوار ہونے کی خواہش کی تھی۔ طوفان نوحؑ کا پانی جو کہ پہاڑوں سے چالیں گز بلند تھا وہ اس کے زانوں تک پہنچا تھا، اس کا قد ۳۰۰ گز کا تھا جو کہ موجودہ گز سے ایک بالشت زیادہ تھا۔ وہ دریا سے مچھلی نکالتا تھا اور سورج میں بھونکتا تھا۔ اس کی ماں بھی بہت طویل تھی، ایک جریب زمین بیٹھتی تھی، اس کی انگلیاں ۳ گز لمبی تھیں اور دو گز موٹی تھیں، ہر انگلی میں دو ناخن تھے۔ دُختر آدمؑ ہونے کے باوجود وہ فاسق تھی۔ سانپوں کے ذریعہ سے ختم کی گئی۔ عوج حضرت موسیٰؑ کے زمانہ تک زندہ رہا۔ اس کی عمر ۳۶۰۰ برس کی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ جنگِ عمالقہ میں پہاڑ اس کے سر پر پھینک رہا تھا۔ بحکم خدا ابابیل نے پتھر میں سوراخ کر دیا اور اس کے گلے کا طوق بن گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اسے قتل کیا۔ دریا ئے نیل پر ایک سال تک اس کی ہڈی کا پل بنا رہا۔

۱۶۔ تفسیر حسینی ص ۱۳۹ میں ہے، عوج کا قد ۳۳۳ گز لمبا تھا۔ اس کی عمر تین ہزار سال تھی۔ عمالقہ کا قد بھی طویل تھا۔ کتاب تیسیر میں ہے کہ ۸ گز سے ۸۰ گز تک ان لوگوں کا قد تھا۔ ۱۷۔ تفسیر لباب التاویل مصنفہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الصوفی المعروف بالناظر ج ۲ ص ۲۱ طبع مصر میں ہے۔ عوج جس کی ماں حضرت آدمؑ کی بیٹی عنق تھی اس کا قد ۳۳۰ گز کا تھا، وہ سمندر کی تہ سے مچھلی پکڑ کر سورج سے بھون کر کھاتا تھا اور بادل کو پھوڑ کر پانی پیتا تھا۔

۱۸۔ معالم التنزیل ابوالفراء بغوی المتوفی ۱۱۶ھ بر حاشیہ خازن ص ۲۱ طبع مصر میں ہے۔ عوج بن عنق کا قد ۳۳۳ گز کا تھا۔ وہ بادل کو پھوڑ کر پانی پیتا تھا اور مچھلی قعر دریا سے پکڑ کر آفتاب سے بھون کر کھاتا تھا۔ حضرت نوحؑ کے طوفان کا پانی اس کے گھٹنوں تک تھا۔ تین ہزار سال زندہ رہا۔ حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں مارا گیا۔ جنگِ عمالقہ میں ایک مربع فرسخ کا پتھر حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے اپنے سر پر رکھ کر لارہا تھا کہ خدا نے ہڈی کو حکم دے دیا کہ وہ اس پتھر میں سوراخ کر دے۔ چنانچہ سوراخ کر دیا گیا اور وہ پتھر اس کے گلے کا طوق بن گیا، عوج کی ماں عنق بھی کافی طویل تھی وہ ایک جریب زمین میں بیٹھتی تھی۔

۱۹۔ لوامع التنزیل علامہ حائری لاہور ج ۶ ص ۳۲۹ طبع لاہور میں ہے، اس امر پر اجماع ہے کہ عوج بن عنق کو حضرت موسیٰؑ نے قتل کیا ہے۔

۲۰۔ تفسیر مجمع البیان ج ۱ طبع ایران سورہ مائدہ میں ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ جنگ عمارتہ میں جو سب سے اہم ہستی تھی وہ عوج ابن عنق کی تھی۔ جب حضرت موسیٰؑ کے پیچھے ہوئے بارہ لقیب دہاں پہنچے تو اس نے ان لوگوں کو پکڑ کر اپنی اس آستین میں رکھ لیا جس میں پہلے سے پھل لئے ہوئے تھا۔ اس نے انھیں لے جا کر اپنے سردار کے سامنے ڈال دیا اور کہا کہ یہ لوگ ہم سے لڑنے آئے ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ انھیں بھوڑ دو تاکہ یہ اپنی قوم میں واپس جا کر ہمارے حالات بیان کریں۔

۲۱۔ دلیل العرفان علامہ احمد علی امرتسری ص ۱۶ طبع لاہور میں بحوالہ تاریخ محمد بن اسحاق و تاریخ الدول قرمانی مرقوم ہے کہ عوج بن عنق کی عمر ۳۳۰ سال تھی۔ یہی کچھ تذکرہ خواص الامتہ میں بھی ہے۔

۲۲۔ النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین علامہ نعمت اللہ الجرائری ص ۱۶ طبع نجف میں بحوالہ قصص راندی مرقوم ہے کہ عوج بن عنق ہنایت ظالم اور جابر تھا۔ خدا اور اسلام کا شدید دشمن تھا۔ وہ بہت بسیط جسم رکھتا تھا اور خلقت میں بھی یکتا تھا۔ وہ سمندر کی تہ میں ہاتھ مار کر مچھلیاں نکالتا تھا اور آسمان کے قریب ہاتھ سے سورج میں اُسے بھون کر کھاتا تھا۔ اس کی عمر ۳۴۰ سال تھی۔ عوج نے ہمدان میں سیفند کے اندر بیٹھنے کی خواہش کی تھی جسے حضرت موسیٰؑ نے اس کے جسم کی جسامت اور کُفر کے حوالہ سے مسترد کر دیا تھا۔ طوفان کا پانی اس کے گھٹنے تک پہنچا تھا۔ وہ حضرت موسیٰؑ کے ہمدانک زندہ رہا اور انھیں کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔

۲۳۔ تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین ج ۱ ص ۲۳۹ میں ہے کہ عوج کا قد ۳۰۳۳ گز کا تھا۔ طوفان نوحؑ میں جب کہ پانی پہاڑوں سے ۴۰ گز اونچا تھا اس کے زانو تک اونچا تھا۔ اس کی عمر ۳۶۰ سال کی تھی۔ یہ سمندر سے مچھلیاں نکال کر اور سورج سے بریاں کر کے کھاتا تھا۔ جب کسی شہر سے خفا ہوتا تھا۔ اس پر پیشاب کر کے ڈوبادیتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے تک زندہ رہا۔ آخر ضرب عصائے موسیٰؑ سے ہلاک ہوا۔ قد حضرت موسیٰؑ کا ۶۰ گز اور عصا ۱۰۰ گز تھا۔ دس گز اچھل کر جب عصا مارا تھا تو اس کے ٹخنے پر لگتا تھا اس سے ہلاک ہوا۔ اتنی عمر کسی کی نہیں ہوتی۔ سوائے لقمان بن عاد کے جبکی عمر ۳۵۰ سال لکھی ہے۔

۲۴۔ علامہ حافظ فرمان علی اپنے مترجمہ قرآن مجید کے ص ۱۶۱ کے حاشیہ ۱ پر لکھتے ہیں کہ

جب فرعون دُوبِ مراء اور بنی اسرائیل کو مصر کی سلطنت ملی تو حکم ہوا کہ ارضِ مقدس میں قومِ عیالہ سے لڑو تو تم کو ایسے ہزار شہر مل جائیں گے کہ ہر ایک میں ایک ایک ہزار باغا ہیں۔ عرضِ حضرت موسیٰ نے بارہ قبیلوں میں سے ہر قبیلہ کے ایک شخص کو سردار بنا کر کوچ کیا۔ وہ بارہ سردار عیالہ کی تلاش میں جا رہے تھے کہ ان میں سے ہر شخص کی عوج بن عوق سے ملاقات ہوئی جس کا تین ہزار تین سو گز کا قد تھا اور بردایتے تین لاکھ سینتیس ہزار تیس گز کا اور اس سے بھی اس کا سر و سینہ باہر نکلا رہتا۔ ابر سے پانی پخوڑ کر استعمال کرتا۔ سمندر سے مچھلی نکال کر آٹا سے بھون لیتا۔ طوفانِ نوح کا پانی جو پہاڑوں سے بھی چار سو گز اونچا تھا۔ اس کی پنڈلی تک آیا تھا اور اس کی عمر تین ہزار برس کی تھی۔

عرضِ جب اس نے ان لوگوں کو دیکھا تو باوجود اسے کہ یہ لوگ بھی چالیس گز کے تھے۔ مگر ان کی لہجہ قدر اس کو سخت تعجب ہوا اور اس نے ان لوگوں کو اپنے دامن میں رکھ کر کہ میں مانڈھ لیا اور اپنی ماں کے پاس لاکر ڈال دیا جس کا نام عوق تھا۔ اور اس کی ایک ایک انگلی تیس گز کی تھی اور کہنے لگا کہ دیکھو یہ لوگ ہم سے لڑنے آئے ہیں۔ اس کی ماں نے کہا ان کو مارو نہیں بلکہ چھوڑ دو کہ ہمارا حال اپنے لشکر سے بیان کریں اور اُلٹے پاؤں پھر جائیں۔

جب یہ لوگ باع میں گئے تو ایک ایک انار اتنا بڑا دیکھا کہ اس کے پھلکے میں پانچ آدمی سما سکیں۔ خلاصہ یہ لوگ حضرت موسیٰ کے پاس آئے اور سارا قصہ چپکے سے بیان کر دیا۔ حضرت موسیٰ نے ان (بنی اسرائیل) کو لڑنے کی ترغیب دی اور لشکر لے کر پہنچ گئے۔ جب عوج نے سنا تو پہاڑ کا ایک ٹکڑا اپنے سر پر لے کر سارے لشکر کو تباہ کرنے کے ارادے سے چلا۔ خدا کی شان ایک جانور نے میرے ٹکڑے سے پتھر میں سوراخ کر دیا کہ وہ پتھر اس کے گلے کا طوق ہو گیا اور کسی طرح نکل نہ سکا۔ حضرت موسیٰ یہ دیکھ کر خوشی میں بڑھے اور اچھل کر ایک عصا مارا اور باوجودیکہ حضرت موسیٰ خود چالیس گز کے تھے۔ چالیس گز کا عصا تھا اور چالیس گز اچھلے اس پر بھی اس کے ٹخنے تک پہنچے۔

عرضِ وہ گرا اور بنی اسرائیل نے تو اداں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ نے ہر چند بہت دلائی مگر بنی اسرائیل کی بزدلی نے آگے نہ بڑھنے دیا اور اپنے ملک کو واپس آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ تین ہزار برس تک دریائے نیل پر اس کے پاؤں کی ہڈی کا پل

ملے مولانا مرحوم نے عوج کی ماں کا نام عوق تحریر کیا ہے۔ میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔

در اصل اس کی ماں کا نام عناق اور باپ کا نام عوق تھا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ ۱۲ :

بنادیا۔ والد اللہ اعلم بالصواب اداصح ہو کہ مجدد مذہب شیخہ حضرت علامہ مجلسی نے عوج کے واقعہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے: "ولیعلم ان ما ذکر فی عوج بن عناق فہی من روایات العامة" (صفیۃ البحار علامہ شیخ عباس قمی ج ۲ ص ۲۸ طبع نجف اشرف) عوج کے متعلق ہماری کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ روایات عامہ کی بناء پر ہے۔ میرے نزدیک عوج کے واقعہ کو تاریخی تواتر حاصل ہے بناء پر اسے تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا۔ یعنی اس کا تو احتمال ہے کہ اسکے بعض پہلوؤں میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہو لیکن واقعہ درست ہے۔ کیونکہ ایسی مخلوق کا ناقہ صالح کی مانند پیدا ہونا بعید از امکان نہیں ہے۔

جنگ عمالقہ اور بلعم بن باعور کا واقعہ **مورخین کا بیان ہے کہ عوج بن عوق کو قتل کرنے کے بعد جب حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل**

میں واپس پہنچے اور ان سے کہا کہ دیکھو خدا کی مدد سے میں نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا ہے جس سے بڑا اور بہادر در زمین خدا پر کوئی نہ تھا اور سنا اگر میں چاہتا تو سارے ملک کو فتح کر لیتا۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ تمھارے بغیر ملک فتح کر کے اس میں چلا جاؤں اور تم یہیں پڑے رہو، میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ تم دل مضبوط کرو اور میرے ساتھ چل کر جنگ کرو۔ کیونکہ خدا نے صاف حکم دے دیا ہے کہ یہ جنگ تم لوگوں کو ضرور لڑنی ہے، اگر تم اس میں کوتاہی کرو گے تو خدا کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔ اب تیار ہو جاؤ اور چل پڑو، خدا ہمیں کامیاب کرے گا۔ ان لوگوں نے اس کے جواب میں بروایت روضۃ الصفا کہا کہ اے موسیٰؑ ہم پر یہ مصیبت آئی ہوئی ہے۔ کہ اس وادی سے نکل کر باہر نہیں جاسکتے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے جنگ پر چلے جانے کے بعد ان لوگوں نے مصر بھاگ جانے کا عزم کیا تھا اور جب روانہ ہوئے تھے تو رات بھر چلنے کے بعد پھر اسی مقام پر آگئے تھے جس مقام سے چلے تھے۔ اسی واقعہ سے متعلق حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ ہم مصیبت میں گھر گئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو قدرت کے اس فوری انتقام سے افسوس ہوا۔ آواز آئی۔ "فلاناس علی القوم الفاسقین" اے موسیٰؑ فاسق لوگوں پر افسوس نہ کرو۔ بہر حال حضرت موسیٰؑ ان لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرتے رہے۔ مگر وہ کسی طرح تیار نہ ہوتے تھے، آخر الامر تیار ہو گئے اور حضرت موسیٰؑ سب کو لے کر جنگ عمالقہ کے لئے روانہ ہوئے۔ بروایت ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۲۴ حضرت موسیٰؑ بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ مقام "اموریان" جا پہنچے وہاں کے بادشاہ سیحون بن عوج بن عناق نے مزاحمت کی اور دونوں میں جنگ ہوئی بالآخر سیحون قتل ہوا۔ لشکر موسیٰؑ آگے بڑھ کر مقام "مواب" میں جا پہنچا جو کہ یردین کی ایک جانب حوالی آریحا میں واقع ہے۔ اس جگہ کا بادشاہ "بالاق بن صفور" تھا۔ اس نے جب سیحون کے قتل و غارت کا واقعہ سنا تو ہمت ہار بیٹھا اور اپنے ملک کو بچانے کے لئے

اس نے یہ ترکیب سوچی کہ بلعم بن باعور کی طرف رجوع کرے۔

بروایت صحیح البحرین وہ بنی اسرائیل کا عالم تھا۔ اس کا سلسلہ نسب بروایت عائشہ ثعلبی ۱۳۳ یہ تھا کہ بلعام بن باعور بن باعرا بن ابذ بن مارت بن لوٹ اور بروایت ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۲۴ یہ تھا، بلعم بن باعور بن سموم بن قمر سم بن ماس ابن لوٹ ابن لاوان اور بروایت مروج الذهب مسعودی ج ۱ ص ۲۲ طبع مصر یہ تھا بلعم بن باعور بن سنورا بن دسیم بن ناب بن لوٹ بن لاوان یہ مستجاب الدعوات تھا اور خدا کی بارگاہ میں اس کی بڑی عزت تھی۔ اسے خدا نے اسم اعظم تعلیم کر رکھا تھا۔ یہ جو دُعا کرتا تھا خدا اسے قبول فرماتا تھا۔ (ملاحظہ ہو تارخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۹۵) طبع لبنان ۱۹۵۶ء سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے اسوۃ الرسول کی ج ۱ ص ۲۸ میں اُسے نبی تحریر کیا ہے جو میرے نزدیک بالکل غلط ہے۔

کتاب سیفۃ البحار ج ۱ ص ۱۱ میں ہے کہ اس نے فرعون کے کہنے سے اس وقت جبکہ وہ حضرت موسیٰ کا پیچھا کر رہا تھا، حضرت موسیٰ کے خلاف دُعا کرنے کی سعی کی تھی اور ناکام ہوا تھا۔ یہ اگرچہ بنی اسرائیل میں سے تھا، لیکن دولت میں بک گیا تھا۔

عائشہ ثعلبی ص ۱۳۳ میں ہے کہ بلعم دراصل کنعانی تھا۔ لیکن بمقام بلعام سکونت پذیر تھا۔ بلعام یہ دُہی مقام تھا جس کو ناسخ میں بواب لکھا گیا ہے۔ اسے بلعام اس لئے کہتے تھے کہ اس کا بادشاہ بالق بن صفوراء تھا۔ الغرض بالق بن صفوراء نے اس وقت جبکہ بنی اسرائیل نے ان کے علاقہ میں ایک مقام پر خیمے لگائے تو اس نے انکان دولت کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیئے۔ ان لوگوں نے رائے دی کہ بلعم بن باعور سے کہنا چاہیئے کہ وہ بنی اسرائیل کے خلاف بددُعا کرے تاکہ یہ ہمارے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ چنانچہ بالق بن صفوراء نے بمقام "فتور" بلعم کے پاس چند آدمی بھیجے اور اس سے بنی اسرائیل کے حق بددُعا کرنے کی خواہش کی، جب مواب کے دوستا بلعم کے پاس پہنچے اور اس سے استدعا کی تو اس نے کہا کہ آپ لوگ آج ہمارے مہمان رہیں، ہم خداوندِ عالم سے اس کے متعلق اجازت حاصل کریں گے، بلعم بن باعور نے بوقت شب بارگاہِ خداوندی میں بنی اسرائیل پر بددُعا کے لئے درخواست کی، الامام ہوا کہ تم بنی مواب کا ساتھ نہ دو اور بنی اسرائیل کے خلاف بددُعا نہ کرو۔ کیونکہ بنی اسرائیل کی قیادت ایک نبی کر رہا ہے اور ہم اس سے بہت خوش ہیں۔ بلعم نے صبح کے وقت ان لوگوں سے کہہ دیا کہ میں بددُعا نہیں کر سکتا۔ مجھے خدا کی طرف سے اجازت نہیں ملی۔ وہ لوگ بالق بن صفوراء کے پاس واپس چلے گئے اور اس سے سارا واقعہ بیان کیا، اس نے پھر اور زیادہ معزز لوگوں کو بلعم کے پاس بھیجا اور تحفے تحائف بھی بہت کثیر بھیج دیئے، بلعم بن باعور پھر انکار کرنا

چاہتا تھا کہ اس کی بیوی آڑے آئی اور اس نے اسے مجبور کیا کہ معرّزین کی بات مان لے، اس سلسلہ میں شیطان نے بھی اس کی حمایت کی اور اسے مجبور ہو جانا پڑا۔

بالآخر وہ بالقی بن صفوراء بادشاہ وقت کے پاس جانے کو تیار ہو گیا اور فانی دنیا کے عوض میں دین کو فروخت کر بیٹھا، بلعم بن باعور نے اپنے دو خادموں کے لے کر امراء موآب کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنا گدھا منگو کر اس پر سواری کر لی یعنی اس پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ جب وہ اپنے گاؤں ”فتور“ سے نکل کر باہر پہنچا تو ایک فرشتہ ننگی تلوار لئے ہوئے گدھے کے سامنے ظاہر ہوا۔ گدھا اسے دیکھ کر دوسرے راستے پر چل پڑا، بلعم کو سخت غصّہ آیا اور اُس نے گدھے کو کوڑے لگائے اور اسے راہ راست پر لایا، وہ ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ پھر فرشتہ بصورت سابق ظاہر ہوا جسے صرف گدھا دیکھتا تھا وہ پھر راہ سے مڑ گیا، بلعم نے پھر کوڑا مارا اور وہ راستے پر چل پڑا۔ چند قدم کے بعد پھر فرشتہ ظاہر ہوا۔ اور گدھا راستے سے پھر گیا بلعم نے پھر اسے بہت زیادہ تلوار تو وہ بھارت خدا گویا ہوا کہ ”اے مالک میں تیرے پاس عرصہ سے ہوں۔ بتائیں نے کبھی سرکشی کی ہے اس نے کہا نہیں۔ گدھے نے کہا کہ میرے سامنے ایک فرشتہ شمشیر بکھ آتا ہے اور میں مجبور ہو جاتا ہوں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ فرشتہ بلعم پر ظاہر ہو گیا اور کہنے لگا کہ دیکھ تو سخت نافرمانی پر عمل کیا ہے میں تجھے کہتا ہوں کہ ایسا نہ کر اور بالقی بن صفوراء کے پاس نہ جا۔ بلعم بن باعور نے فرشتے کے کہنے پر کان نہ دھرا اور امراء موآب کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ جب بالقی بن صفوراء کو اس کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ لشکر سمیت اس کے استقبال کو نکلا اور بڑی عزت اور بڑے احترام کے ساتھ اسے اپنے یہاں لایا اور اسے ”کوہ باعل“ کے معبد میں ٹھہرایا۔ اس کے بعد اس سے کہا کہ تم بنی اسرائیل کے لئے بددعا کرو۔ بلعم نے کہا کہ سات مذبح خالی کرا دے اور سات گوسالے منگوادے۔ چنانچہ اس نے انتظام کر دیا۔ بلعم نے قربانی پیش کرنے کے بعد خدا سے اجازت چاہی حکم ہوا کہ ایسا مت کرنا۔ کیونکہ بنی یعقوب میری نگاہ میں ممتاز ہیں اور میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں۔ بلعم نے صورت حال سے بالقی بن صفوراء کو آگاہ کر دیا، اس نے کہا کہ اب ہم تم کو دوسری جگہ لے چلتے ہیں تم دہاں سے بددعا کرو۔ چنانچہ اسے مقام ”صوفیم“ میں لے گیا اور اس کے لئے مذبح اور

لے سفینۃ البحار ج ۱ ص ۳۸۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ بلعم نے گدھے کو اتنا مارا تھا کہ وہ مر گیا تھا۔ اسی وجہ سے

بلعم کی زبان سے اسم اعظم کا اثر جاتا رہا تھا۔ امام رضا فرماتے ہیں کہ تین جانور جنت میں جائیں گے (۱) حمار بلعم (۲) کلب اصحاب کعب (۳) وہ بھیڑیاجس نے اس پولیس کے سپاہی کے لڑکے کو کھالیا تھا جو ایک بادشاہ ظالم کے حکم سے مومنین کی ایک بستی کو تباہ کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا ۱۲۔

گوسالے کا مثل سابق انتظام کر دیا۔ بلعم نے پھر اجازت چاہی پھر وہی جواب ملا۔ جب اس نے بائق بن صفور سے بیان کیا تو اس نے بلعم کا ہاتھ پکڑا اور مقام ”سیمون“ کے بالائی حصہ میں لے گیا اور قربانی وغیرہ کا بندوبست کر دیا، اس نے پھر اجازت چاہی جواب وہی ملا جو پہلے مل چکا تھا، بلعم نے بائق سے کہا کہ نفرین و بددعا کی کوئی صورت نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی اثر پڑ سکتا ہے۔

بائع بن صفور نے کہا عجیب بات ہے کہ تجھ کو نہ مروت ہے اور نہ اس کا خیال کہ ہمارا ملک تباہ ہو رہا ہے اور نہ اس بات کا دھیان ہے کہ ہم نے تجھے تحائف بھیجے ہیں، شاندار استقبال کیا ہے، تو بنی اسرائیل کی حمایت میں لگنا ہوا ہے۔

بلعم بن باعور نے کہا کہ بددعا تو بے سود ہے، لیکن میں تجھے ایک ایسی ترکیب بتائے دیتا ہوں کہ اگر تو نے اس پر عمل کیا تو سو فیصدی کامیابی ہوگی۔ اس نے پوچھا وہ کیا ہے ؟ بلعم بن باعور نے کہا کہ تو اپنی مملکت کی تمام حسین و جمیل لڑکیوں اور عورتوں کو جمع کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دے اور انھیں ہدایت کر دے کہ وہ اُن لوگوں کو زنا کاری میں مبتلا کر لیں، یہ ظاہر ہے کہ فوج کے لوگ جب حسین عورتوں کو پائیں گے تو زنا ضرور کریں گے اور جب اس کام میں مبتلا ہوں گے تو خدا عذاب نازل کرے گا اور تیرا کام بن جائے گا۔

بائع بن صفور نے بلعم بن باعور کی رائے کو پسند کیا اور حسین و جمیل عورتوں اور لڑکیوں کو بنی اسرائیل کی فوج کے خیموں میں بھیج دیا۔ ان عورتوں کو دیکھتے ہی بہت سے افراد زنا کاری میں مبتلا ہو گئے۔ بروایت ثعلبی اس سلسلے میں ایک عورت جو نہایت حسین تھی جس کا نام ”کبتشا بنت صوریہ“ تھا، بنی اسرائیل کے ایک امیر کبیر کے پاس سے گزری جس کا نام ”زمری بن سلوم“ تھا جو کہ سمعون بن یعقوب بن اشحاق کے اسباط میں سے تھا۔ جب اس کی نظر اس عورت پر پڑی تو اس نے کمال فریفتگی کی حالت میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے لئے ہوئے حضرت موسیٰؑ کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ آپ تو یہ ضرور کہیں گے کہ یہ عورت حرام ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ بے شک یہ تمہارے لئے حرام ہے۔ اس پر اُس نے کہا ”واللہ لا اطیعک فی هذا“ خدا کی قسم میں اس کے بارے میں آپ کی اطاعت نہ کر دوں گا۔ اس کے بعد وہ اسے اپنی جگہ پر لے گیا اور اس کے ساتھ زنا کیا۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۱ ص ۱۱۳ طبع مصر ۱۳۴۸ھ میں ہے کہ ایک عورت حضرت موسیٰؑ کے خیمہ میں بھی ڈھکیل کر پہنچائی گئی۔ تاریخ البقاء ج ۱ ص ۱۳ طبع بیروت میں ہے کہ اس عورت کا نام ”القبتہ“ تھا۔ اس عظیم جسارت پر نیز لوگوں کی زنا کاری پر طاعون پھوٹ پڑا۔ نیز حکم خدا سے زنا کار بربر عام قتل کئے گئے۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ زمری بن سلوم کے

مشغول بہ زنا ہوتے ہی حضرت موسیٰؑ کا ایک خاص مصاحب جس کا نام ”فخاص بن عینار بن یارونؑ تھا جو کہیں باہر گیا ہوا تھا واپس آگیا۔ اسے جب اس کی حرکت اور حضرت موسیٰؑ سے بے ادبی کی خبر ہوئی اور اس نے طاحون کا طوفان دیکھا تو اپنا نیزہ لئے ہوئے زمري کے خیمہ میں چلا گیا اور ٹھیک ایسی حالت میں جبکہ وہ مشغول بہ زنا تھا ان دونوں کو نیزے میں چھید کر اٹھا لیا اور لے کر باہر چلا آیا اور باواز بلند کہا: ”اللہم ھکذا نفعل بمن یعصیک“ خدا یا میں اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کروں گا جو تیری معصیت کرے گا۔ خداوند عالم اس کے اس عمل سے خوش ہو گیا اور اس نے فوراً طاحون روک دیا۔ ناسخ التواریخ میں ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ میں نے ”فخاص“ کی اس خدمت کے عوض میں منصب خلافت اس کی نسل میں قائم کر دیا اور اسے بھی خلیفہ تمہارا بنا دیا۔ مروج الذهب مسعودی ج ۲ ص ۲۷ میں ہے کہ اس طاحون میں ستر ہزار بنی اسرائیل فوت ہوئے تھے۔

الغرض جب اس ہنگامے سے سکون حاصل ہوا تو حضرت موسیٰؑ نے اپنی فوج سے بارہ ہزار بہادروں کو منتخب کر کے ”فخاص بن عینار“ کی زیر قیادت جنگ کے لئے حکم دے دیا۔ چنانچہ وہ ان بہادروں کو لئے ہوئے اہل موآب پر حملہ آور ہوا اور اس نے ان کے پانچ صنادید اور سردار کو قتل کر ڈالا۔ جن کے نام یہ ہیں (۱) اوی (۲) رقم (۳) صور (۴) حور (۵) ربح۔ ان کے قتل ہوتے ہی ملک میں افری قفری پیدا ہو گئی۔ سب ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ آخر الامر بلعم بن باعور جس کی زبان مکینہ حرکتوں کی وجہ سے کتے کی مانند نکلی ہوئی تھی اور اسم اعظم اس کی زبان سے جا چکا تھا۔ وہ بھی سامنے آیا اور قتل کر ڈالا گیا۔ پھر ان لوگوں نے آگ لگائی۔ لوٹ مار کر غنیمت حاصل کیا۔ بروایت ناسخ التواریخ ان عورتوں کو جو لشکر موسیٰؑ میں تباہی ڈالنے والی تھیں اور زنا کی مرتکب ہوئی تھیں ان کو قتل کر ڈالا گیا اور جو باکرہ تھیں انھیں باقی رکھا گیا۔ تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۷۳ طبع لبنان ۱۹۵۶ء میں بسلسلہ جنگ عمالقہ مذکور ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے لشکر نے ان لوگوں کو شکست دی، ان کی زمینوں پر قبضہ کیا اور ”ادیکھا“ تک زمین اردن کے مالک بن گئے۔

قارونؑ اس کی سرکشی اور اس کا انجام | قارون عجمی لفظ ہے اسے عبرانی زبان میں بروایت ناسخ التواریخ قورح اور

بروایت روضۃ الصفا ”قاروح“ کہتے ہیں۔ اس کا سلسلہ نسب یہ ہے، قارون بن یصحار بن قہاث بن لیوی بن یعقوب علیہ السلام، یہ حضرت موسیٰؑ کا چچا زاد بھائی تھا نہایت حسین اور خوبصورت تھا اسی بناء پر اس کا لقب ”مؤتہ“ تھا۔ بنی اسرائیل میں اس کی عزت۔

بہت زیادہ تھی، لوگ اُسے موسیٰ و ہارون کے بعد سب سے بہتر جانتے تھے۔ یہ توبہ کی قرات اور اس کے علم میں موسیٰ و ہارون کے بعد سب سے اعلم سمجھا جاتا تھا۔ فقر و فاقہ میں گزارہ کرتا تھا اور عبادت گزاری میں بے نظیر تھا۔ حضرت موسیٰ جب بھی کوہ طور پر ستر آدمیوں کو لے جاتے تھے۔ اُن میں یہ ضرور ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ سے اُس نے علم توبہ حاصل کیا تھا اور کیا بنا ناسیسا تھا۔ بروایت ثعلبی غروج موسیٰ سے قبل قارون فرعون کی طرف سے عامل مصر تھا، کچھ دولت فرعون سے حاصل کی کچھ کمیہ گری سے پیدا کیا، شیطان کی امداد سے مالا مال ہو گیا۔ حضرت موسیٰ نے جب دریا عبور کیا تو قارون ساتھ تھا۔ ابھی اس کا مزاج بگڑا نہ تھا، لیکن خیالات کروٹ لے چکے تھے۔ بنی اسرائیل جب عذاب تیہہ میں مبتلا ہونے کے بعد عاف و استغفار میں مشغول ہوئے تو قارون نے توبہ و استغفار سے منع کیا اور کہا کیوں وقت ضائع کرتے ہو، توبہ و استغفار بے معنی چیز ہے۔ جب حضرت موسیٰ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس سے کہا کہ یہ حرکتیں چھوڑ دے اور بدستور اپنے راستے پر لگا رہ لیکن چونکہ دولت اس کے دماغ پر چھا چکی تھی لہذا اس نے آپ کی بات کی پرواہ نہ کی اور بردایت مجمع البحرین آپ سے استہزا کیا۔ حضرت موسیٰ کو بے انتہا دکھ ہوا، اور آپ وہاں سے اپنے گھر واپس آئے اور اگر صحن خانے میں رنجیدہ بیٹھ گئے۔ اس وقت آپ بالوں کا ایک جُبہ پہنے ہوئے تھے اور جوتیاں آپ کے پاؤں میں تھیں۔ آپ کے چلے آنے کے بعد قارون نے کچھ لوگوں کو بھیجا کہ وہ حضرت موسیٰ پر گیلی راکھ ڈال دیں، چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، غضب موسیٰ غضباً شدیداً۔ اس پر حضرت موسیٰ کو سخت غصہ آگیا اور آپ کے بال کھڑے ہو گئے۔ روایات میں ہے کہ موسیٰ کو غصہ آتا تھا تو کندھے کے بال اس طرح کھڑے ہو جاتے تھے کہ کپڑوں سے باہر نکل آتے تھے اور غول کے قطرات بالوں سے پٹکنے لگتے تھے، حضرت موسیٰ نے اسی غصہ کی حالت میں بارگاہ خدا میں عرض کی، مالک اب تیری توجہ درکار ہے تو قارون کی سرکشی کو دیکھ رہا ہے۔ خداوند عالم نے فرمایا کہ اے موسیٰ میں نے زمین کو تمہاری مکمل اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اب تم جس طرح چاہو اسے استعمال کرو۔ ناسخ التواریخ اور عرائس ثعلبی میں ہے کہ جب قارون بہت زیادہ دولت مند ہو گیا تو اس کا دماغ انسانیت سے باغی ہو گیا اور وہ جباروں اور سرکشوں کی راہ پر چل پڑا۔ وہ انتہائی سرکش ہو گیا اور اس نے یہ کوشش کی کہ تمام بنی اسرائیل اس کے تحت اطاعت آجائیں۔ اس نے اپنے لئے ایک عالی شان قصر تیار کیا اور ایک عظیم الشان تخت بنوایا جو زرد و جاہر سے مرصع تھا وہ اس پر بیٹھا کرتا تھا اور لوگوں کو جمع کر کے انھیں خوب کھلاتا پلاتا تھا۔ رقص و سرود کی محفلیں گرم کرتا تھا۔ جامہ ارغوانی پہنتا تھا اور سفید گھوڑے پر

سواری کرتا تھا اس کا یہ طریقہ ہو گیا تھا کہ چار ہزار خادموں اور ایک ہزار سیمیں بدن ایسی لڑکیوں کے جھرمٹ میں نکلتا تھا جو زیورات سے آراستہ ہوتی تھیں وہ اسی شان و شوکت سے نکل کر سارے علاقوں کا تفریحی سفر کرتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دنیا طلب لوگ شب و روز اسی طرح دولت مند ہونے کی تمنا کرتے تھے اور عبادت گزاری سے دُور بھاگتے جاتے تھے۔ اگرچہ علمائے عصر اسے برابر سمجھاتے تھے مگر وہ کسی کی ایک نہ سنتا تھا اور کہتا تھا کہ دولت میں نے اپنی حکمت و دانش سے حاصل کی ہے۔ میرے مقابلے میں کسی کو آنے کی جرأت نہیں کرنی چاہیے وہ یہ بھی کہتا تھا کہ اس قوم کی حکمرانی میرے لئے مسزادار ہے جو کوئی اور یہ ارادہ کرتا ہے وہ غلطی پر ہے وہ انھیں حکمتوں سے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے ساتھ دشمنی کا اظہار کرتا تھا، اس کی ہمنوائی آٹان و ابیرام پسران الیاب بن فلو بھی کرتے تھے جو کہ نسل یعقوب سے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے خزانے کی کنجیاں چالیس مردوں کا ہار تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ انھیں چالیس خچر لاوا کرتے تھے۔ عرائش میں ہے کہ کنجیاں کاغذ کی تھیں اور چالیس خچر دل کا ہار تھیں۔

ایک دن قارون نے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ پر یہ اعتراض کیا کہ ان لوگوں نے نبوت اور خدمت بیت القربان اپنے میں بانٹ لیا ہے۔ نبوت رسالت موسیٰؑ نے لے لی اور ریاست مذبح اور بیت القربان ہارونؑ اور ان کی اولاد کے سپرد کر دی ہے۔ حالانکہ ان میں کوئی مجھ سے بہتر نہیں ہے پھر بھی مجھے کوئی عہدہ نہیں دیا۔ جب حضرت موسیٰؑ کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا کہ نہ میں نے نبوت، دریاست خود حاصل کی ہے اور نہ خدمت مذبح۔ ہارونؑ کو میں نے دی یہ سب خدا کا کام ہے اور اسی نے یہ کچھ کیا ہے۔ (روضۃ الصفا ج ۱ ص ۹۹)۔

اس کے بعد اس نے حضرت موسیٰؑ کو ذلیل کرنے کے لئے ایک عورت کو جس کا نام ”میترا“ تھا اور جو بنی اسرائیل میں زنا کا مشہور تھی، اس کو بلوایا اور اسے بہت زیادہ زور و جواہر دے کر اس بات پر تیار کیا کہ وہ ٹھیک اس وقت جبکہ موسیٰؑ وعظ میں مشغول ہوں مجمع میں کھڑی ہو کر یہ کہہ دے کہ موسیٰؑ نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔ وہ مال و دولت لے کر چلی گئی اور اس موقع میں پھر لائی گئی جبکہ حضرت موسیٰؑ وعظ کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔

حضرت موسیٰؑ نے بروایت تعلیمی جب اپنے وعظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ ”من سرق قطعنا یدہ ومن افتر جلدناہ شمانین جلدۃ ومن زنی و لیس لہ امرأۃ جلدناہ مائتۃ جلدۃ وان کان لہ امرأۃ رجمنہا حتی یموت“ جو شخص چوری کرے گا اس کا ہاتھ کاٹ دینگا جو کسی پر افترا کرے گا اُسے اسی گورے مار دل گا اور جو ایسا شخص زنا کرے گا جس کے عورت نہ

ہوگی اُسے سو کوڑے ماروں گا اور جو ایسا شخص زنا کرے گا جس کے عورت بھی ہوگی تو اتنی دیر تک رجم کروں گا کہ وہ مر جائے گا۔

حضرت موسیٰؑ کا یہ فرمانا تھا کہ قارون کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰؑ اگر تم نے خود زنا کیا ہو تو تمہارے لئے کیا سزا ہوگی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ قانون خداوندی سب کے لئے یکساں ہے۔ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے مشہور زنا کارہ "سئیر" سے زنا کیا ہے۔ بتائیے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اس عورت کو میرے سلنے لاؤ۔ اور اس سے اپنے دعوے کے ثبوت میں بیان دلاؤ، قارون نے اس عورت کو مجمع میں کھڑا کر دیا اور کہا کہ اپنا بیان دے اور میری تصدیق کر۔ عورت مجمع میں کھڑی ہو کر مبہوت ہو گئی اور اس پر حق کا کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ بجائے موسیٰؑ کے خلاف کہنے کے، بول پڑی۔ اے موسیٰؑ! خدا گواہ ہے کہ قارون نے آپ کے خلاف بالکل غلط الزام لگا یا ہے۔ بات یہ ہے کہ اُس نے مجھے زرد جو اہر دے کر اس امر کے لئے تیار کیا تھا کہ میں اس کی سازش کو کامیاب بنانے میں اس کی مدد کروں۔ اس نے مجھے صرف اس مقصد کے لئے کہ میں آپ کو زنا کے الزام میں ملوث کروں۔ دوسرے ذریعہ زردیا ہے لیکن میں ایسا نہیں کر سکتی۔ آپ نے ہرگز ایسی بد فعلی نہیں کی۔ میں اس کی گواہی دیتی ہوں، اس کے بعد اس نے ان پتیلیوں کو جن پر قارون کی مہر لگی ہوئی تھی پیش کیا، اس طرح قارون کا بغض اور اس کی حرکت لوگوں پر واضح ہو گئی۔ روضۃ الصفا ج ۱ ص ۹۱ میں ہے کہ اس زانیہ نے اس واقعہ کے بعد مجمع میں کھڑے ہو کر کلمہ "لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ" پڑھا اور مسلمان ہو گئی۔

اس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اے قارون تو نے یہ کیا حرکت کی؟ تجھے شرم نہیں آتی کہ تو اتنا مالدار ہونے کے باوجود زکوٰۃ نہیں نکالتا اور الٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہے۔ لہذا لعن میں مشغول رہتا ہے اور بہتان طرازی کو اپنا شعار بناتا ہے۔

قارون نے کہا کہ اے موسیٰؑ تم یہ نہیں سوچتے کہ تم سے اور ہارونؑ سے بہتر اس قوم میں لوگ موجود ہیں۔ لیکن تم نبی اور ہارونؑ تمہارے وصی بنے بیٹھے ہیں، اس پر تم قناعت نہیں کرتے اور مال زکوٰۃ وصول کر کے مال دار بننا چاہتے ہو اور لوگوں کو فقیر بنا دینا چاہتے ہو۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ میں خود نبی بنا ہوں نہ ہارونؑ وصی اور نہ زکوٰۃ اپنے لیے از خود وصول کرتا ہوں۔ یہ سب خدا کی طرف سے ہے وہ جسے اہل سمجھتا ہے اس کو اپنے منصب کا ذمہ دار بناتا ہے۔

ایک دن حضرت موسیٰؑ مذبح کی طرف سے گزرے تو دیکھا کہ قارون اور آٹان و ابیرام اور

دیگر ۲۵۰ امراء دروڑ سایہ بٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو وحی ہوئی کہ موسیٰؑ اس مقام سے ہٹ جاؤ میں عذاب نازل کر رہا ہوں تاکہ انھیں اپنے کئے کا نتیجہ معلوم ہو جائے اور سب لوگوں کے ہوش درست ہو جائیں۔ حضرت موسیٰؑ فوراً سجدہ میں گر گئے اور عرض کی مالک ایک شخص کے گناہ سے ساری قوم تباہ نہ فرمائی جائے۔

حضرت موسیٰؑ کی درخواست منظور کر لی گئی اور عذاب سے لوگ بچ گئے، پھر خطاب آیا کہ اے موسیٰؑ اپنی قوم سے کہہ دو کہ ممکن قارون کے پاس سے ہٹ جائے میں آگ برسا کر اُسے تباہ کر دوں گا۔ حضرت موسیٰؑ نے لوگوں کو بٹھا دیا اس کے بعد قارون۔ آتان۔ ابیرام، ایک مقام پر اپنے بال بچوں سمیت جمع ہوئے اور حضرت موسیٰؑ کی بارگاہ میں عرض پر داز ہوئے کہ مالک جس طرح تو نے مجھے فرعون پر قدرت دی ہے قارون پر بھی دے دے تاکہ میں تیری وعدہ اور اپنی نبوت کو اس پر ثابت کر سکوں۔ حکم ہوا کہ میں نے زمین تابع فرمان بنا دیا ہے جو چاہو اس سے کام لو۔

یہ سن کر حضرت موسیٰؑ نے زمین کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو نکل لے زمین نے گھٹنے تک اسے اپنے میں دھنسا لیا۔ قارون نے کہا کہ موسیٰؑ نے اچھا جاؤ کیا ہے آپ نے پھر حکم دیا زانو تک اندر چلا گیا پھر کمر تک اندر ہو گیا، اس کے بعد گھبرا اٹھا اور فریاد شروع کی آپ نے ایک نہ سنی اور بار بار حکم دیا یہاں تک ستر مرتبہ حکم دیا اور وہ تھوڑا تھوڑا زمین میں اترتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ کفر کے یہ اصحاب ثلاثہ ناپید ہو گئے اور زمین بند ہو گئی اور یہ غائب ہو گئے۔ لوگ اس مقام سے بھاگ نکلے کہ ہمیں اس عذاب کا اثر ہم تک نہ پہنچے۔ پھر چند منافقین نے کہا کہ موسیٰؑ نے یہ سب کچھ اس لئے کیا ہے تاکہ اس کے مال پر قبضہ کر لیں، حضرت موسیٰؑ کو اس خیال کی اطلاع بطور کشف ہو گئی۔ انھوں نے دعا کی اور اس کا سارا مال بھی زمین کے لطف میں چلا گیا۔ اس کے بعد آسمان سے آگ آئی اور اس کے تمام مصاحبوں کو جلا کر خاکستر کر گئی۔

مصر سے ارض مقدس تک کے منازل | ہم ذیل میں ان منازل و مقامات کا ذکر کرتے ہیں جو حضرت موسیٰؑ اور

بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے بعد سے ارض مقدس تک پہنچنے کے دوران میں درپیش ہوئے ہیں اور جن مقامات پر ان لوگوں نے قیام کیا ہے اور جن منازل کو طے کر کے چالیس سال میں ابتدائے ارض کنعان تک پہنچے ہیں۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے زمین موآب تک فتح کیا تھا ان کے بعد حضرت یوشع بن نون نے فتح کر کے ارض مقدس پر قبضہ کیا تھا۔ یہ لوگ (۱) رعیس (مصر) سے روانہ ہوئے

(۲) ”سوکت پہنچے تھے پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۳) ”ایٹام پہنچے پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۴) ”فیہجروت“ پہنچے جو لیل صفوں کے برابر اور ”مجدولی“ کے سامنے واقع ہے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر دریائے بخور گرنے کے بعد تین روز میں بیابان ایٹام کو طے کرتے ہوئے (۵) ”مارہ میں پہنچے پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۶) بمقام ”الیم“ پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۷) بحر قزح کے کنارے ٹھہرے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۸) بیابان ”سین“ میں پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۹) ”دافقہ“ پہنچے پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۱۰) ”الوس“ پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۱۱) ”رفیدیم“ پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۱۲) ”بیابان سینا“ میں وارد ہوئے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۱۳) بمقام ”فاران“ پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۱۴) ”قبروت حادہ“ پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر حصیروت در شمر در تون فارص دلبہ و رسہ کو طے کرتے ہوئے (۱۵) بمقام ”ہیللاشہ“ پہنچے پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۱۶) ”کوہ سافر“ پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۱۷) ”حرادہ“ پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۱۸) ”مقیہلوت“ پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۱۹) ”تاجت“ پہنچے پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۲۰) ”تارج“ (۲۱) ”منشقہ“ (۲۲) ”حسونہ“ (۲۳) ”موسیروت“ (۲۴) بنی یعقان (۲۵) حور جد جاد (۲۶) یا طباشہ میں مختصر قیام کرتے ہوئے منزل بہ منزل بمقام (۲۷) ”عبروتہ“ پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۲۸) ”مھیون جایر“ پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۲۹) ”صین عرف قادیس“ پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر چالیسویں سال (۳۰) کوہ حور پہنچے جو کہ ملک ادم کی سرحد پر واقع ہے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۳۱) ”صلمونہ“ (۳۲) فونون (۳۳) ابوت ان منزلوں کو مختصر قیام کے ساتھ طے کرتے ہوئے (۳۴) عباریم کے تودول میں پہنچے جو ”موآب“ کی سرحد پر واقع ہے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۳۵) دیہون جاد پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۳۶) ”علکون“ پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۳۷) بمقام ”بلا شام“ پہنچے پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۳۸) کوہستان عباریم میں پہنچے جو کہ مقام بنو کے رو برو واقع ہے پھر وہاں سے روانہ ہو کر (۳۹) مقام موآب کے میدان میں پہنچے جو کہ ”اریحا“ کے نزدیک بر لب ”آب یروین“ واقع ہے، یہ وہی جگہ ہے جس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انتقال فرمایا ہے۔ (ناسخ التواریخ) حضرت موسیٰ کے انتقال کے بعد حضرت یوشع بن نون نے اریحا کو فتح کیا تھا۔ اس کے بعد مقام ”عی“ کو فتح کر کے وہ داخل ارض مقدس ہو گئے تھے۔ اس کی تفصیل حالات حضرت یوشع بن نون میں عنقریب آئے گی۔

حضرت موسیٰ کی عمر وفات اور قبر کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ جب ان کا

انتقال ہو گیا تو حضرت یوشع بن نون کو اپنا جانشین بنایا۔ الیعقوبی ص ۳۵ میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے ایک اہم اجتماع میں ایک تقریر فرمائی اور آخر میں کہا فقد بلغتمکم دصایا اللہ و عرفتمکم امرہ فاتبعوا ذالک واعملوا بہ فقد اتت لی مائۃ وعشرون سنۃ وقد حانت وفاتی وھذا یوشع بن نون القیم فیکم بعدی فاسمعوا لہ واطیعوا امرہ فانہ یقضی بیدکم بالحق وملعون من خالفہ وعصاہ۔ میں نے خدا کے تمام ارشادات تم تک پہنچا دیئے اور اس کے احکام تمہیں بتا دیئے تم ان چیزوں کی اتباع کرنا اور ان پر عمل کرتے رہنا۔ اب میری عمر ایک سو بیس سال کی ہو چکی ہے اور میری وفات کا وقت آچکا ہے۔ اور سُنو! یہ ”یوشع بن نون“ ہیں جو تم پر میرے بعد حاکم ہوں گے، ان کی بات کان دھر کے سُننا اور ان کی دل و جان سے اطاعت کرنا، یہ تم میں حق کے ساتھ فیصلہ کریں گے۔ سُنو! وہ شخص ملعون ہو گا جو ان کی مخالفت کرے گا اور ان کی نافرمانی کرے گا۔ نسخ التواریخ ج ۱ ص ۲۱۰ میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک عظیم اجتماع سے خطاب کیا اور انہیں احکام توریت سے آگاہی بخشی، یہ واقعہ ہے مصر سے نکلنے کے چالیسویں سال کے گیا رحویں مہینے کی پہلی تاریخ کا۔ آپ نے نصائح فرمائے اور موعظہ سے بہرہ اندوز کیا اور آئندہ آنے والے واقعات و حالات کی نشان دہی کی اور بنی اسرائیل کی نافرمانی کے حوالے سے بخت نصر کے قتل و فارت کی طرف اشارہ کیا اور بتایا کہ میرے بعد جو پیغمبر آ رہا ہے۔ اُس کی اطاعت تم پر لازم و واجب ہوگی، اگر تم اس کی اطاعت نہ کرو گے تو میں تم سے آئندہ محاسبہ نہ کروں گا۔ پھر آپ نے ایک نوشتہ لکھ کر بنی یسوی کے مشائخ کے سپرد کیا۔ جب آپ نہایت لمبی چوڑی تقریر کر چکے تو ”یوشع بن نون“ را حاضر ساختہ بخلافت نصب کرد۔ یوشع بن نون کو بلا کر انہیں اپنا خلیفہ اور جانشین بنایا اور کہا کہ میں اس مقامِ دین سے باہر نہ جاسکوں گا اور مجھے اس مقام پر موت آئے گی، یہ وہ وقت تھا جب کہ مصر سے نکلنے والوں میں سے ان کے اور یوشع و کالبت کے علاوہ کوئی بھی باقی نہ تھا اور جتنے لوگ تھے وہ سب ان فوت شدہ لوگوں کی اولادیں تھیں اور تعداد میں ایک روایت کی بنا پر اتنے ہی لوگ تھے جتنے مصر سے نکلنے کے وقت موسیٰ کے ہمراہ تھے۔

حضرت موسیٰ عجب اپنی تقریر سے فارغ ہوئے تو حکم خداوندی پہنچا کہ اے موسیٰ اب تم

لے اسی نبوی اصول پر حضرت رسول کریم نے غدیر خم میں خطبہ طویلہ کے بعد حضرت علیؑ کو بحکم خداوندی جانشین بنایا اور انتقال کے وقت اسی کے متعلق نوشتہ لکھ کر دینا چاہتے تھے جسے عمر بن خطابؓ نے لکھنے نہ دیا اور یہ کہہ کر ہنگامہ مچا دیا ”دعوا الرجل اذہ لہججہ“ اس مرد کو چھوڑ دو یہ ہذیان بک رہا ہے۔ کافی البخاری وارشاد الساری ۱۲

کو بچ کرنے والے ہو، اٹھو اور کوہ عیاریم پر چلے جاؤ جو زمین مواب پر اریحا کے رُوبرو ہے تاکہ میں تم کو وہ تمام مقامات دکھا دوں جن پر بنی اسرائیل کے قبضہ کا میں نے وعدہ کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ پہاڑ پر چلے گئے اور وہاں سے تابہ صغر زمین کنعان و اریحا کا معائنہ کیا اریحا وہ جگہ ہے جہاں سے بیت المقدس تک پہنچنے میں ایک دن کی راہ طے کرنا پڑتی ہے۔

زمین کے نظارے کے بعد آپ نے اسی زمین وادی مواب میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ عرائش ثعلبی ص ۱۳۹ میں ہے کہ وفات کے وقت آپ کی عمر ۱۲۰ سال کی تھی۔ علامہ جزائری نے آپ کی عمر ۲۴۰ سال تحریر فرمائی ہے۔ (النور البین ص ۲۵ طبع نجف اشرف)۔

آپ کے انتقال کے سلسلہ میں علمائے اہل سنت نے بہت سی مصححہ نیز روایات تحریر کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت موسیٰ مرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ ایک دفعہ ملک الموت آئے تو آپ نے ایک طمانچہ ان کے منہ پر مار دیا۔ ان کی آنکھ بھوٹ گئی۔ انھوں نے خدا سے شکایت کی، خدا نے آنکھ دُرست کر دی۔ پھر خطاب بھیجا کہ اگر تم چاہو تو جانور کے بالوں کے برابر سالوں تک تم کو زندہ رکھوں۔ لیکن آخر میں موت ضروری ہے، تب آپ نے مرنا منظور کیا۔ (عجائب القصص ص ۱۸۲) صحیح مسلم ج ۲ باب فضائل موسیٰ، عرائش ثعلبی ص ۱۳۹ میں ہے کہ طمانچہ مارنے کا واقعہ بالکل صحیح ہے جو اسے نہ مانے وہ گمراہ اور بدعتی ہے۔

طبری اور قصص علامہ جزائری میں ہے کہ حضرت موسیٰ پہاڑ پر تھے کہ ایک شخص کو آلات خضر قبر لئے ہوئے دیکھا۔ پوچھا کیا ارادہ ہے کہا ایک ولی خدا کے لئے قبر کھودنا چاہتے ہیں حضرت موسیٰ نے کہا کہ میں بھی تمھاری کچھ امداد کر سکتا ہوں اس نے کہا ضرور کریں۔ دونوں نے مل کر قبر کھودی اور جب قبر ناپنے کا سوال پیدا ہوا تو حضرت موسیٰ اس میں لیٹ گئے۔ قبر کھودنے والا ملک الموت تھا آپ کی روح قبض کر لی۔

قصص طہرانی ص ۱۲۴ میں ہے کہ آپ نے مقام مواب میں میلاد عیسیٰ سے (۱۱۱۶) سال قبل انتقال فرمایا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے ایک ماہ تک ماتماری کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ آپ کی قبر وادی مواب میں ہے۔ روضۃ الصفا ج ۱ ص ۱۱۱ میں ہے کہ یہ بنی اسرائیل را وفات موسیٰ تحقیق پیوست مدت یک ماہ مراسم تعزیت بجا آورده الخ۔

جب بنی اسرائیل کو یہ تحقیق ہو گئی کہ حضرت موسیٰ انتقال کر گئے ہیں تو انھوں نے ایک ہمدینہ تک عزاداری کا سلسلہ جاری رکھا۔ تاریخ اسلام علامہ محمد لشر انصاری کے ص ۱۱۱ میں ہے کہ آپ نے ۲۱ رمضان کو انتقال فرمایا تھا۔ یہی کچھ حیات القلوب اور قصص جزائری میں ہے آپ کی قبر کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کی قبر کسی کو معلوم نہیں۔ چنانچہ ناسخ التواریخ ج ۱

مثلاً میں ہے: "تاکون کس بر مقبرہ آنجناب واقف نیست" کوئی شخص اب تک آپ کے مقبرے سے واقف نہیں ہے۔ عرائش ثقلیٰ ص ۱۳۸ میں ہے: "ولم يعلم احد قبره من الناس" لوگوں میں سے کوئی نہیں جانتا کہ آپ کی قبر کہاں ہے۔ الیہتوبی ص ۳۵ میں ہے: "وقبرہ یوشع بن نون ولم یدر ابن قبرہ" ان کو حضرت یوشع بن نون نے دفن کیا ہے، کسی کو ان کی قبر معلوم نہیں ہے۔ عجائب القصص ص ۱۸۵ میں ہے: "گویند کہ قبر اورا ناپید گردند تا هیچ کس نہ داند کہ قبر او کجا است۔ کہتے ہیں کہ ملائکہ نے ان کی قبر گم کر دی تاکہ کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان کی قبر کہاں ہے۔ روضۃ الصفا ج ۱ ص ۱۵۱ میں ہے کہ "بالتفاق مجموع اہل تواریخ قبر موسیٰ معلوم نیست" اجماع اہل تواریخ کے مطابق، موسیٰ کی قبر کسی کو معلوم نہیں۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ کی قبر کس وجہ سے پوشیدہ کی جاسکتی تھی، کیونکہ قبر کی پوشیدگی اس کے علاوہ اور کسی وجہ سے نہیں ہو سکتی کہ اس مرنے والے کی مخالف کوئی ملیسی طاقت ہو جس کا مقابلہ در ثانیہ کر سکتے ہوں۔ ہمیں تاریخ میں کوئی ایسی طاقت نہیں ملتی جو حضرت کی مخالفت اس درجہ رکھتی ہو جس کی وجہ سے میت کی توہین کا احتمال ہو، یہ میں نے اس لئے کہا کہ مجھے تاریخ میں چند ایسے نفوس ملتے ہیں، جن کی قبر صرف اس وجہ سے پوشیدہ کی گئی تھی کہ ان کے مخالف درندہ صفت انسان تھے، جیسے حضرت فاطمہ اور حضرت علیؑ ان کی مخالف طاقتوں سے میت کی توہین کا قوی احتمال تھا۔ اسی بنا پر حضرت فاطمہ کی قبر کو پوشیدہ کرنے کے لئے چالیس قبریں بنائی گئی تھیں اور حضرت علیؑ کی قبر مطلقاً پوشیدہ کر دی گئی تھی اور وہ عرصہ دراز تک پوشیدہ رہی پھر جب توہین کا احتمال مندرفع ہو گیا تو ظاہر کی گئی۔

میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقبرہ ۲۵ جون ۱۹۶۲ء کو پچھتم خود دیکھا ہے۔ ان کا یہ مقبرہ عمان (اردن) سے تقریباً چالیس میل دور براہ بیت المقدس واقع ہے۔ یہی کچھ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی کتاب النبوت اور تفسیر برہان کی روایت علی بن ابراہیم قمی و صدوق بن بابویہ سے ظاہر ہوتا ہے (الوامع التمزیل ج ۶ ص ۳۲۱) غرضیکہ میں نے دلائل پہنچ کر دیکھا کہ وہ ایک عظیم الشان پتھر کی عمارت ہے جو کافی طویل اور عریض ہے، میں نے اندر جا کر اس کی زیارت کی۔ میں نے وہاں یہ بھی دیکھا کہ فوج کا زبردست پہرہ ہی نہیں بلکہ اس کے اندر فوج پڑی ہوئی ہے سنتری سے دریافت کرنے پر جواب ملا حکومت اردن کو یہودیوں سے خطرہ ہے وہ آئے دن اس دعوے کے ساتھ حملے کرتے رہتے ہیں کہ یہ ہمارے نبی ہیں اور ان کی قبر ہمیں ملنی چاہیئے۔

نوٹ :- حضرت موسیٰ کے حالات میں حضرت یارون حضرت یوشع بن نون حضرت کالٹ حضرت خضر کے تذکرے کتابوں میں مرقوم ہیں، ہم ان کا ذکر ان کے تذکرہ ابواب میں علیحدہ علیحدہ کریں گے۔

باب ۲۲

حضرت ہارون علیہ السلام

حضرت ہارونؑ، حضرت موسیٰؑ کے بھائی تھے اور وہ اگرچہ بعض روایات کی بناء پر حضرت موسیٰؑ سے بڑے تھے۔ لیکن خدا نے انھیں حضرت موسیٰؑ کا جانشین بنایا تھا۔ جیسا کہ حالات حضرت موسیٰؑ میں گزرا، بردایت حیات القلوب مجلسی تالیف بیت المقدس بھی ہارونؑ کے حوالے کی گئی تھی اور انھوں نے اپنے دونوں بیٹوں شبر و بشیر کے حوالے اس خدمت کو کر دیا تھا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ ”چول صبح روز ہشتم کہ غرہ نisan بود طالع شد حضرت موسیٰ ہارون را طلب کردہ امامت و خلافت خود را بدو تفویض فرمود و ان شغل را بہ حسب وصایت در نسل او بطناً بعد بطن مقرر گردانید جب غرہ نisan کی آٹھویں صبح نمودار ہوئی تو حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کو طلب فرما کر امامت و خلافت ان کے حوالے کر دی اور اس چیز کو ان کی نسل میں بانیشینی کے طور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم و دائم کر دیا۔

لفظ ہارون کے معنی | لفظ ہارون کے معنی عبرانی زبان میں سرخ و سفید کے ہیں۔ حضرت ہارونؑ چونکہ سرخ و سفید تھے اس لئے ان کا یہ نام رکھا گیا۔ تواریخ میں ہے کہ حضرت ہارونؑ بڑے خوب صورت اور گورے رنگ کے انسان تھے۔

آپ کا حلیہ | روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ اگرچہ خود کافی طویل القامت تھے۔ لیکن حضرت ہارونؑ ان سے بھی زیادہ بلند قامت تھے۔ حضرت موسیٰؑ کا رنگ گندمی تھا، لیکن حضرت ہارونؑ نہایت گورے چمے اور خوب صورت چمے۔ آپ ضمیمہ البدن اور عظیم الجثہ تھے یعنی لمبے چوڑے قد و قامت کے مالک تھے۔ حضرت موسیٰؑ کی طبیعت میں غصہ تھا۔ لیکن حضرت ہارونؑ بڑے صبور اور تحمل المزاج تھے۔

آپ کا لقب | بردایت روضۃ الصفا آپ کا لقب وزیر، امام اور خلیفہ تھا۔ آپ ابتدائے عہد حیات میں تجارت کرتے تھے۔ پھر درجہ وزارت و

امامت و خلافت پر فائز ہوئے اس کے بعد نبی بنائے گئے۔
 قرآن مجید نیز تواریخ میں ہے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی شب درود خدمت کرتے
 رہے اور ان کی تبلیغ کی سعی میں برابر کے شریک رہے کوئی موقع انھوں نے ہاتھ سے جانے
 نہیں دیا۔ جس میں اپنی ضرورت خدمت موسیٰؑ اور خدمت دین کیلئے محسوس کی ہو۔ فرعون سے
 جس قدر حضرت موسیٰؑ کے معرکہ ہوئے۔ سب میں حضرت ہارونؑ شریک و سلیم تھے۔ جن جن
 مشکلات میں حضرت موسیٰؑ مبتلا کئے گئے ان تمام مشکلات و مراحل میں حضرت ہارونؑ شریک
 کار رہے۔ حضرت ہارونؑ اگرچہ مثل حضرت موسیٰؑ و یوشعؑ و کالبؑ و واقعہ یتیمہ کے چہل سالہ
 چکر میں رہے۔ لیکن اس کی گردش سے متاثر نہیں ہوئے۔ یعنی خداوند عالم نے ان لوگوں کو اس
 کے تاثر سے محفوظ رکھا تھا اور جو کچھ ہو رہا تھا وہ ان حضرات کے علم میں تھا اور خدا نے
 انھیں بتا دیا تھا کہ بنی اسرائیل کی حرکات کی بناء پر اب انھیں اسی جنگل میں چکر دیا جائے
 گا۔ مگر چونکہ یہ قوم تمھاری ہے۔ لہذا تم بھی ان کی نگرانی کے لئے انھیں کے ہمراہ رہو گے۔
 اس چہل سالہ مدت میں بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ جن کا ذکر کچھ حضرت موسیٰؑ
 کے حالات میں ہوا ہے اور کچھ حضرت یوشعؑ بن نون کے تذکرے میں آئندہ آئے گا۔

حضرت ہارونؑ کی جانشینی اور وفات ایک روایت میں ہے حضرت موسیٰؑ ایک بار حضرت ہارونؑ

کو کوہ طور پر لئے جا رہے تھے کہ راستہ میں ان کا انتقال ہو گیا، ناسخ التواریخ ج ۲ صفحہ ۲۰ میں
 ہے کہ حضرت موسیٰؑ مقام قلدیس سے روانہ ہو کر جب ”جبل ہور“ پر پہنچے تو خداوند عالم کا
 خطاب پہنچا کہ اے موسیٰؑ، اب ہارونؑ کی مدت عمر ختم ہو گئی ہے اور وہ اپنے عزیزوں
 سے طفق ہونا چاہتے ہیں لہذا انھیں اسی ”کوہ ہور“ پر روک دو، اور ان کے فرزند العاذارؑ
 کو طلب کر کے ان کا لباس ان کے بیٹے العاذار کو پہنا کر ان کا جانشین بنا دو۔ حضرت
 موسیٰؑ اسی تہیہ میں تھے کہ پہاڑ کی بلندی پر ایک درخت نمودار ہوا جس میں دو عمدہ قسم کے
 جامے لٹکے ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ سے فرمایا کہ تم ان جاموں کو پہن
 لو اور اپنا لباس العاذار کو پہنا دو، حضرت ہارونؑ نے اس پر عمل کیا اور العاذار کو اپنا جانشین
 بنا دیا۔ اس کے بعد ایک بہترین قسم کا محل نمودار ہوا جب اس میں داخل ہوئے تو ایک
 بہترین تخت نمودار ہوا۔ حضرت ہارونؑ اس پر لیٹ گئے اور ان کی رُوح قبض ہو گئی۔

تاریخ الیعقوبی کے ص ۳۱ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ و موسیٰؑ دادی سینا میں تھے کہ حکم خداوندی پہنچا
 کہ میں ہارونؑ کی رُوح قبض کرنا چاہتا ہوں۔ لہذا تم انھیں پہاڑ کی بلندی پر لے آؤ تاکہ میرے

فرشتے رُوح قبض کریں۔ حضرت موسیٰؑ انھیں لے آئے، ان کے ہمراہ اس وقت ان کے فرزند الیعاذر تھے اور دو فرزند الیہود و نادب کا پہلے انتقال ہو چکا تھا اور اتمیر اپنی جگہ پر تھا، جب حضرت موسیٰؑ ہارونؑ کو لے کر مقام معہود پر پہنچے تو ایک بہترین تخت پڑا ہوا تھا اور اس پر کپڑا پڑا تھا۔ حضرت ہارونؑ اس پر لیٹ گئے اور رُوح قبض ہو گئی۔ حضرت موسیٰؑ نے ان پر نماز پڑھی۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ گردشِ تیسرہ کا چالیسواں سال تھا۔ بنی اسرائیل کو جب حضرت ہارونؑ کے وفات کی اطلاع ملی تو وہ حضرت موسیٰؑ پر بہت برہم ہوئے اور ان پر الزام لگایا کہ تم نے انھیں اس بنا پر قتل کر دیا ہے کہ ہم انھیں بہت چاہتے تھے، اس پر خدا نے اس تخت کو ان لوگوں پر ظاہر کر کے واضح کیا کہ یہ اپنی موت سے مرے ہیں۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ انتقال کے وقت حضرت ہارونؑ کے پاس ان کے فرزند شبر و شبیر موجود تھے۔

وفات کے وقت حضرت ہارونؑ کی عمر

سال ماہ آب میں جو کہ سال کا پانچواں مہینہ ہوتا ہے انتقال فرمایا، اس وقت آپ کی عمر ۱۲۳ سال کی تھی۔ مروج الذهب مسعودی میں ہے کہ حضرت ہارونؑ نے ۱۲۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ الیصوبی میں بھی آپ کی عمر ۱۲۳ سال مرقوم ہے، ناسخ التواریخ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ہارونؑ نے مصر سے نکلنے کے چالیسویں سال کے پانچویں مہینہ میں انتقال فرمایا ہے اس وقت ان کی عمر ۱۲۳ سال کی تھی اور حضرت موسیٰؑ نے اسی چالیسویں سال کے گیارھویں مہینہ میں انتقال فرمایا ہے۔ اس وقت ان کی عمر ۱۲۰ سال کی تھی۔ یعنی ان دونوں حضرات نے ”گردشِ تیسرہ“ کے دوران ہی میں انتقال کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ کی وفات کے درمیان کس قدر فاصلہ تھا۔ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۹ طبع مصر میں لکھا ہے: ”ان ہارون مات فی التیسرہ ثم مات موسیٰ بعد اُسنة“ ہارون نے تیسرے میں انتقال کیا اور ان کے ایک سال بعد حضرت موسیٰؑ فوت ہوئے۔ میرے نزدیک ایک سال کا فاصلہ درست نہیں ہے۔ صاحب ناسخ التواریخ نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے۔

وفاتِ ہارونؑ پر حضرت موسیٰؑ کی چاک گریسبانی

اور تکلیف دہ ہوتا ہے۔ حضرت ہارونؑ کے انتقال پر حضرت موسیٰؑ کا جو اثر تواریخ میں ملتا ہے اس سے غمِ برادر کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تورعین لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ حضرت ہارونؑ کو اگرچہ حکمِ خدا سے اپنے ہمراہ مقامِ انتقال پر لے گئے تھے اور انتقال بھی ان کی نظردوں

کے سامنے ہوا تھا اور نہایت حسین انداز میں ہوا پھر بھی بھائی کی جدائی کا غم حضرت موسیٰؑ میں اس درجہ تھا کہ وہ روئے پیٹے اور اُٹھول نے اپنا گریبان پھاڑ ڈالا۔ ”موسیٰؑ در مصیبت برادر جاہمائے خود چاک زد“ موسیٰؑ نے بھائی کی مصیبت میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ ملاحظہ ہو تاریخ التواریخ ج ۱ ص ۲۰ طبع ایران، اس سے معلوم ہوا کہ عالم مصیبت میں کپڑے پھاڑنا یا ماتم کرنا (کما فی الذیل) ممنوع نہیں بلکہ سنت نبی ہے۔

وفات حضرت ہارونؑ پر بنی اسرائیل
تیس دن ماتم کرتے رہے

مؤرخین کا بیان ہے کہ وفات حضرت ہارونؑ پر پہلے تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ سے ناراض ہوئے اور ان پر الزام لگایا کہ اُنھوں نے ہارونؑ کو پہاڑ کے دامن میں لے جا کر قتل کر دیا ہے۔ لیکن جب خداوند عالم نے ان پر واضح کر دیا کہ ہارونؑ اپنی موت سے فوت ہوئے ہیں اور ان کو یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰؑ نے انھیں قتل نہیں کیا تو وہ متفقہ طور پر حضرت ہارونؑ کا غم منانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ تاریخ التواریخ میں ہے کہ ”بنی اسرائیل درپائے جبل ہور مدت سی روز ماتم ہارون بداشتند“ بنی اسرائیل نے ”کوہ ہور“ کے دامن میں تیس دن تک حضرت ہارونؑ کا ماتم کیا۔

حضرت ہارونؑ کی قبر | مؤرخ ہرودی خاوند پاشا نے حضرت ہارونؑ کی قبر بمقام وادی سین ”کوہ شویک“ میں بتائی ہے۔ اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت ہارونؑ کو انتقال کے بعد مع مقام انتقال فرشتے آسمان کی طرف اُٹھالے گئے تھے، تو جب خود ہارونؑ اور ان کا مقام انتقال دونوں اُٹھالے گئے تھے تو پھر ان کی قبر یہاں کیسے ہو سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مؤرخ ہرودی کا بیان درست نہیں ہے اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ انھیں کی قبر ناپدید ہو گئی تھی اور مہور مؤرخین نے جو حضرت موسیٰؑ کی قبر کے غائب ہونے کا حوالہ دیا ہے۔ انھیں التباس ہو گیا ہے اور وہ بجائے قبر ہارونؑ کے قبر موسیٰؑ کی غیبت کا حوالہ دے بیٹھے۔ حضرت موسیٰؑ کی قبر کا موجود ہونا میرے نزدیک ثابت ہے جیسا کہ میں نے حالات حضرت موسیٰؑ میں بیان کیا ہے۔ مؤرخ ہرودی کی تحریر کے عیون الفاظ یہ ہیں۔ ”اہل کتاب گویند کہ قبر ہارون در بریرہ سین کوہ شویک واقع است، اہل کتاب کا کہنا ہے کہ حضرت ہارونؑ کی قبر وادی سین میں کوہ شویک پر واقع ہے۔ ملاحظہ ہو روضۃ الصفا ج ۱ ص ۱۰، عجائب القصص میں حضرت علیؑ بن ابی طالب سے مروی ہے کہ حضرت ہارونؑ کو ملائکہ اُٹھالے گئے اور انھیں کسی ایسی جگہ دفن کر دیا کہ اُن کی قبر کسی کو معلوم نہ ہو سکی۔

ایک روایت میں ہے کہ وفات ہارونؑ کے بعد حضرت موسیٰؑ نے خلیفہ سے دعا کی کہ ہارونؑ میرے بھائی کو بخش دے، جو اب ملا کہ اے موسیٰؑ اگر تمام گزرے ہوئے لوگوں اور آنے والوں کی مغفرت کے لئے دعا کرو تو سب کو بخش دوں گا۔ لیکن حسین بن علیؑ کے قتل کرنے والوں کو ہرگز نہ بخشوں گا۔ (حیات القلوب ج ۲ ص ۲۱۸)۔

فرزندانِ حضرت ہارونؑ ملتے ہیں۔ متورخ یعقوبی نے ان کے چار فرزند لکھے ہیں اور بتایا ہے کہ حضرت ہارونؑ کی زندگی میں دو فرزندوں کا انتقال ہو گیا تھا اور دو باقی تھے۔ ان کے فرزندوں کا نام اس نے (۱) الیعاذر (۲) الیھود (۳) نادب (۴) اتیمر تحریر کیا ہے اور بھی بعض کتابوں میں یہی نام مرقوم ہیں۔ علامہ مجلسی اور متورخ ہروی نے شبر و شبیر تحریر کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انھیں چار فرزندوں میں کے دو بیٹوں کے دو دو نام رہے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان چاروں کے علاوہ یہ دو بیٹے بھی رہے ہوں اور اس کا بھی امکان ہے کہ صرف یہی دو بیٹے شبیر و شبیر ہی رہے ہوں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک سوال کے جواب میں انھیں دو بیٹوں کا ذکر فرمایا ہے۔ علامہ جزائری تحریر فرماتے ہیں۔

سئل الصادق ایہما مات قبل موسیٰ ام ہارون قال ہارون مات قبل موسیٰ و سئل ایہما کان اکبر قال ہارون و کان اسم ابی ہارون شبیراً و شبیراً و تفسیرہما بالعربیۃ الحسن والحسین۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰؑ نے پہلے وفات پائی ہے یا حضرت ہارونؑ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ہارونؑ پہلے فوت ہوئے ہیں پھر پوچھا گیا کہ ان دونوں میں بڑا کون تھا؟ فرمایا کہ ہارونؑ، پھر فرمایا کہ ہارونؑ کے دونوں بیٹوں کا نام عبرانی زبان میں شبر و شبیر تھا جس کا عربی ترجمہ حسن و حسین ہے۔ (النور المبیین ص ۲۵۵ طبع نجف اشرف)۔

حضرت ہارونؑ اور حضرت علیؑ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ بحکم خدا بتایا ہوا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔

وہ جب کہیں جاتے تھے تو حضرت ہارونؑ کو اپنی جگہ اُمت کا ذمہ دار بنا کر جاتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ تبوک میں جاتے ہوئے حضرت علیؑ کو جب اپنی جگہ پر اُمت کا ذمہ دار بنا کر روانگی اختیار فرمائی تھی اور حضرت علیؑ نے دریافت کیا تھا کہ حضورؐ مجھے یہاں کیوں چھوڑے جاتے ہیں، تو

آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”اما ترضی ان تكون منی بمنزلة هارون من موسى“
 الا انه لا بنی بعدی۔ اے علیؑ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ (خدا نے) تم کو مجھ سے
 وہی نسبت دی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میرے
 بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری پارہ ۱۸ ص ۵۹ کتاب المغازی) یعنی فرق صرف
 یہ ہے کہ موسیٰؑ کی طرح ہارونؑ بھی نبی ہوئے تھے۔ مگر چونکہ میرے بعد نبوت نہ ہوگی
 اور میری موجودگی میں کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے تم نہ میری زندگی میں اور نہ
 میری ظاہری موت کے بعد نبی ہو سکو گے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں خاتم النبیین نہ ہوتا تو
 بے شک تم میرے بعد نبی ہوتے۔ اس حدیث کو حدیث منزلت کہتے ہیں حضرت رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت علیؑ کی منزلت کی وضاحت فرمائی ہے۔

روح القرآن

مصنف: محمۃ الاسلام الحاج مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ کراچی مرحوم و مفقود

یہ وہ کتاب لا جواب ہے جسکی مثال پاکستان میں نہیں ہے۔ اس موضوع پر شیعہ نقطہ نظر کے مطابق
 آج تک یہاں نہیں لکھی گئی۔ کتاب ”روح القرآن“ بھی اپنے وجود و ظہور میں منفرد ہے۔ اس کتاب میں قرآن مجید
 سے متعلق ہر قسم کے موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ اس میں قرآن مجید کے معنی بتائے گئے ہیں۔ اسکے نزول سے بحث
 کی گئی ہے۔ اسکے معجزہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ تخریف قرآن پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اور اسکے متعلق شیعہ
 نقطہ نظر کو واضح کیا گیا ہے۔ اس کے کثیر موضوعات میں دو امور پر بحث نے اسے لا جواب بنا دیا ہے۔ (۱) یہ کہ
 ۳۱۳ آیات قرآنی کی نشاندہی اس مقصد سے متعلق کی ہے کہ یہ آیات آل محمدؐ کی تدرج میں نازل ہوئی ہیں
 اور اس کا ثبوت کتب اہلسنت سے پیش کیا ہے۔ اس سے بے شبہہ ذکرین دو اعلیٰ کو بڑی سہولت مل
 جاتی ہے۔ پاکستان کے بڑے بڑے واعظ اور ذاکر اس کتاب کو اپنے پاس رکھتے ہیں (۲) اسکے آخری
 باب میں تقریباً ۲۰ ان شیعہ علماء کے اسماء لکھے ہیں جنہوں نے قرآنی خدمات انجام دی ہیں۔ یہ کتاب پہلے
 ایک مقدمہ کی شکل میں تھی۔ اب اسے مصنف نے مکمل کتاب بنا دیا ہے۔ آفٹ طباعت حجم ۱۰۰ صفحات
 رنگین کور۔ سائز ۱۸×۲۳۔ بہرہ مناسبت۔

ملنے کا پتہ: امامیہ کتب خانہ - محل حویلی - اندرون موحید واہ لاہور

باب ۲۳

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام

حضرت یوشع بن نون برگزیدہ نبی تھے۔ سب سے پہلے خدا نے انھیں وفات حضرت یارون کے بعد حضرت موسیٰ کا وصی و جانشین بنایا۔ پھر انھیں نبوت عطا فرمائی اور انھیں کے ہاتھوں اریحا کو فتح کرایا اور انھیں کے عہد مبارک میں بنی اسرائیل ارض مقدس میں داخل ہوئے۔ ان کے لئے سورج کو پلٹایا، باب حطہ کا واقعہ انھیں کے عہد سے متعلق ہے، یہ گندم گون تھے۔ ان کا سینہ بہت چوڑا تھا، میانہ قد کے مالک تھے، انھیں بڑی تھیں بہادری میں بے مثال تھے، فن سپہ گری میں ماہر تھے۔

حضرت یوشع بن نون کا نسب نامہ | آپ کا سلسلہ نسب حضرت یوسف بن یعقوب علیہ السلام تک پہنچتا ہے توخ

ابوالفداء کا بیان ہے کہ حضرت یوشع کا نسب نامہ یوں ہے، یوشع بن نون ابن ایشامار بن عیہود ابن لعدان بن ناح بن راشف بن رافع بن یریعان ابن افرایم بن یوسف بن یعقوب علیہ السلام (تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۳۹ طبع امرتسر ۱۹۱۰ء)۔

حضرت یوشع بن نون اور مچلی کا واقعہ | حضرت یوشع بن نون، حضرت موسیٰ کی خدمت میں شروع سے آخر تک رہے

اور ہر مقام پر ان کی پوری پوری امداد کی، حضرت موسیٰ جب مصر میں تھے تو یہ بھی مصر میں تھے، پھر مصر سے نکلنے کے وقت ہمراہ رہے۔ دیبا میں راستہ پیدا ہونے کے موقع پر مصروف خدمت میں رہے، چالیس سال وادی تیسہ میں خدمت کرتے رہے اور ہر مرحلہ میں حضرت موسیٰ کے قوت بازو ثابت ہوئے، وہ مشہور سفر جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس میں بھی حضرت موسیٰ کے ہم سفر رہے۔ ارشاد باری ہے: ”واذ قال موسیٰ لفتاک لا ابرح حتی ابذلک مجمع البحرین“ (ترجمہ از آیت ۴۰ تا ۴۵ سورہ کہف) وہ واقعہ یاد کرو جب موسیٰ، خضر کی ملاقات کو چلے تو اپنے

جوان وصی یوشعؑ سے بولے کہ جب تک میں دونوں دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں چلنے سے باز نہ آؤں گا خواہ اگر ملاقات نہ ہو تو برسوں یونہی چلا جاؤں گا۔ پھر جب دونوں ان دونوں دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے تو اپنی بھٹی ہوئی مچھلی چھوڑ چلے تو اس نے دریا میں سرنگ بنا کر اپنی راہ لی، پھر جب کچھ اور آگے بڑھ گئے تو موسیٰؑ نے اپنے جوان وصی سے کہا۔ اچی ہمارا ناشتہ تو ہمیں دے دو۔ ہمارے آج کے سفر سے تو ہم کو بڑی تھکن ہو گئی۔ یوشعؑ نے کہا کہ کیا آپ نے یہ دیکھا بھی ہے کہ جب ہم لوگ دریا کے کنارے اس پتھر کے پاس پھرے تھے تو میں اسی جگہ مچھلی چھوڑ آیا اور آپ سے اس کا ذکر نہ کر سکا اور مچھلی نے عجیب طرح سے دریا میں اپنی راہ لی۔ موسیٰؑ نے کہا کہ وہی تودہ جگہ ہے جس کی ہم جستجو میں تھے۔ پھر دونوں اپنے قدم کے نشانوں پر دیکھتے دیکھتے اُٹے پاؤں پھرے تو جہاں مچھلی چھوڑی تھی۔ دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک خاص بندہ خضر کو پایا جس کو ہم نے اپنی بارگاہ سے رحمت دلایت کا ہتھ عطا کیا تھا اور ہم نے اُسے علم لدنی اپنے خاص علم سے کچھ سکھایا تھا۔ اُس واقعہ کی تفصیل انشاء اللہ حالات خضر میں آئے گی۔

حضرت موسیٰؑ نے خضر مارونؑ کی وفات کے بعد حضرت یوشع بن نونؑ کو اپنا خلیفہ بنایا

اور

ایک بہت بڑے جلسہ سے خطاب کے دوران خلافت کا اعلان کر کے دست ویز خلافت لکھی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت مارونؑ کی وفات کے بعد حضرت یوشع بن نونؑ کو بحکم خدا اپنا خلیفہ بنا دیا۔ اس وقت بروایت قصص طہرانی ص ۴۷۷ و تاسخ التواریخ ج ۲۹ حضرت یوشع بن نونؑ کی عمر ۹۰ سال کی تھی۔

کتاب روضۃ الصغاج ص ۱۰۲ میں ہے کہ ”حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا جب زمانہ قریب ہوا تو انھوں نے تودیت پر توجہ مرکوز کر دی اور اُسے مرتب کر کے جبرئیلؑ کی ہمنوائی سے اس پر اطمینان حاصل کیا۔“ در روز ہفتم آذر قوم را احضار کرده مجلس عظیم ساخت و یوشع را خلیفہ وصی گردانید الخ،“ ماہ آذر کے اٹھویں دن قوم کو جمع کر کے ایک عظیم اجلاس منعقد کیا اور اس میں حضرت یوشع بن نونؑ کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنا دیا اور بنی اسرائیل کو ان کے سپرد فرما دیا اور ان کے جملہ امور کی نگہداشت و نگرانی کی۔ حضرت یوشع کو ہدایت کردی اور اسباط کو حکم دیا کہ وہ ان کی پیروی کریں اس کے بعد فرمایا کہ اب میری عمر ۱۲۰ سال کی ہو چکی ہے اور میری

موت کا زمانہ قریب آچکا ہے، میں نے خلوص نیت کے ساتھ تم پر تم ہی میں سے ایک ایسے شخص کو حاکم بنا دیا ہے جس سے ہر تم میں کوئی نہیں ہے اور سنو میں نے اپنے اس فریضہ کی ادائیگی میں خداوند عالم اور فرشتوں کو گواہ بنالیا ہے۔ اب تمہیں چاہیے کہ تم میری وصیت اور اعلانِ خلافت میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ کرو اور میرے حکم پر عمل کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی کو راہ نہ دو۔ میں واضح الفاظ میں کہہ رہا ہوں کہ جو قیامت میں فلاح چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ میری وصیت کا بہر صورت لحاظ رکھے اور میرے خلیفہ یوشع بن نون سے پوری پوری محبت کرے اور جو انبیاء بھی آئیں ان کی اطاعت کرے اور ان کی اولاد کی جو کہ امام ہوں گے ان کی مخالفت نہ کرے، ورنہ سخت ناراضگی کا سبب ہوگا اور اس کی باز پرس کی جائے گی۔ اس کے بعد وثیقہ کھایا گیا۔ ”ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۲۸۸ میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے یوشع بن نون کو خلیفہ بنا کر اُمت کو ہر قسم کی ہدایت کی اور بدست خود نوشتہ رقم کیا اس کے بعد فرمایا کہ میری موت اسی جگہ آئے گی۔ میں آپ یردین سے آگے نہ بڑھ سکوں گا۔ موسیٰ ابن الواضح، تاریخ یعقوبی کے ص ۳۱ میں لکھتا ہے کہ ددعا موسیٰ یوشع بن نون وقال له الخ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے مجمع عام میں حضرت یوشع بن نون کو کہا تم خور سے سنو! اور اپنا دل مضبوط کر لو۔ میرے بعد تمہیں بنی اسرائیل سمیت اس زمین کنعان میں داخل ہونا ہے جسے خدا نے تمہیں دینے کا وعدہ کر رکھا ہے، اور دیکھو یہ تودیت ہے اسے اپنے ہمراہ رکھنا اور اسے بنی لاوی کے سپرد کر دینا اور اسے بنی اسرائیل تم تودیت پر عمل کرنا، اس سے برکت حاصل کرنا اور اس میں جو کچھ ہے اس کی حفاظت کرنا اور سنو میرے جو حالات و واقعات ہیں تم نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اب تمہیں میرے بارے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ دیکھو بُت پرستی نہ کرنا، بخوم کو کبھی نہ پوچھنا۔ میں تو زمین اردن سے آگے نہیں جاسکتا کیونکہ اب میری موت قریب ہے۔ مگر اس کا خیال رکھنا کہ تم عنقریب زمین موعود پر پہنچو گے، خدا کو ہمیشہ ایک جاننا، بُرے اعمال نہ کرنا ورنہ اس کا انجام بہت بُرا ہوگا۔ مل جل کر رہنا۔ قبائل میں بٹ نہ جانا، خدا کو دل سے دوست رکھنا، وہ عنقریب تمہیں بڑے بڑے مکان اور باغات دے گا اور کھلے ہوئے اچھے کنوئیں عطا کرے گا۔ نیت نہ کرنا۔ سچ بولنا، یتیموں کی پرورش کرنا۔ بہاول کا خیال رکھنا۔ ضعیف اور مسکین کو نظر انداز نہ کرنا۔ ان لوگوں کا دل و جان سے خیال رکھنا۔ عدل کے ساتھ فیصلے کرنا۔ لا تاخذوا الرششا فان الرشوة تعی عیون الحکام۔ رشوت نہ لینا۔ اس لئے کہ رشوت حکام کو اندھا کر دیتی ہے۔ مذبح میں درخت نہ لگانا۔ قربانی بے عیب پیش کرنا۔ بُت پرستوں

کو قتل کرنا۔ شمس و قمر اور نجوم کے پوجنے والوں کے ساتھ رعایت نہ کرنا اور انہیں رجم کر دینا۔ قتل کے معاملہ میں ایک شہادت پر بھروسہ نہ کرنا۔ قصاص کا لحاظ رکھنا۔ نفس کے بدلے نفس آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ہاتھ کے بدلے ہاتھ۔ مرد کے بدلے مرد، یہ قصاص کا اصول ہے۔ جب کسی ملک وغیرہ پر حملہ کرنا تو وہاں کے درختوں کو تباہ نہ کرنا۔ قیدیوں کا خیال و لحاظ رکھنا۔ جو بیٹا باپ سے نافرمان ہو جائے اسے سزا دینا کسی کے مولیٰ تمہارے قبضے میں آ جائے تو اسے واپس پہچاننے کی سعی کرنا۔ باپ کی منکوحہ کو استعمال نہ کرنا۔ جنب کی حالت میں مسجد میں نہ جانا۔ سود نہ کھانا۔ نذر کو جلدی پورا کرنا۔ بد عہدی نہ کرنا۔ برص و جذام والوں سے دُور رہنا۔ اُحمرت نہ روکنا۔ باپ کا بدلہ بیٹے سے نہ لینا اور بیٹے کا بدلہ باپ سے نہ لینا۔ زکوٰۃ کا خیال رکھنا۔ فقراء اور مسکین اور ابن سبیل کو نظر انداز نہ کرنا۔ بیوہ اور یتیم کو ان کا حق پہنچانا۔ سُنو! وہ شخص ملعون ہے جو اپنے باپ کی منکوحہ کو استعمال کرے۔ وہ شخص ملعون ہے۔ جو جانوروں سے بد فعلی کرے، وہ شخص ملعون ہے۔ جو بہن اور ماں سے ہمبستی کرے، وہ شخص ملعون ہے۔ جو اپنی ساس سے زنا کرے، وہ شخص ملعون ہے۔ جو اپنے بھائی کا چھپ کر گوشت کھائے (یعنی غیبت کرے)، وہ شخص ملعون ہے۔ جو قتل نفس پر رشوت لے، وہ شخص ملعون ہے جو احکام خدا کی پیروی اور پابندی نہ کرے۔ اس کے بعد فرمایا کہ سُنو۔ و هذا یوشع بن نون القیم فیکم بعدی فاسمعوا له واطیعوا امره فانہ بینکم بالحق، و ملعون من خالفه و عصاه۔" یہ یوشع بن نون ہیں میرے بعد تمہارے حاکم ہیں، ان کی بات سُننا، ان کے حکم پر عمل کرنا، یہ تم میں جو فیصلہ کریں حق پر کریں گے اور یہ بھی سُن لو کہ جو شخص انکی غیبت کرے گا ملعون ہوگا، اسی کتاب الیعقوبی کے ص ۳۳ پر ہے کہ دکان موسیٰ لما حضرته وفاته امره الله عزوجل... فہل موسیٰ ذالک۔ جب موسیٰ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو خدا نے انہیں حکم دیا کہ یوشع بن نون کو اپنا خلیفہ بنا دو۔ چنانچہ انہوں نے بنا دیا۔ یعنی یہ سب کچھ حکم خدا سے ہوا۔ علامہ مجلسی نے اختیارات میں علامہ بہائی نے جامع عباسی بست بابی میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ واقعہ ۱۸ ذی الحجہ کا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی نبوی اصول پر حضرت علیؓ کو خلیفہ خم میں بالکل اسی انداز سے اپنے جانشین بنانے کا ۱۸ ذی الحجہ کو اعلان فرمایا تھا اور حکم خدا سے فرمایا تھا۔ "آیۃ" یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ اس پر شاہد ہے جس کے بعد اجماعی خلافت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی موقع پر آئینہ "الیوم اکملت لکم دینکم" بھی نازل ہوا تھا۔ جس کے متعلق حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ "ان ذالک الیوم عید النبی"۔ یہ دن ہمارے

لئے عید کا دن ہے جیسا کہ باب التاویل ج ۲ ص ۵ طبع مصر میں ہے اور حضرت علیؑ کو مبارک باد بھی دی تھی۔ لیکن افوس رسول کریمؐ کے انتقال کے بعد حضرت علیؑ کی خلافت سے انکار کر کے اجماعی خلافت کا جال پھیلا دیا اور حق دار کو حق سے محروم کر دیا۔

حضرت یوشع کی نبوت اور فتح اریحا کا حکم خداوندی

حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد خداوند عالم نے ان کو نبوت کے درجے پر فائز فرمایا اور ان کی طرف وحی کے نزول کا سلسلہ جاری کیا۔ عرائس نبلی میں ہے کہ ابتلاء تہہ کا جب چالیسواں سال گزرتا تھا اور حضرت موسیٰؑ وفات پا چکے۔ ”بعث اللہ یوشع بن نون نبیا“ تو خداوند عالم نے حضرت یوشع بن نون کو مبعوث بہ نبوت فرمایا اور بروایت ناسخ التواریخ ماہ نisan کی چھٹی تاریخ کو ان سے خطاب کرتے ہوئے حکم دیا کہ موسیٰؑ کی وفات کے بعد اب تم پر یہ فریضہ عائد کیا جاتا ہے کہ تم رود اردن کو عبور کر کے ان لوگوں کو اس زمین پر پہنچاؤ جس کا میں نے وعدہ کیا ہے اور شام و کنعان و بیت المقدس کی زمینوں کو بنی اسرائیل پر تقسیم کر دو، میں جس طرح موسیٰؑ کے ساتھ تھا۔ تمہارے ساتھ رہوں گا اور جس طرح ان کی مدد کی ہے۔ تمہاری مدد کروں گا۔ تمہارا فرض ہے کہ تم موسیٰؑ کی روشیں پر چلو اور ان کے طریقے سے سر مو ا خراف نہ کرو۔ تم بنی اسرائیل کی رہبری کرو اور دمجی سے کام کرو۔

حضرت یوشع بن نونؑ حکم خداوندی پاتے ہی کمر ہمت کس کر کھڑے ہو گئے اور فوراً اپنے لشکر کے جملہ کمانڈران چیف کو طلب فرمایا اور انھیں حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو کہہ دو کہ فتح اریحا کے لئے تیار ہو جائیں۔ میں تین دن میں آب رود اردن کو پار کرنا چاہتا ہوں اور ان زمینوں کو حاصل کر کے جن کے فتح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کو تقسیم کرنا چاہتا ہوں، اس کے بعد بنی راد۔ بنی جاد اور بنی میشا کو طلب فرما کر ان سے فرمایا کہ تم جس طرح حضرت موسیٰؑ سے جنگجوئی کا وعدہ کر چکے ہو۔ اب اس کے لئے تیار ہو جاؤ، ان لوگوں نے بھی یک دیک زبان ہو کر نبرد آزمائی کا اقرار کیا اور کہا کہ آپ مطمئن رہیں جس طرح ہم موسیٰؑ کے ساتھ ہو کر جنگ کر رہے تھے۔ اسی طرح آپ کی ہمراہی میں لڑیں گے اور پوری دمجی کے ساتھ جنگ کریں گے۔

حضرت یوشع بن نونؑ کو جب پوری تسلی ہو گئی، تو انھوں نے دو شخصوں کو جاسوسی کے لئے ”اریحا“ بھیج دیا اور انھیں ہدایت کر دی کہ وہاں کے مفصل حالات معلوم کر کے اطلاع دیں کہ

وہ لوگ کس قدر تیار ہیں اور جنگ کے کن طریقوں سے کامیابی حاصل ہو سکے گی۔

وہ دونوں حضرت یوشع بن نون سے رخصت ہو کر شہر اریحا میں وارد ہوئے، وہاں چونکہ ان کا کوئی جاننے والا نہ تھا اس لئے وہ ایک زن زانیہ کے مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ جس کا نام ”راحاب“ تھا اور رات اسی کے بال گزاری، ابھی صبح نہ ہونے پائی تھی کہ کسی شخص نے ”دالی اریحا“ کو باخبر کر دیا کہ دو شخص یوشع بن نون کے پیچھے ہوئے شہر اریحا میں داخل ہوئے ہیں اور ”راحاب“ کے مکان میں مقیم ہیں۔ ”دالی اریحا“ نے سپاہیوں کی ایک جماعت ”راحاب“ کے مکان پر بھیج دی اور ان کو حکم دیا کہ جاسوسوں کو گرفتار کر لائیں۔ جب وہ لوگ راحاب کے مکان پر پہنچے تو اس نے بڑی پھرتی سے ان دونوں کو اس کھیت میں چھپا دیا جو کپاس کا تھا۔ اور ان لوگوں سے کہا کہ بے شک دو شخص رات کے وقت آئے تھے اور صبح ہوتے ہی چلے گئے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون تھے اور کہاں سے آئے تھے اور کیوں آئے تھے؟ اب اگر تم انھیں گرفتار کرنا چاہتے ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ تم فوراً فلاں جانب روانہ ہو جاؤ اور انھیں پکڑ لو، وہ لوگ اس کے کہنے کے مطابق بتائی ہوئی سمت کو روانہ ہو گئے، جب وہ روانہ ہو گئے تو اس نے اپنے گھر کے دروازے میں تالا لگا دیا اور ان جاسوسوں سے جا کر کہا کہ بنی اسرائیل کی اس وقت سے یہاں کے لوگوں پر دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ جب سے وہ مصر سے نکل کر آئے ہیں اور انھوں نے دریا عبور کیا ہے اور جنگ عمالقہ کے موقع پر عوج بن عوق اور بالاق نیز دیگر بادشاہوں کو قتل کیا ہے، اریحا کے باشندوں کی ہمتیں پست ہیں اور وہ بنی اسرائیل سے خوف کھاتے ہیں، یہ ہیں یہاں کے لوگوں کے حالات۔ اب سنو، میں تمہیں مشورہ دیتی ہوں کہ تم لوگ پہاڑوں میں چلے جاؤ اور تین دن تک اس میں پوشیدہ رہو۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جو اردن کے راستے پر تمہیں تلاش کرنے گئے ہیں واپس آجائیں، ان کی واپسی کے بعد تم یہاں سے نکل کر چلے جانا۔ مگر میں تم سے درخواست کرتی ہوں اور تمہیں قسم دیتی ہوں کہ تم جب اریحا پر قبضہ کرنا تو مجھے نہ ستانا اور میرے ساتھ مہربانی سے پیش آنا کیونکہ میں نے تمہاری جانیں بچائی ہیں۔ ان لوگوں نے اُس کے تحفظ کا وعدہ کیا اور پہاڑوں میں پوشیدہ ہو گئے۔ جب انھیں معلوم ہو گیا کہ سپاہیوں کا دستہ واپس آ گیا ہے تو وہ وہاں سے روانہ ہو کر حضرت یوشع بن نون کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو اریحا کے حالات سے آگاہ کیا۔

حضرت یوشع بن نون نے حکم دیا کہ سب لوگ یہاں سے کوچ کر کے روانہ ہوں اور دریائے اردن کے کنارے جا پہنچیں۔ چنانچہ سب روانہ ہو گئے۔ حضرت یوشع نے فرمایا کہ دریا عبور کرتے وقت بنی لیوی، صندوق الشہادت کو اپنے ہمراہ رکھیں اور اسے لے کر سب سے آگے روانہ ہوں

اور کوئی شخص بھی صندوق الشہادت سے آگے نہ بڑھے، پھر دوسرے دن کہ ماہ نisan کی دسویں تاریخ تھی یہ سب لوگ سامان باندھ کر روانہ ہوئے، بھول ہی صندوق الشہادت جس میں توبیت وغیرہ بھی پانی کے قریب پہنچا، پانی نے قدم روک لئے اور لشکر یوشع بن نون کے لئے راستہ سے دیا۔ یعنی جس طرح مصر سے روانگی کے وقت رود نیل میں راستہ بن گیا تھا اسی طرح رود اردن میں راستہ بن گیا، حضرت یوشع بن نون نے حکم دیا کہ صندوق الشہادت کو اس وقت تک دست و دیا میں رکھا جائے جب تک جملہ بنی اسرائیل دریا کو پار نہ کر لیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب سب پار ہو گئے تو صندوق کو نکال لیا گیا اور پانی پھر آپس میں مل کر سنے لگا۔ حضرت یوشع بن نون نے چلتے وقت یہ بھی حکم دیا کہ فرزدان اسباط میں کے بارہ افراد ایک ایک پتھر اردن کی اس سرزمین سے لیتے چلیں تاکہ بنی اسرائیل میں سلسلہ بعد سلسلہ اس کا تذکرہ جاری رہے کہ یوشع بن نون کے لئے بھی اسی طرح دریا میں راستہ پیدا ہوا تھا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے رود نیل میں پیدا ہوا تھا۔

رود اردن کو پار کرنے کے بعد یہ لوگ بہ قصد فتح "اریحا" آگے کو روانہ ہوئے، چلتے چلتے بمقام "جلجال" وارد ہو کر نیمہ زن ہوئے۔ حضرت یوشع نے حکم دیا کہ وہ بارہ پتھر جو اردن کے کنارے لائے گئے ہیں۔ انہیں جمع کر کے اس جگہ ایک منارہ بطور یادگار بنادیا جائے۔ چنانچہ منارہ تیار کر دیا گیا، ابھی چند ہی روز جلجال میں ٹھہرے تھے کہ حکم خداوندی آگیا کہ بنی اسرائیل کا غنہ کر دیا جائے کیونکہ وہ لوگ جو مصر سے آئے تھے۔ وہ سارے "گردش تہہ" میں فوت ہو چکے تھے، وہ سب کے سب مختون تھے۔ لیکن جن کی پیدائش چالیس سالہ تہہ کے چکر میں آئی ہوئی تھی غیر مختون تھے۔ حضرت یوشع نے غیر مختون لوگوں کا غنہ کرادیا۔ وہ مقام جس مقام پر غنہ ہوئے تھے اس کا نام بروایت ناسخ التواریخ "قلفا" بضم قاف رکھا گیا۔

ان لوگوں کو مقام جلجال میں پہنچے ہوئے ابھی صرف ایک ہی دن ہوا تھا کہ "من وسلوی" کے نزول کا سلسلہ بند ہو گیا اور ان لوگوں نے زمین سے اُگی ہوئی چیزوں کا استعمال شروع کر دیا تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے عہد میں جس من وسلوی کا نزول شروع ہوا تھا اس کا سلسلہ چالیس سالہ مدت تہہ میں جاری رہا۔ اس مدت کے ختم ہونے کے بعد عہد یوشع میں اب جب کہ یہ لوگ تہہ کی گردش سے نکل کر پہنچے تو اس کا سلسلہ بند ہو گیا۔

پھر اسی دن جس دن من وسلوی کا نزول بند ہوا۔ حضرت یوشع بن نون نے اریحا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا، تو انہیں ایک بہادر شخص شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے ہوئے نظر آیا حضرت یوشع اپنے مقام سے چل کر اس کے پاس پہنچے اور اس سے پوچھا کہ تو کون ہے، بہا کے لشکریوں سے ہے

یہ نہیں؟ اس نے کہا کہ میں لشکرِ خداوندی سے تعلق رکھتا ہوں اور آپ کے پاس بھیجا گیا ہوں، حضرت یوشع بن نون نے جب یہ جان لیا کہ یہ فرشتہ ہے اور خداوندِ عالم نے اسے میرے پاس بھیجا ہے تو سجدہ شکر کے لئے زمین پر پیشانی رکھ دی، پھر سر اٹھا کر پوچھا کہ خداوندِ عالم کا کیا حکم ہے اور تو کون سا حکم لے کر آیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں یہ بتانے آیا ہوں کہ تم جس ارض مقدس کو حاصل کرنے کے لئے مامور ہوئے ہو اس کا آغاز ہو چکا ہے اور جس جگہ تم کھڑے ہو یہ زمین ارض مقدس میں شامل ہے۔ لہذا تم اپنے تعلقین اتار دو اور اس کا احترام کرو، حضرت یوشع بن نون اپنی جوتیاں اتار کر حمد باری میں مشغول ہو گئے۔

حمد باری بجالانے کے بعد حضرت یوشع بن نون نے بنی لیوی کے چند نمایاں افراد کو بلا کر انھیں حکم دیا کہ صندوق الشہادت لے آؤ وہ لے آئے پھر اولادِ بارون میں سے سات منتخب افراد کو بلایا اور کہا کہ تم صندوق الشہادت کے ہمراہ ہو کر بالکل خاموشی کے ساتھ تین مرتبہ حدودِ اریحا کا طواف کرو، وہ لوگ حسبِ حکم روانہ ہوئے اور طواف کر کے واپس آئے۔ بروایت تاریخ التواریخ ان لوگوں نے چھ روز مسلسل تین تین بار طواف کیا اور "اریحا" کو ہر جانب سے اچھی طرح دیکھ بھال لیا، بروایت روضۃ الصفا، شہر اریحا بہترین شہر تھا اور اس کے گرد جو فصل تھی وہ بے حد مستحکم تھی، اس کے سنگریزے بہترین تھے۔ اس کی بلندی افلاک سے باتیں کرتی تھی، اس میں بہت بڑے بڑے اور نہایت عمدہ مکانات تھے، بے پناہ باغات تھے، نہریں جاری تھیں، یہ شہر حصین و محفوظ بھی تھا اور حسین و خوبصورت بھی تھا۔ اس میں بہترین بازار بھی تھے اور ہر قسم کی آرائش بھی تھی اور اس کی مصنوطی اور اس کے محفوظ ہونے کا یہ اندازہ تھا کہ حضرت یوشع بن نون کے لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس کا فتح کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن حضرت یوشع بن نون نے بعلم نبوت جان لیا تھا کہ اسے نہایت آسانی سے فتح کیا جاسکے گا اور خداوندِ عالم اس کے فتح کرنے میں ہماری خصوصی امداد فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت یوشع نے دُعا ئے کامرانی بھی کی۔

پھر جب محاصرہ کو ساتواں دن ہوا تو حضرت یوشع بن نون نے حکم دیا کہ آج اچھی طرح تمام حالات و کیفیات سے آگاہی حاصل کر کے ہمیں مطلع کرو۔ ان لوگوں نے سات مرتبہ طواف کیا اور حالات سے باخبر کر کے انھیں اس کے فتح کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ اب تاخیر کی ضرورت نہیں ہے، اب آگے بڑھنا چاہیے۔

حضرت یوشع بن نون نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد حکم دیا کہ اب اس پر ایک طرف سے پوری طاقت کے ساتھ حملہ کرو اور اس میں جس کو پاؤں سے قتل کرو اور جو کچھ پاؤں سے

پر قبضہ کرو، البتہ ”راعاب“ کا خیال رکھنا اسے کسی قسم کی گزند نہ پہنچے۔ کیونکہ اُس نے ہمارے سفیروں کی جان بچائی تھی اور اس کی حفاظت کا وعدہ کیا جا چکا ہے۔

حضرت یوشع بن نون کا حکم پاتے ہی بنی اسرائیل نے اپنی پوری طاقت سے اریحاً پر ایک جانب سے حملہ کر دیا۔ خدا کا یہ کرنا ہوا کہ جیسے ہی حضرت یوشع بن نون کا لشکر ”اریحاً“ کی طرف بڑھا ”سور البلد“ کی دیواریں خود بخود گر گئیں اور ان کا لشکر بڑی آسانی سے داخل اریحاً ہو گیا۔

شہر میں گھسنے کے بعد ان لشکریوں نے پوری طاقت کے ساتھ قتل و غارت کیا اور از قلم سیم دزر جو کچھ پایا لے لیا اور اسے ایک خیمہ میں جمع کر دیا۔ البتہ ”راعاب“ کو محفوظ رکھا اور اسے سہولتیں بہم پہنچائیں تا ایں کہ وہ آخر عمر تک انھیں میں رہ کر فوت ہوئی۔

حضرت یوشع بن نون نے بنی اسرائیل کو دیگر ہدایات کے علاوہ **وادخلوا الباب سجداً** فتح اریحاً سے قبل یہ بھی کہا تھا کہ جب اریحاً کے اندر داخل ہونے

لگنا تو گردش تیبہ سے نجات پانے اور اپنی کامیابی اور کامرانی کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا و مغفرت اور ادائے شکر کے طور پر دروازے میں سجدہ ریز ہو کر یا سر جھکا کر داخل ہونا اور زبان سے ”حطہ“ کہتے جانا۔ لیکن وہ لوگ حسب عادت متمردانہ داخل اریحاً ہو گئے اور انھوں نے حضرت یوشع کے کہنے کی کوئی پرواہ نہ کی اور تسخر کے طور پر حطہ کے بجائے حطہ کہتے رہے، حطہ کے معنی بخشش کے ہیں اور حطہ کے معنی گندم کے۔ البتہ اس حکم کی تعمیل ان لوگوں نے کی جو عقل و ہوش رکھتے تھے اور نبی کے حکم کو خدا کا حکم جانتے تھے، مقدس تھے اور صفائے باطن رکھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں نے تسخر کیا تھا جن کی تعداد بردایت روضۃ الصفا ستر ہزار اور بردایت ناسخ التواریخ چوبیس ہزار تھی ان پر خدا نے طاعون کا عذاب نازل کر دیا اور سب کے سب داخل جہنم ہو گئے اور بچے صرف وہی جن لوگوں نے حکم نبی کی تعمیل کی تھی۔

باب حطہ اور اہل بیت رسول علمائے فریقین اس پر متفق ہیں کہ حضرت رسول کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال

میری اُمت میں بالکل ویسی ہی ہے جیسی بنی اسرائیل میں باب حطہ کی تھی، جس نے حضرت یوشع بن نون کے کہنے کے مطابق لفظ ”حطہ“ زبان پر جاری کیا تھا اس نے نجات پالی تھی۔ اور جس نے اس کی پرواہ نہیں کی وہ تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ بالکل اسی طرح میری اُمت کے لئے یہ ہے کہ جو ان میں سے باعقاد و صحیح میرے اہل بیت کے تابع فرمان ہوں گے اُن ان سے بدل و جان محبت کریں گے وہی لوگ نجات پائیں گے اور جو ان کی نافرمانی کریں گے اُن

کی پیروی نہ کریں گے اور انھیں امام برحق نہ مانیں گے اور ان کے ذریعہ سے نجات کا عقیدہ نہ رکھیں گے وہ تباہ و برباد ہو کے رہیں گے اور ان کی نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوگا۔ عرائس ثعلبی ص ۱۳ میں ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ”حطہ“ کہلوانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ بزبان خود ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہتے جائیں۔ کیونکہ اس کا کہنے والا بچتا جاتا ہے۔

تفسیر امام حسن عسکری میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے اے بنی اسرائیل تم اس وقت کو یاد کرو ”اذ قلنا“ جب کہ ہم نے تمہارے باپ دادا سے کہا کہ ”ادخلوا هذه القرية“ تم اس بستی میں داخل ہو اور وہ ”ایرجا“ بلا د شام سے ایک شہر ہے اور یہ حکم اس وقت ہوا تھا جب کہ وہ ”صحرائے تہہ“ سے نکلے ”فكلوا منها حيث شئتم رغدا“ اور اس شہر میں سے جہاں سے تمہارا جی چاہے بے زحمت درخت پیٹ بھر کر اور سیر ہو کر کھاؤ، وادخلوا الباب مسجد“ اور شہر کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اندر داخل ہو اور حق تعالیٰ نے شہر کے دروازے پر ان کے لئے حجر اور علیؑ کی صورتوں کو متمثل کیا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ ان مثالی صورتوں کی تعظیم کے لئے سجدہ کریں اور ان کی بیعت اور محبت کے ذکر کو اپنے نفسوں میں تازہ کریں اور جو اقوام ان کی ولایت و اعتقاد افضلیت کا ان سے لیا گیا ہے اس کو یاد کریں ”وقولوا“ ”حطہ“ کہو یعنی یہ کہو کہ ہمارا محمدؐ علیؑ کی مثالوں کی تعظیم کے لئے خدا کو سجدہ کرنا اور ان کی ولایت کا اعتقاد کرنا ہمارے گناہوں کا کھونے والا اور ہمارے قصود کو مٹانے والا ہے ”نفخر لکم خطایا کہ“ تاکہ ہم اس عمل کے سبب تمہاری گزشتہ خطاؤں کو بخش دیں اور پہلے کے گناہوں کو زائل کر دیں ”سنزید المحسنین“ اور جلد ہم نیکو کاروں کے ثواب کو زیادہ کریں گے۔ یعنی جو لوگ تم میں سے ایسے ہیں کہ انھوں نے وہ گناہ نہیں کئے جو مخالفان ولایت نے کئے ہیں اور ان کی ولایت کا ہمد جو اپنے نفس میں خدا سے کیا تھا اس پر ثابت قدم رہے۔ اس عمل کے بجالانے سے ہم ان کے درجات اور ثواب زیادہ کریں گے اور آیت ”سنزید المحسنین“ سے یہی مراد ہے۔ فیدل الذین ظلموا قولاً غیر الذی قیل لہم۔ پس اس گروہ نے کہ جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا اس قول کو جو ان سے کہا گیا تھا اور طرح بدل دیا۔ خدا نے ان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے سجدہ نہ کیا اور جس لفظ کے کہنے کا حکم دیا تھا وہ نہ کہا بلکہ دروازے کی طرف پشت کر لی اور پیٹھ کی طرف سے شہر میں داخل ہوئے۔ نہ تو بھگے اور نہ داخل ہوتے وقت سجدہ کیا اور کہنے لگے کہ اتنے بلند دروازے کے ہوتے ہوئے ہم جبکہ کر کیوں داخل ہوں۔ دیکھتے یہ مومن اور شیخ ہم سے یونہی ہنسی کرتے رہیں گے اور بیکار اور فضول امور کے لئے ہم سے سجدے کرائیں گے اور

بجائے ”حطۃ“ کہنے کے ”حنطۃ سمقاندہ“ کہا یعنی لال گیسوں جو ہم کھاتے ہیں کہا کہ وہ اس قول و فعل سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ”فانزلنا علی الذین ظلموا رجلاً من السماء بہا کاخوا یضقون“ یعنی ہم نے ان لوگوں پر کہ انھوں نے اس لفظ کو جو ان سے کہا گیا تھا بدل دیا اور محمد علیؐ اور ان کے آل اہل ہاڑ کی ولایت کے مطیع و فرمان بردار نہ ہوئے، ان کے فسق و فجور اور حکم اطاعت سے نکل جانے کے سبب آسمان سے عذاب ان پر نازل کیا اور وہ مرض طاعون تھا کہ ایک دن کے تھوڑے حصہ میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمی ان میں سے اس مرض سے ہلاک ہوئے اور وہ لوگ یہ تھے جن کی بابت خدا کے علم میں گزر چکا تھا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے اور نہ توبہ کریں گے اور جن کی بابت خدا کو یہ معلوم تھا کہ وہ توبہ کریں گے یا ان کے صلبوں سے ایسے پاک لوگ پیدا ہوں گے جو توحید الہی کے قائل ہوں گے اور حضرت محمد مصطفیٰؐ پر ایمان لائیں گے اور ان کے وصی اور بھائی کی ولایت کو پہچانیں گے ان پر یہ عذاب نازل نہ ہوا اور وہ اس طاعون سے بچ گئے؛ (امام حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکریؑ)

۲۲۹ دیجات القلوب ج ۱ ص ۱۸۰ -

فتح ”اریحا“ کے بعد فتح ”عی“ کا عزم | حضرت یوشع بن نون ارض مقدس کے حصول کے سلسلہ میں فتح اریحا کے بعد فتح عی کی طرف

متوجہ ہوئے اور انھوں نے چند جاسوسوں کو اس مقام کی طرف بھیج دیا تاکہ وہ وہاں کے حالات سے باخبر ہو کر اطلاع دیں اور بتائیں کہ اس مقام ”عی“ کو فتح کرنے میں ہمیں کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور کس صورت سے کامیابی حاصل ہو سکے گی۔ وہ لوگ حضرت یوشع بن نون کے حکم کے مطابق جاسوسی اور تفحص حالات کے لئے روانہ ہو کر وہاں پہنچے اور وہاں کے حالات کا اچھی طرح مطالعہ کیا اور واپس آکر بتایا کہ ان لوگوں کی حالت کسی صورت سے اچھی نہیں ہے، ان پر حملہ کرنے کے ان کے علاقہ عی کو فتح کرنے کے لئے صرف ۲ یا ۳ ہزار کی فوج کافی ہے، حضرت یوشع بن نون نے تین ہزار پر مشتمل فوج فتح عی کے لئے روانہ کر دی۔ جب ان کا لشکر عی کے قریب پہنچا اور اہل عی کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ سب نبرد آزما کی حالت میں نکل پڑے، اور خوب جنگ ہوئی۔ حضرت یوشع بن نون کا لشکر سعی یلغ کے باوجود کامیاب ہو سکا۔ اور ۳۴ افراد ان کے قتل ہو گئے اور ان کا لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ اہل عی نے لشکر کا پیچھا کیا اور انھیں بھاگتے ہوئے بھی کافی قتل کر ڈالے۔ جب شکست خوردہ لشکر حضرت یوشع بن نون کے پاس پہنچا اور اس نے حالات بتائے تو حضرت یوشع کو نہ صرف انھوں نے بلکہ تعجب بھی ہوا، کیونکہ انھیں یقین تھا کہ اہل عی میں ہم سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔

جب حضرت یوشعؑ کا لشکر واپس آیا تو آپ سجدہ خداوندی میں چلے گئے اور عرض کی مالک اگر یہی حال رہا تو پھر تباہی ہی تباہی ہے۔ وحی ہوئی کہ اُسے یوشعؑ یہ شکست ان لوگوں کی طاقت کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ بلکہ تمہاری قوم کی خیانت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ تم تحقیق کرو کہ کس نے خیانت کی ہے اور اسے قرار واقعی سزا دو، ورنہ تم اپنے مقابل پر کامیاب نہ ہو سکو گے۔ یہ سن کر حضرت یوشعؑ بن نون کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور وہ حیران و ششدر ہو کر رہ گئے۔ پھر حکم خداوندی کے مطابق حضرت یوشعؑ بن نون نے تحقیق شروع کر دی۔ انھوں نے سب سے پہلے تمام اسباط کی اولاد کو جمع کیا۔ پھر ان میں قرعہ ڈالا تو نکلا کہ وہ خائن، یہودا کی نسل میں ہے۔ پھر قرعہ ڈال کر معلوم کیا۔ وہ قبیلہ زارح سے متعلق ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ بیت زبدی سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر بذریعہ قرعہ معلوم کیا کہ بیت زبدی میں ”عائان بن کرمی بن زبدی بن زارح“ نے خیانت کی ہے۔ حضرت یوشعؑ بن نون نے اس سے فرمایا کہ تو نے کیا خیانت کی ہے اور کیوں کی ہے؟ اس نے کہا کہ حضور، جب اریحا میں قتل و غارت اور لوٹ مار جاری تھی، میں نے ایک ایسا پانچامہ پایا تھا جس کی بنا ڈٹ میں دو سو متقال چاندی اور پچاس متقال سونا شامل تھا، وہ مجھے بہت پسند آیا اور میں نے اُسے اصول شریعت کے خلاف اپنے قبضہ میں کر لیا۔ پھر اسے زمین میں دفن کر کے محفوظ کر دیا۔

حضرت یوشعؑ بن نون نے اسے زمین سے نکلوا کر بیت المال میں جمع کر دیا اور اسے قرار واقعی سزا دی۔ کیونکہ اس کی اس خیانت سے جنگ میں شکست ہو گئی تھی اور کثیر آدمی مارے گئے تھے۔ تو تاریخ میں ہے کہ حضرت یوشعؑ نے اسے رجم کی سزا دی اور حکم دیا کہ تمام بنی اسرائیل اس پر پتھر ماریں۔ چنانچہ سب نے مل کر اتنے پتھر مارے کہ ایک ٹیلہ بن گیا اور اس کا نام ”برج افتحاح“ رکھ دیا۔

اس کے بعد حضرت یوشعؑ بن نون نے تیس ہزار فوجیوں کو تغیر ”عی“ کے لئے روانہ کیا اور انہیں ہدایت کر دی کہ تم لوگ مقام ”عی“ کے ایک جانب کمین گاہ بنا کر ٹھہرو میں صبح کو وہاں پہنچوں گا، وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو کر ”عی“ کے جانب غربی مقام بیت نیل قیام پذیر ہو گئے۔ پھر صبح کو حضرت یوشعؑ مشائخ بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر ”عی“ کے جانب غربی میں جا پہنچے اور سب کو لیکر قلعہ ”عی“ کے قریب پہنچ گئے۔ والی ”عی“ اپنا لشکر لے کر باہر آیا اور حضرت بن نون نے حضرت یوشعؑ

لے شریعت موسوی میں جنگ کے دوران حاصل شدہ مال بیت المال میں جمع کیا جاتا تھا۔ اسی طرح دیگر شریعتوں میں رہا۔ لیکن شریعت محمدیہ میں خدا نے یہ حکم کیا کہ اُسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔ (عرائس)۔

بن نون اصول جنگ کے تحت اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹنے لگے۔ والی عی سمجھا کہ یہ لوگ ہارتے ہوئے بھاگ رہے ہیں۔ اس نے ان کا پیچھا کیا اور قلعہ کے دروازے کو کھلا چھوڑ دیا۔ حضرت یوشع بن نون نے جب دیکھا کہ یہ قلعہ سے دور نکل آئے ہیں تو انھوں نے اپنے عصا کو قلعہ کی طرف دراز کیا، یہ فتح کی علامت تھی۔ حضرت یوشع بن نون کی وہ فوج جو جانب غزنی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے جب دیکھا کہ قلعہ خالی ہو گیا ہے اور سب حضرت یوشع کے تعاقب میں چلے گئے ہیں تو وہ لوگ قلعہ میں داخل ہو گئے اور قتل و غارت شروع کر دی اور گھر وں میں آگ لگا دی۔ مقام عی کے دارالسلطنت میں جب آگ لگی اور دھواں اٹھا تو حضرت یوشع سمجھ گئے کہ عی فتح ہو گیا ہے اور ہمارے لوگ اس میں داخل ہو چکے ہیں، یہ دیکھ کر انھوں نے اپنا علم تیز کر دیا اور پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے کو بڑھنے لگے اور سب کو قتل کر ڈالا۔ البتہ یوشع کے لشکر نے والی "عی" کو گرفتار کر لیا۔ پھر سب نے عی میں داخل ہو کر پورے طور پر قتل و غارت کیا، اس کے بعد والی کو دار پر لٹکا دیا اور پورے عی پر قبضہ کر لیا۔ عی میں جتنے لوگ قتل ہوئے تھے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔

حضرت یوشع بن نون عی، کو فتح کرنے کے بعد اپنے قیام کی جگہ "جلجال" واپس چلے گئے۔ کران کی کامیابی کا شہرہ تمام ارض مقدس میں پھیل گیا اور تمام بادشاہ جو اس ارض مقدس کے کسی بھی حصے میں تھے خوف زدہ ہو گئے۔

حضرت یوشع بن نون سے خوف کی وجہ سے مقام "جبعون" کے مشائخ نے اپنے بچاؤ کا یہ انتظام کیا کہ بچے پرانے کپڑے پہن کر حضرت یوشع کے پاس گئے اور ان سے اپنی بے مانگی کا حال و سہ کران سے اپنی نجات کا وعدہ لے لیا اور جنگ سے بچ گئے۔ حضرت یوشع بن نون نے ان لوگوں کو اپنی فوج کے لئے لکڑیاں لانے اور پانی فراہم کرنے کے لئے معین کر دیا۔

حضرت یوشع بن نون کیلئے رحبت شمس جبعون کے لوگوں کے معاہدہ کی خبر تو جب دیگر بادشاہوں تک پہنچی، تو انھوں نے ایک کر لیا اور فیصلہ کیا کہ یوشع بن نون سے مقابلہ کیا جائے، لیکن اس سے پہلے جبعون کے باشندوں کو ان کی اس حرکت کی سزا دی جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے جمع ہو کر جبعون پر حملہ کرنا چاہا وہ بادشاہ جنھوں نے ایک کیا تھا یہ تھے (۱) ہولام ملک جبردن (۲) فرام ملک یرموث (۳) یا فیح ملک لانیس (۴) دیر ملک عبلون (۵) ادونی صادق ملک بیت المقدس۔

جبعون نے جب اپنے اوپر لوگوں کی یورش کا یقین کر لیا تو ایک شخص کو جلجال بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ ہم آپ کے غلام ہیں اور اب ہم پر یہ مصیبت آرہی ہے، براہ کرم آپ ہماری خبر لیں حضرت یوشع بن نون نے لشکر تیار کیا اور سب کے سب دواں سے روانہ ہو گئے، ساری رات

راستہ طے کر کے صبح کو وہاں پہنچے تو دشمن کی فوج کو تیار پایا۔ جنگ شروع ہو گئی اور خوب گھسان کی جنگ ہوئی اور تازہ وال جاری رہی، پھر چند ساعت کے بعد جنگ تیز ہو گئی، یہاں تک کہ آفتاب نکل پڑا ہو گیا۔ بروایت روضۃ الصفا جب کامیابی کے آثار نمایاں ہوئے تو آفتاب ڈوبنے لگا اور چونکہ ہفتہ کو بنی اسرائیل عبادت کے سوا کچھ نہ کرتے تھے اور جمعہ کا دن ختم ہو رہا تھا اس لئے حضرت یوشع بن نون نے دعا کی، خدایا آفتاب کو پلٹا دے تاکہ آج ہی جنگ کا خاتمہ ہو جائے، ان کی دعا مستجاب ہوئی اور آفتاب مغرب سے پلٹ کر اتنی بلندی پر آگیا کہ پھر غروب کرتے کرتے حضرت یوشع جنگ سے فارغ ہو گئے۔ البتہ یوشع بن نون میں ہے کہ جنگ جاری تھی اور کامیابی صرف اس لئے نہیں ہوئی تھی کہ مخالف کے پاس ایک ایسی عورت تھی جو برہمنہ ہو کر نجوم کے ذریعہ سے عمل کرتی تھی یوشع نے دعا کی اور دن بڑا ہو گیا جس سے اس کا حساب غلط ہو گیا اور یوشع بن نون کامیاب ہو گئے۔ برائش قلبی میں ہے کہ حضرت یوشع بن نون نے اس طرح دعا کی ”اللہم اردد الشمس علی“، خدایا آفتاب کو میرے لئے پلٹا دے۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے آفتاب کو مخاطب کر کے کہا کہ ”انک فی طلعة اللہ دانانی طاعة اللہ تو اطاعت خدا میں ہے اور میں بھی اطاعت خدا میں مشغول جنگ ہوں، یہ کہہ کر انھوں نے آفتاب سے کہا کہ بھڑ جا اور ماہتاب سے کہا کہ رُک جا، تاکہ ہم انتقام لے لیں۔ اور کامیابی حاصل کر لیں، فحدت الشمس و زید النہار“ یہ سن کر آفتاب پلٹ آیا اور دن اتنا بڑھ گیا کہ انھوں نے دشمن کا کام تمام کر دیا، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام دعوئے مشغول میں فرماتے ہیں ”یا من اعطی الخضر الحیات و رد یوشع بن نون نور الشمس بعد غروبہا“ اے وہ خدا جس نے خضر کو طویل زندگی دی اور یوشع بن نون کیلئے آفتاب کو نور عروج کے بعد پلٹایا۔ نسخ التواریخ میں ہے کہ جس وقت قتل و غارت جاری تھی یا پھل بادشاہ مذکور بھاگ کر بہار کی ایک کھوہ میں رو پوش ہو گئے، حضرت یوشع نے حکم دیا کہ بہار کی کھوہ کے مٹنے کو پتھر سے بند کر دیا جائے۔ چنانچہ اس پر پتھر رکھ دیا گیا۔ پھر جب جنگ سے سکون ملا تو انھیں نکال کر قتل کر دیا گیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر ملک استیلا دلائیش کی طرف تیشنبہ کو پہنچے اور ان پر قبضہ کیا۔ وہاں کے باشندوں کو قتل کر دیا پھر دو شنبہ کو ہلاک والی جدون کو قتل کیا۔ پھر عجلون و تبرمن و قیم و غزہ۔ جوش۔ جب عجلون کے دایلوں کو قتل کر کے عجلال کی طرف واپس آ گئے۔

ارض مقدس کے دیگر فرمانرواؤں کا قتل حضرت یوشع بن نون نے اس مرحلہ کے بعد پھر دیگر فرمانرواؤں کے قتل کی طرف توجہ کی۔

نوٹ :- بلعم باعور کا واقعہ صاحب روضۃ الصفا نے عہد یوشع بن نون میں لکھا ہے اور امام ثعلبی نے عہد حضرت موسیٰ میں تحریر کیا ہے، میں نے آخر الذکر کو اختیار کر کے اسے عہد موسیٰ علیہ السلام میں تحریر کیا ہے یہی کچھ صاحب نسخ نے بھی تحریر کیا ہے۔

اور تقریباً سب ہی کو قتل کر ڈالا اور ارض مقدس کے اس ملک پر قبضہ کیا اور اس فرمانرواؤں کو بحکم خدا قتل فرمایا۔ (ناسخ التواریخ) بروایت روضۃ الصفا بعض ملکوں کے بادشاہ مسلمان ہو کر قتل سے بچ گئے۔ لیکن ان میں سے بروایت حیوۃ القلوب تین بادشاہ ایسے تھے جنکی وجہ زندگی بھر حضرت یوشع بن نون صحیح خدمت دین نہ کر سکے جن میں سے ایک کا نام بروایت روضۃ الصفا بارق تھا۔ یہ جنگ ایک روایت کی بناء پر سات سال جاری رہی۔

حضرت یوشع بن نون سے صفورا
بیوہ حضرت موسیٰ کی جنگ

عالم نے ان کو مبعوث بہ نبوت بھی فرما کر انھیں اریحا کا بنی بھی بنا دیا تھا۔ مقام اریحا جو کہ برایتے سارے شام سے عبارت ہے۔ وہ اس وقت مختلف غیر موعد بادشاہوں کے قبضے میں تھا۔ حضرت یوشع بن نون کو جو خداوند عالم کی طرف سے پہلا حکم آیا تھا۔ وہ فتح اریحا کا تھا۔ حضرت یوشع بن نون نے فتح اریحا کی بدو جہد شروع کی اور اسے شاندار طریقے سے حاصل کیا، اریحا اس ارض مقدس کا مرکزی مقام تھا جس میں بیت المقدس وغیرہ شامل تھے اور جسے خداوند عالم نے بنی اسرائیل کو عطا فرمانے کا وعدہ کیا تھا۔ حضرت یوشع بن نون نے جب ساری ارض مقدس پر قبضہ کر لیا تو دو منافقوں کے درغلانے سے ان کی بھابی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوہ صفورا بنت شعیب ان کے خلاف ہو گئی اور اس نے ان سے نبرد آزما کی فیصلہ کر لیا اس کا کہنا تھا کہ موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی سرداری کی میں حق دار ہوں۔ (حیات القلوب ج ۱ ص ۲۱۹)۔

بعض معاصرین لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے بعد جناب یوشع بن نون بنی اسرائیل کے نبی اور پیشوا قرار پائے اور ان کے زمانے میں اس ملک میں بڑے سخت اور جابر تین بادشاہ تھے جو یکے بعد دیگرے مر گئے اور ان کے مرنے کے بعد حضرت یوشع بن نون آزادی کے ساتھ تبلیغ و ہدایت میں مشغول ہوئے۔ اس عرصہ میں دو منافقوں نے جو قوم موسیٰ سے تھے۔ یوشع کے خلاف سازش کی اور حضرت موسیٰ کی زوجہ بیوہ صفورا دختر شعیب کو اپنے ساتھ ملا کر لشکر تیار کیا اور یوشع کے خلاف بغاوت کر دی۔ چنانچہ جنگ ہوئی اور حضرت یوشع کو فتح ہوئی کچھ قتل ہوئے کچھ بھاگ گئے اور صفورا اسیر ہو گئی۔ حضرت یوشع نے حضرت موسیٰ کا احترام کرتے ہوئے اسکو دنیا میں معاف کر دیا اور آخرت کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا اور کہا کہ قیامت میں تیرے شوہر

حضرت موسیٰ سے جب ملاقات ہوگی تو یہ سب کچھ سناؤں گا جو کچھ تو نے اور اس قوم نے میرے ساتھ کیا ہے۔ یہ سن کر صغیرؑ، داؤدؑ لکرنے لگی اور شرمندہ ہو کر واپس ہوئی۔ (تاریخ اسلام ج ۱ ص ۱۸۱)۔
تو تاریخ اسلام مسٹر ڈاکٹر حسین لکھتے ہیں، یوشع بن نون حضرت موسیٰؑ کے وحی تھے بعد موسیٰؑ اریحا میں نبی ہوئے صفورا یا صغیرؑ زوجہ موسیٰؑ نے لوگوں کو جمع کر کے ان سے جنگ کی، ستر ہزار آدمی مارے گئے، یوشع غالب آئے۔ (تاریخ اسلام ج ۱ ص ۱۸۳)۔

لسان الملک مرزاقی لکھتے ہیں کہ صفورا دختر شعیبؑ جو کہ حضرت موسیٰؑ کی بیوی تھی وہ حضرت یوشع بن نون سے برسرِ پیکار ہوئی۔ ”و باغوائے ددین از منافقین در مخالفت یوشع صد ہزار تن بادے موافقت نمود و پیوستگان خود را برداشتہ برزم آنحضرت بردن شد“ اور دو شخصوں کے بہکانے سے جو کہ منافق تھے مخالفت حضرت یوشع کے لئے ایک لاکھ آدمیوں کو تیار کر لیا اور ان سب کو لے کر حضرت یوشع سے لڑنے کے لئے میدان میں نکل آئی، حضرت یوشع نے جب یہ دیکھا تو وہ بھی ایک بڑا لشکر لے کر برآمد ہوئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت یوشع نے ان سب کو شکست دی اور صفورا کو گرفتار کر لیا اور اس سے کہا کہ میں صرف اس وجہ سے کہ تم نبی کی بیوی ہو تمہارے ساتھ کچھ نہیں کرتا۔ البتہ یہ کر دوں گا کہ قیامت میں حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوگی تو ان سے تمہارے کثرت بیان کر دوں گا۔ (ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۱۸۱ طبع ایران)۔

علامہ علی حیدر لکھتے ہیں، ”حضرت موسیٰؑ کے بعد آپ کے وحی حضرت یوشع بن نون کو خود حضرت موسیٰؑ نے (بحکم خدا) اپنا قائم مقام کر دیا تھا، مقام اریحا میں نبی ہوئے اور بنی اسرائیل کی ہدایت و سرداری اپنے ذمہ لی، تین دن تک (بعد وفات موسیٰؑ) بنی اسرائیل کو تہہ میں مقیم رکھا، پھر ان کو اریحا میں لائے۔ حضرت موسیٰؑ کی زوجہ صفورا یا صغیرؑ نے لوگوں کو جمع کر کے حضرت یوشع سے جنگ کی جس میں ستر ہزار آدمی مارے گئے اور حضرت یوشع فتح یاب ہوئے۔ (تاریخ آئمہ ص ۳)۔

امام المورخین، خاتم المجتہدین، مجدد ملت حضرت علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت یوشع بن نون بنی اسرائیل کے سردار اور مقتدی تھے۔ انھوں نے ان مصائب پر صبر کیا جو ظالم بادشاہوں کی طرف سے ان پر نازل کئے گئے، ان کے عہد میں تین ظالم بادشاہ ایسے گزرے جن کی موجودگی میں حضرت یوشعؑ ادا مروا نہا ہی پر صحیح طریقے سے کام نہ کر سکے۔ پھر جب وہیکے بعد دیگرے ہلاک ہوئے تب وہ صحیح طریقے پر کام کر سکے۔ ان کے عہد میں ایک یہ عادت بھی سامنے آیا کہ دو منافقوں نے حضرت موسیٰؑ کی بیوی صغیرؑ دختر شعیبؑ بنی کو دھوکا دے کر انھیں اپنے ساتھ

لے لیا اور ایک لاکھ آدمیوں کو جمع کر کے حضرت یوشع بن نون پر خرچ کیا، باہمی جنگ ہوئی اور حضرت یوشع غالب آئے، انھوں نے منافقوں کی ایک بہت بڑی تعداد قتل کی، کافی لوگ جان بچا کر بھاگ گئے اور صغیر اگر فائر ہو گئی۔ اس کی گرفتاری کے بعد حضرت یوشع نے اس سے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ دنیا میں کچھ نہیں کرتا، البتہ جب قیامت میں حضرت موسیٰ کا سامنا ہوگا تو تمہاری شکایت کروں گا اور انھیں بتاؤں گا کہ تم سے اور تمہارے حامیوں سے مجھے کیا کیا تکلیف پہنچی ہے۔ یہ صغیر اسن کر دو پڑی اور وادیاں کر لے لی اور بولی کہ اب ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں کہ اگر مجھے جنت میں بھیجا گیا تو میں اس میں جانے میں شرمناؤں گی، کیونکہ وہاں حضرت موسیٰ ہوں گے۔ میں نے ان کے بعد ان کا پردہ شرم حیا چاک کیا ہے اور ان کے وحی برحق سے جنگ کی ہے۔ (حیات القلوب ج ۱ صفحہ ۲۱۸ و نور المبین علامہ نعمت اللہ الجزائری ص ۳۵)۔

عہد یوشع بن نون کا ایک واقعہ | چار آدمی آپس میں دوست تھے، کسی مقصد کے لئے تین شخص ایک گھر میں جمع ہوئے، تھوڑی

دیر کے بعد چوتھا شخص بھی آگیا، اس نے دستک دی، غلام برآمد ہوا، اس نے پوچھا تمہارا مال کہاں ہے؟ غلام نے کہا وہ یہاں نہیں ہے وہ واپس چلا گیا۔ غلام سے مالک نے پوچھا کہ کون تھا؟ اس نے بتایا تمہارا دوست تھا فلان نام کا، ان لوگوں نے کوئی خاص توجہ نہ دی اور سب کے سب اپنی باتوں میں مشغول ہو گئے۔ دوسرے دن وہ پھر آیا تو یہ لوگ گھر سے نکل رہے تھے۔ سلام پیام کے بعد اس نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو کہا زراعت پر اس نے پوچھا کہ میں بھی جی سکتا ہوں، کہا چلو، سب جا رہے تھے کہ راستہ میں اس نے کہا کہ میں کل بھی آیا تھا، مگر تمہارے غلام نے کہا کہ وہ یہاں نہیں ہیں اس لئے میں واپس چلا گیا تھا۔ ان لوگوں نے اس بات پر غور خواہی نہ کی۔ چلتے چلتے ایک ابر کا ٹکڑا نظر آیا جو ان لوگوں کے سر پر تھا، یہ سمجھے کہ بارش ہونے والی ہے۔ لہذا یہ بھاگ کر ایک طرف کو جانے لگے۔ اتنے میں ایک آواز آئی کہ میں جبرئیل ہوں، اور ابر کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کو لے لے، چنانچہ آگ کا ایک ٹکڑا ابر سے نکلا اور اس نے ان تینوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ چوتھا شخص جو بعد میں ان میں شامل ہوا تھا وہ بچ گیا، وہ سخت حیران تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ چنانچہ وہ حضرت یوشع علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت یوشع نے فرمایا کہ ان لوگوں نے چونکہ تجھ سے غور خواہی نہیں کی۔ اس لئے خدا نے ان کو یہ سزا دی ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میں انھیں معاف کرتا ہوں۔ حضرت یوشع بن نون نے فرمایا کہ اگر کوئی اس حادثہ سے پہلے معاف کر دیا ہوتا تو شاید یہ حادثہ نہ ہوتا۔ اب جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب اگر تیری معافی کا ان کو کچھ فائدہ پہنچتا ہے تو آخرت میں پیچھے گا۔ (حیات القلوب اصول کافی،

قصص الانبیاء جز ثری -

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آج کل جو یہ رواج ہو گیا ہے کہ لوگ گھر میں ہوتے ہوئے آلے والے سے کہلا دیتے ہیں کہ ”وہ گھر میں نہیں ہیں“۔ یہ قابل مواخذہ ہے اور اس دروغ بانی کی بھی سزا دی جائے گی، میں کہتا ہوں کہ اس طرز عمل کا سب سے بڑا اور بُرا اثر اولاد پر پڑنے کا اندیشہ ہے اس لئے اس قسم کے غلط طریقوں سے انسان کو پرہیز کرنا چاہیئے۔

حضرت یوشع بن نون کی ایک دُعا حضرت امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک پرچہ کاغذ ایک

صحابی لے کر حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میں نے اسے ایک مقام پر پڑا پایا ہے معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں لکھا کیا ہے اور کس نے لکھا ہے، حضرت رسول کریمؐ نے ایک تاریخ مقرر کر کے اعلان کر دیا کہ سب مسجد میں جمع ہو جائیں، جب سب جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ حضرت یوشع بن نون کا لکھا ہوا ہے اور انھیں کی زبان میں ہے۔ اس میں یہ تحریر ہے کہ ”بہترین شخص وہ ہے جو برہیزگار ہو اور اسی پرہیزگاری میں گناہ کی زندگی بسر کرتا ہو اور بدترین شخص وہ ہے جو اپنی ریاست کی وجہ سے انگشت نما ہو۔“ پھر فرمایا کہ اس میں ایسے شخص کے لئے ایک دُعا بھی لکھی ہے جو خدا کی مرضی کا طالب ہو اور وہ دُعا یہ ہے (عربی ترجمہ) سبحان اللہ کما یبغی اللہ والحمد للہ کما یبغی اللہ ولا الہ الا اللہ کما یبغی اللہ واللہ اکبر کما یبغی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وصلی اللہ علی رسولہ واهلبیت نبی العربی الهاشمی وصلی اللہ علی جمیع المرسلین والنبیین۔ پھر فرمایا کہ اس دعا کو روزانہ پڑھنا چاہیئے۔ (حیات القلوب)

حضرت یوشع کی جانشینی، وفات اور مدت عمر فراتس تبلیغ انجام دے

رہے تھے کہ آپ کی عمر ایک سو بیس سال کی ہو گئی اور آپ علیل ہو کر صاحبِ فراش ہو گئے۔ اس وقت آپ نے اپنا جانشین مقرر کیا۔ تاریخ کامل ج ۱ ص ۱۷۱ میں ہے۔ ثم ترواہ اللہ فاستخلف علی بنی اسرائیل کالب بن یوفنا۔ پھر خدا نے آپ کو موت کا پیغام بھیجا تو آپ نے بنی اسرائیل پر اپنا جانشین حضرت کالب بن یوفنا کو مقرر و معین کیا، تاریخ طبری ج ۱ ص ۲۲۱ میں ہے، ان القیم بامور بنی اسرائیل بعد یوشع کالب بن یوفنا حضرت یوشع کے بعد بنی اسرائیل کے سردار اور مذہبی پیشوا و جانشین حضرت کالب بن یوفنا ہوئے۔ عرالش تعلیقی ص ۱۷۱ میں ہے کہ حضرت الوفات یوشع بن نون استخلف علی بنی اسرائیل کالب بن یوفنا، جب یوشع کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے کالب بن یوفنا کو بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ بنا دیا۔

روستہ الصنّاج ۱۰۹ میں ہے کہ جب حضرت یوشع کا انتقال ہونے لگا تو کاللب بن یوفتا را طلب داشتہ خلافت داد و ادراوسی و ولہد گردانیدہ از جہاں رحلت کرد کاللب بن یوفتا کو بلایا انھیں خلافت کا منصب دیا اور انھیں وحی اور جانشین بنا کر رحلت کر گئے۔ آپ کی عین وفات کے وقت مقام ”سلم“ کے والی بارق نے بغاوت کر دی، اس وقت آپ مجبور تھے، بددعا کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ نسخ التواریخ ج ۲۱ میں ہے کہ جب حضرت یوشع بن نون کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو انھوں نے تمام بنی اسرائیل کو مقام ”شیلو“ میں حاضر ہونے کا حکم دیا، جب سب حاضر ہو گئے تو آپ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا کہ سنو، اب میری وفات کا زمانہ قریب ہے اب تم میری بات کان دھر کے سنو اور اس پر عمل کرو۔ اے میری قوم تو نے خدا کی نعمتوں کا اچھی طرح مشاہدہ و مطالعہ کر لیا ہے، اس نے جو وعدہ ابراہیم و اسحاق سے ارض مقدس دینے کا کیا تھا اس کو پورا کر دیا اور اس سلسلہ میں جس قدر بھی بادشاہ تھے تقریباً سب کو قتل کر دیا اور تمہارے لئے ارض مقدس خالی کرادی، اب تمہارا فریضہ ہے کہ تم اس کے سامنے سجدہ کرتے رہو، اس کی عبادت کرتے رہو، ان لوگوں نے ان تمام باتوں کا اقرار کیا۔ جو حضرت یوشع بن نون نے فرمائیں۔ وصیت کرنے کے بعد آپ نے انتقال فرمایا اور آپ کو وہ ابراہیم بن یوسف میں دفن کر دیا گیا۔ آپ کی وفات کے متعلق علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ ۲۱ رمضان کو آپ کی وفات ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام شہید ہوئے تو اُسی شب کو حضرت امام حسن علیہ السلام نے منبر پر جا کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! یہ ۲۱ رمضان کی شب وہ رات ہے جس میں حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے اور حضرت یوشع شہید ہوئے تھے، ایک حدیث صحیح میں ہے کہ ۲۱ رمضان کی رات وہ ہے جس رات کو حضرت موسیٰ فوت ہوئے، حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے اور بہت سے اوصیاء نے وفات پائی۔ حضرت امام محمد باقرؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ ۲۱ رمضان کی رات کو جبکہ حضرت علی علیہ السلام شہید ہوئے تو روئے زمین کا کوئی ایسا پتھر نہ تھا کہ جب اُسے اٹھایا جائے تو اس کے نیچے خون تازہ جوش نہ مارتا ہو، یہی کیفیت صبح تک رہی۔ وہیں بود شبہ کہ یوشع بن نون دران شب شہید شد، یہی حال اس رات کو بھی رہا۔ جب کہ حضرت یوشع بن نون شہید ہوئے تھے۔ (حیات القلوب ج ۱ ص ۲۱) ان روایات سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ حضرت یوشع ۲۱ رمضان کو دنیا سے سدھارے ہیں۔ یہ بھی واضح ہوا کہ وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ شہید ہوئے ہیں۔ اگرچہ ہمیں کسی تاریخ میں ان کی شہادت کا نشان نہیں ملا، اور ہر مؤرخ نے وفات ہی پانے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ائمہ اہلبیت سے منسوب روایات فوت کے خالی نہیں ہیں

اب رہ گیا یہ کہ آپ کی عمر کیا تھی اور آپ حضرت موسیٰ کے انتقال کے کتنے سال بعد تک زندہ رہے۔ حیات القلوب ج ۱ صفحہ ۲۲، ناسخ التواریخ ج ۱ صفحہ ۲۱۱ عرائس ثعلبی صفحہ ۱۲، قصص طہرانی صفحہ ۱۱۳ میں ہے کہ آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ میرے نزدیک بھی یہی درست ہے، البتہ حضرت موسیٰ کے بعد آپ کی زندگی کے بارے میں اختلاف ہے۔ عرائس ثعلبی میں ۲۷ سال دروضۃ الصفا میں ۲۱ سال و ۲۷ سال الیعقوبی میں ۲۷ سال وطبری ج ۲ صفحہ ۱۳ میں ۲۷ سال مرقوم ہے لیکن میرے نزدیک وہ حضرت موسیٰ کے بعد ۲۳ سال زندہ رہے ہیں۔ کیونکہ وفات موسیٰ کے وقت ان کی عمر ۹۷ سال کی تھی اور وفات ان کی ۱۲۰ سال میں ہوئی ہے۔ اس حساب سے حضرت موسیٰ کے بعد ان کی زندگی ۲۳ سال ہوتی ہے۔

اُمّتِ موسویہ و اُمّتِ محمدیہ کے حالات میں توافق

علمائے فریقین کا بیان ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو واقعات محالاً حضرت موسیٰ کی اُمّت میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ میری اُمّت میں بھی ان سے ملتے جلتے حالات رونما ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (۱) حضرت موسیٰ کے بارہ جانشین تھے، جنہیں نقبا ربی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ رسول کریم کے بھی بارہ جانشین ہوئے جنہیں ائمہ اہلبیت کہا جاتا ہے۔ (۲) حضرت موسیٰ نے اپنے خلیفہ یوشع بن نون کو ایک بہت بڑے اجتماع میں حکم خدا خلیفہ بنا کر ان کی جانشینی کا اعلان کیا۔ حضرت رسول کریم نے بھی حضرت علی کی خلافت و جانشینی کا اعلان ایک بہت بڑے اجتماع میں حکم خدا خلیفہ بنا کر فرمایا (۳) حضرت موسیٰ نے دسا ویر خلافت لکھ بنی اسرائیل کو دے دی۔ حضرت رسول کریم نے بھی علی بن ابی طالب کی جانشینی کی دسا ویر خلافت امت کو دینا چاہی۔ مگر حضرت عمر نے یہ کہہ کر دعو الوجل اندہ لیہ جبر "اس مرد کو چھوڑ دو، یہ ہڈیاں بک رہا ہے۔" (صحیح بخاری و ارشاد الساری) دسا ویر خلافت نہ لکھنے دی۔ (۴) حضرت موسیٰ کے جانشین حضرت یوشع بن نون کی تین بادشاہوں نے مخالفت کی اور اپنی زندگی میں انہیں صحیح کام نہ کرنے دیا۔ حضرت رسول کریم کے جانشین حضرت علی علیہ السلام سے قبل تین بادشاہتیں گذریں۔ ان کے بعد آپ ظاہری خلیفہ ہوئے (۵) حضرت یوشع کی دو منافقوں نے حکم کھلا مخالفت کی۔ حضرت علی کی بھی دو منافقوں طلحہ و زبیر نے حکم کھلا مخالفت کی (۶) حضرت یوشع بن نون کی بھائی یعنی حضرت موسیٰ کی بیوہ یوی صفورا نے حضرت یوشع کی مخالفت کی اور ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ ان سے جنگ کی۔ حضرت علی کی مخالفت بھی ان کی بھائی یعنی حضرت محمد مصطفیٰ کی بیوہ یوی عائشہ بنت ابی بکر نے کی اور ان کے مقابلہ کے لئے جنگ جمل میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں کو لے کر نکلیں اور ان سے جنگ کی (۷) صفورا جنگ میں ناقہ پر سوار تھیں۔ حضرت عائشہ بھی جنگ جمل میں ناقہ پر سوار تھیں (۸) جنگ صفورا

میں ستر ہزار قتل ہوئے۔ جنگ جمل میں بھی ستر ہزار قتل ہوئے (۹) حضرت یوشع بن نون نے صفورا بنت شعیب کو گرفتار کر لیا۔ حضرت علیؑ نے بھی حضرت عائشہؓ کو حراست میں لے لیا۔ (۱۰) حضرت یوشعؑ نے صفورا سے کوئی بدلہ نہیں لیا، حضرت علیؑ نے بھی عائشہ بنت ابی بکر سے کوئی بدلہ نہیں لیا (۱۱) حضرت یوشعؑ نے صفورا کا احترام اس لئے کیا کہ وہ نبی خدا کی بیوی تھیں۔ حضرت علیؑ نے بھی حضرت عائشہؓ کا احترام اس لئے کیا کہ وہ نبی خدا حضرت رسول کریمؐ کی بیوی تھیں (۱۲) حضرت یوشعؑ کو اس جنگ میں پوری کامیابی حاصل ہوئی، حضرت علیؑ کو جنگ جمل میں پوری کامیابی حاصل ہوئی (۱۳) صفورا کی اولاد کا عدم تھی، عائشہ بنت ابی بکر یا بھتھیں (۱۴) حضرت موسیٰؑ کے جانشین یوشع بن نون ۲۱ رمضان کو فوت ہوئے۔ حضرت رسول کریمؐ کے جانشین حضرت علیؑ بھی ۲۱ رمضان کو شہید ہوئے (۱۵) حضرت موسیٰؑ کے جانشین حضرت یوشعؑ کے بعد ۲۳ یا ۲۴ سال اور بروایت ۳۰ سال زندہ رہے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے جانشین حضرت علیؑ آ حضرت کے بعد تقریباً ۳۰ سال زندہ رہے (۱۶) جتنی عمر حضرت موسیٰؑ کی تھی۔ اتنی ہی عمر ان کے جانشین یوشع بن نون کی تھی یعنی دونوں کی عمر ۱۲۰ سال کی تھی۔ اسی طرح حضرت رسول کریمؐ کی عمر اور علیؑ کی عمر برابر تھی یعنی ۶۳ سال (۱۷) حضرت موسیٰؑ کے جانشین حضرت یوشع بن نون کے لئے آفتاب پلٹا، حضرت محمد مصطفیٰؐ کے جانشین حضرت علیؑ کے لئے بھی آفتاب پلٹا، کثیر مورخین عامہ و خاصہ نے لکھا ہے کہ جنگ وادی القراء میں جاتے ہوئے ایک مقام صہبا پر حضرت رسول کریمؐ پر نزول وحی شروع ہو گیا، حضرت علیؑ نے ان کا سر اپنے زانوں پر رکھ لیا، سلسلہ وحی اتنا طویل ہو گیا کہ آفتاب مائل بہ غروب ہو گیا یعنی بالکل ڈوبنے کے قریب پہنچ گیا۔ حضرت نے جب افتخام وحی پر سر اٹھایا اور حضرت علیؑ سے پوچھا کہ تم نے نماز عصر کیونکر پڑھی تو انھوں نے عرض کی کہ حضورؐ میں نے تو نماز ابھی تک نہیں پڑھی یہ سن کر حضرت رسول کریمؐ نے دست دُعا بلند کر دیا۔ اور وہ بارگاہ خداوندی میں عرض پر طار ہوئے اللہ وادد علیہ الشمس۔ خدا یا علیؑ کے لئے آفتاب کو پلٹا دے۔ چنانچہ آفتاب پلٹ آیا اور حضرت علیؑ نے باطمینان نماز عصر ادا کی۔ (عرائس ثعلبی ص ۱۳۹) وروضۃ الصفا ج ۱ ص ۱۶۲

علامہ اقبال فرماتے ہیں :-

ہر کہ در آفاق گرد بو تراب
باز گرداند ز مغرب آفتاب

باب ۲۲

حضرت کالب بن یوفنا علیہ السلام

حضرت کالب بن یوفنا، حضرت یوشع بن نون کے وحی تھے، ان کے انتقال کے بعد خداوند عالم نے نبوت کے درجہ پر فائز فرمایا، یہ دُوبی بزرگ ہیں جن کو حضرت موسیٰ نے یوشع بن نون کے ہمراہ رودنیل سے برآمد ہونے کے بعد مصر کے انتظام کے لئے بھیجا تھا اور ان دونوں نے مل کر دہاں کا نظام مرتب کیا تھا اور وہاں ہی کے ایک شخص کے سپرد کر کے واپس دئیے تھے۔ انھیں کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت ”قال رجلان من الذین یخافون اللہ“ میں ہے (مائدہ) یہ اس وقت کا ذکر ہے جب حضرت موسیٰ نے (جن کی عمر کل ایک سو بیس سال ہوئی ہے۔ بیس سال فریدوں کے عہد میں اور سو سال منوچہر کے زمانے میں) بنی اسرائیل سے کہا کہ ارض مقدس میں جا کر اسی میں قیام کرنا ہے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم تو اس میں نہ جائیں گے کیونکہ اس میں بڑے بڑے جبار رہتے اور حکومت کرتے ہیں۔ جب تک وہ لوگ نکال نہ دیئے جائیں گے ہم اس میں داخل نہ ہوں گے۔ مگر دو آدمیوں ایک یوشع بن نون دوسرے کالب بن یوفنا نے کہا کہ یہ تم لوگ کیا کہتے ہو۔ ہم جائیں گے ان پر حملہ کریں گے اور انھیں نکالیں گے، ان کے چھانک میں گھسیں گے اور ان پر غالب آکر ان کی تمام املاک پر قبضہ کریں گے۔

حضرت کالب عہد حیات حضرت موسیٰ علیہ السلام میں بھی خدمت دین کرتے رہے۔ اور عہد یوشع بن نون میں بھی خدمت کرتے رہے۔ بالآخر خداوند عالم نے انھیں خلافت کا درجہ دیا اور نبوت بھی ان کو عطا کی۔ (ردضتہ الصفا وناسخ التواریخ)۔

بعض لوگوں نے آپ کا نام لوب اور باپ کا نام یوفنا لکھا ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے، ان کا نام کالب اور ان کے باپ کا نام ”یوفنا“ تھا جیسا کہ تفسیر حسینی ص ۱۳۹ باب التاویل ج ۲ ص ۲۔ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۸۹ میں ہے۔

حضرت کالب کا نسب نامہ | آپ کے نسب نامہ کے متعلق ہمیں تاریخ میں تفصیل نہیں ملی ناسخ التواریخ اور بعض دیگر کتابوں

میں صرف یہ ملا ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب یہود ابن یعقوب تک منتهی ہوتا ہے۔ میرے نزدیک حضرت یوشع بن نون کا ان کو خلیفہ بنانا اور اپنے نیر حضرت موسیٰ کے بیٹوں میں سے کسی کو نہ بنانا اس بات کی دلیل ہے کہ خلافت کا تعلق اہلیت سے ہے نہ کہ نسل سے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ نے اپنا خلیفہ اور ان کے بعد جملہ ائمہؑ نے اپنے خلفاء رض، عصمت، افضل زمانہ۔ عالم علم لدنی کی وجہ سے بحکم نص انھیں لوگوں کو بنایا جو اہل تھے۔ انھوں نے نسل کے خیال سے نہیں بلکہ اہلیت اور صلاحیت کے لحاظ سے بنایا ہے۔ ”اللہ یعلم حیث یجعل ما سألہ“ خداوندِ عالم ہی جانتا ہے کہ منصب کی صلاحیت کون رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ بروایت اعلام الوری، ائمہ طاہرینؑ کے اسماء لوح محفوظ میں۔ پہلے سے لکھے ہوئے تھے۔ کیونکہ پیدا کرنے والا خدا ہے، صلاحیت دینے والا خدا ہے۔ اس نے جن میں صلاحیت و دلالت کی، انھیں کے اسماء معین فرمائے۔

حضرت کالب کی بارق سے جنگ | حضرت یوشع بن نون کے حالات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت یوشع جب

مرض موت میں مبتلا تھے تو ان کو اطلاع ملی کہ بارق جو کہ مقام ”مسلم“ کا دالی ہے اس نے بغاوت کر دی ہے۔ حضرت یوشع یوم وفات قریب ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی تذکرہ کر سکے اور صرف بدد پر التفاف فرمائی۔ ان کے بعد جب حضرت کالب جانشین ہوئے تو انھوں نے اس کا تذکرہ ضروری سمجھا اور اس کے لئے بروایت روضۃ الصفا، بنی اسرائیل سے کہا کہ یوشع بن نون کے عہد میں جس نے بغاوت کی ہے اس کا انتظام ضروری ہے، ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے اسی طرح مطیع و منقاد ہیں جس طرح یوشع بن نون کے تھے آپ جو حکم دیں گے ہم اس پر عمل کریں گے چنانچہ حضرت کالب انکو لے کر بارق سے جنگ کے لئے نکل پڑے اور پوری طاقت سے حملہ کر کے اس کو قتل کیا اور اس کے لوگوں کو گرفتار فرمایا یعنی انھوں نے دس ہزار افراد کو قتل کیا اور جو بھاگنے سے بچ گئے ان کو گرفتار کر لیا، اس سلسلہ میں حضرت یوشع کی بددو مانے یہ اثر کیا کہ ان کے تمام باغات و زراعت تباہ و برباد ہو گئے اور ان لوگوں نے بھیک مانگنے پر مجبور ہو کر ساری زندگی فلاکت میں گزاری ایک روایت میں ہے کہ حضرت کالب نے اس جنگ میں اس لئے زیادہ دلچسپی لی کہ بارق جو ظلم کا خوگر تھا اس نے ستر چھوٹے بادشاہوں کو گرفتار کر رکھا تھا اور ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹوا دی تھیں۔ اور جب کھانا کھانے بیٹھتا تھا تو انھیں بلا کر ان کے سامنے ٹکڑے ڈال دیتا تھا۔ اس

طرح انھیں مصائب میں مبتلا کر رکھا تھا، بروایت قصص طہرانی ص ۴۷ بارق نے فرار اختیار کیا۔ بنی اسرائیل نے اس کا پیچھا کیا اور اسے گرفتار کر کے اس کے پاداش عمل میں جو اس نے ستر بادشاہوں کے ساتھ کیا تھا، اس کے ہاتھوں اور ہیروں کی انگلیاں کٹوا دیں اور وہاں سے روانہ ہو کر مقام اورشلیم کی طرف چلے گئے اور اس پر بھی قبضہ کیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر جبرون پہنچے اور وہاں جو باغی پھپھے ہوئے تھے انھیں تلاش کر کے کیفر گردار تک پہنچایا اور وہیں مقیم ہو گئے۔ اسی دوران میں جبکہ جنگ سے سکون حاصل ہو گیا تھا بنی اسرائیل کے بعض گروہ نے بُت پرستی شروع کر دی۔ حضرت کالب نے ہر چند منع کیا مگر باز نہ آئے، یہاں تک کہ ان لوگوں نے دیگر بت پرستوں میں شادیاں بھی کر لیں اور حکم خداوندی کو نظر انداز کر دیا۔ جس کے نتیجے میں خداوند عالم نے ان پر یہ غضب نازل فرمایا کہ ان پر ایلا و س بادشاہ بابل و نینوا کو مسلط کر دیا، اس نے ان پر حملہ کیا اور انھیں گرفتار کر کے ان سے خدمت یعنی شروع کر دی، تھوڑے عرصہ کے بعد انھیں ہوش آیا اور انھوں نے توبہ کر لی، پھر حضرت کالب نے اپنے برادر زادہ عیشیل کو جو کہ بہت زیادہ بہادر تھا، حکم دیا کہ وہ ایلا و س گورنر کو شال اتیم کو جو کہ جبران کا حاکم تھا جنگ کر کے بنی اسرائیل کے ان لوگوں کو جو اس کے قبضے میں ہیں رہا کر آئے۔ چنانچہ عیشیل نے اس سے جنگ کی اور کامیابی حاصل کر کے انھیں رہا کر لیا۔ حضرت کالب نے اس کے بدلے میں اپنے برادر زادہ عیشیل کو قوم کا مدبر اور قاضی بنا دیا۔ وہ چالیس سال اس قوم میں اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ رحلت کر گیا۔

حضرت کالب کی جانشینی بروایت روضۃ الصفا حضرت کالب کا زیوروت کی تکمیل میں مہنگ تھے کہ پیغام اجل آگیا۔ انھوں نے اپنے

انتقال سے پہلے اپنے بیٹے یوساقوس کو اپنا جانشین بنا دیا تھا، عرائس ثعلبی ص ۱۸ میں ہے۔ واستخلف علی بنی اسرائیل ابنہ "یوساقوس" حضرت کالب نے بنی اسرائیل پر اپنے بیٹے یوساقوس کو اپنا خلیفہ بنا دیا، اسی کتاب میں ہے کہ یوساقوس حسن و جمال میں حضرت یوسف کی مثل تھا، جو اسے دیکھتا تھا اس پر عاشق ہو جاتا تھا، اکثر لوگ اسے سلام کرنے کے لئے آیا کرتے تھے، وہ ایک سو چالیس سال زندہ رہا۔

حضرت کالب کی وفا، مدتِ عمر اور جائے دفن مؤرخ خداوند پاشا روضۃ الصفا ص ۱۸ میں لکھتے ہیں کہ حضرت کالب کی عمر اٹھالیس سال تھی۔

اور اٹھادفن ہمیں معلوم نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ وہ مقام جبرون میں تھے۔ یہ وہ جگہ تھی جسے حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع بن نون نے انھیں دی تھی۔ یعنی موسیٰ نے نامزد کیا تھا اور حضرت یوشع نے ارض مقدس پر قبضہ کے بعد انھیں عطا فرمایا تھا۔ وہ اسی جبرون میں سکونت پذیر تھے اور وہیں ان کا انتقال ہوا تھا اور وہیں وہ دفن ہوئے تھے اور ان کی مدتِ عمر ایک سو تیس سال تھی جیسا کہ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۲۲ اور قصص طہرانی ص ۴۵ میں ہے۔

باب ۲۵

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام بروایت حیات القلوب، ناسخ التواریخ، تاریخ طبری، قصص جزائری بنی مرسل تھے۔ علل الشرائع، میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت خضر کان بنیامرسلؑ، بنی مرسل تھے۔ خداوند عالم نے انھیں ان ہی کی قوم پر مبعوث فرمایا تھا۔ ان کے عہدِ نبوت کی تعیین مشکل ہے۔ لیکن یہ ثابت ہے کہ عہدِ حضرت موسیٰؑ میں درجہ نبوت پر فائز تھے، انھیں خداوند عالم نے ابد تک کے لئے دریاؤں پر متعین فرمادیا ہے۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۵۵ میں ہے کہ خداوند عالم نے انھیں دریاؤں پر مٹوکل فرمایا ہے جو کوئی دریا میں بحالت اسلام مرتب ہے۔ وہ اس کو غسل دیتے ہیں اور اس پر نماز پڑھتے ہیں۔ بروایت عرائس القبلی ص ۱۲۶ انھیں خداوند عالم نے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۲۰۸ میں ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت خضرؑ نے آبِ حیات نوش کیا ہے وہ اسرافیل کے صور پھونکنے تک زندہ رہیں گے وہ ہمارے پاس آتے ہیں ہمیں سلام کرتے ہیں۔ ہم ان کی آواز سنتے ہیں۔ خداوند عالم نے ان میں یہ طاقت و صلاحیت دی ہے کہ وہ ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ جس جگہ ان کا نام لیا جائے اور نام لینے والے کو سلام کرتے ہیں۔ موسم حج میں مکہ پہنچتے ہیں عرفات میں وقوف کرتے ہیں، مومنوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ بروایت علامہ مجلسی و علامہ جزائری و حضرت قائم آل محمدؑ کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اودان کے لئے مونس تہنائی ہیں۔ بروایت قصص الجزائری ص ۳۲ وہ حضرت ذوالقرنینؑ کے ہمراہ بھی رہے ہیں حضرت ذوالقرنین جب آبِ حیات کی تلاش میں نکلے تھے اور سیاحت یا تبلیغ کی خاطر دنیا کا چکر لگا رہے تھے تو حضرت خضرؑ ان کے ہمراہ تھے۔ ایک مقام پر جب ۴۰ چٹے نظر آئے تو حضرت ذوالقرنینؑ نے اپنے لشکر والوں کو ایک ایک مچھلی دی اور کہا کہ ہر شخص الگ الگ چشمہ سے اسے دھو کر سر سے پاس لائے۔ سب نے اپنی اپنی مچھلی ایک ایک چشمے سے دھوئی حضرت خضرؑ نے جو کہ بڑا بیت

تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین ص ۳۳ حضرت ذوالقرنینؑ کی فوج کے سپہ سالار تھے۔ اپنی مچھلی ایک چشمہ میں دھونے کا آغاز کیا تو وہ زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی، وہ سمجھ گئے کہ اس چشمے میں آب حیات ہے۔ لہذا انھوں نے کپڑے اتار کر اس میں غسل کرنا شروع کر دیا اور جب بھر کر اس میں پانی پیا پھر جب حضرت ذوالقرنینؑ کے پاس سب لوگ جمع ہوئے اور سب نے اپنی اپنی مچھلی ان کی خدمت میں پیش کی تو حضرت خضرؑ نے ذوالقرنینؑ کے اس سوال کے جواب میں کہ تم بھی اپنی مچھلی لاؤ، یہ کہا کہ میری مچھلی تو زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی ہے۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے فرمایا کہ بس تم نے آب حیات پالیا، اب یہ بتاؤ کہ آیاتم نے اس میں سے پیا بھی تھا یا نہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے اس میں سے پیا بھی تھا اور اس میں نہایا بھی ہوں۔ ذوالقرنینؑ نے کہا کہ اب تم اس دقت تک زندہ رہو گے جب تک صورت چھو نہ نکا جائے اور سنو یہ چشمہ تمہارے لئے خلق کیا گیا تھا۔ اب تم نظروں سے پوشیدہ ابد تک زندہ رہو گے، چنانچہ وہ زندہ اور باقی موجود ہیں اور ہر اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں ان کا ذکر ہوتا ہے۔ علامہ جزائری کا بیان ہے کہ ان کا ہر اس جگہ پہنچ جانا اس سے بھی ثابت ہے کہ جب کسی چیز پر ان کی نذر ہوتی ہے اور وہ چیز مقتل کر کے رکھ دی جاتی ہے تو صبح کو اس پر حضرت خضرؑ کی انگلیوں کے نشانات ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب کہ حضرت خضرؑ کو خدا نے ہر جگہ پہنچنے کی صلاحیت دی ہے اور وہ ہر اس مقام پر پہنچتے ہیں جس جگہ ان کا ذکر کیا جائے تو اس امر کے تسلیم کرنے میں کسی کو کیا عذر ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب ہر اس شخص کی امداد کے لئے فوراً پہنچتے ہیں جو انھیں ”یا علی مدد“ کہہ کر پکارتا ہے۔ کیونکہ نہ صرف خضرؑ بلکہ تمام انبیاء ان کے ممنون احسان ہیں اور ان کی حیثیت سے کم درجہ رکھتے ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اے محمدؐ میں نے علیؑ کو علانیہ تمہارا مددگار اور پوشیدہ طور پر جملہ انبیاء کا مددگار بنایا ہے رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ میرے اہل بیتؑ میرے علاوہ ساری کائنات سے افضل و بہتر ہیں۔ تو جب خضرؑ ہر جگہ پہنچ سکتے ہیں تو حضرت علیؑ علیہ السلام وغیرہم بدرجہ اولیٰ ہر جگہ موجود ہو سکتے ہیں۔

حضرت خضرؑ کی ولادت کا واقعہ | حضرت خضرؑ کا باپ ملک ان بلند پایہ بادشاہ تھا، اس کے زمانے میں نہ جانے کون سے

ایسے حالات پیدا تھے کہ جس سے متاثر ہو کر حضرت خضرؑ کی والدہ نے جن کا نام بڑایت جمع البحرین ”الہا“ تھا۔ حضرت خضرؑ کو اپنے گھر میں جہنم دینے کے بجائے پہاڑ کی ایک کھوہ میں جتا۔

بہر حال یہ ثابت ہے کہ حضرت خضرؑ کی والدہ نے انھیں پہاڑ کی کھوہ میں جنم دیا، اور وہ ان کو دیں چھوڑ کر چلی آئیں، خدا کی قدرت نے توجہ دی اور روزانہ ان کے پاس ایک بکری پہنچنے

لگی اور وہ انھیں روزانہ دودھ پلا جایا کرتی تھی۔ ایک دن ملک انھیں سے گزرا تو انھیں اٹھا لایا اور اس نے ان کی پرورش کی، یہاں تک کہ وہ جوان ہو گئے۔ بادشاہ نے کسی ضرورت کے تحت صحف ابراہیمؑ لکھوانے کے لئے بہت سے کاتبوں کو جمع کیا جن میں حضرت خضرؑ بھی اپنی قدرتی صلاحیت کی بنا پر شریک ہوئے اور کتابت میں اعلیٰ کردار ادا کیا، ملک ان بادشاہ نے جب ان کے حالات کا تفحص کیا تو ثابت ہوا کہ یہ انھیں کا فرزند ہے۔ "فضمہ لنفسہ وولاه الناس"۔ تو اس نے انھیں اپنا فرزند یقین کر کے انھیں ولی عہد بنا دیا۔ (مجمع البحرین علامہ طریحی ص ۲۹)۔

حضرت خضرؑ کا اصل نام اور نسب | حضرت خضرؑ کا اصل نام بروایت تاریخ اسلام مؤرخ ذاکر حسین ص ۲۳۳ بلیا بن ملک ان تھا۔

یہی کچھ مولانا محمد بشیر نے تاریخ اسلام ص ۱۱۱ میں لکھا ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔ میری تحقیق کے مطابق ان کا نام "تالیان" تھا اور ان کا سلسلہ نسب یہ ہے، تالیان بن ملک بن قانع بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام، مجمع البحرین میں "بلیا بیا" مرقوم ہے اور اسی کی صحت پر زور دیا گیا ہے۔

حضرت خضرؑ کی کنیت اور ان کا لقب | حضرت خضرؑ کی کنیت ابو العباس تھی اور لقب خضر تھا وہ اسی لقب سے اتنا مشہور ہوئے کہ ان کا اصل نام ہی خضر بن گیا ہے۔

حضرت انھیں اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جس زمین سے گزرتے تھے وہ سرسبز ہو جاتی تھی اور جس چیز سے آپ کا بدن مس ہو جاتا تھا اس میں سبزی ہو جاتی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ جس سونکھی ہوئی شاخ کو ہاتھ لگا دیتے تھے اس میں برگ و بار پیدا ہو جاتا تھا اور شکوفے نکل آتے تھے مجمع البحرین میں ہے کہ وہ جس جگہ نماز پڑھتے تھے وہ جگہ شاداب ہو جاتی تھی۔

حضرت خضرؑ کی شادی کا عجیب و غریب واقعہ | مؤرخین و محدثین کا بیان ہے کہ ملک ان جو کہ بہت بڑا بادشاہ تھا اس کے حضرت خضرؑ کے علاوہ کوئی اولاد نہ تھی اسے ایک دن خیال ہوا کہ ان کی شادی کر دینی چاہیئے تاکہ سلسلہ نسل جاری رہے۔

حضرت خضرؑ جو کہ عبادت گزاری میں سارا دن اور ساری رات گزارتے تھے۔ انھیں عورتوں سے مطلقاً رغبت نہ تھی وہ شادی کرنا چاہتے ہی نہیں تھے۔ لیکن باب نے مجبور کر کے ان کی شادی ایک سنایت حسین باکرہ لڑکی سے کر دی، جب دونوں ایک جگہ کئے گئے تو حضرت خضرؑ

نے مطلقاً اس کی طرف توجہ نہ کی اور عبادت میں مشغول رہے اور جب صبح ہونے لگی تو انھوں نے اس عورت سے کہا کہ دیکھو صبح کو لوگ تم سے رات کے واقعات پوچھیں گے، میں تم سے استدعا کرتا ہوں کہ تم میرے راز کو افشاء نہ کرنا اور کہہ دینا کہ سب معاملات ٹھیک ہیں۔ اس نے وعدہ کر لیا اور صبح کو یہی کچھ کہہ دیا، لیکن لوگوں کو شبہ ہو گیا اور انھوں نے حضرت خضرؑ کے والد سے اس شبہ کو ظاہر کیا۔ اس نے کہا کہ ”دانی“ کو بلا کر تحقیق کرائی جائے۔ جب تحقیق کرائی گئی تو وہ بدستور بارگاہ پائی گئی۔ دانی نے ان کے باپ سے حالات کا انکشاف کیا اور کہا کہ انھیں کوئی غیر بارگاہ عورت ہتیا کی جائے، ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی کمزوری ہو جس کی وجہ سے بارگاہ لڑکی ان کے لئے بیکار ہو، حضرت خضرؑ کے والد نے ایک غیر بارگاہ عورت فراہم کی اور اس کے ساتھ ان کا عہد کر دیا اور اسے ہدایت کر دی کہ رات کے صبح صبح حالات سے باخبر کرے۔ چنانچہ جب خلوت ہوئی تو حضرت خضرؑ مثل سابق اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور بدستور اس سے استدعا کی کہ راز کو افشاء نہ کرے، صبح کے وقت جب اُس سے پوچھا گیا تو اس نے راز فاش کر دیا اور کہا کہ یہ جوان مرد نہیں ہے۔ ”وہل تلد المرأة من المدۃ“ کیا کسی نے دیکھا ہے کہ عورت سے عورت پیدا ہو۔ حضرت خضرؑ کے والد کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اُسے سخت غصہ آیا۔ اور اس نے انھیں ایک کمرے میں بند کر کے اس کے دروازہ کو چونا، گاڑا اور اینٹ پتھر سے چھوڑا دیا، جب دو دن اسی عالم میں گزرے تو محبت پدری نے زور کیا اور اسے کھولنے کا حکم دیا، جب وہ کمرہ کھولا گیا تو اس میں حضرت خضرؑ موجود نہ تھے۔ بروایت تفسیر عیاشی خداوند عالم نے انھیں ایسی قوت عطا کر دی کہ جس کے ذریعہ سے وہ جس شکل میں چاہیں مشکل ہو جائیں، بلکان کو جب یہ حال معلوم ہوا، اور وہ خضرؑ کے دہود سے محروم ہو گیا تو اس نے چاروں طرف آدمی دوڑائے اور تلاش لیا کہ باوجود وہ انھیں دستیاب نہ کر سکا۔ حضرت خضرؑ وہاں سے بقدرت خدا نکل کر حضرت ذوالقرنینؑ کے پاس پہنچے اور ان کے ہمراہ بحر ظلمات میں جا کر آب حیات نوش کیا اور ابدی زندگی کے مالک بن گئے، اور خدا نے انھیں دریاؤں پر موکل کر دیا۔ چنانچہ وہ دریا ہی میں قیام پذیر ہو گئے۔ ایک دن وہ ایک جزیرہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں انھیں وطن کے دو تاجر عاودہ کی وجہ سے کشتی کی تباہی کے بعد اسی جزیرہ میں جا پہنچے، دیکھا کہ ایک شخص مشغول نماز ہے، جب نماز سے فراغت ہوئی تو ان لوگوں نے اپنے حالات بتائے اور جب غور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تالیان لیسر ملک ان ہے، باہمی تعارف کے بعد ان لوگوں نے اپنی مشکل کشائی کی درخواست کی۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ میں ایک شرط سے تمھاری

مدد کر سکتا تھا اور وہ یہ ہے کہ تم یہاں سے جا کر ہماری ملاقات کا کسی سے ذکر نہ کرو، ان لوگوں نے وعدہ کیا اور حضرت خضرؑ نے ابر کے ایک ٹکے کو حکم دیا کہ انھیں ان کے ملک میں پہنچا دے۔ چنانچہ ابران کو لے کر اڑا اور اس نے ان دونوں کو ان کے ملک میں پہنچا دیا۔ اپنے گھر پہنچنے کے بعد ایک تو اپنے وعدے پر قائم رہا اور دوسرے نے راز فاش ہی نہیں کیا بلکہ ان کے والد کے پاس جا کر کہا کہ میں نے اس طرح ان کو دیکھا اور انھوں نے یوں ہماری مدد کی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اس واقعہ کا کوئی گواہ تمھارے پاس ہے۔ اُس نے کہا کہ ایک تاجر ہے جو ہمارے ساتھ تھا اور ہمارے ساتھ لکھ ابر پر چڑھ کر یہاں تک پہنچا ہے۔ بادشاہ نے اُسے بلا بھیجا۔ اس نے اس کی شہادت سے اپنے وعدہ کی وجہ سے انکار کر دیا اور یہ بھی کہا کہ میں اس شخص کو پہچانتا بھی نہیں ہوں، اس نے کہا اے بادشاہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ آپ اسے نظر بند کرالیں اور چند آدمی میرے ساتھ کر دیں میں انھیں ہمراہ لے جا کر ملاقات کر ادیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے کچھ لوگوں کو لے جا کر اسی جزیرے میں پہنچایا جہاں حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوئی تھی، یہ لوگ جب وہاں پہنچے تو کسی کو نہ پایا اور واپس آکر بادشاہ سے واقعہ بیان کر کے عدم صحت کی شہادت دے دی۔ بادشاہ نے پہلے قیدی کو چھوڑ دیا اور اس دوسرے شخص کو نذر دار کر دیا۔ اتفاقاً اس شہر یا ملک میں کوئی تباہی آگئی۔ کیونکہ وہاں کے لوگ سخت گناہگار تھے۔ اس تباہی میں تقریباً سب ہی برباد ہو گئے۔ لیکن صرف وہ عورت اور وہ مرد باقی رہے جنھوں نے حضرت خضرؑ کے راز کو فاش نہ کیا تھا۔ جب دونوں کی ملاقات ہوئی اور ایک نے دوسرے سے اپنے بچنے کا سبب حضرت خضرؑ کے راز کو افشاء نہ کرنے کا یقین کر لیا تو دونوں مسلمان ہو گئے اور دونوں نے آپس میں عہد کر لیا اور وہاں سے نکل کر ایک دوسرے ملک میں چلے گئے۔ وہاں کا بادشاہ بڑا ظالم تھا وہ اپنے کو خدا کہلاتا تھا، رفتہ رفتہ اس عورت کا سلسلہ اس بادشاہ کے ہاں ہو گیا اور اسے سرفرازی حاصل ہو گئی۔ ایک دن وہ بادشاہ کی لڑکی کے بالوں میں کنکھی کر رہی تھی، اتفاقاً کنکھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئی اور اس کے منہ سے بے ساختہ ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ کا جملہ نکل گیا، لڑکی نے کہا کہ یہ تم نے کیا کہا؟ کیا میرے باپ کے علاوہ بھی کوئی خدا ہے اس نے کہا کہ ہاں اصل خدا وہ ہے جس نے تیرے باپ کو پیدا کیا ہے۔ اس لڑکی نے اپنے باپ سے سارا واقعہ بیان کیا اس نے اُسے طلب کر کے واقعہ کی تصدیق کی اور کہا کہ تو تنہا ہے یا تیرے اور کوئی ہے اس نے کہا کہ میرا شوہر ہے اور میرے بچے ہیں، بادشاہ نے ایک بہت بڑے دیگ میں پانی اُبلو کر ان سب کو اس میں ڈبو کر مرادیا اور اس کے گھر کو ان لوگوں پر گرا کر انھیں اسی میں دبا دیا، خداوندِ عالم نے ان لوگوں کو اس

توحید پرستی کا یہ صلہ دیا کہ ان کے گھر میں ایسی خوشبو بادی کہ وہ آسمان تک جاتی رہی۔ بڑا ایت تفسیر عیاشی وحیات القلوب ج ۱ ص ۲۸۱ والجزائری ص ۳۱۱ وعرالس لعلی ص ۱۲۵ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریمؐ جب معراج کو جا رہے تھے تو راستہ میں مشک کی عجیب و غریب خوشبو آئی حضرت نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟ حضرت جبرئیل نے مذکورہ واقعہ کو بیان کیا اور کہا کہ هذه الرائحة المشك تسطم من بدنہ الی یوم القیامة یہ وہی مشک کی خوشبو ہے جو ان توحید پر جان دینے والوں کے گھر سے آتی ہے اور قیامت تک آتی رہے گی۔

حضرت خضر اور حضرت موسیٰؑ کی ملاقات
اور اس کا پس منظر

وہ کہتے ہیں کہ جن موسیٰ سے حضرت خضرؑ کی ملاقات کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے وہ موسیٰ بن عمران نہ تھے بلکہ موسیٰ بن یثا بن یوسفؑ تھے۔ لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ اولاً قرآن مجید کی آیت واذ قال موسیٰ لفتاۃ الہی تفسیر میں جملہ مفسرین نے یوشع بن نون کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے وہ جو ان جیسے حضرت موسیٰؑ لے کر تلاش خضر میں نکلے تھے وہ یوشع بن نون تھے۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ یوشع بن نون حضرت موسیٰؑ بن عمران کے عہد میں ہی نہ تھے بلکہ ان کے وصی و جانشین بھی تھے۔ اس کے علاوہ بروایت طبری، حضرت علیؑ، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود وغیرہ نے موسیٰ بن عمران کی وضاحت کی ہے۔ نیز علامہ علی بن ابراہیم قمی نے بصراحت لکھا ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے اس کی تصدیق فرمائی ہے کہ وہ موسیٰ بن عمران ہی تھے۔ علامہ مجلسی نے بھی یہی کچھ تحریر فرمایا ہے۔ حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کی ملاقات کے پس منظر میں مورخین و محدثین کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰؑ ایک دن وعظ فرما رہے تھے۔ دورانِ موعظت انھوں نے بنی اسرائیل کو خداوندِ عالم کے احسانات کی یاد دہانی کرائی اور علم کی ایسی ایسی باتیں بیان کیں کہ لوگ حیران ہو گئے۔ بروایت طبری ایک شخص نے مجمع میں کھڑے ہو کر کہا کہ اے موسیٰؑ یہ بتائیے کہ خداوندِ عالم نے آپ سے زیادہ علم بھی کسی کو دیا ہے یا نہیں حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اس وقت دنیا میں مجھ سے بڑا کوئی عالم نہیں یہ کہنا تھا کہ اسی وقت خداوندِ عالم نے جبرئیل کو بھیجا کہ موسیٰؑ سے کہہ دو کہ تم سے بڑا عالم میرا ایک بندہ ہے جو مجمع البحرین میں رہتا ہے تم جاؤ اور اس سے علم سیکھو، حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ مالک وہ جگہ کہاں ہے اور ہمیں کس طرح

ملے گی۔ فرمایا کہ ایک دریا آذر بایجان کی طرف آتا ہے اور دوسرا یمن اور عدن کی طرف سے اور دونوں ایک جگہ مل کر بحر قلزم میں جا گرتے ہیں، تم اس مقام پر جاؤ جس جگہ دونوں دریا ہم آموش ہوئے ہیں اسی کو مجمع البحرین کہتے ہیں، موسیٰؑ سنو، تم جو کھانا لے کر مجمع البحرین کی تلاش میں نکلو گے وہی تمہاری رہبری کرے گا اور تم اسی کھانے کے ذریعہ سے میرے بندہ خضرؑ کے پاس پہنچو گے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰؑ نے حضرت یوشع بن نون سے فرمایا کہ توشہ سفر فراہم کر دو اور میرے ساتھ چلو تاکہ میں مجمع البحرین میں پہنچ کر حضرت خضرؑ سے ملاقات کروں اور ان سے تعلیم حاصل کروں حضرت یوشعؑ نے کچھ لدٹی اور ایک بڑی مچھلی بھنوا کر ہمراہ لے لی اور دونوں روانہ ہو گئے جب بروایت روضۃ الصفا، تین دن کی راہ طے کر چکے تو مجمع البحرین پر پہنچے، چونکہ سفر طویل تھا، اس لئے حضرت موسیٰؑ تھک گئے تھے۔ اسی دوران میں یاقوت حضرت یوشع بن نون نے مچھلی کو پانی میں دھونا چاہا یا ہوا کے ذریعہ سے پانی مچھلی پر پڑ گیا۔ غرضیکہ مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی۔ حضرت موسیٰؑ جب جاگے تو آگے کے لئے روانہ ہو گئے، راستہ میں حضرت یوشعؑ سے کہا کہ کھانا لاؤ۔ حضرت یوشعؑ نے عرض کی کہ دیگر کھانے کی چیزیں تو پہلے ہی ختم ہو چکی تھیں۔ میرے پاس ایک مچھلی رہ گئی تھی جو اسی جگہ زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی جس کا ذکر کرنا میرے خیال سے اُتر گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ واپس چلو حضرت خضرؑ اسی جگہ ملیں گے۔ کیونکہ خداوند عالم نے فرمایا تھا کہ تمہارا کھانا تمہاری رہبری کرے گا۔ جب یہ دونوں پلٹ آئے تو دیکھا کہ مچھلی جن جن راستوں سے گزری تھی وہ سارے مقامات زمین تک کھلے ہوئے تھے اور راستہ بنا ہوا تھا، یہ انھیں راستوں پر روانہ ہو کر دریا کے اندر اس جگہ پہنچے جس جگہ حضرت خضرؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ ایسی جگہ تھی جو پانی سے بنی ہوئی تھی اور اس کا شانہ پر پانی کا گنبد معلق تھا۔ حضرت خضرؑ جب نماز سے فراغت کر چکے تو حضرت موسیٰؑ نے کہا سلام علیکم، انھوں نے جواب میں دے لیا سلام یا نبی اللہ کہا، حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا کہ میں نبی ہوں، فرمایا جس نے آپ کو میرے پاس بھیجا ہے، پھر حضرت موسیٰؑ نے اپنی آمد کی غرض بتائی اور کہا کہ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے کچھ سیکھوں اور آپ کی صحبت سے علم حاصل کروں، حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ یہ بڑا مشکل ہے کہ تم مجھ سے کچھ حاصل کر سکو کیونکہ تمہارا علم ظاہر سے متعلق ہے اور میرا علم باطن سے تعلق رکھتا ہے، حضرت موسیٰؑ نے کہا آپ اطمینان رکھئے اگر خدا نے چاہا تو آپ مجھے باضابطہ آدمی پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کروں گا۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ اچھا اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو جب تک میں خود آپ سے کسی بات کا ذکر نہ پھیلوں آپ مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھئے گا، غرض یہ دونوں

مل کر چل کھڑے ہوئے اور حضرت یوشع بن نون بھی پیچھے پیچھے چلے بروایت روضۃ الصفا حضرت یوشع حضرت موسیٰ سے اجازت لے کر واپس مقام یتبہ میں آگئے۔ غرضیکہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو حضرت خضرؑ نے کشتی میں چھید کر دیا، موسیٰ نے کہا کہ آپ نے تو غضب کیا کشتی میں اس عرض سے سوراخ کیا ہے کہ لوگوں کو ڈبو دیجئے یہ تو آپ نے بڑی عجیب بات کی ہے۔ حضرت خضرؑ نے کہا، کیا میں نے آپ سے پہلے ہی نہ کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے، حضرت موسیٰؑ نے کہا اچھا جو ہوا سو ہوا۔ آپ میری فرد گزاشت پر گرفت نہ کیجئے اور مجھ پر میرے اس معاملہ میں اتنی سختی نہ کیجئے، خیر یہ تو ہو گیا۔ پھر دونوں کے دونوں آگے چلے۔ یہاں تک کہ کشتی سے اتر کر دونوں مقام انطاکیہ پہنچے، وہاں ایک لڑکے سے ملے تو حضرت خضرؑ نے اُسے جان سے مار ڈالا۔ بروایت ناسخ التواریخ اس لڑکے کا نام ”جسیون“ اس کے باپ کا نام ”سلاٹ“ اور اس کی ماں کا نام ”شاہویہ“ تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ اے معاذ اللہ کیا آپ نے ایک معصوم بچے کو مار ڈالا اور وہ بھی کسی کے خون کے بدلے میں نہیں، آپ نے تو یقینی ایک عجیب حرکت کی۔ حضرت خضرؑ نے کہا کیوں میں نے آپ سے مکر نہ کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا خیر جو ہوا وہ ہوا اب اگر میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے گا۔ بے شک آپ میری طرف سے معذرت کی حد کو پہنچ گئے عرض یہ سب ہو ہوا کہ پھر دونوں کے دونوں آگے چلے، یہاں تک کہ جب آپ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کچھ کھانے کو مانگا۔ تو ان لوگوں نے ان دونوں کو مہمان بنانے سے انکار کر دیا تو پھر ان دونوں نے اسی گاؤں میں جس کا نام بروایت ناسخ التواریخ ”یلہ“ تھا، ایک دیوار کو دیکھا کہ گراہی چاہتی تھی۔ تو حضرت خضرؑ نے اسے سیدھا کر دیا۔ اس پر حضرت موسیٰؑ نے کہا اگر آپ چاہتے تو ان لوگوں سے اس کی مزدوری لے سکتے تھے تاکہ کھانے کا سہارا ہوتا، حضرت خضرؑ نے کہا بس اب میرے اور آپ کے درمیان چھٹم چھٹا۔ اس کے بعد حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ! اب جن باتوں پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں ابھی آپ کو ان کی اصل حقیقت بتائے دیتا ہوں، لیجئے، سنیے۔ ”وہ کشتی جس میں میں نے سوراخ کر دیا تھا وہ چند غریبوں کی تھی، جو دریا میں محنت کر کے گزارہ کرتے تھے، میں نے چاہا کہ اسے عجیب دار بنا دوں کیونکہ ان کے پیچھے پیچھے ایک ظالم بادشاہ آتا تھا کہ تمام کشتیاں زبردستی بیگار میں پکڑ لیتا تھا، عجیب دار ہونے کی وجہ سے وہ کشتی بیگار میں جانے سے بچ گئی اور غریب لوگ نقصان سے محفوظ رہے اور وہ جو لڑکا تھا جس کو میں نے مار ڈالا تو اس کے ماں باپ دونوں سچے مسلمان ایمان دار تھے۔“

تو مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بڑا ہجو کران کو بھی اپنی سرکشی اور کفر میں پھنسا دے تو ہم نے چاہا کہ اسے مار ڈالیں اور ان کا پروردگار ان کو اس کے بدلے میں ایسا فرزند عطا فرمائے جو اس سے پاک نفسی اور پاک قرابت میں بہتر ہو، اور وہ جو دیوار تھی جسے میں نے سیدھا کر دیا وہ تو شہر کے دو ٹیم لڑکوں کی تھی اس کے نیچے ان ہی دونوں لڑکوں کا خزانہ گڑا ہوا تھا، اور ان لڑکوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا تو تمھارے پروردگار نے چاہا کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچیں تو تمھارے پروردگار کی مہربانی سے اپنا خزانہ نکال لیں اور میں نے جو کچھ کیا اپنے اختیار سے نہیں کیا بلکہ خدا کے حکم سے کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے۔ ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ یہ کہہ کر بروایت طبری حضرت خضرؑ غائب ہو گئے۔

مختصر وضاحت

حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کی باہمی ملاقات اور ان کے سفر کے حالات کے سلسلہ میں یہ باتیں بھی معلوم رہنا چاہئیں (۱) جب بوٹی حضرت خضرؑ کے پاس جمع البحرین میں پہنچے اور گفتگو شروع ہوئی تو خضرؑ نے مصائب آل محمدؐ کا ذکر کیا اور دونوں دیر تک روئے۔ (حیات القلوب ج ۱ ص ۲۰۲) (۲) ملاقات کے فوراً بعد خضرؑ موسیٰؑ نے دیکھا کہ دریا میں ایک طائر آیا جسے خطاف کہتے ہیں اور اس نے اپنی چونچ میں پانی کا ایک قطرہ لیا۔ خضرؑ نے موسیٰؑ سے پوچھا کہ آپ سمجھتے ہیں کہ اس نے ایک قطرہ پانی کا کیوں اٹھایا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ آپ ہی بتائیے، خضرؑ نے کہا کہ وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہمارا اور آپ کا علم خدا کے علم کے مقابلہ میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو قطرہ کی حیثیت دریا کے بے پایاں کے مقابلہ میں ہے۔ "عرائس القلوب ص ۱۲" (۳) یہ دونوں جو گفتگو تھے کہ ایک طائر جس کا نام "میل" تھا نمودار ہوا اور اس نے پانی کا ایک قطرہ چونچ میں لے کر مشرق کی طرف ایک مغرب کی طرف ایک آسمان کی طرف ایک زمین کی طرف ایک دریا میں پھینکا، یہ دیکھ کر خضرؑ اور موسیٰؑ دونوں حیران ہو گئے۔ ناگاہ ایک شخص (ملک) نمودار ہو کر بولا کہ تم لوگوں کے بعد دنیا کے بعد آخر میں ایک نبی مبعوث ہوگا جس کی امت مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہوگی۔ وہ آسمان پر (معراج) میں جائے گا اور زمین پر دفن ہوگا۔ وہ قطرہ جو اس نے دریا میں پھینکا ہے۔ اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا کے تمام عالموں کے علم کی اس کے مقابلے میں وہی حیثیت رہے گی جو قطرہ کو دریا کے مقابلے میں ہے۔ "ووردت علمہ وصیہ وابن عمہ" اس کے علم کا وارث اس کا وصی اور چچا زاد بھائی (علی بن ابی طالب) ہوگا۔

لہ خطاف بضم الفاء، یہ شہو طائر ہے، بخشاک کی طرح کھڑے میں رہتا ہے مٹی سے گھرناتا ہے "عصفور جنت" بھی کہتے ہیں۔ حضرت آدمؑ کا زمین پر مونس تنہائی قرار دیا گیا تھا۔ آل محمدؐ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس سے غلگین ہوتا ہے (بجاء اللؤلؤ) اس کی تفسیر الحمد للہ رب العالمین ہے (سفینۃ البحار) اس کی بکار قدمو اخیر تجد وہ ہے۔ یہ مومن الطیور ہے (مجمع البحرین)

”نور البین جزائری ص ۳۲۵“ (۴۱) امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں اگر ہم حضرت اور موسیٰؑ کی ملاقات کے وقت ہوتے تو انھیں آسانی یہ معلوم ہو جاتا کہ ہم ان دونوں سے کہیں زیادہ عالم ہیں ہمیں علوم رسول کریمؐ کی وراثت میں ملے ہیں (الکافی) (۵۱) جس کشتی کو حضرت نے چھید کر عیب دار بنایا تھا اسکی قیمت ایک ستر درہینا تھی وہ دس زمین گیر عورتوں اور چھ لنگڑے لوگوں اور بیچاروں کی ملکیت تھی۔ (عرائس ثعلبی ص ۱۲۸) (۶۱) جو بادشاہ کشتی کا بیچا کر رہا تھا اس کا نام ”جلندی بن کرکر“ تھا۔ (ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۱۴۱) (۷۱) وہ دیوار جسے حضرت نے گرنے سے بچایا تھا بروایت تفسیر جلالین و مدارک سو گز لمبی اور سو گز اونچی تھی اور بروایت ثعلبی ۳۰ ہاتھ اونچی ۵۰ ہاتھ چوڑی اور پانچ سو ہاتھ لمبی تھی۔ وہ لوگ سجدی سے پناہ لینے کے لئے اس کے قریب گئے تھے وہ دیوار کچ تھی، اس کے قریب سے لوگ گزرتے نہ تھے۔ (عرائس ثعلبی ص ۱۲۸) (۸۱) جس لڑکے کو حضرت نے قتل کر دیا تھا خلع نے اس کے والدین کو لڑکی دی جس کے ذریعہ سے ستر انبیاء پیدا ہوئے (روضۃ الصفا ج ۱ ص ۱۳۳) (۹۱) اس واقعہ ہدم دیوار میں جس خزانہ کا ذکر ہے اس میں اختلاف ہے۔ ابو دروانہؒ نے سیم درہینا دیا ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے سونے کی ایک ایسی تختی کا حوالہ دیا ہے جس پر رقم تھا ”انی انا اللہ لا الہ الا انا و محمد رسولی“ عجبت لمن ایقن بالموت کیف یفرح قلبہ و عجبت لمن یعلم العتبات کیف اصحک سنہ“ عجبت لمن ایقن بالقدیر کیف یستطی اللہ فی ذفقہ و عجبت لمن یرى النشأة الاولى کیف ینکر النشأة الاخرة“ میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو موت پر یقین کے بعد خوش بھی ہوتا ہے، مجھے اس پر تعجب ہے جو حساب پر یقین کے بعد ہمتا بھی ہے۔ مجھے اس پر تعجب ہے جو قضا و قدر کا قائل ہے مگر رزق کے لئے خدا پر الزام لگاتا ہے۔ مجھے اس پر تعجب ہے جو اپنے عدم سے آنے کو جاننے کے باوجود دوبارہ زندہ ہونے کا قائل نہیں (قصص الجزائری ص ۳۲۲ و عرائس ثعلبی ص ۱۲۸ و طبری ص ۱۴۱) (۹۱) اس کفرِ خزانہ کو ایک مؤحد شخص نے جس کا نام ”کاشخ“ تھا اپنی اولاد کے لئے فراہم کیا تھا اسکی نسل سے اسوقت دو تئیم باقی تھے جن کا نام اعرم اور عریم تھا اور جو اندلس کے قریب ”قلعہ مرا“ میں مقیم تھے (ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۱۴۱ و روضۃ الصفا ج ۱ ص ۱۳۳) (۱۰۱) حضرت حضرت اور موسیٰؑ کی ملاقات اور باہمی ہمراہی ۱۸ دن رہی (ناسخ التواریخ ص ۱۴۱ و روضۃ الصفا ج ۱ ص ۱۳۳)

حضرت حضرت موسیٰؑ کو نصیحت

لیکن اکثر کتابوں میں ہے کہ حضرت نے اپنی روانگی سے قبل حضرت موسیٰؑ کو کچھ نصائح بھی فرمائے تھے۔ عرائس ثعلبی ص ۱۲۹ میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ جب حضرت نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ میں آپ کو خدا کے حوالے کئے جاتا ہوں تو حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ مجھے کچھ

نصیحتیں فرمائیے۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ بلا ضرورت کسی کے پاس نہیں جانا چاہیئے۔ خوشامد سے بچنا چاہیئے۔ بلا وجہ ہنسنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ خطا کرنے والوں پر طعنہ زنی نہیں کرنا چاہیئے۔ اپنے گناہوں پر رونا چاہیئے۔ آج کا کام کل پر نہیں ٹالنا چاہیئے۔ عجائب القصص میں ہے کہ خضرؑ نے کہا کہ ترش رُوئی نہیں کرنا چاہیئے۔ لالچ سے بچنا چاہیئے۔ روضۃ الصفا میں عرائس والی روایت مرقوم ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہے۔ کن نفاعاً ولا تکن ضاراً، دو ٹوٹل کو نفع پہنچانے کی عادت ڈالو اور کسی کو نقصان پہنچانے کا خیال نہ کرو۔

حضرت خضر علیہ السلام کے بعض حالات و واقعات

یہ بتایا جا چکا ہے کہ حضرت خضرؑ خود بچپن کے دن تک زندہ رہیں گے پھر حکماء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا تو انھیں اُن کا امتی ہونا ناگزیر ہے بنا بریں ان کی حاضری محمدؐ و آل محمدؐ کے دروازے پر یقینی امر ہے۔

حضرت خضرؑ حضرت رسول کریمؐ کی تعزیت میں

میں کہ جب جد نامدار حضرت محمد مصطفیٰؐ کا انتقال ہو گیا اور انھیں دفن کیا جا چکا تو حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ اور حضرات حسنینؑ اسی حجرہ میں غم و اندوہ کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ یہ آواز آئی ”السلام علیکم یا اہل البیت“ اے اہل بیت رسول تم پر سلامتی ہو موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں۔ تم اس مصیبتِ عظمیٰ پر صبر کرو اور خدا پر توکل رکھو، خداوند عالم تمہیں اس مصیبت کی جزائے خیر دے گا۔ میرے لئے اور اپنے لئے خالق سے دُعا کرو، یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گئے تو حضرت علیؑ نے جناب سیدہؑ اور حسنینؑ سے فرمایا کہ یہ برادرِ مخلص تھے تمہیں تسلی دینے اور تعزیت ادا کرنے کے لئے آئے تھے۔ (حیات القلوب)۔

حضرت خضرؑ مسجد سہلہ میں

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خضرؑ مسجد سہلہ میں آتے اور ٹھہرتے ہیں اکثر صلوات رنے اُن سے وہاں ملاقات کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ مسجد سہلہ یہ وہی جگہ ہے جس جگہ حضرت حجت علیہ السلام ظہور کے بعد قیام فرمائیں گے اور وہیں سے احکام نافذ کریں گے، مسجد سہلہ کو فہم میں واقع ہے۔ اسی مسجد سہلہ میں حضرت ادلیسؑ نماز پڑھتے اور کپڑا سیتے تھے۔ وہ دُعاؤں کے قبول ہونے کا مرکز ہے۔ ابراہیم بن ہاشم قمی نے حضرت خضرؑ سے مسجد سہلہ اور مسجد زید میں ملاقات کی ہے۔ یہ بڑے متقی پرہیزگار، زاہد اور فقہ تھے (سفینۃ البحار ج ۱ ص ۴۰۳)۔

حضرت خضر جنگ صفین میں

کتاب سیفۃ البحار جو کہ سجاد الانوار علامہ مجلسی کا خلاصہ ہے اور بہترین کتاب ہے اس میں حضرت خضر

سے متعلق بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جن سے ان کے اہل بیت رسول سے روابط و تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ اسی کتاب کی ج ۱ ص ۲۹ میں مرقوم ہے کہ جنگ صفین میں جب حضرت علی خطبہ دے رہے تھے تو حضرت خضرؑ ان کے پاس موجود تھے اور پھر ان سے باہمی مکالمہ ہوا، اسی کتاب میں ہے کہ حضرت خضرؑ حضرت علیؑ کو سلام کیا کرتے تھے۔ اسی صفحہ میں ہے کہ حضرت علیؑ سے حضرت خضرؑ نے جہنم سے نجات کے لئے علم سیکھا۔ حضرت خضرؑ نے حضرت علیؑ کی پیشانی کا کوفہ میں بوسہ دیا۔

حضرت خضرؑ حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں

موقع پر ملاقات ہوئی تو خضرؑ نے کہا کہ کچھ سوال کر کے سمجھنا چاہتا ہوں امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ میرے بیٹے جعفر صادقؑ سے پوچھ لو چنانچہ انھوں نے ان سے مسائل دریافت کئے ص ۳۹۔

حضرت خضرؑ اور حضرت امام زین العابدینؑ میں ملاقات

کہ میں حضرت امام زین العابدینؑ علیہ السلام سے عالم حج میں ملا۔ میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان آیا اور اس نے سلام کے بعد انھیں گلے سے لگا لیا، جب وہ جوان چلا گیا تو میں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ کون شخص تھا، حضرت نے فرمایا کہ ہذا اخي الخضر یاتینا کل یوم فیسلم علینا یہ میرے بھائی خضرؑ ہیں یہ روزانہ ہمیں سلام کرنے کے لئے آتے ہیں ص ۳۹۔

حضرت خضرؑ حضرت علیؑ کی عیادت کے لئے

جب ہنگام تھا۔ اس وقت حضرت خضرؑ تشریف لائے اور اظہار رنج و ملال کے بعد کہا کہ دھمک اللہ یا ابالحسن کنت اول القوم اسلاماً۔ اے ابوالحسن آپ پر خدا رحم کرے آپ سابق الاسلام تھے ص ۳۹۔

حضرت خضرؑ کا امام حسینؑ پر گریہ

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ جس دن فرزند رسولؐ کو بلایا میں شہید ہوئے ہیں اسی دن ہم نے گھر کے ایک گوشے سے رونے کی آواز سنی، وہ رونے والا کہہ رہا تھا کہ اے میرے والد حسین بن علیؑ اگر بلا میں شہید ہو گئے۔ جب ہم نے تفحص کیا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت خضرؑ علیہ السلام تھے ص ۳۹۔

حضرت خضرؑ کی دعا کی تاثیر ایک نابینا عورت کا واقعہ

علامہ شیخ عباس قمی سیفۃ البعار میں لکھتے ہیں کہ راوی معتبر اعمش کا بیان ہے کہ میں نے ایک ایسی عورت کو دیکھا جو مدینہ میں سیاہ رنگ کی نابینا تھی وہ لوگوں

کو پانی پلایا کرتی تھی اور یہ آواز لگاتی تھی کہ "اشربوا حبال علی بن ابی طالب" علیؑ کی محبت میں پانی پیو، پھر میں نے اسی عورت کو مکہ میں اس حال میں دیکھا کہ بالکل بینا ہے اور اسی طرح دیکھتی ہے اور ساتھ وہ یہ آواز لگاتی ہے کہ "اشربوا حبال من رد اللہ علی بصری بہ"۔ اس شخص کی محبت میں پانی پیو جس کی وجہ سے خدا نے مجھے بینا بنایا ہے۔ یہ سن کر میں آگے بڑھا اور میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا واقعہ ہے تو نابینا سے بینا کیسے بنی، اس نے کہا کہ میں حسب دستور آواز لگا رہی تھی کہ اتنے میں ایک شخص نمودار ہوا، اور اس نے کہا کہ کیا تو دل سے علیؑ کی محبت کا دم بھرتی ہے۔ میں نے کہا بے شک ایسا ہی ہے، یہ سنتے ہی اُس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا کہ "خدا یا اگر یہ اپنے دعویٰ میں سچی ہے تو اس کی بیانی پٹا دے۔ اس کے یہ کہتے ہی میں دیکھنے لگی، پھر میں نے اس شخص سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ انا الحضر وانا من شیعۃ علی بن ابی طالب۔ میں خضر بنی ہوں اور علی بن ابی طالب کے شیعوں میں سے ہوں۔ (سیفۃ البعارج ص ۳۹۱)۔

حضرت خضرؑ کی سخاوت اور اُن کی فرتنگی کا واقعہ

علامہ شیخ عباس قمی نے حضرت خضرؑ کی فروختگی کا اشارہ کر کے بحار الانوار مجلسی کا حوالہ دیا ہے، لیکن امام ثعلبی نے اس کی تفصیل لکھی ہے۔ وہ بحوالہ ابوالامامہ باہلی لکھتے ہیں کہ حضرت رسول کریمؐ نے

ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت خضرؑ ایک دن بازار سے گزر رہے تھے ناگاہ ایک سائل نے اُن سے سوال کیا اور کہا کہ راہ خدا میں کچھ دیجئے، انھوں نے کہا اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ لیکن میں تجھے مایوس نہیں کر سکتا تو مجھے کسی کے پاس لے چل کر فروخت کر دے۔ وہ پہلے تو جھکا، پھر اُن کے اصرار سے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور انھیں چار سو درہم میں بیچ دیا، کچھ دلوں کے بعد انھوں نے خریدنے والے سے کہا کہ تو مجھ سے کچھ کام لیا کہ اس نے کہا کہ تم ضعیف آدمی ہو میں تمہیں تکلیف نہیں دے سکتا، انھوں نے اصرار کیا تو کہا کہ اچھا یہ پتھر جو پڑے ہیں انھیں ہاں سے اٹھا کر دال لے جاؤ جہاں عمارت زیر تعمیر ہے، انھوں نے ایک ساعت میں ہمارا دوفرشتہ اسے منتقل کر دیا وہ شخص حیران ہوا اور کہا کہ یہ چھ آدمیوں کا کام تھا اور کئی دن کا تم نے اتنی جلدی کیسے منتقل کر دیا، فرمایا، بس کر دیا۔ اسی دوران میں وہ سفر کو جانے لگا تو آپؐ نے کہا کہ میرے

سپر دیکھ کام کرتا جاؤں نے کہا میرے بچوں کی حفاظت اور نگرانی کرنا، انھوں نے کہا کہ یہ تو کروں گا ہی اور کوئی کام بتا، اُس نے کہا کہ اچھا نہیں مانتے تو اینٹیں بنانا تاکہ میں عمارت میں لگاؤں وہ چلا گیا جب واپس آیا تو اینٹیں تو درکنار اسی کے منشا کے مطابق عمارت بھی تیار تھی۔ اس نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا میں تیرا خرید ہوا غلام ہوں۔ اس نے کہا سچ بچہ بتائیے فرمایا کہ میں خضر نبی ہوں، چونکہ تو نے راہ خدا پر سوال کیا تھا اس لئے میں نے تجھے مالوس نہیں کیا تھا یہ سن کر وہ پیر دل پر گر پڑا۔ ”ناسلہ علیٰ ید یہ واعطاء اربع مائۃ دینار“ اور مسلمان ہو گیا اور چار ہزار دینار دے کر انھیں رخصت کر دیا۔ (سفینۃ البحار ج ۱ صفحہ ۱۹ و عرائس ثعلبی ص ۱۲۹)۔

حضرت ذوالقرنینؑ

حضرت ذوالقرنینؑ کا اصل نام بردایت روضۃ الصفا ”عمرس“ بردایت عرائس ثعلبی، ”عباس“ بردایت حیات القلوب عبد اللہ د” عباس“ اور بردایت ناسخ التواریخ ”صعب“ تھا۔ ناسخ میں شجرہ نسب اس طرح مرقوم ہے، صعب بن روم بن یونان ابن تاریخ بن سام بن نوح علیہ السلام، ذوالقرنینؑ کی نبوت کے متعلق امام فخر الدینؒ نے اور امام ثعلبیؒ اور صاحب روضۃ الصفاؒ اور ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ یہ نبی مرسل تھے۔ لیکن میری مورخانہ تحقیق کے مطابق یہ نہ نبی تھے اور نہ رسول بلکہ یہ خدا کے ایک ایسے بندہ تھے جن کو خدا نے نہایت ممتاز شخصیت عطا کی تھی۔ اسی طرح امام رازیؒ اور امام ثعلبیؒ نے انھیں سکندر رومی قرار دیا ہے، میرے نزدیک نہ یہ سکندر رومی تھے اور نہ سکندر مین، کیونکہ سکندر رومی کا سلسلہ نسب عیص بن اسحاق بن ابراہیمؑ تک مغتبی ہوتا ہے اور یہ ہیں مورخین کے نزدیک تسلیم شدہ، حضرت نوحؑ کی اولاد سے، اس کے علاوہ یہ کہ سکندر رومی جو کہ فیلقوس کا فرزند تھا۔ اس کا زمانہ حضرت عیسیٰؑ سے ۳۲۲ برس پہلے کا ہے اور حضرت ابراہیمؑ اس سے ہزاروں سال پہلے گزرے ہیں اور ذوالقرنینؑ حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں تھے اور مشرق و مغرب کے سفر کے بعد ۶ لاکھ آدمیوں کے ساتھ حج کو گئے تھے اور وہیں حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات کی تھی۔

حضرت ذوالقرنینؑ کی ولادت کا واقعہ

حضرت ذوالقرنینؑ اور حضرت خضرؑ دونوں حقیقی زاد بھائی تھے اور دونوں کا لفظ ایک ہی رات میں قائم ہوا تھا اور دونوں ایک ہی رات ملے عبداللہ بن عمرؓ نے ان کی نبوت پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ خدا نے ان سے خطاب فرمایا ہے میں کہتا ہوں اگر یہی دلیل ہے تو پھر ام موسیٰؑ اور شہد کی مکھی کو درجہ نبوت پر فائز ماننا چاہیے۔ کیونکہ ذوالقرنینؑ کیلئے خدا نے فرمایا ہے قلنا یا ذوالقرنینؑ اور ام موسیٰؑ کے لئے فرمایا ہے۔ واوحینا الی ام موسیٰؑ اور شہد کی مکھی کے لئے فرمایا ہے وادھی ربک الی الفضلؑ۔ ظاہر ہے کہ حرف مخاطبہ سے دھی کا درجہ بہت زیادہ ہے تو اگر مخاطبہ کی وجہ سے ذوالقرنینؑ کو نبی مانا جاسکتا ہے تو ام موسیٰؑ اور خضرؑ کو اس درجہ رفیع سے کیوں محروم مانا جائے۔ ۱۲۰

کو پیدا ہوئے تھے، ان کی ولادت کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنینؑ کے والد نے جو کہ علم نجوم سے بہت زیادہ واقف تھے، ایک رات کو اپنی بیوی سے کہا کہ میں سوتا ہوں اور تم جاگتی رہنا اور فلاں مقام پر جب ستارہ طالع ہو کر روشنی دینے لگے تو مجھے جگا دینا تاکہ اس وقت میں تم سے ہمبستری کر دوں اور ایک ایسے فرزند کا لفظ قائم ہو جو کہ ابد الاباد تک زندہ رہے، ان کی بیوی نے وعدہ کر لیا، یہ بات درپردہ ان کی بہن سُن رہی تھی، حضرت ذوالقرنینؑ کے والد کی ہمت کے مطابق ان کی والدہ جاگتی رہیں اور انھوں نے اس ستارے کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھا، لیکن وہ شرم کی وجہ سے ان کو ہمبستری کے لئے جگانہ سکیں برخلاف ان کے ان کی بہن نے اپنے شوہر کو ٹھیک اس وقت جگا دیا جس وقت ستارہ طالع ہوا تھا اور دونوں ٹھیک وقت پر ہمبستر بھی ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ذوالقرنینؑ کے والد کی آنکھ کھلی تو انھوں نے دیکھا کہ ستارہ طالع ہو کر مخصوص منزل سے گزر گیا ہے، انھوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس رات کو میں اس ستارے کے طلوع کا چالیس سال سے انتظار کر رہا تھا، آج تو نے میرے مقصد پر پانی پھیر دیا، اس نے کہا کہ میں کیا کر دوں استحیت واللہ خدا کی قسم مجھے حیا و شرم نے جگانے سے روک دیا، پھر اس نے بڑے تاسف کا اظہار کیا اور کہا کہ اچھا، اب ایک اور موقع آ رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تھوڑی دیر میں ایک اور ستارہ طلوع کرے گا۔ اس ستارے کے طلوع کے وقت لفظ کا انقضاء اگرچہ مولود کو حیات ابدی نہ دے سکے گا۔ لیکن اس وقت جو لفظ بٹھرے گا اس کا مولود "یملک قریٰ الشمس" آفتاب کے مشرق و مغرب پر حاوی ہوگا، چنانچہ وہ وقت فی الفور آگیا اور میاں بیوی ایک جگہ ہو گئے اور ذوالقرنینؑ کا لفظ وجود قائم ہو گیا۔ نو ماہ گزرنے کے بعد حضرت ذوالقرنینؑ اور حضرت خضرؑ دونوں ایک ہی رات میں پیدا ہوئے جس کے نتیجے میں حضرت خضر ابدی زندگی کے مالک ہوئے اور حضرت ذوالقرنینؑ مشرق و مغرب پر حاوی ہوئے۔ بروایت یہ واقعہ حضرت نوحؑ کے بعد کا ہے میرا مورخانہ قیاس یہ ہے کہ اس طریقۃ انقضاء لفظ سے کچھ خاندانی کشمکش پیدا ہو گئی تھی جس کی بنا پر حضرت خضرؑ کی والدہ انھیں اپنے گھر میں جتنے سے معذور و مجبور ہو گئی تھیں۔ اسی بنا پر انھیں پہاڑ کی ایک کھوہ میں جہنم دیا تھا جیسا کہ حضرت خضرؑ کے واقعہ ولادت میں گزرا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ذوالقرنینؑ کے والد کا نام ضحاک بن معد تھا اور انھیں اسکندروس بھی کہتے تھے جو کثرت استعمال سے "سکندر" ہو گیا۔

بارہ سال کی عمر میں حضرت ذوالقرنینؑ کی شاہی | بروایت جنات الخلود حضرت ذوالقرنینؑ کی عمر

جب بارہ سال کی ہوئی تو خداوند عالم نے انھیں بادشاہت عطا کی، اور یہ بادشاہت ان کے پاس تاحیات رہی۔ بروایت خداوند عالم نے ساری دنیا کی بادشاہت صرف چار بندوں کو عطا کی تھی جس میں دو کافر تھے اور دو مومن۔ کافر بادشاہ غمروا اور بخت نصر تھے۔ اور مومن بادشاہ حضرت ذوالقرنینؑ اور حضرت سلیمانؑ تھے۔ خداوند عالم نے ان کے ذمہ مشرق و مغرب، شمال و جنوب عزضیکہ سارے عالم ارضی کی تبلیغ کی تھی اور یہی سبب تھا کہ انھوں نے ساری زمین کا سفر اختیار کیا تھا، بروایت سان ابن ثابتؓ اصحیٰ ان کا قیام دیار فرنگ میں تھا۔

حضرت ذوالقرنینؑ کی وجہ تسمیہ | اگرچہ آپ کا اصل نام عباس، عیاش، حرس یا صعب یا عبداللہ تھا۔ لیکن انھیں

کوئی ان کے اصل نام سے نہیں جانتا۔ انھیں سب ذوالقرنینؑ ہی جانتے ہیں اور ان کے اسی نام کو اصل نام سمجھتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ انھیں ذوالقرنینؑ کیوں کہا گیا، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آپ کے سر کے دونوں حصوں پر بوجہ تبلیغ ضرب لگائی گئی تھی اور آپ نے زندگی کے دو قرن گزارے تھے اور آپ کے سر پر دو ہندی قرن (سینگ) کے مانند تھی اور آپ کے تاج میں دو شاخیں نکلی ہوئی تھیں اور آپ کے دو گیسو تھے اور آپ نے دو قرن عالم مغرب و مشرق کی سیر کی تھی اور آپ نے نورِ ظلمت پر اقتدار حاصل کیا تھا اور آپ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ آفتاب کے دونوں حصوں میں چمٹے ہوئے ہیں اور آپ کی ولادت ایسی ساعت میں ہوئی تھی کہ جس ساعت کا مولود آفتاب کے دونوں قرون پر عادی ہوتا ہے لہذا آپ کو ذوالقرنینؑ کہا گیا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں ”انہ لیس بملک ولا نبی ولكن کان عبداً صالحاً مضروباً علی قدسہ الایمن فی طاعة اللہ فبعث اللہ مضروباً علی قدسہ الایمن فبعث اللہ فستی ذوالقرنین“ وہ نہ ملک تھے نہ نبی لیکن عبد صالح تھے۔ طاعت خدا (تبلیغ دین) میں ان کے سر کے داہنے حصے پر ایسی ضرب لگی کہ وہ فوت ہو گئے۔ پھر خدا نے انھیں زندہ کیا۔ پھر سر کے بائیں حصے پر ضرب لگی اور وہ فوت ہو گئے۔ پھر خدا نے انھیں زندہ کیا۔ اسی وجہ سے انھیں ذوالقرنینؑ کہتے ہیں۔ (ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۱۲۸) حیاً القلوب میں ہے کہ دونوں موتوں کے بعد سو سو سال کے بعد زندہ ہوئے تھے اور مجمع البحرین میں ہے کہ پانچ پانچ سو سال کے بعد زندہ کئے گئے تھے۔

حضرت ذوالقرنین کا عروج آسمانی و نزول ارضی

حضرات ائمہ طاہرین کے ارشاد سے مستفاد ہوتا ہے کہ خداوند

عالم نے حضرت ذوالقرنینؑ کو تبلیغ دین کے لئے پہلے مغرب میں بھیجا وہ وہاں تبلیغ کر رہے تھے لوگوں نے سخت نافرمانی کی اور ان کی زود کوب کی اور یہاں تک ستایا کہ وہ عاجز آگئے اور بالآخر ان لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کے سر کے داہنے حصہ پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ مر ہی گئے یہاں تک بروایت پانچ سو سال اور بروایت ایک سو سال تک مردہ رہے پھر خداوند عالم نے انھیں زندہ فرمایا اور انھیں مشرق میں تبلیغ کے لئے تعینات کر دیا۔ وہ وہاں تبلیغ کر رہے تھے ان لوگوں نے بھی سرکشی کی اور ان کی نافرمانی میں اتنی زیادتی کی کہ انھیں مارا پیٹا۔ یہاں تک کہ ان کے سر کے بائیں حصہ پر ایک ایسی ضرب لگا دی کہ وہ مر گئے اور پانچ سو سال تک مردہ رہے پھر خداوند عالم نے انھیں زندہ کیا اور انھیں آسمان اول پر اٹھالیا اور وہاں سے انھیں ساری زمین دکھائی۔ مغرب و مشرق، شمال و جنوب غرضیکہ سارے رنج مسکون کا معائنہ کر لیا، پھر انھیں زمین پر بھیج کر انھیں شاہی دی اور ہر قسم کی طاقت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ تم ساری دنیا کا چکر لگاؤ اور پوری طاقت سے تبلیغ کرو۔

حضرت ذوالقرنین کا سفر مغرب

بروایت عرائس ثعلبیؒ نے حضرت ذوالقرنینؑ سے فرمایا بذریعہ الہام ”انی بعثتک الی

جميع الخلائق ما بین الخافقین“ میں نے تم کو تمام مخلوقات ارضی کی تبلیغ کے لئے بھیجا ہے۔ ”وجعلتک حتی علیہم“ اور تم کو ان سب پر حجت قرار دیا ہے اور سُنو وہ سات آئینیں ہیں جن میں تمھیں تبلیغ کرنا ہے۔ جن کی زبانیں مختلف ہیں (۱) تین وسط ارض میں ہیں اور وہ جن الناس یا جوج و ما جوج ہیں جو مغرب و مشرق تک پھیلی ہوئی ہیں (۲) دو مغرب میں ہیں جو ناسک اور منسک ہیں اور دو مشرق میں ہیں جو ما دیل و تا دیل ہیں۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے عرض کی مالک یہ تو بہت طویل قطر ہے۔ پھر زبان کا بھی سوال ہے۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے تمھیں ہر چیز کی قدرت دے دی ہے۔ بے فکر ہو کہ کام شروع کرو۔

چنانچہ حضرت ذوالقرنینؑ نے ایک بہت طویل و عریض مسجد تیار کی اور اسے مرکز قرار دیا۔ پھر وہاں سے ایک عظیم لشکر وغیرہ لے کر بارادہ مغرب روانہ ہوئے جاتے جاتے ایک مقام پر پہنچے جو مغرب میں واقع تھا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ایک قوم ہے جو مختلف قسم کے فواہل اور افعالِ ناشائستہ میں مبتلا ہے انھوں نے انھیں سمجھانے بھانے کی بڑی سعی کی اور چاہا کہ انھیں راہِ راست پر لائیں مگر انھوں نے ایک رُسنی بالآخر انھیں ان سے جنگ کرنا پڑی اور کافی قتل و غارت عمل میں آئی۔

پھر ایک سال وہاں قیام فرمایا، آخر میں ان کے ہمراہ جو مسلمان تھے ان کو اس مقام پر آباد کر کے بیت المقدس کو واپس چلے آئے۔

حضرت ذوالقرنینؑ کا سفر مشرق | پھر تھوڑے عرصہ کے بعد مشرق کا ارادہ کیا، اور اس کے لئے کافی ساز و سامان کر کے

روانگی فرمائی، چلتے چلتے ایک ایسی جگہ پہنچے جو مقام و منزل یا جوج و ما جوج کے قریب تھی۔ اس جگہ ایک بادشاہ مقیم تھا جو اپنی قوم پر حکومت کرتا تھا لیکن تھا بڑا شریف، جب اسے ان کے وہاں پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ فوراً لشکر تیار کر کے ان کے استقبال کے لئے نکلا اور تحفے تحائف بھی ہمراہ لیے، منزل سے آگے بڑھ کر حضرت ذوالقرنینؑ سے ملا۔ اور ان کے دین کی فورا دعوت قبول کر لی اور مشریت خداوندی پر فوراً ایمان لایا۔ حضرت ذوالقرنینؑ اس کی فراست اور نیکی سے بہت متاثر ہوئے اور انتہائی مسرت محسوس کی، پھر آپ نے وہاں ایک عرصہ تک مقیم رہنے کے بعد روانگی کا ارادہ کیا تو اس بادشاہ نے بڑی لجاجت سے یہ درخواست پیش کی کہ وہ ان کی یا جوج اور ما جوج سے بچانے میں امداد فرمائیں۔ اس نے کہا کہ حضور والا ہمارے قریب ایک بہت بڑی ظالم قوم آباد ہے جو نہ خدا کو پہچانتی ہے۔ اور نہ رسول کو جانتی ہے۔

یا جوج و ما جوج | یہ لوگ انسانی شکل میں ہیں ان میں عورت و مرد ہوتے ہیں (بشریت روضۃ الصفا) یہ تین قسم کی مخلوق ہیں۔ ایک وہ جن کا قد ایک سو

بیش گز لمبا اور عرض اس کے قریب اور دوسری وہ ہیں جن کا قد ایک سو بیس گز لمبا اور عرض بھی اسی کے مساوی اور تیسری وہ ہیں جن کا قد ایک بالشت سے چار بالشت تک لمبا ہے۔ اس صنف آخر کے کان اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ وہ ایک کو اوڑھتے ہیں۔ اور ایک کو بچھاتے ہیں۔ ان کے بدن پر تپچھ کی طرح بال ہیں جو انھیں سردی اور گرمی سے بچاتے ہیں یہ نہ جوتا پہنتے ہیں نہ کپڑے۔ بالکل برہمنہ رہتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں ناخن کے بجائے لمبے لمبے کانٹے ہیں جس طرح درندوں کے ہوتے ہیں یہ درندہ جانوروں کی طرح جانداروں کو کھاتے ہیں ان میں جب کوئی مر جاتا ہے تو اسے سب مل کر کھا جاتے ہیں۔ سبزی اور میوہ جات بھی کھاتے ہیں۔ ان کا ہر فرد جب تک ایک ہزار پتے نہیں پیدا کر لیتا مرتا نہیں ہے۔ اس لئے ان کی تعداد بے شمار ہے، یہ چلتے پھرتے راستوں میں جفتی کھا لیتے ہیں اور جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی غذا ”دانہ خرنوب“ اور مچھلی ہے۔ جب وہاں بارش ہوتی ہے تو پھلیاں برستی ہیں۔ جب کبھی بارش میں تاخیر ہو تو بھوک کی وجہ سے ان کے غول

کے غول اپنے ملک سے باہر نکل پڑتے ہیں اور جہاں کہیں باغات اور میوہ جات اور زراعت پاتے ہیں کھا جاتے ہیں اور جس جگہ پہنچ جاتے ہیں ٹڈی دل کی طرح تباہی مچا دیتے ہیں یہ جب شہر میں آتے ہیں ان کے جسم سے اتنی بو آتی ہے کہ کوئی انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ ان کی آوازیں اتنی بلند ہیں کہ میلوں سے سُننے والا بہرہ ہو جاتا ہے، جب یہ اپنے علاقہ سے نکلتے ہیں تو ان کے شور کی وجہ سے لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بلائیں آرہی ہیں چنانچہ سب انسان گھر دل کو اور جانور جنگلوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں اور یہ سب کچھ تباہ و برباد کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔ ان کی طاقت کا اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ باغی اور گینڈا ان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ حضور والا! استدعا یہ ہے کہ آپ ان کے اس طرف آنے کا راستہ بند کر دیجئے اور اس کی صورت صرف یہ ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک ایسا بلند بند بنا دیجئے کہ راستہ بند ہو جائے اس منصوبہ میں جو کچھ خرچ ہوگا ہم چندہ کر کے لگائیں گے۔

سید سکندری کی تعمیر | حضرت ذوالقرنینؑ نے ساری داستانِ غم سُننے کے بعد فرمایا کہ ”میرے پروردگار نے خرچ کی جو قدرت مجھے دے دی ہے وہ تمہارے چندے سے کہیں بہتر ہے، مال کی ضرورت نہیں، تم مجھے فقط قوت سے مدد دو، تو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک روک بنا دوں، اچھا تو تم مجھے لوہے کی سلیں لا دو، انھوں نے کہا کہ اس میں جس قدر لوہا لگے گا ہم اتنا لوہا کہاں سے فراہم کر سکتے ہیں اور پھر اُسے کس طرح کاٹ سکتے ہیں۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے کہا کہ میں تمہیں لوہے اور تانبے کی کان بتاتا ہوں وہاں سے لوہا اور تانبا کاٹ کر لاؤ۔ ان لوگوں نے کہا کہ کان تو بل جلے گی لیکن اُسے کاٹیں گے کیسے؟ انھوں نے ایک اور کان بتائی جسے ساموریا ساہون کہتے ہیں۔ یہ سفید قسم کی دھات تھی اس کے اوزار تیار کر آئے، اس کا اثر یہ تھا کہ یہ جس لوہے یا تانبے پر یہ اوزار لگتے تھے وہ پگھل جاتا تھا۔ چنانچہ لوہے کے بڑے بڑے تختے تیار کر آئے گئے اور انھیں سے ایک بہت بڑی دیواری بنائی گئی۔ یہاں تک کہ جب دونوں کنگرول کے درمیان دیوار کو بلند کر کے ان کو برابر کر دیا تو حکم دیا کہ اس کے گرد آگ لگا دو۔ ”دھونکو“ یہاں تک کہ جب اس کو دھونکتے دھونکتے لال انگارہ بنا دیا تو کہا کہ اب ہم کو تانبا دو کہ اس کو پگھلا کر اس دیوار پر انڈیل دیں۔ غرضیکہ وہ ایسی اونچی مضبوط دیوار بنی کہ نہ تو یاجوج ماجوج اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں نقب ہی لگا سکتے تھے۔

اس سب سکندری کے لمبان چوڑان کے متعلق روضۃ الصفا میں ہے کہ وہ ایک سو پچاس فرسخ لمبی اور پچاس فرسخ چوڑی ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس سب کی لمبائی تین میل اور چوڑائی ایک میل تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ دیوار اسی طرح قیامت تک قائم رہے گی۔ یہاں تک کہ حضرت جتہ علیہ السلام کا ظہور ہو ایک روایت میں ہے کہ علامات قیامت میں سے ایک علامت یا جوج و ماجوج کا برآمد ہونا بھی ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ ذوالقرنینؑ نے دیوار کی تیاری کے بعد اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے۔ مگر جب میرے پروردگار کا وعدہ (عہد قیامت) آئے گا تو اُسے ڈھا کر ہموار کر دے گا۔

حضرت ذوالقرنینؑ کا سفرِ ظلمات اور آبِ حیات کی تلاش

حضرت ذوالقرنینؑ سفرِ مشرق ہی میں تھے کہ حسبِ ارشاد حضرت امیر المومنین علیہ السلام ان کا دوست فرشتہ ”روفائیل“ آگیا، یہ ایسا فرشتہ تھا کہ حضرت ذوالقرنینؑ سے اس کا دوستانہ تھا، یہ اکثر ان کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ اس موقع پر جب یہ آگیا تھا تو اس سے باتیں ہونے لگیں۔ دورانِ گفتگو میں حضرت ذوالقرنینؑ نے اس سے پوچھا کہ تم لوگ آسمان پر کس طرح عبادت کرتے ہو اور تمہارا طریقہ عبادت کیا ہے۔ اس نے یہ سن کر رونا شروع کر دیا اور کہا کہ اے ذوالقرنینؑ فرشتوں کی عبادت کا کیا پوچھتے ہو؟ آسمان پر ایک بالشت بھی کوئی ایسا مقام نہیں ہے جس جگہ کوئی نہ کوئی فرشتہ جو عبادت نہ ہو وہاں عبادت کا یہ عالم ہے کہ جو سجدہ میں ہے قیامت تک سجدہ میں رہے گا اور جو رکوع کے عالم میں ہے قیامت تک اسی حالت میں رہے گا جو قیام میں ہے تا قیامت قائم رہے گا، اس عالم عبادت کے باوجود وہ کہتے ہیں ”ما عبدناک حق عبادتک“ میرے پالنے والے جو عبادت کا حق ہے وہ ہم ادا نہیں کر سکتے، یہ سن کر ذوالقرنینؑ ڈھارس مار کر رونے لگے اور بولے کہ روفائیل کوئی ایسی ترکیب بتاؤ کہ میں ہمیشہ زندہ رہوں تاکہ اس کی ایسی عبادت کروں کہ جو حق عبادت ادا کرے۔ روفائیل نے کہا کہ مشرق میں ایک ”ظلمت“ ہے جس میں ایک ایسا چشمہ ہے کہ جو اس میں سے پی لے وہ اس وقت تک نہ مرے گا جب تک وہ خدا سے خود مرنے کی خواہش نہ کرے، ذوالقرنینؑ نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے وہ چشمہ کہاں ہے، روفائیل نے کہا کہ نہ میں نے اُسے دیکھا ہے اور نہ کسی جن والنس نے اسے دیکھا ہے اور نہ کوئی وہاں پہنچا ہے۔ میں نے آسمان پر سُنا ہے کہ اس قسم کا ایک چشمہ زمین پر ہے اور اُسے ”عین الحیات“ کہتے

ہیں۔ یہ سن کر حضرت ذوالقرنینؑ نے اپنے ساتھ کے موجود ایسے علماء کو جو کتب سابقہ اور صحف انبیاء سے واقف تھے طلب فرمایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ زمین پر کوئی ایسا چشمہ بھی ہے جسے ”چشمہ حیات“ کہتے ہیں، ان لوگوں نے لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ ہم نے سب کچھ پڑھا ہے۔ لیکن ایسے کسی چشمہ کا وجود ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ یہ سن کر ذوالقرنینؑ سخت رنجیدہ ہوئے۔ پھر انھوں نے ان لوگوں کی موجودگی میں فقہاء اور دیگر مجملہ علماء کو بلایا اور ان سے یہی کچھ دریافت کیا سب نے انکار کیا۔ جب سب کے سب عاجز ہو گئے اور کوئی وادی ظلمت کے چشمہ حیات کی نشان دہی نہ کر سکا۔ تو حضرت ذوالقرنینؑ کو بہت دکھ ہوا، یہ رنجیدہ ہوئے ہی تھے کہ ایک عالم جو کسی نبی کے کسی وصی کا فرزند تھا بول اٹھا، بادشاہ تو ایسے لوگوں سے اتنے اہم مسئلہ کے متعلق سوال کرتا ہے جس کے یہ اہل نہیں ہیں، سن! اس کا جواب میں دے سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے صحیفہ آدمؑ میں پڑھا ہے کہ زمین میں ایک وادی ظلمت ہے اور اس میں ایک ایسا چشمہ ہے کہ جو اس میں سے پانی پی لے گا وہ کبھی مرے گا نہیں۔ یہ سن کر حضرت ذوالقرنینؑ خوش ہو گئے اور فرمانے لگے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ وہ ظلمت اور چشمہ حیات کدھر ہے۔ اس نے کہا کہ ”در کتاب آدم یافتہ ام کہ در جانب مشرق است“۔ میں نے کتاب آدمؑ میں پڑھا ہے کہ وہ جانب مشرق میں ہے پھر حضرت ذوالقرنینؑ نے اپنی مملکت کے بڑے بڑے علماء، رؤسا، فقہاء، علماء اور اشراف کو جمع فرمایا۔ جن کی تعداد بروایت حیات القلوب ایک ہزار تھی۔ پھر تمام لاؤ لشکر کو لے کر تلاش آب حیات میں روانہ ہو گئے اور بارہ سال تک مسلسل چلتے رہے، یہاں تک کہ پہاڑوں، دریاؤں، صحراؤں کو طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں سے ظلمت شروع ہو رہی تھی۔ وہاں پہنچ کر حکم دیا کہ سب اتر پڑیں۔ چنانچہ سب اتر پڑے وہ ظلمت جو نظر آئی وہ کچھ اس انداز کی تھی جس کی حیثیت بیان نہیں کی جاسکتی۔ یعنی وہ تاریکی شب کی طرح نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت ذوالقرنینؑ نے علماء و حکماء اور دانشوران کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں اس وادی ظلمت میں جانا چاہتا ہوں، بتاؤ اس کی کیا صورت ہوگی۔ وہ تعظیماً سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ اے بادشاہ تو نے ایسا ارادہ کیا ہے کہ جس میں کامیابی کی امید نہیں ہے۔ یہ وہ وادی ظلمت ہے جس میں نہ کبھی کوئی نبی گیا ہے نہ رسول گیا ہے اور نہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں میں سے کوئی گیا ہے۔ اس میں جانا کسی طرح مناسب نہیں، ذوالقرنینؑ نے کہا کہ میں بہر صورت اس میں جاؤں گا اور آب حیات پیوں گا وہ لوگ پھر سجدہ میں گر گئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کرنے لگے کہ مالک اب ہم کیا کریں اس

کے بعد ذوالقرنینؑ سے سب نے بالاتفاق کہا کہ اے بادشاہ ہمیں یہ ڈر ہے کہ کہیں کوئی ایسی گوند اس دادی ظلمت میں حضور کو نہ پہنچ جائے کہ بادشاہی ختم ہو جائے اور ہم سب تب ہی سے دوچار ہو جائیں، ذوالقرنینؑ نے فرمایا کہ میں ہر صورت سے اس دادی ظلمت میں جاؤں گا۔ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اس کے بعد انھوں نے بروایت ثعلبیؒ علماء سے پوچھا کہ جانوڑوں میں سب سے زیادہ تاریکی میں دیکھنے والا کون سا جانور ہے۔ انھوں نے کہا کہ گھوڑا۔ پوچھا گھوڑوں میں کونسا، کہا مادی، پوچھا مادیوں میں، کہا ہاکرہ۔ حکم دیا کہ چھ ہزار ہاکرہ گھوڑیاں جمع کی جائیں، چنانچہ فراہم کر دی گئیں۔ حکم دیا کہ چھ ہزار علمائے حکما ر اور دانشور منتخب کئے جائیں۔ چنانچہ منتخب کئے گئے۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے سب کو ایک ایک گھوڑی دی۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کو دو ہزار کی کمان دے کر حکم دیا کہ تم آگے آگے چلنا اور میں چار ہزار کو لے کر تمہارے پیچھے پیچھے آؤں گا اور اپنے باقی لشکر سے کہا کہ تم لوگ بارہ سال تک اسی مقام پر میرا انتظار کرنا۔ اگر ہم لوگ بارہ سال میں واپس نہ آئیں تو تم لوگ واپس چلے جانا۔ حکم ارتحال پانے کے بعد حضرت خضرؑ نے حضرت ذوالقرنینؑ سے کہا کہ ہم تاریک وادی میں سفر کر رہے ہیں اگر راستہ بھول جائیں یعنی آپس کے لوگ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو پھر یکجا کیونکر ہوں گے۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے انھیں کچھ سرخ دانے دیئے اور کہا کہ جب ضرورت پیش ہو تو اسے زمین پر ڈال دینا یہ روشنی بھی دیں گے اور ان سے صدا بھی بلند ہوگی۔ حضرت خضرؑ حسب الحکم دانوں کو لے کر دو ہزار افراد سمیت روانہ ہو گئے۔ حضرت ذوالقرنینؑ ان کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ جس منزل سے وہ گزرتے تھے۔ حضرت ذوالقرنینؑ بھی اس سے گزرتے تھے۔ وادی ظلمات میں چلتے چلتے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سے آگے بڑھنے کا امکان سمجھ میں نہ آیا، خضرؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آگے منزل بہت خطرناک ہے تم اسی جگہ ٹھہر جاؤ، میں آگے جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ آگے پا پیادہ روانہ ہوئے۔ اپنی گھوڑی وہیں چھوڑ دی، کچھ دُور آگے چلے تھے کہ تاریکی نے بے بس کر دیا۔ انھوں نے سوچا کہ میرے پاس جو دانے ہیں ان سے روشنی کا بھی کام لیا جاسکتا ہے اور ان کے ذریعہ سے راستہ بھی تلاش کیا جاسکتا ہے، چنانچہ انھوں نے ایک مقام پر کھڑے ہو کر دانے کو آگے پھینکا، دانے کو پھینک تو دیا لیکن نہ روشنی ظاہر ہوئی اور نہ آواز آئی۔ حضرت خضر علیہ السلام بہت گھبرائے، یہ کھڑے ہوئے سوچ ہی رہے تھے کہ ایک چشمہ آب کی تہ سے ان کے دانوں کی روشنی بھی نظر آئی اور آواز بھی سنائی دی۔ حضرت خضرؑ ان دانوں کو حاصل کرنے کے لئے پانی میں اترے، اس چشمہ کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، یا قوت سے زیادہ شفاف،

شہد سے زیادہ شیریں تھا، حضرت خضرؑ نے اس کی خوبوں سے متاثر ہو کر اس میں سے خوب پانی بھی پیا اور اچھی طرح ہنائے بھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ”تلاش آب حیوان“ کے لئے حضرت ذوالقرنینؑ نے سب کو ایک ایک مچھلی دی تھی اور کہا تھا کہ ہر شخص الگ الگ چشمہ سے مچھلی کو دھوئے، سب کی مچھلی بدستور اس کے ہاتھ میں رہی۔ لیکن خضرؑ والی مچھلی زندہ ہو کر چلی گئی۔ پھر وہ اس چشمہ میں اُسے پکڑنے کے لئے اتر گئے اور اسی میں سے پانی بھی پیا اور غسل بھی کیا۔ محض یہ کہ حضرت خضرؑ اس چشمہ سے پانی پی کر باہر آئے۔ اب راستہ چونکہ نظر نہ آتا تھا۔ اس لئے انھوں نے ان دانوں کو اپنے اصحاب اور ہمراہیوں کی طرف پھینکا اور اس کی روشنی اور آواز سے سب یک جا ہو گئے، پھر آپ سوار ہوئے اور سب کو حکم دیا کہ آگے چلو چنانچہ سب روانہ ہو گئے۔ حضرت خضرؑ کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہی ”چشمہ حیات“ ہے۔ مچھلی والی روایت کی بنا پر بھی یہ بے خبر تھے۔ کیونکہ حضرت ذوالقرنینؑ نے کسی سے یہ نہ بتایا تھا کہ جس چشمہ میں مچھلی چلی جائے گی وہی آب حیات ہوگا۔

غرض کہ حضرت خضرؑ اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے روانہ ہو گئے، ان کے اس جگہ سے گزرنے کے فوراً بعد حضرت ذوالقرنینؑ اس جگہ پہنچ گئے۔ جس جگہ سے یہ لوگ آگے بڑھے تھے پھر وہاں سے روانہ ہو کر آگے چلے گئے اور ”چشمہ حیات“ انھیں نہ ملا۔ جب چالیس دن مسلسل آگے جاتے رہے تو ایک ایسی روشنی میں نکلے کہ جو نہ دن جیسی تھی نہ چاندنی رات جیسی حضرت ذوالقرنینؑ جب اس روشنی میں پہنچے، تو انھیں ایک طویل قصر نظر آیا جو ایک فرخ لباً تھا اور اس کے قریب ایک سیاہ مرغ تھا، اُس مرغ نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں ”ذوالقرنینؑ“ ہوں۔ اس نے کہا کہ ساری زمین تمھارے لئے کافی نہ ہوئی جواب یہاں تک پہنچے ہو، انھوں نے کہا کہ حکم خداوندی سے آیا ہوں۔ پھر اس نے کچھ سوالات کئے۔ (۱) زمین پر لوگ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کے قائل ہیں یا نہیں (۲) لوگ نماز پڑھتے ہیں یا نہیں۔ (۳) لوگ غسل جنابت کرتے ہیں یا نہیں؟ ذوالقرنینؑ نے سب کا اثبات میں جواب دیا تو اس مرغ نے کہا کہ قفل کھل گیا اب تم سیر طری کے ذریعہ سے اوپر چلے جاؤ۔ اوپر جو گئے تو ایک نوجوان کو جو نہایت خوب صورت تھا کھڑے ہوئے دیکھا، اس نے کہا کہ تمھاری ہوس یہاں تک تھیں لائی۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے کہا کہ حکم خدا سے آیا ہوں، وہ اسرافیل فرشتہ تھا جو صور پھونکنے کے انتظار میں کھڑا تھا، پھر اس نے ایک پتھر جیسی چیز دی اور کہا کہ اسے لے جاؤ یہ تمھاری طرح گر سکتا ہے۔ جب یہ سیر ہو گا تب تم بھی سیر ہو گے۔ اس کے بعد حضرت ذوالقرنینؑ وہاں سے واپس اپنے اصحاب کے پاس آئے اور سارا واقعہ بیان کیا، پھر فیصلہ کیا کہ اس پتھر کا وزن کیا جا

ایک بلہ میں یہ پتھر اور دوسرے میں ہزار پتھر رکھے گئے، مگر اس کا وزن زائد ہی رہا۔ حضرت خضرؑ نے سب پتھر اٹھا کر اس کے مقابلہ میں ایک پتھر رکھا اور اس پر مٹھی بھر مٹی ڈال دی اور اسے فریاد کرنے والے پتھر کا وزن ہلکا ہو گیا۔ ذوالقرنینؑ نے سبب پوچھا تو خضرؑ نے کہا کہ اس کی طرف سے یہ اشارہ نمایاں ہے کہ انسان کی لالچ اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک قبر میں نہ جلا جائے یہ سن کر حضرت ذوالقرنینؑ بلے حد روئے۔ پھر وہاں سے براہ ظلمات واپس چلے آئے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ۷

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ پھوڑے ہم نے
بھر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت خضرؑ نے ظلمات سے آگے نکلنے کے بعد حضرت ذوالقرنینؑ سے چشمہ حیات کا واقعہ بیان کیا، تو ذوالقرنینؑ اس کی تلاش میں لگ گئے اور خضرؑ سمیت اسے ڈھونڈنے لگے۔ مگر پالیس دن کی تلاش کے باوجود چشمہ حیات دوبارہ نہ مل سکا۔ اور حضرت ذوالقرنینؑ آب حیات نہ پی سکے۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنه می آرد سکندر را

حضرت ذوالقرنینؑ کا سفر شمال | بروایت روضۃ الصفا، سفر ظلمات سے واپس آنے کے بعد حضرت ذوالقرنینؑ شمال ارضی کی

طرف روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے ایک ایسے مقام پر پہنچے جس کی دیوار شہر ایسی چیزوں سے بنائی گئی تھی کہ جب اس پر سورج کی روشنی پڑتی تھی تو اس قدر چمک ظاہر ہوتی تھی کہ لوگوں کی نگاہ خیرہ ہونے لگتی تھی، اس سورہ البلد کا کوئی دروازہ نہ تھا۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے اس کے حالات دریافت کرنے کے لئے دس آدمی یکے بعد دیگرے بھیجے، مگر کوئی واپس نہ آیا، یہ جانے والے دیوار بھاڑ کر جاتے تھے اور واپس نہ آسکتے تھے۔ بالآخر حضرت ذوالقرنینؑ دہاں سے آگے بڑھ گئے۔

حضرت ذوالقرنینؑ کا سفر جنوب | اور چلتے چلتے جنوب کی طرف نکل گئے۔ خط استوا وغیرہ کو قطع کیا اور اس زمین

پر جا پہنچے جسے آج کل اسکندریہ کہتے ہیں، وہاں پہنچ کر ایک عظیم الشان شہر کی تعمیر کی جس کا نام ”مقدونیہ“ رکھا۔ پھر بروایت ناسخ التواریخ جب مدقوں کے بعد سکندر رومی پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام ”اسکندریہ“ رکھ دیا۔ بروایت سیفۃ البحار خراسان اور سرود کی بنیاد بھی

انہیں نے ڈالی تھی۔

حضرت ذوالقرنینؑ کی وفات

بروایت روضۃ الصفا جب حضرت ذوالقرنینؑ

تمام دنیا کا سفر کر چکے تو اپنی سپاہ کو رخصت

کر دیا اور خود گوشہ نشین ہو کر عبادت خدا دندی میں مشغول ہو گئے۔ ان کی یہ گوشہ نشینی بمقام دومۃ الجندل تھی اور وہیں انتقال فرمایا۔ ایک روایت کی بنا پر تہامہ میں اور ایک روایت کی بنا پر مکہ معظمہ میں مدفون ہوئے۔ بروایت سیفۃ البحار ”شہر زور“ میں بیمار ہوئے اور وہیں فوت ہوئے۔

علامہ محمد بشیر لکھتے ہیں۔ ذوالقرنینؑ اپنے سفر دنیا میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو بہت خوش حال تھی اور اس کے ہر فرد کے دروازے پر قبریں تھیں۔ انھوں نے پوچھا کہ تم دروازوں پر قبریں کیوں بناتے ہو؟ انھوں نے کہا، تاکہ موت ہر وقت پیش نظر رہے۔ پوچھا مکان میں دروازے کیوں نہیں بناتے، کہا کوئی چور اور خائن نہیں۔ پوچھا تمہارے شہر میں کوئی امیر نہیں ہے؟ کہا ہمارے شہر میں کوئی ظالم نہیں ہے۔ پوچھا تمہارے یہاں کوئی قاضی نہیں ہے؟ کہا ہم آپس میں لڑتے جھگڑتے نہیں ہیں۔ پوچھا تمہارا کوئی بادشاہ نہیں ہے؟ کہا ہم میں کوئی ایک دوسرے پر زیادتی کرنے والا نہیں ہے، پوچھا تم سب ایک جیسی حالت میں کس طرح ہو؟ کہا ہم میں مساوات ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں جس کے پاس کمی ہوتی ہے ہم پوری کر دیتے ہیں۔ پوچھا تم میں کوئی نزاع، جھگڑا کیوں نہیں ہوتا۔ کہا ہم اپنے نفسوں پر قادر ہیں اور جھوٹ نہیں بولتے اور اپنا مال تقسیم کرتے رہتے ہیں اس لئے ہم میں کوئی فقیہ نہیں۔ پوچھا تمہاری عمر میں کیوں بڑی ہیں، کہا ہم کسی کا حق غصب نہیں کرتے اور عدل و انصاف سے رہتے ہیں۔ پھر پوچھا تمہارے شہر میں فطی کیوں نہیں پڑتا؟ کہا ہم استغفار سے کبھی غفلت نہیں کرتے۔ ذوالقرنینؑ سوال کرتے گئے اور وہ اسی طرح کا جواب دیتے گئے، بالآخر ذوالقرنینؑ نے اپنے لئے اسی جگہ کو پسند کر لیا اور اپنی بقیہ زندگی اسی جگہ گزار کر وہیں انتقال فرمایا۔ ان کی عمر پانچ سو سال کی تھی۔ (تاریخ اسلام ج ۱ ص ۹۳ طبع لاہور)۔

باب ۲۶

حضرت حمز قیل علیہ السلام

حضرت حمز قیل بن بوری، حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد یوشع بن نون اور کالب بن یوشع کی طرح حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ (ثالث) قرار پائے۔ جنات الخلود میں ہے کہ وہ کالبؑ کے جانشین تھے اور حضرت موسیٰؑ کے دین کی تبلیغ کرتے تھے۔ پھر خداوند عالم نے انھیں درجہ نبوت پر فائز فرمایا، ان کا کام بھی بنی اسرائیل کی ہدایت فرمانا تھا۔ انھوں نے اپنی پوری توجہ کے ساتھ حکم خداوندی کی تعمیل کی اور وہ انھیں ہدایت فرماتے رہے۔

حضرت حمز قیلؑ کی ولادت کا واقعہ | حضرت حمز قیلؑ کے والد "بوری" کے دو بیویاں تھیں۔ ایک بیوی سے

دس فرزند تھے اور دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ بیوی جس سے کوئی اولاد نہ تھی وہ عقیم ہونے کی حالت میں بوڑھی ہو گئی تھی۔ ایک دن "بوری" گوشت قربانی لے کر آئے تو اسے اس طرح تقسیم کیا گیا کہ ایک بیوی کو گیارہ بھتے ملے اور دوسری بیوی کو صرف ایک ملا۔ اس واقعہ سے وہ دل تنگ تھی ہی کہ صاحب اولاد بیوی نے طنز کرنا شروع کیا اور اس سے کہا کہ تو عقیم ہے۔ میری کوئی حیثیت نہیں، تو میرے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے عقیم بیوی کو بڑا دکھ ہوا۔ اور وہ نماز میں رات کے وقت تضرع و زاری کرنے لگی، ایک رات کو ساری توجہ "واہب العطایا" حضرت باری کی طرف مبذول کر کے دعا کی، میرے پالنے والے میں اگرچہ ضعیفہ ہو چکی ہوں اور اصولاً اولاد سے بالوسی مستم ہو چکی ہے، لیکن تو بڑا قادر کریم ہے۔ تیرے نزدیک کچھ مشکل نہیں کہ تو مجھے ایک صالح فرزند عنایت فرما دے، جو میری موانست کا ذریعہ ہو اور میرے دل کے بہلنے کا سبب ہو، دل سے نکلی ہوئی دعا قبول ہوتی ہے۔ خداوند عالم نے اس کی فریاد سن لی، ادھر رات گزرنے کے بعد صبح نمودار ہوئی، ادھر خداوند عالم نے عطائے فرزند کے لئے بن یاس سے گزری ہوئی عورت کو حاضہ بنا دیا، اور

اس میں آثارِ جوانی نمایاں فرمادیا، وہ مرد ہو اُسے ذن پر زال سمجھ کر اس کی طرف دُش بھی نہ کرتا تھا وہ اس کی طرف پورے طور سے متوجہ ہو گیا۔ دونوں مدتِ مدید کے بعد ایک جگہ ہوئے اور لطفہ پھر گیا۔ مدتِ حمل گزرنے کے بعد صالحِ فرزند کی ولادت ہوئی اور اس کا دل باغِ باغ ہو گیا۔ باپ نے بیٹے کا نام ”عزقیل“ رکھا اور خدا نے اسے نبی بنا دیا۔ حضرت عزقیل چونکہ نہایت ضعیف عورت سے پیدا ہوئے تھے جو کہ بوڑھی ہو چکی تھی اسی لئے ان کا لقب ”ابن العجز“ قرار پایا یعنی بوڑھی عورت کے بیٹے۔

حضرت عزقیل کی بعثت | ایک روایت کی بنا پر نبوت تو وہ بطنِ مادر سے لے کر آئے تھے، جب عنفوانِ شباب ہو تو خداوندِ عالم

نے انہیں مبعوث فرمایا، حیاتِ القلوب سے ان کی بعثت کی جگہ ”اوزدان“ اور بروایتِ واسط معلوم ہوتی ہے۔ عرائسِ ثعلبی میں ”دوردان“ جو کہ قبلِ واسط واقع ہے مرقوم ہے۔ روضۃ الصفا میں ”ایلیا“ لکھا ہے۔ ایک روایت میں ”قدیۃ من قری الشام“ تحریر ہے یعنی شام کا ایک قریہ۔

بہر حال وہ تبلیغ میں اپنی جائے بعثت پر مشغول تھے اور شب و روز دینِ خداوندی کے پھیلانے کی سعی کر رہے تھے۔ اسی دوران میں انھوں نے حکم دیا کہ کفار سے جنگ کے لئے چلو۔ ان لوگوں نے جنگ آزمائی سے انکار کر دیا۔ ان کے اس انکار سے خداوندِ عالم نے ان میں طاعون کا عذاب نازل کر دیا جو مسلسل آتا رہا۔

حضرت عزقیل کا مُردوں کو زندہ کرنا | جہاد سے انکار کی وجہ سے جب نزولِ طاعون کا سلسلہ شروع ہوا تو ان لوگوں

نے جو بھاگنے کی طاقت رکھتے تھے وہ شہر سے بھاگ جاتے تھے اور جو نہیں جا سکتے تھے۔ وہ وہیں رہتے تھے، نتیجے پر وہ لوگ جو بھاگ جاتے تھے وہ بچ جاتے تھے اور جو نہ جا سکتے تھے ان میں سے اکثر مُر جاتے تھے۔ جب وہ لوگ جو باہر چلے جاتے تھے واپس آتے تھے تو وہ لوگ جو نہیں جا سکتے تھے کہتے تھے کہ بھاگنا مناسب تھا۔ اگر ہم بھی بھاگ جاتے تو ہمارے کثیر افراد ہلاک نہ ہوتے۔ پھر لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب جب بھی طاعون آئے گا ہم سب بھاگ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب طاعون آیا تو سب کے سب قریہ سے نکل کر ایک سمت کو روانہ ہو گئے۔ بروایتِ طبری جب وہ ایک میل کے فاصلہ پر پہنچے تو ان پر موت طاری ہو گئی اور بروایتِ عرائسِ ثعلبی جب وہ دادی ”ایح“ میں پہنچے تو دادی کے بالائی حصہ سے ایک ہلک نے اور دادی کے نچلے حصہ سے دوسرے ملک نے آواز دی،

”موتوانما تواجیمعا“۔ مَر جاؤ پھر سب مَر گئے۔

ان بھاگنے والوں اور مرنے والوں کی تعداد ستر ہزار تھی۔ بروایت روضۃ الصفا ایک ہفتہ کے اندر ان کے گوشت پوست سب گل گئے اور ہڈیوں کا ڈھیر جمع ہو گیا۔ پھر دہاں کے بچے ہوئے لوگ جب ادھر سے گزرے اور ان کے بس میں ان لوگوں کا دفن کرنا نہ ہو سکا۔ تو ان لوگوں نے بروایت چار دیواری بنا کر انھیں یا ان کی ہڈیوں کو اسی جگہ چھوڑ دیا، یہ ہڈیاں عرصہ دراز تک بروایت ساٹھ سال اسی جگہ پڑی رہیں۔ ایک دن حضرت حزقیلؑ جب اعتکاف سے فارغ ہوئے تو ان لوگوں کی طرف آئے اور انھیں دیکھ کر سخت متاسف ہوئے اور انھوں نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی اور عرض کیا کہ میرے پالنے والے یہ کثیر تعداد میں مرنے والے تیرے ہی بندے ہیں اور تیرے ہی دین کے پیرو ہیں، خدایا اگر انھیں زندہ کر دے تو تیرا بڑا کرم ہوگا اور یہ تیری عبادت کریں گے۔ پھر ان کی نسلیں بڑھیں گی اور وہ بھی تیرے سامنے سر نیاز جھکا میں گئے، وحی ہوئی کہ اے حزقیلؑ کیا تمھاری یہ خواہش ہے کہ میں انھیں زندہ کر دوں اور تم ان کی تبلیغ کرو۔ عرض کی مالک میں بھی یہی چاہتا ہوں پھر بروایت حیات القلوب، خداوندِ عالم نے انھیں اسمِ اعظم تعلیم فرمایا اور کہا کہ تم چلو، میں پانی لے کر اسمِ اعظم پڑھتے ہوئے ان پر چھڑکو کہ یہ سب زندہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضرت حزقیلؑ نے ایسا ہی کیا اور سب کے سب جن کی ہڈیاں تک گل چکی تھیں۔ زندہ ہو کر اپنی اسی عمر کی حالت میں جس عمر میں مَرے تھے سردل سے خاک بھاڑتے ہوئے یسوع و تہلیل کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت حزقیلؑ نے ان ہزاروں آدمیوں کو زندہ کیا تھا وہ ”نوروز“ کا دن تھا اور ان کے پانی پھر سے یہ سنت قائم ہو گئی کہ نوروز کے دن لوگ ایک دوسرے پر پانی پھڑکتے ہیں۔

نوروز کی شرعی حیثیت | نوروز اس دن کو کہتے ہیں جس دن آفتاب کی برج حمل میں تحویل ہوتی ہے۔ اس دن کو قدیم الایام سے اہمیت حاصل

ہے۔ بروایت زاد المعاد مجلسی، آئمہ طاہرینؑ نے اُسے اپنا دن کہا ہے جس دن حضرت علیؑ کی ولایت کا الست کے موقع پر اقرار لیا گیا وہ نوروز کا دن تھا۔ نورج کی کشتی اسی دن کوہِ جودی پر ٹھہری حضرت ابراہیمؑ نے اسی دن بُت شکنی کی۔ حضرت علیؑ کو غدیرِ خم میں آج ہی کے دن خلیفہ بنانے کا اعلان کیا گیا۔ چونکہ سنہ ۱۸ ذی الحجہ ۶۱ مارچ کے مطابق تھی۔ اسی لئے ہم قمری اور شمسی دونوں تاریخوں کو عید مناتے ہیں۔ آیتہ باریتہ ”الیوم اکملت لکم دینکم“ کا نزول اسی دن ہوا ہے۔ اسی دن قائم آل محمدؑ ظہور فرمائیں گے۔ سعدی بن خنیس راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام

جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آج کے دن پاکیزہ کپڑے پہننا، گلے ملنا اور درود پڑھتے ہوئے ایک دوسرے پر پانی چھڑکنا سنت ہے۔ اس دن رسول کریمؐ نے خوشی منائی اور تحفہ قبول فرمایا ہے۔ (ترجمہ عجائب المخلوقات قزوینی ص ۱۲۷ طبع مکتبہ سنہ ۱۳۲۲ھ)۔

قوم حزقیلؑ کے زندہ ہونے کے بعد | اعراس ثعلبی ص ۱۲۷ میں ہے کہ جو نبی حضرت حزقیلؑ نے ارواح کو مخاطب کر کے

کہا کہ فوراً جسموں میں داخل ہو کر انہیں زندہ کرو، وہ سارے اجسام بہ یک لحظہ یعنی آناً فاناً مشکل ہو کر زندہ ہو گئے اور ان کے جسم پر وہی کپڑا لگایا جو وہ پہنے ہوئے مرے تھے۔ روح کے داخل ہوتے ہی "کبر و تکبر و واحدۃ" سب کے سب ایک بار ساتھ ہی تکیہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد ان کی زبان سے جاری ہوا "مُبْحَاذُكَ اللَّهُمَّ دُبْنًا وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ" میرے پالنے والے تو پاک رب ہے۔ ہم اپنی زندگی پر تیری حمد کرتے ہیں۔ بیشک تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ سب کے سب اپنے وطن کو واپس چلے گئے اور وہاں اس وقت تک زندہ رہے، جب تک ان کی اپنی معین موت نہیں آئی، ان کی نسلیں بھی بڑھیں اور ان کے واقعہ کے تذکرے ہمیشہ نسل میں باقی رہے، اس موت کے بعد انہیں جو زندگی ملی اس میں وہ بڑے محظوظ رہے۔ اس دار فانی میں وہ خوشی کو بھول ہی گئے۔

رجعت کا ثبوت | قوم موسیٰؑ کی دوبارہ زندگی جو اس واقعہ میں حضرت حزقیلؑ کے عہد میں ظاہر ہوئی یہ ہمارے عقیدہ رجعت کا کھلا ہوا ثبوت ہے، جس

طرح مذکورہ واقعہ میں لوگ زندہ ہوئے اپنے گھر واپس آئے۔ یہاں رہے تو والد و تناسل کا سلسلہ جاری ہوا اور بالکل وہی زندگی انہیں ملی گئی جو ساٹھ سال پہلے تھی اور ایسی صورت میں جب کہ گوشت گل چکے تھے، ہڈیاں راکھ ہو گئیں تھیں۔ بہت سے لوگوں کے گوشت جانوروں نے کھائے تھے، پھر خدا نے انہیں زندہ کر دیا اور گوشت کے اجزاء جہاں جہاں پہنچے تھے سب کو ایک جگہ جمع کر کے حیات عطا کی اسی طرح رجعت میں بھی جو گاہ حضرات معصومینؑ قیامت سے پہلے اسی دنیا میں از سر نو ظاہر ہوں گے اور ان کے ماننے والے دوبارہ زندہ ہو کر اُمُوجِد ہوں گے۔

حضرت حزقیلؑ اور تحفظ بیت المقدس | حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ قبط

بیت المقدس کو خراب اور تباہ و برباد کرنے کا پروگرام بنا کر اپنی جگہ سے روانہ ہو کر بیت المقدس پہنچا اور اس نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس حالت سے متاثر ہو کر لوگ حضرت حزقیلؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے صورت حال بیان کی حضرت حزقیلؑ نے فرمایا کہ میں آج رات کو خدا کی بارگاہ

میں مناجات کروں گا۔ چنانچہ آپ نے رات کے مخصوص حصہ میں بارگاہِ خداوندی میں درخواست کی۔ وحی ہوئی کہ اے حزقیلؑ میں اس کا انتظام کر دوں گا۔ چنانچہ اس نے اس فرشتے کو جو ہوا پر موکل ہے، حکم دیا کہ ان لوگوں کی سانسوں کو بند کر دو۔ سانس روک دی گئی اور وہ سب کے سب مر گئے۔ حضرت حزقیلؑ نے اپنی قوم کو ان کے مرنے کی خبر دی۔ یہ واقعہ چونکہ کافی اہم تھا اس لئے ان کے دل میں یہ بات (بطور ترکِ اولیٰ) آئی کہ میں بھی کچھ ہوں۔ اس کے ردِ عمل میں قدرت کی طرف سے جگہ میں زخم پیدا ہو گیا۔ حزقیلؑ نے بارگاہِ خداوندی میں درخواستِ صحت پیش کی جواب ملا کہ ابخیر کے درخت کا دودھ لے کر اس کی مالش کرو، شفا ہوگی چنانچہ وہ تندہست ہو گئے۔

حضرت حزقیلؑ اور ایک بادشاہ کا واقعہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ خداوند عالم نے ایک بادشاہ کے متعلق حزقیلؑ سے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ فلاں دن تیری رُوح قبض کروں گا۔ حضرت حزقیلؑ نے پیغام پہنچا کر لوگوں سے بھی کہہ دیا، بادشاہ نے رات بھر گریہ دزاری کی، اور زیرِ تخت زمین پر سر رکھ کر دعا کی۔ میرے پالنے والے مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ میرے بیٹے سلطنت سنبھالنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ خدا نے اس کی عمر پندرہ سال بڑھا دی۔

حضرت حزقیلؑ کی ہجرت و وفات

روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت حزقیلؑ اپنی قوم میں برابر تبلیغ کرتے رہے لیکن وہ ان لوگوں سے بہت پریشان تھے کیونکہ وہ لوگ کبھی راہِ راست پر آجاتے تھے کبھی مخالفت کرتے تھے۔ بالآخر دل تنگ ہو کر وہاں سے ہجرت کر کے بابل چلے گئے، وہیں وفات پا گئے۔ ان کا مدفن حلد اور کوفہ کے درمیان واقع ہے۔

حضرت حزقیلؑ اور حضرت امام رضاؑ کی محبت

امامون رشید کے دربار میں ایک نصرانی جاٹلیق آیا اور اس نے حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کا دعویٰ کیا۔ اماموں نے امام رضاؑ کو بلوایا۔ جاٹلیق نے خدائی عیسیٰؑ کی دلیل یہ دی کہ وہ مُردہ زندہ کرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ حزقیلؑ نے بھی بے شمار مُردے زندہ کئے تھے۔ اگر عیسیٰؑ خدا تھے تو حزقیلؑ کو بھی خدا مانو۔ مجمع البحرین میں ہے کہ کہا گیا کہ عیسیٰؑ کے باپ نہ تھے۔ جواب دیا گیا کہ اس دلیل سے حضرت آدمؑ زیادہ مستحقِ قرار پاتے ہیں کیونکہ ان کے مالِ باپ دونوں نہ تھے کہا گیا کہ وہ مُردہ زندہ کرتے تھے۔ جواب ملا کہ انھوں نے چار مُردے زندہ کئے تھے اور حضرت حزقیلؑ نے ہزاروں مُردے زندہ

کئے۔ کہا گیا کہ عیسیٰ اکہ دابرص کو شفا دیتے تھے، جواب دیا گیا کہ جبرجیسٹ پیغمبر دیگ میں اُبلے گئے پھر بھی تندرست ہو گئے۔ بالآخر وہ لا جواب ہو گیا۔

حضرت اسماعیل بن عزقیل

حضرت عزقیلؑ کے بعد ان کے فرزند حضرت اسماعیلؑ امور امت کے کفیل قرار پائے۔ ان کے پدر بزرگوار نے حکم خدا ان کو اپنا جانشین بنادیا۔ بروایت جنات الخلود عرصہ دراز کے بعد وہ درجہ نبوت پر فائز ہوئے۔ یعنی وحی کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ لیکن بحیثیت نبی آپ کی بعثت حضرت عزقیلؑ کی وفات کے بہت بعد ہوئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا مقام بعثت مکہ و حوالی مکہ تھا۔ حضرت اسماعیلؑ کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح فرمایا گیا ہے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمَاعِيلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا وَكَانَ يَامُرُاهُمْ بِالصَّلٰوةِ وَالتَّوَكُّفِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا۔ اے پیغمبر اسماعیلؑ کو یاد کرو۔ وہ صادق الوعد تھے اور رسول و نبی تھے۔ وہ اپنے اہل و عیال کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم کرتے تھے اور خدا کی مرضی پر چلنے والے تھے۔

حضرت اسماعیلؑ کے لقب صادق الوعد کی وجہ

کیونکہ علیہ باری ہے۔ مؤرخین و محدثین نے اس لقب کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ جس چیز کا وعدہ کرتے تھے۔ اس کی وفا پر مرٹنے کو تیار رہتے تھے چنانچہ انھوں نے ایک ایسے شخص سے یہ وعدہ کیا کہ میں اسی مقام پر تیرا انتظار کروں گا جو بنی اسرائیل کا عابد ترین شخص تھا اور بادشاہ وقت کے پاس کسی بندہ کی سفارش کے لئے جا رہا تھا۔ یہ مقام جس مقام پر انھوں نے وعدہ کیا تھا یہ مکہ سے باہر تھا اور بے آب و گیاہ تھا۔ اس مقام کا نام ”صفاح“ تھا اور عابد بروایت طائف کا رہنے والا تھا۔ غرضیکہ عابد وعدہ و عید کے بعد بادشاہ کے پاس پہنچ گیا اور اس کی خواہش میں وہیں تھوڑے عرصہ کے لئے مقیم ہو گیا۔ وہاں بٹھ جانے کے بعد وہ یہ بات بالکل بھول گیا کہ میں نے اسماعیلؑ سے جلد واپس آکر ملنے کا وعدہ کیا ہے اور ان سے وعدہ لیا ہے کہ وہ اسی مقام پر بٹھ رہے ہیں جب تک میں واپس نہ آؤں۔ حضرت اسماعیلؑ جو وعدہ غلامی نہ کر سکتے تھے۔ اسی جنگل میں انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا۔ خدا نے اسی دوران میں دھان پانی کا چشمہ جاری فرمایا۔ ابر کو سایہ فگنی کا حکم دیا گھاس کھانے کے لئے پیدا کی، وہ اس جنگل میں چشمہ سے پانی پیتے تھے۔ گھاس وغیرہ کھاتے تھے اور ابر کے سائے میں عبادتِ خدا کرتے تھے اور سوتے تھے۔ ایک سال گزرنے کے بعد

اتفاقاً بادشاہ عازم سفر ہوا اور اس کے ہمراہ وہ عابد بھی تھا۔ جس سے وعدہ پر حضرت اسماعیلؑ ایک سال سے جنگل میں پڑے ہوئے تھے، یہ عازمین سفر چلے جا رہے تھے کہ راستے میں وہ جگہ آگئی جس جگہ حضرت اسماعیلؑ قیام پذیر تھے۔ اس عابد کی جو بہنی نگاہ حضرت اسماعیلؑ پر پڑی وہ چونک اٹھا اسے اپنا وعدہ یاد آگیا، فوراً دوڑا ہوا اسماعیلؑ کے پاس گیا اور عرض کرنے لگا کہ آپ اس وقت سے اب تک اسی جگہ ہیں، آپ نے فرمایا ہاں اسی جگہ ہوں تم نے نہیں کہا تھا کہ جب تک میں نہ آؤں آپ میرا انتظار کریں اور میں نے وعدہ انتظار کر لیا تھا؟ اس نے بڑی معذرت کی اور بادشاہ سے سارا واقعہ بیان کیا، بادشاہ بھی اس اہم کردار سے حیران رہ گیا۔ ابھی یہ سواری اس مقام سے آگے نہ بڑھی تھی کہ بادشاہ کے ایک ہمراہی نے جو ظالم و جابر تھا بادشاہ سے کہا کہ یہ شخص بھوٹ بول رہا ہے۔ میں اس سال کے دوران بار بار ادا دھر سے گزرا ہوں میں نے اسے اس مقام پر کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت اسماعیلؑ جو کہ قریب ہی کھڑے ہوئے تھے بولے، کہ اے شخص اگر تو خود بھوٹ بول رہا ہے تو خداوند عالم ابھی اپنی دی ہوئی نعمتوں میں سے کوئی عظیم نعمت سلب کر لے گا یہ کہنا تھا کہ اس کے منہ کے سارے دانت اسی وقت اپنی جڑیں چھوڑ کر باہر نکل پڑے، یہ حال دیکھ کر ظالم جبار رو پڑا، بادشاہ سے کہنے لگا اے بادشاہ میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے اس مرد نیک پر افترا کر کیا تھا اور اس کے خلاف بھوٹ کہا تھا، اے بادشاہ میں دانتوں کا سخت محتاج ہوں کیونکہ اب میرا بڑھا پل ہے، اے بادشاہ اس مرد نیک و پارسا اور صادق سے درخواست کر کہ یہ میرے لئے دُعا کر دے تاکہ میرے دانت پھر بحال ہو جائیں، بادشاہ نے استدعا کی، حضرت اسماعیلؑ نے وعدہ فرمایا کہ میں دُعا کر دوں گا اور انشاء اللہ اس کے دانت پھر نکل آئیں گے، بادشاہ نے التماس کی، ابھی دُعا کر دیجئے۔ فرمایا اس وقت نہیں کر دوں گا میں سحر کے وقت دُعا کر دوں گا، چنانچہ آپ نے سحر کے وقت دُعا کی اور اس کے سارے دانت از سر نو آگ آئے۔ غرضیکہ اسی قسم کے واقعات کی بنا پر خداوند عالم نے آپ کو صادق الوعد فرمایا ہے۔

حضرت اسماعیلؑ گردابِ بلا میں حضرت اسماعیلؑ تبلیغ دین میں مشغول تھے لیکن آپ کی اُمت آپ کی نکل سہج میں

لگی ہوئی تھی یہاں تک کہ وہ نوبت پہنچی کہ آپ کے سر اور دائرہ کی بال نوچ دیئے گئے، پھر سر اور چہرے کی کھال اُتار دی گئی۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر خداوند عالم نے فرشتہ عذاب ”سطاطیل“ کو آپ کے پاس بھیجا اور کہا جس طرح چاہو اپنی قوم پر عذاب کرادو۔

حضرت اسماعیلؑ کی رجعت میں امام حسینؑ کے ساتھ واپسی کی تمنا

حضرت اسماعیلؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی، مالک تو نے یومِ الست "ازل" اپنی وحدانیت اور نبوتِ محمد مصطفیٰؐ اور ان کے اوصیاء کی

ولایت کا وعدہ لیا تھا اور نسلِ پیغمبرِ اسلام سے اُمتِ محمدیہؑ کی بدسلوکی کی خبر دی تھی اور ارجح کو بتلایا تھا کہ امام حسینؑ قتل کئے جائیں گے۔ پھر قیامت کے قریب ان کی رجعت ہوگی اور وہ اپنے قاتلوں سے بدلہ لیں گے۔ میرے پالنے والے میں اس وقت کسی سے بدلہ نہیں لینا چاہتا۔ تمنا یہ ہے کہ مجھے امام حسینؑ کے ساتھ واپس لے آنا۔ میں اس وقت اپنے ستانے والوں اور قاتلوں سے خود بدلہ لوں گا۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت اسماعیلؑ شہید کر دیئے گئے۔

حسینؑ اور اسلام (منظوم تاریخ کر بلا مرثیہ) کے مضامین کی چند جھلکیاں

اسمیں ظہورِ اسلام - پیغمبرِ اسلام کی وفات - بیعت کا تقاضا اور امام حسینؑ کا انکار - یزید کا ردِ عمل - امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی - امام حسینؑ کا مکہ میں قیام کو فیوں کے دعوت نامے - اہل کوفہ کی بے وفائی اور جنابِ مسلم کی شہادت - امام حسینؑ کی مکہ سے روانگی اور اس کا سبب - امام کا کربلا کے ساتھ اخلاقی بردتاؤں - امام حسینؑ کا کربلا میں درود اور دیگر داہات - امام کی طرف سے شرائطِ صلح اور عقبہ کی گواہی - صبح عاشور - معرکہ کربلا - شامِ غریباں - حضرت زینبؑ کا تعارف - بازار کوفہ میں جنابِ زینبؑ کا خطبہ - دربارِ کوفہ کے حالات - دربارِ یزید اور حضرت زینبؑ کا خطبہ - اہلیت کی مدینہ میں واپسی - یزید کے خلاف عام بغاوت - مختار ثقفی کا اقتدار اور قاتلانِ حسینؑ کا انجام - عزاداری کی ابتداء - مرثیہ کی شکل میں تفصیل کے ساتھ درج ہیں - کھائی چھپائی عمدہ - سائز ۷ x ۵ ۱/۲ حجم ۱۱۲ صفحات - ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ - منغل حویلی - اندرونِ موچی دواڑہ لاہور

باب ۲۷

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاس علیہ السلام اسی طرح معصوم، اعلم زمانہ اور افضل عصر تھے جس طرح دیگر انبیاء و مرسلین تھے وہ بے انتہار رحم دل اور خدا پرست تھے۔ اور حضرت موسیٰ کے دین کی تبلیغ کرتے تھے۔ آپ کو نبوت حضرت عزریلؑ اور اسماعیلؑ کے بعد عطا ہوئی تھی۔ علامہ طبرسی نے ایک قول کے حوالے سے لکھا ہے کہ الیاسؑ اور ادریسؑ ایک ہی تھے، لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔

حضرت الیاسؑ کا نسب نامہ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارونؑ کی اولاد میں سے تھے۔ امام تعلبی نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے: ”وہو الیاس بن یاس بن فخاص بن ہارون بن عمران“ الیاسؑ یاس کے فرزند تھے اور وہ فخاص کے بیٹے تھے اور وہ ہارونؑ بن عمرانؑ کے فرزند تھے۔ ایک روایت کی بنا پر آپ کا نسب نامہ یہ ہے: ”الیاس بن یاسین بن میثا بن فحماخ بن الفزار بن ہارونؑ۔“

حضرت الیاسؑ کی لعنت | متورخین کا بیان ہے کہ حضرت یوشع بن نون نے جب ارض شام کو فتح کیا تھا تو انھوں نے مختلف اسباط کی نسلوں میں اسے تقسیم کر دیا تھا۔ یہ لوگ شام اور مصر کی زمینوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ تھوڑے زمانے تک یہ لوگ راہ راست پر رہے۔ اس کے بعد جب حضرت عزریلؑ اپنی منزل حیات گزار کر چلے گئے تو ان لوگوں میں بے پناہ سرکشی پیدا ہو گئی اور بے شمار افراد دین موسیٰؑ کو چھوڑ کر بت پرستی میں مشغول ہو گئے، وہ لوگ جو سخت بت پرست بن گئے تھے۔ ان میں مقام بعلبک اور اس کے اطراف کے لوگ بھی تھے، ان لوگوں میں ایک بادشاہ تھا۔ جس کا نام ”لاجب“ تھا۔ اس نے ایک بت بنا رکھا تھا جو بیس ہاتھ لبا تھا اور اس کے چار منہ تھے۔ بروایت روضۃ الصفا شیطان اس کے اندر سے بولتا تھا اور اس کی حفاظت

کے لئے چار سو افراد تعینات تھے۔ اس بُت کا نام ”بعل“ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ بعل بُت کا نام تھا اور ”بک“ مقام کو کہتے تھے۔ پھر دونوں کو ملا کر ”بعلبک“ مقام کا نام قرار پایا۔ ایک روایت میں ہے کہ بادشاہ کا نام ”احاب بن عمری“ تھا۔ غرضیکہ جب بُت پرستی اور نفس پرستی حد سے بڑھ گئی اور لوگوں نے خدا کو بالکل بھلا دیا تو خداوند عالم نے حضرت الیاسؑ کو ان میں مبعوث فرمایا اور حکم دیا کہ بادشاہ لاجب اور اس کی رعایا کو راہِ راست پر لائیں چنانچہ حضرت الیاسؑ نے ان لوگوں میں تبلیغِ شروع کی، لیکن ایک شخص کے علاوہ جو لاجب بادشاہ کی بیوی ”اریل“ کا کاتب تھا کوئی ایمان نہ لایا۔

بادشاہ کی یہ عورت سخت فاجرہ اور فاسقہ تھی زنا کاری اس کا شعار تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کے سات بادشاہوں سے رابطہ پیدا کیا اور سب کو مکر و فریب سے قتل کر دیا تھا۔ یہ عورت اس بادشاہ لاجب پر چھائی ہوئی تھی، اس کا یہ طریقہ تھا کہ جب اس کا شوہر کہیں باہر چلا جاتا تھا تو یہ امورِ سلطنت کی خود نگرانی کرتی تھی اور احکام نافذ کرتی تھی۔

زن فاجرہ اور مرد مومن کا قتل | یہ عورت اس درجہ ظالم تھی کہ جس کی کوئی حد نہ تھی۔ بہت سے انبیاء کو قتل کر چکی تھی اور بہت

سے صلحا کو تہ تیغ کر چکی تھی، اس کے پڑوس میں ایک مرد صالح رہتا تھا جو وحدانیت کا پرستار تھا، جس کا نام ”مزدکی“ تھا، اس کے پاس ایک باغ تھا جو قصر بادشاہ کے قریب واقع تھا اور بے انتہا جاذبیت رکھتا تھا۔ یہی باغ اس کے گزارہ کا سبب و ذریعہ تھا۔ اس باغ کا شہرہ دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس میں اکثر بادشاہ اور اس کی بیوی بھی اگر تفریح کیا کرتے تھے اور اکثر اس میں دوپہر کو آرام بھی کرتے تھے۔ بادشاہ اس مرد مومن سے بہت خوش تھا، لیکن اس کی عورت اس سے بے پناہ حسد کرتی تھی۔ اس نے کئی بار یہ چاہا کہ اس مرد صالح کو قتل کرا دیا جائے اور اس کے باغ پر قبضہ کر لیا جائے۔ لیکن بادشاہ اس کی مخالفت کرتا رہا اور اُسے سمجھاتا رہا کہ اس قسم کے ارادے سے باز رہے۔ عورت بادشاہ کی وجہ سے مجبور تھی اور اسے قتل مومن کا موقع نہ ملتا تھا۔ ایک دن بادشاہ کسی طویل سفر پر چلا گیا تو اس زن فاجرہ کو دل کی آگ بجھانے کا موقع مل گیا۔ اس نے اپنے دستِ نگر لوگوں کو بلا کر سمجھا بھجا دیا۔ اور کہا کہ میں مرد مومن پر یہ الزام لگاؤں گی کہ اس نے ”بادشاہ لاجب“ کو گالیاں دی ہیں اور تم لوگ اس کی گواہی دے دینا کہ واقعی ایسا کیا ہے۔ ادھر سازش ہو رہی تھی ادھر مرد مومن ”مزدکی“ مجو عبادت تھا، اسے کچھ خبر نہ تھی کہ اس کے خلاف کیا منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔ الغرض صبح کے وقت جب

دربارِ ننگ چمکا تو ایک شخص مزدکی کے پاس بھیجا گیا اور وہ اسے بٹلا کر لایا۔ جب وہ بے چارہ دربار میں پہنچا تو زنِ فاجرہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم بادشاہِ وقت "لاجب"، کو گالیاں دیتے ہو۔ اس نے کہا یہ بالکل غلط ہے۔ بادشاہ نے میرا بگاڑا کیا ہے کہ میں اسے گالیاں دوں گا۔ اس نے کہا نہیں مجھے یقین ہے کہ تم نے ضرور بادشاہ کو گالیاں دی ہیں۔ اس نے پھر معذرت کی اور کہا ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ سن کر زنِ فاجرہ نے مجمع کی طرف رخ کیا۔ اور ان لوگوں سے گواہی چاہی۔ ان سب نے کہا کہ آپ کا کہنا بالکل درست ہے۔ اس نے بادشاہ کو ضرور گالیاں دی ہیں اور ہم نے اپنے کانوں سے سنی ہیں۔ گواہی کی تکمیل ہوتے ہی اُسے قتل کر دینے جانے کا حکم دے دیا گیا اور وہ مظلوم، بے گناہ "مزدکی" چشمِ زدن میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ قتل اس لئے کیا گیا کہ اس زمانے میں یہ قانون تھا کہ جو بادشاہ کو گالیاں دے اس کی سزا موت ہے۔

مردِ مومن کے قتل ہو جانے کے بعد اس زنِ فاجرہ نے اس کے عظیم الشان باغ پر قبضہ کر لیا۔ جب بادشاہ سفر سے واپس آیا اور اُسے اس ظلمِ عظیم کی خبر ہوئی تو وہ سخت ناراض ہوا اور اپنی بیوی سے کہا کہ تو نے سخت ظلم کیا ہے اور اب تیرے اس ظلمِ عظیم کے بعد ہم لوگ کبھی سکون نہ پاسکیں گے، یہ تو نے بڑی حماقت کی اور بہت بُرا کیا، وہ ہمارا بہترین پڑوسی تھا۔ ہم نے ہمیشہ اس کو اچھی نظر سے دیکھا اور ہم اس کی ہمیشہ عزت کیا کرتے تھے۔ زنِ فاجرہ نے کہا کہ میں نے سب کچھ تیرے لئے کیا ہے اور تو ناراض ہوتا ہے اچھا اب جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔

اس مردِ مومن کے قتل سے غضبِ خدا بھڑک اٹھا، اس نے حضرتِ الیاسؑ کو حکم دیا کہ تم جا کر لاجب سے کہہ دو کہ وہ اور اس کی عورت دونوں توبہ کریں اور غصی باغ، مزدکی کے وارثوں کو واپس کر دیں، ورنہ میں ان دونوں کو اسی باغ میں موت کا ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ دنیا عبرت حاصل کرے گی۔

حضرتِ الیاسؑ نے جا کر لاجب کو حکمِ خداوندی سے آگاہ کیا۔ لاجب نے جو ہنی بھرت الیاسؑ سے پیغامِ خدا سنا اس کی کھوپڑی بھڑک اٹھی اور سچ پا ہو کر بولا کہ میں تمھاری ایک بات بھی نہیں مانتا اور پر سمجھتا ہوں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو بالکل لغو ہے نہ تم ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہو، نہ تمھارا خدا ہمارا کچھ کر سکتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بہت سے بادشاہ پوری توجہ کے ساتھ بُت پرستی کر رہے ہیں اور کبھی کبھی ان سے ظلم بھی ہو جایا کرتا ہے لیکن ان کا کچھ نہیں بگڑتا اور وہ عیش کر رہے ہیں۔

حضرت الیاسؑ نے فرمایا کہ میں نے فرمانِ ربّانی تم تک پہنچا دیا اور میرا کام اتنا ہی تھا اب آئندہ حالات کی ذمہ داری خود تم پر ہوگی اور تم غمخیز اپنا اور اپنی عورت کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے، یہ سُننا تھا کہ ان لوگوں نے حضرت الیاسؑ کو اسی مقام پر قتل کر دینے کا فیصلہ کر لیا، وہ اپنی جان بچا کر نکل کھڑے ہوئے اور آبادی کو چھوڑ کر پہاڑوں میں اپنا مسکن بنالیا۔ وہ ایسی جگہ جا کر غائب ہوئے کہ بادشاہ اور اس کی رعایا انھیں تلاش نہ کر سکی۔ وہ رات دن حضرت الیاسؑ کو تلاش کرتے رہے۔ لیکن وہ دستیاب نہ ہوئے۔ بڑا ریت عرائسِ ثعلبی وہ پہاڑ کے مستحکم اور مضبوط ”کھوہ“ میں سات سال تک اس عالم میں رہے کہ گھاس پات اور جنگل کے پھل کھاتے تھے اور چشمہ کا پانی پیتے تھے۔ واللہ تعالیٰ یسترہ و یحفظہ و یدفع عنہ البلاء۔ خداوندِ عالم انھیں چھپائے ہوئے تھا اور ان کی حفاظت کرتا تھا اور ان سے ہر قسم کی بلا کو دور رکھتا تھا۔

غیبت کے بعد حضرت الیاسؑ کا ظہور | حضرت الیاسؑ اسی عالمِ غیبت میں رہے اور خدا کی طرف سے معین

مدت کے بعد برآمد ہوئے اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ بادشاہ لا جب کا عزیز ترین فرزند بیمار ہوا اور اس کی حالت روز بروز گرتی رہی۔ جس کی وجہ سے بادشاہ اور اس کی عورت کو شدید فکر لاحق ہوئی۔ ان لوگوں نے پہلے تو اس کا علاج کرایا۔ لیکن اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا تو یہ فیصلہ کیا کہ اپنے معبود (بعل) کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ چنانچہ ان لوگوں نے انسانی پیشانی حسبِ عادت پتھر کے خدا کے سامنے رکھ کر اپنے فرزند کی صحت کے لئے دُعا کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور کوئی جواب بھی نہ ملا، حالانکہ اس سے قبل وہ شیطان جو ”جوفِ بعل“ میں داخل ہو جایا کرتا تھا کچھ نہ کچھ ”جدِ بعل“ سے کہہ دیا کرتا تھا، اب چونکہ خداوندِ عالم نے ”جوفِ بعل“ میں شیطان کا داخلہ بند کر دیا تھا اس لئے کوئی آواز نہ آئی اور بادشاہ اور اس کی بیوی بڑے یالوس ہوئے اور انھوں نے اپنے ان چار سو مقررین سے جو شیطان کی بات جوفِ بعل سے سُن کر لوگوں کو گمراہ کیا کرتے تھے، کہا کہ آخر میرے فرزند کا کیا بنے گا اور ہمارا معبود آج کچھ بولا کیوں نہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ اس کے نہ بولنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تم لوگوں سے اس بنا پر ناراض ہے کہ تم نے اب تک الیاسؑ کو قتل نہیں کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ ہم تو پوری سعی کر رہے ہیں کہ انھیں جلد سے جلد قتل کر دیں، لیکن وہ دستیاب نہیں ہو رہے ہیں اور میری حالت علالتِ فرزند سے ایسی ہو گئی ہے کہ میں کسی خصوصی توجہ کے قابل نہیں رہا، اب جب تک میرا فرزند تندرست نہ ہو جائے گا میرے لئے قتلِ الیاسؑ کے لئے مزید توجہ ممکن نہیں ہے تم لوگوں کو

چاہیئے کہ پہلے میرے فرزند کی صحت و عافیت کی راہ نکالو۔ اس کے بعد مجھ سے قتل الیاس پر زور دو۔ یہ سن کر ان لوگوں نے بعل کے پاس جا کر تضرع و زاری کی اور درخواست کی کہ بادشاہ کے لڑکے کو شفا دے دی جائے، مگر وہ بت کا بت بنا بیٹھا رہا نہ خود بولانا اس کا شیطان ہی بول سکا تو خادموں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ وہ ان چار سومقرتین بعل کو شام بھیج دے تاکہ وہ وہاں کے بتوں سے بعل کے لئے سفارش لائیں اور بعل آپ کے فرزند کو تندرستی دے دے۔ یہ سن کر بادشاہ نے اپنے ان چار سومقرتین کو جنھیں وہ نبی جانتا تھا حکم دیا کہ شام جاؤ اور وہاں کے بتوں سے بعل کے لئے سفارش کراؤ تاکہ وہ میری طرف متوجہ ہو کر میرے فرزند کو شفا دے دے۔

وہ لوگ حسب الحکم روانہ ہوئے اور بتوں کے پاس جا کر گریہ و زاری کی اور کہا کہ ہمارے معبود بعل کی خدمت میں سفارش کر دیں تاکہ وہ فرزند بادشاہ کو شفا دے دے، مگر بت حیرت سے ٹٹکی باندھے دیکھتے رہے، نہ ان کی سن سکے نہ ان سے کچھ کہ سکے، بالآخر وہ اپنا سامنے لئے ہوئے واپس آ گئے۔ اسی دوران میں جب کہ وہ وہاں سے واپس لگے تھے اس پہاڑ کی طرف سے گزرے جس میں حضرت الیاس فروکش تھے۔ وہ جب پہاڑ کے نیچے پہنچے تو الیاس کو حکم خداوندی ہوا کہ تم ان لوگوں کے سامنے آ جاؤ۔ حضرت الیاس پہاڑ سے اتر کر ان لوگوں سے ملے اور کہا بادشاہ سے کہہ دینا کہ الیاس نے کہا ہے کہ ہمارا خدا جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب کا خدا ہے وہ وہی ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے اور اسی نے ساری کائنات پیدا کی ہے۔ تم جو بتوں کے سامنے سمر مارتے پھر رہے ہو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تمہارا فرزند بیمار ہے اور وہ عنقریب مر جائے گا۔ ہمارا خدا اسے موت دے دے گا اور تمہارے بت اسے بچا دے سکیں گے۔ اب بھی بہتر ہے کہ وہدایت کا اقرار کر لو۔ سابق گناہوں سے معافی مانگ کر توبہ کر لو اور سب کی پرستش چھوڑ کر معبود حقیقی کے سامنے پیشانی رکھو۔ ان لوگوں نے جب یہ کلمات سنے تو لرزہ بر اندام ہو گئے اور بردایت روضۃ الصفاۃ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اور وہاں سے بادشاہ کو شام کی داستان اور دامن کوہ سے الیاس کے خدا کا فرمان اس کے پاس بھجوا دیا۔

یہ سن کر بادشاہ کا غصہ حضرت الیاس کے خلاف تیز ہو گیا۔ کیونکہ اسے یہ یقین ہو گیا کہ جتنے خدا ہیں سب ہم سے اس بنا پر ناراض ہیں کہ ہم اب تک الیاس کو قتل نہیں کر سکے اور اسے یہ بھی محسوس ہوا کہ الیاس پہاڑ میں بیٹھ کر دھمکیاں دے رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے پاس پاس بیٹوں کو حکم دیا کہ پہاڑوں میں جاؤ اور جس صورت سے ممکن ہو سکے الیاس کو

گرفتار کر کے قتل کر دو۔

یہ حکم کے بندے ایک نبی خدا کو قتل کرنے کے ارادے سے نکل پڑے اور اس مقام پر پہنچ گئے۔ جہاں وہ امان خدا میں فروکش تھے یہ لوگ جیسے ہی ان کے قریب پہنچے خداوند عالم نے دُعا نے الیاسؑ کی بنا پر ایک شعلہ نار بھیج دیا اور سب کے سب بھسم ہو گئے۔ جب بادشاہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو اس نے پھر ایک لشکر بھیج دیا وہ بھی تباہ و برباد ہو گیا۔

مسلمان وزیر کے ذریعہ سے قتل الیاسؑ کی سازش

بروایت روضۃ الصفا و عرائس امام ثعلبی، جب بادشاہ لاجبہ اور اس کی عورت یعنی فاجرہ بیوی دونوں قتل الیاسؑ میں کامیابی حاصل نہ کر سکے تو انھوں نے یہ صورت اختیار کی کہ ایک بڑا لشکر تیار کیا اور اس کی قیادت اس وزیر کے سپرد کی جو اس کی عورت کا کاتب اور مملکت کا وزیر اور مسلمان تھا، ان لوگوں نے یہ سوچا کہ جب مسلمان وزیر پہاڑ پر پہنچے گا تو الیاسؑ اس سے ضرور ملنے کے لئے برآمد ہوں گے۔ اس موقع پر لشکر انھیں گرفتار کر لے گا۔

بادشاہ نے وزیر سے بھی اپنے دل کا راز نہیں بتایا اس سے بھی یہی کہا کہ میں اب ایمان لانے کو تیار ہوں تم جا کر الیاسؑ کو لے آؤ تاکہ وہ مجھے ہدایت کریں اور میں انکی ہدایت پر عمل کروں، اور لشکر والوں سے علیحدہ یہ کہہ دیا کہ جب الیاسؑ اس مسلمان وزیر کی آواز پر برآمد ہوں تو انھیں فوراً گرفتار کر لینا اور اس موقع پر اپنے قائد یعنی وزیر کی پرواہ نہ کرنا۔ مختصر یہ کہ سارا لشکر مسلمان وزیر کی زیر قیادت اس پہاڑ پر پہنچا جس میں حضرت الیاسؑ فروکش تھے۔ وہاں پہنچ کر مسلمان وزیر نے آواز دی اور حضرت الیاسؑ نے ان کی آواز پہچان لی۔ وحی ہوئی کہ اے الیاسؑ یہ سب مکر و فریب سے آئے ہیں اور تم کو گرفتار کر کے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان میں جو تمھارا مومن ہے وہ غفلت ہے، تم باہر جاؤ اور اس سے معافہ کرو، مصافحہ کرو اور ان کے ساتھ پورے اخلاق کا مظاہرہ کرو۔ چنانچہ حضرت الیاسؑ اس کی آواز پر برآمد ہو کر اس سے ملے اور آنے کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے تو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں آپ سے یہ کہوں کہ بادشاہ اپنی رعایا سمیت مسلمان ہونا چاہتا ہے۔ لہذا آپ اگر ہدایات فرمائیں۔ لیکن یہ لشکر جو زیر کوہ موجود ہے، یہ آپ کے بارے میں اچھے عزم لے کر نہیں آیا۔ مگر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ میری اور آپ کی ملاقات ہو گئی ہے۔ اب اگر میں آپ کو اپنے ہمراہ نہ لے گیا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ بروایت امام ثعلبی اس وقت الیاسؑ کی طرف وحی کی کہ تم ان کے ساتھ چلے جاؤ تاکہ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ

کی جاسکے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ تم کو اپنے فرزند کی مصیبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا۔ چنانچہ حضرت الیاسؑ ان لوگوں کے ساتھ بادشاہ کے پاس چلے گئے مگر وہ اپنی پریشانیوں کی وجہ سے ان کی طرف رُخ نہ کر سکا۔ پھر جب اس کے فرزند کی موت کے بعد عرصہ دراز گزر گیا تو اسے خیال آیا اور اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں الیاسؑ کو لایا تھا۔ مگر آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور وہ واپس چلے گئے، یہ سن کر اس نے بے انتہا افسوس کیا لیکن حیات القلوب میں یہ ہے کہ جب مسلمان وزیر نے پہاڑ پر پہنچ کر حضرت الیاسؑ کا نام لے کر آواز دی تو بوجی پر در و گار عالم حضرت الیاسؑ برآمد ہوئے اور اسے سلام کیا، اُس سے مصافحہ فرمایا۔ پھر جب اس نے اُن کے کی غرض بیان کی تو خدا نے الیاسؑ سے فرمایا کہ بادشاہ نے جو کچھ کہلایا ہے وہ سراسر فریب ہے وہ تمہیں بھلا کر قتل کرنا چاہتا ہے۔ تم اس برادر مومن سے کہہ دو کہ تو اس بات سے نہ گھبرا کہ اگر الیاسؑ تیرے ساتھ نہ گئے تو تو قتل کر دیا جائے گا۔ واپس جا اور بے خوف ہو کر واپس جا۔ میں اُسے اس کے فرزند کی موت میں اس طرح مبتلا کر دوں گا کہ وہ تجھ سے کچھ پوچھ ہی نہ سکے گا۔ چنانچہ وہ اپنا لشکر لے کر ہوئے واپس چلا گیا اور بادشاہ غم فرزند میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس سے کچھ بات ہی نہ کر سکا۔ پھر عرصہ دراز کے بعد دریافت کیا تو اس نے غم فرزند میں مبتلا ہونے کے حوالے سے مناسب الفاظ میں کچھ جواب دے دیا۔ میرے نزدیک یہی درست ہے۔ کیونکہ سابق بیان میں سازشی لشکر کا واقعہ کے ہر ایسے پر خاموش رہنا اور بادشاہ کے حکم سے سرتابی کرنا قرین قیاس نہیں ہے۔

حضرت الیاسؑ خانہ جناب یونسؑ میں

پہاڑی زندگی گزار رہے تھے یہاں تک کہ دل اگتا گیا اور چاہا کہ آبادی میں جا کر کچھ عرصہ گزاریں، چنانچہ پہاڑ سے اتر کر آبادی میں آگئے اور اتفاقاً خانہ جناب یونسؑ تک جا پہنچے وہاں مادر یونسؑ سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے آپ کو مہمان رکھ لیا، جناب یونسؑ اس وقت آغوشِ مادر میں تھے۔ حضرت الیاسؑ ایک سال ان کے یہاں پوشیدہ طور پر مہمان رہے۔ ایک سال کے بعد آپ پھر پہاڑوں کی زندگی گزارنے چلے گئے۔ مادر یونسؑ کو ان کے چلے جانے کا غم تھا ہی کہ ناگہاں حضرت یونسؑ انتقال کر گئے، مادر یونسؑ بچے کو اسی حال میں چھوڑ کر حضرت الیاسؑ کی تلاش میں نکل پڑیں اور پہاڑ پر انھیں جا لیا اور ان سے کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ میں آپ سے احیاء فرزند کی درخواست کروں۔ حضرت الیاسؑ نے پوچھا ان کو وفات کئے کتنے دن گزرے ہیں، کہا سات دن ہو چکے ہیں۔ حضرت الیاسؑ ان کے ساتھ چل پڑے اور وہاں پہنچ کر جبکہ

ان کو دفات پائے اب چودہ دن ہو چکے تھے خدا سے دُعا کی اور وہ زندہ ہو گئے۔

حضرت الیاسؑ کی ذل برداشتی | حضرت الیاسؑ پھر صحرا صحرا پہاڑ پر پہنچ گئے اور تاحال لوگوں کی نظروں سے غائب

رہے۔ اسی دوران میں بارگاہِ خداوندی میں عرض پرداز ہوئے کہ ”خدا یا قوم کی اور زمانہ غیبت میں حجتِ خدا ہونا

بے وفائی اور سرکشی سے عاجز آچکا ہوں، اب تیری بارگاہ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔ خطاب آیا کہ الیاسؑ تم میری حجت ہوزمین میں۔ ”من روئے زمین را از برکت تو خالی نمی گذارم کہ صلاح حال غلاق مربوط بوجدست“ میں زمین کو تمہاری برکت سے خالی نہیں کر سکتا کیونکہ لوگوں کے اصلاح حال کا تعلق تمہارے وجود سے ہے۔ (رومنہ الصفا ج ۱) پھر خداوندِ عالم نے فرمایا کہ اے الیاسؑ جو کچھ مانگنا چاہو مانگ لو۔ حضرت الیاسؑ نے عرض کی۔ مالک اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے کہ ان لوگوں پر ہفت سالہ قحط مستط کیا جائے تاکہ یہ ایمان لائیں، ارشاد باری ہوا کہ سات سال کی مدت بہت ہوتی ہے بہتر یہ ہے کہ تین سال کا قحط ان پر مستط کر دیا جائے۔

العرض شدید قحط پڑ گیا۔ حضرت الیاسؑ دورانِ قحط میں ایک عورت کے مکان کی طرف سے گزرے تو اس نے روغنِ زیتون اور آٹے کو ملا کر روٹی تیار کی اور ان کو کھلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آٹے اور زیتون کا برتن ہمیشہ کے لئے پُر ہو گیا۔

حضرت الیاسؑ کے گھر میں | حضرت الیاسؑ اسی دورانِ قحط میں ”الیسؑ“ کے مکان میں وارد ہوئے۔ ان کی ماں نے

انہیں پوشیدہ رکھا اور ان کی خدمت کی، الیسؑ چونکہ بیمار تھے اس لئے ان کی ماں نے خواہش کی کہ اس کی شفا کے لئے دُعا کی جائے۔ چنانچہ جنابِ الیاسؑ نے دُعا کی اور وہ شفا پا کر ہو گئے۔ صحت یاب ہونے کے بعد الیسؑ حضرت الیاسؑ پر ایمان لائے اور ان کے ساتھ رہنے کو اپنے اوپر لازم قرار دے لیا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت الیاسؑ جب الیسؑ کے گھر پہنچے تھے تو جھوک سے ان کی حالت سخت غیر متحی اور ان کے بچنے کا کوئی امکان نہ تھا، یہ دیکھ کر حضرت الیاسؑ نے ان کے لئے روٹی کا بندوبست کیا اور وہ بچ گئے۔ یہ دیکھ کر الیسؑ کی ماں نے کہا کہ آپ اس کو اپنے ہمراہ لیتے جائیں اور اپنے ساتھ رکھیں، چنانچہ وہ ان کے ہمراہ ہو گئے۔

حضرت الیاسؑ اور یسوعؑ بادشاہ "لاَ اَجِبْکے" پاس

جائور وغیرہ تباہ ہو چکے تو حضرت الیاس علیہ السلام یسوع کو ہمراہ لے کر لا جب بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اب بھی ایمان لاتا کہ قحط ختم کرایا جائے مگر وہ راہ راست پر نہ آیا لیکن حضرت الیاسؑ نے بہ رحم پیغمبری دُعا کی اور قحط کی بلا دُور ہو گئی۔

حضرت الیاسؑ کی جانشینی اور خلافت

تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۱۱ میں ہے کہ الیسع را خلیفہ خود کرد و بر قوم خویش حضرت الیاسؑ یسوع کو اپنی قوم پر اپنا خلیفہ مقرر کر دیا۔ روضۃ الصفا ج ۱ ص ۱۱۱ میں ہے "الیسع را بخلاف خود وصیت کرد" حضرت الیاسؑ نے یسوع کو اپنی خلافت کے لئے وصیت کر دی یعنی انھیں اپنا خلیفہ اور وصی بنا دیا۔ عرائس ثعلبی ص ۱۲۵ میں ہے کہ حضرت الیاسؑ نے حضرت یسوع کو اپنا جانشین بنا دیا اور اس کی صورت یہ کی کہ اپنی عبا ان کے کندھے پر ڈال دی۔ فكان ذالک علامة علی استخلافه ایلاہ علی بنی اسرائیل اور یہی ان کے خلیفہ بنانے کی اور نشانی کی دلیل تھی۔

حضرت الیاسؑ کی ابدی غیبت

فریقین کے علمائے محدثین اور مؤرخین کا اتفاق ہے کہ خداوند عالم نے اپنی مصلحت کی بنا پر حضرت ادیسؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت خضرؑ، حضرت الیاسؑ کو ابدی زندگی عطا کی ہے۔ حضرت ادیسؑ اور حضرت عیسیٰؑ آسمان پر ہیں اور حضرت خضرؑ و حضرت الیاسؑ زمین پر ہیں۔ حضرت خضرؑ کے پیر و سمندر دل، دریاؤں اور جزیروں میں رہبری کرنا ہے اور حضرت الیاسؑ کے حوالے بیابانوں اور صحراؤں میں ہدایت کرنا ہے۔

اکثر مؤرخین نے حضرت الیاسؑ کے رفع آسمانی کو تحریر کیا ہے اور پورا زور دے کر لکھا ہے کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ ہمارے علامہ معاصر مولانا محمد بشیر نے بھی اپنی کتاب

لے جس طرح حضرت ادیسؑ، عیسیٰؑ، خضرؑ، الیاسؑ زندہ ہیں۔ اسی طرح شیطان، دجال، یاجوج ماجوج بھی زندہ ہیں۔ جب ان لوگوں کے زندہ رہنے پر کسی کو اعتراض نہیں ہے تو آخر حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زندہ و باقی رہنے پر کسی کو اعتراض کیونکر حق ہو سکتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام اسی طرح زندہ و باقی ہیں۔ جس طرح مذکورہ حضرت زندہ و باقی ہیں اور اسی طرح زمین پر نظروں سے غائب ہیں جس طرح حضرت خضرؑ و الیاسؑ غائب ہیں ۱۲ ÷

تاریخ اسلام کی ج ۱۸ میں یہی کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: چنانچہ خدا نے ان کو آسمان پر زندہ اٹھالیا اور ان کو پر عطا کئے کہ وہ آسمان پر اڑ گئے۔ لیکن میرے نزدیک یہ تمام اقوال بالکل غلط ہیں، میں مؤرخ ہر وی کے اس فرمانے کو صحیح سمجھتا ہوں کہ ”حضرت الیاس جب اپنی قوم کی ہدایت سے بالکل بالوس ہو گئے تو انھوں نے خدا سے دعا کی کہ مجھے ان لوگوں سے دور فرما دے۔ میں اب ان لوگوں میں رہنا نہیں چاہتا۔ خداوند عالم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کے لئے ایک مدت معین کر دی۔ چنانچہ وہ مدت معین کے قریب ہوتے ہی بائیس کبوتر رفت و در آجھا اسے بالآت رکوت مجموع از آتش کہ حراق ظاہر شد۔ والیاس پائے در رکاب آدرہ الیخ را بخلاف خود وصیت کرد وجہ صوف خود دروے پوشانیدہ ہمہ لحظہ شہوات نفسانی از اک حضرت منقطع گشت و تعلق او باعراض جسمانی فانی شد و حضرت الہی الیاس را در قباب عزت از نظر خلق محبوب گردانید۔“

ترجمہ :- حضرت الیاس پہاڑ پر چلے گئے۔ وہاں ایک گھوڑا جو آتشیں تھا اور سواری کے سامان سے آراستہ تھا ظاہر ہوا، الیاس اس پر سوار ہو گئے اور الیخ کو اپنا خلیفہ بنا دیا اور اپنے اونی جبہ کو انھیں پہنا دیا۔ پھر اسی وقت خدا نے ان سے شہوات نفسانی کو دور کر دیا اور لوازم جسمانی کو ختم کر دیا۔ اور انھیں لوگوں کی نظروں سے پردہ عزت میں پوشیدہ کر دیا۔

(روضۃ الصفاق ج ۱ ص ۱۱۲)۔

اور یہی کچھ امام المحدثین حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کے ارشاد سے بھی ظاہر ہوتا ہے انھوں نے کتاب حیات القلوب ج ۱ ص ۲۲ میں بہت سی احادیث نقل کرنے کے بعد دعائے الیاس کی روایت نقل کی ہے اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

”مؤلف گوید کہ ازیں احادیث و حدیث سابق برائیں معلوم می شود کہ حضرت الیاس مانند حضرت خضر در زمین است و زندہ است تا زمان حضرت صاحب العصر علیہ السلام الخ“

ترجمہ :- مؤلف کہتا ہے کہ ان احادیث اور حدیث مذکورہ سے یہ بات معلوم

لے علامہ عبدالواحد عجائب القمص کے ص ۱۹۲ میں لکھتے ہیں کہ ”گویند کہ رنگ او آتشیں بود“ بعض لوگ کہتے ہیں کہ گھوڑا آتش کا نہ تھا، بلکہ اس کا رنگ آتشیں تھا۔

ہوتی ہے کہ حضرت الیاسؑ، حضرت خضرؑ کی مانند زمین میں ہیں اور زندہ ہیں اور
اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک حضرت امام ہمدی علیہ السلام کا
ظہور نہیں ہوتا۔

اپنی اس تحقیق کی تصدیق میں انھوں نے علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمۃ کی ایک روایت
بھی نقل فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رسول کریمؐ ایک
پہاڑ کی طرف سے گزرے تو ان کے کان میں یہ آواز آئی کہ خدا یا مجھے اُمت محمدیہ میں سے قرار دے
یہ سن کر وہ پہاڑ پر چڑھ گئے دیکھا کہ ایک سفید بالوں کا انسان محو عبادت ہے جس کا قد ۳۰
ماٹھ کا ہے۔ حضرت نے پہچان لیا کہ یہ الیاسؑ ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں سال میں ایک بار
طعام استعمال کرتا ہوں اور آج کا دن کھانا کھانے کا ہے۔ اس کے فوراً بعد غیب سے
کھانا آ گیا اور دونوں انبیاء نے کھانا تناول فرمایا۔

حضرت الیاسؑ کی غیبت کے بعد | مورخین کا بیان ہے کہ حضرت الیاسؑ
مقام بعلبک سے روانہ ہو کر جبلال پہنچے
پھر وہاں سے مقام ”بیت ایل“ گئے۔ حضرت الیسعؑ آپ کے ہمراہ تھے۔ وہاں بہت
سے لوگوں نے آپ کا استقبال کیا اور الیسعؑ سے کہا کہ عنقریب تمہارا یہ نبی نظروں سے
غائب ہو جائے گا۔ انھوں نے کہا خاموش رہو، پھر وہاں سے روانہ ہو کر بمقام ”ارحبا“
پہنچے، پھر روانہ ہو کر ”اردن“ وارد ہوئے۔ وہاں آپ کے پیاس شاگردوں نے آپ کا
استقبال کیا، پھر آپ آبرود اردن کی طرف گئے اور اپنی عبا پانی پر ڈالی، تازمین
خشک راستہ بن گیا۔ آپ روانہ ہو گئے، راستہ میں آپ نے الیسعؑ کو دعا دی اور کہا
کہ ”انت منی وانا منک“ پھر ان سے اشارہ بتایا کہ میں آج غائب ہو جاؤں گا الغرض
ایک سواری کے ذریعہ نظروں سے غائب ہو گئے۔

الیسعؑ کی گریہ وزاری | مورخ کا شانی کہتے ہیں کہ حضرت الیاسؑ چونکہ الیسعؑ کے سامنے
نظروں سے پنہاں ہوئے اور انھوں نے ان کو اپنی آنکھوں
سے جاتے ہوئے دیکھا اس لئے برداشت نہ کر سکے ”دسب بردہ گریباں خود را بدید و
پارہ ساخت۔“ اپنے ماتھوں سے اپنے گریبان کو پھاڑ ڈالا اور دامن کو پارہ پارہ کر دیا،
اس کے بعد طول اور رنجیدہ جیتے رہے۔ (ناخ التواریخ ج ۱ ص ۳۴۶ طبع ایران) الیسعؑ جو وحی
الیاسؑ تھے اور بعد میں نبی بنائے گئے ان کا عمل یہ بتاتا ہے کہ کمال رنج و غم کی صورت میں گریباں

بھاڑا جاسکتا ہے اسے بدعت نہیں کہا جاسکتا۔

بروایت روضۃ الصفا حضرت الیاسؑ کے غائب
ہو جانے کے تھوڑے عرصہ بعد اس ملک پر ایک
جابر ترین بادشاہ کا تسلط ہو گیا اور اس نے وہاں
کے سرکشوں کو ترویج کر ڈالا۔ امام ثعلبیؒ عرائس میں لکھتے

بادشاہ جابر کا تسلط اور
لاجب اوبہ اس کی عورت کا حشر

میں کہ ”سلط الله على لاجب الملك وامراته عدوا لله“ کہ لاجب اور اس کی عورتوں کی وجہ
سے الیاسؑ کے بعد خداوند عالم نے ایک دشمن ترین بادشاہ کو ان پر تسلط دے دیا اور اس نے
لاجب اور اس کی عورت اربیل کو اسی باغ میں قتل کیا جسے اربیل نے مزدکی (مرد مومن) سے
جبراً چھین کر اسے قتل کر دیا تھا، پھر قتل کے بعد ان کی مژدار لاش کو یونہی پڑا رہنے دیا۔
یہاں تک کہ گوشت گل سڑ گئے اور ہڈیاں چوڑا چوڑا ہو گئیں، سچ ہے ہ
ظلم کی پٹنی کبھی پھلتی نہیں ناؤ کاغذ کی سدا چلتی نہیں

جس طرح حضرت خضر علیہ السلام آمد اہل بیت علیہم
السلام کی خدمت میں آتے جاتے رہتے ہیں اسی
طرح حضرت الیاسؑ بھی ان حضرات کی خدمت میں
حاضری دیتے رہتے ہیں مفضل بن عمر کا بیان ہے

حضرت الیاسؑ خانہ حضرت امام
محمد باقر علیہ السلام میں

کہ میں ایک دن حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضری کے لئے گیا تو سر بانی میں کچھ کہتے ہوئے
سنا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو پوچھا، حضور کیا باتیں کر رہے تھے۔ فرمایا۔ مفضل سنو، الیاسؑ نبی
بڑے فصیح اور بلیغ ہیں۔ (قصص الجبرائلی)۔

بروایت روضۃ الصفا حضرت الیاسؑ ہر سال
ماہ رمضان کا روزہ بیت المقدس میں رکھتے

حضرت الیاسؑ بیت المقدس میں

ہیں۔ عید قربان مسجد قبا میں گزارتے ہیں جہاں حضرت خضرؑ بھی ہوتے ہیں اور امور خلافت پر تبادلہ
خیالات بھی کرتے ہیں۔ بروایت عجائب القصاص وہ موسم حج میں ہر سال حج کرنے مکہ معظمہ
جاتے ہیں۔ بروایت حیات القلوب یہ دونوں عرفہ کے دن عرفات میں باہم ملاقات کرتے
ہیں اور بروایت مواہب علیہ صالحین کی جماعت انھیں دیکھتی اور ان سے ملتی رہتی ہیں۔

ایضاح | مؤرخ ہروی صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ حضرت الیاسؑ کی دعوت و تبلیغ
کی مدت ہمیں معلوم نہیں ہے اور اس کا بھی علم نہیں ہے کہ وہ کب تک زندہ رہیں
گے۔ وہ فرائض کی انجام دہی کرتے ہیں، صلحا سے ملتے جلتے ہیں اور ان کو ہدایات دیتے ہیں اور

ٹھیک اسی طرح حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی ایام زندگی گزار رہے ہیں، وہ فرائض کی انجام دہی فرماتے ہیں صلحاء اور علماء سے ملتے اور انھیں ہدایات دیتے ہیں اور اپنے لوگوں کی پوری توجہ کے ساتھ خیر گیری کرتے ہیں اور حجت خدا کی حیثیت سے پردہ غیب میں ہیں اور قیامت کے قریب ظہور فرمائیں گے۔ ”اللہم عجل فرجہ“

حضرت ایسح علیہ السلام [حضرت ایسح علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ ان کو حضرت الیاس نے اپنی

غیبت سے قبل اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ وہ بروایت طبری حضرت الیاس کے چلے جانے کے بعد درجہ نبوت پر فائز ہوئے۔ وہ دیگر انبیاء کی طرح معصوم، افضل کائنات اور اعلم زمانہ تھے۔ بروایت روضۃ الصفا حکم خدا سے نبی بنائے گئے تھے۔

لفظ، ایسح کے معنی بروایت ناسخ التواریخ رحمت خداوندی کے ہیں، یہ لفظ عبرانی ہے۔ انھیں بروایت حیات القلوب، ابن العجز یعنی بوڑھی عورت کا فرزند کہا جاتا تھا۔ کیونکہ ان کی ولادت اس وقت ہوئی تھی جب کہ ان کی والدہ بوڑھی ہو چکی تھیں۔ یہ انبیاء بنی اسرائیل سے تھے۔ ان کے والد ماجد کا نام بروایت ناسخ التواریخ، شافاٹ اور بروایت روضۃ الصفا اخطوت تھا، وہ بنی اسرائیل میں بڑی نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا پیشہ زراعت تھا۔ وہ دن بھر روزہ رکھتے تھے اور ساری رات عبادت میں گزارتے تھے، انھیں خدا نے پانی پر چلنے، مردے کو زندہ کرنے اور مادر زاد کو بینا بنانے اور مبرص کو شفا دینے کی قدرت عنایت فرمائی تھی۔ ان کے معجزات بے شمار تھے، بروایت روضۃ الصفا ج ۱۱۱ ان کے خلیفہ اور جانشین حضرت ذوالکفل تھے۔

زاد الحقے اردو ترجمہ مودۃ القربے

مصنفہ حضرت سید علی ہمدانی۔ جن کی اعلیٰ تصانیف میں سے کتاب ”مودۃ القربے“ آسمان شہرت کا آفتاب مانی جا چکی ہے۔ چونکہ یہ کتاب مستطاب عربی ہونے کی وجہ سے اردو دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی تھی۔ اسلئے اس کا اردو ترجمہ مع اصل عبارت مودۃ القربے کے بار دوم میں مولف ممدوح کی سوانح عمری پر کافی روشنی ڈال کر طبع ہوا ہے۔ آفٹ چھپائی۔ کتابت و کاغذ عمدہ۔ ہدیہ مناسب۔

پتہ: امامیہ کتب خانہ۔ مغل چوہلی۔ اندول موچید رازہ لاہور۔

باب ۲۸

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام، خدا کے برگزیدہ نبی تھے۔ یہ اسی طرح تمام عیوب پاک تھے جس طرح دیگر انبیائے خدا تھے، معصوم تھے، افضل زمانہ اور اعلم عصر تھے۔ شجاعت میں بھی یکتا تھے۔ بروایت سیفنتہ البحار اگر آپ کی کسی بکری کو شیر دبوچ لیتا تھا تو آپ اُسے گردن سے پکڑ کر بکری چھین لیتے تھے۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں آپ کا بار بار ذکر کیا ہے اور خصوصیت سے آپ کے خلیفہ خدا ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ آپ پر زبور کا نزول ہوا تھا۔ آپ کو ایسا لحن دیا گیا تھا کہ دنیا میں کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ بروایت روضۃ الصفار جب آپ زبور کی تلاوت فرماتے تھے تو خلق سے بہتر قسم کی آواز پیدا ہوتی تھی۔ چونکہ زبور میں احکام نہ تھے بلکہ مواعظ و حکم تھے اس لئے آپ شریعت موسوی کے پیرو اور تورات کے احکام پر عامل تھے۔ خدا نے آپ کو ان انبیاء میں شامل کیا تھا جنہیں نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہت بھی عطا کی تھی۔ امام ثعلبی آپ کے ان صفات کے متعلق جن سے خداوند عالم نے آپ کو خصوصی طور پر متصف فرمایا ہے، لکھتے ہیں وہ بہت سے ہیں جن میں سے (۱) یہ ہے کہ ان پر زبور نازل فرمایا ہے جو عبرانی زبان میں ہے۔ اس میں ایک سو پچاس سورتے ہیں جن میں سے پچاس سورتوں میں بادشاہوں بخت نصر و اہل بابل وغیرہ کا ذکر ہے اور پچاس سورتوں میں روم اور اہل ایران کا ذکر ہے اور پچاس سورتوں میں مواعظ و حکم ہیں اس میں حلال و حرام کا ذکر نہیں ہے (۲) آپ کو ایسا لحن دیا تھا کہ جب زبور پڑھنے کے لئے جہنگل کو روانہ ہوتے تھے تو ان کے پیچھے علماء کا گروہ علماء کے پیچھے لوگوں کا، نجوم، لوگوں کے پیچھے جنوں کا گروہ، جنوں کے پیچھے شیاطین کا گروہ ساتھ جاتا تھا۔ وہ ستر لجن میں زبور کی تلاوت کرتے تھے اور جب پڑھنے لگتے تھے تو وحشی جانور قریب آ جاتے تھے، پرندے ٹھٹھ کے ٹھٹھ سایہ فگن ہو جاتے تھے۔ بہت پانی رُک جاتا تھا، چلتی ہوئی ہوا اٹھ جاتی تھی، شیطان

نے اسی سے متاثر ہو کر بالسرے وغیرہ کی ایجاد کی تاکہ لوگ داؤد کی طرف سے پھر جائیں (۳)
جب زبور کی تلاوت کرتے تھے تو پہاڑوں سے بھی عبادت کی آواز پیدا ہو جاتی تھی (۴)
انھیں حکمت اور فضل الخطاب سے نوازا تھا (۵) عبادت کرنے کی قوت عطا کی تھی۔ ہمیشہ ہر
دوسرے دن روزہ رکھتے تھے اور ساری رات عبادت میں گزارتے تھے (۶) حکومت عطا
کی تھی (۷) حملہ آوری کی طاقت دی تھی، انھوں نے کبھی شکست نہیں کھائی (۸) خدا نے
ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔ جب وہ لوہے کو چھوتے تھے تو وہ موم کی مانند نرم ہو
جاتا تھا۔ آپ آگ کی مدد کے بغیر زرہ تیار کیا کرتے تھے اور اسی کو فروخت کر کے اپنا آزدوق
فراہم کرتے تھے (عرائس صفحہ ۱۵۴)

لفظ زبور بفتح ز، کے معنی کتاب کے ہیں۔ لیکن اس لفظ سے وہ کتاب مراد لی جاتی ہے
جو حضرت داؤد پر نازل ہوئی تھی (المجد) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ طلب
حاجات کے لئے سہ شنبہ (منگل) کے دن نکلا کرو تاکہ تمھاری حاجتیں پوری ہو جایا کریں کیونکہ
اسی دن خدا نے حضرت داؤد پر لوہا نرم کیا تھا (الجزائری ص ۳۸۷)۔

حضرت داؤد کا نسب نامہ آپ کا نسب نامہ بروایت طبری یہ ہے داؤد
بن الیاس یور بن عوید بن عابو بن سکون بن یحیون
بن عمران بن رام بن عمرو بن فارص بن یہودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام
اور بروایت عرائس ثعلبی داؤد بن الیاس بن عوفیہ بن یوعز بن مسلمون بن نیشون بن عیوذب
بن ارم بن عفرول بن بارص بن یہودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہے اور
بروایت ابن خلدون، داؤد بن الیاس بن عوفذ بن یوعز بن مسلمون بن نیشول بن عیناذب بن
ارم بن حصرون بن بارص بن یہودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہے۔

حضرت داؤد کی بعثت سے قبل جناب اشموئیل **کی بعثت اور جالوت و طالوت کا واقعہ**
مورخین کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد سے
بنی اسرائیل نے گناہوں کا راستہ اختیار کر لیا تھا

اور سخت بے دین ہو گئے تھے۔ خداوند عالم نے ان کی ہدایت کے لئے انھیں میں سے
متعدد انبیاء مبعوث کئے لیکن وہ راہ راست پر نہ آئے۔ یہاں تک کہ اس نے اشموئیلؑ بنی
کو مبعوث کیا جن کا نسب نامہ بروایت ابن خلدون یہ تھا، اشموئیل بن قنابن یروعام بن
یہوذ بن یوحنا بن صوب بن القاف بن یویل بن عزیز بن ضعینا بن تاحت بن اسر بن القانا

بن نشاسات بن قاردن تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ یعقوبؑ کے فرزند لاوی کی اولاد سے تھے اور یہی میرے نزدیک درست ہے۔

حضرت اشموئیلؑ ان کی ہدایات کرتے رہے لیکن وہ کسی طرح نہ سننے والا آخر خداوند عالم نے ان پر ایک جابر بادشاہ ”جالوت“ نامی کو مسلط کر دیا، اس نے ظلم و جور کے بہار ان پر توڑ دیئے ان کے مردوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو کینزی میں لیتا تھا اور اسی قسم کے بہت سے مظالم کر رہا تھا یہاں تک کہ بنی اسرائیل عاجز آ گئے اور انھوں نے حضرت اشموئیلؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پر واز ہوئے کہ آپ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ ایک ایسا سردار ہمیں عطا کرے کہ ہم اس کے ذریعہ سے جالوت کی سلطنت کا تختہ الٹ دیں کیونکہ اس کے مظالم اب برداشت نہیں ہوتے۔ حضرت اشموئیلؑ نے کہا کہ اب جبکہ تم اس سے لڑنے کو تیار ہو تو پھر اپنے ارادے مضبوط کر لو۔ عنقریب خدا تم پر جہاد واجب کر دے گا اور تم جم کر لڑنا تاکہ جالوت کا خاتمہ ہو جائے۔

العرض ان لوگوں پر خدا کی طرف سے فریضہ جہاد عائد کر دیا گیا۔ مگر وہ اس کی ادائیگی پر مستعد نظر نہ آئے، اس کے بعد حضرت اشموئیلؑ نے کہا کہ اب کیا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم ایک سردار چاہتے ہیں آپ دعا کر دیجئے۔ انھوں نے فرمایا کہ سردار کے معین ہونے پر بھی تمھیں جنگ ہی کرنا ہوگی اور اب جبکہ جہاد فرض ہو گیا ہے اب بھی لڑنا ہی ہے، جب تم اس وقت جہاد نہیں کرتے تو سردار کی تعیین کے بعد کیسے جنگ کرو گے۔ انھوں نے کہا نہیں ہم اس وقت جنگ کریں گے۔

عنقریب کہ حکم خدا سے طاوت کا تقرر ہو گیا اور ان پر سردار مقرر کر دیئے گئے۔ جب ان کی سرداری کا اعلان ہوا ان لوگوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم میں سے بعض ان سے بہتر ہیں۔ ان کا تقرر کیوں کیا گیا؟ حضرت اشموئیلؑ نے فرمایا کہ یہ اہل ہیں اور جو تقرر ہوا ہے بالکل صحیح ہے، اب تم کو ان کی سرداری تسلیم کرنا پڑے گی۔ چنانچہ ان لوگوں نے ان کی سرداری مان لی۔

جناب طاوت جو حضرت یوسفؑ کے بھائی بنیامین کی اولاد سے تھے، جالوت سے جنگ کے لئے تیار ہوئے اور بنی اسرائیل کو آمادہ جنگ کیا۔ جب یہ لوگ جنگ کے لئے نکلے تو گرمی کے دن تھے پیاس کے مارے پریشان ہو گئے۔ طاوت سے کہنے لگے کہ خدا سے دعا کرو کہ کوئی نہر ملے غرض ایک نہر ظاہر ہوئی اور طاوت نے سب کو سمجھا دیا کہ یہ آزمائش کی نہر ہے جس نے ایک چلو پیا وہ مجھ سے ہے اور جس نے زیادہ پیا وہ مجھ سے نہیں۔ مگر جب یہ لوگ نہر کے کنارے پہنچے تو ۳۱۳ آدمیوں کے سوا سب کے سب منہ کے بل پانی پر گر پڑے۔

اور خوب ڈگدگا کے پانی پیا، آفران کے ہونٹ سیاہ ہو گئے اور چلنے سے مجبور ہو گئے۔ کتنا ہی پانی پیتے تھے مگر پیاس نہیں بھتی تھی اور جن لوگوں نے ایک چلو پانی پیا تھا وہ اچھے رہے اور پیاس بھی بچھ گئی۔ بروایت حیات القلوب حضرت داؤدؑ جنگِ جالوت کے لئے مسجد سہلہ سے روانہ ہوئے تھے۔

عزینک یہ میدان میں پہنچے اور جنگ شروع ہو گئی۔ اسی دوران میں جالوت نے اپنا مقابل طلب کیا اور کہا کہ ایسا شخص میرے سامنے لاؤ جو مجھ سے لڑنے کے قابل ہو۔ یہ سن کر جنابِ طاووت نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم میں کون ایسا ہے جو اس کے مقابلہ کے لئے جائے۔ جالوت چونکہ فنِ سپہ گری میں مشہور تھا اور اس کی بہادری کا شہرہ تھا اس لئے کوئی بھی اس سے لڑنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ پھر جنابِ طاووت نے فرمایا کہ جو اس سے جنگ کر کے کامیاب ہوگا آدھا ملک اُسے دے دوں گا اور اپنی لڑکی سے اس کی شادی بھی کر دوں گا۔ اس کے باوجود کوئی بھی اُس سے لڑنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ بالآخر انھوں نے حضرت اشمویلؑ سے عرض کیا کہ اب کیا کریں؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ صندوق لاؤ جو تمہاری تائید میں آسمان سے اترتا ہے جب وہ صندوق لایا گیا اور اُسے کھولا گیا تو اس میں ایک زرہ نکلی۔ حضرت اشمویلؑ نے فرمایا کہ یہ زرہ جس کے جسم پر ٹھیک آجائے گی وہ جالوت کا قاتل ہوگا۔ چنانچہ یہ زرہ نمایاں افراد کے جسم پر منطبق کی گئی، مگر کسی کے جسم پر ٹھیک نہ اُتری تو حضرت اشمویلؑ نے فرمایا کہ ایسا کے فرزندوں کو طلب کرو، جب وہ طلب کئے گئے اور ان کے جسم پر یہ زرہ ٹھیک نہ اُتری تو انھوں نے کہا کہ ان کے ان دس بیٹوں میں ایک اور فرزند بھی ہے جس کا نام داؤدؑ ہے اُسے بھی بلاؤ، جب وہ فرزند جو سب سے چھوٹا تھا آیا، تو زرہ اس کے جسم پر بالکل ٹھیک اُتر آئی اگرچہ وہ بالکل دھان پان تھا۔

مختصر یہ کہ انھیں کو جالوت کے مقابلے کے لئے بھیج دیا گیا۔ جنابِ داؤدؑ جب جالوت کے مقابلہ میں پہنچے تو انھوں نے اپنے گوفے میں ایک پتھر رکھ کر اس کی طرف پھینکا۔ کیونکہ

لے یہ وہ صندوق تھا جو بنی اسرائیل کے پاس تھا جسے وہ ہر جنگ میں ساتھ رکھتے تھے اور اس سے عین لڑائی کے وقت ایسی آواز پیدا ہوتی تھی کہ مخالف خوف زدہ ہو کر شکست کھا جاتا تھا، یہ صندوق ہمدیوش بن نون تک زمین پر رہا۔ لیکن ان کے بعد بنی اسرائیل کی تعویلوں کی وجہ سے آسمان پر اٹھایا گیا تھا اور مدتِ مدید کے بعد طاووت کی تائید کے لئے آسمان سے اُترتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہی وہ صندوق تھا جس میں لکھ کر حضرت موسیٰؑ کو دریاے نیل میں ڈالا گیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس میں تبرکاتِ انبیاء تھے۔

ان کے پاس ان تین پتھروں کے علاوہ جسے انھوں نے راستے میں سے اٹھایا تھا، لڑنے کا اور کوئی سامان نہ تھا، وہ پتھر ٹھیک جالوت کی پیشانی پر لگا۔ جالوت جو ایک زبردست ہاتھی پر سوار تھا اور شاندار تاج پہنے ہوئے تھا اور آلات حرب سے آراستہ تھا، چکرا کر گر پڑا اور وہیں مر گیا، پھر انھوں نے ایک پتھر لشکر کے دلہنے طرف اور ایک بائیس طرف مارا جس سے سارا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ بالآخر حضرت داؤدؑ کو سلطنت مل گئی۔ اور ان کی شادی طالوت کی لڑکی جس کا نام بروایت الیعقوبی میخیل بنت طالوت تھا، سے ہو گئی میرے نزدیک طالوت مومن کامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بروایت حیات القلوب حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ میں اس اُمت کا طالوت ہوں۔

حضرت داؤدؑ کی شادی | مؤرخین کا بیان ہے کہ جب حضرت داؤدؑ علیہ السلام قتل جالوت سے فراغت حاصل کر چکے تو طالوت سے کہنے لگے کہ تم اپنا وعدہ پورا کرو، یعنی اپنی لڑکی کی شادی میرے ساتھ کر دو۔ طالوت نے کہا کہ میرا وعدہ یہ تھا کہ میں نصف سلطنت دل کا تم نصف سلطنت قبول کر لو۔ انھوں نے کہا کہ نصف سلطنت تو میں لے ہی لوں گا۔ لیکن سوال تو لڑکی کی شادی کا ہے۔ طالوت نے کہا کہ چلو شادی بھی کر دیں گے۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ مہر کیا دو گے؟ انھوں نے کہا کہ مہر کا ہماری طرف سے کوئی وعدہ نہیں ہے۔ طالوت نے کہا کہ ہمیں مہر تو ضروری ہے، چلو تمہیں جو نصف سلطنت ملنے والی تھی اب اسی کو مہر میں قرار دے دو، یہ سن کر بنی اسرائیل سخت ناراض ہوئے اور انھوں نے کہا کہ تم ان پر ظلم نہ کرو اور جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کرو، طالوت نے کہا کہ اچھا ایسا کرو کہ اس نکاح کے سلسلہ میں مہر اپنی بہادری سے ادا کر دو، یعنی میں جس پہاڑ میں رہتا ہوں اس میں دو سو کا فر میرے دشمن ہیں، تم ان کو قتل کر کے ان کے سر میرے پاس لاؤ اور میری لڑکی سے نکاح کر کے اسے لے جاؤ، حضرت داؤدؑ نے اس بات کو مان لیا اور پہاڑ پر جا کر ان لوگوں سے جنگ کی اور سب کو قتل کر کے ان کے سر طالوت کے سامنے لا موجود کئے۔ بروایت العرائس طالوت نے اپنی لڑکی کا عقد ان کے ساتھ کر دیا اور ملک ان کے سپرد کر دیا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ اس رشتہ کی تکمیل میں حضرت اشوشیل بھی شامل تھے۔ مؤرخ ابن واضح کا بیان ہے کہ طالوت جس کا اصل نام شاول تھا۔ اس کی لڑکی جو حضرت داؤدؑ کے نکاح میں آئی اُس کا نام میخیل تھا۔ بروایت الیعقوبی میخیل سے کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن بروایت روضۃ الصفا اس سے ”شلوم“ نامی لڑکا پیدا ہوا تھا، جو بعد میں لوگوں کے بہکانے سے حضرت داؤدؑ کے مقابلہ میں آیا تھا۔

حضرت داؤدؑ کی ایک اور شادی تبشیع نامی عورت سے ہوئی تھی۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ بیت المقدس میں قیام پذیر تھے۔ ایک دن کارِ منصبی سے فراغت کے بعد جب کہ سورج ڈوب رہا تھا بالا خانے پر چلے گئے، ناگاہ ان کی نگاہ ایک عورت پر پڑی، چونکہ اس کے لپٹن سے نبی خدا "سیلمان" کی پیدائش مقدر ہو چکی تھی۔ لہذا حضرت داؤدؑ نے اسے اپنے جہازِ نکاح میں لانے کا ارادہ کیا، ان سے بتایا گیا کہ یہ عورت جس کا نام تبشیع بنت اخیعام ہے (بروایت ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۲۸۷ و حیات القلوب ج ۱ ص ۳۲۲) اور یا بن خنان اشطی (الیعقوبی ص ۱۸) سے منسوب اور اس کی منگیتر ہے جو کہ آپ کی فوج میں ایک بہادر سپاہی ہے اور اس وقت جنگ "بلقا" میں گیا ہوا ہے۔ حضرت داؤدؑ نے اُسے طلب کیا اور اس سے تبادلہ خیال فرمایا۔ جس کے نتیجے میں بروایت تفسیر مواہب علیہ و عجائب القصص ص ۱۹۹ یہ معلوم ہوا کہ اس عورت کے بزرگوں نے اور یا کے کسی طرزِ عمل سے ناراض ہو کر رشتہ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ بنا بریں حضرت داؤدؑ نے اس سے شادی کا پیغام بھیجا اس نے بروایت طبری دروضۃ الصفا اس رشتہ کو اس شرط کے ساتھ مان لیا۔ کہ جب میرے لپٹن سے فرزند پیدا ہو گا تو اسے اپنا جانشین بنائیں گے۔ حضرت داؤدؑ چونکہ علم نبوت سے ولایت سلیمانؑ اور ان کی خلافت و نبوت کو جانتے تھے۔ لہذا بات طے ہو گئی اور حضرت داؤدؑ کی شادی اس کے ساتھ ہو گئی۔

افسانہ اور یا کے متعلق ضروری وضاحت

میرے نزدیک اور یا کا واقعہ بس اسی قدر صحیح ہے جس قدر میں نے لکھا ہے، بعض لوگوں نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت داؤدؑ محرابِ عبادت میں تھے اور شیطان سونے کی چڑیا بن کر آیا، انھوں نے اس کو بچھا کیا۔ وہ ایک مکان کی دیوار پر بیٹھی یہ دہاں پہنچے تو ایک حسین و جمیل عورت کو برہنہ غسل کرتے دیکھا وہ اس پر فریفتہ ہوئے۔ بعض حالات کے بعد وہ اور یا کی بیوی ثابت ہوئی۔ انھوں نے اور یا کو جنگلہ میں بھجوا کر قتل کر دیا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ یہ قصہ گویوں کی اختراع ہے اور قطعاً غلط ہے بروایت عیون الاخبار والمجازئری و حیات القلوب حضرت امام رضا علیہ السلام سے اس

لہ طبری میں اس عورت کا نام بسان بنت الیاس اور ادیا کے باپ کا نام خائنا بن عزاریا اور الیعقوبی میں عورت کا نام برسبانت الیات اور ادیا کے باپ کا نام حنان اشقی مرقوم ہے۔ النولیین فی قصص الانبیاء والمرسلین ج ۱ ص ۳۹ میں ہے کہ اور یا کا نکاح داؤدؑ کے بعد اٹھویں دن اتفاقاً اُمتثال ہو گیا تھا۔

کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے مذکورہ قول کو سن کر اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا اور ”اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا الْيَوْمَ رَاجِعُونَ“ کہہ کر بے انتہا انسوس کیا اور فرمایا کہ یہ بالکل ہی بکواس ہے۔ میرے نزدیک اس نبی خدا کے متعلق جو کہ معصوم ہوتا ہے اس قسم کا قصور بھی گناہِ عظیم ہے یہی وجہ ہے کہ مفتی اعظم اسلام حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے ”مَنْ حَدَّثَ بِحَدِيثِ دَاوُدَ عَلَى مَا يَرْوِيهِ الْقِصَاصُ جَلْدًا مِائَةً وَسِتِّينَ“ یعنی جو شخص حضرت داؤدؑ کے متعلق وہ قصہ بیان کرے گا جو قصہ گوئیوں کی اختراع ہے تو میں اس کو ایک سو ساٹھ درجے ماروں گا۔
تاریخ ابن خلدون حصہ اول ص ۲۲۴ طبع کراچی والجزائری ص ۳۹۵۔

حضرت داؤدؑ کی نبوت اور
حضرت داؤد علیہ السلام حضرت اشموئیلؑ کے انتقال فرمانے اور طالت کی وفات کے بعد درجہ نبوت پر فائز ہوئے۔

اُن پر زبور کا نزول

زبان عبرانی تھی۔ وہ شریعت حضرت موسیٰؑ پر عامل تھے۔ جب آپ کی عمر ۵۲ سال کی ہوئی تو آپ نے مقام مواب میں علیل ہو کر انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر اسی کے قریب مقام ”رامہ“ میں ہے جو بیت المقدس میں واقع ہے۔ حضرت داؤدؑ درجہ نبوت پر فائز ہونے کے بعد برابر تبلیغ کرتے رہے۔ خداوند عالم نے آپ پر کتاب زبور نازل فرمائی۔ زبور کا نزول ماہ رمضان کی شب قدر میں ہوا تھا۔ ایک روایت کی بناء پر ایک ساتھ ساری کی ساری کتاب زبور نازل ہوئی تھی اور ایک روایت کی بناء پر سورے سورے اس کا نزول ہوا تھا۔ امام شعبی نے اس کے تین حصے قرار دیئے ہیں اور سعودی نے بھی یہی لکھا ہے، لیکن کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا کہ اس میں محمدؐ و آل محمدؐ کا خاص طور پر ذکر موجود ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ زبور میں حمد خدا، دعا اور مناجات کے ساتھ ساتھ حضرت رسول خداؐ حضرت امیر المومنینؑ اور دیگر ائمہ طاہرینؑ کا خصوصی ذکر ہے اور رحمت کا تذکرہ ہے نیز ظہور حضرت حجت کی مکمل خبر ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں بھی اس کی طرف گہرا اشارہ فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے ”لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنْ اِلَاضِ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ“ ہم نے زبور میں لکھ دیا ہے کہ ذکر (رسولؐ) کے بعد اس زمین کے وارث ائمہ طاہرینؑ ہوں گے۔ (حیات القلوب) بروایت مشکوٰۃ و شفا قاضی عیاض حضرت داؤدؑ زبور کی تلاوت اتنی جلدی کر لیتے تھے کہ لوگ حیران ہو جاتے تھے یعنی سواری کے لئے زمین گھوڑے پر رکھتے تھے تو زبور شروع کرتے تھے اور زمین کتے زبور ختم

کر لیتے تھے (مجاہد القصص ص ۱۹۹) ٹھیک اسی طرح امیر المؤمنین قرآن مجید کی تلاوت بھی فرما لیا کرتے تھے منقول ہے کہ ایک پاؤل رکاب میں رکھتے تھے اور دوسرا دوسرے رکاب تک پہنچتے پہنچتے قرآن ختم کر لیتے تھے۔

لحٰن داؤدی اور امیر المؤمنینؑ | حضرت داؤد علیہ السلام کو خداوند عالم نے جو لحن عطا کیا تھا میں نے اس کا ذکر گزشتہ صفحات میں کر دیا ہے

ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤد جس وقت زبور کی تلاوت کرتے تھے تمام سُننے والے مدہوش ہو جاتے تھے۔ وہ چاہے انسان ہوں یا چرند یا پرند، عام چوپائے ہوں یا درندے کوئی اپنے ہوش میں نہ رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اگر شیر کو پکڑنا چاہے تو وہ پکڑا جاسکتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ خداوند عالم آخرت میں علیؑ کو جبریل کی طاقت، آدمؑ کا نور، یوسفؑ کا جمال اور داؤدؑ کی آواز عطا فرمائے گا اور وہ جنت کے خطیب ہوں گے۔ ان کی دلکش آواز سے اہل جنت مدہوش ہو جایا کریں گے۔

حضرت داؤدؑ کے گزراوقات کا ذریعہ | حضرت داؤد علیہ السلام اپنا گزراوقات کھجور کے پتوں سے زنبیل بنا کر کیا

کرتے تھے اور جو اس کی آمدنی سے زیادہ خرچ کی ضرورت ہوتی تھی وہ بیت المال سے لے لیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک فرشتہ انسانی صورت میں ہلا۔ انھوں نے حسب عادت اس سے پوچھا کہ تم داؤدؑ کو پہچانتے ہو، اس نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ انھوں نے پوچھا وہ کیسا آدمی ہے، فرشتے نے کہا وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ لیکن ان میں ایک عیب ہے۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا ہے اس نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ وہ بیت المال سے اپنا آؤقہ پورا کرتے ہیں اور خود مکمل محنت سے رزق فراہم نہیں کرتے۔

یہ سُن کر حضرت داؤدؑ اپنے گھر واپس آئے اور انھوں نے بیت المال سے آؤقہ لینا بند کر دیا اور زرہ سازی کا کام شروع کر دیا، خداوند عالم نے ان پر یہ کرم کیا کہ لوہے کو موم بنا دیا وہ آگ اور آلات کے بغیر بہترین زرہ تیار کرتے تھے اور اسی سے آؤقہ حاصل کرتے تھے۔ حضرت داؤدؑ ہی زرہ سازی کے مجدد تھے اور ان جیسی زرہ کوئی بنا نہ سکتا تھا۔ اسی وجہ سے ایک زرہ چار ہزار میں فروخت ہوتی تھی۔ اس سے وہ گزراوقات کرتے تھے اور جو بچ جاتا تھا اسے راہِ خدا میں خیرات کر دیتے تھے۔

حضرت داؤدؑ کی عبادت گزاری | مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بے پناہ عبادت کرتے تھے۔

دن بھر روزہ رکھنا اور رات بھر عبادت کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ بروایت سفینۃ البحار، ایک دن انھوں نے سوچا کہ ایسی جگہ چل کر عبادت کرنا چاہیئے جہاں کوئی نہ ہو، چنانچہ آپ ایک پہاڑ کی بلندی پر چلے گئے اور وہاں عبادت میں مشغول ہوئے۔ اتنے میں جبرئیل آئے اور انھوں نے کہا کہ اے داؤد تم یہاں کیوں آئے ہو، فرمایا کہ عبادت اور مناجات کرنے۔ جبرئیل نے کہا کہ تمہیں تو علم ہے کہ خدا ہر ایک کی آواز سنتا ہے وہ چاہے جتنی خفی ہو۔ کہا میرا دل بھی چاہا کہ میں بالکل تنہائی میں اپنے مالک سے مناجات کروں۔ اس لئے میں آگیا جبرئیل نے کہا اچھا آؤ تمہیں توجہ قدرت کا ایک نظارہ دکھاؤں۔ یہ کہہ کر جبرئیل انھیں ایک سمندر میں لے گئے اور اتنی گہرائی میں لے گئے کہ اگر اتنی مسافت خشکی میں طے کی جاتی تو چالیس دن لگتے وہاں جب قعر دریا میں پہنچے تو ایک بہت بڑا پتھر ملا، جب اسے توڑا تو اس میں ایک بہت چھوٹا سا کیڑا پڑا ہوا تھا۔ جبرئیل نے کہا کہ اے داؤد رب العالمین اس کیڑے سے بھی غافل نہیں ہے اس کی آواز سنتا ہے اور اسے روزی دیتا ہے۔ اسی طرح کی ایک یہ روایت ہے کہ ایک دن حضرت داؤدؑ نے نہایت پر خلوص عبادت کے لئے اپنا حجرہ بند کر لیا اور بڑے خلوص کے ساتھ عبادت کر کے جب برآمد ہوئے تو ایک مینڈک سامنے آیا اور اس نے کہا اے نبی خدا آج کی عبادت پر آپ بڑے خوش ہوں گے۔ لیکن میں بھی ایک مخلوق خدا ہوں میری عبادت بھی سن لو، میں قعر دریا میں شب دروز عبادت کرتا ہوں اور جب گبی بھوکے جانور کی آواز سنتا ہوں تو سطح آب پر آجاتا ہوں تاکہ مجھ کو کھاکر اپنی بھوک کی آگ بجھالے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ ایک رات پوری تلاوت زبور میں گذاری اور بالکل نہیں سوئے اور اس عبادت پر خوش تھے۔ اتنے میں ایک مینڈک سامنے آیا اور اس نے کہا ایک پوری رات جاگ کر تلاوت زبور کی تو خوش ہو۔ سنو، میں چالیس سال سے قعر بحر میں اس طرح عبادت کر رہا ہوں کہ منٹ کے لئے بھی میری زبان حمد باری سے نہیں رُکی۔ حضرت داؤدؑ ان واقعات سے بے انتہا متاثر ہوئے۔

حضرت داؤدؑ کے فیصلے کا انداز

حضرت داؤدؑ علیہ السلام لوگوں کے فیصلے حسب دستور سابق گواہوں اور قسم کے اصول پر کیا کرتے تھے اور یہی مناسب بھی تھا۔ لیکن ایک دن انھوں نے خدا سے درخواست کی کہ مالک میری گزارش یہ ہے کہ گواہوں اور قسم سے بے نیاز ہو کر علم حقیقی کے مطابق فیصلہ کیا کروں۔ یعنی تو جو عالم حقیقی ہے مجھے اصل حال سے آگاہ کر دیا کرو اور میں اسی کے مطابق فیصلہ کر دیا کروں گا۔ خداوند عالم نے فرمایا کہ اے داؤدؑ میں ایسا تو تمہاری خواہش کے مطابق

کر دوں گا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تمہاری قوم اس فیصلے کو برداشت نہ کر سکے گی۔ مگر ان کی پیہم درخواست پر خداوند عالم نے اس انداز فیصلہ کی حامی بھری، برداشت قطب راوندی دو شخص حضرت داؤدؑ کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس دوسرے شخص نے میرا مال غصب کر لیا ہے۔ لہذا میرا مال اس سے دلوا دیجئے۔ حضرت داؤدؑ نے اس کے فیصلہ کے لئے خدا کی طرف رجوع کی۔ خدا نے فرمایا کہ اے داؤدؑ تم مد علیہ سے کہو کہ اس مدعی کو قتل کر دے اور اس کا سارا مال اسے دلوا دو۔ حضرت داؤدؑ نے حسب الحکم مدعا علیہ کے ذریعہ سے مدعی کو قتل کر دیا اور اس کا مال مدعا علیہ کو دلوا دیا۔ اس خبر کے نشر ہوتے ہی بنی اسرائیل میں ہلچل مچ گئی اور لوگ حضرت داؤدؑ کے پاس آکر کہنے لگے کہ آپ نے مظلوم کی حمایت کے بجائے ظالم کی حمایت کی اور مظلوم کو تباہ کر دیا، یہ کہاں کا انصاف ہے۔ حضرت داؤدؑ نے خدا کی طرف رجوع کی۔ حکم ہوا کہ تم ان سے کہہ دو کہ اس مدعی نے مدعا علیہ کے باپ کو قتل کر کے اس کا سارا مال لوٹ لیا تھا۔ میں نے اسے قتل کرنے کا اسی لئے حکم دیا ہے کہ وہ قاتل تھا۔ انصاف یہی ہے کہ قاتل کو قتل کیا جائے اور اس کا مال اس کے ورثہ کو دلوا دیا جائے۔ اے داؤدؑ تم فلان مقام پر جاؤ، وہاں اس کا باپ دفن ہے اور اس کا نام لے کر آواز دو، قبر سے جواب آئے گا۔ اس سے پوچھو کہ تیرا قاتل کون ہے حضرت داؤدؑ نے بہت سے بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر اس مقام کی تلاش کی اور اس کا نام لے کر آواز دی۔ جواب آیا لبیک یا بنی اللہ، کیا حکم ہے۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا بتا تیرا قاتل کون ہے؟ اس نے اسی مدعی کا نام لیا اور کہا کہ اس نے مجھے قتل کر کے میرا سارا مال لوٹ لیا ہے۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل کو قتل ہو گئی اور ان کے دل میں داؤدؑ کی عظمت و رفعت بڑھ گئی۔ اسی طرح ایک دن ایک بوڑھا شخص ایک جوان کو پکڑ کر مسجد میں حضرت داؤدؑ کے پاس لے آیا۔ اس جوان کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ تھا۔ بوڑھے شخص نے حضرت داؤدؑ سے کہا کہ اس جوان نے میرے باغ کو تباہ کر دیا ہے۔ لہذا ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ حضرت داؤدؑ نے خالق کائنات کی طرف رجوع کی۔ جواب ملا کہ اس جوان کو تلوار دے دو کہ یہ اس بوڑھے فریادی کو قتل کر دے۔ کیونکہ اس نے اس جوان کے باپ کو قتل کیا ہے اور چالیس ہزار روپے اس کے ہضم کر لئے ہیں اور وہ روپے فلان درخت کے نیچے دفن ہیں۔ اس سے کہہ دو کہ وہ جا کے نکال لے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اسی قسم کے بہت سے فیصلے اور واقعات ہیں۔ بروایت روضۃ الصفا خدا نے آسمان سے ایک زنجیر لٹکا دی تھی جس کا ایک سر الہکشاں سے ملا ہوا تھا اور دوسرا حضرت داؤدؑ کے

مکان کے قریب تھا، جب آسمان سے کوئی حادثہ رونما ہونے والا ہوتا تھا تو وہ زنجیر حرکت میں آجاتی تھی اور اس سے ایک قسم کی آواز پیدا ہوتی تھی اور حضرت داؤدؑ حادثہ کی طرف متوجہ ہو جاتے اور اس کا تدارک کر لیتے تھے، یہ زنجیر بیماروں کے لئے شفا کا کام بھی کرتی تھی لوگ اسے مس کر کے شفا حاصل کرتے تھے۔ پھر اسی کے ذریعہ سے فیصلہ کیا جانے لگا۔ یہ سچے شخص کے ہاتھ میں آجاتی تھی اور مجرم جب ہاتھ بڑھاتا تھا تو بلند ہو جاتی تھی حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس اپنا موتی امانت رکھ دیا۔ جب وہ مانگنے گیا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ تیرا کوئی موتی میرے پاس نہیں ہے، اس نے کہا کہ اچھا "زنجیر آسمانی" کے پاس چلو چنانچہ وہ شخص زنجیر کے قریب آیا اور جب ہاتھ بڑھا کر زنجیر پکڑنا چاہا تو زنجیر اس کے ہاتھ میں آگئی۔ کیونکہ زنجیر پکڑتے وقت اس نے اپنا عصا موتی کے اصل مالک کو یہ کہہ کر دے دیا تھا کہ تم اسے لئے رہو میں ذرا زنجیر پکڑ لوں اور اسی عصا میں اس نے سوراخ کر کے موتی کو رکھا ہوا تھا۔

اسی قسم کے حالات دیکھ کر خداوند عالم نے حضرت داؤدؑ کو حکم دیا کہ تم "گواہ اور قسم پر ظاہری حالات کی روشنی میں فیصلہ کیا کرو" اور اصل حقیقت کی روشنی میں فیصلہ میرے لئے چھوڑ دو۔ وہ میں کر دوں گا۔ چنانچہ حضرت نے باطن کے بجائے ظاہر پر فیصلہ کرنا شروع کر دیا اور وہ زنجیر بھی غائب ہو گئی جو "بین السماء والارض" ٹکلی ہوئی تھی۔

بروایت کتاب من لا یحضرہ الفقیہ
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں
کہ جدِ نادر حضرت امیر المومنین علیہ السلام
ایک دن مسجد میں داخل ہوئے تو ملاحظہ فرمایا

حضرت داؤدؑ کے اصول پر
حضرت علیؑ کا ایک عظیم فیصلہ

کہ ایک شخص نذار و قطار رو رہا ہے اور کچھ لوگ اُسے سمجھا بٹھا رہے ہیں۔ آپؑ نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا کہ ان لوگوں کے ساتھ میرا باپ سفر میں گیا تھا۔ یہ سب واپس آگئے اور میرا باپ نہیں آیا، میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ وہ راستے میں فوت ہو گیا ہے میں نے پوچھا کہ اس کا مال و اسباب کہاں ہے تو ان لوگوں نے کہا کہ اس کے پاس کچھ نہ تھا، حالانکہ وہ کافی پیسے ہمراہ لے گیا تھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ تم نے قاضی کی طرف رجوع نہیں کیا اس نے کہا قاضی شرع کی عدالت میں گیا تھا۔ اُس نے ان ہی لوگوں کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔

حضرت علیؑ علیہ السلام اس کو ان لوگوں سمیت لے کر قاضی شرع کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ تم نے ایسے نازک معاملہ میں کس طرح فیصلہ کیا۔ اس نے کہا کہ ہم نے اس جوان سے

گواہ طلب کئے اس نے کہا میرے پاس کوئی گواہ نہیں ہے، پھر میں نے ان لوگوں سے قسم کو کہا ان لوگوں نے قسمیں کھالیں، اس لئے میں نے انھیں چھوڑ دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اچھا اس معاملہ کا فیصلہ میں کروں گا اور ایسا فیصلہ کروں گا کہ آج تک حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ کسی نے نہیں کیا۔

چنانچہ آپؐ منہ قضا پر بیٹھے اور قنبر کو حکم دیا کہ پولیس کے مضبوط مضبوط سپاہی میرے پاس بلا کر لاؤ۔ قنبر نے تعمیل حکم کی۔ جب پولیس آگئی تو آپؐ نے ایک ایک شخص کو ایک ایک سپاہی کے حوالے کیا اور ان سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ ہم تمہاری حرکات سے ناواقف ہیں، ہمیں سب کچھ معلوم ہے ہم حالات سے جاہل نہیں ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے حکم دیا کہ ان سب کے چہرے کپڑے سے بند کر دیئے جائیں اور انھیں مسجد کے ایک ایک کعبے کے پیچھے کر دیا جائے، چنانچہ ان سپاہیوں نے ایسا ہی کیا۔

پھر آپؐ نے اپنے کاتب عید اللہ بن رافع کو آواز دی اور کہا کہ قلم دوات اور کاغذ لے کر میرے پاس آؤ، جب وہ آگیا تو آپؐ نے پولیس والوں سے فرمایا کہ جب میں تکبیر کہوں تو ایک آدمی کو حاضر کرنا، اس کے بعد آپؐ نے ”مجلس قضا“ پر بیٹھے ہوئے اور کثیر افراد کی موجودگی میں بلند آواز سے تکبیر کہی ان سب لوگوں نے بھی تکبیر کہی اور ایک ملزم لایا گیا، حضرت نے اسے اپنے سامنے بٹھا کر حکم دیا کہ اس کا منہ کھول دیا جائے، جب منہ کھولا گیا تو آپؐ نے اپنے کاتب سے فرمایا کہ میرا سوال اور اس کا جواب قلمبند کرو۔

آپؐ نے پوچھا کہ تم کس دن اپنے گھر سے اس کے باپ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے؟ اس نے کہا فلاں دن فلاں جہینے میں۔ روانہ ہو کر کس منزل پر اترے؟ کہا فلاں مقام پر۔ آپؐ نے فرمایا کس شخص کے مکان پر؟ اس نے کہا فلاں شخص کے مکان پر۔ پوچھا مرنے والے کو کونسا مرض لاحق ہوا تھا؟ اس نے کہا فلاں مرض۔ فرمایا کتنے دن بیمار رہا؟ کہا اتنے دن۔ پوچھا کس دن مرا؟ کہا فلاں دن۔ پوچھا کس نے غسل دیا؟ فلاں شخص نے۔ پوچھا کس نے کفن دیا؟ کہا فلاں شخص نے۔ پوچھا کفن کس قسم کا تھا؟ کہا فلاں قسم کا۔ پوچھا کس نے نماز پڑھائی؟ کہا فلاں شخص نے۔ پوچھا کس نے قبر میں اتارا؟ کہا فلاں شخص نے۔

اس کے بعد آپؐ نے بلند آواز سے فرمایا ”اللہ اکبر“ آپؐ کے نعرۂ تکبیر کے ساتھ تمام حاضرین نے تکبیر کہی، ان تکبیروں سے اس کے ساتھیوں نے سمجھا کہ اس نے قتل کا اقبال کر لیا ہے اور ہمارا نام بھی بتا دیا ہے اسی لئے سب نے تکبیر کہی ہے۔

پھر اس کا منہ بند کر کے اسے کعبے کے پیچھے کھڑا کر دیا گیا اور دوسرے کو سامنے لایا گیا،

آپ نے اس کو اپنے سامنے بٹھایا اور اس کا سر اور منہ کھولوا کر اس سے فرمایا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ ہمیں کچھ علم نہیں ہے اور تم نے اس کے باپ کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس سے ہم لاعلم ہیں یہ سُننے ہی وہ بولا ”یا امیر المؤمنین ہا انا الا واحد من القوم ولقد کنت کامرھا لقتلہ اے مولائے انھیں میں سے ایک ہوں۔ آپ یقین فرمائیں کہ میں اس کے قتل پر راضی نہ تھا اور سب راضی تھے اور سب نے مل کر قتل کیا ہے۔ آپ نے پھر تیسرے کو بلایا اس نے بھی قتل کا اقرار کیا۔ پھر چوتھے کو بلایا اس نے بھی اقرار کیا یہاں تک کہ سب نے اقرار کر لیا کہ ہم نے قتل بھی کیا ہے اور اس کا مال بھی آپس میں بانٹا ہے۔ اس کے بعد پہلے کو پھر بلایا اس نے بھی اقرار کر لیا۔ پھر حضرت نے حکم سنایا اور خون اور مال اس جماعت پر عائد کیا اور فیصلہ اس جوان کے حق میں ہو گیا۔

قاضی شرع جو وہاں موجود تھا کہنے لگا کہ یا حضرت ذرا یہ فرمائیے کہ حضرت داؤدؑ نے اس قسم کا کونسا فیصلہ کیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک دن ایک راستے سے گزر رہے تھے اور راستے میں تین بچے کھیل رہے تھے۔ سب بچے ایک بچہ کو ”مات الدین“ کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ نے اُس بچے کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا ”مات الدین“ جس کے معنی ہیں ”دین مر گیا“ پوچھا کہ تیرا یہ نام کس نے رکھا ہے ”سمعتنی بہ اُمّی“ میری ماں نے میرا یہ نام رکھا ہے۔

حضرت داؤدؑ اس بچے کو لے کر اس کی ماں کے پاس تشریف لے گئے اور اُس سے پوچھا کہ اس کا نام ”مات الدین“ تم نے رکھا ہے۔ اس نے کہا نہیں میرے شوہر نے رکھا ہے۔ پوچھا، کس طرح، اس نے کہا کہ چند افراد میرے شوہر کے ہمراہ سفر میں گئے تھے۔ سب واپس آگئے اور میرا شوہر اس سفر سے واپس نہ آیا۔ تو میں نے اُن سے پوچھا کہ میرا شوہر تمہارے ساتھ گیا تھا وہ کہاں ہے؟ اُن لوگوں نے کہا کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا اس کا مال دے اسباب کیا ہوا؟ انھوں نے کہا کہ اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ میں نے پوچھا کہ اُس نے مرتے وقت کوئی وصیت کی تھی تو انھوں نے کہا کہ ”ہاں“ کی تھی۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ مرتے وقت اس نے کہا کہ میری بیوی سے کہہ دینا جو کہ حاملہ ہے کہ جب کوئی لڑکا یا لڑکی تیرے بطن سے پیدا ہو تو اس کا نام ”مات الدین“ رکھنا۔ میں نے اس کی وصیت کے مطابق اس فرزند کا یہ نام رکھا ہے۔

حضرت داؤدؑ نے فرمایا تم اُن لوگوں کو پہچانتی ہو۔ اس نے کہا کہ ضرور پہچانتی ہوں اور اچھی طرح پہچانتی ہوں۔ پوچھا وہ سب زندہ ہیں۔ اُس نے کہا جی ہاں! زندہ ہیں۔ وہ لُٹے

اور اس عورت کو لے کر ان کے گھروں پر گئے اور ان لوگوں کو گرفتار کر کے مجلسِ قضا میں لے گئے اور ان کا فیصلہ بالکل اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا ہے۔ فیصلہ میں اس کا خون اور اس کا مال ان لوگوں پر عائد کر کے انھیں کیفرِ کردار تک پہنچایا، اور عورت سے کہا کہ اب اس لڑکے کا نام مات الدین کے بجائے عاش الدین رکھ دینا۔ (یعنی دین زندہ ہو گیا)

قائم آل محمد کے فیصلے کا انداز کتاب بشار المصطفیٰ میں ہے کہ حضرت صادقؑ

کے بعد ظہور کرے گا تو وہ حضرت داؤدؑ کے اصول پر فیصلے کرے گا۔ خدا اس پر اصل واقعہ کا الہام کرے گا اور وہ گواہ اور قسم کے بغیر فیصلے صادر کرے گا۔

حضرت داؤدؑ کا امتحان و ابتلا متوضیٰ کا بیان ہے کہ حضرت داؤدؑ نے زبان قدرت سے بعض انبیاء ماسبق کے حسین

تذکرے سُن کر درخواست کی کہ خدایا یہ انبیاء تیری نگاہ میں کس وجہ سے بلند مرتبہ ہیں جو آپ ﷺ کے امتحانات لئے ہیں اور وہ شاندار طریقے پر کامیاب ہوئے ہیں۔ عرض کی پالنے والے میرا امتحان کب ہو گا۔ ارشاد ہوا کہ میں امتحان کا عہد معین نہیں کیا کرتا، لیکن اے داؤدؑ تمہارے امتحان کا زمانہ معین کئے دیتا ہوں، چنانچہ معین کر دیا۔ بروایت روضۃ الصفا تاریخ امتحان دو شنبہ ۱۱ رجب مقرر کی گئی۔ اسی دوران میں حضرت داؤدؑ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ میں ایسا عالم ہوں کہ میرا دنیا میں جواب نہیں ہے۔ خداوندِ عالم نے ٹھیک اس وقت جب کہ وہ عبادت میں مستغرق تھے اور اپنے عبادت خانے کو اچھی طرح بند کر رکھا تھا اور دربانوں کو حکم دیا تھا کہ کسی کو اندر نہ آنے دیں۔ دو فرشتے بصورتِ انسان عبادت خانے کے روشن دالں سے وہاں داخل ہو گئے۔ انھیں دیکھ کر حضرت داؤدؑ حیران اور کچھ پریشان سے ہو گئے، انھوں نے کہا کہ آپ گھبراہٹ میں نہیں ہم دونوں باہم متنازع ہیں آپ کے پاس فیصلہ کے لئے آئے ہیں اور انصاف کے ساتھ فیصلہ چاہتے ہیں حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ بیان کرو کس چیز کے متعلق فیصلہ چاہتے ہو۔ ایک نے کہا کہ یہ دوسرا ہمارا بھائی ہے۔ اس کے پاس ۹۹ دُنیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دُنیا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اپنی ایک مجھے دے دو تو میری سو دُنیاں ہو جائیں اور میں اسے دینا نہیں چاہتا، آپ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیے، حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ جس کے پاس ۹۹ دُنیاں ہیں وہ تم پر ظلم کر رہا ہے۔ فیصلہ میرا ایک والے کے حق میں ہے۔ یہ سُن کر بروایت روضۃ الصفا ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور دونوں مسکرائے اور کہا ”قضى الرجل على نفسه“ اس شخص نے یہ گواہ لیا

نہ قسم کھلائی بلکہ اپنی طرف سے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ یہ کہہ کر دونوں حضرت داؤدؑ کی نگاہوں سے دفعۃً غائب ہو گئے، حضرت داؤدؑ سمجھ گئے کہ یہ فرشتے تھے اور میرا امتحان پہننے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ حقیقتہً میں نے اصول کے خلاف بلا گواہ اور قسم کے فیصلہ کر دیا ہے نہ ان سے کچھ پوچھا ہے نہ کچھ جرح کی ہے۔ اس تاثر کے بعد حضرت داؤدؑ مغفرت طلب کرنے لگے۔ کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ ترکِ اولیٰ ہو گیا ہے۔ خداوندِ عالم نے مغفرت کی بشارت دے کر انہیں مطمئن کیا۔ لیکن یہ بشارت غفران کچھ عرصہ دُعا کے بعد ملے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ چالیس شبانہ روز سجدہ میں پڑے روتے رہے، اُن کے رونے کا یہ عالم تھا کہ آنسوؤں کی تری سے اطراف میں گھاس اُگ آئی تھی۔

بیت المقدس کی تعمیر

۱۵ سال گزری تو آپ نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی اس کی بنیاد رکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے زمانے میں زبردست قحط پڑا وہ ایک ایک سال کی مدت گزرنے کے بعد دُعا کے لئے نکلے۔ ان کے ہمراہ بنی اسرائیل تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ اس مقام پر ملائکہ برابر آتے جاتے ہیں جس جگہ اب بیت المقدس ہے تو انھوں نے اسی جگہ کو دُعا کے لئے منتخب کیا۔ پھر اسی جگہ دُعا کی قبول ہو گئی، قحط کی مصیبت ٹل گئی۔ آپ نے بنی اسرائیل سے کہا یہ جگہ بہت مبارک ہے۔ لہذا اسی مقام پر عبادت خانہ بنانا چاہیئے چنانچہ انھوں نے بنیاد رکھ دی، لیکن تکمیل نہ کر سکے۔ آخر عمر میں حضرت سلیمانؑ کو وصیت تعمیر کی اور انھوں نے بعد میں اس کی تکمیل فرمائی یہی حال مسجد دمشق کی تعمیر کا بھی ہوا، بنیاد انھوں نے ڈالی اور تکمیل حضرت سلیمانؑ نے کی، اور بروایت ناسخ التواریخ مسجد اقصیٰ کا بھی یہی حال ہوا حضرت داؤدؑ نے بنیاد ڈالی اور حضرت سلیمانؑ نے اس کی تکمیل فرمائی۔ مؤرخ ابن خلدون لکھتا ہے کہ ”انھیں ایام میں آپ نے شہر صیہون پر حملہ کر کے اُسے تاخت و تاراج کیا اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔ مقام قبہ میں ایک مسجد بنانے کا قصد کیا جہاں بنی اسرائیل تابوت عہد (شہادت) رکھتے تھے اور جس کی طرف نماز پڑھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے دانیالؑ نبی کو بذریعہ وحی اس امر سے آگاہ فرمایا کہ داؤدؑ اس مسجد کو نہ بنائے گا، بلکہ اس کا لڑکا اس مسجد کے بنانے کی عزت حاصل کرے گا اور اس کے ملک و حکومت کا قیام ہوگا۔ داؤدؑ یہ سن کر بہت غور و فکر ہوئے اور مسجد بنانے سے رُک گئے، بروایت روضۃ الصفا، وہ زمین جس جگہ مسجد اقصیٰ بنائی جا رہی تھی مشترک لوگوں کی تھی سب نے مسجد کے لئے دے دیا لیکن ایک فقیر نے بہت بڑی قیمت مانگی جب حضرت داؤدؑ نے اُسے فراہم کرنا چاہا تو اُس نے

معذرت کی اور زمین مسجد کے لئے دے دی۔

حضرت داؤدؑ پر بعض خصوصی وحی | مومنین و محمدین کا بیان ہے کہ حضرت داؤدؑ پر زبور کا نزول احکام سے متعلق نہ

تھا یعنی اس میں احکام و فرمان نہ تھے لیکن دیگر امور کے علاوہ اس میں نصیحت خیر ہدایات موجود تھیں اور آپ پر وحی بھی ہوتی رہتی تھی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت داؤدؑ پر وحی کی کہ اے داؤد میری نظر میں ایک ایسی نیکی بھی ہے کہ اسے جو کر گزرے میں اس کے لئے جنت مباح کر دوں گا۔ حضرت داؤدؑ نے پوچھا، مالک وہ کونسی نیکی ہے، ارشاد ہوا۔ ”یدخل علی عبد المؤمن سروراً ولوبتقرۃ“ کسی بندہ مؤمن کے دل کو خوش کرنا وہ چاہے ایک غرمہ ہی سے کیوں نہ ہو۔ صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ ان پر یہ بھی وحی کی گئی کہ ”اے داؤد میری ایک ایسی نیکی بھی ہے کہ جو اسے حاصل کرے گا میں اس کے لئے جنت میں داخل کئے جانے کا حکم کر دوں گا۔“ انھوں نے پوچھا وہ کونسی نیکی ہے، ارشاد ہوا اے داؤدؑ جو مومن اپنے برادر مومن کی حاجت روائی کے لئے سعی اور درود دھوپ کرے گا میں اُسے جنت میں بھیجوں گا۔ وہ چاہے اپنی سعی و کوشش میں کامیاب ہو یا نہ ہو۔ حضرت داؤدؑ پر یہ وحی بھی کی گئی۔ اے داؤد مجھے دوست رکھو اور مجھ سے محبت کرو اور لوگوں کو میری محبت کی طرف مائل کرو۔ پوچھا، مالک میں تو دوست رکھتا ہوں اب لوگوں کو کس طرح تیری طرف مائل کر دوں۔ فرمایا ان کے سامنے میری نعمتوں کا ذکر کرو، وہ خود مجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔

بروایت کتاب سعد السعود ابن طاووس، خداوند عالم نے حضرت داؤدؑ کی طرف وحی کی۔ اے داؤدؑ میں نے اس زمین کو محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے بنایا ہے اور وہی اس کے وارث ہیں (الزبور سورہ ۷۱)۔ اے داؤدؑ اپنی امت سے کہو کہ جو شخص حرام طریقے سے مال جمع کرتا ہے میں اُس کے نماز روزہ کو ٹھکرا دیتا ہوں۔ ان سے کہو کہ تمہارا باپ اگر گناہ پر مکر بستہ ہے تو اُسے چھوڑ دو۔ اور اگر تمہارا بھائی حرام پر اصرار کرتا ہے تو اس سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اے داؤدؑ جب تم دیکھو کہ دنیا نے کسی ظالم کو بہت ادب کیا ہے تو سمجھ لو کہ میں اس پر کسی اس سے بڑے ظالم کو مسلط کر دوں گا یا قیامت کے دن اس پر عذاب الیم نازل کرنے کے لئے دنیا میں اس سے قطع نظر کر دوں گا۔ اے داؤدؑ میں اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مال اور اولاد انسان کے لئے سخت مضرت رساں ہیں۔ اے داؤدؑ عمل صالح مجھ تک پہنچتا ہے۔ اے داؤدؑ لوگ حسب نسب پر فخر کرتے ہیں، انھیں بتاؤ کہ جو لوگ مٹی سے پیدا ہوئے ہیں ان کا حسب و نسب ہی کیا ہے ”انما الحب عنای ہوا لتقویٰ“ میرے نزدیک حسب

تقویٰ کا نام ہے اسے ٹھیک ہونا چاہیئے۔ اے داؤد جو سود کھاتا ہے آخرت میں اس کا دل اور اس کی آنکھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائیں گی۔ اے داؤد بنی اسرائیل کا ایک بڑا گناہ یہ بھی تھا کہ جب کوئی مال دار بڑے سے بڑا گناہ کرتا تھا تو یہ اُسے ٹال جاتے تھے۔ لیکن جب کوئی عزیز معمولی سی بھی خطا کرتا تھا تو اسے سخت عذاب میں مبتلا کرتے تھے۔ اسی لئے ہم نے انہیں مسخ کر دیا۔

عہدِ حضرت داؤد میں واقعہ اصحابِ سبت | تواریخ میں ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ جو بمقام ایلہ قیام پذیر تھا جس کا محل وقوع

مصر اور مدین کے درمیان ہے، جب اس کا فرد اور اس کی نافرمانی ان کے آبائی دستور کے مطابق حد سے بڑھ گئی تو خداوندِ عالم نے ان کو تکم دیا کہ جمعہ کا دن عید کا دن ہے لہذا اس کا احترام کیا کرو اور اس دن کوئی کام نہ کیا کرو۔ اس پر یہودیوں نے کہا کہ یہ دن عید کا ہوگا، تو مسلمانوں کے لئے۔ ہمارے لئے عید کا دن ”ہفتہ“ ہے۔ خداوندِ عالم نے ہفتہ کے دن سیر و تفویح اور شکار وغیرہ سے روک دیا اور خصوصی حکم دیا کہ مچھلی کا شکار نہ کرنا، مگر ان لوگوں نے نافرمانی کی اور اس کی ابتداء اس طرح کی کہ دریا سے دور ہٹ کر اپنے گھروں کے قریب گڑھا کھود کر پانی کی نالی دہاں تک پہنچا دی۔ ہفتہ کو مچھلیوں کے دم میں دھاگہ باندھ دیتے تھے اور اتوار کو اسی نالی میں کھینچ لیتے تھے، پھر اور آگے بڑھے اور یہ کیا کہ گہرے گڑھے کھود کر نالیوں کے ذریعہ سے اسے دریا سے ملا دیا، ہفتہ کو چونکہ مچھلیاں زیادہ آتی تھیں۔ کیونکہ اس دن پانی کا چرٹھاؤ ہوتا تھا۔ لہذا گڑھے بھر جاتے تھے اور کافی مچھلیاں اس میں آکر رہ جاتی تھیں۔ اس طرح ان کے شکار کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر وہ مچھلیاں بیچ بیچ کر مال دار ہو گئے اور عیش و عشرت میں پڑ کر خدا کو بالکل بھول گئے۔ ان کی تعداد بروایت ثعلبی اسی ہزار سے زیادہ تھی جن میں سے ۱۲ ہزار وہ تھے جو ان لوگوں کو ان کی بد حرکتوں سے روکتے تھے۔ باقی نافرمانی کرتے تھے۔ بالآخر خداوندِ عالم نے ایک رات ان سب نافرمانوں کو بندر اور سور بنا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ انہیں بندر سور ہی نہیں بلکہ مختلف جانوروں کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ بروایت بیضاوی ۷۰ ہزار عہدِ داؤد میں اور پانچ ہزار بنی اسرائیل عہدِ حضرت عیسیٰ میں انکارِ ماندہ کے سبب سے مسخ کئے گئے تھے۔ بروایت الجہزائری حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں ان مسوخات کی تسلیوں سے واقف ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ سب انسان منکر ولایت علیؑ بن ابی طالب تھے۔ مناقب بن شہر آشوب میں ہے کہ بے چھلکے کی مچھلی نے اس وقت جب کہ حضرت علیؑ نے ایک سائل کو مطمئن کرنے کے لئے دریا سے آواز دے کر

برآمد کیا۔ حضرت کی دلایت کے منکر ہونے کی سزا میں مسخ ہونے کا اقرار کیا تھا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ان پھیلیوں کو عورتوں کی طرح حیض آتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ چند دنوں کے بعد زبردست بارش ہوئی اور سخت ترین آندھی آئی جس نے ان موجات کو دریا میں دے پھینکا اور سب مر گئے۔ معصوم فرماتے ہیں کہ جبکہ ان لوگوں کا حشر پھیلی کے شکار کے اصرار پر یہ ہوا تو اب خدا ہی جانے کہ ان لوگوں کا حشر کیا ہوگا جنھوں نے فرزندِ فاطمہؑ کو بھوکا پیاسا شہید کیا ہے۔ (نور المبین الجرجانی ص ۴۲)۔

حضرت داؤدؑ کی جانشینی

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت داؤدؑ علیہ السلام نے حکم خدا اپنا جانشین حضرت سلیمانؑ کو بنایا جو کہ آپ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۷۱ میں ہے کہ جب سلیمان جو ان ہوئے۔ حضرت داؤدؑ نے اپنا جانشین بنا دیا۔ تاریخ ابن خلدون حصہ ۱ ص ۲۲۳ میں ہے کہ ”داؤدؑ نے اپنی حکومت کے چالیسویں سال اپنے بیٹے سلیمانؑ کو اپنا ولی عہد بنایا۔ عرسل ثعلبی ص ۱۹۱ طبع مصر میں ہے کہ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے داؤدؑ نبی کے پاس ایک مہر شدہ صحیفہ ارسال فرمایا۔ جس میں چند سوالات تھے۔ داؤدؑ کو حکم دیا گیا کہ تم ان سوالات کا جواب اپنے فرزند سلیمانؑ سے مانگو اگر وہ ان سوالات کا صحیح جواب دے دیں تو انھیں اپنا خلیفہ بنادو، خدا کے حکم کے مطابق حضرت داؤدؑ نے ستر بزرگوں اور ستر جید علماء کو طلب فرمایا اور ان کی موجودگی میں سلیمانؑ سے کہا کہ خداوندِ عالم کا یہ حکم آیا ہے کہ میں تم سے چند سوالات کروں اور صحیح جواب پانے پر تم کو اپنا جانشین بنا دوں۔ جناب سلیمانؑ نے کہا کہ حضورِ والا۔ حکم خداوندی کے مطابق سوالات فرمائیں۔ انشاء اللہ جواب صحیح کی سعی کروں گا۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ (۱) قریب ترین چیز کیا ہے؟ کہا آخرت (۲) بعد ترین چیز کیا ہے؟ کہا ”دنیا میں جو حصول آخرت کی چیز چھوڑ دی جائے (۳) وہ چیز کیا ہے جو پسندیدہ ہوتی ہے۔ ”کہا“ وہ جسم ہے جس میں رُوح ہو (۴) وہ چیز کیا ہے جس سے دشت ہوتی ہے ”کہا“ وہ ایسا جسم ہے جس سے رُوح نکل جائے (۵) بہتر۔ بن چیز کیا ہے جو بہت کم پائی جاتی ہے؟ کہا، یقین ہے (۶) وہ چیز کیا ہے جو بہت زیادہ پائی جاتی ہے؟ کہا، شک (۷) وہ کونسی دو چیزیں ہیں جو قائم ہیں؟ کہا، آسمان اور زمین ہیں (۸) وہ دو کونسی چیزیں ہیں جو دوڑ رہی ہیں؟ کہا، آفتاب اور مانتاب ہیں (۹) وہ دو کونسی چیزیں ہیں جو متصل ہیں؟ کہا، وہ رات اور دن ہیں (۱۰) وہ دو کونسی چیزیں ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں؟ کہا، وہ موت و حیات ہیں (۱۱) وہ کونسی شے ہے جس پر عمل کا نتیجہ ممدوح

ہوتا ہے؟ کہا، وہ غصہ کی حالت میں علم اور بردباری ہے (۱۲) وہ کونسا فعل ہے جس کے کرنے کا نتیجہ مذمت ہے؟ کہا، وہ غضب اور غصہ کی حالت میں حد جاری کرنا ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤدؑ نے اس مہر شدہ صحیفہ کو کھولا جس میں جواب تھا اور لوگوں کو بتایا، علماء نے کہا کہ ایک سوال ہم بھی کرتے ہیں کہا، کرو ”انھوں نے یہ سوال کیا کہ انسان کے جسم میں وہ کونسی چیز ہے کہ جب وہ فاسد ہو جائے تو سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے؟ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا ”هو القلب“ وہ دل ہے جس کا تعلق حیات انسانی اور عقائد سے ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤدؑ منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ کے بعد فرمایا کہ ”ان اللہ تعالیٰ یا صرینی استخلف علیکم سلیمان“۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم پر اپنا خلیفہ سلیمانؑ کو بنا دوں۔ یہ سن کر کچھ لوگ ناراض ہو کر کہنے لگے کہ آپ نے ایک نوجوان کو ہم پر خلیفہ بنا دیا ہے... غرض داؤدؑ نے فرمایا کہ وہ تم میں سب سے زیادہ لائق ہے، اسی لئے ہم نے خدا کے حکم سے اسے خلیفہ بنایا ہے۔ اس کے بعد واضح لفظوں میں نص فرمائی ”ان هذا خلیفقی علیکم من بعدی“ ”یہ تم پر میرے بعد میرا خلیفہ ہے“ تاریخ ابن واضح الیعقوبی ج ۱ صفحہ ۲۵ میں ہے کہ جب حضرت داؤدؑ اپنے فرزند حضرت سلیمانؑ کو اپنا خلیفہ بنانے لگے۔ تو ان کے ایک لڑکے نے جس کا نام ادونیاس تھا کہا کہ میں زیادہ حق دار ہوں لہذا مجھے خلیفہ بنایا جائے حضرت داؤدؑ نے انیمان اصحاب کی موجودگی میں سلیمانؑ کو منبر پر بٹھا کر خلافت کا اعلان واضح کر دیا اور فرمایا ”هکذا اعلمنی اللہ ان یملک سلیمان ابنی“ ”خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے بیٹے، سلیمانؑ کے حوالہ مملکت کو کر دوں، اسی بنا پر میں نے ایسا کر دیا۔ ابن واضح کہتا ہے کہ اس وقت سلیمانؑ کی عمر بارہ سال کی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی جانشینی ہی کے مطابق حضرت رسول کریمؐ کی جانشینی بھی عمل میں آئی، لیکن قدرے تفادیت کے ساتھ حضرت داؤدؑ نے حضرت سلیمانؑ سے علمی سوالات کر کے لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ حضرت رسول کریمؐ نے حضرت علیؑ کی علمی حیثیت پر انا صدینۃ العلم وعلی با بھا وغیرہ کہہ کر پہلے ہی مطمئن کر دیا تھا، لیکن جس طرح حضرت سلیمانؑ کی خلافت کے بارے میں لوگوں کو قلبی اختلاف تھا اور وہ یہ چاہتے تھے کہ ہم یا ہمارے منشاء کے مطابق خلیفہ بنایا جائے۔ انھوں نے اختلاف کیا جس کا جواب دیتے ہوئے حضرت داؤدؑ نے نص کر دی کہ یہی خلیفہ میرا ہے۔ اسی طرح حضرت علیؑ کی خلافت سے بھی بعض خود غرض لوگوں کو اختلاف تھا۔ لیکن انھوں نے کمال سیاست کی وجہ سے اس وقت جب کہ رسول کریمؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا تھا، من کنت مولاه

فہذا علی مولانا جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی بھی مولا ہے تو ان لوگوں نے مخالفت کرنے کے بجائے ”بخ بخر لک یا بن ابی طالب اللہ“ مبارک ہو مبارک ہو تم کو اے علی بن ابی طالب، بیشک تم ہمارے اور جملہ مومنین و مومنات کے ولی بنا دیئے گئے۔ لیکن جب یہ موقع گزر گیا اور رسول کریم دنیا سے رخصت ہو گئے تو معاً بعد منصب خلافت پر قبضہ کر لیا۔ مجمع البحرین میں ہے کہ خلافت پر قبضہ اس منصوبے کے مطابق کیا گیا تھا جو پانچ افراد نے بیٹھ کر غدیر خم کے واقعہ کے بعد خانہ کعبہ میں تیار کیا تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ”چودہ سارے“

حضرت داؤد کی مدتِ عمر
وفات اور ان کا مدفن

ذمہ یہ کام تھا کہ وہ رات کے وقت گھر کے تمام دروازوں کو مقفل کر کے حضرت داؤد کو کنبجیاں دے دیا کرے اور خود سو جائے، ایک رات کو اس نے حسب معمول دروازوں میں تالے لگانے کے بعد حضرت داؤد کو کنبجیاں دینے کے لئے ان کے کمرہ خاص میں گئی اور کنبی دے کر جب واپس صحنِ خانے میں پہنچی تو دیکھا کہ ایک جوان وسط خانہ میں کھڑا ہے، اس نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور کس طرح اس گھر میں داخل ہوئے اور اجازت کیوں نہیں لی۔ یہ تو ایک عظیم نبی اور ایک بہت بڑے بادشاہ کا گھر ہے۔ اس نے کہا کہ میں وہ ہوں جس نے کبھی کسی سے اجازت داخلہ نہیں لی۔ میں بڑے بڑے بادشاہ ہوں کے گھر دل میں اسی طرح بلا اجازت اور بغیر اطلاع داخل ہوا کرتا ہوں۔ حضرت داؤد نے اپنے عبادت خانے سے ان دونوں کی باتیں سنیں اور اندر بلایا اور پوچھا کہ اے ملک الموت کوئی خبر لائے ہو یا پیغام موت، کہا قبضِ روح کے لئے آیا ہوں۔ حضرت داؤد نے فرمایا کہ بھائی پہلے سے اطلاع تو کر دیتے تاکہ میں اپنی روح کے ذریعہ سے تمہارے خیر مقدم کے لئے تیاری کر لیتا ملک الموت نے کہا کہ ہم تو تمہیں بار بار اطلاع کرتے رہے ہیں اور بتاتے رہے ہیں کہ غریب ہم آنے والے ہیں۔ کیا ہم نے تمہارے باپ، تمہاری ماں، تمہارے بھائی، تمہارے پڑوسی کی روح قبض نہیں کی، بے شک کی ہے اور یہی ہمارے پیغامات تھے۔

الغرض حضرت داؤد علیہ السلام نے بروایت البیہقی چالیس سال سلطنت کرنے کے بعد بروایت طبری سو سال کی عمر میں، بروایت الجرائری ہفتہ کے دن۔ بروایت قصص طہرائی حضرت عیسیٰ سے ۲۱۸۲ سال قبل بیت المقدس میں انتقال کیا اور بروایت ابن خلدون

بیت اللحم (فلسطین) میں دفن ہوئے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ جس دن آپ کو دفن کرنے کیلئے جا رہے تھے۔ سخت دھوپ تھی اور انتہائی گرم لُچل رہی تھی حضرت سلیمانؑ نے پرندوں کو حکم دیا، انھوں نے پرندوں کا سایہ کیا، لوگوں کی پریشانی دور ہو گئی۔ ناسخ التواریخ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ چالیس ہزار علماء و اکابر نے جنازے میں شرکت کی، عوام کی تعداد خدا ہی جانے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت داؤدؑ کی تکفین ہو چکی اور ان کو قبرستان لے جانے کے انتظامات مکمل ہو چکے تو ایک پرندہ کے ذرا سا ہٹ جانے کی وجہ سے دھوپ کی تھوڑی سی شعاع حضرت داؤدؑ کے کفن پر پڑ گئی، حضرت سلیمانؑ اسے دیکھ کر بے چین ہو گئے اور فوراً اس کا بندوبست کیا۔ (حیوۃ المیوان)۔

حضرت داؤدؑ کی ازدواج و اولاد

تورخ ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) کی تاریخ کے حصہ اول ص ۲۲۷ کے حاشیہ میں ہے کہ ”داؤدؑ کے ننانویں بیویاں تھیں اور ہزار ہا دربان تھے۔ آپ نے باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک روز دربار کرتے تھے اور ایک روز عبادت الہی میں مصروف رہتے تھے اور ایک روز غلوت خاص میں رہتے تھے، ان پچھلے دو دنوں میں کوئی ان کی خدمت میں نہ جاسکتا تھا“

میرے نزدیک ان کا یہ بیان حد درجہ مہمل ہے۔ انھوں نے حضرت داؤدؑ جیسے نبی کی شخصیت کو ننانوے کے پھر میں ڈال دیا ہے۔ ایک وہ نبی جس کو خدا نے خاص طور پر فرمایا۔ انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔ اے داؤدؑ ہم نے تجھیں زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس کی ننانوے بیویاں تھیں اسے عقل قبول نہیں کرتی۔ کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ وہ عام دنیاوی بادشاہوں کی طرح عروس ہوس سے ہمکنار تھے پھر ان کا یہ فرمانا کہ وہ ایک دن عبادت کرتے تھے، ایک دن دربار لگاتے تھے۔ ایک دن غلوت خاص میں رہتے تھے۔ یعنی ایک پورے دن بیویوں کے ساتھ مشغول رہتے تھے۔ ان کی عصمت پر حرف لاتا ہے۔ کیونکہ جس دن وہ عورتوں سے مشغول رہتے تھے۔ یقیناً عبادت خداوندی سے غافل رہتے تھے اور یہ چیز یقیناً منافی عصمت ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ان کے ننانوے بیویاں تھیں تو ان بیویوں کے نام ان کی اولاد کا ذکر بھی تو کسی نہ کسی تاریخ میں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن مجھے کسی بھی تاریخ میں اس کی تفصیل نہیں ملی۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے صرف آٹھ بیویاں تھیں۔ ایک روایت کی بنا پر ان میں کم از کم بھی شامل تھیں۔ تورخ ابن واضح المتوفی ۲۹۲ھ لکھتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کی بیویاں تھیں

(۱) شقیوم (۲) اریخا بل (۳) موخا (۴) دعات (۵) اہیطال (۶) اغلا (۷) میخیل (۸) برسابت ایات وہ لکھتا ہے کہ انکی چھ بیویوں سے چھ لڑکے تھے اور میخیل بنت طالت سے کوئی اولاد نہ تھی اور برسابت ایات سے حضرت سلیمان تھے۔ بروایت وضعتہ الصفا اسکے لہن سے ایک لڑکا تھا جسکا نام ”سلوم“ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ انکے انیس اولاد تھے۔ اس سے زیادہ کی کوئی روایت میری نظر سے نہیں گزری اگر انکی بیویاں ننانو ہوتیں تو ابن واضح کی وضاحت کے توازن سے انکے کم از کم ۱۹۹ اولاد بھی ہوتی۔ اگر ننانو سے نہ ہوتی تو اسی کے لگ بھگ ہوتی اور ان کا کچھ نہ کچھ تذکرہ تواریخ میں ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہے، لہذا معلوم ہوا کہ ان کی بیویاں آٹھ سے زیادہ نہ تھیں اور ان میں کنیزیں بھی شامل تھیں۔

حضرت لقمان حکیم کے حالات | مؤرخین کا بیان ہے کہ خداوند عالم نے

دیا تھا، یہ بارشا و رسول کریم نبی نہ تھے، لیکن خدا نے انھیں گناہوں سے محفوظ رکھا تھا۔ (العرائس) خداوند عالم نے خصوصی طور پر قرآن مجید میں ان کا ذکر فرمایا ہے: ”لقد اتینا لقمان الحکمة“ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی ہے۔ ثعلبی کا بیان ہے کہ حکمت سے علم، عقل، عمل اور اصابت رائے مراد ہے، بروایت ثعلبی ان کا پیشہ تجارت تھا۔ تاریخ الحکماء امام محمد بن محمود شہر زوری میں ہے کہ یہ قریہ نوبہ میں پیدا ہوئے تھے جو حبش کا ایک علاقہ تھا۔ اسی وجہ سے سیاہ فام تھے۔ طبری میں ہے کہ حضرت داؤد کو نبوت ملنے کے تیسرے سال ان کو حکومت عطا ہوئی تھی اور یہ عہد حضرت یونس تک زندہ رہے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے نبوت کے بدلے حکمت حاصل کی تھی۔ حضرت لقمان کے سلسلہ نسب میں بنی رادیلوں کے تین علیحدہ علیحدہ بیان ہیں۔ محمد بن اسحاق بن یسار کہتے ہیں کہ تاریخ کی اولاد سے تھے جو کہ حضرت ابراہیم کے والد تھے۔ وہب کا کہنا ہے کہ یہ حضرت یونس کی خالہ کی بہن کے بیٹے تھے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ یہ حضرت ایتوب کی خالہ کے بیٹے تھے۔ پہلی روایت کی بناء پر ان کا سلسلہ نسب یہ تھا۔ لقمان بن باعور بن ناحور بن تاریخ۔ ایک روایت کی بناء پر ان کا نسب یوں تھا لقمان بن باعور بن ازو بن خالہ ایتوب علیہ السلام واللہ اعلم بالصواب۔ (العرائس ص ۱۹۴)۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ انھوں نے شام میں سکونت اختیار کر لی تھی، وہیں ان کو کسی رئیس نے خرید لیا تھا۔ جب ان سے علم و حکمت کی حیرت انگیز باتیں ظاہر ہوئیں تو اس رئیس نے جس کا نام بروایت ناسخ التواریخ ”تقین بن خسر“ تھا، انھیں آزاد کر دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آزادی کے بعد موصل چلے گئے تھے۔ ان کی آزادی کے متعلق تین روایتیں ہیں۔

پہلی روایت یہ ہے کہ ان کے خواجہ نے ایک بار جو اُکھلنے میں اپنے مقابل سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جو مار جائے گا اُسے اس بہتے ہوئے دریا کا سارا پانی پینا پڑے گا اور اگر نہ پنی سکے گا، تو اُسے اپنا نصف مال دینا پڑے گا، اتفاقاً اُن کا خواجہ مار گیا تو جیتنے والے نے شرط پوری کرنے کو کہا۔ خواجہ نے ہمت مانگی۔ بالآخر گھر آیا اور سخت متفکر تھا کہ حضرت لقمانؑ نے سبب پوچھا تو بتایا کہ یہ واقعہ ہے۔ حضرت لقمانؑ نے فرمایا کہ مجھے اس کے پاس لے چلو۔ جب یہ وہاں پہنچے تو اس سے کہا کہ سنو یہ ممکن نہیں کہ جب سے دریا جاری ہے اور جب تک جاری رہے گا سارا پانی پینا شرط میں شامل ہو لامحالہ شرط کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ جو پانی شرط کے وقت دریا میں رہا ہو اُسے مارنے والا پیئے گا۔ اس نے کہا ہاں یہی مقصد تھا۔ خواجہ کو چاہیئے کہ وہی پانی پی لے۔ حضرت لقمانؑ نے فرمایا کہ ہمارا خواجہ اس پانی کو پینے کے لئے تیار ہے، اب تمہارا کام یہ ہے کہ تم اسی پانی کو لا کر حاضر کرو، جو دریا میں بوقت شرط موجود تھا۔ وہ پانی نہ لاسکا اور اُن کے خواجہ کا چھٹکارا ہو گیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کے خواجہ نے کہا مجھے گو سفند کے اس جگہ کا گوشت پکوا کر کھلاؤ، جو اس کے جسم میں سب سے بہتر ہو، آپ نے زبان اور دل پکوا کر حاضر کیا۔ پھر کہا کہ اس کے جسم میں جو سب سے بدتر گوشت ہو اب وہ کھلاؤ، آپ نے پھر زبان اور دل حاضر کیا اس نے کہا کہ جب اچھا گوشت مانگا تو زبان اور دل لائے اور جب بُرا گوشت مانگا تو زبان اور دل لائے یہ کیا بات ہے؟ فرمایا کہ جب یہ دونوں صبح ہوں تو بہترین ہیں اور جب یہ دونوں غلط روش اختیار کریں تو بدترین ہیں۔ تیسری روایت یہ ہے کہ خواجہ نے انھیں اپنے کھیت میں تل بونے کا حکم دیا، انھوں نے جا کر جو بودیتے جب اسے معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ میں نے تل بونے کو کہا تھا تم نے جو کیوں بودیتے انھوں نے فرمایا کہ بویا تو جو ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ اس سے تل ہی اُگے گا۔ پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا کہ جس طرح توانہائی گناہ کرنے کے بعد یقین رکھتا ہے کہ جنت میں جائے گا۔ یہ سن کر اس نے گناہ چھوڑ دیا، اور انھیں آزاد کر دیا۔

حضرت لقمانؑ کے بعض نصائح

بروایت "جنات الخلود" حضرت لقمانؑ حکمت ملنے کے بعد ابتدائے عہد سے

آخری زندگی تک کرمش میں قیام پذیر رہے جو موصول کا ایک قریہ ہے۔ آپ کی زبان لوگوں کی عام زبان سے مختلف تھی۔ جب آپ ان کی زبان نہ سمجھنے کی وجہ سے گھبرا جاتے تھے۔ تو خلوت میں چلے جاتے تھے اور اپنے لڑکے کو جس کا نام بروایت روضۃ الصفا "تاران" تھا

کو اپنے پاس بٹھالیتے تھے اور نصیحتیں فرمایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے فصاح بے شمار تھے۔ جنات الخلو میں ہے کہ انھوں نے سات ہزار نصیحتیں فرمائی ہیں۔ ان کے فصاح کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ اے فرزند خدا کی ذات میں شریک نہ کرنا۔ کیونکہ شرک بہت بڑا گناہ ہے۔ اے فرزند نیکی اور بدی چاہے رات کے دانے کے برابر کیوں نہ ہو اور وہ پتھر کے نیچے یا زمین میں کہیں یا آسمان میں چھپی ہوئی کیوں نہ ہو۔ قیامت میں سامنے لائی جائے گی اور تم سے اس کا حساب ہوگا۔ اے فرزند نماز سے غفلت نہ کرنا اور پابندی کے ساتھ اسے پڑھنا، لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرنا اور انھیں برائیوں سے روکنا۔ مصیبتوں اور بلاؤں میں صبر کرنا۔ کیونکہ انسان کے لئے یہ چیزیں لازمی ہیں۔ تکبر کبھی نہ کرنا اور لوگوں سے اپنا رخ تکبر کی وجہ سے نہ پھیرنا۔ زمین پر اکر نہ چلنا جس سے گفتگو کرنا لہجے میں نرمی اختیار کرنا کیونکہ بدترین آواز گدھے کی ہے۔ عرائس ثعلبی میں ہے۔ اے فرزند! اچھوں کی قربت حاصل کرنا اور برؤں سے دور رہنا، صبر کی عادت ڈالنا، اخلاق بلند رکھنا۔ جھوٹ کبھی نہ بولنا، درندہ ذلیل ہوگے۔ اے فرزند اولیٰ شب میں سفر سے پرہیز کرنا اور نصف شب سے آخر شب تک تعریس اور جماع سے اجتناب کرنا۔ سفر میں روزمرہ کی چیزیں ساتھ رکھنا جیسے عصا اور سونے ڈورا وغیرہ اور کچھ ضروری دوائیں بھی ہمراہ رکھنا۔ جس چیز کی دوسروں کو نصیحت کرنا اس پر خود بھی عمل کرنا ورنہ تمھاری مثال چراغ جیسی ہوگی۔ وہ جلتا ہے اور لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ چھوٹے گناہ نہ کرنا ورنہ بڑے بھی کرو گے۔ ناسخ التواریخ میں ہے اے فرزند لوڑھوں سے مشورہ کیا کرنا۔ اے فرزند لوگوں پر فقرے چست نہ کرنا ورنہ تم سے دشمنی کریں گے۔ کسی کے ساتھ برائی نہ کرنا ورنہ خود بھی ذلیل ہو گے۔ اے فرزند مسائلی کا بہت بڑا بار ہے اس کا خیال رکھنا۔ اے فرزند دوست کو مصیبت کے وقت آزمانا۔ اے فرزند تم پر جو احسان کرے اُسے یاد رکھنا اور تم پر جو احسان کسی پر کرنا اُسے بھلا دینا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ اے فرزند خاموشی کی عادت ڈالنا تاکہ زبان کے شر سے بچے اور اگر کوئی تمھاری جھوٹی تعریف کرے تو تم خوش نہ ہونا کیونکہ جاہل کی تعریف سے خزن، گہر نہیں بن سکتا۔ اے فرزند برؤں سے ٹکرنے لینا اور چھوٹوں کو ذلیل نہ سمجھنا۔ ایک روایت میں ہے۔ اے فرزند اگر تم اپنے لئے ہزار دوست بنا لو تو یہ کم ہے اور اپنا ایک دشمن بنا لو تو یہ بہت زیادہ ہے۔ اے فرزند! خدا کے رازق ہونے پر یقین رکھو، جس نے لطفِ مادر میں آغوشِ مادر میں اور بچپن میں روزی دی، وہی آخر تک دے گا۔ اے فرزند تیرے لئے عقلا کی زبرد و توینح جہلام کی خوشبو سے بہتر ہے۔ اے فرزند تم جو نہیں جانتے اُسے علمار سے پوچھو اور جو

جانتے ہو اُسے جہلاء تک پہنچاؤ۔ اُسے فرزند چار چیزوں کی جواب دہی کے لئے تیار رہو، تم سے قیامت میں پوچھا جائے گا کہ جوانی میں کیا کیا۔ عمر کہاں صرف کی، مال کہاں سے حاصل کیا اور اسے کہاں صرف کیا۔ اُسے فرزند اپنی زوجہ کو راز دار نہ بناؤ، اپنے دروازے پر اپنی بیٹھک نہ بناؤ۔ عورتیں ٹیڑھی ہڈی کی مانند ہیں اگر سیدھی کرنے کی کوشش کرو گے تو ٹوٹ جائے گی۔ اُسے فرزند عورتوں کی چار قسمیں ہیں۔ دوا بھی اور دوا بُری۔ اچھی یہ ہیں (۱) عزت والی شوہر پرست، صبر و شکر کرنے والی (۲) ولود، شوہر پرست اور شوہر کے رشتہ داروں کی خدمت کرنے والی، صبر و شکر کرنے والی۔ جو بُری ہیں وہ یہ ہیں (۱) اپنی قوم میں ذلیل شوہر سے جھگڑنے والی (۲) صبر و قناعت نہ کرنے والی، شوہر کو رسوا کرنے والی، معمولی بات پر رونے والی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت لقمانؑ نے اپنے فرزند کو نصیحتیں کرنے کے بعد کہا کہ اُسے فرزند سب نصیحتوں کا خلاصہ یہ ہے (۱) دریا بہت ہی گہرا (اور طویل) ہے۔ اس کے لئے اپنی کشتی بہت مضبوط بناؤ (۲) سفر آخرت کے لئے (اپنے کو گناہوں سے) نہایت سبک رکھو۔ (۳) سفر بڑا طویل ہے اس کے لئے زاوراہ بہت زیادہ فراہم کرو اور عمل میں کمال غلوں پیدا کرو، کیونکہ قبول کرنے والا بڑا دانا و بینا ہے۔

حضرت لقمانؑ اور جبرطی بوطیوں کی خاصیتیں | جنات الخلود میں ہے کہ حضرت لقمانؑ جس جبرطی بوطی کے قریب

سے گزرتے تھے تو وہ اُن کو سلام کرتی تھی اور اپنی خاصیت اُن سے خود بیان کرتی تھی۔ میرے خیال میں اس خدائی کرم گسٹری سے محققین اطباء کو بڑا فائدہ پہنچا ہو گا اور بڑی سہولت پیدا ہو گئی ہوگی۔

نور و ظہور

حمد و لغت و منقبت و سلام اور ذکر مصائب اہلبیت الہبار پر مشتمل الحاج پروفیسر سید فیض الحسن صاحب فنضی کے منظوم خیالات کا حسین نگار۔ ”نور و ظہور“ ہمارے شعروادب کی دنیا میں ایک غیر فانی اور قابل قدر اضافہ ہے۔ کاغذ و کتابت بہترین۔ آفٹ چھپائی حجم ۱۷۶ صفحات ساٹھ ۱۸x۲۳۔ سرورق رنگین۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ: امامیہ کتب خانہ۔ مغل جوبلی۔ اندون پوچھید وازہ لاہور

باب ۲۹

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام بنی خدا حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند تھے۔ ان کی والدہ حضرت کا نام بروایت ناسخ التواریخ بتیشیع بنت اخغام و بروایت طبری لبانہ بنت الیاس و بروایت الیعقوبی برسباہ بنت الیات تھا۔ یہ خدا کے برگزیدہ بنی تھے اور اسی طرح منصوص معصوم افضل زمانہ اور اعلم عصر تھے جس طرح دیگر انبیاء خدا ہوا کرتے تھے۔ انھیں اگرچہ خدا نے ساری کائنات ارضی کا بادشاہ بھی بنایا تھا، لیکن انھوں نے عظیم بادشاہت کے باوجود دنیاوی بادشاہوں کی طرح لوگوں پر ظلم نہیں کیا اور کسی امر میں خداوند عالم کی نافرمانی نہیں کی۔ وہ عیش و عشرت سے ہمیشہ دُور رہے۔ فقرائے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ ساری رات عبادت خدا میں بسر کیا کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے گزر اوقات کا ذریعہ بروایت روضۃ الصفا ”زنبیل“ بننا قرار دیا تھا۔ بروایت حیات القلوب حضرت سلیمان ختم شدہ پیدا ہوئے تھے۔ بروایت الیعقوبی انھیں بارہ سال کی عمر میں نبوت اور حکومت ملی تھی۔ ابن خلدون نے بائیس سال لکھا ہے۔ علامہ جزائری نے تحریر فرمایا ہے کہ انھیں ۱۳ سال کی عمر میں بادشاہت ملی تھی اور انھوں نے چالیس سال حکومت کی تھی۔ نورالمبین قصص الجزائری ص ۱۳۷۔

حضرت سلیمان بروایت قصص طہرانی بمقام ”دُلاش“ پیدا ہوئے تھے، بروایت طبری وہ اس جہاں چشم کے باوجود خوشنودی خدا کے لئے جو کی روٹی کھاتے تھے، وہ بروایت قصص جزائری نورالمبین، مہانوں کی بڑی قدر کرتے تھے۔ ان کا اصول تھا کہ مہانوں کو سفید روٹی (پراکھا) اور اپنے اہل و عیال کو سیاہ روٹی (دلاکھی کی) کھلاتے تھے اور خود جو کی روٹی کھاتے تھے۔ الجزائری میں یہ بھی ہے کہ وہ راتوں رات عبادت کرتے تھے اور ساری رات خوفِ خدا سے رویا کرتے تھے۔ عزیزب نوازی ان کا شیوہ تھا۔ خانہ کعبہ پر سب سے پہلے غلاف انھیں نے چڑھایا تھا۔ (حیات القلوب ۱)۔

حضرت سلیمانؑ کا حلیہ | امام شعبی و ہیثم بن منبہ اور کعب الاحبار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ گورے رنگ اور دھیرے بدن کے

تھے۔ حسین و جمیل تھے۔ ان کے بدن پر کافی بال تھے۔ سفید لباس پہنتے تھے۔ بڑے خضوع و خشوع والے تھے۔ غریبوں کو بہت دوست رکھتے تھے اور اکثر ان کے پاس بیٹھ رہتے تھے کسی کے باوجود ان کے والد اکثر امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

حضرت سلیمانؑ کا نسب نامہ | علامہ عبدالرحمن ابن خلدون نے آپ کا نسب نامہ یہ لکھا ہے۔

سلیمان ابن داؤد بن ایشا بن عوفیند بن افسان (بوعمر) بن مسلمون بن بخشون بن عنیداب بن رام بن حصرون بن یارص بن یہودا بن یعقوب علیہ السلام۔ طاووت بھی جناب یعقوبؑ ہی کی اولاد سے تھے، ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ طاووت بن قیس بن ایل ابن صارو بن تحارث بن افیاح بن بنیامین بن یعقوب علیہ السلام۔ طاووت کا اصل نام شاؤل تھا۔ انھیں خدا نے بنی اسرائیل کا پہلا بادشاہ بنایا تھا۔

حضرت سلیمانؑ کی تخت نشینی اور تعمیر بیت المقدس و مسجد اقصیٰ | مؤرخین کا بیان ہے کہ جب حضرت داؤدؑ کی عمر کا آخری حصہ آیا تو آپؑ نے اپنا جانشین حضرت سلیمانؑ کو حکم خدا بنا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤدؑ

کی عمر کا جب آخری زمانہ آیا تو حضرت جبریلؑ ایک صندوق آسمان سے حضرت داؤدؑ کے پاس لائے اور ان سے کہا کہ آپ اپنے فرزندوں کو بلا کر ان سے پوچھیں کہ اس صندوق میں کیا ہے؟ جو بتا دے اسی کو اپنا خلیفہ بنا دیجئے۔ حضرت داؤدؑ نے سب سے دریافت کیا، لیکن حضرت سلیمانؑ کے علاوہ کسی نے کچھ نہ بتایا۔ سلیمانؑ نے کہا کہ اس میں ایک انگشتری ہے ایک تازیانہ ہے اور ایک سوالیہ ہے۔ جب صندوق کھولا گیا تو اس میں یہی چیزیں تھیں۔ پھر جبریلؑ نے کہا کہ ان مسائل کے جواب سب سے مانگو۔ حضرت داؤدؑ نے ان لوگوں سے سوالات کر کے جوابات طلب کئے حضرت سلیمانؑ کے علاوہ کسی نے جواب نہ دیا۔ بالآخر حضرت سلیمانؑ کو حضرت داؤدؑ کا جانشین بنا دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤدؑ علیہ السلام حضرت سلیمانؑ کو اپنا جانشین بنانے کے بعد انتقال فرما گئے۔ بتان فقیہہ ابواللیث میں ہے کہ حضرت داؤدؑ کی عمر ایک سو ستر سال کی تھی اور ان کی قبر بیت المقدس میں ہے۔

بہاں تخت و تکیہ پذیر و زوال | بحر ملک فرماندہ لایزال
بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ تخت سلطنت پر بیٹھے اور انھوں نے وہ انگشتری

ماٹھ میں پہنی جو حضرت جبریل لائے تھے تو اُسی وقت پرندے صف بستہ سر پر سایہ لگن ہو گئے۔ دوش گروہ درگروہ صحرا سے آنے لگے۔ جن وغیرہ سب حاضر ہو گئے۔ زمین پر قننی چمیں بھیس سب تابع فرمان ہو گئیں اور خود زمین بھی مطیع و فرمان بردار ہو گئی۔ جدھر سے حضرت سلیمان گزرتے تھے زمین آواز دیتی تھی کہ دینے میرے سینے میں ہے اسے نکال لیجئے جس دریا کی طرف سے گزرتے تھے تو دریا سے آواز آتی تھی کہ جواہرات میری آغوش میں ہیں۔ چنانچہ وہ جوتوں کے ذریعے سے سب کچھ نکلوا لیا اور سارے عالم کی حکومت سلطنت کے مالک ہو گئے۔

تورخ ابن خلدون لکھتا ہے کہ حضرت سلیمان نے اپنی سلطنت و حکومت کے چوتھے سال سے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی یہ تعمیر آپ کے آخر زمانہ حکومت تک برابر جاری رہی تھی۔ اپنے آخری زمانے میں شہر اظہار کی تعمیر کر کے شہر ”قننہ“ آباد کیا۔ اثنائے تعمیر میں بادشاہ مصر سے آپ نے کوہ لبنان سے لکڑیوں کے کاٹنے میں مدد چاہی۔ کوہ لبنان پر لکڑی کاٹنے والوں کے لئے سالانہ بیس ہزار کھانا اور اسی قدر زیت جاتی تھی۔ لکڑی کاٹنے والوں کی تعداد ستر ہزار تھی اور پتھر کی کان سے پتھر نکالنے والوں کی تعداد اسی ہزار اور اس کے درست کرنے والوں کی تعداد ستر ہزار تھی۔ اور ان سے کام لینے والے افسر (۳۳۰۰) تھے۔ اس کے بعد حضرت سلیمان نے مسجد بنوائی اس کی بلندی ایک سو ماٹھ اور لمبائی ۶۰ ماٹھ اور چوڑائی بیس ماٹھ تھی۔ اور اس کا اندرونی حصہ سونے سے منڈھ دیا تھا اور میکمل بنوایا تھا اور اس کے دروازے صنوبر کی لکڑی کے تھے اور ان پر پھول پتیوں کے نقش و نگار کے علاوہ کرونیوں کی صورتیں بھی بنائی گئی تھیں اور یہ سب سونے کے پتروں سے منڈھے ہوئے تھے۔ اس میکمل کی تعمیر سات برس میں تکمیل کو پہنچی اور اس کا ایک دروازہ سونے کا بنایا گیا، اس کے بعد ایک بیت السلام صنوبر کے کھمبول کے چار تنبلوں پر بنایا جس کی ہر صف میں پندرہ پندرہ کھمبے تھے اور اس میں دو سوترس (ڈھال) اور تین سو درقہ (ڈکڑے) سونے کے رکھے۔ ہر ترس میں چھ چھ سواعلیٰ درجے کے زرد تھے اور ہر ٹکڑے میں تین تین سو یا قوت تھے۔ اسکے بعد انھوں نے ایک مکان بنوایا جس کا نام ”مخیمۃ البیان“ تھا اور اپنے بیٹھنے کے لئے ایک منبر بنوایا اور بہت سی گریاں تیار کرائیں جو دزدانِ فیل کی بھیس اور ان پر سونا منڈھا ہوا تھا۔ اسکے بعد اس بنا پر ایک مکان فرعون مصر کی لڑکی کے لئے بنوایا جس سے حضرت سلیمان نے نکاح کر لیا تھا اور شہرِ مصر کے معروف و مشہور صناعتوں سے اس گھر کے مصارف کے لئے تانبے کے برتن بنوائے اور مذبح (قربان گاہ) اور مادہ (منبر) بیت المقدس میں سونے کا تیار کرایا اور پانچ منبر میکمل کے دائیں جانب کے لئے اور پانچ بائیں جانب کے لئے طلائی سامان اور انکلیٹھیوں کے ساتھ بنوائے اور وہ فقری اور طلائی برتن جو اس مقدس مکان کے لئے جناب موصوف تک بذریعہ راشت پہنچے تھے

اس پاک مکان میں لا کر رکھے اور آپ کے فرمانے سے رؤسا اسباط و کاہنین تابوت عہد (شہادت) کو مقام صیہون (قریہ داؤد) سے اٹھالائے اور اُسے اس مکان میں کر دیوں کی تصویروں کے بازوؤں کے نیچے مسجد اقصیٰ میں رکھا۔ تابوت عہد میں دو لوحین پتھر کی تھیں جنہیں جناب موسیٰؑ نے الواح منکسرہ (ٹوٹی ہوئی لوحوں) کے عوض بنوایا تھا۔ رؤسا اسباط و کاہن تابوت عہد کے ساتھ قبۃ قربان (کفارہ کا سرپوش)، اور اس کے ظروف بھی مسجد میں اٹھالائے۔

جشن تعمیر بیت المقدس مؤرخ ابن خلدون لکھتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک متعینہ دن مذبح کے رُوبرو کھڑے ہوئے اور اس خوشی میں بنظرِ تقرب الی اللہ بائیس ہزار گایوں کی قربانی کی۔ اس کے بعد ہر سال تین مرتبہ قربانی کرتے تھے اور بخور دیتے تھے۔ قربانی اور تحفوں کے علاوہ ہر سال چھ سو چھیاسٹھ قطار سونا بیت المقدس پر چڑھاتے تھے۔

مؤرخ ہردی روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ نے تعمیر کے بعد ”جشن عظیم ترتیب دادہ“ ایک عظیم جشن ترتیب دیا۔ جس میں علماء و زعماء بنی اسرائیل کو جمع کر کے کہا کہ یہ جگہ صرف عبادت کیلئے بنائی گئی ہے۔ اسے کبھی نہ بھولنا کہ اس میں علماء و فضلاء کا تسلط رہنا چاہیئے۔ بروایت یعقوبی یہ جشن چودہ یوم جاری رہا۔ قصص الجزائری نور المبین ص ۴۱۵ میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے تعمیر بیت المقدس کی تکمیل کے فوراً بعد عید منائی۔ بروایت روضۃ الصفا اس میں اس قدر جواہر لگے تھے کہ رات کے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دن ہو۔

یعقوبی ص ۴۱۵ میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے بارہ وکیل تھے جو ان کے نفقاتی امور کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

حضرت سلیمانؑ کے خصوصیات حضرت سلیمانؑ کے لئے خداوندِ عالم نے کچھ ایسے خصوصیات متعین فرمائے تھے جو دنیا میں کسی کو نصیب نہیں ہوئے۔ ان خصوصیات میں سے چند خصوصیتیں بڑی نمایاں تھیں مثلاً خداوندِ عالم نے ان کے لئے ہوا کو مسخر کیا تھا اور ان کی حکومت انسانوں، حیوانوں، جنوں اور تمام پرندوں پرندوں اور حشرات الارض پر قائم کی تھی۔ نیز ان میں یہ صلاحیت عطا کی تھی کہ وہ ہر جانور کی زبان سے واقف تھے، اور تمام مخلوقات سے بات چیت کیا کرتے تھے۔ ان کی ایک خصوصیت قدرتی یہ قرار دی جاتی ہے کہ ان کے ہاتھوں سے بیت المقدس کی تعمیر کرائی تھی۔ امام تعلبی عرائس میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت داؤدؑ کی سلطنت کو گیارہ سال گزر گئے تو انھوں نے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی اور اس میں اس درجہ انہماک سے کام لیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں قد آدم دیوار کی بلندی ہو گئی۔

حضرت داؤدؑ اور اشرف بنی اسرائیل اپنے کندھوں پر اینٹیں اٹھاتے تھے۔ ابھی تعمیر کی بلندی قد آدم تک ہی ہوئی تھی کہ خداوند عالم نے حکم دے دیا کہ اب اس کی تعمیر روک دو۔ اس کی تکمیل تھا تو فرزند سلیمانؑ کرے گا۔ حکم خداوندی آتے ہی حضرت داؤدؑ نے تعمیر روک دی اور اسی میں عبادت کا بندوبست کیا۔ جب تک حضرت داؤدؑ زندہ رہے اسی میں عبادت ہوتی رہی جب وہ انتقال فرما گئے اور حضرت سلیمانؑ سلطنت کے مالک ہوئے تو انھوں نے تعمیر شروع کی اور اس سلسلہ میں انھوں نے تمام جنوں کو جمع ہونے کا حکم دیا جب سب جمع ہو گئے تو انھوں نے تعمیر بیت المقدس کا پروگرام بنایا اور سب کے ذمہ کام لگادیا۔ جو جس کا اہل تھا اس کے اسی قسم کا کام سپرد کیا۔ بعض وہ بن تھے جن کو معادن ارضی سے جواہرات لانے کا حکم دیا۔ بعض کے ذمہ عجائب و غرائب قسم کے پتھر فراہم کرنے کا حکم تھا۔ بعض کے ذمہ سمندوں کی تہ سے موتی اور قیمتی جواہر لانے کا فرمان تھا۔ غرضیکہ انھوں نے تمام ضروریات کے فراہم کرنے کے لئے حکم صادر فرما دیا اور سامان جمع ہونا شروع ہو گیا۔ پھر تراش خراش کا کام شروع ہوا۔ پتھر دل اور قیمتی جواہرات کی تراش میں جواہر پیدا ہوتی تھی وہ حضرت سلیمانؑ کو ناگوار گزری۔ انھوں نے تجربہ کار جنوں کو بلا کر ان سے کہا کہ کوئی ایسی صورت پیدا کر کہ یہ ناگوار آواز پیدا نہ ہو اور پتھر تراشے جائیں۔ ان لوگوں نے کہا یا حضرت ہمارے پیش نظر ایسی کوئی ترکیب نہیں ہے اور نہ کوئی ایسی چیز ہے جس کے ذریعے سے اس میں کامیاب ہوا جاسکے۔ البتہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہم میں جو ایک صخر نامی بہت بڑا عنصر ہے وہ اس قسم کی چیزوں سے باخبر ہے اور اسے ان امور میں بہت ہی تجربہ ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ وہ کہاں رہتا ہے انھوں نے کہا کہ وہ سمندروں کے جزیروں میں رہا کرتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے دس جنوں کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ اُسے حاضر کریں اور خط لکھ کر اس کے نام دیا کہ وہ جہاں ملے اسے دیا جائے۔ جب وہ ایک جزیرے میں دستیاب ہوا تو اُسے حضرت سلیمانؑ کا خط دیا گیا۔ اس کی نظر جو بھی مہر سلیمانؑ پر پڑی کلپٹنے لگا اور ہمراہ چل پڑا۔ جب حضرت سلیمانؑ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے اس کے بلانے کی عرض بیان کی۔ اُس نے کہا کہ مجھے یہ تو معلوم ہے کہ ایک ایسا پتھر ہے جو دودھ سے زیادہ سفید ہوتا ہے اور اُس کا نام بھی مجھے معلوم ہے، اُسے "سامواہ" کہتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں معلوم کہ اس کا معدن کہاں ہے البتہ ایک ترکیب بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ عقاب کے بچے کو اس کے سامنے پتھر کے صندوق میں بند کر دیجئے اور عقاب کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھئے تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے ایسا ہی کیا۔ عقاب نے اپنے بچے کو نکالنے کی سعی کی۔ لیکن جب وہ کامیاب نہ ہوا تو ایک شبانہ روز کے لئے لاپتہ ہو گیا۔ پھر نمودار ہوا کہ صندوق کے قریب گیا اور اسی پتھر کے ذریعہ سے جسے وہ تلاش کر کے لایا تھا، پتھر کے صندوق میں سوراخ کر دیا اور اپنے بچے کو نکال لیا۔ حضرت سلیمانؑ نے عقاب کو

حکم دیا کہ وہ جنوں کے معین افراد کو ہمراہ لے جا کر بتائے کہ اس پتھر کا معدن کہاں ہے چنانچہ وہ اپنے ہمراہ لے گیا اور جنوں نے اپنی ضرورت بھر دہ پتھر حاصل کر لیا۔ امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ یہ وہی پتھر ہے جس سے آج بھی انگوٹھیوں پر نقش کندہ کئے جاتے ہیں اور جو اسرات میں سوراخ کئے جاتے ہیں۔

الغرض بیت المقدس کا فی عرصہ جد و جہد کے بعد تیار ہوا اور ایسا تیار ہوا کہ رشتے زمین پر ایسی کوئی عمارت نہ تھی۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کی تکمیل کے بعد شاندار جشن منایا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ اسی موقع پر انھوں نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

اللّٰهُمَّ اَنْتَ وَهَبْتَ لِيْ هٰذَا الْمَلِكَ مِنْ اَمْنِكَ عَلٰى وَجَعَلْتَنِىْ خَلِيْفَةً عَلٰى اَرْضِكَ وَاَكْرَمْتَنِىْ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ اَكُوْنَ شَيْئًا فَلَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ لِمَنْ دَخَلَ هٰذَا الْمَسْجِدَ خَصًا اَوْ اَنْ لَا يَدْخُلَهُ اَحَدٌ يَّصْلٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ مُخْلِصًا فِيْهَا الْاُخْرٰى مِنْ ذُنُوْبِهٖمْ كِيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ وَ لَا يَدْخُلَهُ مَذْنِبٌ اَلَا بُتَّ عَلَيْهِ وَ لَا خَائِفٌ اِلَّا اَمْنَتُهُ وَ لَا سَقِيْمٌ اِلَّا شَفِيتُهُ ۝

اس کے بعد انھوں نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی خدایا درخواست ہے کہ میرے بدیہ کو قبول فرما چنانچہ بروایت ثعلبی آسمان سے آگ کا ظہور ہوا اور ان کی تمام قربانیاں جو اس جگہ پڑی ہوئی تھیں سب کو خاکستر بنا دیا۔

واضح ہو کہ بیت المقدس کی موجودہ عمارت کے وسط میں ایک بہت بڑا پتھر ہے اور اس کے نیچے مسجد بنی ہوئی ہے۔ جسے ”مسجد صغرا“ کہتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کی مذکورہ دُعا سے اس میں نماز ادا کرنے کا استحسان ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو بھی اس میں جاتا ہے نماز ضرور پڑھتا ہے اور دُعا دل سے مراد حاصل کرتا ہے۔ ناچیز راقم الحروف کو بھی ۱۹۴۳ء میں حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔ (والحمد للہ علی ذالک)۔

الغرض حضرت سلیمانؑ نے بیت المقدس کی تعمیر ایسی کرائی جس کی توصیف ممکن نہیں اور یہی تعمیر عہدِ بخت نصر تک باقی رہی۔ لیکن اس ظالم سفاک اور لیٹرسے نے بیت المقدس کو تاراج کر دیا۔ جو اہل بیت اور ادانی لوٹ لئے اور اس میں مڑاڑ گوشت ڈلوا یا اور اس کی تمام زمینوں پر قبضہ کر لیا اور سب کچھ اٹھا کر بابل لے گیا، پھر عبد اسلام میں ایک مسلمان بادشاہ نے اسکی موجودہ عمارت تعمیر کرائی۔

حضرت سلیمانؑ کے بعض فیصلے حضرت سلیمانؑ کے خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ خداوندِ عالم نے انہیں

قوتِ فیصلہ کسنی ہی سے دولیت کر دی تھی اور اس کا علم حضرت داؤدؑ کو تھا۔ حضرت داؤدؑ ان کی صلاحیت کو دیکھ کر بچپن ہی سے انکی بلندی کے قائل ہو گئے تھے اور انھیں یقین تھا کہ یہ فرزندِ پانی آپِ ظہیر ہوگا۔

پھر جب قدرے عمر بڑھی اور شعور کا مظاہرہ ہونے لگا تو حضرت داؤدؑ ان معاملوں کو جو ان کے پاس آیا کرتے تھے حضرت سلیمانؑ کے سپرد کر دیا کرتے تھے اور وہ بہترین فیصلہ کیا کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت داؤدؑ نے عمومی فیصلے کے لئے ایک قاضی مقرر کر رکھا تھا۔ ایک دن اس قاضی کے پاس ایک عورت آئی جو نہایت حسین و جمیل تھی اور اُس نے ایک شخص کے خلاف دعویٰ دائر کیا کہ اُس نے اس کا مال لے لیا ہے اور واپس نہیں کرتا۔ مقدمہ کی سماعت تو ایک طرف رہی، اس پر قاضی صاحب لٹو ہو گئے اور انھوں نے اپنے ایک محمد کو اس عورت کے پاس بھیج کر پیغام تزیوج دیا۔ اس عورت نے جواب میں کہا کہ میں تزیوج کی خواہشمند نہیں ہوں اور نہ ایسا کروں گی۔ جب وہ تزیوج پر راضی نہ ہوئی تو اس نے اُسے دعوتِ زنا دی۔ عورت نے جواب دیا کہ میں اتنے عظیم گناہ کے ارتکاب کی تاب نہیں رکھتی، ایسا ہرگز ممکن نہیں۔

یہ عورت جب قاضی سے بالوکس ہو گئی تو کو تو ال کے پاس پہنچی، اُس نے بھی بد نظری ظاہر کی۔ پھر وہ صاحبِ السوق، بازار کے چیرمین کی طرف مائل ہوئی اور اس سے فریاد کی اور درخواست کی کہ میرا مال فلاں شخص نے لے لیا ہے، مجھے واپس دلایا جائے، لیکن اس نے کوئی توجہ نہ دی۔ کیونکہ اس کی تمام تر توجہ ایک ہی مقصد کی طرف تھی جس پر یہ راضی نہ تھی۔ جب اس کا کام منتظمین سے نہ بنا تو یہ حضرت داؤدؑ کے خصوصی خادم کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس کے خیالات بھی اُس نے فاسد پائے تو صبر و شکر کے خاموشی کے ساتھ گھر بیٹھ رہی۔

ایک دن قاضی اور مذکورہ تینوں مقصد ایک مقام پر جمع ہو کر ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے، ناگاہ اس جمیلہ کا ذکر بھی آگیا اور سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی ایسی صورت ہونی چاہیے کہ یہ عورت لباسِ حیات اتار دے تاکہ ہمارے دلوں میں جو اس کے وصال کی تمنا اور خواہش ہے وہ ختم ہو جائے کیونکہ مقصد میں کامیابی کا تو کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ یہی بات سوچ کر ان لوگوں نے ایک منصوبہ (پلان) تیار کیا اور وہ یہ تھا کہ حضرت داؤدؑ کی خدمت میں یہ شکایت کی جائے کہ یہ عورت ایک بڑا کتا رکھتی ہے اور اس کے ساتھ مباشرت کرتی ہے اور سب متفقہ طور پر گواہی دیں۔ چنانچہ حضرت داؤدؑ کی عدالت میں یہ دعویٰ دائر کیا گیا۔ حضرت داؤدؑ نے اس کا فیصلہ حضرت سلیمانؑ کے سپرد فرما دیا۔ حضرت سلیمانؑ نے ان گواہوں اور اس عورت کو طلب فرمایا اور مدعی سے پوچھا کہ تیرا کیا دعویٰ ہے۔ اس نے کہا کہ یہ عورت کتے کے ساتھ مجامعت کرتی ہے اس سے معاشرہ گندا ہوتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے گواہ طلب کئے۔ گواہوں نے متفقہ طور پر تصدیق کر دی یعنی سب نے ایک ہی بیان دیا۔ عورت جو بالکل بے گناہ تھی وہ خدا سے لولگائے اور نبی خدا کے منصفانہ فیصلہ پر اعتماد کئے بیٹھی تھی کہ حضرت سلیمانؑ نے صرح شروع کی۔ چاروں افراد کو علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ پھر ایک کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ وہ کتے جس سے یہ عورت

مباشرت کرتی ہے اُس کا رنگ کیا ہے۔ اُس نے کہا سیاہ ہے۔ پھر دوسرے کو بلا کر پوچھا اُس نے کہا سُرخ ہے اور تیسرے اور چوتھے سے پوچھا انہوں نے بھی جدا جدا رنگ بتایا حضرت سلیمانؑ نے اس عورت کو باعزت بری کر دیا۔ اور ان لوگوں کو بہتان باندھنے کی سزا دے دی (روضۃ الصفا ص ۱۲)۔

حضرت سلیمانؑ کا ایک وہ فیصلہ جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے یہ ہے کہ دو شخص حضرت داؤدؑ کے پاس آئے جن میں سے ایک کا نام یوحنا تھا اور دوسرے کا ایلیا۔ ایلیا نے حضرت داؤدؑ کی خدمت میں عرض کی۔ حضور! یوحنا کی بکریاں رات کے وقت میرے کھیت میں گھس گئیں اور سارا کا سا راکھا لیا۔ حضرت داؤدؑ نے یوحنا سے پوچھا کیا واقعہ ہے؟ اُس نے کہا کہ حضور میں سو رہا تھا اور میری بکریاں اس کے کھیت میں چلی گئیں اور انھوں نے اسے چر لیا۔ حضرت داؤدؑ نے قیمت لگا کر والوں کو بلایا اور حکم دیا کہ زراعت اور بکریاں دونوں کی قیمت لگاؤ، ان لوگوں نے قیمت لگائی تو دونوں کی قیمتیں برابر پڑیں۔ یعنی جتنی قیمت زراعت کی تھی اتنی ہی قیمت بکریوں کی تھی حضرت داؤدؑ کے ذہن میں اگرچہ یہ فیصلہ تھا کہ ساری بکریاں صاحب زراعت کو دے دی جائیں لیکن انھوں نے اپنے فرزند حضرت سلیمانؑ کو حکم دیا کہ تم اس کا فیصلہ کر دو۔ چنانچہ انھوں نے فیصلہ دیا کہ کھیت کی نگرانی اور رکھوالی یوحنا کے سپرد کر دی جائے جس کی بکریوں نے ایلیا کا کھیت چرا ہے اور ایلیا کو یوحنا کی بکریاں اس وقت تک کے لئے دے دی جائیں جب تک کھیت اپنی پہلی حالت میں نہ آجائے اور ایلیا کو اجازت رہے کہ ان بکریوں کے دودھ اور اون سے فائدہ اٹھائے حضرت داؤدؑ نے اس فیصلہ کو بہت ہی پسند فرمایا اور کمال مسرت کے ساتھ دعائیں دیں۔

تسخیر المریاح

حضرت سلیمانؑ کے لئے خداوندِ عالم نے ہوا کو قابو میں کر دیا تھا وہ جو چاہتے تھے ہوا سے کام لے لیا کرتے تھے۔ انھوں نے استقرارِ سلطنت کے بعد جنوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ابریشم اور سونے کی ایک طویل بساط تیار کریں، چنانچہ انھوں نے بڑا بیت ثعلبی ایک فرسخ لمبی اور ایک فرسخ چوڑی بساط تیار کی جس کے وسط میں آپ کا شاندار منبر یا تخت لکھا جاتا تھا جو سونے کا بنا ہوا تھا اور اس کے گرد تین ہزار سونے اور چاندی کی کرسیاں لگائی جاتی تھیں سونے کی کرسی پر اس وقت کے انبیاء اور چاندی کی کرسی پر علماء و فرزدکش ہوتے تھے اور ان کے گرد انسانوں کی صفیں اور ان کے گرد جن اور شیاطین کی صفیں ہوتی تھیں اور اوپر پرندے اپنے پروں سے سایہ کئے رہتے تھے۔ پھر آپ ہوا کو حکم دیتے تھے اور وہ اس بساط کو جس پر تین ہزار انسان اور بیشمار دیگر مخلوق ہوتی تھی لے کر اڑتی تھی اور جہان کے لئے حکم ہوتا تھا وہ پہنچا دیتی تھی اور پہنچانے میں بھی اتنی سرعت کی جاتی تھی کہ ایک مہینہ کا راستہ ایک دن میں طے ہوتا تھا اور بڑا بیت بطری ایک ماہ کی راہ ایک گھنٹے میں طے ہو جاتی تھی۔ بروایت ثعلبی آپ نے ایک ہزار مکانات شیشے کے بنوائے تھے

اور ان کا تعلق بھی ہوا سے تھا۔ یعنی وہ جس چیز پر بنے ہوئے تھے، اُس کو بھی ہوا اٹھا کر لے جایا کرتی تھی۔ ایک دن جب کہ حضرت سلیمان ہوا میں پرواز کر رہے تھے۔ خدا نے فرمایا کہ اے سلیمان ہم نے تمہارے لئے یہ بھی سہولت دے دی ہے کہ جو بھی کوئی بات زبان سے نکالے گا، ہوا تم تک فی الفور پہنچا دیا کرے گی۔

منطق الطیر

حضرت سلیمان کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ان کو خدا نے جانوروں کی بولی سمجھنے کی صلاحیت دے دی تھی وہ ہر جانور کی آواز کو سُن کر سمجھ لیتے تھے۔ کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ بروایت روضۃ الصفا ایک دن حضرت سلیمان اپنے ارکانِ دولت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کبوتر نے آواز لگنا شروع کیا۔ حضرت سلیمان نے حاضرین سے پوچھا بتاؤ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ خدا رسول بہتر جانتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ کہتا ہے ”ادبر الموت وابتواللخواب“ موت کے لئے تیار ہو، اور ہر تعمیر خراب ہونے کے لئے بناؤ۔ امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ طاووس (مور) کی آواز سُن کر حضرت سلیمان نے فرمایا کہ یہ کہتا ہے ”کما تدین تدان“ جیسا کرو گے ویسا بھر دگے۔ اور ہڈ کی آواز پر فرمایا کہ یہ کہتا ہے ”من لایحرم لایرحم“ جو کسی پر رحم نہ کرے گا اس پر بھی رحم نہ کیا جائے گا۔ بروایت امام جعفر صادق علیہ السلام اذا صاح القبرة قال اللهم العن مبعضی آل محمد“ جب قبر محلِ عبادت میں بولتا ہے تو کہتا ہے ”خدا یا آل محمد سے بعض رکھنے والوں پر لعنت کر۔ عرسل ثعلبی ص ۱۴۲ طبع مصر۔ بروایت علامہ نعمت اللہ الجزائری، حضرت سلیمان نے قبر کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔ اسی لئے اس کے سر پر تاج خدا نے قائم کر دیا ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان کو جو منطق الطیر سمجھنے کی خصوصیت سے نوازا گیا تھا اس میں ہر قسم کے جانور کی بولی سمجھنا شامل تھا حتیٰ النمل“ آسمیں چیونٹی کی آواز اور گفتگو بھی شامل تھی۔

حضرت سلیمان وادی النمل میں

وہب بن منبہ نے کعب الاحبار سے روایت کی ہے کہ حضرت سلیمان دوش ہوا پر برابر سفر کیا کرتے تھے اور دنیا کے مختلف اطراف میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن ان کا تخت دوش ہوا پر جارا تھا، یہاں تک کہ ”وادی سکیر“ میں پہنچا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر وادی النمل سے گزرا جو بروایت الجزائری طائف میں ہے۔ تواریخ میں ہے کہ جب ان کی سواری وادی النمل میں پہنچی اور چیونٹی کے بادشاہ نے جس کا نام بروایت ثعلبی ”طاخہ“ تھا۔ اس سواری کی شان و شوکت دیکھی تو اُس نے اپنے دو پیروں پر کھڑے ہو کر اپنی چیونٹیوں کو آواز دی کہ فوراً بلوں میں چلی جاؤ، کہیں سلیمان کا لشکر تمہیں کچل نہ ڈالے یہ سُن کر چیونٹیوں اس اندیشے کے تحت کہ اگر سلیمان کا تخت یہاں اُترا تو ہم کچل نہ جائیں نہایت عجلت کے ساتھ بلوں میں گھسنا شروع کر دیا۔ اُدھر ہوانے اس چیونٹی کے بادشاہ کی یہی ہونی بات

کو حضرت سلیمانؑ کے کانوں تک پہنچا دی۔ حالانکہ بروایت ثعلبی اُس وقت تخت تین میل کی بلندی پر تھا یہ سن کر انھوں نے تبسم فرمایا اور حکم دیا کہ اسی ”وادی الخلل“ میں تخت اُتارا جائے۔ چنانچہ تخت ”دان“ بھر گیا اور اُسی وادی میں اُتار دیا گیا۔ حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ چیونٹیوں کے بادشاہ کو میرے پاس لایا جائے چنانچہ وہ لایا گیا۔

نظر کردن بدرویشان منافی بزرگی نیست سلیمان باہر حشمت نظر با بود بامورش
آپ نے اُسے اپنے داہنے ہاتھ پر رکھ کر اُس سے پوچھا کہ تو نے اپنی چیونٹیوں سے میرے تخت کو دیکھ کر یہ کیوں کہا؟ کہ تم سب بلوں میں چلی جاؤ۔ کہیں سلیمانؑ کا لشکر تھیں کچل نہ ڈالے کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں خدا کا بھیجا ہوا نبی بھی ہوں کیا یہ ممکن ہے کہ کسی کو میری وجہ سے گزند پہنچے۔ اس نے عرض کی، حضور جو کسی گروہ کا ذرہ دار ہو اُسے چاہیے کہ اس گروہ کو بچائے اور اسکی حفاظت کے لئے اقدامات کرے میں جانتا تھا کہ حضور نبی خدا ہیں اور آپ کی طرف سے کسی گزند کا اندیشہ نہ تھا لیکن مجھے یہ خیال تھا کہ کہیں حضور کا لشکر غیر شعوری طور پر کوئی گزند نہ پہنچا دے۔ نیز ایک مقصد یہ بھی تھا کہ حضور کا جادو حشم بھیکہ کہیں ہماری چیونٹیوں کو زکام نہ ہو جائے اور وہ اپنی بلندیوں کا خواب نہ دیکھنے لگیں اور اپنی حیثیت سے بے زار نہ ہو جائیں نیز یہ کہ آپ کی شان دشوکت کے دیکھنے میں مشغول ہو کر عبادتِ خدا سے غفلت نہ کر بیٹھیں۔ حضرت سلیمانؑ کو یہ جواب بہت زیادہ پسند آیا اور انھوں نے ارزاہِ کرم اس سے ایک سوال کیا کہ بتائیں حیثیت زیادہ ہے یا میری۔ اس نے کہا حضور اس وقت تو میری حیثیت زیادہ ہے۔ کہا وہ کیسے؟ کہا اس طرح کہ آپ کا تخت جو زرد و جاہر سے بنا ہوا ہے وہ آپ کا مسکن ہے اور ہوا اُسے اٹھاتی ہے اور میں جہاں بیٹھا ہوں وہ نبی خدا کا ہاتھ ہے اور وہ مجھے اٹھائے ہوئے ہے پھر پوچھا۔ تیرا لشکر زیادہ ہے یا میرا۔ کہا، گستاخی معاف، لشکر تو میرا زیادہ ہے۔ پوچھا وہ کیسے اس نے آواز دی اپنی چیونٹیوں کو وہ بلوں سے نکلنے لگیں اور ستر ستر از فرج نکلی۔ ہر فوج کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ سلیمانؑ متعجب ہوئے اور پوچھا کہ اس تعداد سے زیادہ بھی ہے کہا کہ اگر ستر ہزار تک ہر روز لشکر نکلتا رہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ دونوں بادشاہوں میں جو خوشگوار گفتگو ہو رہی تھی وہ ختم ہونے کو تھی کہ چیونٹیوں کے بادشاہ نے دعوتِ طعام دے دی۔ دعوت قبول کی گئی، اُس نے اپنے منہ میں دبا کر ٹڈی کی ایک ٹانگ خدمتِ سلیمانؑ میں پیش کی اور رخصت ہو گیا۔

عیب است لکن ہزاست از مویسے پائے ملخی نزد سلیمانؑ بردون
حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ اب یہاں سے آگے بڑھا جائے۔ چنانچہ دواں سے روانگی ہوئی۔ اور تختِ سلیمانؑ ہوا کے دوش پر اڑتا ہوا آگے بڑھا اور چکر لگاتا ہوا صبح کو عراق پہنچا، دوپہر شہرِ مرق میں کی اور نمازِ عصر کے وقت بلخ پہنچا۔ دواں نمازِ عصر پڑھی گئی۔ پھر بلخ سے چل کر ترک پہنچا، پھر چین چلا

گیا۔ وہاں داہنی طرف کوٹڑا اور مطلع شمس کی طرف گیا۔ حتیٰ اقی ارض الہند یہاں تک کہ ہندستان پہنچا۔ وہاں سے روانہ ہو کر مکران اور کرمان ہوتا ہوا فارس پہنچا اور وہاں چند دنوں کے لئے ٹھہر گیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر ”کنگہ“ میں دوپہر کیا۔ پھر شام کی طرف واپس آگیا۔ دکان مستقرۃ مدینۃ تدمر“ حضرت سلیمان کا قیام مقام تدمر میں تھا۔ (عرائس)۔

مقام تدمر میں شاندار محل کی تعمیر | اہم تغلبی کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان نے اس وغیرہم کو حکم دے دیا تھا کہ یہاں ایک بنایت شاندار محل بنانا شروع کرو اور جلد سے جلد اسے تیار کر دو۔ چنانچہ انھوں نے پوری سعی و کوشش کر کے جواہرات سے مزیں عمارت تیار کر دی۔^{۱۶۸} اس کے علاوہ بروایت روضۃ الصفا ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کرایا تھا جو سونے چاندی سے بنایا گیا تھا اور جواہرات سے مزیں تھا۔ اس میں مختلف لوگوں کی تصویریں بھی تھیں۔ اس میں سلیمان کے لئے ایک ایسا تخت بنایا تھا کہ جو دوشیروں کی پشت پر بنایا تھا۔ ان شیروں کے ہاتھ اس انداز کے تھے کہ وہ تخت پر چڑھنے کا زینہ بن جاتے تھے۔ یعنی جب حضرت سلیمان اس تخت پر جانے کا ارادہ کرتے تھے۔ تو شیروں کے ہاتھ خود بخود اٹھ کر آپس میں مل جاتے تھے اور وہ اسی پر پاؤں رکھ کر تخت پر چڑھ جاتے تھے۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کے بعد ایک ”نخست“ بادشاہ نے تخت پر چڑھنے کا ارادہ کیا اور چڑھنے لگا تو ان شیروں کے دونوں ہاتھوں نے اس زور سے ضرب لگائی کہ اس کی پنڈلی زخمی ہو گئی۔

لستخیر الجن والانس وغیرہم | حضرت سلیمان کو خداوند عالم نے بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا۔ ان میں ایک یہ خصوصیت بھی قرار دی تھی کہ ساری دنیا کے جن اور انسان اور چرند و پرند نیز درندے بلکہ ساری مخلوقات ارضی کو ان کے تابع فرمان کر دیا تھا۔ ہر چیز ان کی مطیع و منقاد تھی۔ حتیٰ کہ عناصر پر بھی ان کو اقتدار دے دیا تھا اور وہ ہر چیز پر اپنا حکم چلاتے تھے اور ان کا حکم تمام چیزوں پر چلتا تھا۔ تغلبی کا بیان ہے کہ مخلوقات میں سے جو بھی ذرا ساقمیل حکم میں تامل کرتا تھا۔ فوراً خدا کا فرشتہ اس کی سرکوبی کر دیا کرتا تھا اور اُس پر ایسا کوڑا مارتا تھا کہ وہ بھسم ہو جاتا تھا۔ وہ جن اور شیاطین سے بڑے اہم کام لیا کرتے تھے ان کو حکم تھا کہ دریاؤں سے جواہرات نکالو اور اعلیٰ درجے کے عظیم الشان محل تعمیر کرو۔ چنانچہ وہ لوگ دفائن اور غرائن کی تلاش کرتے تھے اور گہرے دریاؤں میں غوطے لگا کر جواہرات وغیرہ لاتے تھے۔ یعنی جو انھیں حکم ہوتا تھا اس کی تعمیل بسر و چشم کرتے تھے۔

بروایت عرائس تغلبی حضرت سلیمان ایک دن ساحل سمندر پر اس شان سے جا رہے تھے کہ ان

کے دہسنی طرف انسان، بائیں جانب تخت پر دل کے نیچے ہوا اور ان کے سر پر پرندوں کے چرل کا سایہ تھا۔ چلتے چلتے ان کی نظر تند تیز موجوں پر پڑی، سواری روک لی یعنی ہو کو حکم دیا کہ بٹھ جا، وہ جس ہوا کے لکھ پر سوار تھے وہ ختم کیا۔ آپ نے لوگوں سے کہا کہ تم ایسے سو آغوظ زن لاؤ جو اپنے فن میں استاد ہوں ان لوگوں نے غواصی میں ماہر سو افراد پیش کر دیئے۔ آپ نے حکم دیا کہ ان میں سے تیس کا انتخاب کرو۔ انھوں نے تیس افراد منتخب کئے۔ پھر فرمایا کہ ان میں سے دس منتخب کرو، انھوں نے دس کا انتخاب کیا۔ پھر فرمایا کہ ان میں سے تین کا انتخاب کرو، انھوں نے تین کا انتخاب کیا۔ پھر فرمایا کہ ان میں سے ایک کو منتخب کرو۔ انھوں نے تین میں سے ایک کو منتخب کیا۔ اس وقت آپ نے اسے حکم دیا کہ تو قصر سمندر میں جا کر یہ معلوم کر کہ اس کے نیچے کیا کیا ہے اور خلاق عالم نے اس میں کتنے عجائب پوشیدہ کر رکھے ہیں۔

وہ تعمیل حکم میں روانہ ہوا، اور کافی گہرائی تک چلا گیا۔ اس نے پوری کوشش کی کہ تہ تک چلا جائے۔ مگر ممکن نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ مجبوراً واپس آیا۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ تو جہاں تک پہنچا وہاں تک میں کیا کیا دیکھا۔ اس نے عرض کی اے نبی خدا میں نے پانی کی موجوں اور مچھلیوں کے سوا کچھ نہیں دیکھا البتہ ایک عظیم ملک کو دیکھا ہے جو پانی میں موجود تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر مجھ سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ میں نے کہا کہ مجھے نبی خدا حضرت سلیمانؑ نے سمندر کی تہ کے عجائبات دیکھنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس نے کہا کہ نبی خدا کو میری طرف سے سلام کہہ دینا اور کہنا کہ یہاں چالیس افراد عرصہ ہوا اسی مقصد کے لئے آئے تھے۔ لیکن ان کا پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں چلے گئے۔ اس لئے اس جدوجہد و سعی کوشش سے باز آئے۔ اس میں کچھ حاصل ہونا نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ متعجب ہوئے اور اپنے ارادے سے باز آئے۔

اسی دوران میں جب کہ وہ سمندر کے کنارے تھے، انھوں نے دیکھا کہ ایک شیشے کا قہر موجوں سے کھیلتا ہوا، ڈوبتا، تیرتا ہوا بہا جا رہا ہے۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر حضرت سلیمانؑ نے ایک ماہر غوطہ زن کو حکم دیا کہ اسے قابو میں کرو اور میرے پاس لاؤ، وہ گیا اور اس نے کوشش کر کے اس پر قبضہ کیا اور اسے ساحل بحر کے قریب لایا، پھر پانی سے نکال کر ساحل پر رکھا، جیسے ہی وہ سطح زمین پر آیا۔ اس کے دو دروازے برابر سے کھل گئے اور اس میں سے ایک نوجوان حسین شخص برآمد ہوا، اور وہ حضرت سلیمانؑ کے سامنے سلام کے بعد بیٹھ گیا۔ وہ نہایت سفید لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے سر سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ تو انسانوں میں سے ہے یا جنوں میں سے۔ اس نے عرض کی میں انسانوں میں سے ہوں حضرت سلیمانؑ نے اس کی ہیئت و حالت دیکھ کر تعجب کیا اور کہا کہ اپنی سرگزشت بیان کر اس نے کہا کہ میری ایک والدہ تھی

میں اس کی بھرپور خدمت کیا کرتا تھا اس کے لئے ہر قسم کا سامان بہم پہنچاتا تھا، اسے اٹھاتا تھا، بٹھاتا تھا۔ غرضیکہ اُسے ہر طرح آرام پہنچاتا تھا۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ میرے لئے کچھ دُعا کرے۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ اہدیت میں عرض کی۔

”یارب قد عرفت بڑا ولدی بی فارزقۃ العبادۃ فی موضع لایکون لابلیس وجنودہ علیہ سبیل تھم ماتت الخ اے میرے پالنے والے تو میرے فرزند کی ان اچھائیوں سے واقف ہے۔ جو اس نے میرے ساتھ کی ہیں۔ مالک میں دُعا کرتی ہوں کہ اسے ایسی جگہ عبادت کے لئے فراہم کر دے۔ جس جگہ شیطان اور اس کا گروہ نہ پہنچ سکے۔ بنی خدا اس نے دُعا کی اور فوت ہو گئی۔ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کا بند و بست کیا اور اس کا غم مٹا کر بیٹھ رہا۔ پھر تھوڑے عرصے کے بعد میں اس سحر بے کراں کے قریب ایک دن آیا تو میں نے اس شیشے کے قبہ کو پانی میں دیکھا۔ میرا دل چاہا کہ میں اس میں چلا جاؤں، چنانچہ میں اُس میں داخل ہو گیا۔ میرا داخل ہونا تھا کہ اس کے دونوں دروازے بند ہو گئے اور یہ قبہ پانی میں ڈوب گیا۔ اب میں اس وقت سے اس وقت تک اسی میں ہوں اور یہ پانی کے اندر ہی بہتا رہتا ہے۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ اس میں تیرے کھانے پینے اور نماز کے اوقات کا کیا انتظام ہوتا ہے۔ اس نے کہا سب خدا کی طرف سرانجام پاتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ کیا تو یہ پسند کرے گا کہ میرے پاس رہے۔ اس نے معذرت کی اور رخصت چاہی انھوں نے اجازت دے دی اور وہ اپنے قبہ میں چلا گیا، دروازے بند ہو گئے اور وہ قبہ موجوں کی آغوش میں گم ہو گیا۔ (عرائس ص ۱۹۹)۔

غرضیکہ حضرت سلیمانؑ مخلوقات کو تابع فرمان کئے رہے اور جنوں سے وہ کام لیتے رہے جو انسانوں کے بس میں نہ تھے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ”ويعملون له ما يشاء من محاريب و تماثيل وجفان كالجواب وقد وراسيات الہ سلیمانؑ کو جو بنوانا منظور ہوتا۔ یہ جنات ان کے لئے بناتے تھے۔ جیسے مسجدیں، محل، قلعے اور فرشتے و انبیاء کی تصویریں اور جو ضلّوں کے برابر پیالے اور ایک جگہ گڑھی ہوئی بڑی بڑی دیگیں کہ ایک ہزار آدمیوں کا کھانا پاک سکے۔“ (پہلے۔ سبّا۔)

تماثل اور شبیہ ذوالجناح | یہ آیت قرآن کے پارہ ۲۷ سورہ ہمد کی ساتویں رکوع کی ہے۔ اس کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی نے یہ کیا ہے۔ ”وہ جنات ان کے لئے وہ چیزیں بناتے تھے جو ان کو بنوانا منظور ہوتا۔ بڑی بڑی عمارتیں اور عورتیں اور لگن ایسے بڑے جیسے حوض اور بڑی بڑی دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں۔ قرآن مجید کے ترجمہ محمود الحسن دیوبندی ہیں۔ ”تماثل“ کا ترجمہ تصویر کھانا ہوتا ہے اور اسی کے حاشیے پر علامہ شبیر احمد عثمانی نے تسلیم کیا ہے کہ ”عجم تصویریں بناتے تھے۔ لیکن تسلیم کرنے کے بعد ایک (بقیہ حاشیہ ص ۵۴ پر)

لکھا ہے کہ اس وقت جائز ہو گا۔ لیکن یہ کہنا کہ تماثل زمانہ سلیمان میں جائز تھیں اور اب خلاف توحید ہیں درست نہیں ہے کیونکہ حضرت سلیمان اور حضرت محمد مصطفیٰ کا عقیدہ توحید ایک ہی تھا۔ زمانہ سلیمان میں بھی وہی خدا تھا جو اب ہے۔ اس کے صفات وہی تھے جو اب ہیں۔ لہذا جو بات زمانہ سلیمان میں توحید کے خلاف یعنی شرک نہ تھی وہ اب کیونکر شرک ہوگی۔ اگر عجم تصویریں بنانا توحید کے خلاف یعنی شرک ہوتا تو اللہ کی توحید کے معصوم مبلغ حضرت سلیمان ہرگز تماثل نہ بنواتے، اور اگر منشا از روی یہ ہوتا کہ شریعت محمدیہ میں تماثل کو ناجائز قرار دیا جائے تو اللہ ذکر تماثل سلیمان کے ساتھ ہی فرمادیتا کہ اب جائز نہیں۔ لیکن اللہ نے قرآن میں ایسا نہیں فرمایا۔ لہذا از دوئے قرآن تماثل جائز رہیں۔ اس کے علاوہ حسب ذیل کتب میں تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان جنات سے تانبے پیل اور شیشے وغیرہ سے جھٹے بنواتے تھے اور بعض نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انبیاء و ملائکہ و صالحین کی تصویریں بناتے تھے۔ ملاحظہ ہو تفسیر کشاف ج ۲ ص ۲۲۲۔ تفسیر فتح البیان صدیق حسن ج ۳ ص ۶۶ طبع دہلی، تفسیر باب التاویل ج ۲ ص ۲۳۴ طبع مصر، اردو ترجمہ تفسیر ابن کثیر ج ۴ طبع کراچی، شرعی اصطلاح میں بت صرف اُس جھٹے کو کہا جاتا ہے جسے کوئی معبود سمجھتا ہو۔ صرف شیشہ کو بت کہنے سے حضرت سلیمان پر الزام آئے گا۔ لہذا ہر شیشہ کو بت کہنا درست نہیں ہے۔ مشکوٰۃ شریف مترجم ج ۲ کتاب النکاح ص ۱۱۵ حدیث ۳۱۲۵ طبع سعیدی کراچی میں ہے۔ ”حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضرت رسول اللہؐ غزوہ تبوک (یا حنین) سے واپس تشریف لائے۔ تو اُن کے گھر بڑے طاق میں آپؐ نے پردہ پڑا دیکھا۔ جس کا ایک کونہ ہوا سے کھل گیا اور حضرت عائشہؓ کے کھیلنے کی گڑیاں اس میں نظر آئیں، تو رسول اللہؐ نے پوچھا، عائشہؓ یہ کیا ہے؟ عائشہؓ نے کہا یہ میری گڑیاں ہیں۔ ان گڑیوں میں نبی مصلمؐ نے ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے دد پر تھے۔ کاغذ کے یا کپڑے کے۔ آپؐ نے پوچھا کہ یہ ان گڑیوں کے درمیان کیا چیز ہے؟ عائشہؓ نے کہا یہ گھوڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، اور اس کے یہ پر کیسے ہیں؟ عائشہؓ نے کہا، کیا آپؐ نے سنا نہیں، حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے کے پر تھے۔ عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر جنس پڑے۔ اور آپؐ کی کچلیاں نظر آنے لگیں (ابوداؤد) یہ حدیث مشکوٰۃ میں سنن ابوداؤد سے نقل ہوئی ہے جو ان چھ کتابوں میں سے ہے جنہیں مذہب اہل سنت و جماعت میں ”صحاح ستہ“ تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث سنن ابوداؤد، عزلی مطبوعہ مصر ج ۴ باب لعب بنات ص ۳۸۹ میں موجود ہے۔ حدیث کا ۲۹۳۲ ہے۔ اسی حدیث کو مفتی عبدالحمید فالوخی قرنگی محلی لکھنوی نے ”تنویر الایمان“ میں اور شمس العلماء رڈ پٹی نذیر احمد نے کتاب اہبات الامتہ“ میں نقل کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ گڑیاں عجم ہوتی ہے، حضرت عائشہؓ کے گھر میں جو جھٹے موجود تھے ان میں پر دار گھوڑے کا عجم بھی تھا۔ جب اس گھوڑے کے پروں کے بارے میں پیغمبر اسلامؐ نے پوچھا تو نبی بی عائشہؓ نے جواب دیا، کیا آپؐ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے کے پر تھے۔ حضرت عائشہؓ کی اس تشریح سے صاف ظاہر (بقیہ حاشیہ ص ۵۴۱ پر)

حیات القلوب میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا نے مشرق و مغرب کی سلطنت حضرت سلیمانؑ کو عطا کی انھوں نے سات سو برس اور سات ہینے تک تمام دنیا پر حکومت کی، تمام انس و جن دیو اور شیاطین پر بند و پرند اور درندے ان کے محکوم تھے اور خدا نے ان کو ہر شے کا علم دیا تھا۔ ان کے زمانے میں عجیب و غریب صنعتیں قائم کی گئیں جو یادگار ہیں۔

حضرت سلیمانؑ کے لشکر کی وسعت | مورخین کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی سلطنت چونکہ بہت وسیع تھی اور اللہ کی

خاص عنایت سے ملی تھی۔ قرآن مجید میں ہے کہ سلیمانؑ نے خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کی تھی۔ ”رب اغفر لی وھب لی ملکاً لا یدبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب“۔ خدا یا مجھے بخش دے اور مجھے ایسی عظیم بادشاہت دے کہ پھر میرے بعد کسی کو منسلے اور تو بہت بڑا عطا کرنے والا ہے۔ تو چونکہ سلطنت غیر محدود تھی اس لئے اس کے واسطے لشکر بھی بہت ہی عظیم ہونا چاہیئے تھا۔ اسی لئے روایات میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا لشکر سو فرسخ کے رقبے میں آتا تھا۔ پچیس فرسخ میں آدمی ہوتے تھے، پچیس فرسخ میں جن ہوتے تھے، پچیس فرسخ میں جانور ان صحرائی ہوتے تھے اور پچیس فرسخ میں مرغان ہوا ہوتے تھے۔

تخت سلیمانؑ اور خانہ کعبہ | عرائس ثعلبی میں ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ اپنی بساط یا اپنے تخت پر سوار ہوتے تھے تو اپنے سارے لاؤ لشکر

کو لے کر جاتے تھے۔ یعنی گھربار اور خدمت گار وغیرہ سب ہی ساتھ ہوتے تھے۔ یہ لوگ چھتوں پر ایک دوسرے کے سامنے اپنے درجوں میں کنارے کنارے بیٹھے ہوتے تھے اور حضرت کا باورچی خانہ لوہے کے تنوروں سمیت ہمراہ ہوتا تھا اور بڑی بڑی دیگیں ہوتی تھیں جن میں ایک ساتھ ۲۰ اونٹ کا گوشت پکایا جاتا تھا اور جملہ گاہ کے سامنے چار پایلوں کے واسطے میدان ہوتا تھا جس میں وہ چرا کرتے تھے۔ باورچی کھانا پکانے میں مشغول رہتے تھے اور کاریگر اپنے کاموں

ہے کہ پر دار گھوڑے کا وہ مجتہد حضرت سلیمانؑ کے پر دار گھوڑے کے ”تصور“ میں بنایا گیا تھا یعنی اس پر سلیمانی کی شبیہ تھا۔ پر دار کو عربی میں ”ذوالجناح“ کہتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کے پاس پر دار گھوڑے ہونے کا ثبوت تفسیر الوسعود بر حاشیہ تفسیر کبیر ج ۲، ص ۴۹۳ طبع مصر ۱۳۰۸ھ میں موجود ہے۔ جس کی نقل حضرت عائشہؓ نے بنائی تھی۔ جسے رسول خداؐ نے دیکھ کر تبسم فرمایا تھا اور اس پر ناز و صفا کا اظہار نہیں کیا تو جب کہ سلیمانؑ کے گھوڑے کی نقل و شبیہ بنانا ممنوع نہیں ہے تو پھر حضرت رسول کریمؐ یا حضرت امام حسینؑ کے گھوڑے کی شبیہ بنانا یا ان کے روضے کی نقل بنانا کیونکر ناجائز اور بدعت ہو سکتا ہے۔ ”فاعتدوا یا اولی الابصار“ (یقین محکم ص ۲۱)۔

میں لگے رہتے تھے اور گھوڑے حضرت کے سامنے بندھے ہوتے تھے۔

شیخ طبری کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا تخت جو کہ ایک فرسخ لمبا اور ایک فرسخ چوڑا تھا اُسے ہوالے کر حکم سلیمانؑ سے اتنی تیزی کے ساتھ چلتی تھی کہ مہینوں کے راستوں کو گھنٹوں میں طے کر لیا کرتی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت سلیمانؑ ایک روز اصطبل سے سین کی طرف گئے اور دیر نہ طے سے گزرے تو حضرت سلیمانؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ یہ پیغمبر آخر الزماں کے ہجرت کی جگہ ہے کیا کہنا اس کا جو حضرت پر ایمان لائے اور آپ کی متابعت کرے جب مکہ معظمہ سے گزرے بتوں کو دیکھا کہ کعبہ کے گرد رکھے ہوئے ہیں حضرت سلیمانؑ کو دیکھ کر کعبہ نے گریہ کیا۔ خدا نے اس پر وحی کی کہ کیوں روتا ہے۔ کعبہ نے عرض کی کہ پالنے والے تیرا ایک پیغمبر اور تیرے دوستوں کی جماعت میرے پاس سے گزری نہ وہ میرے پاس اترے اور نہ نماز پڑھی اور کفار میرے چاروں طرف بتوں کو رکھے ہوئے ہیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ تو خدا نے وحی کی کہ گریہ مت کر۔ بہت جلد تیری زمین کو سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں سے بھر دوں گا اور قرآن نازل کروں گا اور آخر زمانے میں ایک پیغمبر کو مبعوث کروں گا جو میرے تمام پیغمبروں میں برتر ہوگا۔ اور ایک گروہ کو مقرر کروں گا جو تجھے آباد رکھے اور فریضہ حج اُن پر واجب قرار دوں گا کہ اطرافِ عالم سے تیری طرف آئیں گے۔ جس طرح پرندے اپنے گھونسلوں کی طرف دوڑتے ہیں اور جس طرح اونٹنی اپنے بچے کی جانب رجوع کرتی ہے اور تجھ کو بتوں اور بت پرستوں سے پاک کر دوں گا۔ (حیات القلوب ج ۱ صفحہ ۶۲۲ روضۃ الصفا ج ۱ صفحہ ۱۲۱)۔

حضرت سلیمانؑ کی کچہری میں نشست

علامہ مجلسی بروایت عامر تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت سلیمانؑ اپنے پدر

بزرگوار کے بعد بادشاہ ہوئے تو آپ کے حکم سے ایک نہایت عمدہ اور نادر تخت بنایا گیا تاکہ اس پر بیٹھ کر آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا کریں اور کوئی باطل پسند اور ناحق گواہی دینے والا اس کے قریب جانے سے ڈرے اور جھوٹ نہ کہے اور غلط دعویٰ نہ کرے اور جھوٹی گواہی نہ دے۔ وہ تخت باعقی دانت کا بنایا گیا۔ اس میں یا قوت و مردارید و زبرجد اور قسم قسم کے جواہرات جڑے گئے اور اس کے گرد سونے کے چار درخت لگائے گئے جن کے گچھے یا قوتِ سرخ اور سبز زمر کے تھے اور دو درختوں پر دو مور سونے کے بنائے گئے اور دو درختوں پر ان موروں کے مقابل دو گدھ سونے کے تیار کئے گئے اور تخت کے دو طرف سونے کے دو شیر بنائے گئے جن کے سر پر زمر کے گرز تھے اور ان چاروں درختوں پر طلائے سرخ کے انگور کے درخت بنائے گئے جن کے گچھے یا قوتِ سرخ کے تھے۔ وہ انگور کی بلیں اور وہ چاروں درخت تخت پر سایہ فلک تھے جب حضرت سلیمانؑ اس تخت پر بیٹھا چاہتے تھے اور پہلے زینے پر قدم رکھتے تھے تو وہ پورا درخت چمکی کی طرح گردش کرتا

تھا اور وہ گدھا اور مور اپنے پرول کو کھول دیتے تھے، اور شیر زمین سے اپنا پیٹ لگا کر چاروں ہاتھ پاؤں پھیلا دیتے اور اپنی دُمیں ہلانے لگتے۔ اسی طرح جس جس پائے پر پیر رکھتے تھے۔ تخت گردش کرتا تھا اور شیر وغیرہ اسی طرح عمل کرتے تھے۔ یہاں تک حضرت تخت پر پہنچ کر بیٹھ جاتے تھے۔ پھر وہ دونوں گدھ حضرت کے سر پر تاج رکھتے تھے اور وہ تخت مع ان درختوں اور پرندوں کے گردش میں آتا اور پرندے اپنی منقاروں سے ان حضرت پر رشک و عنبر چھڑکتے اور وہ کبوتر جو سونے اور جواہرات سے تیار کئے ہوئے تخت کے پائے میں آراستہ کیا ہوا تھا، حضرت کے ہاتھ میں تو ریت دیتا تھا اور وہ لوگوں کے سامنے اُس کو پڑھتے تھے۔ پھر لوگ حضرت کے سامنے حاضر ہوتے تھے۔ اور بنی اسرائیل کے بڑے بڑے لوگ یعنی صاحبانِ علم و فضل حضرت کی داہنی جانب سونے کی کرسی پر بیٹھتے۔ پھر پرندے ان کے سروں پر اپنے پرول سے سایہ کرتے۔ پھر کوئی شخص اگر کسی پر دعوے کرتا اور حضرت سلیمانؑ اس سے گواہ طلب فرماتے تو تخت اپنے تمام لوازمات کے ساتھ گردش کرتا اور شیر اپنی دُمیں ہلاتے اور مرغانِ مُصرع اپنے پرول کو کھول دیتے۔ اس وقت مدعیوں اور گواہوں پر ایک زبردست رعب پڑتا جس سے حقیقت کے خلاف کچھ نہ کہہ سکتے۔ (حیات القلوب ج ۱ ص ۶۲۲)۔

امام ثعلبی نے انھیں اُمور کو تفصیل سے لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے فلما توفی سلیمان بعث بختنصر فاخذ ذالک الکدرسی الی انطاکیہ کہ جب حضرت سلیمانؑ کا انتقال ہو گیا تو بخت نصر نے جہاں اور بربادی کی دہاں اس کرسی کو بھی اٹھا کر انطاکیہ لایا۔ پھر ایک دن اس پر بیٹھا چلا۔ تو شیر نے اپنے ہاتھ سے اس کی پینڈلی پر ایسی شدید ضرب لگائی کہ وہ سخت متاثر ہوا۔ اس کے بعد سے اس نے کبھی اس پر بیٹھنے کی جرأت نہیں کی۔ یہاں تک کہ اس کی وفات ہو گئی۔ اس کے بعد اس کا خلیفہ باقی رہا۔ پھر ایک بادشاہ نے حملہ کیا جس کا نام ”کدش بن سداس“ تھا اور وہ انطاکیہ سے اس کرسی کو اٹھا کر بیت المقدس لے لیا۔ لیکن کوئی بھی اس سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ بالآخر وہ کرسی غائب ہو گئی۔ (عرائس ثعلبی ص ۱ طبع مصر)۔

مؤرخ خاوند شاہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کچہری کے سامنے بارہ فرسخ کا لمبا اور چوڑا میدان تھا جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا جس میں یکے بعد دیگرے ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی لگی ہوئی تھی اور محلِ نشست سلیمانؑ کے سامنے ایک سونے چاندی اور جواہرات بنی ہوئی کرسی ہوتی تھی جس پر ”حضرت آصف بن برخیا“ بیٹھا کرتے تھے تاکہ انتظامات کی نگرانی کرتے رہیں۔ ان کے علاوہ زرو جواہری کرسیوں پر چار ہزار علماء و جبار بھی بیٹھتے تھے اور بیٹا جن وغیرہ خدمت کے لئے کمر بستہ موجود رہتے تھے، پرندے سروں پر سایہ کئے رہتے تھے حضرت

سیماں ہر روز از زمان طلوع خورشید تا بوقت زوال در مجلس حکم آرام گرفتے و بعد از ازل باوان ہر وقت کردہ۔ بعضے اوقات را بزنبیل یا فتن مصروف داشتے الخ۔ ہر روز طلوع آفتاب سے لے کر تا بوقت زوال کچہری کیا کرتے تھے اور جب کچہری سے فراغت پاتے تھے، اپنے ایوان میں جا کر اپنے گزر اوقات کے لئے زنبیل بنایا کرتے تھے۔ یعنی اپنی روزی کمانے کا اپنے لئے الگ انتظام کیا ہوا تھا۔ خود محنت کر کے روٹی پیدا کیا کرتے تھے۔ پھر رات کو نماز تہجد پڑھتے تھے، اور زبور کی تلاوت کیا کرتے تھے (روضۃ الصفا ج ۱ ص ۱۲۵)۔

سُرخاب حضرت سلیمانؑ کی بارگاہ میں | علما کا بیان ہے کہ ایک دن ایک سُرخاب نے اپنی مادہ کے قریب ہونے کی خواہش

کی تو وہ راضی نہ ہوئی۔ اس پر اس نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی بچہ ایسا پیدا ہو جو خدا کی عبادت میں نمایاں جھٹے لے اور تیری تعالٰت ہے کہ تو میرے قریب نہیں آتی۔ میں تو نیک نیتی سے تجھ سے ملنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر وہ راضی ہو گئی۔ پھر جب اندھ دینے کا وقت آیا تو نرنے پوچھا کہ کس جگہ اندھا دینا چاہتی ہے۔ اس نے کہا کہ راستے سے دُور ہٹ کر تاکہ مجھے کوئی گزند نہ پہنچائے، نرنے نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تو راستے کے قریب ہی جگہ بنا تاکہ جب کہ تو اندھے پر بیٹھے تو لوگ سمجھیں کہ دانہ بیگنے آئی ہے اور یہ نہ سمجھیں کہ تو بچہ نکالنے یہاں آئی ہوئی ہے۔ مادہ نے نرنے کی بات مان لی اور وہ راستے کے قریب ایک جگہ بیٹھ گئی اور اندھے دے کر اس پر بیٹھ گئی تاکہ بچہ نکالے۔ اسی دوران میں حضرت سلیمانؑ کا لشکر نمودار ہوا جو اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ آ رہا تھا۔ مادہ نے یہ دیکھ کر نرنے سے کہا کہ اب کیا بنے گا، اتنا طویل لشکر جب آئے گا تو میرے اندھے کھل جائیں گے اور بچے جو اب نکلنے والے ہیں تباہ ہو جائیں گے۔ نرنے نے کہا حضرت سلیمانؑ ظالم نہیں ہیں ایسا سمجھی نہ ہو گا۔ مادہ نے کہا یہ درست ہے۔ لیکن اتنے بڑے لشکر کی زد میں ہم آسکتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو ہماری طرف توجہ ہو اور پھر سلیمان علیہ السلام اگر ظالم نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو ان لشکریوں سے ہم کو کون بچائے گا۔ یہ تو لشکر ہے۔ سب لوگ اتنی باریکیوں تک کہاں جا سکتے ہیں اس لئے بہتر ہے کہ ہم اپنا تحفظ خود کریں اور حضرت سلیمانؑ کو متوجہ کریں کہ اس راہ میں میرے اندھے بچے ہیں۔ نرنے نے کہا کہ پھر اس کی کیا صورت ہے۔ مادہ نے کہا کہ ہمارے پاس کچھ بڈیاں ہیں اور تمہارے پاس کچھ خڑے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم ان کی خدمت میں پیش ہو کر مدد پر پیش کریں اور ان سے عرض کریں کہ اس راہ میں جانے سے ہمارے اندھے بچے تباہ ہو جائیں گے۔ نرنے نے کہا، بہتر ہے چلو۔ حضرت سلیمانؑ بڈیوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں اپنا اپنا ہدیہ لے کر آئے اور حضرت سلیمانؑ کے قریب پہنچے۔ انھوں نے جب ان کی طرف نظر اٹھائی اور ان دونوں

کو دیکھا کہ اپنے اپنے مُنہ میں کچھ لے کر آئے ہیں، سمجھ گئے کہ یہ ہدیہ لائے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُنھوں نے اپنا داہنا ہاتھ اٹھایا تو نر اس پر جا کر بیٹھ گیا۔ پھر بائیں ہاتھ اٹھایا، اس پر مادہ بیٹھ گئی۔ پھر دونوں نے اپنا اپنا ہدیہ پیش کیا۔ حضرت سلیمانؑ نے انھیں قبول فرمایا۔ اس کے بعد ان دونوں نے اپنی عرضداشت پیش کی۔ حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ راستہ بدل دیا جائے۔ چنانچہ بدل دیا گیا۔ جب یہ اُن کے ہاتھ سے اڑ کر جانے کی اجازت چاہنے لگے تو حضرت سلیمانؑ نے انھیں اپنے ہاتھ سے اتار کر اپنا ہاتھ ان دونوں کے سر دل پر پھیرا جس کے نتیجے میں اُن کے سر دل پر تاج نمایاں ہوئے۔ تب سے اب تک سر خاب کے سر پر تاج برآمد ہوتا ہے۔ یعنی جس طرح قبرہ کے سر پر حضرت سلیمانؑ کے ہاتھ پھیرنے سے وہ تاج دار بن گیا تھا یہ بھی تاج دار بن گئے۔ (حیات القلوب ج ۱ ص ۹۹ طبع لاہور)۔

حضرت سلیمانؑ اور ایک عابد

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمانؑ کی سواری اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ جا رہی تھی کہ اس کا گزر ایک عابد کی طرف سے ہوا۔ اس عابد نے سواری کی شان و شوکت دیکھ کر اپنے مقام پر کہا کہ خداوندِ عالم نے حضرت سلیمانؑ کو کیا شان و شوکت دی ہے اور وہ کس قدر ان پر مہربان ہے، وہ اپنی جگہ پر اُن کی شان و شوکت سے خوش ہو رہا تھا۔ عابد کے مُنہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو جو اُنے حضرت سلیمانؑ کے کانوں تک پہنچا دیا۔ وہ جب قریب پہنچے تو اُس عابد سے ملے اور کہا کہ بھائی تو نے جس شان و شوکت کا ذکر کیا ہے۔ بے شک وہ قابلِ تذکرہ ہے اور خدا کا بہت بڑا کرم ہے۔ جو اس نے میری درخواست قبول کر کے مجھے اتنی عظیم سلطنت دے دی ہے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو خدا کا نیک اور صالح بندہ ہے اور اللہ جل جلالہ نے تجھے تسبیح کی نعمت سے نوازا ہے۔ تیری ایک تسبیح ”سُبْحَانَ اللّٰہ“ فرزندِ داؤد کی سلطنت سے کہیں بہتر ہے۔ کیونکہ داؤد کے بیٹے کی سلطنت لامحالہ فنا ہو جانے والی ہے اور اس کا تعلق صرف دنیاوی زندگی سے ہے لیکن تیری تسبیح کا تعلق آخرت سے ہے اس کا ثواب کبھی فنا نہ ہو گا اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ (حیات القلوب ج ۱ ص ۹۹)۔

حضرت سلیمانؑ کی زندگی کا معمول

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ اگرچہ بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے لیکن وہ چونکہ بنی خدا تھے۔ لہذا اُنھوں نے اپنی زندگی کا معمول یہ قرار دیا تھا کہ وہ اپنے گزر اوقات کے لئے زنبیل بٹلتے تھے اور اُس کی مزدوری سے اپنی روزی پیدا کیا کرتے تھے اور وہی اُنکے گزر اوقات کا ذریعہ تھا۔ وہ امیروں سے بھی ملتے تھے اور غریبوں اور فقیروں سے بھی ملتے تھے۔ ان کا اصول تھا

کہ جب فقیروں اور محتاجوں کے پاس سے گزرتے تھے تو ان کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک فقیر دوسرے فقیروں کے پاس بیٹھا ہے اور ایک محتاج محتاجوں کے پاس بیٹھا ہے وہ اس شاہی کے باوجود اپنا ذاتی اور نجی لباس موم جامہ کو قرار دیئے ہوئے تھے اور اسی پر غرور کرتے تھے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ رات کو عبادت گزاری کے موقع پر اپنے دونوں ہاتھوں کو پس گردن سے باندھ لیتے تھے اور خوفِ خدا سے ساری رات رویا کرتے تھے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کرتے تھے کہ مالکِ بادشاہی صرف اس لئے مانگی ہے تاکہ تیرے دینِ اسلام کی خدمت کروں اور کفارِ نیز کافر بادشاہوں کو تیرے دین میں داخل کروں۔ مالک میں نے عیش و عشرت کے لئے شاہی نہیں مانگی جس سے تو واقف ہے۔ (حیات القلوب ج ۱ ص ۶۹)۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صادق آلِ محمدؑ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو جو علوم بتائے اور سکھائے گئے تھے، ان میں تمام مخلوقات کی زبان کا جاننا بھی تھا۔ اس وقت دنیا میں عینی زبانیں بولی جاتی تھیں، وہ تمام زبانوں سے واقف تھے جتنی کے جتنے جانوروں میں تھے، وہ سب کی زبان سے آگاہ تھے۔ سب سے باتیں کرتے تھے اور سب کی فریاد سننے اور ان کی دادی کرتے تھے۔ زبانوں کے بارے میں ان کا معمول تھا کہ جب موقع جنگ میں ہوتے تھے فارسی زبان بولتے تھے۔ جب دربار کرتے تھے رومی زبان بولتے تھے۔ جب اپنے گھر والوں یا ازواج کے پاس ہوتے تھے، سریانی زبان بولتے تھے جب محرابِ عبادت میں ہوتے تھے تو عربی زبان میں مناجات کرتے تھے۔ (۶۹)

حضرت سلیمانؑ، ملکہ سبا بلیقیس اور ہد ہد کے واقعات

جیسا کہ اوپر گزرا کہ حضرت سلیمانؑ جب اپنے تخت پر متمکن ہوتے تھے، تو ان پر نیز ان کے قریب جیسے بھی لوگ بیٹھے ہوتے تھے، پرندے سایہ کئے رہتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ جب حضرت سلیمانؑ حسبِ معمول اپنے تخت پر بیٹھے اور تمام پرندوں نے آپ کے اوپر سایہ کیا۔ اور آپ اپنے کام میں مشغول ہوئے تو دفعۃً آپ پر سورج کی کرن پڑ گئی، آپ نے سر اٹھا کر دیکھا تو ہڈ ہڈ کو اپنی جگہ پر نہ پایا۔ آپ نے فوراً پرندوں کے منظم اور نگران عقاب (گدھ) کو طلب فرمایا اور اس سے پوچھا کہ ہڈ ہڈ کہاں ہے؟ فقال اصلم الله الملك ما ادري اين هو عريف الطير گدھ نے کہا خداوند عالم حضور کو سلامت رکھے۔ مجھے اس کی بالکل خبر نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے۔ میں نے اُسے کہیں بھیجا نہیں ہے۔ یہ سن کر سلیمانؑ کو غصہ آگیا، اور آپ نے فرمایا کہ اچھا آنے دو، میں اُس کے بال و پر نوچ ڈالوں گا یا اُسے ذبح ہی کر ڈالوں گا۔ البتہ اگر وہ کوئی معقول وجہ بیان کرے گا یا کوئی اہم خبر لائے گا تو میں اُسے معاف

کر دوں گا۔ حضرت سلیمانؑ کے اس فرمانے کے بعد برداشتِ تعلیمی عقاب اُس کی تلاش میں اُڑا اور بہت بلندی تک چلا گیا اور وہاں سے اُس نے دنیا کے اطراف میں نگاہ دوڑائی ناگاہ اُس نے دیکھا کہ ہُد ہُد یمن کی طرف سے اُڑتا ہوا چلا آ رہا ہے، وہ اُد پر سے پھیٹا اور اس نے چاہا کہ ہُد ہُد کو لے ڈالے اور ختم کر دے۔ ہُد ہُد نے جب دیکھا کہ اب جان خطرے میں ہے، کہنے لگا کہ ہرگز تجھے خدا کی قسم ہے اور اُس ذات کی قسم ہے جس نے تجھے یہ عظیم طاقت دی ہے تو مجھے تباہ نہ کر اور مجھے حضرت سلیمانؑ تک پہنچا دے۔ اس نے اُس کی بات مان لی اور کہا "فیلک تملکت املک ان نبی اللہ سلیمان قد حلف ان یعذبک او یذبحک الخ" دوائے ہو تجھ پر اور تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تو کہاں غائب ہو گیا تھا۔ سُن بنی خدا حضرت سلیمانؑ نے قسم کھائی ہے کہ وہ تجھے یا تو سخت سزا دیں گے یا ذبح کر ڈالیں گے۔ اس نے کہا اللہ مالک ہے چلو۔ چنانچہ دونوں اس مقام پر پہنچے جہاں مخلوقات جمع تھیں۔ جب مخلوقات نے دیکھا کہ دونوں آپہنچے ہیں تو انھوں نے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ تیری خیر نہیں ہے۔ ہُد ہُد نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ نبی خدا نے اپنی قسم میں استثناء فرمایا ہے یا نہیں، انھوں نے کہا کہ ہاں قسم کے ساتھ یہ بھی کہا ہے۔ "اولیاء یعنی سلطانِ مہدین" یا وہ اپنے غائب ہونے کی دلیل حکم پیش کرے گا۔ یعنی اگر وہ کوئی ایسی بات پیش کرے گا جو قابلِ قبول ہوگی تو مان لی جائے گی اور سزا نہ دی جائے گی ورنہ پوری سزا اس کو دی جائے گی۔ یہ سُن کر ہُد ہُد نے کہا کہ میں انشاء اللہ بچ جاؤں گا۔ اس کے بعد عقاب اور ہُد ہُد دونوں اُڑے "حتی اتیا سلیمان" یہاں تک کہ حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پہنچ گئے وہ اپنی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں پہنچ کر عقاب نے کہا، "قد اتیتک بہ یا نبی اللہ" اے بنی اللہ میں ہُد ہُد کو اپنے ہمراہ لایا ہوں، اس کے بعد ہُد ہُد حضرت سلیمانؑ کی طرف پوری تواضع اور فروتنی کے ساتھ بڑھا، اُس نے اپنی دُم اور دونوں پر زمین پر لٹکا دیئے اور انھیں زین پر بٹھایا ہوا اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت سلیمانؑ نے اس کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا، اور فرمایا کہ تو کہاں تھا۔ میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ اس نے عرض کی اے نبی خدا "اذکرک وقونک بین یدی اللہ" میں آپ کو بارگاہِ خداوندی میں پیشی کی یاد دلاتا ہوں۔ آپ میری بات سماعت فرمائیں یہ سُن کر حضرت سلیمانؑ کا بدن کانپ اٹھا اور انھوں نے اُسے معاف کر کے فرمایا۔ اب بتاؤ تھا کہاں؟ عکرمہ کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جلد سے جلد اُسے اس لئے معاف کر دیا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ بہت زیادہ حسن سلوک کرتا تھا۔

ہُد ہُد کا بلیقیس اور اُس کی ریاست کی نشاندہی کرنا | حضرت سلیمانؑ کے اس سوال کے جواب میں کہ

”ما الذی ابطاء عنی“ وہ کیا بات ہے جس کی وجہ سے تو مجھ تک دیر میں پہنچا اور مجھ سے غائب رہا۔ اُس نے کہا: ”احطت بما لم تحط به وجئلت من سبائہ نساء یقین“ انی وجدت امراة متکلمة وادیت من کل شیء ولها عرش عظیم (قرآن مجید) میں وہ چیز معلوم کر کے آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ آپ کے لئے شہر سبائی محقق اور یقینی خبر لایا ہوں جس میں کوئی شک نہیں۔ میں نے ایک عورت کو پایا جو ان کی ملکہ ہے۔ اس کو وہ تمام چیزیں حاصل ہیں جو ایک بادشاہ کے لئے ضروری ہوتی ہیں اور اس کے پاس ایک تخت عظیم ہے، اس کو اور اس کی ساری قوم کو میں نے خدا کے علاوہ آفتاب کو سجدہ کرتے دیکھا ہے، شیطان نے اُن کی نگاہوں میں اُن کے اعمال قیمہ کو زینت دے رکھا ہے اور انھیں راہ حق سے روک رکھا ہے جس کی وجہ سے وہ حق کی جانب ہدایت نہیں پاتے۔ یعنی انھیں ایسا کر رکھا ہے کہ وہ سجدہ نہیں کرتے۔ اس خدا کو جو نکالتا ہے پہناں چیزوں کو آسمانوں اور زمین سے اور جانتا ہے اُن باتوں کو جو وہ پوشیدہ کرتے ہیں اور جو کچھ چھپاتے ہیں، اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے الخ۔

بلقیس کا نسب نامہ | علامہ نے لکھا ہے کہ بُدُہ نے جس بلقیس کی نشاندہی کی تھی وہ شرجیل بن مالک کی بیٹی تھی۔ (رحیات القلوب ج ۱ ص ۶۹)۔ یہی کچھ علامہ حافظ فرمان علی نے بھی حاشیہ قرآن مجید پر لکھا ہے، البتہ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے دادا کا نام ریان تھا۔ صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ وہ یعرب بن قحطان کی نسل سے تھی۔ امام شعبی نے تحریر کیا ہے کہ بلقیس کا اصل نام بلعمہ تھا جو شرجیل بن ذی جدن بن البشر بن الحرث بن قیس بن ضعار بن لشیجب بن یعرب بن قحطان کی بیٹی تھی، انھوں نے بروایت یہ بھی لکھا ہے کہ بلقیس کا باپ البشر بن قحطان کا لقب حذافہ تھا اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ البشر بن قحطان بہت بڑا بادشاہ تھا۔ اس نے ایک جلیہ سے شادی کی تھی جس کا نام ریحان بنت لشیجہ تھا اسی سے بلعمہ (بلقیس) پیدا ہوئی تھی اور انھوں نے اس جلیہ سے شادی کا حوالہ ابو ہریرہؓ کی ایک روایت سے دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ تنہا اپنے والد کی اولاد تھی یعنی کوئی اور نہ تھا اس لئے اسکے باپ کے مرنے کے بعد ایک شخص نے سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا۔ بلقیس نے بڑی خوبصورتی سے اس مملکت کو حاصل کر لیا، اس نے ترکیب یہ کی کہ اس کے ساتھ شادی کر لی اور شب زفاف آتے ہی شراب پلا دی کہ وہ رات ہی میں مر گیا۔ جس کے بعد ساری سلطنت اسی کے پاس رہی اور اُس ص ۶۹ مورخ ہروی نے بھی یہی واقعہ لکھا ہے۔ لیکن انھوں نے جلیہ سے شادی کا حوالہ شرجیل کے بارے میں دیا ہے۔ یعنی ان کا کہنا یہ ہے کہ شرجیل نے جلیہ سے شادی کی تھی اور اس بلقیس پیدا ہوئی تھی نیز بلقیس نے اسی طریقہ مذکورہ سے اپنے شوہر اول کو موت کے گھاٹ اتار کر پوری سلطنت حاصل

کر لی تھی۔ (رد منہ الصغاج ۱۲۶) مورخ طبری کا بیان ہے کہ بلقیس کا باپ عرب تھا اور ماں پری تھی جس کا نام جرار۔ بنت بلقمہ تھا اور اس کے باپ کا نام منسوخ تھا۔ پھر لکھتا ہے کہ بلقیس بڑی عاقلہ تھی اور بڑی اچھی رائے اور تدبیر کی مالک تھی اور آفتاب پرستی کرتی تھی۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۸۱) کتاب عجائب القصص ص ۲۱۱ میں بحوالہ تفسیر مواہب علیہ مرقوم ہے کہ بلقیس ایک ایسی بادشاہ کی بیٹی تھی جس کے خاندان کے چالیس بادشاہ مین میں حکومت کر چکے تھے۔ اتفاقاً بلقیس کے بادشاہ کا رابطہ جنوں کے ایک بادشاہ سے پیدا ہو گیا تھا۔ اُس بادشاہ جن نے اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دی تھی۔ چنانچہ بلقیس اُسی سے پیدا ہوئی تھی۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ بلقیس دختر کے علاوہ اس کے کوئی فرزند نہ تھا۔ جس کی وجہ سے ملک کی مالکہ بی بی بن گئی تھی۔ یعنی اپنے باپ کی وفات کے بعد یہی ملکہ سب قرار پائی تھی اور چونکہ اس کے عزیزان مادری جن تھے اس لئے ان سب نے مل کر اس کا تخت ایسا بنایا تھا کہ اس عہد میں اس تخت کی کافی شہرت ہو گئی تھی۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔

ہدھد کو حضرت سلیمانؑ کا تہدیدِ جواب میں ملکہ سبا بلقیس اور اس

کے تخت کی خبر لایا ہوں۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا: ”سن نظر! صدقت ام کنت من الکاذبین“ اچھا ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا کہ تو سچ بول رہا ہے یا جھوٹ مار رہا ہے۔ (قرآن مجید) سُن میں ایک خط لکھ کر تجھے دیئے دیتا ہوں تو اُسے لے جا کر ان کے پاس ڈال دے اور ان کی نگاہوں سے چھپ کر دیکھ کہ وہ لوگ اس خط کے بارے میں باہمی کیا گفتگو کرتے ہیں۔ ہدھد نے عرض کی حضور بسر و چشم تعمیل حکم کر دل گا۔ جس سے میری صداقت ظاہر ہو جائے گی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الَّا تَعْلَمُوْا عَلٰی دَاۤءِیْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ

ہدھد وہ خط اپنی منقار میں لے کر اڑا اور شہر سبا پہنچ گیا وہاں پہنچ کر اُس نے موقع کی تلاش کی اور حضرت سلیمانؑ کے خط کو اُس کے دستِ خاص میں پہنچا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ہدھد نے اس کی گود میں خط کو ڈال دیا۔ مقابل کا بیان ہے کہ ہدھد اس وقت وہاں پہنچا جب کہ وہ تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر وہ تخت کے اوپر بلقیس کے بالائے سر اس خط کو لئے ہوئے تھوڑی دیر بٹھرا، اس وقت تمام لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف تھیں۔ پھر خود بلقیس نے بھی نگاہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ ”ثالقی الکتاب فی جحرہا“ جیسے ہی بلقیس نے نگاہ بلند کی، ہدھد نے خط کو اس کی گود میں ڈال دیا۔ لیکن مُسْلِمٌ بین الفریقین یہ ہے کہ ہدھد اُس وقت پہنچا جبکہ وہ اپنے قصر میں چپ لیٹی ہوئی سو رہی تھی اور تمام دروازے بالکل مکمل طور پر بند تھے۔ ہدھد نے قصر کا چکر لگایا اور

کاٹا۔ بالآخر اس کو ایک روشن دان نظر آیا۔ وہ اس میں گھس کر اندر چلا گیا اور خط کو ٹھیک اُس کے سینے پر رکھ دیا۔ جوں ہی اس کی آنکھ کھلی اُس نے اُسے دیکھا اور بغور پڑھا۔ پھر بستر سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ باہر آئی، دربار میں بیٹھی اور اعیان سلطنت و ارکانِ دولت کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ حاضر ہو گئے۔ پھر اس نے اُن سے مشورہ کیا۔ عرائسِ ثعلبی میں ہے کہ اس کے بارہ ہزار سردار تھے اور ہر سردار ایک لاکھ پر حاکم تھا۔ اس نے بارہ ہزار سرداران کو جمع کر کے ان سے کہا کہ آج جب کہ میں سورہی تھی ایک طائر نے روشندان سے اندر داخل ہو کر میرے سینے پر ایک خط ڈالا ہے۔ میں نے اس خط کو پڑھا تو میں متوحش ہو گئی ہوں۔ شیخ طوسی نے سرداروں کی تعداد تین سو بارہ تحریر فرمائی ہے قرآن مجید میں ہے کہ جب بلقیس نے خط کو پڑھا تو خوف زدہ ہو کر سرداران کو جمع کیا اور کہا یا ایہا الملؤا فی الفی الی کتابِ کریم، انہ من سلیمان دانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ الا تعلوا علی واثتونی مسلمین۔ اے میرے لشکر کے بزرگو! میرے پاس ایک بہت ذی عزت خط بھیجا گیا ہے۔ وہ خط سلیمانؑ بادشاہِ عظیم کی طرف سے ہے اور اس کے شروع میں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ لکھا ہوا ہے اور سب سے پہلے یہ تحریر ہے کہ مگرشی اور غر در مت کرو اور ایمان قبول کر کے میرے تابع بن کر سیدھے سے میرے پاس چلی آؤ۔

بلقیس کا اعیانِ دولت سے
مشورہ طلب کرنا
 میرے سردارو! بتاؤ اب میں کیا کر دوں؟ میں تم سے اس لئے پوچھتی ہوں کہ میرا یہ معمول ہے، میں تم سے مشورے کے بغیر کچھ نہیں کیا کرتی۔

یہ سن کر لوگوں نے جواب دیا کہ ہم بڑی طاقت و وقت والے اور بھرپور شجاعت رکھتے ہیں آپ گھبراہٹ کیوں ہیں۔ یعنی ہم اچھی طرح مقابلہ کر سکتے ہیں اور بوقتِ ضرورت پوری طاقت سے لڑ سکتے ہیں، تاہم آپ ہماری حاکمہ ہیں ہم آپ کے حکم سے سر تابی نہیں کر سکتے۔ آپ خود اس پر اچھی طرح غور کر لیجئے، پھر ہمیں بتائیے کہ آپ کیا چاہتی ہیں جو آپ کا حکم ہوگا ہم اس پر عمل کریں گے۔

اگر جنگ خواہی نبرد آوریم
 دگر صلح خواہی ترا بندہ ایم
 دل دشمنان را بدر آوریم
 بہ تسلیم حکمت سراغمند ایم

یہ سن کر بلقیس نے کہا کہ یہ میں بھی جانتی ہوں کہ تم بہادر ہو اور لڑنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہو۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوها وجعلوا اعۃ اہلہا اذلة (قرآن مجید) کہ بادشاہوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو تباہی مچا دیتے ہیں اور دلال کے باشندوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ بالآخر حالت یہ ہوتی ہے کہ صاحبانِ عزت کو ذلیل و خوار کر دیتے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ اگر جنگ ہوئی تو اس میں دو طرفہ تباہی ہوتی ہے اور اگر دشمن

غالب آگیا تو پھر بربادی کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اس لئے میں کہتی ہوں کہ جنگ آزمائی اچھی چیز نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ پہلے یہ جانچا جائے کہ آیا سلیمان صرف بہت بڑے بادشاہ ہیں جن کے تابع فرمان کا سنات کی تمام چیزیں ہیں یا وہ بنی بھی ہیں کیونکہ انھوں نے ادلا تو ایک طائر کے ذریعہ سے خط بھیجا ہے۔ ثانیاً انھوں نے دعوت ایمان بھی دی ہے۔ مجھے ان کی نبوت کا شبہ اس لئے ہو رہا ہے کہ انھوں نے دعوت ایمان دی ہے۔ اگر صرف بادشاہ ہوتے تو وہ صرف سلطنت پر قبضہ کرنے کا عزم کرتے ایمان کی طرف دعوت نہ دیتے۔

اے میرے میٹر اور بزرگوں میں پہلے ان کی طرف ہدیہ یعنی تحفے تحائف بھیجتی ہوں اور یہ دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا خبر لاتے ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے بلیقیس کی رائے سے اتفاق کر لیا اور فیصلہ ہوا کہ تحائف بھیجے جائیں۔

حضرت سلیمان کی طرف بلیقیس کا ہدیہ بھیجنا
 علمدار نے لکھا ہے کہ بلیقیس نے ہدیہ بھیجنے کا فیصلہ اس لئے کیا تھا کہ وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ آیا وہ صرف بادشاہ ہیں یا نبی بھی ہیں۔ وہ یہ سمجھتی تھی کہ اگر وہ صرف بادشاہ ہوتے تو ہم ان کا مقابلہ کر سکیں گے۔ اور اگر نبوت کے بھی مالک ہوتے تو ان سے مقابلہ ناممکن ہوگا۔ اس کا یہ خیال تھا کہ اگر ہدیہ قبول کر لیں گے تو میں جان لوں گی کہ وہ صرف بادشاہ ہیں اور اگر مسترد کر دیں گے تو یقین کر لوں گی کہ وہ نبی بھی ہیں۔

الغرض بلیقیس نے ہدیہ کا انتظام شروع کیا اور بروایت عرائس ثعلبی اس نے بہت سے دور و غلمان جیسے لڑکے لڑکیاں، بہترین جواہرات کی زمین پر بہترین گھوڑوں پر سوار کر کے روانہ کیئے جن کے لباس بدلے ہوئے تھے اور پانچ سو سونے کی اینٹیں روانہ کیں اور ایک جواہرات کا بنا ہوا صندوق تیار کرایا۔ جس میں ایک بہت بڑا صاف ستھرا موتی رکھا اور ایک موتی ایسا رکھا، جس میں ٹیڑھا سوراخ تھا، اور ایک عظیم قسم کا تاج بھیجا۔ مشک و عنبر کافی تعداد میں ارسال کیا۔ ہدیہ لے جانے کے لئے منذر بن عمر کو تجویز کیا اور اس کے ساتھ چند عطار کو کر دیا۔ یہ لوگ تمام سامان لے کر جب روانہ ہونے لگے تو اس نے ایک خط لکھ کر دیا جس میں تحریر کیا کہ اگر آپ بنی ہیں تو صندوق کھولنے سے پہلے بتا دیجئے کہ اس میں کیا ہے؟ نیز لڑکے اور لڑکیوں میں یہ بتائیے کہ ان میں کون کون لڑکے ہیں اور کون کون لڑکیاں ہیں اور موتی میں بالکل سیدھا سوراخ کرا دیجئے۔ نیز اس موتی میں جو کج سوراخ ہے۔ اس میں دھاگا ڈلوادیں گے۔ بروایت حیات القلوب اس نے یہ شرط لکھی تھی کہ موتی میں سوراخ آگ اور لوہے کے بغیر کیا جائے۔

الغرض یہ سب چیزیں دے کر بلیقیس نے منذر بن عمر کو روانہ کیا اور کہا کہ اس امر پر خاص نگاہ

رکھنا کہ وہ تم سے کس طرح ملتے ہیں۔ اگر نہایت خندہ پیشانی سے ملیں تو سمجھ لینا کہ نبی ہیں اور اگر ترش روئی سے ملیں تو جان لینا کہ بادشاہ ہیں۔

ادھر منذر بن عمر روانہ ہوا۔ ادھر بدہند نے بروایت عجائب القصص حضرت سلیمانؑ کو تمام حالات سے باخبر کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ تمام حالات کی اطلاع حضرت جبرئیلؑ نے دی تھی۔ غرضیکہ حضرت سلیمانؑ نے جنوں کو حکم دیا کہ پوری تیاری اور آرائش سے آنے والوں کا استقبال کیا جائے۔ چنانچہ سات فرسخ تک سڑک کو سونے چاندی کی اینٹوں سے جڑ دیا گیا اور اس کے گرد سونے چاندی کی اینٹوں سے دیوار اٹھائی گئی اور ہوا ہرات کے لنگرے بنائے گئے اور جنوں کے لڑکوں کو حکم دیا گیا کہ وہ دورو تہ سڑک کے کنارے کھڑے ہوں۔ اس کے بعد حضرت سلیمانؑ اپنے تخت پر بیٹھے اور حسب دستور انسانوں، جنوں اور دیگر مخلوقات کے نمایاں افراد وہاں بیٹھے، پرندوں نے سروں پر سایہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس میدان یا اس راستہ میں سے جس سے گزر کر منذر کو حضرت سلیمانؑ تک پہنچنا تھا۔ سونے چاندی کی اتنی اینٹوں کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی جتنی اینٹیں منذر حضرت سلیمانؑ کے پاس لا رہا تھا۔

سفیر بلقیس منذر کی حضرت سلیمانؑ کی بارگاہ میں رسیدگی
 منذر مخدہ تحائف لئے ہوئے اپنی جگہ سے روانہ ہو کر جب حضرت سلیمانؑ کے اس راستے پر پہنچا جو سونے چاندی کی اینٹوں سے جڑا ہوا تھا اور اس مقام کی شان و شوکت دیکھی تو حیران ہو گیا۔ ناگاہ اس کی نگاہ اس خالی جگہ پر پڑی جو اتنی ہی تھی۔ جتنی اینٹیں اُس کے پاس تھیں تو اس نے سوچا کہ اگر میں یہ اینٹیں ان کی خدمت میں لے گیا تو ہو سکتا ہے کہ مجھے پوری لگے کہ میں نے اسی راستے میں سے یہ اینٹیں نکال لیں ہیں۔ یہی کچھ سوچ کر اُس نے ان اینٹوں کو تھیں بطور ہدیہ لایا تھا۔ اس خالی جگہ میں نصب کر دیا اور آگے بڑھا دیکھا سونے چاندی کی اینٹوں کے بنے ہوئے فرش پر گائے۔ بل سرگین (گوبر) کرتے ہیں پھر جب منذر اپنے ساتھیوں سمیت حضرت سلیمانؑ کے قریب پہنچا تو اس کے ہاتھ کے طوطے اڑ گئے۔ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور ہچکا بکارا رہ گیا۔

الغرض حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں جا پہنچا۔ حضرت سلیمانؑ نے بڑی خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا اور اُد بھگت کی۔ اس کے بعد پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ اُس نے صندوق پیش کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اس میں ایک بڑا موتی ہے اور ایک ٹیڑھے سوراخ کا موتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں جو کچھ تھا سب بتا دیا۔ اس نے اس کی تائید کی۔ اس کے بعد اس نے خط دیا تو اس میں بھی یہی لکھا تھا کہ صندوق کھولنے سے پہلے یہ بتائیے کہ اس میں کیا ہے؟ سلیمانؑ نے خط لینے سے

پہلے ہی بتا دیا کہ اس میں موتی وغیرہ ہے۔ پھر آپ نے بلیقس کے سوال کے مطابق لٹکے اور لٹکیوں کی وضاحت کر دی۔ اس کے بعد صندوق کھلو کر موتی نکلا یا اور ایک کیڑے کو (جو غالباً دیمک تھی) حکم دیا کہ اس موتی میں سیدھا سوراخ کر دے۔ اس نے صاف سٹھرا سوراخ کر دیا۔ پھر اس موتی کو سامنے منگوایا جس میں جنوت کے ذریعہ سے ٹیڑھا میٹر سوراخ کرایا گیا تھا۔ آپ نے ایک کیڑے کو (جو غالباً چیونٹی تھی) حکم دیا کہ اس میں دھاگا پرو دے۔ چنانچہ اس نے منہ میں دھاگا لے کر اس میں گزرتے ہوئے پرو دیا۔

حضرت سلیمانؑ نے بلیقس کا ہدیہ واپس کر دیا

قرآن مجید میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بلیقس کے لائے ہوئے ہدیہ کو واپس کرتے ہوئے منذر بن عمر سے کہا کہ اسے واپس لے جاؤ، خدا نے جو کچھ مجھے دے

رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم لائے ہو۔ ”بل انتم بهدیتکم تفردحون“ جاؤ اور اپنے ہدیہ پر نہال رہو۔ مجھے تمہارے ہدیے کی ضرورت نہیں۔ جاؤ اور بلیقس سے کہہ دو کہ میں عنقریب ایک ایسا عظیم لشکر لے کر تمہاری طرف آنے والا ہوں جس کا تم کسی طرح مقابلہ نہ کر سکو گی اور میں اپنی پوری طاقت کا مظاہرہ کروں گا اور تم سب کو بھرپور ذلت و رسوائی کے ساتھ تمہارے ملک سے باہر نکال دوں گا۔ عجائب القصص میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے منذر سے فرمایا تھا کہ جا کر بلیقس سے کہو کہ سیدھی میری اطاعت قبول کرتی ہوئی میرے پاس آجائے ورنہ لشکر جبار لے کر میں خود پہنچوں گا، اور تباہی کی آخری منزل تک پہنچا دوں گا۔

بلیقس کے نمائندوں کی خدمت سلیمانؑ سے واپسی

منذر بن عمر وغیرہ حضرت سلیمانؑ کا جواب لے کر بلیقس کے پاس واپس آئے اور دہاں اس کو تمام حالات سے آگاہ کر کے کہا کہ میری ملکہ آپ یقین کریں کہ سلیمانؑ کا

جاہ و حشم ایسا ہے جیسا دنیا میں کسی کو نصیب نہیں۔ نہ آپ ان کی شان و شوکت کا مقابلہ کر سکتی ہیں اور نہ آپ ان کی فوج کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ان کی اطاعت قبول کر لی جائے اور جو وہ کہتے ہیں اس پر عمل کیا جائے، ورنہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

یہ سننے کے بعد بلیقس نے یقین کر لیا کہ وہ دنیاوی بادشاہ نہیں ہیں بلکہ نبی ہیں اور یہی کچھ بدیہ کی واپسی سے بھی اندازہ لگا لیا تھا۔ بالآخر اس نے بروایت روضۃ الصفا ایک نہایت ہوشیار آدمی سے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پیغام اطاعت بھیجا اور کہا کہ میں نے آپ کا حکم مان لیا ہے اور میں آپ کے حکم کے مطابق عنقریب حاضر خدمت ہوں گی۔

بلیقس نے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پیغام حاضری دینے کے بعد اپنی داغی کا بندوبست

کیا اور اچھی طرح سوچ سمجھ کر جلد سے جلد ان کی خدمت میں پہنچ جانے کا فیصلہ کر لیا۔

حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں
حاضری کے لئے بلقیس کی روانگی

روضۃ الصفا روانہ ہونے سے قبل اپنے عظیم الشان تخت کو سات آہنی کمروں میں بند کر کے اس پر زبردست پہرہ لگا دیا اور فلاوی دروازوں پر مضبوط و مستحکم تالے لگا کر کبھی اپنے پاس رکھ لی اور پورے جاہ و خشم کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ طبری میں ہے کہ اس نے اپنے تخت کو سات آہنی کمروں میں مقفل کر کے اس پر ایک ہزار کا شکر جہاز متعین کر دیا کہ وہ اس کی حفاظت کریں۔ پھر وہاں سے روانہ ہو گئی، اور بارہ دن کی راہ کو طے کرتے ہوئے قریب پہنچ گئی۔ عجائب القصص میں ہے کہ بلقیس کے ہمراہ بارہ ہزار سرداران لشکر تھے۔ عجائب القصص میں یہ بھی ہے کہ دونوں کے درمیان دو ماہ کی راہ تھی۔ یہی کچھ تفسیر معالم التنزیل میں بھی ہے۔

بلقیس سے پہلے اس کے تخت کا
دربار سلیمانؑ میں معجزانہ طور پر پہنچ جانا

بروایت روضۃ الصفا، جب بلقیس اپنے لشکر سمیت حضرت سلیمانؑ تک پہنچنے میں صرف ایک فرسخ کے فاصلہ پر رہ گئی تو حضرت سلیمانؑ کو اطلاع ملی کہ وہ آرہی ہے۔ حیات القلوب میں ہے کہ جب بلقیس کا قاصد اس کے پاس واپس پہنچا اور اس سے سلیمانؑ کی شان و شوکت بیان کی تو اس نے سمجھ لیا کہ مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتی۔ لہذا اطاعت قبول کر کے سلیمانؑ کی جانب روانہ ہو گئی۔ خداوند عالم نے سلیمانؑ کو اطلاع دے دی تھی کہ بلقیس تمہاری جانب متوجہ ہو چکی ہے اور آرہی ہے اور نزدیک پہنچ چکی ہے۔

یہ معلوم کرنے کے بعد حضرت سلیمانؑ نے درباریوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ بلقیس پہنچ رہی ہے اور آج پہنچ جائے گی۔ اسے گروہ جن و انس آیا تم میں کوئی ایسا ہے کہ جو اس کے تخت کو قبل اس کے کہ وہ میری فرمانبرداری کر میرے پاس پہنچے، دربار میں حاضر کر دے۔ یہ سن کر ایک جنوں کا گرد گھٹال جس کا نام بروایت ثعلبی "کوزان" تھا، بولا "انا ایتتک بہ قبل ان تقوم من مقامک" میں اس پر قدرت رکھتا ہوں کہ اسے آپ کی کچھری برخواست ہونے سے پہلے لا حاضر کروں۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ یہ مدت بہت زیادہ ہے۔ میں اس مدت سے پہلے اس کے تخت کو اپنے دربار میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ ارشاد گرامی سن کر "قال الذی عنده علم من الكتاب انا ایتتک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک" اس شخص نے جس کے پاس

کتاب کا محور اساعلم تھا یہ کہہ کر کہ یا حضرت میں آپ کی پلک بھینکنے سے پہلے تخت لائے دیتا ہوں
تخت سلیمان کے نیچے سے تخت بلقیس برآمد کر دیا۔

تخت بلقیس کے چشم زدن میں لانے کی بحث اس پر خاتم المحدثین علامہ محمد باقر مجلسی

کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ ہم ان کی تحریر کا اردو ترجمہ حیات القلوب مترجم کے ج ۱ ص ۹۹ سے نقل کرتے ہیں۔

”اس قدر دور دراز مقام سے اتنے قلیل وقت میں تخت بلقیس کے ظاہر ہونے میں اختلاف ہے

بعض کا قول ہے کہ فرشتے ہوا پر لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہوا خود اپنے دوش پر لائی اور بعض بیان کرتے ہیں کہ خدائے

اس تخت میں تیز حرکت پیدا کر دی کہ وہ خود ہی آ موجود ہوا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدائے تخت کو دھال پر عزم کر دیا

اور اپنی قدرت کاملہ سے یہاں حضرت سلیمان کے پاس پیدا کر دیا اور جو کچھ احادیث معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے ان کے

دور و فاصل میں سے ایک کسب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان قطعات زمین کو جو حضرت سلیمان کے مکان اور تخت بلقیس

کے درمیان تھے پست کر دیا اور وہ زمین جس پر تخت بلقیس تھا حرکت میں آئی اور تخت کو حضرت سلیمان تک پہنچا

یا اور پھر وہ زمین واپس اپنے مقام پر پہنچ گئی اور دوسری چیزیں پھر بدستور سابق اٹھ کر برابر ہو گئیں۔ اگر کوئی کہے کہ

عمارتیں، مکانات، حیوانات اور درخت وغیرہ ان زمینوں پر تھے، پست کی گئیں۔ وہ سب کیا ہوئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ خداوند عالم نے ان سب کو داہنے اور بائیں ہٹا دیا ہو۔ جس سے تخت کے

راستے میں کچھ نہ رہ گیا ہو۔ دوسرے یہ کہ تخت کو زمین کے اندر کر دیا ہو اور زمین نے حرکت کر کے اس کو تخت سلیمان

کے نیچے پہنچا دیا ہو اور دھال سے نکلا ہو۔ یہ وجہ زیادہ قریب عقل ہے اور وہ دونوں وجہیں بھی عقل سے نزدیک

ہیں اور یہ دونوں وجہیں احادیث معتبرہ میں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ حدیث صحیح میں حضرت صادق علیہ السلام

سے منقول ہے کہ وزیر رومی سلیمان نے اسم اعظم پڑھا اور وہ تمام زمینیں جو حضرت سلیمان و تخت بلقیس کے درمیان

تھیں نیچے ہو گئیں۔ وہ ہموار ہوں یا نا ہموار یہاں تک کہ اس تخت کی زمین، تخت سلیمان کی زمین تک

پہنچی اور سلیمان نے تخت بلقیس کھینچ لیا اور وہ زمین واپس ہو گئی۔ اور یہ آنکھوں کی پلک بھینکنے سے پہلے

ہوا، اور سلیمان نے کہا کہ میں نے خیال کیا کہ وہ تخت میرے تخت کے نیچے سے نکل آیا اور احادیث صحیحہ

معتبرہ میں امام محمد باقر و امام جعفر صادق و امام علی نقی سے منقول ہے کہ خدا کے اسم اعظم ہیں اور حضرت

سلیمان کے وزیر آصف بن برخیا کو ایک اسم عطا ہوا تھا۔ جس کے ذریعہ سے آپ نے ظلم کیا جس سے زمین

شکافہ ہوئی یا نیچے دب گئی۔ وہ زمین جو تخت بلقیس اور حضرت سلیمان کے درمیان تھی اور جو کچھ اس زمین

پر تھا سب نیچے ہو گیا تو حضرت نے اپنے ہاتھ سے تخت کو اٹھا لیا اور دوسری روایت کے مطابق دونوں

زمین کے ٹکڑے (یعنی حضرت سلیمان جس پر تھے اور تخت والی زمین) ایک دوسرے سے متصل ہوئی اور تخت اس

قطع زمین سے اس قطع زمین پر منتقل ہو گیا اور آٹھ کی پلک بھینکنے سے پہلے زمینیں اپنے سابقہ حال پر قائم ہو گئیں

تخت کو دیکھتے ہی حضرت سلیمان خوش ہو گئے اور کہنے لگے ”هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي“ یہ میرے خدائے قادر کا فضل و احسان ہے، تاکہ وہ میرا امتحان لے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا اس کی نعمتوں کی ناکدری کرتا ہوں۔

چشمِ زدن میں تخت لانے والے کا نام نامی

اکثر مفسرین کے حوالہ سے امام ثعلبی نے لکھا ہے کہ چشمِ زدن میں تخت بلیقیس لانے والے کا نام آصف بن برخیا بن شمعیا بن ملکیا تھا۔ انھیں اسمِ اعظم معلوم تھا۔ جب وہ اس کے ذریعہ سے دُعا کرتے تھے قبول ہوتی تھی اور جب خدا سے سوال کرتے تھے۔ خدا انھیں فرما عطا کرتا تھا۔ عجائب القصص میں کئی نام پیش کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ”وَأَصْفٌ دُعَاكَ وَتَحْتَ بَلْقِيسَ در موضع خود بر زمین وقت و طرفہ العین پیش سلیمان بر زمین برآمد۔“ آصف نے دُعا کی اور تخت بلیقیس اپنی جگہ پر زیرِ زمین چلا گیا اور چشمِ زدن میں حضرت سلیمان کے دربار میں نمودار ہو گیا۔ ص ۲۱۰ تاریخ طبری میں ہے کہ اس با کمال شخص کا نام آصف بن برخیا تھا وہ اشموئیل پیغمبر کا اولاد سے تھے اور ان کی مال لادی بن یثوب کی نسل سے تھیں (ص ۱۸۳ ج ۲) اس کے بعد مورخ طبری لکھتے ہیں کہ تخت بلیقیس کا آنا قوتِ بشری سے نہ تھا بلکہ قوتِ ربانی سے تھا۔ جب کہ حضرت علی بن ابی طالب کا بابِ خیبر اکھاڑنا یعنی تخت کا لانا اور بابِ خیبر کا اکھاڑنا فضلِ رب تھا۔ روضۃ الصغاج اول ص ۱۲۸ میں ہے کہ جمہورِ آئمہ تاریخ اس کے قائل ہیں کہ تخت بلیقیس کو چشمِ زدن میں لانے والے آصف بن برخیا تھے، حیات القلوب ج ۱ ص ۹۹ میں ہے کہ وہ شخص جس کو تخت کا اختور اساعلم تھا وہ آصف بن برخیا تھے انھیں اسمِ اعظم بھی معلوم تھا اور وہ حضرت سلیمان کے وزیر تھے۔ سفینۃ البحار ج ۱ ص ۲۳ میں ہے کہ آصف بن برخیا ہی تھے جنہوں نے تخت بلیقیس چشمِ زدن میں دربارِ سلیمان میں پہنچا دیا تھا۔ وہ حضرت سلیمان کے وزیر اور ان کے بھائی تھے۔ ان کو اسمِ اعظم میں سے صرف ایک معلوم تھا۔ جس کے ذریعہ سے انھوں نے زمین کو ٹٹا کر چشمِ زدن میں تخت بلیقیس دربارِ سلیمان میں پہنچا دیا تھا۔ مجمع البحرین ص ۵۷ میں ہے کہ وہ آصف بن برخیا تھے۔

واقعہ حاشیہ سابق، اور ان اسماءِ اعظم میں سے بہتر اسماءِ روح اس اسم کے جو آصف کو دیا تھا، خدا نے ہم کو سب عطا فرمایا ہے اور ایک اسم، خدا نے اپنے لئے مخصوص رکھا اور مخلوق میں سے کسی کو نہیں عطا فرمایا۔ روضۃ الصغاج ج ۱ ص ۱۲۸ میں ہے کہ تخت بلیقیس تیس گز لمبا تھا، حاشیہ قرآن مجید فرمانی میں ہے کہ تیس گز لمبائیس گز چوڑا اور تیس گز اونچا تھا۔ اس کے چاروں پائے۔ یا قوت، زمرہ۔ پھر جاج اور موتی کے تھے۔ اس کے بالائی حصے میں سات خانے تھے۔ جن میں بڑے بڑے موتی لگے ہوئے تھے۔

جو کہ سلیمانؑ کے وزیر اور ان کی بہن کے فرزند تھے۔ وہ اسم اعظم بھی جانتے تھے اور ان کو کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔

آصف بن برخیا اور علی بن ابی طالب

معلوم ہونا چاہیے کہ آصف بن برخیا جو حضرت سلیمانؑ کے وزیر اور ان کی بہن کے لڑکے تھے، اُن کو خدا نے بہتر اسماء اعظم میں سے صرف ایک کا علم دیا تھا اور علم کتاب میں سے کچھ تھوڑا

علم عطا کیا تھا۔ لیکن حضرت علیؑ بن ابی طالب کو خداوند عالم نے تمام اسماء اعظم تعلیم فرمایا تھا اور علم کتاب کا کل عطا کیا تھا۔ چنانچہ پارہ ۱۳ رکوع ۱۲ سورہ رد کی آیت ۳۴ قل کفی باللہ شہیدا بیدنی و بینکم ومن عندہ علم الکتاب، اے میرے نبی کہہ دو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان غذا اور اس شخص کی گواہی کافی ہے جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے، میں حوالہ دیا گیا ہے۔ علامہ عبید اللہ امرتسری بحوالہ حافظ ابو نعیم، تعلیٰ، نظر بنی تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ”من عندہ علم الکتاب“ سے جناب امیرؑ مراد ہیں۔ (اربع المطالب ص ۱۸۰، محدث الجواہر قلمی، روح المعانی ج ۴ ص ۲۰۳)

علامہ میبذی نے فوائذ میں عبد اللہ بن سلام سے بھی یہی روایت کی ہے۔ عاصمی نے زین الفقی میں حضرت علیؑ بن ابی طالب کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ ”آصف بن برخیا کو کتاب کا تھوڑا سا علم تھا جس سے انھوں نے چشم زون میں تخت بقیس منگوایا تھا۔ دانا علیؑ کل علم الکتاب عندی۔“ اور میں علیؑ ہوں۔ میرے پاس ساری کتاب کا مکمل علم ہے، میں جو چاہوں کر سکتا ہوں مجھے خدا نے بڑی قدرت دے رکھی ہے (حاشیہ رواج القرآن ص ۲۳۱، روح القرآن ص ۱۳) اسی سلسلہ میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابان بن تغلب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ جدنا مادر حضرت علیؑ بن ابی طالب کا یہ ارشاد تھا کہ اگر میں چاہوں تو یہیں بیٹھے بیٹھے اپنا پیر ابن ابی سفیان کے سینے پر رکھ کر اُسے کچل دوں اور تھوکر مار کر اُسے تخت سے نیچے گرادوں۔ اے ابان دنیا کے لوگ کتنے بے بصیرت ہیں کہ وہ اس ارشاد کو تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن یہ بات مان رہے ہیں کہ آصف بن برخیا

نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے تخت بقیس سینکڑوں میل سے چشم زون میں منگوایا۔ (سفینۃ البحار ج ۲ ص ۱۸۰) مطلب یہ ہے کہ آصف بن برخیا کو صرف تھوڑا سا علم کتاب تھا اور انھوں نے تخت بقیس کو منگوایا تھا تو اس کے ماننے میں لوگوں کو عذر نہیں۔ لیکن علیؑ بن ابی طالب کے اس فرمانے میں کہ میں یہیں بیٹھے بیٹھے ابن ابی سفیان کے سینے میں تھوکر لگا سکتا ہوں، میں عذر کر رہے ہیں حالانکہ ان کو کل کتاب کا علم تھا، یہ اور بات ہے کہ انھوں نے کمال انسانیت کی وجہ سے ایسا کیا نہیں ہے۔ لیکن ارشاد

فرما کر اپنی قدرت کا ذکر فرما دیا ہے۔ جسے ماننے میں با بصیرت لوگوں کو کوئی عذر نہیں ہے۔ مگر گور باطن اُسے تسلیم نہیں کرتے۔

حیات القلوب ج ۱ ص ۶۱ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اس قول سے کیونکر انکار کر سکتے ہیں کہ ”اگر میں چاہوں تو اپنا یہ پیغمبر نام میں معاویہ کے سینے پر مار کر اُسے تخت سے گرا دوں“ جبکہ آصف دسی سلیمانؑ کے معجزہ سے انکار نہیں کر سکتے کہ انھوں نے ایک چشم زدن میں حضرت سلیمانؑ کے لئے تختِ بلیقِس حاضر کر دیا۔ کیا ہمارے پیغمبر بہترین پیغمبران نہیں ہیں ادران کا دسی بہترین ادھیار نہیں ہے۔ کیا ہمارے پیغمبر کے دسی کو سلیمانؑ کے دسی سے کمتر سمجھتے ہیں۔ خدا ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا جو ہمارے حق سے انکار کرتے ہیں اور ہماری فضیلتوں کے منکر ہیں۔

اسی کتاب کے ص ۶۲ میں ہے کہ قاضی یحییٰ بن الکتھم نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے سوال کیا کہ آیا حضرت سلیمانؑ، آصف بن برخیا کے علم کے محتاج تھے؟ حضرت نے فرمایا کہ جس کے پاس کتابِ خدا کا کچھ علم تھا وہ آصف بن برخیا تھے۔ مگر سلیمانؑ ان تمام باتوں کو جانتے تھے اور ان کے سمجھنے سے عاجز نہ تھے۔ جو آصف جانتے تھے، لیکن وہ چاہتے تھے کہ آصف کی فضیلت جنوں اور انسانوں پر ظاہر ہو جائے تاکہ وہ سب سمجھیں کہ آصف ان کے بعد حجتِ خدا اور ان کے خلیفہ ہوں گے اور وہ علم جو آصف جانتے تھے۔ ان علوم میں سے کچھ تھا جو حضرت سلیمانؑ نے ان کو حکمِ خدا سے سپرد فرمایا تھا۔ لیکن خدا نے چاہا کہ آصف کا علم ظاہر ہو، تاکہ لوگ ان کی امامت میں اختلاف نہ کریں جیسا کہ حضرت داؤدؑ نے اپنی حیات میں سلیمانؑ کو اپنا حکم (فیصلہ کرنے کے لئے)، خلق پر رجعتِ خدا ہونے کی تاکید کے لئے سکھا دیا تھا تاکہ اُمتِ حضرت داؤدؑ کے بعد سلیمانؑ کی پیغمبری کا بے چون و چرا اقرار کرے ”مطلب یہ ہے کہ آصف بن برخیا کو نمایاں کر کے حضرت سلیمانؑ نے ان کے مستقبل کو درخشاں کرنا چاہا تھا اور یہی طریقہ پیغمبروں کا ہمیشہ رہا ہے۔ اسی اصول پر حضرت رسول کریمؐ نے حکمِ خدا سے علی بن ابی طالب کو ہر منزل میں بلندی عطا کی تھی۔“

تورضین کا بیان ہے کہ بلیقِس جب قریب آپہنچی تھی تو حضرت سلیمانؑ نے اس کا تخت چشم زدن میں منگوایا تھا اور اس کے بعد

بلیقِس کے لئے شیشے کے محل کی تعمیر اور اس میں بلیقِس کا ورود

حکم دے دیا تھا کہ بلیقِس کے لئے ایک عظیم الشان شیشے کا محل تیار کیا جائے۔ چنانچہ انا فانا شیشے کا ایسا محل تیار کر دیا گیا جو بے مثل و بے نظیر تھا۔ اس میں دیگر خوبیوں کے ساتھ ایک خوبی یہ تھی کہ اس کے صحن میں پانی کی گوبیں کر دیں لے رہی تھیں۔ جب محل تیار ہو چکا تو حکم دیا کہ بلیقِس کے بیٹھنے کے لئے ایک خاص قسم کا تخت تیار کیا جائے۔ چنانچہ بروایتِ فضہ الصفا خالص سونے کا ایک ایسا تخت تیار کیا تھا جس کے گرد چار شیر زد و جواہر کے بنے ہوئے چکر لگاے ہوئے تھے اور انکی پشت پر

دو گدھ بیٹھے ہوئے تھے جن کی آنکھیں یا قوت کی بقیں اور جن کے دانت مروارید کے تھے۔ اسکے علاوہ نسرین کا مجسمہ تھا جو مناسب طریقے پر گلاب پاشی کے لئے نصب کیا گیا تھا اور تخت کے کنگرے پر دو مرغ اس انداز سے بنائے گئے تھے کہ وہ بوقت ضرورت یعنی بقیس سے حضرت کی تنہائی میں گفتگو کے لئے وہ اپنے پروں سے اس طرح سایہ کر لیں کہ ان دونوں کو کوئی دیکھ نہ سکے۔ اس کے علاوہ تخت کے چاروں کونوں پر ایک ایک جواہرات کے طاووس بنائے گئے تھے جن کے منہ سے عنبر و عیسر کی خوشبو نکل رہی تھی۔ لہ

الغرض شیشے کا مکان تیار کر دیا گیا اور اس میں یہ نو تیار تخت رکھا گیا اور اسی تخت کے سامنے بقیس کا تخت بھی رکھ دیا گیا۔ جس میں قدر سے تغیر کر دیا گیا تھا۔ بقیس جب اس محل میں داخل ہوئی تو اس نے سمجھا کہ پانی بھرا ہوا ہے۔ اس لئے اس نے اپنے پانچے اٹھا لئے۔ سلیمان نے جب دیکھا تو کہا کہ آجادیہ پانی ادھر نہیں ہے بلکہ شیشے کے نیچے ہے۔ چنانچہ وہ حضرت سلیمان کے پاس تخت پر چلی گئی۔ حضرت سلیمان نے اس کی پٹلیوں پر بال دیکھ کر جتوں کو حکم دیا کہ بالوں کو صاف کرنے کی کوئی چیز تیار کریں۔ چنانچہ نوشادر اور چونا سے ”نورہ“ (بال صفا) تیار کیا گیا۔

غرضیکہ بقیس تخت سلیمان پر بیٹھنے کے بعد اپنے تخت کی طرف متوجہ ہوئی اور بار بار اُسے دیکھنے لگی، حضرت سلیمان نے پوچھا۔ ”اھکن اعدوشک“ کیا تمہارا تخت بھی ایسا ہی ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ ”کانہ ہو“ یہ گویا بالکل ویسا ہی ہے اور اُسے حضرت سُننے میں تو پہلے ہی آپ کا لوہا مان چکی ہوں اور آپ کی مطیع و فرمانبردار بن چکی ہوں۔

اس کے بعد بروایت ثعلبی بہت سی باتیں ہوئیں اور سوالات و جوابات ہوتے رہے بالآخر صَدِّ ہاماکانت تعبد من دون اللہ انھا کانت من قوم کافرین۔ (قرآن مجید) حضرت سلیمان نے (اُسے سمجھا بھگا کہ) اس کی پرستش سے روک دیا جس کی وہ اللہ کے بجائے پوجا کرتی تھی پھر اس نے مسلمان ہونے کے بعد کہا۔ رَبِّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمَانَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ۔ خدایا میں نے غیر خدا کی پرستش کر کے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور اب میں سلیمان کے ساتھ سارے جہانوں کے پروردگار پر ایمان لائی ہوں۔ طبری میں ہے کہ بقیس اور اس کے ہمراہ آنے والے اس کی سلطنت کے تمام زعماء مسلمان ہو گئے۔

بقیس کا نکاح حضرت سلیمان کے ساتھ | بقیس کے مسلمان ہونے کے بعد حضرت سلیمان نے ان کے ساتھ عقد کر لیا۔ تاریخ یعقوبی میں ہے کہ انھوں نے نکاح کر کے اپنی ازواج میں بقیس کو شامل کر لیا اس کے بعد انھیں

لے میرے نزدیک یہ بیان مقدوح ہے کیونکہ نبی خدا کا جہاندار کا مجسمہ تیار کرانا ناقابل تسلیم ہے۔ ۱۲

اجازت دے دی اور وہ یمن واپس جا کر بدستور حکومت کرتی رہیں۔ طبری میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے ساتھ نکاح کر لیا اور ان کے بطن سے ایک فرزند متولد ہوا جس کا نام داؤد رکھا گیا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ ”سلیمانؑ بعد از اسلام بلقیس اورا در عقد تزویج آورد“ حضرت سلیمانؑ بلقیس کے مسلمان ہونے کے بعد ان کے ساتھ عقد نکاح کر لیا۔ روضۃ الصفا میں یہ بھی ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی دیگر بیویاں کوشش کرتی رہیں کہ بلقیس کے ساتھ حضرت سلیمانؑ عقد نہ کریں، لیکن انھوں نے اس کی پرواہ کئے بغیر بلقیس کے ساتھ عقد کر لیا۔ عجائب القصاص میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے ساتھ عقد کر لیا اور وہ انھیں بے انتہا چاہتے تھے۔ عقد کے بعد انھیں اجازت دے دی کہ وہ اپنے ملک میں جا کر بدستور حکومت کرتی رہیں۔ چنانچہ وہ چلی گئیں اور وہاں حکومت کرتی رہیں۔ حضرت سلیمانؑ مینے میں ایک بار دیاں جایا کرتے تھے اور تین دن قیام فرمایا کرتے تھے ”ازدئے فرزندے ہم پیدا شد“ حضرت سلیمانؑ کا ایک لڑکا بھی بطن بلقیس سے پیدا ہوا تھا۔ صحیات القلوب میں علی بن ابراہیم سے مروی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے ساتھ عقد کر لیا تھا۔ اسی طرح اور بہت سی تواریخ تفاسیر میں یہی کچھ مرقوم ہے، لیکن امام نقیبی اپنی کتاب عرائس کے ص ۱۸۰ طبع مصر میں بحوالہ محمد بن اسحاق اور وہب بن منبہ تحریر کرتے ہیں کہ سلیمانؑ نے بلقیس کا عقد ہمدان کے ایک بادشاہ سے کر دیا تھا۔ میرے نزدیک مذکورہ شواہد کے پیش نظر امام نقیبی کا بیان درست نہیں ہے۔

حضرت سلیمانؑ کا مخلوقات خداوندی کو ایک وقت کے لیے دعوت طعام دینا

اولیٰ ایک مچھلی کو بھی نہ کھلا سکنا

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ایک دن بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ مالک میرا جی چاہتا ہے کہ ایک وقت تیری ساری مخلوقات کو دعوت طعام دوں۔ اگر تو اجازت دے تو میں حضرت پوری کر لوں۔ جواب ملا کہ اے سلیمانؑ، یہ میرا ہی کام ہے۔ تجھ سے بس کا دل نہیں ہے، لہذا تم اس ارادے سے باز رہو۔ حضرت سلیمانؑ نے عرض کی کہ مالک مجھے معلوم ہے کہ یہ کام تیرا ہی ہے اور کسی کے بس کا نہیں ہے، لیکن پالنے والے عاجزانہ درخواست ہے کہ اجازت مرحمت فرمادی جائے تاکہ میں اپنی خوشی تیری مخلوق کو ایک وقت طعام دے کر پوری کر لوں۔ ارشاد ہوا کہ اگر تم یہی خواہش رکھتے ہو تو چلو میں اجازت دیتے دیتا ہوں تم انتظام کرو۔

چنانچہ ایک تاریخ مقرر کر کے حضرت سلیمانؑ نے انتظام شروع کر دیا اور مہینوں پہلے سے آؤ

جمع کرنا شروع کر دیا، انسانوں اور جنوں کے کارکنوں کو حکم دیا کہ غلہ وغیرہ جمع کرو اور ایک جگہ سمندر کے کنارے بتادی۔ جو بے حد طویل و عریض تھی اور کہا کہ اسے غلہ سے بھر دو۔ چنانچہ دعوت کے لئے غلہ وغیرہ جمع ہونا شروع ہوا اور کئی پہاڑ غلے کے بن گئے۔ پھر ان لوگوں کے لئے جو انسانوں سے تعلق رکھتے تھے دو ہزار سات سو ایسے دیگ تیار کر آئے جو ایک ہزار گز کی وسعت کے تھے۔ غرضیکہ جس قدر بھی طاقت تھی آذوقہ میں سب خرچ کر دی اور جس قدر ممکن تھا جمع کر دیا۔ یہاں تک کہ بروایت بہت سے پہاڑ غلے کے بن گئے۔ جب اپنی پوری طاقت بھر آذوقہ یعنی سامان دعوت جمع کر لیا تو مہمانوں کا انتظار کرنے لگے جنہیں ہوا کے ذریعہ سے دعوت دی تھی جیسے ہی وقت آیا سمندر سے ایک آبی جانور نکلا، اور اس نے حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ نبی خدا میرے حصہ کا سامان طعام کدھر ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ سامنے سارا سامان موجود ہے۔ اس میں سے اپنا پیٹ بھر لے۔ یہ سن کر اس نے کھانا شروع کیا اور وہ سارا سامان جو حضرت سلیمانؑ نے اپنی پوری طاقت سے جمع کیا تھا سب کا سب کھا گیا اور کہنے لگا کہ اے نبی خدا میں روزانہ جتنا کھاتا ہوں یہ اس کا حصہ ہے میں نے اپنے آذوقہ کا تیسرا حصہ کھا لیا ہے۔ اب بتائیے کہ میرے آذوقہ کا دو حصہ اور کس جگہ ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ تو تو سارا کا سارا کھا گیا ہے۔ اب تجھے مزید کہاں سے کھلاؤں اور دیگر مخلوقات جو آئی ہوئی ہے اس کو کیا کھلاؤں۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اے نبی خدا جب آپ میں اتنی سکت نہ تھی کہ ایک مخلوق خدا کو سیر کر سکیں تو پھر آپ نے ساری دنیا کو کس لئے مدعو کر دیا تھا۔ یہ سننا تھا کہ حضرت سلیمانؑ سجدہ خالق میں گر گئے اور عرض کی کہ مالک بیشک تو بھی مخلوقات کو ردی دے سکتا ہے۔ میرے علاوہ کوئی بھی اس کی ذرہ بھر بھی صلاحیت نہیں رکھتا، میرے مالک مجھے معاف کر دے اور اپنی اس مخلوق کو خود سیر فرما، (روضۃ الصفا)۔

اسی قسم کی ایک روایت حیات القلوب میں بھی ہے، اس میں مرقم ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا یومیہ خرچ سات کروڑ کا تھا۔ ایک روز ایک مچھلی دریا سے سر نکال کر حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں عرض پر داڑ ہوئی کہ اے نبی خدا میں چاہتی ہوں کہ آپ ایک دن میری بھی ضیافت فرمائیں۔ میں بھی خدا کی مخلوق ہوں۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کی درخواست ضیافت منظور کر لی اور اپنے کارپردانوں کو حکم دے دیا کہ دریا کے باہر میدان میں غلہ جمع کر دیا جائے اور وہ اتنا ہو کہ میرے لشکر کے لئے ایک ماہ کی خوراک پاسکے۔ چنانچہ سامان جمع کیا گیا جو ایک پہاڑ کی مانند ہو گیا، پھر وقت معینہ پر وہ مچھلی برآمد ہوئی اور اس نے دریا سے سر نکال کر کھانا شروع کیا اور لشکر کی ایک ماہ کی خوراک سب کھا گئی اور حضرت سلیمانؑ سے کہنے لگی کہ آپ نے جو کچھ جمع کیا تھا وہ میرے ایک دقت کی ناقص خوراک قرار پائی ہے۔ یعنی میرا پیٹ ابھی نہیں بھرا ہے۔

یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اے مخلوقِ خدا، دریا میں تجھ جیسے جانور اور بھی ہیں؟ اس نے کہا کہ میرے ایسے جانوروں کی ہزار ہا جماعتیں دریا میں موجود ہیں اور خداوندِ عالم سب کو بھر پیٹ روزی دیتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا ”سُبْحَانَ اللَّهِ الْمَلِكِ الْعَظِيمِ“ پاک اور بے نیاز ہے وہ خدا جو بادشاہِ عظیم ہے۔

حضرت سلیمانؑ کیلئے رجعتِ شمس | مؤرخین و مفسرین کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کے شوقین تھے اور وہ راہِ خدا میں

جہاد سے پوری دلچسپی رکھتے تھے، وہ عظیم الشان بادشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم نبی بھی تھے، انھوں نے دمشق اور نصیبین کے کفار سے مقابلہ کے لئے تیاری شروع کر رکھی تھی۔ ایک فوج انھوں نے گھوڑوں کو ایک مقام پر طلب کیا اور بارادہ جہاد ان کے انتخابات میں لگے ہوئے تھے اور اس دلچسپی سے ان کی طرف متوجہ تھے کہ شام ہو گئی، پھر شام کی حد ختم ہونے لگی اور عصر کا وقت ختم ہو گیا اور سورج بروایت حیات القلوب پہاڑوں میں چھپ گیا اور بروایت غروب کر گیا اور آپؑ اس وقت تک بروایت نماز عصر نہیں پڑھی تھی اور بروایت وظائف کی تکمیل نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ آپؑ کو احساس پیدا ہوا، اور آپؑ بہت زیادہ رنجیدہ ہوئے۔ اس کے ردِ عمل میں آپؑ انھیں بہترین گھوڑوں کی راہِ خدا میں قربانی کر دی اور خدا سے دعا کی کہ سورج کو پلٹا دے۔ چنانچہ سورج ڈوبنے کے بعد یا پہاڑ میں پھینے کے بعد پھر ظاہر ہوا، اور آپؑ نے نماز عصر پڑھی یا وظائف کی تکمیل کی۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ جس کی تفسیر میں مفسرین نے بہت سی بے سر دیا باتیں کیں ہیں لیکن سب سے مناسب یہی بات ہے جو میں نے تحریر کی ہے۔

روضة الصفا میں ہے کہ نماز عصر قضا ہونے کے بعد آفتاب پلٹا اور انھوں نے نماز ادا کی اس کے بعد انھوں نے ان گھوڑوں کو طلب فرمایا اور ان کے سر و گردن پر ہاتھ پھیر کر انھیں مجاہدوں کے حوالے کر دیا۔

امام شعبیؒ لکھتے ہیں عن ابن عباس قال قال علی بن ابی طالب کم الله وجهه ثم ان الله امر الملائكة الموكلون بالشمس حتى ردوها على سليمان وصلى العصر في وقتها“ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؓ کا ارشاد ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد خداوندِ عالم نے ان ملائکہ کو جو سورج پر موکل ہیں، حکم دیا کہ سورج کو پلٹا دیں۔ چنانچہ سورج پلٹا اور سلیمانؑ نے نماز عصر صبح وقت پرا داکی۔ (عرائس ص ۱۶۸ طبع مصر)۔

لہ علامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے لئے آفتاب کا واپس آنا بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے

حضرت سلیمانؑ کا ابتلا و امتحان

اصول خداوندی کے مطابق حضرت سلیمانؑ کا بھی امتحان لیا گیا تھا، وہ اپنے ماننے والوں اور محبوب لوگوں کا امتحان لیا کرتا ہے، کوئی بنی شاید ہی ایسا گزرا ہو جس کا مالک نے امتحان نہ لیا ہو۔ وہ چھوٹی ٹھوٹی باتوں کو بہانہ بنا کر امتحان لیا کرتا ہے۔ ع۔ جن کے رتبے ہیں سو ان کو سوا مشکل ہے۔ حضرت سلیمانؑ کا امتحان صرف اس وجہ سے لیا کہ انھوں نے موقعہِ مخالفت میں انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے لشکر میں بے شمار انسان بھی تھے اور جن بھی، لیکن چونکہ انسانوں سے جن زیادہ اور اہم کام کیا کرتے تھے اس لئے ان کو ناز تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ سلیمانؑ ہماری حمایت کو کسی وقت نظر انداز نہیں کر سکتے، کسی وقت گفتگو میں حضرت سلیمانؑ کو ان کے منشاء کی غمازی ہو گئی اور ان کا تفاخر پیش نگاہ آ گیا، اس پر حضرت سلیمانؑ نے قدرے غصے میں فرمایا کہ مجھے مالک کے سوا کسی کی پرواہ نہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے جنوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میرے ستر بیویاں ہیں اور بروایت روضۃ الصفا انھوں نے کہا میرے ایک ہزار بیویاں ہیں۔ میں ایک رات میں سب کے پاس جاسکتا ہوں اور سب سے اولاد پیدا ہو سکتی ہے جس سے میں فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔ یعنی جب بھی میں سب کو استعمال کروں اتنی ہی اولاد پیدا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ انھوں نے ایک شب میں سب سے صحبت کی، مگر محض اس لئے کہ انھوں نے دعوائے تولید کے موقع پر "انشاء اللہ" نہیں کہا، صرف ایک عورت کے لفظ ٹھہرا، باقی کسی کے استغفار عمل نہیں ہوا، اور

دابقہ حاشیہ ص ۵۴۲، اور اس بناء پر جو ذکر کیا گیا کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں واقع ہوا ہے، اس امت میں بھی واقع ہونا ضروری ہے۔ بنی اسرائیل کے زمانے میں دومرتبہ آفتاب غروب ہو کر پلٹا۔ ایک مرتبہ یوشع بن نون وحی موسیٰ کے لئے اور ایک مرتبہ سلیمانؑ کے لئے۔ اسی طرح اس امت میں دومرتبہ آفتاب غروب ہو کر پلٹا۔ ایک مرتبہ شیخ غلامی حیات میں امیر المؤمنین کے لئے مسجد فصیح میں اور ایک مرتبہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حلقہ کی مسجد شمس میں۔ اور علامہ خاصہ نے عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آفتاب دنیا میں صرف تین اشخاص کے لئے غروب ہو کر واپس آیا ہے۔ وہ تین اشخاص یہ ہیں (۱) یوشع بن نون وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام (۲) سلیمان بن داؤد علیہما السلام (۳) علی بن ابی طالب وحی و خلیفہ بلا فضل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاشیہ ترجمہ حیات القلوب ج ۴ ص ۴۵ طبع لاہور علامہ اقبال مدح امیر المؤمنین علیہ السلام میں فرماتے ہیں کہ ہرگز در آفاق گرد و بوتراب باز گرداند ز مغرب آفتاب

اس کے بھی جب ولادت ہوئی تو مردہ لڑکا پیدا ہوا، اور اُسے ان کی کُرسی پر لاکر ڈال دیا گیا اور کہا گیا کہ لیجئے یہ بچہ تمہارا وارث سلطنت۔ اس کے فوراً بعد انھیں خیال آیا کہ میں نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا جس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا، پھر انھوں نے خدا کی بارگاہ میں توبہ کی اور گریہ و زاری کی تو خداوند عالم نے انھیں معاف کر دیا۔ اسی کے متعلق ارشاد باری ہے: ”وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَالْقَيْنَا عَلٰی كُوسِيَهٗ جَدًّا اِنَّهٗ اَنَابَ“ اور ہم نے سلیمان کا امتحان لیا اور اُن کے تحت پر ایک بے جان دھڑلا کر گرا دیا۔ پھر سلیمان نے میری طرف رجوع کی۔ اور میں نے انھیں معاف کر دیا۔

اس آیت کی تفسیر میں بھی مفسرین نے بڑی بے سرو پا باتیں لکھی ہیں اور تواریخین نے ان کی نبوت پر غور کئے بغیر بعد از قیاس بائیں تحریر کی ہیں، لیکن دراصل بات اتنی ہی ہے جتنی ہم نے لکھ دی تھی۔ اسی ابتلا اور امتحان کے سلسلہ میں کثیر تواریخین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کے ذریعہ سے وہ حکومت کیا کرتے تھے۔ (تفسیر جلالین ص ۳۸) یعنی ان کی حکومت اسی انگوٹھی پر منحصر اور مشروط تھی۔ جب یہ انگوٹھی ان کے پاس رہے تو یہ بادشاہ رہ سکتے تھے اور اگر انگوٹھی کسی وجہ سے چلی جائے تو پھر ان کی بادشاہت کا چلا جانا یقینی تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ایسا ہی ہوا، ان کا اصول تھا کہ جب بیت الخلا راجایا کرتے تھے یا مباشرت کرتے تھے تو اپنی اُس انگوٹھی کو جو بادشاہت کی ضمانت تھی۔ بروایت دہب بن منبہ اپنی ایک کینز جس کا نام برایتے ”علبی“ امینہ، اور بروایت روضۃ الصفا، جوادہ تھا کو دے دیا کرتے تھے۔ ایک دن جب وہ اپنی انگوٹھی بدستور اپنی کینز کو دے کر بیت الخلا چلے گئے تو ایک عفریت (جن) جس کا نام برایتے روضۃ الصفا و تفسیر جلالین ”صخرہ“ اور بروایت طبری ”مخو“ تھا۔ حضرت سلیمانؑ کی شکل میں تشکل ہو کر اس کینز کے پاس آیا اور اس سے انگشتی طلب کی، اُس نے یہ یقین کرتے ہوئے کہ یہی سلیمانؑ ہیں، انگوٹھی اس کے حوالے کر دی اور وہ اُسے بہن گر تخت سلیمانؑ پر جاگزین ہو گیا اور تمام جن و انس اس کی اطاعت کے لئے حاضر ہو گئے۔ اس کے بعد جب حضرت سلیمانؑ بیت الخلا سے برآمد ہو کر اپنی جگہ پر آئے اور اس کینز سے انگشتی طلب کی تو اس نے کہا کہ انگوٹھی تو میں نے سلیمانؑ کو دے دی کیونکہ وہ ان کی امانت تھی۔ اب تو کونسی انگوٹھی مانگ رہا ہے اور تو ہے کون ؟

جب اس کینز نے انھیں یہ کہا تو یہ حیران ہو گئے۔ اسی کے دوران ان کی نگاہ جو اپنے تخت کی طرف اٹھی تو انھوں نے دنیا ہی بدلی ہوئی دیکھی اور وہاں کے باشندوں کا رویہ انتہائی حقارت آمیز اور توہین خیز پایا تو وہ یہ سمجھ کر کہ مجھے اپنی کسی بھول چوک کی وجہ سے یہ سزا ملی ہے۔ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور حیران دم گردال کو چہ و بازار میں پھرنے لگے اور جب ان سے کوئی پوچھتا کہ تم کون ہو؟ تو کہتے کہ میں سلیمانؑ بن داؤد ہوں۔ یہ سن کر لوگ مضحکہ اور مسخر کرتے اور مذاق

اُڑاتے تھے اوداؤں کے سر پر خاک ڈالتے تھے جس بصری کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ اسی حال میں بنی اسرائیل کے گھروں کا چکر لگایا کرتے تھے اور انھیں سے مانگ کر پیٹ بھی بھرا کرتے تھے۔ ایک دن سخت جھوک اور پیاس کی حالت میں ایک شخص کے مکان پر گئے اور دستک دی۔ اس کی عورت نے پوچھا تم کون ہو اور کیوں آئے ہو؟ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ میں سلیمان ہوں اور ایک دن قیام کی جگہ کا خواہشمند ہوں۔ اس نے کہا کہ میں عورت ذات ہوں، میرا شوہر باہر گیا ہوا ہے میں تم کو اپنے گھر میں آنے اور قیام کی اجازت نہیں دے سکتی۔ البتہ یہ کہہ سکتی ہوں کہ تمہیں اپنے باغ میں جگہ دے دوں۔ جب میرا شوہر آئے گا تو وہ تمہارے قیام کا فیصلہ کرے گا۔ انھوں نے اسے منظور کیا۔ اور باغ میں جا کر زمین پر لیٹ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب اُس کا شوہر آیا تو اُس نے سارا ماجرا بیان کیا، وہ باغ میں گیا تو دیکھا کہ وہ سورہ پٹیل اور ایک اژدھا درخت کی ایک ٹہنی لئے ہوئے لڑائی کر رہا ہے۔ اُس نے اگر اپنی بیوی سے واقعہ بیان کیا۔ بالآخر اُن کو لینے کے لئے گیا، اژدھے نے جب اس کو دیکھا تو وہ ایک طرف ہو گیا، اُس نے انھیں جگا کر اپنے گھر چلنے کے لئے کہا، وہ اس کے ہمراہ داخل خانہ ہو گئے اور وہیں رہنے لگے۔ ایک دن اس شخص نے اسے کہا کہ میرے ایک لڑکی ہے۔ اگر آپ مناسب خیال کریں تو میں اس کی شادی آپ کے ساتھ کر دوں انھوں نے اسے منظور کر لیا اور شادی ہو گئی۔ تین دن کے بعد چوتھے دن انھوں نے ان لوگوں سے کہا کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں دست لڑکی کے ایام گزاروں اس لئے میں مزدوری کے لئے جاتا ہوں۔ ایک روایت کی بناء پر اُن کی بیوی نے حضرت سلیمانؑ سے کہا تھا کہ مجھے یہ کچھ اچھا نہیں لگتا کہ آپ میرے والد پر بار بنیں، بہتر ہے کہ آپ مزدوری کی طرف توجہ دیں غرضیکہ وہ وہاں سے چل کر صیادوں سے ملے اور پھیلی کے شکار میں دو مچھلیوں کی مزدوری پر کام کرنے لگے وہ روزانہ شام کو انھیں دو مچھلیاں دے دیا کرتا تھا اور یہ گزر اوقات کرتے تھے۔ یہاں تک کہ چالیس دن خلع سلطنت کو پورے ہو گئے۔

ادھر یہ محنت مزدوری میں لگے ہوئے تھے اور ادھر ”صحف حق“ حکومت کر رہا تھا، اور ساتھ ہی ساتھ شریعت اسلامیہ کے خلاف بھی کرتا تھا۔ وہ اپنا سٹے جلس کو استعمال کرتا تھا اور اپنے کو خالص انسان ظاہر کر کے مکمل طور پر شکل سلیمانی اختیار کر کے ان کی بیویوں کو استعمال کرتا تھا لوگوں کو جب اس کے حرکات سے شبہات ہوئے تو آصف بن برخیا سے انظار خیال کیا انھوں نے کہا کہ میں بھی یہی سمجھ رہا ہوں کہ یہ سلیمانؑ نہیں ہیں، روایت ثعلبی میں کچھ بول نہیں سکتا کیونکہ مجھ پر سلیمانؑ کے ہٹ جانے سے سخت دباؤ پڑ رہا ہے۔ ویسے میں مزید تحقیقات کرتا ہوں چنانچہ وہ حضرت سلیمانؑ کی والدہ سے ملے، انھوں نے کہا کہ سلیمانؑ روزانہ میرے سلام کو آتے تھے۔ اب

تقریباً ایک ماہ ہو گیا ہے، نہیں آئے۔ پھر ان کی بیویوں سے ملے تو انھوں نے کہا کہ سلیمانؑ نے علم حیض میں کبھی مباشرت نہیں کی، لیکن اب مباشرت کرتے ہیں۔ اس سے ہمیں بھی شبہ ہوتا ہے۔ کہ کہیں سلیمانؑ کے ساتھ کوئی حادثہ نہ ہو گیا ہو، اور یہ اصل سلیمانؑ نہ ہو۔ پھر ارکان دولت نے فیصلہ کیا کہ اس کے سامنے توریت کی تلاوت کی جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے توریت کی تلاوت کثرت سے شروع کی جسے وہ بروایت روضۃ الصفا برداشت نہ کر سکا، اور تین دن تک وہاں سے غائب رہ کر بالکل غائب ہو گیا اور خوف کے مارے اس انگوٹھی کو دریا میں پھینک دیا، انگوٹھی کا دریا میں گرتا تھا کہ ایک مچھلی نے اسے لپک کر نگل لیا اور اتفاقاً وہ اسی صیاد کے جال میں پھنس گئی جس کے پاس حضرت سلیمانؑ مزدوری کیا کرتے تھے بالآخر جب رات کو وہ اپنے گھر جانے لگے تو صیاد نے مزدوری میں حسب معمول دو پھلیاں دیں اور وہ انھیں لے کر اپنے گھر چلے گئے اور اپنی بیوی کو بھونکنے کے لئے دیا۔ بیوی نے جب اس کا پیٹ جاک کیا تو ایک ایسی انگوٹھی نکلی جس سے گھر روشن ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت سلیمانؑ نے اس انگوٹھی کو اپنے ہاتھ میں پہن لیا۔

انگشتری کا پہننا تھا کہ تمام مخلوقات ان کے پاس حاضر ہو گئی، اور وہ اپنے محل سرا میں واپس چلے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے سب سے پہلے جس سے باز پرس کی وہ حضرت اصف بن برخیا تھے۔ انھوں نے کہا کہ میں ایسے شگن میں تھا کہ کچھ نہ کر سکتا تھا پھر جیسے ہی مجھے موقع دستیاب ہوا۔ میں نے اس سے فائدہ اٹھا کر آپ کو پھر اپنی منزل پر پہنچا دیا ہے حضرت سلیمانؑ ان کی مجبوریوں سے مطمئن ہو گئے۔ دہب بن منبہ کا بیان ہے کہ جو نبی حضرت سلیمانؑ کو دوبارہ اقدار ملا۔ انھوں نے صفحہ کو گرفتار کر لیا اور اسے پتھر کے ایک سوراخ میں بند کر کے اسے دریا میں ڈال دیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ صفحہ ۱۸۵ و التلخیص جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)۔

موتورخ کے مذکورہ بیان پر میرا تبصرہ | میں نے مذکورہ واقعہ نیز دیگر اسی قسم کے واقعات جو حضرت سلیمانؑ سے منسوب

ہیں پر غائر نظر ڈالی تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ جملہ واقعات افسانے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی بلند حیثیت کو ایک انگوٹھی میں محدود کر دینا کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ نیز یہ کہ ان کی شکل میں شیطان کے آنے کو کیسے صحیح مانا جاسکتا ہے، جب کہ یہ مسلم ہے کہ انبیاء اور اوصیاء کی شکل و صورت میں شیطان کا آنا ممکن نہیں ہے (مشکوٰۃ مشریف)، اس پر مستر اور یہ کہ اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی عورتوں کے پاس متمثل شیطان یعنی صفحہ جایا کرتا تھا اور ان سے جماعت کیا کرتا تھا۔ اسے کوئی عقل سلیم تسلیم کر

سکتی ہے۔ انھیں وجہ کی بنا پر اسے مقدس، مہل اور خوب سمجھتا ہوں۔
 علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۶۵۵ میں جملہ علمائے شیعہ و متکلمین کے اس واقعہ سے انکار کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ

”وہ خدا کے رسول تھے، ایسے گناہ و ظلم سے بری تھے کہ وہ خود تو نماز سے (بقیہ)
 غافل رہتے اور پھر اس کی وجہ سے بے گناہ چند حیوانوں (گھوڑوں) کی گردن مارتے
 اور پر کاٹ ڈالتے اور نہ پیغمبری اور بادشاہی انگوٹھی کے سبب حاصل ہوتی ہے
 کہ جب وہ انگوٹھی پہن لیتے تھے بادشاہ ہو جاتے اور اگر شیطان کو ایسا اقتدار
 حاصل ہو سکتا کہ پیغمبروں کی صورت میں متمثل ہو سکے تو پھر یقیناً پیغمبروں کے
 کلام اور ان کے کردار پر اعتماد باقی نہ رہتا۔ کیونکہ اس بات کا احتمال ہو سکتا ہے
 کہ جو کچھ وہ کہتے یا کرتے ہیں ممکن ہے کوئی شیطان ان پر اقتدار کرے یا ہو دوسرے
 یہ کہ اگر شیطان کو دوستانہ خدا پر اتنی قوت حاصل ہو جاتی تو وہ ان میں سے کسی
 کو روئے زمین پر زندہ نہ رہنے دیتا۔ ان کی کتابوں کو جلا ڈالتا، ان کے گھر وں
 کو مسمار کر دیتا اور جو کچھ دشمنی کا تقاضہ ہے ان کے ساتھ سب پورا کرتا۔ نیز
 یہ کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ خدا ایک کافر کو اتنا اختیار دے دے کہ وہ پیغمبر کے
 ناموس پر حاوی ہو جائے اور ان کی ازدواج کے ساتھ مقابرت کرے۔ الخ

علامہ ثعلبی نے اپنی کتاب عرائس کے صفحہ ۱۸ طبع مصر میں تحریر کیا ہے کہ حضرت علی
 کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

ما کان اللہ تعالیٰ لیسط
 علی نساءہ و نعوذ باللہ
 ان لیسط الشیطان علی
 نساء انبیاءہ بالمباشرة و
 کیف یعتقد ذلک احد و
 قد نذہ اللہ انبیاءہ عن
 مثل هذا القبیم۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ خداوند عالم سلیمان کی عورتوں
 پر غیر کو تسلط کر دے اور ہم پناہ مانگتے ہیں
 اللہ کے ذریعہ سے اس پر کہ انبیاء کی
 عورتوں پر شیطان کو تسلط حاصل ہو اور وہ
 ساتھ مباشرت کرے، اور کیونکر کوئی شخص
 اس کا اعتقاد کر سکتا ہے جبکہ خداوند عالم
 نے اپنے انبیاء کو اس قسم کی تمام باتوں سے
 منزه اور پاک رکھا ہے۔

اسے لکھنے کے بعد علامہ ثعلبی لکھتے ہیں۔ هذا القول اصح الاقوال والیقیناً انبیاء اللہ تعالیٰ
 واقرب الی التقویٰ یہ قول تمام اقوال میں صحیح ترین اور انبیاء خدا کے مناسب اور تقویٰ کے قریب ہے

تاریخ طبری کے فارسی مترجم اور شاہ خراسان الواصل بن منصور بن نوح کے ذریعہ ابوعلی محمد بن محمد البلعی نے بھی اس کتاب کی جلد ۲ ص ۱۸۶ پر حضرت سلیمان کی جگہ پر جن کے بیٹھنے اور ان کی شکل سے متشکل ہونے سے انکار کیا ہے اور آج کل کے منکر بھی ان سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ اخبار جہاں کراچی مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۶۲ء سے ظاہر ہے۔ اسی طرح تفسیر مدارک التنزیل اور زاہدی میں بھی اسے مسترد کیا گیا ہے اور اسرائیلیات سے اسے قرار دیا گیا ہے۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک نہایت قیمتی انگوٹھی تھی، لیکن یہ کہ اس میں نبوت، رسالت، حکومت اور سلطنت مضمر تھی ایسا نہ تھا۔ خصوصاً نبوت و رسالت کے بارے میں البتہ حکومت و سلطنت کے اضمار کا امکان پایا جاتا ہے۔ تاہم اس انگوٹھی والے واقعہ ابتلا سے مطلقاً انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ بڑے بڑے علماء مورخین اور محدثین نے اس واقعہ کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس میں بالکل بے سرو دیا بائیں کھ دی ہیں جنہیں تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ مگر حضرت سلیمانؑ کے مسلسل ترک اولیٰ سے اگر ابتلا و امتحان کے طور پر خلق سلطنت کو چالیں دنوں کے لئے تسلیم کر لیا جائے تو میرے نزدیک اس میں کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس واقعہ کو کسی نہ کسی ایسی نوعیت سے جو شان نبوت و رسالت کے منافی نہ ہو اور مستند تاریخ بھی اس کی تائید کرتی ہو، تو محتاط اور اذلس مان لینا چاہیے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ کسی معصوم نے اس واقعہ سے کلیتہً انکار نہیں کیا بلکہ اس کے اجزائی مخالفت کی ہے میرے نزدیک مورخ ابن واضح المتوفی ۲۹۲ھ کا بیان صحت واقعہ کی غمازی کرتا ہے۔ وہ تاریخ یعقوبی کی جلد ۱ ص ۱۸ میں لکھتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ ایک دن اپنی زرنگار کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ اُن کی انگوٹھی اُن کے ہاتھ سے گر گئی۔ جسے ایک جن نے اٹھالی اور اپنی انگلی میں پہن لی حضرت سلیمانؑ کرسی سے اُٹھ گئے اور ایک صوف کا جیبہ پہن کر ہاتھ میں ڈنڈا لے کر ایک طرف کو چل پڑے۔۔۔ جب لوگ اُن سے پوچھتے تھے تو کہتے تھے انا ملک بنی اسرائیل سلبتنا اللہ ملکی۔ میں بنی اسرائیل کا بادشاہ سلیمان ہوں۔ خدا نے میرا ملک چھین لیا ہے۔۔۔ اس واقعہ سے آصف بن برخیا کو صدمہ تھا اور وہ اس سے دل تنگ تھے۔۔۔ پھر اس جن نے انگوٹھی کو دریا میں پھینک دیا۔۔۔ حضرت سلیمانؑ چالیں دن تک حیران اور سلوب الملک رہے۔۔۔

چالیسویں دن وہ دریا کے کنارے جا رہے تھے۔ ایک صیاد نے ایک مٹری ہوئی پھلی ان کی طرف پھینک کر کہا اسے لے لو، اھنوں نے اسے اٹھا لیا اور اسے پانی میں دھو کر جب اس کا پیٹ چاک کیا تو اس کے اندر ایک اور پھلی ملی، پھر جب اس کا پیٹ چاک کیا تو اس میں اُن کی انگوٹھی مل گئی۔ (یہ سمجھ گئے کہ میرا امتحان ختم ہو گیا ہے)۔ فلبسہ و حمد اللہ و رد اللہ علیہ ملکہ

واقام ملکا علی بنی اسرائیل الخ، تو انھوں نے اُسے فوراً پہن لیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اس طرح خدانے دوبارہ اُن کا ملک ان کے حوالے کر دیا اور وہ بدستور بنی اسرائیل کے بادشاہ بن گئے۔ الخ

اس اظہارِ واقعہ میں بھی اگرچہ خامیاں ہیں لیکن یہ بیان اقرب الصواب ہے۔ اس واقعہ میں نبوت و رسالت متاثر نہ تھی، تاثر صرف دنیاوی حکومت و سلطنت کے لئے تھا۔ اس میں اس کا بھی امکان ہے کہ جہاں جن کے انگوٹھی اٹھانے کا ذکر ہے وہاں اصل میں ملک ہو، کیونکہ جن میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہ سلیمان کے سامنے انگوٹھی اٹھا سکتا۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ صیاد کی شکل میں فرشتہ رہا ہو جس نے اُن کی طرف سڑی مچھلی پھینکی تھی اور اس کا بھی امکان ہے کہ مچھلی کو انگوٹھی نکلنے کا حکم رہا ہو۔

انگستری سلیمان کی عظمت | حضرت سلیمان کو پروردگارِ عالم نے بذریعہ جبریلؑ ایک انگوٹھی ارسال فرمائی تھی جو کہ ”کان من یاقوتہ خضراء“

سبز یاقوت کی تھی اور اُس پر ”لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ“ لکھا ہوا تھا جیسا کہ عرسل ثعلبی ص ۱۶ طبع مصر میں ہے۔ علامہ شیخ عباس قمی لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان کی انگوٹھی کا نقش ”لکھن“ من الجمل الجن بکلماتہ“ تھا۔ یعنی پاک ہے وہ خدا کہ جس نے اپنے کلمات کے ذریعہ سے جنوں کے لگام لگادی ہے اور انھیں تابع فرمان کر دیا ہے۔ (سفینۃ البحار جلد ۱ ص ۳۷۷)۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے عالم رکوع میں جو زکوٰۃ کے طور پر انگوٹھی دی تھی وہ حضرت سلیمان کی یہی انگوٹھی تھی جو ان کے پاس بحیثیت امام زمانہ موجود تھی۔

تحفظ سلطنت کے لئے سرکشوں کو قید کرنا سنتِ سلیمانی ہے | حکومتِ عطیہ باری تعالیٰ ہوتی ہے اور یہ حکم کے پاس امانت کی بحیثیت سے تفویض کی جاتی ہے۔ اس کا تحفظ اور اس کی ترقی حاکم کے ذمہ

قرار پاتی ہے۔ ہر حاکم عادل کا یہ فرض ہے کہ ملک کی حفاظت کے لئے تمام مناسب اور مفید ذرائع اختیار کرے اور اس کو اس امر کا حق ہوتا ہے کہ وہ جس کو بھی ملک کا دشمن پائے اس کی نگرانی کرے اور اس کے ساتھ مناسب سلوک کرے۔ حضرت سلیمان جن کو خدانے دنیا میں سب سے بڑی سلطنت دی تھی ان کی راہ میں بھی رکاوٹیں ڈالی گئیں اور ان کو بھی مناسب تدبیر کرنا پڑی حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۵۷ میں ہے کہ جب جنوں نے حضرت سلیمان کے معاملہ میں سرکشی کی تو انھوں نے ان کو سرکشوں کو زنجیروں میں بندھوا دیا اور بعض کو ایک دوسرے کے ساتھ بندھوا دیا، ایک روایت میں ہے بہتوں کو کنوئیں میں قید کر دیا، اور بعض کو برداشتِ ثعلبی پتھر میں سوراخ کر کے اس میں بند کر دیا۔ ایک روایت

میں ہے کہ ”بیرالالم“ میں حضرت علیؑ حکم رسولؐ سے جن جنوں سے کنوئیں میں لڑے تھے وہ وہی کربلہ جنت تھے جن کو حضرت سلیمانؑ نے اس کنوئیں میں قید کر دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ جن جو حضرت سلیمانؑ کے ماتھوں قید ہوئے ہیں قیامت تک قید میں رہیں گے۔ روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۳۱ میں ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آخری زمانے میں سلیمانؑ کے قید کئے ہوئے شیاطین برآمد ہوں گے جو تمہیں تمہارے دین کی (بظاہر) تعلیم دیں گے، تم ہوشیار رہنا اور ان سے متاثر نہ ہونا۔

حضرت سلیمانؑ کی وفات مدتِ عمر اور ان کا مدفن

مؤرخین کا بیان ہے کہ جن، انسانوں پر اپنا تقوق ظاہر کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم کو غیب کا علم ہوتا ہے۔ ہم جو کچھ تمہیں بتاتے ہیں اپنے علم کے زور سے بتاتے ہیں حضرت سلیمانؑ ان کی اس بیشخی کو سنا کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایک دن بارگاہِ احدیت میں دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ عَلِی الْجَنِّ مَوْتِی حَتّٰی تَعْلَمَ الْاِنْسَانُ اَنَّ الْجِنَّ لَا یَعْلَمُوْنَ الْغِیْبَ۔ خدا یا موت کو جنوں پر پوشیدہ کر دے تاکہ انسانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ علم غیب نہیں جانتے۔ اس کے بعد انھوں نے شیشے کا ایک قبرہ لے تیار کر لیا جو بہت بڑا تھا اور اس میں جا کر عبادت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک اپنے ڈنڈے پر ٹیک دے کر کھڑے اور معائنہ میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک جوان اس قبرہ کے اندر نمودار ہوا، جس میں کوئی دروازہ نہ تھا۔ انھوں نے پوچھا کہ تو کون ہے اور یہاں کس طرح آیا۔ اس نے کہا کہ ملک الموت ہوں اور حکم خدا سے آیا ہوں، اور میرا مقصد آپ کی روح قبض کرنا ہے۔ انھوں نے کہا کہ حکم خدا میں کوئی سرتابی نہیں ہے تو اپنا کام کر، چنانچہ اُس نے ان کی روح قبض کر لی اور وہ بحکم خدا کھڑے کھڑے رہ گئے اور اسی حال میں بروایتِ روضۃ الصفا ایک سال تک کھڑے رہے اور جن و شیاطین اپنے کام میں لگے رہے۔ جب کام کی تقریباً تکمیل ہو گئی تو خدا نے دیمک کو حکم دیا کہ وہ ان کے ڈنڈے کو کھالے، چنانچہ اس نے ڈنڈے کو کھالیا اور وہ زمین پر گر پڑے، تب جن اور شیاطین کو معلوم ہوا کہ ان کی وفات ہو گئی ہے۔ پھر حالات دریافت کرنے سے سمجھے کہ ان کی وفات کو ایک سال ہو گیا ہے۔ یہ معلوم کر کے وہ کہنے لگے کہ اگر ہمیں اس سے پہلے اطلاع مل جاتی تو ہم ایک سال کیوں کام کرتے، بالآخر چونکہ دیمک ان کی رہائی اور آزادی کا سبب بنی تھی اس لئے وہ اس کے شکر گزار ہوئے۔

امام ثعلبی اپنی کتاب عرائس کے صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں کہ سلیمانؑ نے شیشے کے عظیم قبرہ پر ایک سفید علم نصب کیا تھا، جو تاریکات میں اتنی روشنی دیتا تھا کہ سارا لشکر زیرِ نگاہ آجاتا تھا اور اس کی شعاع تاحہ نظر پختی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ ۱۲۔

اور کہنے لگے کہ ہم تیرا ہمیشہ ساتھ دیں گے اور تیری مدد کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ بے آب و گیاہ مکانا و مقامات میں دیمک کے تانے تانے اور گیلے گیلے مکان بن جایا کرتے ہیں۔ وہ جن مٹی اور پانی کے ذریعہ سے اس کی ہمیشہ مدد کرتے ہیں۔ ابن مسعود کا بیان ہے کہ ایک سال تک ان کی وفات سے جنوں کے آگاہ نہ ہونے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جن علم غیب نہیں جانتے۔

علامہ محمد بشیر انصاری نے اپنی تاریخ اسلام میں مذکورہ شیشہ کے قبہ کو پانی کے اندر تھریر فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ نے ایک قبہ دریا میں شیشہ کا بنوایا تھا جو اتنا بلند تھا کہ اس پر کھڑے ہو کر اپنی بادشاہی کا نظارہ کرتے تھے اور آپؑ نے حکم دیا تھا کہ کوئی شخص میرے پاس نہ آئے۔ چنانچہ آپؑ اس قبہ میں زبور کی تلاوت کیا کرتے تھے اور سب اپنے اپنے کام کرتے رہتے تھے۔ جنات و شیاطین اور تمام انسان اپنے اپنے خدمات ادا کرتے تھے۔ آپؑ ایک مرتبہ اسی جگہ اپنی بادشاہی کا نظارہ کر رہے تھے کہ ایک خوب صورت جوان بہترین پوشاک پہنے، آپؑ کے پاس آگیا۔ آپؑ نے پوچھا تو کون ہے اور کس کی اجازت سے آیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں خدا کی اجازت سے آیا ہوں۔ آپؑ نے کہا کہ وہ اجازت دینے کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے اچھا تم کون ہو اور کس لئے آئے ہو۔ اس جوان نے کہا کہ میں ملک الموت ہوں اور آپؑ کی رُوح قبض کرنے آیا ہوں۔ آپؑ نے کہا کہ بے شک امر خدا کو پورا کر، آپؑ عصا لئے کھڑے تھے کہ ملک الموت نے رُوح قبض کر لی الخ ص ۲۳ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ملک الموت اُس وقت پہنچے تھے جب آپؑ شدید دھوپ میں کھڑے تھے اور اس وقت طائرِ نول کو سایہ فگنی کا حکم نہ تھا۔ ملک الموت کے پہنچنے کے بعد اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ قبض رُوح کے لئے آئے ہیں تو کہا کہ اجازت ہے کہ میں سائے میں چلا جاؤں، ملک الموت نے کہا کہ بالکل اجازت نہیں ہے۔ مجھے اسی جگہ اور اسی حالت میں قبض رُوح کا حکم ہے۔ سمعاً و طاعتاً، چنانچہ رُوح قبض ہو گئی۔

وفات سلیمانؑ کے بعد شیطان کی کارستانی اور جادوگری
مفسرین اور مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد شیطان نے کچھ جادو درست کئے اور اُسے ایک کاغذ پر لکھا اور اُسے پلیٹ کے اُس کی پشت پر لکھ دیا کہ یہ "آصف بن برخیا" نے جو کہ حضرت سلیمانؑ کے وزیر

۱۔ امام ثعلبی یہ بھی لکھتے ہیں کہ جنات و شیاطین جو دیمک کو مٹی اور پانی پہنچاتے ہیں تو وہ تسکن الیہا اس میں رہتے بھی ہیں ص ۱۸۱

تھے، حضرت سلیمان کی بادشاہی کے واسطے درست کیا ہے اور یہ علم کے خزانے کا بے بہا دُر ہے اور اس کے ذریعہ سے ہر ایک کا مطلب حاصل ہو سکتا ہے، یہ کچھ لکھا کے اس کاغذ کو حضرت سلیمان کے تخت کے نیچے دفن کر دیا۔ پھر چند دنوں کے بعد لوگوں کے سامنے اس کو اکھاڑا اور یہ اپنی طرف سے جڑ دیا کہ حضرت سلیمان اسی کی بدولت جن اور انس پر حاوی تھے۔ تم بھی اگر عمل کرو گے تو ویسے ہی ہو جاؤ گے۔ اس پھندے میں سمجھ دار لوگ تو نہ پھنسے مگر بے عقل اور گھٹیا لوگ اس کے جال میں پھنس گئے۔ اس کے پابند ہو کر سفلی عمل کرنے لگے۔ اسی کو خدا نے فرما دیا کہ جادو کی نسبت حضرت سلیمان کی طرف غلط ہے۔ یہ سب کا رستائی شیطانِ رحیم کی ہے۔

النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین کے صفحہ ۴۳۹ میں علامہ نعمت اللہ جزائری تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان نے اپنے عہد کے جملہ ساحروں کی کتابوں کو ضبط کر کے دفن کر دیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد شیاطین نے ان کتابوں کو بھی برآمد کر لیا اور ٹھاٹھ سے جادوگری کرنے لگے۔

حضرت سلیمان کی مدتِ عمر | حضرت سلیمان کی عمر کے بارے میں شدید اختلاف ہے۔ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۸۹ میں ۷۳ سال اور

اليعقوبی صفحہ ۴۹ میں ۵۲ سال، عرائس ثعلبی صفحہ ۱۸۱ میں ۵۳ سال، قصص آقائے محمد الجوبری میں ۶۱ سال۔ عجائب القصص صفحہ ۲۱۱ میں بحوالہ معالم التنزیل ۱۵۲ سال اور بحوالہ بستان فیض الوالیث ۱۸۰ سال مرقوم ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ ایک کبھی صحیح نہیں ہے۔ میں ان کی عمر ۱۱۷ سال درست سمجھتا ہوں، کیونکہ اس کو اباب عصمت کی تائید حاصل ہے۔ امام الحدیث علامہ محمد باقر مجلسی بحوالہ علامہ ابن بابویہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت صادق آل محمد سے مروی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان کی عمر ۱۱۷ سال تھی۔ (حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۴ طبع لاہور)۔

حضرت سلیمان کا دفن | مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت سلیمان بیت المقدس کے نزدیک اپنے پدر بزرگوار حضرت داؤد علیہ السلام کے پہلو میں دفن ہوئے ہیں۔ (عجائب القصص صفحہ ۲۱۱ و اليعقوبی صفحہ ۴۹)۔

مجمع البحرین صفحہ ۳۷۳ میں ہے کہ قبلہ اول کو بیت المقدس اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انبیاءِ اولہ مومنین کے قیام کا مرکز رہا ہے، اُسے مقدس اور مقدس دونوں طرح پرٹھا جاتا ہے۔

حضرت سلیمان کی وفات کے بعد

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے فوراً بعد ایک تندیز ہوا آئی

اور وہ حضرت سلیمانؑ کے تخت کو اٹھا کر لے گئی۔ علامہ عبد الواحد حنفی اپنی کتاب عجائب القصص کے ص ۲۱ میں لکھتے ہیں کہ ”وَلَفَرَّ الْمَلِكُ الْهَلِي بِأَدَامٍ وَتَحْتَ أَوْرَابَرِگَرْتٍ وَدَبْرُؤَ خَدَاكَ حَكْمٌ سَهْوًا آتَى أَوْرَابَانَ كَتَحْتَ كُوْأُتْھَا كَرَلے گئی۔ آقا نے ملاخوند محمد الجوری اپنی کتاب قصص الانبیاء کے ص ۱۸ میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد ہی ”بَادَامُ وَتَحْتَ سَلِیْمَانَ رَابِرْدَاشْتِ بِرِہَوَامِ بِرِدِ وَازِچَہْمِ خَلْقِ نَادِیدِ شَدَا آجَا کہ حق تعالیٰ خواستہ بُود“ ایک تیز ہوا آئی اور تخت سلیمانؑ کو اپنے دوش پر اٹھا کر لے گئی۔ وہ تخت نظر مخلوقات سے پنہاں ہو گیا اور دلال جاہل اپنی جہاں خدا کی مرضی تھی۔

تخت سلیمانؑ کے بارے میں اس سے زیادہ اور کوئی چیز تا حال نظر سے نہیں گزری، کچھ نہیں بتہ چلتا کہ تخت کہاں گیا اور کب تک پوشیدہ رہے گا۔ میرا تو رخانہ قیاس یہ کہتا ہے کہ جس طرح جنت شد او غائب ہو گئی تھی اور اب اُس کا ظہور حضرت امام مہدیؑ آخر الزمانؑ کے لئے قیامت کے موقع پر ہو گا اسی طرح یہ تخت سلیمانؑ بھی انھیں کے لئے بوقت ظہور ظاہر و نمودار ہو گا۔

امام شعبی لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد ان کی سلطنت کا مالک ان کا فرزند رحیم بن سلیمانؑ قرار پایا۔ اُس نے ۷۱ سال حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند انبیاء بن رحیم بادشاہ بنا اور اس نے ۶۳ سال حکومت کی۔ پھر اس کے بعد اس کا فرزند ”آسا بن انبیاء“ بادشاہ ہوا جو کہ مرو صالح تھا۔ لیکن چونکہ عرق النسا میں مبتلا تھا اس لئے صحیح طور پر کام نہیں کر سکا جس کی وجہ سے لوگوں نے اسے کمزور سمجھ لیا جس کے نتیجے میں اس کی سلطنت کو ختم کرنے کا پروگرام بنالیا۔ چنانچہ ایک بادشاہ نے جس کا نام ”روح الہند“ تھا۔ کثیر جمعیت سے حملہ کر دیا۔ لیکن بامداد خداوندی یہ اس دشمن پر غالب رہا۔ ”روح الہند“ کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ جب دریا کے راستے بھاگا تو ہوائے تند اور موجوں نے اُسے ہلاک کر کے اس کا جملہ سامان بنی اسرائیل تک پہنچا دیا۔ پھر ایسا ہوتا رہا کہ عراق اور دیگر ممالک کے بادشاہ ان لوگوں سے لڑتے رہے، لیکن کامیابی کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ ان لوگوں میں بُت پرستی اور سرکشی آگئی اور تہذیب اور خدا سے بے نیازی اور بے خوفی نے ان کے دماغوں پر قبضہ کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بخت نصر ان پر عذاب بن کر چھا گیا اور اُس نے وہ کچھ کیا کہ جس کا آوازہ فضا نے تاریخ میں قیامت تک گونجنے گا۔ (العراس ص ۱۸) اس کی ایک مثال خود بیت المقدس کی تباہی ہے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ مغلہ ان علامات کے جو حضرت سلیمانؑ نے جنات کے ماعقول بنوائی تھیں، بیت المقدس کی مسجد بھی تھی۔ اس کی ابتدا تو حضرت داؤدؑ نے کی تھی مگر جب قد آدمؑ تک دیواریں آگئی تھیں تو حکم خدا ہوا، بس تم اسے چھوڑ دو اُس وقت حضرت داؤدؑ علیہ السلام کا سن ایک سو تالیس برس کا تھا اور حضرت سلیمانؑ کا سن تیرہ

برس کا تھا جو آپ کو اس کی تعمیر کا حکم ہوا تو قیمتی پتھروں کو ترشوا کر مسجد بنوائی۔ چنانچہ یا قوت ،
 زمرہ، اور سونے جاذبی کی تختیوں سے دیوار بنی، اس میں اعلیٰ درجے کے موتی لگائے گئے، فیروزہ
 کا فرش تھا اور یا قوت و زبرجد کے ستون، جو اہرات کی جڑاؤ چھت، ان کی اس قدر چمک اور
 روشنی تھی کہ رات کو بھی روشنی کرنے کی ضرورت نہ رہتی۔ غرضیکہ یہ سب اس کے سامان تھے
 جسے بخت النصر اُجاڑ کر عراق لے گیا اور اس کا کچھ نشان ہی باقی نہ رہا اور یہ عمارت جو اب موجود
 ہے بہت بعد کی بنوائی ہوئی ہے۔ تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین کی جلد ۴۳۵ میں ہے کہ حضرت
 سلیمانؑ کے ۲۵۳ سال بعد بخت نصر بادشاہ بابل نے اسے غراب کیا تھا۔

شہر سبا اور نہر ثرثار | "شہر سبا" یہ مین کا دوی شہر ہے جہاں کی بلیقیں رہنے والی تھیں۔
 اسی کے متعلق قرآن مجید سورہ سبا میں ہے۔

(ترجمہ) اور قوم سبا کے لئے تو یقیناً خود ان ہی کے گھروں میں قدرت خدا کی ایک بڑی نشانی
 تھی کہ ان کے شہر کے دونوں طرف داہنے بائیں ہرے بھرے باغات تھے اور ان کو حکم تھا کہ اپنے
 پروردگار کی دی ہوئی روزی کھاؤ پیو اور اس کا شکر ادا کرو۔ دنیا میں ایسا پاکیزہ شہر اور آخرت
 میں پروردگار سا بخشنے والا، اس پر بھی ان لوگوں نے منہ پھیر لیا اور پیغمبروں کا کہا نہ مانا، تو ہم نے
 ان پر بڑے زور کا سیلاب بھیج دیا اور ان کو تباہ کر کے ان کے دونوں باغوں کے بدلے ایسے دو
 باغ دیئے جن کے پھل بد مزہ تھے اور ان میں جھاؤ تھا اور کچھ تھوڑی سی بیڑیاں تھیں۔ یہ ہم نے
 ان کی ناشکری کی سزا دی اور ہم تو بڑے ناشکروں ہی کی سزا کیا کرتے ہیں اور دیکھئے اہل سبا اور (شام)
 کی ان بیٹیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت عطا کی تھی اور چند لستیاں سر راہ آباد کی تھیں جو باہم
 نمایاں تھیں، اور ہم نے ان میں آمد و رفت کی راہ مقرر کی تھی اور ان میں راتوں کو دونوں کو جب جی
 چاہے بے کھٹکے چلو پھرو، تو وہ لوگ کہنے لگے، پروردگار اقرب کے سفر میں لطف نہیں تو ہمارے
 سفر میں دُوری پیدا کر دے، اور ان لوگوں نے اپنے اوپر خود ظلم کیا تو ہم نے بھی ان کو تباہ
 کر کے ان کے افسانے بنا دیئے اور ان کی دھجیاں اڑا کر ان کو تتر بتر کر دیا۔ بے شک ان میں
 ہر صبر و شکر کرنے والے کے لئے بڑی عبرتیں ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اہل سبا کی ایک جماعت تھی جن
 کے شہر ایک دوسرے سے قریب تھے اور وہ باہم آسانی سے ملتے جلتے تھے، ان شہروں میں
 ہنرمیں جاری تھیں اور وہ بہت مالدار اور کھیتی باڑی والے تھے۔ ان لوگوں نے کفر ان نعمت کیا اور
 خود ہی اپنی راحتوں میں تغیر کے خواہاں ہوئے تو خدا نے ایک سیلاب بھیجا جس نے ان کے شہروں کو تباہ
 کر دیا۔ ان کے مکانات غرق ہو گئے اور تمام اموال برباد ہو گئے اور ان کے ہرے بھرے باغوں کے

عوض وہ باغ پیدا ہوئے جن کا ذکر خداوندِ عالم نے قرآن میں فرمایا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اور بردایتے بلیقہس نے اپنے لشکر کے ذریعہ سے ایک خلیج دیا جسے ”شیرین“ سے تیار کرائی تھی۔ جو بلادِ ہند کی طرف جاری تھا اور ایک بہت بڑی دیوار پتھر اور چُونے سے تیار کر کے بند باندھا۔ اس میں کچھ سُورخ یا طاقے تھے جب چاہتے تھے سُورخ کو کھول دیتے تھے اور جب چاہتے تھے بند کر دیتے تھے۔ اس خلیج سے چند ہنریں جاری کی تھیں جن میں سے ایک ہنر کا نام ”ثرثار“ تھا۔ انھوں نے ایسا بندوبست کیا تھا کہ جس علاقہ میں آبپاشی کی ضرورت ہوتی تھی اسی علاقہ کا سُورخ کھولتے تھے، یہاں تک کہ کافی پانی وہاں پہنچ جائے، ہنر ثرثار میں پانی کی بہتات تھی۔ قوم سانے اپنے رقبہ زمین کو خوب سیراب کیا۔ ان کا مزرعہ رقبہ بہت زیادہ تھا۔ ان کے شہر کے واسطے بائیں جو نہایت عظیم باغ تھے جو دس روز کی راہ کے مریض میں پھیلے ہوئے تھے اور اس قدر گھنے اور پھولوں سے لدے ہوئے تھے کہ اگر کوئی شخص اس باغ میں داخل ہو کر ایک کنارے سے دوسرے کنارے جانا چاہے تو دس روز تک سُورخ نظر نہیں آسکتا تھا، ان کے علاقہ میں گندم کی فراوانی حد سے زیادہ تھی اور ان کا عالم یہ ہو گیا تھا کہ وہ لوگ گندم کا مغز نکال کر روٹیاں بیکاتے تھے اور اپنے بول و برازی کی طہارت روٹیوں سے کرتے تھے اور وہ نجاست آلود روٹیاں باہر پھینک دیتے تھے اور اپنے بچوں کی طہارت بھی ان ہی روٹیوں سے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ روٹیوں کے ڈھیر پہاڑوں کی طرح ہو گئے، ایک روز ایک مرد صالح کا اس طرف سے گذر ہوا، اس نے دیکھا کہ ایک عورت روٹی لئے اپنے رُکے کی نجاست صاف کر رہی ہے، اس نے کہا کہ یہ کیا کر رہی ہو، خدا سے ڈرو، رزق کی توہین نہ کرو، ورنہ تباہ ہو جاؤ گی اور تم لوگوں کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا، تمہاری ساری حرکتیں خدا دیکھ رہا ہے۔ دیکھو اس کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے۔ اس عورت نے جواب دیا کہ تم اپنی راہ لگو اور نصیحت نہ کرو۔ سُنو جب تک ہمارے قبضے میں ہنر ثرثار ہے۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور ہماری فراخی کوئی تنگ نہیں کر سکتا۔

الغرض یہی کچھ ہوتا رہا، جب وہ لوگ خوفِ خدا سے بالکل بے نیاز ہو گئے اور رزق کی توہین بند نہ کی اور نیک لوگوں کی نصیحت پر کان نہ دھرا تو خداوندِ عالم نے بڑے بڑے چوہوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ ان چوہوں نے دیوار کو کھودنا شروع کیا اور اس میں سے ایسے بڑے بڑے پتھر نکال کر دُور پھینکنے لگے کہ اگر ان پتھر دیں میں کسی ایک کو بہت مضبوط اور تنومند آدمی اٹھانا چاہتا تو نہ اٹھا سکتا۔ یہ حال دیکھ کر ان میں سے بعض لوگ تو اس شہر سے بھاگ گئے اور دیاں کی لُڈو بانی ترک کر دی اور اکثر محوِ غفلت رہے، چوہے برابر اس دیوار کے کھودنے میں مشغول رہے یہاں تک

کہ وہ دیوار بالکل منہدم ہو گئی، اور سیلاب ایک بڑے پانی پر آن پڑا اور تمام شہر دل کو تباہ و برباد کر دیا۔ پھر خدا نے تند و تیز ہوائیں بھیجیں جنہوں نے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور وہاں صرف پھول، بیری اور جھاڑ کے درخت اگا کر باغات تیار کر دیئے۔ پھر وہ کھانے کے لئے روٹیوں کو ترسنے لگے۔ آسمان سے پانی برسنا بند ہو گیا۔ زمین سے دانا اُگنا رک گیا اور وہ سب کے سب فقیر اور محتاج ہو گئے۔ بالآخر وہ وہی روٹیاں جن سے نجاست صاف کرتے تھے، کھانے پر مجبور ہو گئے اور اسی کو کھانے لگے۔ پھر اس کے حصول میں بھی جھگڑے ہونے لگے اور وہ تول تول کر پانے لگے یعنی اسی کو تول کر تقسیم کرنے لگے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ رزق خصوصاً روٹی کی عزت کرنی چاہیئے، روٹی کے ٹکڑوں اور دسترخوان کے ذرّوں کو کھانا چاہیئے اور کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا چاہیئے۔ اس عمل سے روزی میں اصناف ہوتا ہے۔ (حیات القلوب)۔

بہتر تارے یعنی سوانح حیات شہداء گویلا

مولفہ برجۃ الاسلام علامہ الحاج السید نجم الحسن صاحب قیدہ کراچی "پیشاد" اس اہم کتاب میں حضرات شہداء کے کربلا علیہم السلام کے حالات زندگی لکھے گئے ہیں۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس موضوع پر اردو میں آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ بالکل مؤلف نے کربلا کے زندہ جاوید شہداء کے کرام کی زندگی کے اہم پہلوؤں کو مختصر الفاظ میں و زربوشت کی طرح واضح کر دیا ہے، تو انہوں نے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نیز دیگر اٹھارہ بنی ہاشم علیہم السلام اور بہتر اصحاب حسینی کے حالات لکھ کر بڑی دینی خدمت انجام دی ہے۔ اس کتاب کی تالیف و تصنیف کے سلسلے میں مؤلف کی کڑ کاوش اور یہ تلاش جستجو یقیناً ناقابل فراموش ہے کہ انہوں نے مشہور شہداء کے حالات لکھنے کے بعد کتاب کے آخر میں ایک ایسی فہرست دی ہے جو شہداء کرام کے اسباب شہادت ہے جسکے تذکرے تحفہ طور پر عام کتب میں نہیں ہیں لیکن مختلف کتابوں میں ملتے ہیں۔ اس کتاب کا حضرت شہداء کربلا علیہم السلام سے عہد رکھنے والے گھروں میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ کتابت مطباعت عمدہ ۱۲۸۸ھ - ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ:- امامیہ کتب خانہ - مغل چوہلی - اندول موچی - روزہ لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب ۳۰

حضرت شیعا و حقیوق علیہما السلام

اہم المحدثین حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ابن بابویہ اور قطب راوندی نے وہیب بن مہب سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں حضرت شیعا بھی خدا کے برگزیدہ بنی تھے ان کا زمانہ بردایتے روضۃ الصفا حضرت سلیمان کے بعد تھا۔ وہ جس عہد میں مبعوث ہوئے اس زمانے میں بنی اسرائیل میں ایک نمایاں قسم کا بادشاہ تھا۔ وہ ان لوگوں پر حکومت کرتا تھا اور ایسے حالات تھے کہ بادشاہ اور رعایا دونوں خداوند عالم کے تابع فرمان اور مطیع و منقاد تھے۔ سرکشی نہیں کرتے تھے اور عبادت گزاری کو اپنا شیوہ سمجھ کر اسے ہر کام میں اولیت دیتے تھے شیطان کا ان پر قابو نہ چلتا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد شیطان ان پر غالب آگیا اور یہ بدعتوں میں مصروف و مشغول ہو گئے، اور بد اخالی میں اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ خداوند عالم کو توبہ دینی پڑی، اس نے اپنے بنی شیعا کو تبلیغ کرنے کی ہدایت کی، حضرت شیعا نے انھیں سمجھانے کی سعی تبلیغ کی، مگر انھوں نے ایک نہ سنی اور اپنے کاموں میں مشغول رہے۔ بالآخر خدا نے ان پر بادشاہ بابل کو مسلط کر دیا اور اس نے انھیں تباہ و برباد کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ پہلے تو یہ لوگ مقابلہ کرتے رہے، لیکن عذاب الہی سے کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ آخر کار ہار گاہ خداوندی میں پیشانی نیاز رکھ کر توبہ و استغفار کیا اور اپنی سرکشی سے باز رہنے کا عہد و پیمان کر کے معافی مانگی۔ اللہ جو رحیم و کریم اس نے حضرت شیعا کو دجی کی کہ میرے بنی، میں نے ان کے آباء اجداد کی نیکیوں کی وجہ سے ان کی توبہ اور ان کا استغفار سن لیا ہے اور اب میں چاہتا ہوں کہ فی الحال ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور یہ جس تکلیف میں مبتلا ہوں اس سے انھیں نجات دلادی جائے۔

بادشاہ کی پنڈلی میں ناسور اور اس کا علاج
بنی اسرائیل کے اس موجودہ بادشاہ
کے پیر کی پنڈلی میں ایک نے درست

قسم کا پُرانا ناسور تھا جس کا علاج ممکن نہ تھا۔ لیکن پروردگار عالم اُسے دُور کرنا چاہتا تھا، لیکن بروایت اُس نے پہلے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ جا کر بادشاہ سے کہہ دیں کہ اس کی موت قریب ہے اور بس چند دنوں میں اس کی رُوح قبض کر لی جائے گی لہذا وہ اپنے بعد کا انتظام کر دے کسی کو اپنا جانشین بنادے تاکہ وہ اس کی سلطنت کا نظام اس کے بعد سنبھال لے اور اس کا ملک تباہ و برباد نہ ہو، اور اے نبی اُسے دن بھی معین کر کے بتا دو کہ میں فلاں دن اس کی رُوح قبض کرنے کے لئے ملک الموت کو بھیجوں گا۔

حضرت شیعا، ارشاد خداوندی کے مطابق بادشاہ بنی اسرائیل کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے سارا واقعہ بیان کیا اور پیغام ربّانی پہنچاتے ہوئے تاکید کی کہ اپنا جانشین اس معین تاریخ سے قبل بنا لے اور جو وصیتیں کرنی ہوں کر دے۔

حضرت شیعا نے جب پیغام خداوندی بادشاہ تک پہنچایا تو بادشاہ نے تصرع اور زاری کے ساتھ دُعا اور مناجات کرنا شروع کر دیا اور اس کی بارگاہ میں عرض کی ”پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے احسانات کئے ہیں مجھے کتم عدم سے حیرت و حیرت میں تولایا۔ بطنِ مادر میں روزی تو نے دی، میری شکمِ مادر میں پرورش تو نے فرمائی، پیدائش کے بعد نگہبانی اور نگرانی تو نے کی، مالک میرا تیرے سوا کون ہے؟ تو ہی نے ہر چیز میرے لئے مہیا کی ہے، بادشاہی تو نے دی ہے اور تو ہی دے سکتا ہے، مالک میں تیرے سوا کسی سے کوئی امید نہیں رکھتا۔ مجھے صرف تجھ پر بھروسہ ہے، میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھی سے مزید احسان کی امید رکھتا ہوں بغیر کسی عمل نیک کے جو میں نے کئے ہوں، اور مالک میں کیا اور میرا عمل کیا۔ تو مجھ سے بہتر میرے احوال سے واقف ہے۔ خدا یا میری ایک عاجزانہ درخواست ہے، میں بڑی امیدوں کے ساتھ عرض کرتا ہوں، خدا یا وہ یہ ہے کہ ”میری موت کو ٹال دے اور میری عمر کو کچھ بڑھا دے“۔ اور مجھ کو اس طریقے پر قائم رکھ جسے تو دوست رکھتا ہے اور جسے تو پسند کرتا ہے۔

بادشاہ نے الحاج وزاری کی اور قدرے عمر کی درازی کی درخواست کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خداوندِ عالم نے اپنے نبی شیعا کو وحی کی کہ میں نے اس کی گریہ وزاری پر رحم کیا اور اس کی دُعا قبول کر لی اور اس کی عمر پندرہ سال بڑھا دی۔ اسے میرے نبی تم اس کے پاس جاؤ اور اُسے یہ باتیں بتا دو۔ اور یہ بھی کہہ دو کہ وہ مرض جو تیری موت کا سبب بننے والا تھا میں نے اس کا بھی بندوبست کر دیا ہے، میرے نبی اس سے کہو کہ میں نے انجیر میں شفا دی ہے تو اپنے زخمِ ناسور پر انجیر کا پانی لگا یعنی اب زنجیر سے اس کا علاج کر، شفا ہوگی اور اے نبی اس سے یہ بھی کہہ دو کہ میں نے اس کو اور اس کی رعایا یعنی بنی اسرائیل کو دشمنوں سے محفوظ کر دیا ہے۔ حضرت شیعا اس سے ملے اور

اُس کو پیغام باری تعالیٰ پہنچا دیا۔ وہ ارشاد باری سُن کر سجدہ خالق میں چلا گیا اور مالک کا شکریہ ادا کیا اور بدستور عمل خیر میں مشغول ہو گیا۔

ادھر قدرت نے یہ انتظام کیا کہ بادشاہ بابل جس کا نام بروایت طبری سخاریت تھا اسکا بے شمار لشکر ہر سر پر یکا رکھا اسے تباہ و برباد کر دیا اور دوسرے ہی روز صبح کو سب ہلاک ہو گئے اور پانچ اشخاص کے علاوہ ان میں سے کوئی نہ بچا۔ وہ بھاگ کر بابل چلے گئے، اس کے بعد سے بنی اسرائیل سیدھی راہ پر چلنے لگے اور اس وقت صراطِ مستقیم پر گامزن رہے جب تک بادشاہ زندہ رہا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد وہ پھر بھٹک گئے اور انھوں نے کج روی اختیار کر لی اور سرکشی و نافرمانی پر اُتر آئے۔ حضرت شعیان کو سمجھانے بھانے میں پوری سعی کرتے رہے۔ لیکن انھوں نے ایک نہ مانی اور بدستور طیرھی راہ چلتے رہے جس کے نتیجے میں سب ہلاک ہو گئے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ان کی ہلاکت کی داستان یوں بیان فرمائی ہے کہ خلاقِ عالم نے حضرت شعیان کو وحی کی کہ میں تمہاری قوم کے چالیس ہزار بدکاروں اور ساٹھ ہزار نیکوکاروں کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں اور انھیں عنقریب ہلاک کر دوں گا، جناب شعیانے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ مالک ان کی ہلاکت تو سمجھ میں آتی ہے جو نافرمان ہیں لیکن جو نیکوکار ہیں ان کی ہلاکت سمجھ میں نہیں آتی، وہ تو فرمانبرداری کرتے ہیں، احکام کو مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں، پھر ان کو کیوں ہلاک کیا جائے گا۔ ارشاد باری ہوا کہ اے میرے نبی۔

”میں انھیں اس لئے ہلاک کر دوں گا کہ وہ گناہگاروں، بدکرداروں کی خوشامد اور ان کی چاپلوسی کرتے ہیں اور میرے عذاب سے ناخیں ڈراتے ہیں نہ اُن سے انذارِ راضی کرتے ہیں اور نہ اُن کو گناہوں سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔“

مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہ ان کے افعال پر راضی ہیں اور ان کے گناہوں کو نظر انداز کرتے اور ان سے انذارِ نفرت نہیں کرتے لہذا وہ بھی عذاب کے مستحق بن گئے ہیں۔ میں دونوں قسم کے لوگوں کو تباہ و برباد کر ڈالوں گا۔ حضرت شعیانے ان لوگوں کو غضبِ الہی سے آگاہ کیا اور مزید انھیں سمجھانے کی کوشش کی، لیکن انھوں نے کوئی پرواہ نہ کی جس کے نتیجے میں ہلاک کر دیئے گئے۔

حضرت شعیان کے بارے میں رسولِ خدا کا ارشاد ایک روایت میں ہے کہ

عبداللہ ابن سلام نے ایک دن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت شعیان کون تھے اور ان کے بارے میں کوئی ایسی بات بھی ہے جو قابلِ تذکرہ ہو۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی تھے اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے، ان کی خاص بات یہ ہے کہ انھوں نے

حضرت عیسیٰ اور میری نبوت و رسالت کی خوشخبری بنی اسرائیل کو دی تھی۔

حضرت شیعا کے متعلق حضرت امام رضا کے مجلس مامون میں ارشادات

حضرت امام رضا علیہ السلام مامون رشید کے دربار میں تشریف فرما تھے اور نصرانیوں کا عالم جاثلیق اور یہودیوں

کا عالم راس الجالوت بھی موجود تھا۔ حضرت امام رضا نے عالم نصرانی سے پوچھا کہ تجھے حضرت شیعیانہی کی کتاب کا بھی کچھ علم ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس کا مکمل عالم ہوں اور ان کی کتاب کو حرف بہ حرف جانتا ہوں۔ پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے یہودی عالم سے پوچھا کہ تجھے بھی کچھ اس کا علم ہے۔ اس نے کہا کہ میں بھی ان کی کتاب سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اس تصدیق کے بعد امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کیا کتاب شیعیان میں یہ بات موجود ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ”اے میری قوم کے لوگو! میں نے ایک گدھے سوار کو دیکھا کہ وہ لباس نوریں ملبوس ہے اور ایک شتر سوار کو دیکھا جو نوری ہے اور اس کا نور ماہتاب کی طرح روشنی دے رہا ہے“

ان دونوں عالموں نے کہا کہ ہاں یہ ان کی کتاب میں ہے اور ہم لوگوں نے اس میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم نے توریت میں بھی یہ دیکھا ہے؟ کہ حضرت شیعا فرماتے ہیں کہ میں نے دو ایسے سواروں کو دیکھا کہ ان کے نور سے زمیں روشن ہوگی۔ ایک دراز گوش (خچر پر سوار ہو گا) اور دوسرا اونٹ پر سوار ہو گا، ان دونوں نے کہا کہ ہاں توریت میں یہ موجود ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ بتاؤ یہ دونوں کون ہیں؟ اور حضرت شیعا نے ان دونوں کے حوالے سے کیا کہا ہے اور انھوں نے اپنے اس بیان سے کس کی بشارت دی ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ یا ہنجر ہم اسے نہیں سمجھ سکے۔ آپ ہی فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم لوگ وہ ہیں جو ہر کتاب کا علم رکھتے ہیں اس کی تفسیر اور اس کا مہنوم اور مقصد سمجھتے ہیں۔ سنو! دراز گوش پر سوار سے مراد حضرت عیسیٰ کی بشارت ہے اور شتر پر سوار سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت مراد ہے کیا تم اس سے انکار کر سکتے ہو۔ انھوں نے کہا نہیں۔

حضرت حقیق کے متعلق امام رضا کا ارشاد

اور اے راس الجالوت یہ بتاؤ کہ تم حضرت حقیق بنی کو بھی جانتے ہو، اور ان کے حالات سے واقف ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہاں ہم جانتے ہیں وہ نبی خدا تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تمہاری کتاب میں یہ نہیں ہے؟ کہ خداوند عالم بیان حق کو کوہ فاران سے ظاہر کرے گا اور علم کی روشنی وہیں سے پھیلے گی

اور تمام آسمان و زمین حمد الہی سے بھر جائیں گے۔ اس کی اُمت کے لوگ جس طرح خشکی میں لڑیں گے اسی طرح دریا میں بھی لڑ سکیں گے اور وہ ایک نئی کتاب بیت المقدس کی تباہی کے بعد لائے گا اور اس کتاب سے مراد قرآن مجید ہے کیا تم اس کتاب کو جانتے ہو؟ اس الحالوت نے کہا کہ بے شک یہ حقیقہ پیغمبر کا ارشاد ہے اور ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ ”ان لوگوں نے حضرت کا کلام سنا تو ششدر رہ گئے۔“

حضرت شعیبؑ کی شہادت | ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کو بار بار سمجھانے

بجھانے کی وجہ سے انھوں نے حضرت شعیبؑ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ وہ وہاں سے فرار ہو کر ایک درخت کے قریب پہنچے وہ شگافہ ہو گیا۔ آب اُس کے تنے میں داخل ہو گئے۔ اتفاقاً ان کے کپڑے کا ایک کونہ باہر رہ گیا شیطان نے دشمنوں کو باخبر کر دیا۔ انھوں نے پہلے تو انھیں نکالنے کی کوشش کی جب کامیابی نہ ہوئی تو اس درخت کے تنے کو آگ سے چیر ڈالا جس کے نتیجے میں ان کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے اور یہ بارگاہِ خداوندی میں جا پہنچے۔ (حیات القلوب جلد ۱ و طبری جلد ۲ ص ۲۲۰)۔

(نوٹ) حضرت حقیقؑ کے دیگر حالات و واقعات اور ان کے انجام کے بارے میں کسی کتاب میں کچھ نہیں ملا۔ ۱۲۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب ۳

حضرت ارمیا علیہ السلام

حضرت ارمیا علیہ السلام بھی دیگر انبیاء کی طرح مخصوص معصوم، اعلم زمانہ اور افضل کائنات تھے۔ ان کے والد ماجد کا نام خلیقا تھا۔ یہ بنی اسرائیل میں حضرت شعیب علیہ السلام کی شہادت کے بعد مبعوث ہوئے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت ہارون بن عمران تک پہنچتا ہے۔ بروایت ان کا ایک نام ”خضر“ بھی تھا۔

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ جب یہ مبعوث ہوئے تو خداوند عالم نے ان کو وحی کی اور ان سے کہا کہ میں نے تم کو خلق کرنے سے پہلے نبوت کے لئے چنا ہے اور بطن مادر میں تمہیں مقدس بنایا ہے اور پیدا ہونے سے پہلے تمہیں پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے۔ تم اپنی قوم سے میری نعمتوں کا ذکر اور انہیں ان کی حرکتوں کی طرف متوجہ کرو اور کہو کہ وہ میری طرف متوجہ رہے اور عصیان سے پرہیز کرے۔ حضرت ارمیا نے عرض کی میرے پالنے والے میں تو بڑا کمزور اور ضعیف ہوں اور تیری مدد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ تو میری مدد کرو اور مجھے ضروری امور سے آگاہ فرما اور مجھ میں بولنے اور سمجھانے کی طاقت و صلاحیت ودیعت فرما۔ ارشاد فرمایا کہ اچھا تبلیغ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایک اجتماع کیا اور بلا سوچے سمجھے بولنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ خلاق عالم نے ایک فیصلہ و بلیغ خطبہ ان کی زبان سے جاری کر دیا جس میں ان کی ہدایت کی گئی اور انہیں حلال و حرام اور معصیت و گناہ سے آگاہ کیا گیا تھا اور ثواب اطاعت اور عقاب معصیت سے مطلع کیا گیا تھا۔ اور آخر میں فرمایا گیا تھا کہ ان سے کہہ دو کہ خدا نے کہا ہے: ”اَنّٰی اَحْلِفُ بِعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ اَنْ لَّمْ يَذْهَبْ هَؤُلَاءِ فِتْنَةً لِّهَؤُلَاءِ فِتْنَةً يَّتَبَعُ فِيْهَا الْحَلِيْمُ وَلَا سُلْطٰنٌ عَلَيْهِمْ جَبَّارٌ اَقْسَا الْاَلْمِ“۔ کہ میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو میں انہیں ایسی آزمائش میں مبتلا کر دوں گا کہ بردبار اور عقلا جیران ہو جائیں گے اور ان پر ایسے شخص کو مسلط کر

دُعا کا جو سخت جا برد سخت دل ہوگا۔ پھر وہ بے شمار فوج کے ساتھ ان پر پل پڑے گا اور انہیں اس طرح تباہ و برباد کر ڈالے گا کہ یہ تو درکنار ان کی نسلیں بھی سنبھل نہ سکیں گی۔

حضرت ارمیا نے بات تو سب کر دی اور اپنی تقریر میں سب کچھ کہہ دیا، لیکن سخت بخیدہ ہوئے اور بے پناہ گریہ کیا۔ ”وصاح و شوق ثیابہ و حتی الوماد علی راسہ“ اور سخت چغیے چلائے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنے سر پر دھول ڈالی اور کہا مالک میں گزارش کرتا ہوں کہ بنی اسرائیل کو تباہ نہ فرمایا جائے، ان کی اس درخواست پر خداوندِ عالم نے تین سال تک کی مہلت دے دی، لیکن لم یزدادوا فیہا الامعیصۃ و تمادیا فی الشد۔ ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور یہ معصیت و سرکشی میں زیادتی ہی کرتے لگے۔ بالآخر اُس نے ”بخت نصر“ کو ان پر مسلط کر دیا۔ وہ چھ لاکھ بھندوں پر مشتمل لشکر لے کر ان پر پھٹ پڑا۔ اور ایسی تباہی مچائی کہ رہتی دنیا تک بھلائی نہ جا سکے گی۔

بیت المقدس پر بخت نصر کا حملہ اور جناب ارمیا کے امن کا مسئلہ

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل نے بہت زیادہ نافرمانیاں کیں اور خدا کے احکام کو بالکل پس پشت ڈال دیا اور خدا نے اس پر کسی کو مسلط کرنا چاہا کہ ان کو ذلیل کرے اور قتل کرے، حضرت ارمیا کو دی کی کہ بنی اسرائیل سے پوچھو کہ وہ کونسا شہر ہے جس کو میں نے تمام شہروں میں سے انتخاب کیا اور بہتر بنایا ہے جس میں اچھے اچھے درخت لگائے ہیں اور اس کو ہر خراب درخت سے محفوظ رکھا ہے۔ پھر اس شہر کے حالات خراب ہوئے اور اچھے درختوں کے عوض ”خربوب“ کا درخت جو تمام درختوں میں بدتر ہے اُگ آئے ہیں۔ جناب ارمیا نے علماء بنی اسرائیل سے دریافت کیا انھوں نے کہا ہم کو نہیں معلوم، آپ خدا سے ہمارے لئے معلوم کیجئے۔ جناب ارمیا نے سات دوسے رکھے، پھر دُعا کی تو خدا نے وحی فرمائی کہ وہ شہر ”بیت المقدس“ ہے اور وہ درخت بنی اسرائیل ہیں جن کو میں نے اس شہر میں آباد کیا ہے، لیکن چونکہ انھوں نے میری نافرمانی کی اور میرے دین کو اُلٹ پلٹ دیا اور ناشکری کی۔ لہذا میں اپنی ذاتِ مقدس کی قسم کھاتا ہوں کہ ان کو ایسی سخت بلاؤں کے ذریعہ معرض امتحان میں لاؤں گا کہ صاحبانِ عقل و دانائے حیران رہ جائیں گے اور اپنے بندوں میں سے ایک شخص کو ان پر مسلط کر دوں گا جو بدترین لفظ سے پیدا ہوگا۔ جس کی غذا بھی بدترین اشیاء ہوں گی۔ وہ ان کے مردوں کو قتل کرے گا اور ان کی عورتوں کو اسیر کرے گا اور بیت المقدس کو خراب کرے گا۔ جو ان کا خانہ شرف و عزت ہے جس پر وہ فخر کرتے ہیں اور اس پتھر کو جس پر تمام دُنیا میں ناز کرتے ہیں منزلوں پر ڈال دے گا اور یہی حالت سو سال تک رہے گی۔

جناب ارمیٹا نے بنی اسرائیل کو اس امر سے آگاہ کر دیا، انھوں نے دوبارہ درخواست کی کہ یا حضرت خدا سے پوچھئے کہ فقرار دسا کین اور غربا کا کیا گناہ ہے کہ وہ بھی اس بلا میں گرفتار ہوں گے۔ حضرت ارمیا علیہ السلام سات روز تک ایک لقمہ کھانے پر اکتفا کرتے رہے۔ لیکن ان کو دجی نہ ہوئی، تو حضرت نے سات روزے رکھے اور سات روز کے بعد ایک لقمہ طعام تناول فرمایا پھر بھی ان پر دجی نازل نہ ہوئی، تو پھر سات اور روزے رکھے تو خدا نے ان پر دجی فرمائی کہ اے ارمیٹا اس سوال سے باز آؤ، ورنہ تمھارا منہ پُشت کی جانب پھیر دُل گا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اس امر میں شفاعت و سفارش کرو جو مقدر ہو چکا ہے۔ ان سے کہہ دو کہ تمھارا یہی گناہ ہے کہ تم لوگوں کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتے تھے اور انکار نہ کرتے تھے، اور نہ ان لوگوں کو نصیحت کرتے تھے نہ ان سے علیحدہ ہوتے تھے۔

پھر حضرت ارمیٹا نے دُعا کی میرے پالنے والے یہ تو بتا دے کہ ان پر کسے مسلط فرمائے گا تاکہ میں اس کے پاس جا کر قبل از دقت اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے امان نامہ حاصل کر لوں ورنہ سب کے ساتھ میں بھی تباہ و برباد کر دیا جاؤں گا۔

ارشاد خداوندی ہوا کہ فلاں موضع میں جاؤ۔ وہاں ایک لڑکے کو دیکھو گے جس کو امراض مزمن میں سب سے زیادہ مبتلا پاؤ گے، اس کی پیدائش سب سے زیادہ خبیث اور بدتر ہے۔ یعنی وہ ولد الزنا ہے اس کا عذاب تمام لوگوں سے بدتر ہے۔

حضرت ارمیٹا اس مقام پر پہنچے وہاں ”کاروان سر“ میں ایک لڑکے کو دیکھا جسے لوگوں نے مزبلہ پر ڈال دیا ہے اور وہ زمین پر پڑا ہوا ہے صرف اس کی ایک مال ہے جو ایک پیالے میں سُکھی روٹی کے ٹکڑے توڑ رہی ہے اور اُس کے سامنے سُر کا دودھ دُوہ کر لاتی ہے وہ روٹی کھا لیتا ہے اور دودھ پی لیتا ہے۔ بروایت وہ سُر کے دودھ میں سُکھی روٹی بھگو کر اسے کھلاتی ہے۔ حضرت ارمیا علیہ السلام سمجھ گئے کہ جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے یہ وہی لڑکا ہے حضرت اس کے پاس گئے اور اس کا نام پوچھا۔ اس نے ”بخت نصر“ بتایا، حضرت ارمیٹا کو یقین ہو گیا۔ آپ نے اس کا علاج شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس میں کامیاب ہو گئے۔ جب وہ تندرست ہو گیا، تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو مجھے جانتا پہچانتا ہے اس نے کہا نہیں۔ البتہ اتنا سمجھتا ہوں کہ آپ ایک نیک صالح آدمی ہیں، فرمایا، میں بنی اسرائیل کا نبی ”ارمیٹا“ ہوں۔

اس کے بعد انھوں نے کہا کہ میں تمھیں ایک خبر دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب تم کو بنی اسرائیل پر تسلط دے گا اور تم ان پر غالب آؤ گے اور وہاں غیر محفوظ اور غیر مومن فضا پیدا ہو جائے گی اس لئے میں تم سے ایک خواہش رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم مجھے ایک ”امان نامہ“ لکھ دو

تاکہ میں اس سے بوقت ضرورت فائدہ حاصل کر سکوں، اس نے امان نامہ لکھوا دیا۔

حضرت ارمیا تو چلے آئے اور وہ اپنی زندگی کے دن گزارنے لگا۔ یہاں تک کہ جوان ہوا، اس کا گذر اوقات جنگل اور پہاڑ کی لکڑی لانے پر تھا، وہ اپنا پیٹ بھی پالتا تھا اور لوگوں کو بنی اسرائیل کے خلاف ابھارتا بھی تھا۔ یہاں تک کہ اس کے ہمراہ جمعیت ہو گئی اور وہ بڑی طاقت کا انسان بن گیا اور نہ جانے کیسے بادشاہ بابل بن گیا۔ پھر موقع سے اُس نے بیت المقدس پر چڑھائی کر دی اور بے شمار افراد اطراف سے آکر اس کے ہمراہ ہو گئے۔

حضرت ارمیا کو جب معلوم ہوا کہ وہ آکر رہا ہے اور بے پناہ لشکر لے کر آ رہا ہے تو حضرت ارمیا امان نامہ لے کر اس کے راستے میں کھڑے ہو گئے۔ لیکن لشکر کی کثرت کی وجہ سے اس کے پاس کسی صورت سے نہ پہنچ سکے، تو انھوں نے یہ ترکیب کی کہ امان نامے کو ایک لکڑی میں باندھ کر بلند کیا۔ جب اس کی نظر اس پر پڑی تو اس نے بلکا بھیجا۔ آپ نے اس کے سامنے امان نامہ پیش کیا، اس نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں وہی شخص ہوں جس نے علالت کی حالت میں تیرا علاج کیا تھا اور تو نے مجھے اڑے وقت کے لئے امان نامہ دیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے آپ کو امان دے دی۔ لیکن آپ کے بال بچوں کے لئے امان مشروط، اب میں یہاں سے تیرے چھینکتا ہوں۔ اگر یہ تیرے بیت المقدس تک پہنچ گیا تو ان کے لئے امان نہ ہوگی اور اگر نہ پہنچا تو وہ بھی مامون ہوں گے۔ غرضیکہ اس نے دہاں سے تیرے چھینکا اور وہ بیت المقدس تک جا پہنچا۔ اس نے کہا ان کے لئے کوئی امان نہیں ہے۔ حضرت ارمیا سخت پریشان ہوئے، اور انھوں نے خداوند عالم کی طرف رجوع کیا۔

الغرض اس نے بیت المقدس پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور جو تباہی ممکن تھی سب کر دی۔ امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ بخت نصر نے بے انتہا قتل و غارت کیا، بے شمار حافظین و درات قتل کئے اور بے شمار افراد کو قید کیا۔ جن میں صرف بچے ستر ہزار تھے۔ جن میں دانیال۔ خانیان۔ غزایا اور مشایل شامل تھے۔ موزرین کا کہنا ہے کہ بخت نصر نے دہاں کی آبادی کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا ۱/۳ کو شام میں چھوڑا ۱/۳ کو قید کیا اور ۱/۳ کو قتل کر دیا۔ یہ سلوک ان لوگوں کے ساتھ کیا جو اندھا دھند قتل و غارت سے بچ گئے تھے۔ پھر وہ سارا کچھ لے کر بابل چلا گیا جو بیت المقدس میں تھا۔ روضۃ الصفا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو سامان از قسم زر و جواہر وغیرہ بیت المقدس لے لیا وہ ایک ہزار سات سو کشتیوں کا بار تھا۔

حضرت ارمیا اور بنی اسرائیل کے بچے ہوئے لوگوں کا حشر

مؤرخین کا بیان ہے کہ بخت نصر

کی ہنگامہ خیزی میں حضرت ارمیا محفوظ رہے۔ بخت نصر جب تباہی و بربادی کو حد کمال تک پہنچا چکا تو اس نے ان سے کہا کہ آپ چاہیں میرے ساتھ رہیں میں آپ کو عزت و احترام سے رکھوں گا اور اگر چاہیں اپنے شہر میں رہیں۔ میری طرف سے آپ کو امان ہے۔ حضرت ارمیا نے فرمایا کہ ویسے تو میں جب سے پیدا ہوا ہوں خدا کی امان میں ہوں تاہم جو کچھ تو نے کہا ہے ٹھیک ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ بنی اسرائیل اپنی حرکتوں سے امان خدا سے باہر ہو گئے اور تجھ سے خوف کھانے لگے اگر یہ امان خدا میں ہوتے تو تجھ سے ہرگز خوف نہ کھاتے۔ غرضیکہ حضرت ارمیا علیہ السلام زمین ایلیا میں اپنے مقام پر رہے اُس وقت یہ شہر برباد ہو چکا تھا اور کچھ حصہ اس کا بالکل منہدم ہو چکا تھا۔

بنی اسرائیل کے باقی ماندہ لوگوں نے جب سنا تو آپ کے پاس جمع ہو گئے اور عرض کرنے لگے ”یا بنی اللہ“ اب ہم نے آپ کو پہچانا کہ آپ ہمارے پیغمبر ہیں۔ آپ ہم کو نصیحت کیجئے ہم آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ آپ نے اُن کو علم دیا کہ میرے ساتھ رہو۔ خدا تمہاری حفاظت کرے گا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم بادشاہ مصر کے پاس جا کر پناہ لیتے ہیں اور اس سے اپنا تحفظ چاہتے ہیں اور امان طلب کرتے ہیں۔ حضرت ارمیا نے فرمایا کہ ایسی غلطی مت کرو۔ اب خاموش یہیں بیٹھے رہو۔ امان خدا بہترین امان ہے، تم اس کی امان سے باہر جاتے ہو اور دوسروں کی امان میں داخل ہوتے ہو۔ سنو یہ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔ بخت نصر کے سامنے بادشاہ مصر کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اگر تم اس سے امان حاصل کر دو گے اور بخت نصر نے اس میں مزاحمت کی تو پھر تباہی کے گڑھے میں گر جاؤ گے بہتر یہی ہے کہ ہمیں اللہ کی امان میں پڑے رہو۔ لیکن وہ لوگ ایک نہ مانے اور حضرت ارمیا علیہ السلام کو چھوڑ کر مصر کے لئے روانہ ہو گئے اور مصر کے بادشاہ سے امان کے طالب ہوئے۔ اس نے اُن کو امان دے دی۔

بخت نصر کو جب معلوم ہوا تو اس نے بادشاہ مصر کو لکھا کہ ان کو قید کر کے میرے پاس بھیج دے۔ ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جا۔

حضرت ارمیا علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ کو ان پر ترس آیا اور وہ فوراً مصر چلے گئے تاکہ ان کو بخت نصر کے شر سے نجات دلانے کی سعی کریں۔ مصر پہنچ کر انھوں نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند عالم نے بذریعہ وحی مجھے بتایا ہے کہ بخت نصر اور بادشاہ مصر میں جنگ ہوگی اور بخت نصر جیت جائے گا اور اس کی علامت یہ ہے کہ مجھے وہ جگہ دکھادی گئی ہے جس جگہ فتح کے بعد بخت نصر کا تخت بچھے گا۔ پھر حضرت نے چار پتھر اس کے تخت کی جگہ دفن کر دیئے۔

غرضیکہ بخت نصرت نے پڑھائی کی اور مصر کو فتح کر لیا اور اُن پر غلبہ حاصل کیا اور ان کو قید کیا جب غنیمت تقسیم کرنے کا ارادہ کیا۔ قیدلوں میں بعض کو قتل اور بعض کو آزاد کرنا چاہا تو انہیں میں حضرت ارمیا کو دیکھا تو آپ سے کہا کہ میں تو آپ کا احترام کرتا ہوں اور آپ میرے دشمنوں کے ساتھ شامل ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ ان کو آگاہ کر دوں کہ تو ان پر غالب آئے گا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میں ان کو تیرے رعب و جلال سے متاثر کر دوں اور خوف دلاؤں تاکہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لیں اور کسی کی امان پر بھروسہ نہ کریں، میں یہ سب ایسی حالت میں کر رہا تھا کہ تو بابل میں تھا، میں نے یہاں پہنچتے ہی تیرے تخت کی جگہ بھی ان کو بتا دی تھی اور تخت کے ہر پائے کی جگہ ایک ایک پتھر دفن کر دیا تھا اور ان لوگوں نے سب کچھ دیکھا تھا، انکے اس فرمانے پر بخت نصرت نے تخت ہٹوا کر اس کے ہر پائے کی جگہ کھدوائی، جب پتھر برآمد ہوئے تو اس نے حضرت ارمیا علیہ السلام کے قول وارشاد کو صحیح پایا اور درست سمجھا اور حضرت سے کہا کہ اب میں ان کو اس وجہ سے قتل کر دوں گا کہ انھوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کی باتوں کا یقین نہ کیا۔ حضرت نے فرمایا بادشاہ تجھے رحم لازم ہے۔ اس نے ایک نہ سنی اور سب کو قتل کر دیا اور بابل واپس چلا گیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت ارمیا علیہ السلام عرصے تک مصر میں مقیم رہے۔ پھر خدا نے وحی کی کہ اپنے شہر ایلیا کو واپس جاؤ، چنانچہ وہ وہاں سے روانہ ہو گئے اور جب بعض روایات کی بنا پر بیت المقدس کے نزدیک پہنچے اور اس کی بربادی ملاحظہ کی تو بولے کہ خدا کلب اور کس طرح اس شہر کو آباد کرے گا، پھر شہر کے کنارے اُترے اور سو رہے، خدا کے حکم سے ان کی رُوح قبض ہو گئی اور وہ دُنیا کی نگاہوں سے محفوظ ہو گئے۔ یہاں تک کہ سو سال گزر گئے اور یہاں ہی تمام پر مژدہ پڑے رہے۔ خدا نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ بیت المقدس کو پھر آباد کرے گا جب ستر سال ان کی دفات کو گزر چکے، ایلیا شہر کی تعمیر کی اجازت دی اور فارس کے ایک بادشاہ کے پاس بروایت عامہ ایک فرشتے کو بھیجا جس کو ”گوئنگ“ کہتے تھے کہ خدا تجھے حکم دیتا ہے کہ لشکر اور حشم و عذم اور خزانے کے ساتھ ”ایلیا“ کو روانہ ہو، اور اس کو آباد کر، اس بادشاہ نے تیس ہزار اشخاص کو متعین کیا اور ہر ایک شخص کے ماتحت ہزار ہزار اشخاص کام کرنے والے (مزدور) کئے تعمیر عمارت سے متعلق جس قدر اوزار اور آلات ضروری تھے ہتیا کئے، غرض تیس سال میں ”ایلیا“ شہر اور اس کی عمارتیں تیار ہو گئیں۔ اس وقت خدا نے حضرت ارمیا علیہ السلام کو زندہ کیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ انتقال فرما گئے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب ۳۲

حضرت دانیال علیہ السلام

حضرت دانیال علیہ السلام خلاق عالم کے فرستادہ نبی تھے یہ اسی طرح منصوص، مضمون، افضل کائنات اور عالم علم لدنی تھے۔ جس طرح دیگر انبیاء کو خدا نے قرار دیا تھا۔ حضرت دانیال حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ زیر کی اور عقلمندی میں حضرت سلیمانؑ کے بعد انھیں کا نام لیا جاتا ہے، یہ بابل کے مشہور بادشاہ ”بخت نصر“ کے ہم عصر تھے۔ اس نے فتح بیت المقدس کے بعد ان پر بڑی سختیاں بھی کی تھیں۔ لیکن آخر میں ان کی صلاحیتوں سے بے حد متاثر بھی ہوا تھا ایک دور یہ بھی آیا تھا کہ انھیں اپنے امور سلطنت میں مشیر خاص بھی بنالیا تھا۔ یہ علم رمل کے موجد اور علم تعبیر خواب کے بڑے ماہر تھے۔

بخت نصر کے نام کی تصحیح اکثر حضرات اس ظالم ترین بادشاہ عالم کا نام ”بخت النصر“ سمجھتے ہیں اور اسی طرح لکھتے بھی ہیں لیکن دراصل اس کا نام

بخت النصر نہیں ہے، بلکہ ”بخت نصر“ بہ تشدید ”ص“ ہے۔ مجمع البحرین ص ۱۹ میں ہے کہ بخت کے معنی ابن کے ہیں اور نصر ایک بُت کا نام تھا جس کے پاس یہ زنا زادہ پڑا ملا تھا، اسی لئے اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ لیکن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”بخت نصر“ کو اس لئے اس نام سے موسوم کیا گیا کہ وہ گتیا کے دودھ سے پلا تھا۔ بخت گتیا کا نام تھا اور نصر اس کے مالک کا جو آتش پرست تھا۔ (حیات القلوب جلد ۸ ص ۸۲۸ طبع لاہور)۔

حضرت دانیال حضرات ائمہ طاہرینؑ کی نگاہ میں ان کے علم تعبیر خواب کی تصدیق علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے لوگوں نے

سوال کیا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت دانیال علم تعبیر خواب جانتے تھے اور انھوں نے لوگوں کو اسکی

تعلیم بھی دی تھی۔ فرمایا "ہاں" خدا ان پر وحی فرماتا تھا۔ وہ پیغمبروں میں سے تھے اور ان میں سے تھے جن کو خدا نے علم بتعیر خواب عطا فرمایا تھا، وہ بڑے رحم دل نیک کردار اور حکیم و دانا تھے، ان کے دل میں ہم اہل بیت کی بڑی محبت تھی اور وہ ہماری محبت دل میں رکھ کر خدا کی عبادت کرتے تھے۔

حضرت دانیالؑ کے کردار سے متاثر ہو کر
بادشاہ وقت کی ایک خواہش اور اس کی تکمیل

چونکہ یہ نبی خدا تھے لہذا ان کے کردار کی عملگی مسلم ہے ان کے زمانے میں جو بادشاہ تھا اور بنی اسرائیل پر حکومت کرتا تھا اس نے ان کے کردار سے متاثر ہو کر ان سے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں چاہتا ہوں کہ خداوند عالم مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرمائے جو آپ سے صورت و سیرت میں مشابہ ہو، حضرت دانیالؑ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اے بادشاہ پہلے یہ بتا کہ تیرے دل میں میری کتنی عظمت و محبت ہے اس نے کہا کہ میرے دل میں آپ کی بے حد محبت ہے اور میں آپ کو دل سے چاہتا ہوں اور آپ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ جب ایسا ہے تو تو یہ کام کر کہ جب اپنی زدجہ سے مقاربت کے واسطے وقت تمام تر توجہ میری طرف مبذول کر دے اس کا فطری اثر تیرے بچے پر پڑے گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، پھر جو بچہ پیدا ہوا وہ حضرت دانیالؑ سے مشابہ تھا۔

حضرت دانیالؑ کا بچپن اور ایک ہم مقدمے کے فیصلے میں رہنمائی

ہمارے مسلمات سے ہے کہ نبی اور امام ابد و نظرت میں سے ہی نبی اور امام ہوتے ہیں پیدائش کے بعد وہ اپنی صلاحیت کو بروئے کار لانے میں عمر اور تجربے کے محتاج نہیں ہوتے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت دانیالؑ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت دانیالؑ یتیم تھے۔ ان کے ماں باپ نہ تھے۔ بنی اسرائیل کی ایک بڑھی عورت نے ان کی پرورش کی تھی۔ اس زمانے کے بادشاہ نے اپنی سلطنت میں دوسرے قاضی مقرر کر رکھے تھے۔ ان دونوں کا ایک دوست تھا جو نہایت مرد صالح اور نیک آدمی تھا۔ اس کی زوجہ بہت حسین و جمیل تھی اور نہایت ہی عبادت گزار اور پارسا تھی، اس مرد صالح کی آمد و رفت بادشاہ کے پاس تھی۔ وہ اس کے پاس آتا جاتا تھا۔ بادشاہ کو ایک روز ایک کام درپیش ہوا اس نے ان دونوں قاضیوں سے کہا کہ مجھے ایک ضروری کام کے لئے ایک معتبر اور قابل اعتماد شخص کی ضرورت ہے۔ ان قاضیوں نے اسی مرد صالح کے بارے میں رائے دی۔ بادشاہ نے اس مرد صالح کو اس کام کے لئے کہیں باہر بھیج دیا، جب وہ شخص جانے لگا تو دونوں قاضیوں سے کہتا

گیا کہ میری زوجہ کی خبر گیری کرتے رہنا۔ اس کے جانے کے بعد وہ دونوں قاضی اپنے دوست کے گھر آئے تاکہ اُس کی عورت کا حال دریافت کریں۔ چونکہ وہ بہت ہی حسین و جمیل تھی لہذا اس کو دیکھتے ہی اُس پر عاشق ہو گئے اور ان دونوں کی نیتوں میں فتور آگیا اور انھوں نے اُسے بدکاری پر آمادہ کرنا چاہا، مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوئی۔ ان دونوں نے کہا کہ اگر تو راضی نہ ہوگی تو چھپتا ہے گی۔ اس نے کہا جو میرے مقدر میں ہوگا میں اُسے بھگت لوں گی۔ مگر ایسا کام نہ کروں گی، جس سے دُنیا و آخرت دونوں خراب ہوں، ان لوگوں نے کہا کہ ہماری بات مان لئے ورنہ ہم بادشاہ کے سامنے گواہی دیں گے کہ تو نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ اور وہ تجھے سنگسار کر دے گا، اس پار ساعورت نے کہا جو چاہو کرو مگر میں اس فعل بد کو گوارہ نہ کروں گی۔ وہ دونوں خائب و خاسر واپس چلے آئے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے کہا کہ وہ شخص جس کو تو نے اپنے خاص کام سے بھیجا ہے اس کی عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ لہذا اس کو سنگسار کرنا چاہیے۔ بادشاہ نے جب یہ بات سنی تو سخت رنجیدہ بھی ہوا اور مختیر بھی کیونکہ اُسے اس کی پار سائی پر بھروسہ تھا۔ لیکن اس کے لئے دشواری یہ تھی کہ اپنی حکومت کے محکمہ اور معتبر قاضیوں کو بھی بھٹلانہ سکتا تھا۔ بالآخر اس نے کہا کہ اچھا میں سنگسار کروں گا۔ مگر دو تین دن کے بعد یہ لوگ اپنا کام کر کے چلے گئے اور خوش تھے کہ ہم کامیاب ہو گئے۔ بادشاہ نے اعلان عام کر دیا کہ فلاں تاریخ فلاں دن اور فلاں وقت سب لوگ فلاں جگہ جمع ہوں تاکہ ان کے سامنے فلاں عابدہ و صالحہ کو سنگسار کیا جائے۔ کیونکہ اس نے زنا کیا ہے اور دو قاضیوں نے اس کے زنا کی گواہی دی ہے، اس کے اعلان کرانے پر لوگ بادشاہ سے ملے۔ اور اس سے کہا کہ ہمیں یقین نہیں آتا کیونکہ وہ مافی ہوئی پار ساعابدہ اور زاہدہ ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے وزیر کو بلایا اور اس سے کہا کہ قاضیوں نے زنا کی گواہی دی ہے اور پبلک کے معزز لوگ اسکی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کی پار سائی مسلم ہے اب تم بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے۔ کیا تمھارے ذہن میں کوئی ایسی بات ہے کہ جس کی وجہ سے اسے چلایا جاسکے۔ کیونکہ میں قاضیوں پر اعتماد رکھتا ہوں اور انھوں نے گواہی دی ہے ان کی گواہی مسترد بھی نہیں کر سکتا۔ وزیر نے کہا کہ میں تو اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور نہ اس کی بچت کی کوئی راہ نکال سکتا ہوں۔ بات ختم ہو گئی اور بحث و مباحثہ تمام ہو گیا، یہاں تک کہ تیسرا دن آ گیا۔ جس دن کے لئے سنگساری کا اعلان تھا۔ وزیر اپنے گھر سے نکل کر بادشاہ کے پاس جا رہا تھا کہ اس کی نگاہ چند لڑکوں پر پڑی جو کھیل رہے تھے، جب وہ ان کے قریب پہنچا تو حضرت دانیال نے جن کو وزیر پہچانتا تھا اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج ایک عابدہ کو سنگسار کیا جائے گا۔ آؤ ہم آپس میں کھیل کے طور پر اس مقدمے کا فیصلہ کریں۔ یہ سن کر وزیر اُسی جگہ کھڑا ہو گیا، اور

ان کا فیصلہ دیکھنے لگا۔ حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ بھائیو میں بادشاہ بتا ہوں تم عابدہ بنو اور تم ایک قاضی بنو اور تم دوسرا قاضی بنو، یعنی سب کو ایک ایک شخص بنا دیا۔ پھر مٹی جمع کر کے ایک جھوٹا جیسا تیار کیا اور اس پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور لکڑی کی ایک تلوار بنا کر اپنے سامنے رکھ لی، پھر حکم دیا کہ ایک گواہ کو کافی دُور لے جا کر کھڑا کرو، اور دوسرے گواہ کو دوسری جانب کافی دُور لے جا کر کھڑا کرو، چنانچہ ایسا ہی کر دیا گیا۔ پھر حکم دیا کہ ایک گواہ کو میرے سامنے لاؤ، وہ لایا گیا تو حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ جو واقعہ ہو صحیح صحیح بیان کر دو، ورنہ اس تلوار سے تمہاری گردن مار دوں گا اور تمہارا سر اڑا دوں گا۔ وہ لڑکا جو گواہ بنا تھا۔ اس نے کہا کہ میں سچ کہتا ہوں کہ عابدہ نے زنا کیا ہے۔ حضرت دانیالؑ نے پوچھا کس وقت زنا کیا ہے۔ اس نے کہا کہ فلاں وقت، انھوں نے پوچھا کس دن؟ اس نے کہا فلاں دن، انھوں نے پوچھا کس کے ساتھ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ اس نے کہا فلاں شخص کے ساتھ جو فلاں کا بیٹا ہے، پوچھا کس جگہ اس نے کہا فلاں جگہ۔ اس کے بعد حضرت دانیالؑ نے حکم دیا کہ اسے لے جاؤ اور دوسرے کو لاؤ، لڑکوں نے اسے اسی جگہ لے جا کر کھڑا کر دیا اور دوسرے کو لا کر پیش کیا، حضرت دانیالؑ نے پوچھا تو کس چیز کی گواہی دینے کے لئے آیا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں اس امر کی گواہی دینے کے لئے آیا ہوں کہ فلاں عابدہ نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ پوچھا اُس نے کس وقت زنا کیا ہے؟ اس نے کہا فلاں وقت۔ پوچھا کس کے ساتھ؟ کہا فلاں بن فلاں کے ساتھ۔ پوچھا کس مقام پر؟ کہا فلاں مقام پر حضرت دانیالؑ نے دونوں کے بیانات قلمبند کر لئے۔ اس کے بعد دونوں کے بیانات کو سامنے رکھ کر دیکھا تو بیانات میں بڑا فرق تھا۔ حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ تم دونوں جھوٹے ہو اور تم کسی خاص عرض کی وجہ سے اس عابدہ اور زاہدہ کو سنگسار کرنا چاہتے ہو، پھر حکم دیا کہ اعلان کر دیا جائے کہ ان دونوں گواہوں کو فلاں وقت قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ دونوں نے جھوٹی گواہی دی ہے۔

جب وزیر نے حضرت دانیالؑ کا عجیب و غریب اور نہایت عاقلانہ فیصلہ دیکھا، تو نہایت عجلت کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہو گیا اور دلائل پہنچ کر جو کچھ دیکھا اور سنا تھا، اُس سے بیان کیا۔

بادشاہ نے جو یہی اس واقعہ کو سنا اور فیصلے پر غور کیا فوراً دونوں قاضیوں کو بلا بھیجا اور ان کو الگ کر کے ان کے علیحدہ علیحدہ بیانات لئے۔ ان دونوں کے بیانات میں بڑا فرق پایا۔ دوسرے دن مُنادی کرادی کہ دونوں نے چونکہ غلط گواہی دی ہے۔ لہذا ان کو قتل کیا جائے گا۔ سب لوگ جمع ہو جائیں۔ پھر اُس نے مفتری اور خیانت کرنے والے قاضیوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس طرح وہ عابدہ زاہدہ سنگسار ہونے سے بچ گئی اور دونوں قاضی قتل کر دیئے گئے۔ سچ ہے چاہے چاہا ہوش

روٹی کی ناقدری حضرت دانیالؑ کی بددعا، شدید قحط اور بیٹوں کے کھانے کا واقعہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت رسول کریمؐ نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ روٹی کی قدر کیا کرو۔ اسی پر پانی کی طرح عام انسانوں کی زندگی کا دائرہ مدار ہے، اس کے لئے عرش سے فرش تک یعنی آسمان سے زمین تک مخلوقات خدا نے عمل کیا اور محنت و مشقت کی ہے تب یہ دستیاب ہوتی ہے۔ اصحاب نے کہا بے شک حضورؐ نے سچ فرمایا۔

پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ چاہو تو میں روٹی کے بارے میں حضرت دانیالؑ کے عہد کا ایک واقعہ سنائوں، اصحاب نے کہا کہ حضورؐ در ارشاد فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا کہ دانیالؑ ایک نبی تھے جو ہم سے پہلے گذرے ہیں وہ میرے اہلبیت کو ان کی ظاہری پیدائش سے قبل ہی بے حد دوست رکھتے تھے۔ دانیالؑ نبی کو ایک دن ایک ضروری سفر درپیش ہوا۔ اور درمیان میں دریا حائل تھا۔ دانیالؑ اپنے گھر سے نکل کر دریا کے کنارے پہنچے، اور کشتی پر سوار ہو کر جانا چاہتے تھے، انھوں نے کشتی بان (ملاح) کو ایک روٹی دی اور کہا کہ یہ اُجرت (کرایہ) ہے تیری کشتی کا مجھے اس پار پہنچا دے، میرا بڑا ضروری کام ہے۔ ملاح نے روٹی لے کر پھینک دی اور کہا کہ میں اس روٹی کو لے کر کیا کروں گا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے ایسی روٹیاں تو ہمارے ارد گرد پڑی ہوتی ہیں اور پیروں سے چلی جاتی ہیں۔ حضرت دانیالؑ نے کہا کہ ایسا نہ کرو اور اسے لے لے۔ اٹھلا اپنی آنکھوں سے لگا، روٹی ناقدری کی چیز نہیں ہے، خدا کی نظر میں اس کی بڑی عزت ہے، مگر اُس نے ایک نہ سنی۔

دانیالؑ نبی کو اس کے طرز عمل سے بے حد دکھ ہوا۔ انھوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا، میرے پالنے والے روٹی کی بے قدری تو دیکھ رہا ہے اور تو نے اس وقت اس ملاح کا طرز عمل اور افسوسناک کردار بھی دیکھا۔ میرے پالنے والے روٹی کو ناقدری سے بچا۔ دانیالؑ کا یہ کہنا تھا کہ غضب خداوندی میں اُبال اُگیا اور روٹی کی ناقدری کرنے والوں کو سزا دینے کا بندوبست کر دیا گیا۔

حضرت دانیالؑ کے بددعا کرنے کے بعد خداوند عالم نے آسمان کو حکم دیا کہ بارش کا ایک قطرہ زمین پر نہ گرے۔ اور زمین کو حکم دیا کہ ایک دانہ بھی روئیدہ نہ ہو۔ چنانچہ یہی ہوا۔ بارش مطلقاً بند ہو گئی اور دلنے کی روئیدگی کی بجائے ختم ہو گئی اور شدید قحط پڑ گیا اور قحط کی ایسی فوبت آئی کہ ایک دوسرے کو کھانے لگے۔ پھر جب ان پر سختی اور تنگی اس حد تک پہنچ گئی جس حد تک خدا ان کی تیجہ کے لئے پہچانا چاہتا تھا، تو ایک دن یہ واقعہ ہوا کہ دو عورتیں تھیں اور دونوں کے ایک ایک لڑکا تھا۔ دونوں عورتوں نے فیصلہ کیا کہ ایک دن ایک اپنے لڑکے کو ذبح کرے اور دوسرے دن دوسری

ذبح کرے۔ چنانچہ ایک عورت نے اپنے لڑکے کو ذبح کر دیا اور دونوں نے اس کا گوشت کھا لیا۔ جب دوسرا دن آیا تو اس عورت نے جس کا بچہ کل ذبح ہو چکا تھا اس نے اس دوسری عورت سے تقاضا کیا کہ اپنے بچے کو حسب وعدہ ذبح کرے، اس نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میرا دل تو اسے گوارا نہیں کرتا۔ میں اپنے بچے کو ذبح نہ کر دوں گی۔ اس کے اس انکار پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا اور طے یہ پایا کہ چلو حضرت دانیالؑ سے اس کا فیصلہ کرائیں۔ جب یہ دونوں عورتیں حضرت دانیالؑ کے پاس پہنچیں اور اپنا کیس ان کے سامنے پیش کیا، حضرت دانیالؑ نے کہا کہ اب یہاں تک نوبت قسط کی پہنچ گئی کہ لوگ اپنے لڑکوں کو کھانے لگے ہیں۔ ان عورتوں نے کہا کہ حضور اس سے بدتر حالت ہو گئی ہے۔

یہ سن کر حضرت دانیالؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا دیا، اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی، مالک اپنے فضل و کرم سے ہم پر رحم فرما اور اپنا فضل و کرم ہمارے شامل حال کر۔ خدایا ملاح اور دیگر ایسے لوگوں کی سختی اور کبر و غرور کی وجہ سے ان غریبوں کو اب بے گناہ عذاب نہ رکھ، مولا رحم کر تو برا کریم و رحیم ہے۔

دانیالؑ نبی کی دعا سے پروردگار عالم نے آسمان کو آبِ بارانی کا اور زمین کو دانے کی روئیدگی کا حکم دے دیا اور دانیالؑ کی طرف وحی کی کہ اے دانیالؑ میں نے روٹی کی توہین کرنے والوں کے ساتھ جو کچھ کیا یہ اسی کے مستحق تھے اور ابھی اس سے زیادہ ان کی حق رسی کی ضرورت تھی مگر میں نے بچوں کی وجہ سے ان پر رحم کر دیا ہے۔

علماء کی ناقدری سے خدا دشمن ہو جاتا ہے

حضرت دانیالؑ کو وحی ربانی

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت دانیالؑ کو وحی فرمائی کہ میرے تمام بندوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ دشمن وہ جاہل و نادان ہے جو حق اہل علم کو سبک سمجھتا ہے اور اس کی پیروی نہیں کرتا اور میرے تمام بندوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ دوست وہ پرہیزگار ہے جو میرے تمام عظیم کا طالب ہوتا ہے اور علماء کی خدمت میں رہتا ہے اور ان سے جدا نہیں ہوتا اور بردباروں کی متابعت کرتا ہے اور عقلمندوں سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔

بجنت نصرت کے جاؤ سوس حد و بیت المقدس میں | تو زمین کا بیان ہے کہ بجنت نصرت

جب بادشاہ ہوا تو ہر وقت بنی اسرائیل کے فق و فحور کا اُمیدوار رہنے لگا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب تک وہ اس قدر گناہ نہ کر لیں گے کہ خدا کی اعانت و نصرت کے مستحق نہ رہ جائیں اس وقت تک وہ ان پر مسلط نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے ہر وقت جاسوس لگاتے رہتا تھا اور اس کے جاسوس برابر بیت المقدس کے حدود میں چکر لگایا کرتے تھے اور حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کا حال صلاح و فلاح سے فساد میں بدل گیا۔ انھوں نے اپنے پیغمبروں کو قتل کرنا شروع کیا اور دیگر گناہوں میں حد سے بڑھ گئے، پھر تو بخت نصر اپنے لشکر کو لے کے آیا اور اس نے ان کو گھیر لیا۔

جب بخت نصر نے ان کا محاصرہ کیا اور وہ اس کے مقابلہ سے عاجز ہوئے تو اپنے پروردگار سے توبہ و انابت کی اور گریہ و زاری کیا اور نیکی و فلاح کی جانب مائل ہوئے اور اپنے جاہلوں نادانوں کو گناہ کرنے سے منع کیا، نیک کاموں کی طرف ان کو متوجہ کیا اور برائیوں سے روکا تو خدا نے ان کو بخت نصر پر غالب کیا اور اس کو واپس جانا پڑا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک تیر اس کے گھوڑے کی پیشانی پر آ لگا۔ گھوڑا بھاگا اور اس کو شہر سے باہر لے گیا، اس کے بعد پھر بنی اسرائیل نے اپنی حرکتیں شروع کر دیں، گناہوں میں مشغول ہوئے سرکشی کی اور فساد برپا کیا تو پھر دوبارہ بخت نصر ان سے جنگ کے لئے آیا۔ اس کے آنے سے قبل اس وقت کے نبی نے ان کو خبر دی کہ بخت نصر تم سے جنگ کے لئے آرہا ہے اور یہ خدا کا عذاب ہے، فلاں عالم فرماتا ہے کہ اگر توبہ کر دگے تو تمھارے آباء و اجداد کے سبب تم پر رحم کر دیں گا اور وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ کبھی تم نے دیکھا ہے کہ کسی نے مجھ سے سرکشی کی ہو اور اسے میری نافرمانی کے سبب سعادت حاصل ہوئی ہو یا کسی نے میری اطاعت کی ہو اور میری اطاعت کے سبب وہ بد بخت و بد حال ہوا ہو، وہ فرماتا ہے کہ اب حال یہ ہو گیا ہے کہ تمھارے علماء اور عبادت گزاروں نے میرے بندوں کو اپنا خدمت گار بنا رکھا ہے اور ان میں میری کتاب کے خلاف حکم کرتے ہیں اور بادشاہ اور تمھارے رئیس و امیر میری نعمتوں کے سبب سرکش ہو گئے ہیں اور دنیا نے ان کو مغرور کر رکھا ہے اور قاریاں تو ریت اور تمھارے فقیہ لوگ سب کے سب بادشاہوں کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے ہیں اور بدعتوں پر ان کی بیعت کرتے ہیں اور میری نافرمانی میں ان کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کے لڑکے بالے دوسروں کے ساتھ گمراہی اور ضلالت میں مہتمک ہیں، باوجود ان خرابیوں اور بغاوت کے میں نے ان کو عافیت دے رکھی ہے۔ لہذا مجھے قسم ہے کہ ان کی عزت کو ذلت سے اور امن کو خوف سے بدل دوں گا۔ اگر مجھ سے دعا کریں گے ان کی دعا قبول نہ کر دوں گا، جب ان کے پیغمبر نے خدا کا یہ پیغام ان تک پہنچایا، تو انھوں نے ان کی تکذیب کی اور کہنے لگے۔

کہ تم خدا پر انفراد کرتے ہو، اور دعویٰ کرتے ہو کہ خدا اپنی مسجدوں کو اپنی عبادت سے معطل کر دے گا۔ اس کے بعد انھوں نے پیغمبر کو بکڑ کر قید خانے میں بند کر دیا۔ بلاخر بخت نصر نے ان کے شہروں پر شکر کشی کی اور سات مہینے تک ان کا محاصرہ کئے رکھا۔ یہاں تک کہ وہ جھوک کے سبب اپنا پاخانہ اور پیشاب کھانے پینے لگے۔ غرض کہ وہ ان پر مسلط ہوا، اور جباروں اور ظالموں کی طرح ان کو قتل کیا۔ بہتوں کو دار پر کھینچا اور جلایا، ان کی ناک اور ان کی زبانیں کاٹیں، دانت توڑے اور ان کی عورتوں کو ذلت کے ساتھ قید کیا۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ بیت المقدس پر حملہ اور احراق مسجد سلیمان بمقام ”اصطخر“ (فارس) یوم چہار شنبہ کو کیا گیا تھا۔ (حیات القلوب جلد ۸ ص ۸۷ طبع لاہور)۔

ترغین کا بیان ہے کہ بخت نصر جب فتح بیت المقدس کے بعد بابل کو

حضرت دانیال علیہ السلام کنوئیں میں

واپس ہوا تو اُس نے دلال پہنچ کر بنی اسرائیل کے تمام لوگوں کو قید کر دیا اور حضرت دانیالؑ کے لئے خاص اہتمام یہ کیا کہ ایک کنواں کھدوا کر اس میں ان کو ڈال دیا اور اسی کنوئیں میں ایک شیر کو بھی ڈلوادیا۔ مقصد یہ تھا کہ شیر ان کو پھاڑ کھائے گا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ شیر حضرت دانیالؑ کی طرف متوجہ بھی نہ ہوا۔ اذیت پہنچانا تو درکنار۔ اُدھر پروردگار عالم نے ایک نبی کو وحی کی کہ جا کر دانیالؑ تک کھانا اور پانی پہنچاؤ، اُس نبی نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ مالک وہ کہاں ہیں؟ ارشاد ہوا کہ فلاں مقام پر جا کر آواز دو، جس جگہ سے تمہارے پکارنے کا جواب آئے، اُس کے قریب جا کر کھانا پانی پہنچا دو، وہ نبی اپنی جگہ سے روانہ ہو کر خدا کے بتلائے ہوئے مقام پر پہنچ کر حضرت دانیالؑ کا نام لے کر پکارے تو کنوئیں سے جواب ملا۔ جھک کر دیکھا تو وہ اُسی کنوئیں میں پڑے تھے اور شیر بھی آپ کے ساتھ تھا۔ بنی خدا نے کھانا پانی پہنچا دیا، پھر اسی طرح برابر عمل جاری رہا۔ ایک روایت کی بناء پر حضرت دانیالؑ جو کہ کسبی میں مقید کئے گئے تھے۔ نوے سال تک قید میں رہے۔ پھر جب بنی اسرائیل نے ان سے تمام اُمیدیں وابستہ کر لیں اور ان کو قید سے چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگے تو ان کو ایک نہایت گہرے اور کشادہ کنوئیں میں ڈال کر اس میں ایک شیر کو بھی ڈال دیا تھا۔

غرض کہ حضرت دانیالؑ کنوئیں میں پڑے رہے۔ رات بھر عبادت میں گزارتے تھے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے اور شام کو اسی آب و طعام سے روزہ کھولتے تھے جو خدا کے برگزیدہ نبی کے ذریعے سے ان تک پہنچا کرتا تھا۔

بخت نصر کا پہلا خواب | حضرت دانیالؑ قید کی مشقت برداشت کر ہی رہے تھے

کہ بخت نصرت نے ایک خواب دیکھا وہ یہ تھا کہ آسمان سے فرشتے فوج در فوج اس کنوئیں پر آ رہے ہیں جس میں حضرت دانیال قید ہیں، اور وہ فرشتے حضرت دانیال کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ سلام کرتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ گھبراؤ نہیں۔ عنقریب تمہاری تکالیف دور ہو جائیں گی، اور تم نہایت بلند مقام پر پہنچو گے۔

بخت نصرت جب صبح کو بیدار ہوا تو اپنے کُے پر سخت نادام ہوا اور حکم دیا کہ وہ جلد سے جلد قید خانے سے برآمد کر لئے جائیں۔ چنانچہ گہرے کنوئیں سے نکال لئے گئے اور بخت نصرت اُنکی عظمت کا قائل ہو گیا۔ لیکن آپ کو عام قید خانے میں رکھا۔

بخت نصرت کا دوسرا خواب، اُس کی تعبیر رسول کریمؐ کے بعد ایک اور خواب کا ذکر اور حضرت دانیال کی دانائی کا نتیجہ

خوف زدہ ہوا۔ جب صبح ہوئی تو خواب بھول گیا۔ خواب کو فراموش کرنے کے بعد اپنی قوم کے منجھول اور کاہنوں کو جمع کر کے اُن سے کہا کہ بتاؤ میں نے رات کیا خواب دیکھا ہے؟ اور ساتھ یہ بھی کہا کہ غور و فکر کرو اور مجھے مطمئن کرو، ورنہ سب کو دار پر چڑھا دوں گا۔ اُس نے اس کے لئے تین دن کی مہلت دی، مگر کوئی نہ بتا سکا۔

حضرت دانیال جو اس وقت زندان میں تھے، جب انھیں بادشاہ کے خواب کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے زندان بان یعنی محافظ قید خانہ سے کہا کہ تو نے اس عالم مصیبت میں میرا بڑا ساتھ دیا ہے اور ہر وقت میری امداد کی ہے۔ میں تجھ سے یہ خواہش کرتا ہوں کہ تو بادشاہ کے پاس جا کر اُس سے یہ بتا دے کہ قید خانہ میں ایک قیدی ہے جس کا نام ”دانیال“ ہے۔ وہ تیرے خواب کو بھی جانتا ہے اور اس کی تعبیر سے بھی واقف ہے۔

داروغہ زندان، بادشاہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ قید خانے میں ایک ایسا عظیم قیدی ہے جو تیرے خواب اور اس کی تعبیر کو جانتا ہے۔

بادشاہ کو جو یہی یہ خبر ملی اس نے فوراً حکم دیا کہ دانیال کو میرے پاس حاضر کیا جائے، چنانچہ داروغہ قید خانہ نے ان کو راکھ دیا اور ان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے وہ خود دربار میں حاضر ہوا، وہاں دربار میں داخلہ کا قاعدہ یہ تھا کہ جو کسے پہلے بخت نصرت کو سجدہ کرے۔ چنانچہ داروغہ نے اس رسم کو ادا کیا مگر حضرت دانیال نے جو اسی کے ساتھ تھے بخت نصرت کو سجدہ نہ کیا اور یوہنی سیدھے دربار میں داخل ہو گئے۔

حضرت دانیال کے داخل دربار ہونے کے بعد کافی دیر تک وہ ان کی طرف متوجہ نہ ہوا، اور

یہ کھڑے رہے۔ پھر اس کے بعد اس نے تمام لوگوں کو دربار سے باہر کر کے ان سے سوال کیا کہ تم نے دربار میں داخل ہوتے ہی دستور کے مطابق مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا۔

حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ میرا پروردگار جس نے مجھے علمِ تعبیرِ خواب عطا کیا ہے اُس نے مجھے اپنے سوا کسی کے بھی سجدہ سے منع کیا ہے۔ اے بادشاہ اگر میں اس کے علاوہ کسی کو بھی سجدہ کروں تو یہ میرا علمِ تعبیرِ خواب مجھ سے جاتا رہے گا۔ اس بنا پر میں نے تجھے سجدہ نہیں کیا بختِ نصر نے کہا کہ میں اس بات سے خوش ہوں کہ آپ نے اپنے محسن کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اُس نے جس سے منع کیا ہے آپ اُس سے باز رہے ہیں۔ لہذا اب آپ میرے عتاب سے آزاد ہوئے ہیں۔ میں آپ کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے کسی عذاب میں مبتلا نہ کروں گا۔ اچھا اب بتائیے کہ میں نے کیا خواب دیکھا ہے۔ حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ تو نے خواب میں ایک عظیم بُت کو دیکھا ہے جس کا پیرِ زمین پر اور سرِ آسمان سے لگا ہوا ہے اور اس بُت کا سر سونے کا ہے درمیانی حصہ جسم چاندی کا ہے، اس کے زانو تانبے کے ہیں اور پنڈلیاں لوہے کی بس اور قدم ٹھیکرے کے ہیں، تو اسے کھڑا ہوا بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اور اس کی مضبوطی اور اس کے استحکام پر تعجب کر رہا تھا۔ ناگاہ آسمان سے ایک فرشتے نے ایک پتھر پھینکا جو اُس بُت کے سر پر گرا، اور اس کا جسم پھوٹا ہو گیا۔ یعنی تمام اجزائے بدن ایک دوسرے سے مل کر جسم کی لمبائی کو کم کرنے کے سبب بن گئے۔ جب تو نے اس کی یہ حالت دیکھی تو تیرے دل میں یہ خیال آیا کہ اب اجزا اس میں مل گئے ہیں کہ اگر تمام جن دانس مل کر انھیں علیحدہ کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ تو نے یہ خیال کیا کہ اگر تیز ہوا چلے تو اس کے تمام اجزاء ہوا میں اُڑ کر بکھر جائیں گے۔ پھر تو نے دیکھا کہ وہ پتھر جو فرشتے نے پھینکا تھا بڑا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ تمام روئے زمین پر چھا گیا۔ اور ایسا ہو گیا کہ تیری جب نظر اٹھتی تھی تو اس پتھر اور آسمان کے علاوہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔

بختِ نصر نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے، میں نے یہی خواب دیکھا تھا اور بالکل یہی خواب تھا، اب اس کی تعبیر بتائیے، مجھے یقین ہے کہ آپ جو تعبیر دیں گے بالکل درست ہوگی۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بادشاہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے۔ تو نے جن بُت کو دیکھا تھا اس سے مُراد اُمیتیں ہیں جو اَوّل درمیان اور آخر میں ہوں گی اور مِلّاتی حصّہ جسم سے مُراد اس زمانے کی اُمت اور تیری بادشاہی ہے اور چاندی سے تیرے بیٹے کی بادشاہی مُراد ہے جو تیرے بعد ہوگا اور تانبے سے مُراد روم والے ہیں اور لوہے سے مُراد فارس اور عجم والے ہیں اور ٹھیکرے سے مُراد دو عورتوں کی بادشاہی ہے کہ ان بادشاہوں کے دو بیٹیاں ہوں گی۔ ایک

یمن کے مشرقی جانب اور دوسری شام کے غربی جانب، اور وہ پتھر جس نے آسمان سے اگر بُت کو چھوٹا کر دیا۔ اس سے وہ دین مُراد ہے، جو آخر زمانے میں اُس وقت کی اُمت پر نازل ہوگا اور دوسرے دینوں کو ختم کرے گا۔ خداوند عالم ایک پیغمبر اُتے گا عرب کی سرزمین سے مبعوث کرے گا جس کے سبب تمام امتوں اور دینوں کو پست کرے گا، جیسا کہ تو نے خواب میں دیکھا کہ وہ پتھر پڑا ہوا اور اس نے تمام زمین کو گھیر لیا۔

یہ سن کر بادشاہ پھڑک اٹھا اور نہایت خوشی کے عالم میں کہنے لگا کہ آپ نے میرے دل کا بُخار نکال دیا اور مجھے بالکل مطمئن کر دیا۔ اے دانیال میں تم کو اس کا عوض دینا چاہتا ہوں۔ آپ بتائیے کہ آپ اپنے شہر واپس جانا چاہتے ہیں یا یہاں میرے پاس رہنا چاہتے ہیں۔ اگر جانا چاہتے ہیں تو آپ آزاد ہیں جاسکتے ہیں اور اگر یہاں رہنا چاہیں تو رہیں میں آپ کی بے حد و نہایت عزت کروں گا۔ حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ اپنے شہر واپس جانے سے اب کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ وہ اُبھر چکا ہے اور جب تک خدا کی مرضی ہوگی اُبھر رہے گا۔ اس لئے میں وہاں نہیں جاتا اور یہیں تیرے پاس ہی رہنا پسند کرتا ہوں۔

یہ سن کر بخت نصر نے اپنے ارکان دولت، اپنی اولاد اور جملہ اعراد جمع کر کے کہا کہ یہ شخص زبردست حکیم و دانہ ہے۔ اسی سبب سے مجھے اس غم سے نجات ملی ہے جس سے تم سب عاجز تھے اور اس کے دُور کرنے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکے، لہذا میں نے اپنے اور تمہارے تمام اُمور اس کے حوالے کر دیئے ہیں اور اسے تمام امور سلطنت کا ذمہ دار بنا دیا ہے۔ اے میرے فرزندو! اس مرد بزرگ سے علم حاصل کرو اور اس کی اطاعت کرو اور اُسے مجھ پر بھی فوقیت دو، اور سنو! جب کوئی حکم میری جانب سے اور اس کی جانب پہنچے تو تم پہلے اس کے حکم کی تعمیل کرنا۔

غرض کہ اس واقعہ کے بعد سے بخت نصر اُن کا گردیدہ ہو گیا اور اُس نے یہ اُصول بنالیا کہ حضرت دانیالؑ کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرے گا اور وہ اس اُصول پر نہایت سختی سے قائم رہا جس کی وجہ سے کچھ لوگ دانیالؑ سے حسد کی بنا پر اُن کے مخالف ہو گئے اور بخت نصر کے کان بھرنے لگے۔ اُنھوں نے اس سے کہا کہ اے بادشاہ تو ساری دُنیا کا فرمانروا ہے تجھ سے کون بڑا ہو سکتا ہے، تو نے جو دانیالؑ کو نہ صرف مشیرِ اعلیٰ بلکہ سب کچھ ہی بنا رکھا ہے اس سے ہمارے دشمن ہم پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ بخت نصر نے کہا کہ میں تو اس کے ذریعہ سے جو بنی اسرائیل میں ہے تمہارے اُمور کی اصلاح میں مدد حاصل کرتا ہوں اور وہ میری اس طرح مدد کرتا ہے کہ اس کا پروردگار اور معبود اسے تمام اُمور سے آگاہ کرتا ہے اور وہ اسی کے ذریعہ سے میری مدد کرتا ہے

ان لوگوں نے کہا کہ اے بادشاہ یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی۔ اگر ایسی ذات کی ضرورت ہے اور ایسے معبود کی ضرورت ہے جس سے تیری لوگ کے توہم لوگ اسے فراہم کئے دیتے ہیں جو تیرے جملہ معاملات میں تیری مدد کرے گا اور تو دانیال کی امداد سے بے نیاز ہو جائے گا۔ بخت نصر نے کہا۔ اچھا تم کو اختیار ہے۔

یہ کہہ کر وہ سب چلے گئے اور ایک بہت بڑا بت تیار کرایا اور ایک دن عید کا قرار دے کر اس بت کی غذائی کا افتتاح کیا۔ بڑے بڑے جانور لا تعداد بھیڑ بکریاں اس پر قربان کیں اور ناز و نود کی طرح عظیم آتش کدہ تیار کیا اور لوگوں کو دعوت سجدہ دی۔ جو لوگ سجدہ کر لیتے تھے بچ جاتے تھے اور جوانکا ر کرتا تھا نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔ ان لوگوں کی ہمت تو دانیال کے بارے میں پڑی نہیں، لیکن ان کے ساتھیوں کو نذر آتش کر دیا۔ انھوں نے پہلے ان چار آدمیوں سے جن کے نام یہ ہیں (۱) یوشال (۲) یوحین (۳) عیصو (۴) مرسوس۔ کہا کہ اس عظیم بت کو سجدہ کرو۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ بے جان ہیں تمہارے بنائے ہوئے ہیں یہ معبود نہیں ہو سکتا اس کی پرستش عقل و ایمان کے خلاف ہے۔ لہذا ہم اس کو سجدہ نہ کریں گے۔ ان لوگوں سے یہ جواب سن کر ان چاروں کو آگ میں ڈال دیا۔

بخت نصر نے صبح کو جو اپنے بالا خانے سے اس آتش کدہ کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ چار آدمی اس میں بیٹھے ہیں اور آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا ہے اور ایک صاحب ان کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اور سب آپس میں بڑے اطمینان سے جو گفتگو ہیں بخت نصر یہ دیکھ کر سخت حیران ہوا اور اس نے حضرت دانیال کو بلا کر اس سے پوچھا کہ یہ چاروں افراد کون ہیں اور ان کے سامنے جو ایک اور صاحب بیٹھے ہوئے ہیں یہ کون ہیں؟

حضرت دانیال نے فرمایا کہ یہ چاروں جوان میرے دین پر ہیں اور میرے خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ اس سبب سے خدا نے ان کو تیرے شر سے محفوظ رکھا ہے آگ گلزار بن گئی ہے اور وہ پانچواں شخص ایک فرشتہ ہے جو سردی اور گرمی پر موکل ہے۔ خدا نے اس کو ان کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔

بخت نصر نے حکم دیا کہ ان چاروں اشخاص کو آگ سے باہر نکالا جائے چنانچہ انھیں آتش کدے سے برآمد کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کئے گئے۔ بخت نصر نے پوچھا کہورات کیسی گذری۔ کہا اے بادشاہ ایسی پرسکون اور آرام دہ شب زندگی میں کبھی نہیں گذری تھی۔ بخت نصر نے یہ سن کر ان کی بڑی عزت کی اور انھیں حضرت دانیال کے ساتھ کر دیا۔

بجنت نصر کا تیسرا خواب اور اس کی تعبیر

تورثین کا بیان ہے کہ بجنت نصر کے تیس سال اسی حال میں گزرے پھر

اُس نے ایک اور خواب دیکھا جو پہلے والے خوابوں سے زیادہ ہولناک تھا اور پھر بھول گیا۔ اُس نے پھر اپنی قوم کے معززین، علماء اور مخمین کو جمع کر کے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا جسے میں فراموش کر گیا ہوں۔ لیکن مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خواب میری ہلاکت کا پیغام ہے۔ تم بتاؤ کہ میں نے کیا خواب دیکھا تھا اور اس کی تعبیر کیا ہے۔ ان لوگوں نے لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ اس کا حل تو دانیالؑ کے سوا کوئی نہیں پیش کر سکتا۔ اے بادشاہ ان کو بلا اور ان سے دریافت کر اُس نے یہ سن کر سب کو نہایت غصے میں نکال دیا اور حضرت دانیال علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ وہ تشریف لائے تو اس نے کہا کہ میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے۔ آپ بتائیں کہ وہ خواب کیا تھا جسے میں بھول گیا ہوں۔ حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ اے بادشاہ تو نے یہ خواب دیکھا ہے کہ بہشتِ ترو تازہ درخت ہیں جن کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں اور ان پر آسمان کے پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان درختوں کے نیچے کچھ وحشی درندے ہیں، تو انھیں بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اور ان کی شادابی سے خوش ہو رہا تھا۔ ناگاہ ایک فرشتہ آسمان سے نیچے آیا جو ایک لوب تیر کے مانند اپنے گلے میں لٹکاتے ہوئے تھا اور دوسرے فرشتے سے کہہ رہا تھا جو آسمان کے دروازے پر کھڑا تھا کہ خدا نے تجھ کو کس طرح اس درخت کو اکھاڑنے کا حکم دیا ہے آیا جڑ سے اکھاڑنے کو فرمایا ہے یا کچھ چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔ اس فرشتے نے کہا کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ درخت کا کچھ حصہ کاٹ ڈالو اور کچھ چھوڑ دو۔ پھر اس کے بعد تو نے دیکھا کہ اس فرشتے نے تیرے درخت پر ضرب لگائی جس سے وہ کٹ گیا اور اس پر جس قدر پرندے تھے سب اڑ گئے، اور اُس کے نیچے جتنے درندے تھے سب متفرق ہو گئے، اس درخت کا صرف تن باقی رہ گیا اور شادابی سب زائل ہو گئی۔ بجنت نصر نے کہا۔ اے دانیالؑ یہی میرا خواب تھا، اب اس کی تعبیر بیان کیجئے۔

حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ اس درخت سے مراد تو ہے اور پرندوں سے مراد تیرے اہل و عیال اور کنبے والے ہیں اور اس کے نیچے جو جنگلی جانور تھے ان سے مراد تیرے ملازمین اور غلام ہیں اور تو نے بُت پرستی کے سبب خدا کو غضب ناک کر دیا ہے بجنت نصر نے کہا کہ اب تمہارا پروردگار میرے ساتھ کیا کرے گا۔ وہ تجھے تیرے جسم کے بارے میں مبتلا کرے گا اور تو سات سال تک سبک رہے گا۔ پھر انسان کی صورت میں پلٹ آئے گا جیسے کہ اس وقت ہے۔ یہ سن کر بجنت نصر کو بہت صدمہ ہوا اور سات روز تک روتا رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت

دانیال نے خواب کی تعبیر کی تکمیل یوں فرمائی کہ اے بادشاہ تیری بادشاہی کی مدت تمام ہو چکی ہے اب تو تین روز کے بعد قتل کر دیا جائے گا۔ تجھے فارس کا ایک شخص قتل کرے گا۔

بخت نصر کی موت

حضرت دانیال علیہ السلام کے تعبیر خواب بیان کرنے کے بعد اس نے کہا کہ میں نے سات شہر ایک دوسرے کے گرد بنوائے ہیں اور ہر شہر میں بہت سے نگہبان مقرر کئے ہیں، میں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تانبے کی مرقعیاں بنوا کر ہر شہر کے دروازے پر نصب کر دیں ہیں۔ وہ ایسی ہیں کہ جب کسی اجنبی کا اس جگہ سے گزر ہوتا ہے تو وہ چلانے لگتی ہیں تاکہ وہ گرفتار کر لیا جائے۔ حضرت دانیال نے فرمایا کہ تو چاہے لاکھ کرے لیکن ہوگا وہی جو میں نے کہا ہے۔

یہ سن کر بخت نصر نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ گشت کرتے رہو اور جس کو میری طرف آتے ہوئے دیکھو فوراً قتل کر دو، خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو۔ حکم دینے کے بعد حضرت دانیال کو حکم دیا کہ آپ تین روز تک یہاں سے نہ جائیں اگر میں تین دن میں قتل نہ ہوا اور آپ کی بات غلط ثابت ہوئی تو میں آپ کو قتل کرادوں گا۔

جب تیسرا دن ہوا اور شام ہونے لگی تو اس کو انتشار و اضطراب لاحق ہوا اور وہ سخت الجھن کی حالت میں اپنے گھر سے باہر نکل پڑا اور اپنے ایک غلام کو جو فارس کا رہنے والا تھا اپنی تلوار دے کر حکم دیا کہ اس مقام پر جس کو بھی دیکھنا قتل کر دینا وہ چاہے میں ہی کیوں نہ ہوں غلام نے بشیر اس کے ہاتھ سے لے لی اور ایک ہی ضرب میں اس کو واصل جہنم کر دیا۔ (حیات القلوب علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ اس کی مدت حکومت ۸۷ سال تھی۔ مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ اس کی عمر ۳۳ سال تھی۔ (تاریخ طبری جلد ۳) امام ثعلبی نے ۵۰ سال سے زیادہ لکھی ہے (العرائس ص ۱۸۹)

بخت نصر کے بیٹے مہرویہ کی حکومت

اور حضرت دانیال پر ظلم و ستم

کرنے کے بعد حضرت دانیال پر ظلم و ستم کی طرف مائل ہوا اور ایک غار کھدوا کر اس میں حضرت دانیال اور ان کے ماننے والوں کو ڈلوادیا اور اس کے اوپر سے آگ روشن کروادی۔ لیکن خداوند عالم نے ان سب کو اس آگ سے محفوظ رکھا۔ وہ لوگ جو حضرت دانیال کے ساتھ تھے انھیں "اصحاب اخدود" کہتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ جیسا کہ ایک روایت سے واضح ہے۔ امام ثعلبی نے بخت نصر کے فرزند کا نام "فلسطاش" تحریر کیا ہے۔ (العرائس ص ۱۸۹)۔

علامہ قطب راوندی کا بیان ہے کہ جب بخت نصر مر گیا تو لوگوں نے اس کے لڑکے کو اس

کی جگہ بادشاہ تسلیم کیا اور اس کی اطاعت کر لی۔ اس نے ان ظروف کے بارے میں حضرت دانیالؑ سے مشورہ لیا جو جنوں اور شیطانوں نے حضرت سلیمانؑ کے لئے مردار پیدا کر دیات و غیرہ کے بنائے تھے جو ایسے دریاؤں سے نکالے گئے تھے جن کو کشتی کے ذریعے عبور کرنا ممکن نہ تھا، ان کو بخت نصر نے بیت المقدس سے حاصل کیا تھا۔ حضرت دانیالؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ظروف طاہر و پاک ہیں ان کو پیغمبر اور پیغمبر کے فرزند نے بنوائے ہیں۔ ان کو سور کے گوشت اور دیگر نجس چیزوں سے گندہ اور خراب نہ کرنا، کیونکہ ان کا وارث کوئی اور ہے جس کے پاس خدا ان کو عقیقہ پہنچا دے گا، لیکن اس نے حضرت دانیالؑ کے کہنے کو مطلقاً نہ مانا اور ان کے فرمان پر عمل نہ کیا اور صرف یہ کہ عمل سے باز رہا، بلکہ اس نے ان سے دشمنی شروع کر دی اور ان کو امور سلطنت سے بے دخل کر دیا۔ اور اپنے دائرہ مشاورت سے خارج کر دیا، اور ان کے ساتھ سختی شروع کر دی۔ اس پر ایک وہ عورت جو اس کی ہی تھی اور اُس نے حضرت دانیالؑ سے پرورش پائی تھی اور ان کا اقتدار بخت نصر کے عہد میں دیکھ چکی تھی، اس کو بہت سمجھایا۔ مگر اس نے ایک نہ سنی اور ہر فعل بد کا مرتکب ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے بے شمار گناہوں کے سبب زمین نے بارگاہِ احدیت میں فریاد و استغاثہ کیا۔ بالآخر ایک روز جبکہ وہ اپنی عید گاہ میں تھا۔ اس نے دیکھا کہ آسمان سے ایک ہاتھ برآمد ہوا جس میں قلم تھا، پھر اُس نے تین کلمے دیوار پر لکھے اور غائب ہو گیا۔ بروایت امام شعبی وہ تین کلمے یہ تھے (۱) ذلن خف (۲) و وعدنا نجر (۳) و جمع فترق۔ "یہ دیکھ کر وہ سخت حیران اور پریشان ہوا۔ اور فوراً حضرت دانیالؑ کو بلا کر اُن سے کہا اسے پڑھیے اور اس کا مطلب بتائیے۔

حضرت دانیالؑ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے کلمے کا مطلب یہ ہے کہ تیری عقل تیر کی ترازویں تو لی گئی تو وہ بہت بُک بٹھری۔ دوسرے کلمے کے معنی یہ ہیں کہ تو نے وعدہ کیا تھا کہ جب بادشاہ ہوگا تو نیک کام کرے گا، لیکن تو نے وفانہ کیا اور تیسرے کلمے کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے عظیم بادشاہی تجھ کو اور تیرے باپ کو دی تھی، لیکن تم نے اپنی بد اعمالیوں سے اُسے منافع کر دیا۔ فلا تجتمع الی یوم القیامۃ اب قیامت تک تیرے خاندان میں بادشاہی نہ ہوگی۔ اُس نے پوچھا کہ بادشاہی کے برطرف ہونے کے بعد کیا ہوگا۔ فرمایا تو خدا کے عذاب میں گرفتار ہوگا۔ اسی اثنا میں خدا نے ایک مچھر بھیج دیا جو اس کی ناک میں داخل ہو گیا اور اس کا بھیجا کھانے لگا۔ پھر حالت یہ ہوئی کہ اس کے کاٹنے کے درد کو اس کے سوا کسی طرح سکون نہ ہوتا کہ اس کے سر پر کوئی چیز زبرد زور سے ماری جائے۔ الغرض وہ اسی غرودی عذاب میں مبتلا رہا۔ یہاں تک کہ چالیس دن کے بعد واصلِ جہنم ہو گیا۔

حضرت دانیالؑ کی جانشینی، وفات اور اُن کا مدفن

مؤمنین کا اتفاق ہے کہ جس طرح دیگر انبیاء نے حکم خدا سے اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا اسی طرح حضرت دانیالؑ نے بھی اپنا جانشین اپنی وفات سے قبل مقرر کر دیا تھا۔ روایات میں ہے کہ جب دانیالؑ کی وفات کا زمانہ قریب ہوا، تو خداوندِ عالم نے حکم دیا کہ نورِ حکمت خداوندی کو اپنے فرزند کے سپرد کر دو۔ اور اس کو اپنا خلیفہ بنا دو۔ چنانچہ انھوں نے تعمیلِ ارشادِ باری تعالیٰ کر دی۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۸۷) اس کے بعد حضرت دانیالؑ کا بھی انتقال ہو گیا اور وہ وہیں بابل میں بمقام ”سوس“ دفن ہوئے۔

حضرت دانیالؑ کے کالبد کے متعلق
حضرت علی علیہ السلام کا عظیم انکشاف
 امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ خلیفہ دوم کے عہد میں جب ابو موسیٰ اشعری کے ذریعہ سے ”سوس“ فتح ہوا، اور اس پر ابو موسیٰ

کا قبضہ ہو گیا تو وہ تمام چیزوں پر نگاہ کرتے ہوئے جب دارالامارہ میں داخل ہوا تو اس میں ایک جگہ ایسی دیکھی جو نہایت مضبوطی کے ساتھ مقفل تھی۔ اُس نے جب اُسے کھولنا چاہا تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ اسے نہ کھولیں۔ یہ ہمیشہ سے اسی طرح بند ہے اور اس میں آپ کے مقصد کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس نے کہا مقصد کی ہو یا نہ ہو بہر حال مجھے اسے کھولنا ضروری ہے چنانچہ اُس نے قفلِ تڑوایا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑے پتھر کے حوض بے آب میں ایک طویل میت ہے جس کا منہ کھلا ہوا ہے اور اس کا گفن سونے کے تاروں سے بنا ہوا ہے۔ اشعری نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کس کی میت ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم اپنے آباؤ اجداد سے صرف یہ سنتے آرہے ہیں کہ یہ ایک ایسا شخص تھا جس کی وجہ سے قلعہ کے زمانے میں بارش ہو جایا کرتی تھی۔ ابو موسیٰ اشعری اپنی تمام کوششوں کے بعد یہ نہ معلوم کر سکے کہ یہ ہے کون؟ لہذا اُس نے مفصل رپورٹ دربارِ خلافت کو ارسال کر دی اور یہ بھی پوچھا کہ اس کے متعلق ہم کیا کریں ابو موسیٰ اشعری کا جب مسئلہ خط دربارِ خلافت میں پہنچا تو سخت حیرانی پیدا ہو گئی اور کسی کے کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ بالآخر حلالِ مشکلات حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو بلا یا گیا اور ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ یہ میت حضرت دانیالؑ کی ہے جو بنی غیر مرسل تھے۔ اور

لہ روضۃ الصفا میں ہے کہ اہل سوس نے حضرت دانیالؑ کو دفعِ قلعہ کی دعا کے لئے بابل سے بلوایا تھا۔ مگر پھر واپس نہیں جانے دیا۔ یہاں تک کہ ان کا وہیں انتقال ہو گیا، انھوں نے ان کی لاش کو سوس میں دفن کر دیا تھا اور ہر مصیبتِ دہلا میں ان کی میت کی طرف رجوع کر کے خدا سے دعا کیا کرتے تھے۔

بادشاہ بخت نصر کے ہم عصر تھے، اس کے بعد آپ نے حضرت دانیالؑ کے تمام حالات و وقت پیدائش سے وقت وفات تک کے بیان فرمائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھ دیا جائے، ان یصلی علیہ دید فناء فی موضع لا یقدم علیہ اهل السوس کہ وہ اس میت پر نماز پڑھ کر اور نیا کفن دے کر اسے ایسی جگہ دفن کر دے۔ جہاں اہل سوس کی رسائی نہ ہو، چنانچہ ابو موسیٰؓ کو یہی کچھ لکھ دیا گیا اور اس نے ہنر کا پانی روک کر اس کے وسط میں اس میت کو دفن کر کے پانی جاری کر دیا، فیقال ان دانیال علیہ السلام فی نهر السوس واللہ اعلم اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ حضرت دانیالؑ نہر سوس میں مدفون ہیں، اللہ بہتر جانتا ہے۔ (عرائس الثعلبی ص ۱۸۹ طبع مصر)۔

مقبول عام مرثیے

جلد اول تا ہفتم

مُوقِبہ :- ماسٹر سید شریف حسین حیدر پانی پتی۔

شہدائے کربلا کے غم و الم میں تھیں و بلیغ نمائندہ یعنی خدائے سخن جناب میر انیسؒ مرزا دیر۔ وحید نفیسؒ۔ انیسؒ۔ رشیدؒ۔ رئیسؒ۔ سلیسؒ اور متعدد با کمال شعرا کے مرثیوں کے بمثل انتخاب مشہور ذاکرین کے بستوں میں سے حاصل کیے گئے الگ الگ سات جلدوں میں شائع کئے گئے ہیں۔

جلد اول :-	اس میں ۳۱ مرثیے درج کئے گئے ہیں۔
جلد دوم :-	اس میں ۲۵ مرثیے درج کئے گئے ہیں۔
جلد سوم :-	اس میں ۳۱ مرثیے درج کئے گئے ہیں۔
جلد چہارم :-	اس میں ۲۲ مرثیے درج کئے گئے ہیں۔
جلد پنجم :-	اس میں ۳۲ مرثیے درج کئے گئے ہیں۔
جلد ششم :-	اس میں ۳۳ مرثیے درج کئے گئے ہیں۔
جلد ہفتم :-	اس میں ۲۲ مرثیے درج کئے گئے ہیں۔

بہرہ مناسب

پیشہ کا امامیہ کتب خانہ - مغل جوبلی - اندرون موچی دواڑہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب ۳۳

حضرت عزیر علیہ السلام

حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تبارک و تعالیٰ کے بھیجے ہوئے برگزیدہ نبی تھے۔ خالق کائنات نے اُن کو بھی اسی طرح جس طرح دیگر انبیاء و مرسلین کو معصوم، منصوص، عالم علم لدنی اور افضل کائنات قرار دیا تھا ان صفات سے متصف فرمایا تھا۔ ان کے والد ماجد کا اسم گرامی بڑایت تاریخ اسلام جلد ۳۲ ص ۲۳ ”شرحیا“ تھا۔ یہ حضرت ہارون کی نسل سے تھے، اپنے بھائی ”عزیرہ“ کے ساتھ تو ام پیدا ہوئے تھے۔ بروایتے روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۳، یہ ابھی کسٹن ہی تھے کہ ان کو اور لوگوں کے ساتھ بخت نصر نے گرفتار کر لیا تھا اور یہ تاجعد جوانی اسی کی قید میں رہے، پھر ماں سے چھوٹ کر جوانی کی حالت میں اپنے وطن پہنچے۔ وہ وہاں ایام حیات گزار رہے تھے۔ ناگاہ انھیں ایک مہم پر جانا پڑا۔ وہ اپنے گدھے پر سوار ہوئے اور روانہ ہو گئے، چلتے چلتے ایک دیران بستی میں پہنچے، وہاں ایک باغ نظر آیا، جس میں قیام کیا۔ وہ اپنے ہمراہ ایک مقدار مناسب میں انگور، انجیر اور شیرہ انگور لے کر روانہ ہوئے تھے۔ جب اُجڑی ہوئی بستی میں پہنچے تو اپنے گدھے کو ایک درخت سے باندھ دیا اور خود ایک درخت سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور اس بستی کی تباہی پر نظر کرنے لگے۔ دیکھا کہ چھتیں گری جوتی ہیں۔ دیواریں گری پڑی ہیں اور وہاں جو بے شمار لوگ مرے تھے۔ اُن کی ہڈیوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ دل میں کہنے لگے کہ ”نشأۃ ثانیہ“ خدا ان بوسیدہ ہڈیوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔ اب ان کا یہ قصور یا بنظر عظمت باری تھا یا بنظر تعجب تھا، بہر حال اس خیال کا ذہن میں آنا تھا کہ ان پر موت طاری ہو گئی۔ پھر وہ سو سال کے بعد زندہ ہوئے، اور ان کے ساتھ وہ سب زندہ ہوئے جو مرے پڑے تھے۔ جن کی تعداد بڑایت حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۳، ایک لاکھ تھی۔ قرآن مجید میں ہے (ترجمہ) اے رسول تم نے اس بندے کے حال پر بھی نظر کی جو ایک گاؤں پر سے ہو کر گزرا اور وہ ایسا اُجڑا ہوا تھا کہ وہ اپنی ہڈیوں

پر ڈھکے کے گر پڑا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ بندہ کہنے لگا اللہ اب گافل کو ایسی دیرانی کے بعد کیونکر آباد کرے گا۔ اس پر خدا نے اس کو مار ڈالا اور ستر برس تک مُردہ رکھا پھر اس کو جلا اٹھایا، تب پوچھا تم کتنی دیر پڑے رہے۔ عرض کی ایک دن پڑا۔ یا ایک دن سے بھی کم، فرمایا نہیں تم اسی حالت میں ستر برس پڑے رہے، اب ذرا اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ اُسی تک نہیں اور ذرا اپنے گدھے (سواری) کو تو دیکھو کہ اس کی ہڈیاں ڈھیر پڑی ہیں اور سب اس واسطے کیا ہے تاکہ لوگوں کے لئے تمہیں قدرت کا نمونہ بنائیں، اور اچھا اب گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کرو کہ ہم کیونکر ان کو جوڑ جاؤ کہ ڈھانچہ بناتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں پھر جب ان پر ظاہر ہوا تو بے ساختہ بول اُٹھے کہ اب میں یہ یقین کامل جانتا ہوں خدا ہر چیز پر قادر ہے (سُت۔ رکوع ۲) حاشیہ فرمائی میں ہے کہ ”مفسرین میں اختلاف ہے کہ یہ بستی کونسی بستی تھی اور وہ شخص کون تھے؟ بعض کا قول یہ ہے کہ وہ شخص حضرت عزیر تھے اور وہ بستی بیت المقدس تھی۔ جب ”بخت نصر“ بادشاہ ہوا اور اس نے بنی اسرائیلیوں کا قلع قمع کر کے بیت المقدس کو جلا کے خاکستر کر دیا اور ان کی لاشوں کو درندوں نے کھایا تو حضرت عزیر کا ادھر سے گذر ہوا اور تعجب سے کہنے لگے۔ کیا ایسی اجڑی بستی بھی آباد ہو سکتی ہے۔ اس پر خدا نے ان کی رُوح قبض کر لی۔ اور سو برس تک مُردہ رکھا اور ان کی غذا اور دودھ جو ساتھ تھا، مطلقاً خراب نہ ہوا اور ان کے بدن کو نظر غلاتی سے بچا رکھا۔ غرض جب حضرت عزیر دوبارہ زندہ ہوئے اور ان کا گدھا بھی زندہ ہوا، تو بیت المقدس آباد ہو چکا تھا۔ جب اپنے گھر واپس آئے تو اپنے پوتوں کو بوڑھا پایا اور خود گویا جوان تھے، لوگوں کو کسی طرح یقین نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اپنی لونڈی کو جسے بیس برس کی چھوڑ کر گئے تھے اور اب ایک سو بیس برس کی اندھی بڑھیا ہو گئی تھی اس کو دُعا دینا کیا اور اپنے بیٹے کو جسے حالت حمل میں چھوڑ کر گئے تھے۔ اپنے شانے کا تل جو بہت چمکدار تھا دکھلایا۔ تب لوگوں کو یقین ہوا کہ یہی عزیر ہیں۔ کیا خدا کی شان ہے کہ خود حضرت کاسن پوچھا برس کا تھا اور بیٹے کاسن ستر برس کا اسی وجہ سے خدا نے فرمایا کہ میں تم کو اپنی قدرت کا نمونہ بناتا ہوں (ص ۶)۔

بیت المقدس کے زرو جواہر

امام مہدیؑ واپس لائیں گے

کیا گیا ہے۔ حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے جب حد سے زیادہ معصیت و طغیان پیدا کر دیا تو ان پر بخت نصر مسلط ہو گیا اور اس نے اس درجہ تباہی مچائی کہ جس کی مثال نہیں ملتی اُس

بیت المقدس کی تباہی کا ایک واقعہ وہ ہے جو ہم نے اوپر لکھا۔ اس کے علاوہ تواریخ سے ثابت ہے کہ بیت المقدس کئی بار تباہ و برباد

نے بیت المقدس کا محاصرہ کر کے ستر ہزار آدمیوں کا قتل کیا۔ ان کے گھر بار تباہ کر دیئے۔ بیت المقدس میں آگ لگا دی۔ اس کے تمام زندہ جو اس پر اٹھا کر وہ بابل لے گیا اور ان کے روسا کو قید کر کے تقریباً سو سال اپنے ہاں رکھا۔ پھر خدا نے ایک ملک جس کا نام (کورش) تھا بھیج کر ان کو رہا کر دیا وہ واپس آئے اور شہر آباد ہو گیا۔ پھر سو سال تک آباد رہا اور بنی اسرائیل بھی مصیبت کرنے سے باز رہے۔ لیکن سو سال کے بعد وہ پھر ترمودوسرکشی پر اتر آئے اور بے دریغ گناہ کا ارتکاب کیا۔ جب وہ حد سے بڑھ گئے تو ان پر شاہ روم نے تسلط حاصل کر لیا اور جو کچھ اس میں باقی رہ گیا تھا وہ سب لے گیا اور ان کو اچھی طرح تباہ و برباد کیا۔ حذیفہ کا بیان ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بیت المقدس جو حضرت سلیمان کا بنوایا ہوا تھا اور جسے مختلف ادوار میں لوگ لوٹ کر لے گئے تھے۔ ”چول ہمدی در آخر زماں بیرون آید علی بیت المقدس رادر ہزار و ہفت صد کشتی بوضع اصلی فرستد“۔ جب امام مہدی آخر الزماں دنیا کے آخری ایام میں برآمد ہوں گے تو بیت المقدس کے سیم وزر اور جو اس پر ولایت وغیرہ کو ایک ہزار سات سو کشتی میں بھر کر پھر اصلی مقام پر واپس آئیں گے۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۲۷)۔

اس عبارت سے جہاں امام مہدی علیہ السلام کے کارنامے کی نشاندہی ہوئی وہاں یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ وہ زندہ اور باقی موجود ہیں۔ کیونکہ مصنف نے جو کہ اہل سنت سے تعلق رکھتے ہیں ”بیرون آید“ کا جملہ لکھا ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ جب پیدا ہوں گے اس سے ان کی غیبت پر روشنی پڑتی ہے۔

سو سال کے بعد حضرت عزیرؑ کی زندگی کا انداز علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب بخت نصر بادشاہ ہو کر بنی اسرائیل پر تسلط ہوا، اور حضرت عزیرؑ اس کے شہر سے بچ کر نکلے اور ایک چشمہ آب پر جا کر غائب ہو گئے۔ (پھر بیت المقدس کے قریب لاشوں کا انبار اور مکانات کی تباہی پر اظہار انوس کرتے ہوئے اس کی دوبارہ آبادی پر حیرت کا اظہار کیا پھر انھیں موت آئی اور سنو سال کے بعد زندہ ہوئے) تو خدا نے جسم میں سے جس عضو کو سب سے پہلے زندہ کیا وہ ان کی آنکھیں تھیں۔ آنکھوں کی سفیدی میں مٹی، اندھے کی سفیدی کے مانند متحرک تھی اور دیکھ رہی تھی۔ حضرت عزیرؑ نے دیکھا کہ بوسیدہ ہڈیاں ایک دوسرے کے قریب ہو کر آپس میں ملتی جا رہی ہیں۔ گوشت ان پر پیدا ہو رہا ہے، جوڑ بند اور رگیں کیونکہ آپس میں مل رہی ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت کا تمام جسم اور ان کے خچر کے تمام اعضا درست ہو گئے اور دونوں اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ خدا ہر شے پر قادر ہے۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۸۶ طبع لاہور)۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا ایک راہبؑ کے سوالات کا جواب دینا اور اس کا مسلمان ہونا

مورخ اخوند خاندشاہ ہر دی
اپنی مشہور تاریخ، روضۃ الصفا
جلد ۱ ص ۱۸۱ طبع نو کشور ۱۸۹۱ء

میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بادشاہ دقت سخت مخالف تھا اور آپ اپنے دشمنوں کی وجہ سے پوشیدہ اور پناہ اطراف جہاں میں روال دوال تھے ایک دن شام کے ایک گاؤں سے گزرے وہاں دیکھا کہ بکثرت آدمی ایک پہاڑ پر چڑھے جا رہے ہیں۔ آپ اُن کے قریب گئے اور اُن لوگوں سے پوچھا کہ اس پہاڑ پر کیا ہے کہ تمام لوگ اس پر جا رہے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ پہاڑ پر ایک ایسے ”راہب“ کا ڈیر ہے جو سال میں صرف ایک بار نکلتا ہے اور شریعت حضرت موسیٰؑ کے مطابق حلال و حرام کی تعلیم دیتا ہے اور جو عیسائی کسی شکل میں مبتلا ہو اسے یہ نجات دلاتا ہے۔ لوگ اسے بے حد مانتے ہیں اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو آپ نے بھی اس پہاڑ پر جانے کا فیصلہ کیا اور سب کے ساتھ آپ بھی اس پر چڑھ گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ ایک ہنایت ضعیف اور معمر شخص ایک بلند مقام پر بیٹھا ہے۔ ”ہمینکہ چشم راہب بر موسیٰ بن جعفر افتاد نور سے دید کہ از فرقہ جالیوں تا گرد آسمان مرتفع شدہ“ راہب کی جب نظر آپ پر پڑی۔ اس نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ نور اور سر مبارک سے تابہ گرد آسمان نور ساطع ہے یہ دیکھ کر وہ حیران ہو گیا اور اس نے فوراً حضرت سے پوچھا کہ آپ ہمارے دین پر نہیں یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تمہارے دین پر نہیں ہوں۔ پھر اس نے کہا کیا آپ دین محمدؐ پر ہیں فرمایا ”ہاں“ پھر اس نے پوچھا کہ آپ عالم ہیں یا جاہل۔ فرمایا، میں جاہل نہیں ہوں۔ پھر اس نے کہا ”اسئلک ام تسئلنی“ آپ سے میں سوالات کروں یا آپ مجھ سے سوالات کریں گے؟ آپ نے فرمایا۔ ”ذالک الیک“ یہ تیری مرضی پر ہے۔ تیرا جی چاہے تو سوال کر اور تو کہے تو میں سوال کروں اس نے کہا اچھا میں چند سوالات کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ ”ہر چہ خواہی پرس“ جو چاہے پوچھ، اس نے کہا اچھا بتائیے۔

راہب کا پہلا سوال
اُس نے کہا کہ آپ بھی اس کے قائل ہیں اور ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ بہشت میں ایک درخت ہے جس کو ”طوبی“ کہتے ہیں ہم اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی جڑ خانہ حضرت عیسیٰؑ میں ہوگی اور آپ کہتے ہیں کہ اس کی جڑ حضرت محمدؐ و علیؑ کے گھر میں ہوگی اور اس کی شاخیں جنت کے تمام گوشوں میں پہنچی ہوگی۔ آپ یہ بتائیے کہ دنیا میں کوئی ایسی مثال ہے جس کی وجہ سے درخت طوبی کی اس تعلیمی صفت کا یقین کیا

جا سکے ؟

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا جواب | حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس کے جواب میں ارشاد

فرمایا کہ اس کی مثال ”آفتاب“ ہے وہ جب وسط سما میں پہنچتا ہے تو اس کا نور دنیا کے ارضی کے ہر گوشہ میں پہنچ جاتا ہے۔ راہب نے کہا: ”راست گفتنی و در معنی را نیکو سفتی“ آپ نے ٹھیک کہا ہے اور معنی کے اچھے موتی پر دستے ہیں۔

راہب کا دوسرا سوال | فرمائیے ہمارا اور آپ کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل جنت بہشت میں جو کچھ کھائیں گے اور پئیں گے اس میں کمی نہ ہوگی۔ یعنی وہ جس چیز سے کھاتے اور پیتے رہیں گے اس میں کمی نہ ہوگی، وہ کھاپی لیں گے اور وہ چیز جیسی کی جیسی رہے گی۔ آپ اس کی دنیا میں کوئی مثال دیجئے۔

امام علیہ السلام کا جواب | اس کی مثال دنیا میں ”کتاب خدا“ کی ہے۔ یہ ایسی اعجازی کتاب ہے کہ دنیا کے مفسرین اور اہل علم اس کی تاویلات کرتے ہیں اور اس کے بے شمار معنی نکالتے ہیں اور اس کی گہرائی میں اپنے علم کے مطابق جانتے ہیں، اور ہر جگہ مختلف انداز میں اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن یہ اپنی جگہ پر بدستور ہے۔ اس میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ راہب نے کہا درست ہے۔

راہب کا تیسرا سوال | بتائیے ہم اور آپ جو اس بات کے قائل ہیں کہ جنت میں اہل جنت کھانا وغیرہ بھی کھائیں گے اور پانی وغیرہ بھی پئیں گے۔ مگر ان کو بول و براز کی حاجت نہ ہوگی اور نہ وہ پشاب پائخانہ کریں گے یہ کیونکر ممکن ہے۔ آپ اس کی دنیا میں کوئی ایسی مثال دیجئے جس سے یہ بات سمجھ میں آسکے اور اس کے امکانات پر یقین کیا جاسکے۔

امام علیہ السلام کا جواب | حضرت نے فرمایا کہ بے شک ایسا شبہ عام لوگوں کو ہوتا ہے اور لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب کھانا وغیرہ کھایا جائے گا۔ تو بول و براز کیونکر نہ ہوں گے، لیکن اس میں شبہ اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب مشاہدہ میں اس کی مثال آجاتی ہے۔ اس کی مثال دنیا میں ”جنین“ ہے۔ یعنی وہ بچہ جو بطن مادر میں ہوتا ہے۔ جسے یقیناً مکمل غذا پہنچتی ہے۔ لیکن وہ بول و براز نہیں کرتا اور نہ اسے حاجت ہوتی ہے۔ راہب نے کہا: ”راست بیان کردی“ آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا۔

راہب کا چوتھا سوال | راہب نے کہا ”مرا خبر وہ کلید بہشت از دست یاسم“ مجھے

بتائیے کہ جنت کی کنجی سونے کی ہے یا چاندی کی۔

امام علیہ السلام کا جواب

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جنت کی کنجی نہ سونے کی ہے نہ چاندی کی بلکہ اس کی

کنجی کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ ہے۔ یعنی جو شخص اس کلمہ کے تمام شرائط کے ساتھ اس کو زبان پر جاری کرے تو بہشت اس کے لئے کھول دی جائے گی۔

راہب کا پانچواں سوال

راہب نے کہا کہ اب میں ایک آخری سوال کرتا ہوں، کیا آپ اس کا جواب با صواب عنایت فرمائیں گے؟ حضرت نے فرمایا بے شک سوال کرو، میں انشاء اللہ بالکل صحیح اور

حضرت عزیر سے متعلق

واضح جواب دوں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم نے جملہ سوالات کر کے اس کے جواب کو پسند کیا اور اس سے مطمئن ہو گئے تو کیا اگر میں اس سوال کا جواب تسلی بخش دے دوں تو ”بدین من درآئی“ تم میرے دین کو قبول کر کے اس میں آجاؤ گے۔ ”گفت بلی“ اس نے کہا ہاں آجاؤں گا۔ پھر اس عہد و بیان کے بعد اس نے سوال کیا، سوال یہ ہے۔

”وہ دبھائی کون سے ہیں کہ ایک ہی شب میں توام بطن مادر سے پیدا ہوئے اور ایک ہی دن دونوں نے ساتھ ہی وفات پائی۔ لیکن مرنے کے وقت ایک کی عمر دو سو سال کی تھی، اور دوسرے کی عمر سو سال کی تھی؟“

امام علیہ السلام کا جواب

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ایک شخص ”شرحیا“ نامی تھا اس کے دو بیٹے تھے ایک

کا نام عزیر تھا جو نبی خدا تھے اور دوسرے کا نام عزرتھا، عزیر نبی کو خدا نے مار کر سو سال کے بعد زندہ کیا تھا جس کا ذکر مفصل قرآن مجید میں ہے، جب انھیں موت آئی تھی تو ان کی عمر پچاس سال کی تھی۔ پھر وہ زندہ ہونے کے بعد پچاس سال مزید زندہ رہے اور اس کا بھائی جو ساتھ ہی پیدا ہوا تھا وہ شروع سے اسی دنیا میں زندہ رہا۔ پھر جب دونوں کی موت ایک ساتھ ہوئی، تو ان کی عمر جو نبی تھے سو سال کی قرار پائی اور ان کے بھائی کی عمر دو سو سال کی بنی، یہ سن کر

راہب گفت بہرچہ گفتی راست گفتی ومن گواہی میدہم کہ خدا کے ست و محمد بندہ و رسول اوست و حضار مجلس نیز بموافقت راہب ایمان آوردند۔

راہب نے کہا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے بالکل درست فرمایا ہے اور اب میں مسلمان ہوتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ ”خدا ایک ہے اور محمد مصطفیٰ اس کے بندہ خاص اور رسول ہیں۔ یہ دیکھ کر اس کی بزم میں موجود تمام لوگوں نے اس کی ہر اہم میں ایمان قبول کیا

حضرت عزیرؑ نئی زندگی کے بعد اپنی قوم میں

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عزیرؑ سو سال کے بعد نئی زندگی پانے کے بعد جب اپنی قوم میں پہنچے تو کسی نے آپ کو نہ پہچانا اور نہ آپ کے اس پہنچنے کو یاد رکھا کہ میں ہی عزیر ہوں۔ بالآخر انھوں نے اپنی کنیز سے باتیں کیں جو ان کی روانگی کے وقت بیس سال کی تھی۔ اور اب ۱۲۰ سال کی ہو گئی تھی، اس نے کہا کہ عزیرؑ کو گم ہوئے سو سال ہو گئے آپ عزیرؑ کہاں سے آئے۔ جب انھوں نے اپنے عزیرؑ ہونے پر زیادہ زور دیا تو اُس نے کہا کہ عزیرؑ بڑے عجیب المدعوں تھے، ان کی دُعا بھی رد نہیں ہوتی اگر آپ عزیرؑ ہیں تو دُعا کیجئے میں بیٹا ہو جاؤں اور میرے پاؤں شل ہو چکے ہیں یہ پھر کام کرنے لگیں۔ حضرت عزیرؑ نے دُعا کی اور چہرے پر ہاتھ پھیرا وہ بیٹا ہو گئی۔ پھر اس نے انھیں پہچان لیا، لیکن کمال متعجب ہوئی کیونکہ یہ جوان تھے۔ حالانکہ عمر کے لحاظ سے انھیں بوڑھا ہونا چاہیئے تھا۔ حضرت عزیرؑ نے اپنے سو سال مرہ رہنے کے واقعات بتائے۔ بالآخر وہ دوری ہوئی عزیرؑ کے فرزند اور پوتے کے پاس گئی جو کہ دونوں بوڑھے تھے۔ اور ان سے سارا قصہ بیان کیا وہ جب گھر آئے تو انھوں نے ان کو دیکھا اور بات چیت کی، حضرت عزیرؑ کے فرزند نے کہا کہ ہمارے والد کے کندھے پر ایک ہلالی تل تھا جو روشنی دیتا تھا۔ یہ سن کر انھوں نے کُرتا اتار دیا۔ بیٹوں نے جب تل دیکھا تو یقین کر لیا کہ یہ ہمارے والد ہیں اور ان کی تمام باتوں پر بھی یقین کر لیا۔ بالآخر تمام قوم میں چرچہ ہو گیا اور سب نے آپ کے وجود کو تسلیم کر لیا۔ لیکن بعض لوگ بدستور شک میں رہے۔ یہاں تک کہ ایک گروہ نے کہا کہ توریت ہم سے گم ہو چکی ہے اور عزیرؑ حافظِ توریت تھے۔ اگر آپ عزیرؑ ہیں تو توریت سُنائیے۔ حضرت عزیرؑ نے توریت سُنا دی۔ مگر کوئی صحت کی تصدیق کرنے والا نہ تھا۔ پھر فیصلہ ہوا کہ توریت کا وہ نسخہ جو پہاڑ پر نخت نصر کے خوف سے چھپا دیا گیا تھا وہ نکالا جائے۔ چنانچہ وہ لایا گیا اور حضرت عزیرؑ کے پڑھے ہوئے توریت کی تصدیق ہو گئی۔ تب لوگوں نے تسلیم کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے واقعات کے پیش نظر یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ یہ ”ابن اللہ“ اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ سن کر انھوں نے بڑی سختی سے اُس کی رو کی اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ناچیز ہوں، وہ میرا خالق اور معبود ہے، ایک روایت میں ہے کہ ”عقیدہ قضا و قدر کی سب سے پہلے وضاحت حضرت عزیرؑ ہی نے کی تھی۔ روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۲۲ دعرائس ثعلبی ص ۱۹۲۔

حضرت عزیرؑ اور زردشت

مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت عزیرؑ جس زمانے میں مشغول تبلیغ تھے، ان کی خدمت میں ایک شخص جس کا نام ”زردشت“ تھا، حاضر ہوا اور اس نے اُن سے علم حاصل کیا اور جب

بالکمال ہو گیا تو ان کے پاس سے چلا گیا۔ اور اُس نے دعوائے نبوت کر دیا، حضرت عزیرؑ نے ہر چند اُسے سمجھانے کی سعی کی۔ مگر وہ نہ مانتا اور اس نے آتش پرستی کو رواج دے دیا اور ماں بہنو کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا، بنی اسرائیل نے جب اس کی طغیانی کو دیکھا تو اسے بیت المقدس کے علاقہ سے نکال دیا۔ وہ عراق چلا گیا، پھر وہاں پہنچا اور شریعت اسلامیہ عزیرؑ کے خلاف تبلیغ کرتا رہا۔ (تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۰۱)۔

حضرت عزیرؑ کی وفات | مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عزیرؑ نئی زندگی پانے کے بعد پچاس سال زندہ رہے۔ پھر اپنے بھائی عزیرہ کے ساتھ ہی ایک دن اور ایک ساعت میں انتقال فرما گئے۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۴۲)۔

صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری کے حالات زندگی سے متعلق شہرہ آفاق کتاب

الغفاری موعظہ

مؤلفہ: بحجۃ الاسلام حضرت الحاج مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراوی مدظلہ۔
اس میں صحابی رسول حضرت ابوذر غفاریؓ کے متعلق حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے میرے اور میرے اہلبیت کے علاوہ ابوذرؓ سے زیادہ سچا کوئی پیدا نہیں ہوا جو حضورؐ کے معتبر خاص اور آل محمدؐ کے خصوصی مخلص تھے جنہیں حضورؐ کے بعد اہل دُنیا نے گمے ہوئے آنسوؤں کی طرح بے وقعت بنانے کی کوشش کی اور امویت سے متاثر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے سطحِ قرطاس پر بدتم نقش و نگار بھار کر ان کے صداقت خیز کارناموں کو کالعدم کرنے اور اموی بادشاہوں کے ظلم و جور پر پردہ ڈالنے کی سعی و کوشش کی تھی ان کے صحیح حالات زندگی حضرت علامہ کراوی نے لکھ کر وہ فریضہ انجام دیا ہے جس کی ادائیگی سے آج تک ربابِ قلم قاصر رہے۔

مؤلف ممدوح نے ”الغفاری“ ایسی کتاب لکھی ہے جسکی مثال نہیں ہے۔ اس کتاب میں پہلے سے کافی اضافہ بھی ہے۔ اور مکمل فہرست بھی شامل کر دی گئی ہے۔ اور جن کتابوں سے یہ لکھی گئی ہے۔ انکی فہرست بھی دے دی گئی ہے۔ سائز ۱۸x۲۳ حجم ۴۴۸ صفحات۔ آفسٹ چھپائی عمدہ۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ:- امامیہ کتب خانہ مغل خویلی۔ اندون موجی دروازہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب ۳۴

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام خلاق عالم کے بھیجے ہوئے برگزیدہ نبی تھے اور دیگر انبیاء کی طرح منصوص، مضموم، افضل کائنات اور عالم لدنی تھے۔ ان کی والدہ محترمہ بروایت امام ثعلبی "متی" تھیں۔ یہ اپنی والدہ کی طرف اسی طرح منسوب ہوتے ہیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰ جناب مریم کی طرف منسوب ہیں، ان دونوں انبیاء کے علاوہ کوئی نبی بھی اپنی ماں کے ساتھ مذکور نہیں ہوتا۔ حضرت عیسیٰ کو عیسیٰ بن مریم اور حضرت یونس کو یونس بن متی کہا جاتا ہے۔ (عرائس صفحہ ۲۷۵) بعض روایات میں ہے کہ متی حضرت یونس کے والد ماجد تھے۔ (حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۸۶) طبع لاہور و سفینۃ البحار جلد ۱ صفحہ ۲۷۵ طبع نجف اشرف) واللہ اعلم۔

حضرت یونس کو خدا نے سن قرآت کی صفت دی تھی۔ وہ اپنے پڑھنے سے اسی طرح وحش و طیور کو بھی بے خود کر دیتے تھے۔ جس طرح حضرت داؤد اپنے لجن سے محسور کر دیا کرتے تھے۔ ان کی ایک صفت "حسن کتابت" بھی تھی۔ وہ بے انتہا خوش نویس تھے، اس زمانے میں ان سے بہتر لکھنے والا دنیا میں موجود نہ تھا۔ آپ کا لقب "ذوالنون" اور "صاحب الحوت" تھا وہ نویں صدی قبل مسیح میں مبعوث ہوئے تھے۔

حضرت یونس بن متی شہر موصل کے قریب "نینوا" کے رہنے والوں پر تیس برس کے سن میں نبی مقرر ہو کر آئے۔ انکی قوم کے

حضرت یونس کی بعثت

افراد ایک لاکھ سے زائد تھے۔ یہ دعویٰ الی اللہ ثلاث و ثلاثین سنہ فلو یومن یہ الاحباران احد ہما روبیل "دکان عالمہ احکیمہ والاخر تنوخا" دکان عابد"۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ تینتیس برس تک آپ نے ہدایت کی، مگر دو کے سوا کوئی ایمان نہ لایا، ایک "رویل" جو حکیم اور عالم اور آپ کا مصاحب تھا۔ دوسرا "تنوخا" جو عابد و زاہد تھا اور جنگل کی لکڑیاں توڑ کر گذراوقات

کرنے والا تھا۔ (عمر السّ ثعلبی ص ۲۲۶)۔

نزول عذاب کی درخواست

حضرت یونس علیہ السلام جب تبلیغ کر کے تھک گئے اور کوئی کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو انھوں نے

اپنے دونوں مومنوں سے مشورہ کیا اور کہا کہ میں اب عاجز آ گیا ہوں، چاہتا ہوں کہ اس قوم ناہنجار کے لئے بددعا کروں، ان کے اس استشارہ پر روبیل جو عالم اور حکیم تھا کہنے لگا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ عذاب کی درخواست نہ کریں اور اپنا کام بدستور جاری رکھیں، کیونکہ یہ مخلوق اگرچہ نافرمان ہے، لیکن ہے مالک ہی کی پیدا کی ہوئی، وہ آپ کی درخواست کو تو مسترد نہ کرے گا۔ لیکن وہ خوشی سے ان کو تباہ بھی نہ کرنا چاہے گا۔ کیونکہ وہ ان کا چاہے معبود ہو یا نہ ہو یعنی وہ اس کی عبادت کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں۔ مگر ان کا ”رب“ تو ضرور ہے۔ اس کے بعد ”تَوْخَا“ جو عابد و زاہد تھا کہنے لگا کہ یا حضرت اب پانی سر سے اُونچا ہو گیا ہے۔ آپ ضرور بددعا کریں اور خدا سے درخواست کریں کہ وہ ان پر ایسا عذاب نازل کرے کہ یہ سب کے سب بالکل تباہ و برباد ہو جائیں۔

حضرت یونسؑ نے ”تَوْخَا“ کی بات مان لی اور نزول عذاب کی درخواست بارگاہِ خداوندی میں پیش کر دی اور اس پر پورا اصرار کیا کہ خدا یا ضرور عذاب نازل فرما۔ روبیل کہتا رہا کہ آپ غلبت سے کام نہ لیں اور ابھی اور صبر کریں مگر وہ نہ مانے۔ بالآخر درخواست منظور ہو گئی اور ان کو اطلاع دے دی گئی کہ ۱۵ شوال یوم چہار شنبہ عذاب نازل ہو گا۔

حضرت یونسؑ نے نزول عذاب کی تاریخ اور دن معلوم ہونے کے بعد منادی کرادی کہ فلاں دن اور فلاں تاریخ عذاب نازل ہو گا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے نکل کر ایک پہاڑ میں جا چُپے۔ لوگوں کے وقت انھوں نے دونوں سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو، ”تَوْخَا“ جس کے مشورے سے درخواست عذاب پیش کی گئی تھی۔ وہ ہمراہ جانے کو تیار تھا ہی، ساتھ روانہ ہو گیا، لیکن ”رویل“ نے کہا کہ میں یہیں رہوں گا۔ چنانچہ وہ نہ گیا۔

حضرت یونسؑ جب منادی کر کے روانہ ہو گئے اور ایک پہاڑی میں جا چُپے تو ”رویل“ اپنے گھر سے نکلا، اور ایک پہاڑ پر جا کر وہاں کھڑے ہو کر آواز دی، میری قوم آگاہ ہو کہ ۱۵ شوال یوم چہار شنبہ کو عذاب نازل ہو گا۔ حضرت یونسؑ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ غلط نہیں ہے اور نہ نبی خدا غلط کہہ سکتے ہیں۔ سُنو! میں بلحاظ انسانیت تمہارا ہمدرد ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم عذاب میں مبتلا ہو کہ تباہ و برباد ہو جاؤ۔ یہ سُن کر ان لوگوں نے اُس کی طرف رجوع کی اور پوچھا کہ ہم کیا کریں؟ ”رویل“ نے کہا کہ تم یہ کرو کہ سب سے پہلے ”خدا کی وحدانیت“ کا اقرار کرو۔ اس کے بعد حضرت یونسؑ کی نبوت پر ایمان لاؤ، اور انھیں نبی برحق سمجھو، ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد ”رویل“ نے

کہا کہ اب یہ کرو کہ اپنے گھروں سے سرو پا برہنہ جنگل کو نکل چلو۔ بچوں کو مادرں اور بچڑوں کو گالیوں سے
جدا کر دو۔ اور سب بھوکے پیاسے جنگل میں جا پڑو، تو بدواستغفار کرو، گریہ و فریاد کرو، اور خدا سے
دعا کرو کہ مالک ہم تیرے گناہگار بندے ہیں ہم سے بہت بڑی خطا ہو گئی کہ ہم نے تیری وحدانیت
کو تسلیم نہ کیا تھا اور تیرے نبی کی نبوت کو نہ مانا تھا۔ مگر اسے ہمارے پالنے والے اب ہم نے توبہ
کر لی ہے اور تیری وحدانیت اور تیرے نبی یونسؑ پر ایمان لے آئے ہیں، خدا یا تو ہمارے گناہوں
کو بخش دے، تو ربِّ کریم ہے اور ہم تیرے ذلیل بندے ہیں۔ مالک ہمیں اپنے عذاب سے بچا۔
نبی خدا کی دُعا مسترد نہیں ہو سکتی تھی، آخر خدا نے وقت معین پر عذاب اُن کے سرول پر
پہنچا دیا۔ لیکن ان کی قسّ و زاری کی وجہ سے نازل نہیں فرمایا۔

حضرت یونس علیہ السلام وقت گزرنے کے بعد اپنے عمار سے نکلے اور مینوا کی آبادی کی طرف
چلے تاکہ دیکھیں کہ تباہی کس طرح آئی ہے اور لوگوں کا کیا حال بنا ہے۔ جب وہ آبادی کے قریب
پہنچے تو دیکھا کہ لوگ بدستور اپنے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں اور مطلق تباہی کے آثار نہیں ہیں۔
سخت حیران ہوئے۔ انھوں نے ایک کسان سے پوچھا جو ہل بوت رہا تھا کہ یونسؑ کی قوم کا کیا بناؤ
عذاب نازل ہوا یا نہیں۔ وہ حضرت یونسؑ کو پہچانتا نہ تھا، کہنے لگا حضرت یونسؑ نے بددعا کی
تھی اور خدا سے نزول عذاب کی خواہش کی تھی۔ لیکن عذاب کے آجانے کے بعد اُن لوگوں کی
گریہ و زاری اور توبہ و فریاد سے خدا نے عذاب کو ٹال دیا۔ اب وہ قوم ساری مسلمان ہو گئی ہے
اور اس انتظار میں ہے کہ حضرت یونسؑ آئیں تو ان پر ایمان لائیں اور اُن کو بتائیں کہ ہم سب
مومن ہو گئے ہیں۔

حضرت یونسؑ نے جب یہ سنا کہ عذاب کا نزول رُک گیا ہے تو آپ یہ خیال کرتے ہوئے
کہ میری قوم مجھے جھوٹا قرار دے گی، تاؤ میں اگر انتہائی شرمندگی کے ساتھ شہر کی راہ چھوڑ دیا کی
طرف چل پڑے جس کا نام ”دجلہ“ تھا۔

حضرت یونسؑ اُطین ماہی میں یہاں تک کہ اُس کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر
دیکھا۔ اذ قوم یرکبون السفینۃ فحملوہ بغیر
اجرة“ کہ کچھ لوگ ایک کشتی میں سوار ہو رہے ہیں۔ یہ اُن کے قریب گئے اُن لوگوں نے اُن کو
بلا اجرت ہی کشتی میں بٹھالیا۔ کشتی روانہ ہوئی، جب وسط دریا میں پہنچی تو طوفان میں اُگئی۔ برایتے
خدا نے ایک بڑی مچھلی کو حکم دے دیا کہ وہ یونسؑ کا راستہ روک لے وہ آگے اُگئی اور کشتی کو آگے
بڑھنے نہ دیا، الغرض جب کشتی خطرے سے دوچار ہو گئی اور سب کو اس کے ڈوب جانے کا
خطرہ ہوا تو ملاحوں نے کہا کہ ضرور اس میں کوئی ایسا شخص ہے یا ایسا غلام ہے جو اپنے مالک سے

جھاگ کر آیا ہے، اسی لئے کشتی آگے نہیں بڑھتی اور خطرے میں آگئی ہے، لہذا وہ شخص جو ایسا ہو اُسے چاہیئے کہ کشتی سے دریا میں پھلانگ لگا دے، تاکہ اور لوں کی جان بچ جائے، ورنہ ایک کی وجہ سے سب کی جان جائے گی۔ یہ سن کر حضرت یونسؑ نے فرمایا کہ ایسا شخص میں ہی ہوں، ان لوگوں نے ان کی حیثیت اور پھرے کی نوافلت وغیرہ کو دیکھ کر کہا کہ ایسا تو نہیں معلوم ہوتا اور ہمیں اس کا یقین نہیں آتا، بالآخر قرعہ اندازی کا فیصلہ ہوا، ایک بار قرعہ حضرت یونسؑ کے نام پر نکلا۔ لوگوں نے یقین نہ کیا۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ قرعہ اندازی ہوئی اور ہر مرتبہ قرعہ حضرت یونسؑ ہی کے نام پر نکلا۔ "قرعہ نفسہ" بالآخر یہ دیکھ کر حضرت یونسؑ نے اپنے کو دریا میں ڈال دیا۔ یعنی کشتی سے دریا میں کود پڑے، اُس وقت وہ پھلی جو دریا میں منہ کھولے کھڑی تھی اُس نے فوراً اُن کو نگل لیا، ادھر حضرت یونسؑ لپٹن ماہی میں گئے ادھر خداوند عالم نے پھلی کو وحی کی کہ خبردار یونسؑ کو کوئی گزند پہنچنے نہ پائے، میں نے انھیں تیرے لئے رزق نہیں بنایا۔ بلکہ تجھے ان کا محافظ قرار دیا ہے، لہذا میرے حکم ثانی تک ان کو پوری حفاظت کے ساتھ رکھ۔ چنانچہ وہ چالیس دن تک اپنے لپٹن میں لئے پھری۔ حضرت علی علیہ السلام ایک یہودی عالم کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ پھلی دریا سے قلم میں گئی، دھال سے دریا سے مصر میں پہنچی، پھر دریائے طبرستان میں گئی، یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچی جہاں قارون موجود تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ بڑے بڑے دریاؤں میں پکڑ لگا رہی تھی، خدا نے یونسؑ کے لئے لپٹن ماہی کی نظری رکاوٹ دُور کر دی تھی اس لئے وہ عجائبات آبی کو بھی دیکھتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہے۔ انھوں نے اپنے کانوں سے "دواب البحر" دریا کے جانوروں کی تسبیح بھی سنی۔ عز منک وہ لپٹن ماہی میں لا الہ الا انت سبحانک اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ کی تسبیح پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے پھلی کو حکم دیا اور اس نے اُن کو خشکی پر اگر اگل دیا، ہو سکتا ہے کہ یونسؑ نے انھیں کلمات کو لپٹن ماہی میں اپنی زبان پر جاری کیا ہو جنہیں حضرت آدمؑ و ابراہیمؑ جاری کر چکے تھے اور انھیں کے سبب سے نجات پانچے تھے اور حضرت یونسؑ کو بھی انھیں کلمات کے ذریعہ سے نجات ملی ہو اور وہ اسماء حضرت یحییٰ بن جعفر بن یونسؑ کی کتابوں سے ثابت ہے۔

حضرت یونسؑ لپٹن ماہی سے سطح زمین پر

طوسیؒ یہ واقعہ نویں محرم کا ہے۔ چونکہ ان کے جسم کی کھال اتنے دن لپٹن ماہی میں رہنے کی وجہ سے بہت ہی نرم ہو گئی تھی اور اس حالت میں ہو گئی تھی کہ مکھی کے بیٹھنے اور دھوپ کے لگنے سے سخت اذیت کا اندیشہ تھا اس لئے خداوند عالم نے ان کی حفاظت کے لئے کدو کا درخت اگا دیا جس سے

ان پر دھوپ بھی نہ پڑے اور مکھی بھی نہ بیٹھے، کیونکہ کدو کے درخت میں یہ خصوصیت ہے کہ مکھی اس کے سائے سے بھاگتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ خدا نے اسی درخت کے پتوں میں ان کی غذا مقرر کر دی تھی یہ انھیں پتوں کو چوستے تھے اور دودھ حاصل کرتے تھے۔ چونکہ ان کے بدن کے تمام بال وغیرہ گر چکے تھے اور ان کے جسم کی طاقت بالکل گھٹ چکی تھی اس لئے خدا نے چند نلوں ان کو ایسی جگہ رکھا۔

حضرت یونسؑ کی وطن واپسی اور گوسفند کی گواہی

پھر جب ان کو طاقت اور توانائی آگئی اور خدا نے چاہا کہ یہ اب اپنی قوم میں چلے جائیں تو اُس نے ایک کیرٹے کو حکم دیا اُس نے کدو کی جڑ کھائی اور درخت خشک ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت یونسؑ کو بڑا صدمہ ہوا۔ انھوں نے کہا کہ مالک یہ میرا مونس تہنائی تھا تو نے اسے ختم کر دیا۔ حکم ہوا کہ یونسؑ ایک ایسا درخت جس کو نہ تم نے لگایا تھا نہ سینیّا تھا، نہ اُس کی نگرانی ردا رکھی تھی۔ اس کے خشک ہو جانے پر تم کو اتنا رنج ہوا ہے اور غمگین بیٹھے ہو، تم اس پر بھی تو غور کرو کہ ایک لاکھ سے زائد انسانوں کے لئے عذاب مانگا تھا۔ تمہیں ان کا کوئی دکھ نہیں تھا اور اس پر بھی غور کرو کہ وہ سب اگرچہ نافرمان تھے مگر تھے تو میرے ہی بندے اگر میں نے ان کی گریہ و زاری اور توبہ و انابت سے متاثر ہو کر ان پر عذاب نازل نہ کیا تو اس میں رنج کی کیا بات تھی، یہ سن کر حضرت یونسؑ بے حد شرمندہ ہوئے اور بارگاہِ خداوندی میں توبہ و استغفار کیا، اور وہاں سے اٹھ کر اپنے شہر کی طرف روانہ ہوئے۔

جب شہر نینوا کے قریب پہنچے، تو شہر میں داخل ہونے سے شرمانے لگے۔ ناگاہ ایک چرواہے کو دیکھا کہ گھاس کا گٹھڑ لٹے ہوئے شہر کی طرف جا رہا ہے۔ اس کو قریب بلایا اور اس سے کہا کہ شہر میں جا کر مذاکرہ دو کہ ”یونسؑ پیغمبر“ پھر اپنے شہر میں واپس آ رہے ہیں اور وہ فلاں جگہ پر ہیں۔ یہ سن کر چرواہے نے کہا کیوں جھوٹ بول رہے ہو، یونسؑ تو دریا میں پھلانگ لگا کر ہلاک ہو گئے ان کا یہاں چر چا کچھ دن چلا تھا۔ پھر اب کوئی ان کا ذکر نہیں کرتا اور سب کو یقین کا مل ہے کہ وہ ختم ہو چکے ہیں، میں کیسے جا کر اعلان کروں کہ یونسؑ آئے ہوئے ہیں۔ پہلے آپ مجھے تو یقین دلائیں کہ آپ ہی یونسؑ ہیں۔ حضرت یونسؑ نے فرمایا کہ تیرے ساتھ یہ گوسفند جو ہے یہی گواہی دے گی کہ میں یونسؑ ہوں۔ حضرت یونسؑ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ گوسفند بولی۔ ”میں گواہی دیتی ہوں کہ یہ یونسؑ ہیں“ یہ دیکھ کر وہ چرواہا اس گوسفند کو کندھے پر اٹھا کر شہر میں لے گیا، اور وہاں لوگوں میں غمادی کہ یونسؑ آگئے ہیں اور فلاں مقام پر بٹھرے ہیں۔ لوگوں نے جب اس کی بات سنی، مذاق اڑایا اور اس کو مارنے کے لئے بڑھے اور کہا کیوں بکواس کرتا ہے وہ تو دریا میں ڈوب کر مر گئے، اُس

نے قسم کھائی کہ وہ واقعاً زندہ ہیں اور مجھے اُن سے ملاقات ہوئی ہے، مگر اُن لوگوں نے یقین نہ کیا تو اُس نے کہا کہ اگر تم کو یقین نہیں آتا تو میں اس گوسفند سے گواہی دلا سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے گوسفند کے منہ کو آزاد کر کے کہا بتا تو نے کیا دیکھا ہے، گوسفند نے گواہی دی اور کہا کہ میں نے خود حضرت یونسؑ کو دیکھا ہے وہ تمہاری طرف بدستور نبی ہیں اور فلال مقام پر ٹھہرے ہیں، یہ سن کر لوگ بے تحاشہ اُن کی طرف دوڑے اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ ان کو اپنے دامن میں لائے ان پر ایمان کا اظہار کیا اور اپنے مومن ہونے کو ان پر واضح کیا۔ پھر سب خوش و خرم شہر بنو نائیں رہنے لگے۔

بطن باہی سے نکلنے کے بعد حضرت یونسؑ کی زمین پر قیام کی مدت
مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت یونسؑ پچھنبدہ کو دریا کے ساحل پر پہنچے اور وہاں سات دن تک جنگل میں کدو کے درخت کے نیچے خشکی میں پڑے رہے اور دوسرے ہفتے اپنے شہر واپس آئے، پھر اُن کی قوم نے بڑی آؤ بھگت کی اور اُن پر ایمان لائی اور اُن کی ہر طرح توقیر کرتی رہی۔

روہیل اور تنوخا میں باہمی گفتگو اور علم و زہد میں فرق کی وضاحت
مشربک تھا، وہ اپنے شہر واپس آ گیا اور اس نے اپنے ساتھی روہیل سے ملاقات کی۔ روہیل نے کہا کہ تم نے دیکھا کہ میں نے جو رائے دی تھی وہ کتنی صائب تھی اور تم نے جو حضرت یونسؑ کو رائے دی تھی وہ کس قدر کمزور تھی، تنوخا نے اس کے جواب میں کہا کہ بھائی سچ تو یہ ہے کہ آپ کی رائے ایک عالم اور حکیم کی رائے تھی اور یقیناً میری رائے سے بہتر تھی اور ”بھائی سنو“ میں تو ہمیشہ یہ گمان کیا کرتا تھا کہ میں آپ سے بہتر ہوں، کیونکہ میرا زہد اور میری عبادت آپ سے بہتر تھی۔ اب آپ کا فضل و شرف اس علم کے سبب سے جو آپ کو خدا نے عطا فرمایا ہے۔ مجھ پر ظاہر ہو گیا ہے اور میں نے سمجھ لیا ہے کہ ”علم و حکمت تقویٰ کے ساتھ زہد سے بہتر ہے اور عبادت علم کے بغیر ناقص ہے۔ اس کے بعد یہ دونوں مثل سابق بھائی چارگی کے ساتھ اپنی قوم میں گزر بسر کرنے لگے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب ۳۵

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام خلاق عالم کے بڑے برگزیدہ نبی تھے۔ یہ بھی دیگر انبیاء کی طرح منصوبہ معصوم، عالم علم لدنی اور افضل کائنات تھے۔ یہ بے پناہ صفات حسنہ سے متصف تھے، ان کی عبادت گزاری اور تقدس پر تمام تورخین کو اتفاق ہے۔ مورخ طبری لکھتا ہے کہ وہ اس زمانے میں سطح ارضی پر سب سے بڑے عابد تھے۔ ان کے زمانے میں عبادت گزاری کا بڑا چرچا تھا۔ صرف بیت المقدس میں ایک ہزار عابد اپنے فرائض کی انجام دہی میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے زمانے میں بطلموسی سلسلہ کا کوئی بادشاہ وقت تھا، ان کے لئے یہ خصوصیت تھی کہ جس زمانے میں ان کو نبوت ملی تھی اور انھیں مبعوث کیا گیا تھا، دنیا میں کوئی نبی موجود نہ تھا۔

حضرت زکریا کا نسب نامہ امام شعبی لکھتے ہیں کہ حضرت زکریا کا سلسلہ نسب یہ ہے

زکریا بن یوحنا بن ادون بن مسلم بن صدوق بن یحان بن داؤد بن سلیمان بن مسلم بن صدیقہ بن ناجور بن سدوم بن شہا ساطین، بن رابیا بن رحیم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام (عراش شعبی ص ۲۰) مورخ ہرودی نے حضرت زکریا کے والد کا نام ”باذان“ لکھا ہے جو میرے نزدیک درست نہیں ہے، مورخ طبری نے ان کی ولدیت ”برخیا“ لکھی ہے۔ جو سکتا ہے کہ یہ لفظ ”یوحنا“ سے بگڑ کر برخیا بن گیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اصل میں برخیا ہی ہو جیسا کہ تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۳۳ و تاریخ اسلام جلد ۳ ص ۴۳ میں ہے۔

حضرت زکریا کی زوجہ کا نام حضرت زکریا کی زوجہ کے نام میں اختلاف ہے اکثر

مورخین نے ”ایشاع“ و اشاع اور بعض نے خانہ لکھا ہے اور بعض معاصرین نے ام کلثوم تحریر کیا ہے۔

اور ان کا حضرت مریم سے رشتہ امام شعبی کا بیان ہے کہ یہ ”ایشاع“ حضرت مریم کی خالہ تھیں وہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص فاقہ و نامی تھا

اُس کی دولڑکیاں تھیں ایک کا نام ایشاع تھا اور دوسری کا نام حنہ تھا۔ اول الذکر حضرت زکریا سے بیابھی تھی اور ثانی الذکر حضرت عمران کے عقد میں تھی، ایشاع سے یحییٰ اور حنہ سے مریم کی تولید ہوئی (عرائس ص ۲۳)۔

امام تعلبی کے بیان کے مطابق حضرت زکریا جناب مریمؑ کے خالوق قرار پاتے ہیں۔ لیکن امام محدثین علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ”حضرت زکریا کی زودجر حضرت مریمؑ کی بہن، عمرانؑ پسر ماثان کی بیٹی تھیں (حیات القلوب جلد ۱ ص ۹۹) اسی کو علامہ سید عجاز علی سوئی پتی نے اپنی تفسیر عہدۃ البیان کی جلد ۱۵۸ میں اور علامہ حافظ فرمان علی نے مترجم قرآن مجید کے حاشیہ ص ۸۷ میں اور علامہ محمد بشیر انصاری نے اپنی کتاب تاریخ اسلام کے ص ۲۲۱ میں قیلم کیا ہے، اس لحاظ سے حضرت زکریاؑ جناب مریمؑ کے بہنوئی قرار پاتے، میرے نزدیک بھی یہی درست ہے۔ یہی کچھ روضۃ الصفا جلد ۱۳ میں بھی ہے۔

جناب حنہ کے دل میں فرزند کی تمنا اور اس کا سبب

حنہ، ایک دن ایک مقام پر بیٹھی ہوئی تھیں کہ ان کی نگاہ ایک طائر پر پڑی جو کہ اپنے بچے کو کچھ کھلا رہا تھا، پھر کیا تھا، باسی کڑھی میں ابال آگیا اور دل میں ایک فرزند زینہ کی تولید کی حسرت اور تمنا کروٹ لینے لگی، پورے جذبات اور کمال خلوص کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں دست سوال دراز کر کے درخواست کی کہ میرے پالنے والے مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرما جسے میں تیری عبادت کے لئے وقف کر دوں۔ جناب حنہ کی یہ دُعا قبول ہوئی اور حمل ٹھہر گیا۔ حمل ٹھہرنے کے بعد انھوں نے باقاعدہ نذر مانی۔ ”قرآن مجید پ ۱۲ میں ہے، ”عمرانؑ کی بیوی حنہ نے خدا سے عرض کی کہ اے میرے پالنے والے میرے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کو میں دُنیا کے کام سے آزاد کر کے تیری نذر کرتی ہوں۔ خدایا تو میری اس نذر کو قبول فرما لے، تو بے شک بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

حضرت مریمؑ کی ولادت

حضرت عمرانؑ کو حنہ کی اس دُعا اور نذر کے بعد خداوند عالم نے اطلاع دے دی تھی کہ میں تمہیں ایک ایسا لڑکا عطا کر دوں گا جو خدا کے حکم سے مادرزاد اندھوں کو بینا اور مُردوں کو زندہ کرے گا اور بنی اسرائیل کا پیغمبر ہو گا۔ عمرانؑ نے اس کو اپنی بیوی سے بیان کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے ”حنہ“ کو یہ خیال تھا کہ میرے پیٹ میں لڑکا ہے ”فلما وضعتها“ الخ لیکن جب ولادت ہوئی تو لڑکے کی بجائے لڑکی تھی، تو

کئے لگیں اسے پروردگار اب میں کیا کروں میں نے تو یہ لڑکی جی ہے اور بیٹی بیٹے کے برابر نہیں ہوتی۔ اب میری منت کیسے پوری ہوگی۔ الغرض 'حنہ' نے اس سچی کا نام مریم رکھا جس کے معنی "کنیز خدا" اور عابدہ کے ہیں اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ مالک میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان اہیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں اور ساتھ ہی ساتھ یہی نذر تیری خدمت میں پیش کرتی ہوں۔ چنانچہ پروردگار عالم نے اُسے قبول کر لیا، اور مریم کو کفالت کے لئے زکریا کے حوالے کر دیا، کیونکہ ولادت مریم سے پہلے ہی ان کے والد جناب عمران انتقال کر چکے تھے۔ (جلالین ص ۲۶ طبع مصر)۔

جناب مریم کی کفالت اور اس میں حضرت زکریا کا انہماک

کا فیصلہ کیا۔ جب وہاں پہنچیں اور اپنی خواہش کا اظہار کیا تو وہاں کے علماء اور زما د نے کہا کہ یہ لڑکی ہے ہم اسے اپنے پاس رکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ لڑکی نذر میں قبول کی گئی ہو، یہ سن کر حنہ نے کہا کہ میں نے بس یہ سمجھ کر نذر مانی تھی کہ میرے بطن میں لڑکا ہے لیکن اب جبکہ یہ پیدا ہوئی ہے تو لڑکی ہے۔ میں اپنی نذر کے مطابق اس کو یہاں چھوڑ دوں گی، مگر ان لوگوں نے اس لڑکی کے قبول کرنے سے انکار میں اصرار کیا تو جناب حنہ نے کہا کہ خدا نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ میں لڑکے کی بجائے اسی کو نذر میں چھوڑ دوں۔ اس لئے اب تم کو عذر کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس پر وہاں کے علماء اور زما د نے لڑکی کو قبول کر لیا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ مسئلہ بھی اٹھ کھڑا ہوا کہ اس کی پرورش کون کرے۔ ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ پرورش کی ذمہ داری میرے سپرد کی جائے۔ بالآخر قرعہ اندازی کی ذمہ داری آئی اور فیصلہ ہوا کہ تمام کا تبا ن توریت اپنے اپنے قلم لے کر دریا پر چلیں جن کی تعداد کثیر تھی۔ وہ سب دریا پر پہنچے اور اُصول کے مطابق سب نے اپنے اپنے قلم دریا میں ڈالے اور طے یہ ہوا کہ جس کا قلم پانی میں کھڑا ہے گا وہی اس سچی کی کفالت کرے گا۔ چنانچہ سب کے قلم دریا میں ڈوب گئے۔ مگر حضرت زکریا کا قلم نہ ڈوبا اور کھڑا رہا بالآخر حضرت مریم انھیں کے سپرد کر دی گئیں اور انھوں نے پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ ان کی پرورش شروع کر دی اور نہایت خوبصورتی سے اُن کو پالا۔

حضرت مریم جب سن تیز کو پہنچیں تو حضرت زکریا نے الگ ایک حجرہ کو ٹھہے پر بنا دیا اور اس کو اتنا بلند کر دیا کہ اس تک کوئی سیرطرحی کے بغیر نہ جاسکتا تھا، پھر اس پر انھوں نے یہ احتیاط کی کہ جب کہیں باہر جاتے تھے تو اس پر قفل لگا کر کبھی اپنے ہمراہ لے جاتے تھے، پھر شام کو اپنے ہمراہ گھر لے جایا کرتے تھے۔ حضرت مریم اس حجرے میں عبادت کیا کرتی تھیں۔ قرآن مجید میں ہے

کہ جب کسی دقتِ زکریا ان کے پاس ان کے عبادت کے حجرے میں جلتے تو مریم کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے کو موجود پاتے تو پوچھتے اے مریم ”انی لک هذا“ یہ کھاتا تھا رے پاس کہاں سے آیا تو وہ فرماتی کہ خدا کے ہاں سے آیا ہے، بے شک خدا جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ روایات میں ہے کہ حضرت مریم کے پاس گرمیوں کے زمانے میں جاڑے کے میوے اور جاڑے کے زمانے میں گرمیوں کے میوے آیا کرتے تھے، جنہیں دیکھ کر حضرت زکریا پوچھتے تھے کہ یہ بلا فصل کے میوے تمہارے پاس کہاں سے آتے ہیں؟ تو حضرت مریم کہتی تھیں کہ خداوند عالم اپنی مہربانی سے بھیجتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت مریم اس درجہ حسین و جمیل تھیں کہ جب وہ محرابِ عبادت میں کھڑی ہوتی تھیں تو ان کے چہرے کے نور سے محراب روشن ہو جاتی تھی۔

حضرت زکریا کے دل میں ایک فرزند کی تمنا
اور بارگاہِ خداوندی میں عطا فرزند کی پُر خلوص دعا

ان کی طرف دیکھی، پھر عبادت کے حالات پر نظر کی اور خاص طور پر یہ دیکھا کہ ان کے پاس جاڑے کے میوے گرمی میں اور گرمی کے میوے جاڑے میں آ رہے ہیں تو فوراً دل میں خیال آیا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے اور بیت المقدس کی آئندہ رکھوالی اور نگہداشت کا مسئلہ شدت اختیار کرتا جا رہا ہے، آخر میرے بعد بیت المقدس کی نگرانی کون کرے گا۔ یہ سب باتیں سامنے آ گئیں اور دفعۃً دل طلبِ فرزند کے لئے بے چین ہو گیا، فوراً بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی ”رب هب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء“ میرے پالنے والے اگرچہ میں ازکارِ رفتہ ہو چکا ہوں اور میری بیوی بھی بوڑھی ہو چکی ہے، مگر تو بڑا قادر ہے، میرے مالک اپنی بارگاہ سے مجھے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کو سننے والا ہے۔

ولادتِ یحییٰ کی بشارت

حضرت زکریا ابھی محرابِ عبادت ہی میں تھے، اور حجرے میں کھڑے دعا ہی کر رہے تھے کہ فرشتوں نے ان کو آواز دی ”ان اللہ یشرک بیتی“ کہ خدا تم کو یحییٰ کے پیدا ہونے کی خوش خبری دیتا ہے جو ”کلمۃ اللہ“ عیسیٰ کی تصدیق کرے گا، اور لوگوں کا سردار ہوگا، اور عورتوں کی طرف رغبت نہ کرے گا اور نیکو کار بنی ہوگا۔

یہ سن کر خود تعجب سے کہنے لگے ”ہائیں“ میرے لڑکا کیونکر ہو سکتا ہے، میں خود بالکل بوڑھا بیوی میری باجھ، مگر خدا نے تشفی دی اور اپنی یاد کی طرف متوجہ کرنے اور تسکین دینے کے واسطے

تین روزے متواتر رکھنے کا حکم دیا۔

قرآن مجید میں ہے کہ حضرت زکریاؑ بشارت فرزند پانے سے انتہائی مسرت کے عالم میں عرض پرداز ہوئے کہ مالک اس کی کوئی نشانی بتا دے۔ ارشاد ہوا کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ جب انعقاد کا عہد آئے گا تو تم اچھے خاصے تندرست ہونے کے باوجود کسی سے کلام نہ کر سکو گے، منہ جب ایسی کیفیت پیدا ہو تو سمجھ لینا کہ یحییٰ کی بنیاد قائم ہو گئی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت یحییٰؑ کی ولادت حضرت زکریاؑ ہمیشہ اپنے بالا خانے سے نکل کر عبادت خانے میں جاتے تھے، اذان کہتے تھے نماز پڑھتے پڑھتے

تھے۔ لوگوں کو تبلیغ کیا کرتے تھے، لیکن جب وعدہ کا وقت آیا، ان کی زبان بند ہو گئی۔ حسب دستور گھر سے نکلے تو کسی سے کچھ کہہ نہ سکے۔ صرف اشارے سے کہتے رہے کہ نماز پڑھو، خدا کی عبادت کرو۔ اور اُسے کسی وقت فراموش نہ کرو، ان کے خاموش ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ حضرت یحییٰؑ کی ولادت کی بنیاد کا وقت آگیا ہے۔ غرض کہ تین دن تک یہی عالم رہا، اسی دوران میں خدا نے ان کو تولید کی صلاحیت دے دی اور ان کی بیوی کو حائضہ قرار دے کر استقرار حمل کی طاقت عطا کر دی، یہاں تک کہ حضرت یحییٰؑ بطن مادر میں مستقر ہو گئے اور نو ماہ بروایت چھ ماہ میں بطن مادر سے آغوش مادر میں آ گئے۔ قرآن مجید سورہ مريم میں ہے ”یا زکریا انا نبشرك بغلام واسمہ یحییٰ لَوْ یَجْعَل لَّہٗ مِنْ قَبْلِ مِیْمِیۡا، اے زکریا ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں، جس کا نام یحییٰ ہوگا اور ہم نے اس سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اس خوش خبری کے پانچ سال بعد حضرت یحییٰؑ پیدا ہوئے تھے۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۹۹ طبع لاہور) حضرت امام علی رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت زکریاؑ نے محرم کی پہلی تاریخ کو خدا سے ولادت فرزند کی دعا کی تھی جسے خدا نے قبول فرمایا اور ظاہری امکانات کے فقدان کے باوجود یحییٰؑ جیسا فرزند عطا کیا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جو شخص محرم میں تولید فرزند کے لئے دعا کرے گا۔ توقع ہے کہ قبول ہوگی جیسے جناب زکریاؑ کی دعا قبول ہوئی۔ (ص ۷۸)

حضرت زکریاؑ اور آل محمدؑ کے اندوہناک واقعات علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ”سعد بن عبد اللہ نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام سے اُس وقت چند سوالات کئے جبکہ آپ بہت کمسن

تھے، اور آغوش حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے آپ سے ”کھیمعص“ (پ سورہ مريم) کی تاویل اور اس کا مطلب دریافت کیا، حضرت نے ارشاد فرمایا

کہ یہ حروف غیب کی خبروں میں سے ہیں جن سے خدا نے حضرت زکریا علیہ السلام ان کے بعد سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظہورِ واقعہ سے قبل آگاہ فرمایا تھا۔

حضرت زکریا نے ایک دن پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں عرض کی ”مالک ہمیں ان کلمات کے مقصود سے آگاہ فرما جن کے ذریعہ سے آدم و ابراہیم وغیرہما نے مشکلات سے نجات حاصل کی تھی یعنی ہمیں ”آل محمد“ کے اسماء گرامی سے آگاہ اور مطلع فرمادے، چنانچہ حکم پروردگارِ عالم سے حضرت جبریل نازل ہوئے اور انھوں نے بیچتین پاک کے اسماء گرامی سے انھیں آگاہ کر دیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام اکثر ان اسماء کو زبان زد کیا کرتے تھے، لیکن اس اسماء کے زبان پر جاری کرنے میں یہ ہوتا تھا کہ جب چارنام زبان پر آتے تھے فرحناک اور خوش ہو جاتے تھے۔ جب پانچواں نام زبان پر آتا تھا، بے تحاشا رو پڑتے تھے اور بے اختیار گریہ ان کے گلوگیر ہو جاتا تھا اور کبھی کبھی روتے روتے سانس رُک جاتی تھی جس کی وجہ سے وہ سخت حیران و پریشان تھے ایک دن مناجات کے موقع پر بارگاہِ خداوندی میں اپنی اس مشکل کا ذکر کیا اور درخواست کی کہ مالک مجھے اس کا سبب بتادے، ان کی اس درخواست پر خداوندِ عالم نے بذریعہ وحی یا الہام انھیں آگاہ فرمایا جس سے کتابِ خدا کے مذکورہ لفظ میں حروف کے ذریعہ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ ”ل“ سے کربلا ”ک“ سے آل محمد کی ہلاکت ”ی“ سے یزید لعین ”ع“ سے عیش حسینی اور ”ص“ سے صبر آل محمد مراد ہے۔

عرض کہ جب حضرت زکریا واقعاتِ کربلا سے آگاہ ہوئے تو تین دن تک اپنے محرابِ عبادت سے برآمد نہ ہوئے اور شب و روز گریہ و زاری نوحہ و ماتم، نالہ و فریاد میں مشغول رہے اور تمام لوگوں کو منع کر دیا کہ میرے پاس کوئی نہ آئے۔

روایت میں ہے کہ وہ اپنے معبود سے فریاد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے مالک تو اپنے ایسے بندے کے دل کو کیونکر مجروح ہونے دے گا۔ جس کے لئے تو نے اس کائنات کو بنایا ہے، اور جو تیرا حبیب خاص ہوگا، اے مالک تو کیونکر علی و فاطمہ کو مصیبتِ رنج کے اتنے عظیم سمندر میں ڈالے گا اور کیسے تو ان کے غم و اندوہ کی فراوانی پر لوگوں کے دلوں کو صدمے کی آماجگاہ بنا سکے گا۔ مالک ہم جانتے ہیں کہ مقدرات کا ظہور ہو کے رہے گا لیکن اے میرے مالک تعالٰیٰ دلِ بیدار بخجہ ہو گیا ہے۔ ہمارے آنسو اس غمِ عظیم کے تصور سے آنکھوں میں نہیں تھمتے، اے مالک اب میری یہ خواہش ہے کہ مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرما جسے میں بے حد چاہتا اور مانتا ہوں یعنی ہسکی بے پناہ محبت میرے دل میں قائم کر دے۔ پھر اُسے مصائب و آلام میں مبتلا کر کے میرے دل کو ان مصائب کی وجہ سے حد درجہ غمگین اور رنجیدہ بنا دے تاکہ مجھے وہی صدمہ پہنچے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

پہنچے گا۔ روایت میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی اور حضرت یحییٰ کا تولد عمل میں آیا اور وہ بھر پور مصائب و آلام میں مبتلا کئے گئے۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۶۶)۔

حضرت زکریا کا وعظ اور اس کا حضرت یحییٰ پر اثر

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰ بڑے نرم دل تھے وہ عظیم عابد اور خدا سے بے حد در نے والے تھے، حضرت زکریا ان کے سامنے عذاب الہی کا ذکر اپنی تقریروں میں نہیں کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک دن جبکہ وہ وعظ فرما رہے تھے، حضرت یحییٰ خاموشی سے آکر بیٹھ گئے انھوں نے ان کو دیکھا نہیں اور اپنی تقریر میں عذاب الہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جہنم میں ایک پہاڑ ہے جس کو ”سکران“ کہتے ہیں اور اس پہاڑ کے نیچے ایک وادی ہے جسے ”غضبان“ کہتے ہیں اور اس وادی میں ایک کنواں آگ کا ہے جو بے انتہا گہرا ہے۔ اس میں آگ کے صندوق ہیں۔ اور اس میں گناہگاروں اور نافرمانوں کو سزا دی جائے گی اور وہاں آگ کی زنجیریں بھی ہیں۔ حضرت یحییٰ نے جو یہی یہ بات سنی ”واغفتا“ کہہ کر جنگل کی طرف نکل گئے۔ پھر ان کی مال ان کو تلاش کرتی پھریں بالآخر ایک ”قبہ“ میں روتے فریاد کرتے ملے، ان کو اپنے ہمراہ لائیں اور بہت سمجھایا بھایا اور بیت المقدس کے علماء اور زہاد میں لے جا کر پہنچا دیا، پھر وہ دیں عبادت کرتے رہے۔

حضرت مریم کے حاملہ ہونے سے حضرت زکریا کی پریشانی

حضرت زکریا جو تکہ حضرت مریم کی انتہائی اہمک کے ساتھ نگرانی کر رہے تھے اور ایسا انتظام رکھا تھا کہ ان کے سوا کوئی بھی حضرت مریم سے مل نہ سکتا تھا، اسی دوران میں حکم خدا سے حضرت مریم کسی مرد سے ملے بغیر حاملہ ہو گئیں۔ (جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے) حضرت عیسیٰ کے حالات میں آئندہ آئے گا۔ حضرت مریم کے حاملہ ہونے سے حضرت زکریا سخت پریشان ہوئے اور سوچنے لگے کہ ساری دنیا بھی کوہتم اور بدنام کرے گی۔ کیونکہ ان کے پاس میرے سوا کوئی جا نہیں سکتا۔ اسی حالت اضطراب میں اپنی بیوی سے جو کہ حضرت مریم کی بہن تھیں کہنے لگے کہ اب کیا بنے گا، ہم دشمنوں کی زبان کیونکر تھیں گے، اور ہم کیا جواب دیں گے جب ہم پر الزام لگایا جائے گا۔ یہ سن کر ان کی بیوی نے کہا کہ گھبراؤ نہیں خدا تمھیں ہر اس امر سے بچائے گا جو تمھارے لئے مضر ہوگا، وہ عالم الغیب ہے اور اسی کے حکم سے سب کچھ ہوا ہے، دیئے تم مریم کو میرے پاس بھیجو میں ان سے بات کرتی ہوں۔ دیکھو وہ کیا کہتی اور بتاتی ہیں۔ حضرت زکریا نے مریم کو ان کے پاس بھیج دیا۔ وہ جب آئیں حضرت زکریا کی بیوی اپنی جگہ پر بیٹھی رہیں۔ حضرت یحییٰ جو کہ بطنِ مادر میں تھے بولے ”مادر گرامی ان کی تعظیم کرو۔“

یہ بہترین زمان عالم ہیں اور ان کے لطن میں کائنات عالم کا عظیم نبی ہے۔ یہ سن کر وہ تعظیم کے لئے اٹھیں اور ان کو ان کی عظمت کا پورا اطمینان ہو گیا، انھوں نے حضرت زکریا کو بھی پورے طور پر مطمئن کر دیا اور انھیں تسلی دے دی۔

حضرت زکریا کی شہادت

اب بدنامی کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ لیکن شیطان جو مومنوں کا ازلی دشمن ہے وہ ان کے پیچھے لگا رہا۔ اور ان کو بدنام کرتا رہتا تھا اور نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ اجتماع میں بھی ان کے خلاف آواز بلند کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے ذہنوں کو اس نے موڑ دیا اور انھیں حضرت زکریا کے بارے میں یقین دلا دیا جس سے وہ لوگ یکسر حضرت زکریا کے مخالف ہو گئے اور ان کو لوگوں نے فیصلہ کر لیا کہ انھیں قتل کر دیا جائے۔ منصوبہ قتل بنا کر ایک جم غفیر نے حضرت زکریا پر یورش کر دی انھوں نے جب اپنی جان جو کھم میں دیکھی اور امن مفقود پایا تو کسی طرح گھر سے برآمد ہو کر جنگل کی طرف نکل گئے، دشمن چونکہ تعاقب میں تھے۔ اس لئے انھوں نے ایک لمبے چوڑے درخت سے پناہ مانگی۔ اُس نے بقدرتِ خدا آغوش پھیلا دی اور کہا کہ اندر آ جاؤ، چنانچہ وہ اُس درخت کے شکاف میں چلے گئے اور وہ بدستور سالم ہو گیا۔ شیطان جو پیچھے لگا ہوا تھا، اس نے ان لوگوں سے کہا کہ زکریا اسی درخت کے اندر ہیں، لہذا اسے آ کر سے چیر دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے درخت کے تنے کو آ کر سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا اور حضرت زکریا علیہ السلام شہید ہو گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

مورخ ہروی نے روضۃ الصفا میں حضرت زکریا کے آکر سے چیرے جانے کی مخالفت کی ہے۔ لیکن میرے نزدیک ان کا اختلاف درست نہیں ہے۔ وہ یقیناً اسی طرح شہید ہوئے ہیں۔ جس طرح بیان کیا گیا، شہادت کے وقت ان کی عمر سو سال سے زائد تھی۔ (تاریخ اسلام جلد ۴ ص ۴۴)

فلسفہ شہادت

مصنف :- جناب سید سجاد حسین صاحب قبلہ۔

اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ سید الشہداء نے کیوں شہادت اختیار کی۔ اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچا۔ اس کے عوام و انصار نے کیا کیا کام کئے۔ کھائی پھپائی عمدہ۔ بدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ :- امامیہ کتب خانہ - مغل جوہلی - اندرون موچی دروازہ لاہور۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب ۳۶

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام خداوند عالم کے برگزیدہ نبی تھے۔ یہ دیگر انبیاء کی طرح لوازم نبوت سے مستغف تھے یعنی جس طرح تمام انبیاء مخصوص، معصوم، عالم علم لدنی اور افضل کائنات تھے۔ اسی طرح یہ بھی تھے، عظیم اخلاق کے مالک تھے، مہمان نوازی کی صفت خاص سے مستغف تھے زہد اور عبادت گزاری میں جواب نہ رکھتے تھے۔ قائم الملیل اور صائم الہنار تھے، ذات باری میں تفکر اور نیک انجام کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ انتہائی رقیق القلب تھے، عذاب الہی کے ذرا سے تصور کو بھی برداشت نہ کر سکتے تھے، یعنی جیسے ہی ان کے دل میں عذاب الہی کا تصور آتا تھا جستاروں نے اور چلانے لگتے تھے اور اکثر جنگل کی طرف بھاگ کر تنہائی میں روتے پیٹتے تھے۔

حضرت یحییٰ کے والد حضرت زکریا علیہ السلام تھے جیسا کہ گذرا اور والدہ ماجدہ جناب "ایشاع، حنانہ یا

ام کلثوم بنت عمران تھیں۔ یہ بڑی پُر صفات بی بی تھیں، ہنایت عابدہ و زاہدہ تھیں، اپنے شوہر کی بے حد مطیع و فرمانبردار تھیں، ایک نبی کی بیوی تھیں اور ایک نبی کی ماں اور ایک نبی کی خالہ ہونے والی تھیں۔ مگر قدرت خدا سے بانجھ تھیں۔ ان کے یہاں تولید فرزند کا کوئی امکان بھی نہ تھا۔ یہاں تک کہ اولاد سے محرومی میں ساری زندگی گزر گئی اور حضرت زکریا کی عمر سو سال اور اسی کے لگ بھگ ان کی عمر بھی تھی۔ یثربی نے عمر زکریا ۹۹ سال اور عمر زہرہ زکریا ۹۸ سال لکھی ہے۔ (عرائس یثربی ص ۲۰۶)۔

حضرت یحییٰ کی ولادت

عز شکہ زندگی کے ایام ان دونوں کے بڑی مایوسی کے ساتھ گزر رہے تھے اور ان دونوں کے دلوں میں تمنائے اولاد کوٹ لے رہی تھی۔ ناگاہ حضرت زکریا کے سپرد حضرت مریم کی پرورش ہو گئی، انھوں نے پرورش

کا پورا حق ادا کیا، حضرت مریم کو چونکہ خدا نے معصوم بنایا تھا اور ان کے لطن سے ایک عظیم نبی کو پیدا کرتا تھا۔ لہذا ان کے ساتھ قدرت نے بڑے خصوصیات برتے جن میں ایک یہ خصوصیت بھی تھی کہ ان کے پاس ”بلا فصل“ کے میوے آیا کرتے تھے، ایک دن حضرت زکریا نے دل میں سوچا کہ وہ خدا جو ہمارے خاندان پر اتنا مہربان ہے کہ جنت سے میوے منگو کر ہمارے گھرانے کی ایک لڑکی کو دیتا ہے تو وہ یقیناً ہم پر اس وقت ضرور کرم کرے گا، جب ہم اس سے اپنے بڑھاپے اور بیوی کے عقیقہ ہونے کے باوجود اولاد کی درخواست کریں گے۔ چنانچہ کمال مالوسی کے باوجود انتہائی طور پر پُر امید ہو کر اپنے کریم اور فیاض خدا کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھادیا اور عرض کی ”خدا یا“ ایک فرزند عطا کر دے۔ نبی خدا کی دعا تھی منظور ہو گئی، خدا نے ایک عظیم فرزند عطا کر دیا جس کا خود ہی نام ”یحییٰ“ رکھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰ کے پیدا ہوتے ہی فرشتے انھیں آسمان پر لے گئے اور انھیں وہاں پر غذا سے سیر کیا پھر واپس لائے اور ان کو ان کے باپ کے حوالے کر دیا۔ کان یضئ البیت لنورہ وحسن وجهہ وجماله وہ جس گھر میں رہتے تھے وہ ان کے چہرہ کے نور اور ان کے حسن و جمال کی وجہ سے روشن رہتا تھا۔ (عرائس الثعلبی ص ۲۰۴ حیات القلو جلد ۱ ص ۵۷)۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت یحییٰ کی ولادت سے جہاں مال کا دل ٹھنڈا ہوا باپ کو انتہائی مسرت ہوئی۔ وہاں ان کی اولاد سے خداوند عالم نے بھی تصدیق عیسیٰ کا فائدہ اٹھایا یعنی اس نے ان کی ولادت کے فوائد میں ایک فائدہ یہ بھی مضمر رکھا تھا کہ ان سے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرائے گا۔ چنانچہ قرآن میں ہے ”ان اللہ یبشرك بیحییٰ مصداقاً بکلمۃ من اللہ الخ۔ اے زکریا خدا تم کو یحییٰ کے پیدا ہونے کی خوشخبری دیتا ہے جو کلمۃ اللہ (عیسیٰ) کی تصدیق کرے گا۔ اور لوگوں کا سردار ہو گا اور عورتوں کی طرف رغبت نہ کرے گا اور نیکو کار نبی ہو گا۔ چونکہ تصدیق عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ کا ایک فریضہ قرار دیا گیا تھا اسی لئے انھوں نے ہر منزل پر تصدیق کی تھی اور اس تصدیق کی بنیاد اس وقت ڈالی تھی جبکہ لطن مادر میں تھے ایک روایت میں ہے کہ جب زکریا نے حضرت مریم کے محل ظاہر ہونے کے بعد انھیں اپنی بیوی کے پاس بھیجا تو حضرت یحییٰ نے بروایت آواز کے ساتھ اور بردایت اپنے جسمانی عمل کے ساتھ اپنی ماں کو حضرت مریم کی تعظیم کے لئے کھڑا کر دیا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ خدا نے مریم کو معصومہ اور ان کے لطن میں موجود فرزند کو نبی بنایا ہے اور نبی بھی ایسا کہ جسے ازواجِ سلسلہ کے بغیر اپنے امر خاص سے لطن مریم میں قائم کیا ہے۔

حضرت یحییٰ کا عہد طفلی

یہ ظاہر ہے کہ نبی اور امام کی زندگی کا ہر دور اوصاف و کمالات کے حساب سے یکساں ہوتا ہے۔ ان کے چھوٹے بڑے سب برابر ہوتے ہیں ان کا علم لدنی، ہوتا ہے، ان کا کمال فہمی ہوتا ہے، انھیں دو فطرت میں عہد نبوت و امامت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ جب بطنِ مادر میں ہوتے ہیں نبی ہوتے ہیں، جب آنکھیں مادر میں آتے ہیں نبی ہوتے ہیں۔ عہدِ نابالغی میں نبی ہوتے ہیں۔ عہدِ بلوغ و جوانی میں نبی ہوتے ہیں، بڑھاپے میں نبی ہوتے ہیں، مرنے کے بعد بھی نبی یا امام رہتے ہیں۔

حضرت یحییٰ کا چار سال کی عمر میں
اپنے ہجولیوں کو نصیحت کرنا

کے لئے بلانے آئے تو آپ نے فرمایا کہ ”مال للعب خلقت“ میں کھیل کود کے لئے نہیں پیدا کیا گیا اور نہ کوئی بھی اس مقصد کے لئے خلق ہوا ہے۔ خدا کو یاد کرو جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔

تواریخ میں ہے کہ حضرت یحییٰ چار سال کی عمر میں حافظِ توریت ہو گئے تھے اور جب آپ کی عمر اسال کی ہو گئی تھی تو اب باقاعدہ تبلیغ دین کیا کرتے اور احکامِ شریعت لوگوں تک پہنچا کرتے تھے، ان کا قاعدہ تھا کہ بڑے بڑے اجتماع میں کھڑے ہو جاتے تھے اور تبلیغ فرمایا کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔

حضرت یحییٰ کا علیہ
امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بڑے خوب صورت تھے، ان کی آنکھیں بڑی تھیں، ناک لمبی تھی، دونوں بھوئیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں۔ ان کے جسم میں بال بہت کم تھے۔ انگلیاں چھوٹی پھٹی تھیں، ان کی آواز بہت باریک تھی، وہ بڑے غیرت مند اور اطاعت باری میں بے انتہا مستعد تھے۔ وہ اللہ کی اطاعت اور اس کی عبادت کے میدان میں تمام لوگوں کے قائد تھے۔ (عرائس صفحہ ۲۰۶)۔

حضرت یحییٰ کی بعثت اور
پانچ چیزوں کی تبلیغ کا خصوصی حکم

حضرت یحییٰ کو خدا نے تین سال کی عمر میں مبعوث کر دیا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ”وانتناہ الحكم صبیا“ ہم نے انھیں بچپن میں ہی فریضہ تبلیغ سپرد کر دیا تھا، علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ اس وقت ان کی عمر تین سال تھی حضرت یحییٰ کے تین سال میں عہدہ نبوت پر عامل ہونے کا اس روایت سے بھی ثبوت ملتا ہے جس میں علی بن اسباط نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی تھی اور آپ کی عمر کو بہت کم دیکھ کر

یہ خیال کیا تھا کہ اس کسی میں آپ امام کیسے بنا دیئے گئے تو انھوں نے اس کے کچھ بکے بغیر ارشاد فرمایا کہ اے علی بن ابیاط اس میں تردد کیا ہے۔ سو خدا امامت کے بارے میں اسی طرح حجت تمام کرتا ہے جس طرح نبوت کے بارے میں کیا کرتا تھا، اس نے کسی کو چالیس سال کی عمر میں نبی بنایا اور کسی کو تین سال کی عمر میں فریض کی ادائیگی سے دوچار کر دیا، آپ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰؑ کو نہایت کسی میں درجہ نبوت پر فائز فرمایا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح خدا نے یحییٰؑ کو تین سال میں کار نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اسی طرح مجھے بھی اس کسی میں کار امامت کی انجام دہی سے سرفراز کیا ہے۔

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت یحییٰؑ کو نہایت کسی میں حکم تبلیغ دے دیا تھا اور ان سے خصوصی طور پر کہہ دیا تھا کہ اپنی تبلیغ میں ان پانچ چیزوں کی طرف خاص توجہ رکھو، (۱) اللہ کی وحدانیت (۲) نماز کی اقامت (۳) صدقہ (۴) روزہ (۵) ذکر خدا سے عدم غفلت، چنانچہ حضرت یحییٰؑ ان امور کی طرف خصوصی طور پر متوجہ رہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے لئے حضرت یحییٰؑ کی پیشین گوئی | حضرت یحییٰؑ تین سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔

اور شام کی طرف تبلیغ کرتے رہے۔ ۱۰ سال کی عمر میں بنی اسرائیل میں تبلیغ کی طرف متوجہ ہوئے اور نبوت حضرت عیسیٰؑ کی بشارت دی اور بنی اسرائیل سے کہا کہ تمہارے لئے بہتری بیس سال یا اس سے کچھ کم میں ہونے والی ہے۔ جبکہ حضرت مسیحؑ جو حضرت مریمؑ کے بیٹے ہیں تم میں بحیثیت بنی کام شروع کر دیں گے۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۱۱ طبع لاہور)۔

حضرت یحییٰؑ کا زہد اور ان کا زہدانہ لباس | حضرت یحییٰؑ علیہ السلام کا زہد اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ ان کو

کسی نے کبھی جنتے ہوئے نہیں دیکھا، ایک روایت میں ہے حضرت رسول کریمؐ نے منقول ہے کہ حضرت یحییٰؑ ایک روز بیت المقدس میں آئے اور راہبوں اور عالموں کو دیکھا کہ لوگوں کے پیروں پر پھینے ہوئے ہیں اور بالوں کی توپیاں سر پر رکھے ہوئے ہیں اور اپنی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر ستونوں سے باندھے ہوئے ہیں، فوراً گھر آئے اور اپنی والدہ سے کہا کہ میرے واسطے بھی ایسا ہی لباس بنا دیجئے تاکہ میں بیت المقدس میں جا کر خدا کی عبادت زاہدوں، عابدوں اور راہبوں کے ساتھ کروں۔ ماں نے کہا کہ ٹھہرو، تمہارے والد پیغمبر خدا آجائیں تو ان سے مشورہ کروں۔ (غالباً حضرت یحییٰؑ اس وقت بہت کم سن تھے) حضرت زکریاؑ جب گھر آئے تو مادر یحییٰؑ نے ان کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت زکریاؑ نے کہا کہ اتنی مشقت نہ کرو، ابھی تم بہت کم سن ہو، عرض کی اے پدر بزرگوار

کیا آپ نے مجھ سے بہت کسں بچوں کو نہیں دیکھا کہ موت نے اُن کو لے لیا، حضرت زکریاؑ نے فرمایا کہ ہاں دیکھا ہے۔ پھر جناب زکریاؑ نے مادرِ یحییٰؑ سے فرمایا کہ ان کی خواہش کے مطابق لباس تیار کر دو۔ ان کی ماں نے بالوں کا پیراہن اور بالوں کی ٹوپی بُن کر تیار کر دی۔ حضرت یحییٰؑ اسے پہن کر بیت المقدس میں عبادت کرنے والوں کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان بالوں کے موٹے پیراہن نے آپ کے جسم کو گھلا دیا، ایک روز انھوں نے اپنے بدن کی طرف دیکھا کہ جسم بہت لاغر ہو گیا ہے تو گریہ کیا۔ خطاب رب العزت ہوا کہ اے یحییٰؑ کیا بدن کی کمزوری پر روتے ہو۔ میں اپنے عرت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر جہنم کو ایک بار دیکھ لو تو لوہے کا پیراہن پہن لو گے۔ یہ سن کر حضرت یحییٰؑ اس قدر روئے کہ آپ کے رخسار مجروح ہو گئے یہاں تک کہ دندانِ مبارک دکھائی دینے لگے۔ جب آپ کی ماں کو معلوم ہوا تو حضرت زکریاؑ کو ہمراہ لے کر ان کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ تمہارا بچہ آنسوؤں کی دجہ سے بہت زخمی ہو چکا ہے۔ عرض کی مادرِ گرامی اس کی پرواہ نہ کیجئے، پھر حضرت زکریاؑ نے کہا کہ بیٹا میں نے تمہاری پیدائش کے لئے خدا سے دعا کی تھی، اب تم بالکل بیت المقدس کے ہو گئے ہو، بیٹا اتنی مشقت کیوں کرتے ہو۔ عرض کی بابا جان آپ ہی نے تو ہمیں بتایا ہے کہ بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک گھاٹی ہے جس سے وہی لوگ پار ہو سکیں گے جو خوفِ خدا سے دنیا میں بہت روتے رہے ہوں گے۔ فرمایا ہاں میں نے کہا تھا۔ پھر ان کی ماں نے کہا کہ اے فرزند کیا تمہارے لئے دو مندے کے ٹکڑے بنا دوں کہ تم اپنے دونوں رخساروں پر رکھ لو جس سے تمہارے دانت چھب جائیں اور تمہارے آنسوؤں کو بھی وہ جذب کر لیں عرض کیا مادرِ گرامی آپ کو اختیار ہے، چنانچہ انھوں نے دو مندے کے ٹکڑے اُن کے رخساروں پر رکھ دیئے۔ لیکن وہ تھوڑی ہی دیر میں آنسوؤں سے تر ہو گئے جنھیں پھوٹنا پڑا، اس وقت حضرت زکریاؑ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی کہ یا کاک یہ میرا فرزند ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (عزّ السّ غلّبی ص ۲۰) وحیات العلوب مجلسی جلد ۱ ص ۱۰۰) ایک روایت میں ہے کہ حضرت یحییٰؑ نے کمالِ زہد کی دجہ سے ہمیشہ خرموں کے پتوں کا لباس پہنا اور درخت کی پتیاں کھا کر گذر اوقات کی۔

حضرت یحییٰؑ کے خصوصی صفات حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰؑ کے لئے یہ ایک خصوصی بات تھی کہ جب خدا کو مخاطب کرتے تھے تو آواز اتنی تھی ”لبیک یا یحییٰ“ اے یحییٰؑ میں تمہاری ہر بات کو سننے کے لئے تیار ہوں۔ قرآن مجید میں ہے (ترجمہ) اور ہم نے انھیں بچپن ہی میں اپنی بارگاہ سے نبوت اور رحم دلی اور پاکیزگی عطا فرمائی، وہ خود بھی پرہیزگار اور اپنے ماں باپ کے حق میں سعادتمند

تھے اور سرکش و نافرمان نہ تھے اور ہماری طرف سے ان پر برابر سلام ہے۔ جس دن پیدا ہوئے اور جس دن مرے گئے اور جس دن دوبارہ زندہ اٹھا کھڑے کئے جائیں گے۔ (پارہ ۱۴ سورہ مریم) یہی تینوں وقت انسان پر سخت ہیں، ایک پیدائش دُنیا کا طلسم دکھنا، دوسرے موت آخرت کا کارخانہ دیکھنا۔ تیسرے قیامت دُنیا، آخرت اور برزخ کے خلاف ایک خوفناک بندوبست دیکھنا خدا نے انھیں اوقات میں ان کو خصوصی طور پر سلامتی دے دی ہے۔

حضرت یحییٰ کا شیطان سے ایک سوال اور اُس کا جواب

یہ ظاہر ہے کہ شیطان ملعون ابن آدم کا ازلی دشمن ہے۔ وہ ہر ایک کو بہکانے اور اس کی عاقبت خراب کرنے کی سعی میں لگا رہتا ہے اور وہ اس سلسلہ میں کسی کو بھی نہیں بخشا اور ہر ایک کو صراطِ مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ نص قرآنی کے مطابق وہ مقرب بندوں انبیاء و اوصیاء پر اپنا جادو چلا کر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تاہم چور چوری سے باز آ سکتا ہے مگر ہیرا پھیری سے باز نہیں آتا۔ وہ ہر ایک کے گرد چکر لگاتا اور سب سے ملتا جلتا رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ کے پاس بھی آتا جاتا تھا، انھوں نے اس سے سوال کیا تھا جس کا اُس نے جواب دیا تھا، ہم اس سوال و جواب کو حیاتِ القلوب کے ترجمہ کی لفظ بہ لفظ عبارت میں پیش کرتے ہیں۔

”حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے کہ شیطان حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰؑ تک تمام پیغمبروں کے پاس آیا کرتا اور ان کے پاس بیٹھتا اور ان سے گفتگو کیا کرتا تھا۔ لیکن حضرت یحییٰؑ سے بہ نسبت اور پیغمبروں کے زیادہ اُنس رکھتا تھا۔ ایک روز حضرت یحییٰؑ نے اُس سے کہا، اے ابو مرہ میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا بیان فرمائیے۔ آپ کی قدر و منزلت میرے نزدیک بہت بلند ہے میں آپ کا ارشاد مسترد نہیں کر سکتا۔ حضرت نے فرمایا وہ تمام جال اور اپنی مکاری کے پھندے جن سے بنی آدم کو پھنساتا ہے مجھے دکھا۔ اس ملعون نے قبول کیا اور دوسرے روز دکھانے کا وعدہ کیا۔ دوسرے دن صبح حضرت یحییٰؑ اپنے گھر میں بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک صورت آپ کے پاس ظاہر ہوئی۔ جس کا چہرہ بند کے جیسا اور جسم سور کے مانند اس کی آنکھوں کی لمبائی اُس کے چہرے کی لمبائی کے برابر، اسی طرح اس کا دہن چہرے کے برابر لمبا تھا اور ٹھڈی اور ڈاڑھی نادر دھنٹی، چار ہاتھ تھے۔ دو سینے میں جڑے ہوئے تھے اور دو کندھوں میں پیر سامنے تھے اور انگلیاں بیٹھے کی طرف، ایک قبائلیہ نے جوئے اس پر ایک پٹکا کر کے باندھے ہوئے تھا اس کے ہاتھ پر مختلف رنگ کے دھڑے لٹکائے ہوئے تھا، ایک گھنٹہ ہاتھ میں خود سر پر اس میں سے آگ نکلتی تھی۔“

لٹکائے ہوئے۔ جب حضرت یحییٰؑ نے اس کو اس حالت سے دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ ٹپکا کس لئے ہے۔ اُس نے کہا یہ قید خانہ ہے۔ جسے میں نے ایجاد کیا ہے اور آدمیوں کے لئے رنگوں سے اس کو زینت دی ہے۔ پوچھا یہ مختلف رنگ کے ڈور سے اس میں کیسے ہیں اس نے کہا یہ عورتوں کی قسمیں ہیں۔ جو لوگوں کو مختلف طریقوں سے اپنی مکاریوں کے ساتھ گرفتار کرتی ہیں پوچھا یہ گھنٹے جو تیرے ہاتھ میں ہے یہ کیا ہے؟ اُس نے کہا اس میں تمام لذتوں کا مجموعہ ہے جس میں ہر قسم کے باجول مثلاً طنبور، بربط، بالنسری، قرنا وغیرہ کی آوازیں ہیں۔ جب کچھ لوگ شراب پینے میں مشغول ہوتے ہیں اور اس میں ان کو لطف نہیں ہوتا میں اس گھنٹے کو بجاتا ہوں تو لوگ گانے بجانے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور جب ان کے کانوں میں یہ آوازیں پہنچتی ہیں تو خوشی اور شوق میں اٹھنے کوئے اور ناپچنے لگتے ہیں ایک تالیال بجاتا ہے دوسرے کپڑے پھاڑتا ہے۔ حضرت یحییٰؑ نے پوچھا کوئی چیز تیرے لئے انتہائی خوشی اور روشنی پریشم کا باعث ہوتی ہے۔ اس نے کہا عورتیں کہ وہی میری مکاری کے پھندے اور جال ہیں۔ جب نیک لوگوں کی لعنت دیکھ کر میرے اوپر بہت جمع ہو جاتی ہیں تو میں عورتوں کے پاس جاتا ہوں ادا ان سے دل خوش کرتا ہوں، حضرت یحییٰؑ نے پوچھا یہ کیا ہے جو تیرے سر پر ہے۔ کہا اس سے نیک اور صلح لوگوں کی لعنت اور پھٹکار سے اپنی حفاظت کرتا ہوں فرمایا یہ آنکھ پر ہے اس میں کیسے لٹکے ہوئے ہیں، اس نے کہا اسی سے صاحبوں اور نیکوں کے دلوں کو اپنی طرف پھیرتا اور کھینچتا ہوں۔ حضرت یحییٰؑ نے پوچھا، کبھی تو نے آن داد کے لئے مجھ پر بھی قابو پایا ہے۔ اُس نے کہا ”نہیں“ لیکن ایک صفت آپ میں دیکھتا ہوں جو مجھے بھلی معلوم ہوتی ہے، پوچھا وہ کیا ہے؟ کہا وقت افطار آپ کچھ زیادہ کھانا کھالیتے ہیں جو گرانی کا سبب ہوتا ہے اور عبادت کے لئے آپ ذرا دیر میں اٹھتے ہیں۔ حضرت یحییٰؑ نے فرمایا کہ ایسا تو نہیں ہے۔ تجھے غلط فہمی ہے تاہم خدا سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی سیر ہو کر کھانا نہ کھاؤں گا، جب تک کہ خدا سے ملاقات نہ کروں شیطان نے کہا کہ میں بھی عہد کرتا ہوں کہ کسی مسلمان کو کبھی کوئی سفیحت نہ کروں گا، یہ کہہ کر چلا گیا اور پھر کبھی حضرت یحییٰؑ کے پاس نہ آیا۔

حضرت یحییٰؑ کی جانشینی چونکہ نبی کی جانشینی پروردگار نے اپنے ذمہ رکھی ہے اس لئے اس نے تمام انبیاء کے جانشین براہ راست خود مقرر کئے ہیں اور اعلان کے ساتھ تقرر فرمایا اور کبھی اس نبی کے ذریعہ سے مقرر کیا، جس طرح تمام انبیاء نے حکم خدا سے اپنا جانشین مقرر کیا۔ اسی طرح حضرت یحییٰؑ نے بھی کیا، کتاب حیات القلوب سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰؑ نے جب اپنے لئے جان کا خطرہ ملاحظہ کیا تو اپنا جانشین اولاد شمعون سے مقرر فرما دیا تھا۔ (جلد ۵ ص ۵۸ طبع لاہور)۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰؑ یہو برگزیدہ نبی تھے حضرت زکریاؑ کی خاص دُعا سے مال باپ بڑھاپے میں پیدا ہوئے تھے، بچپن میں درجہ نبوت پر فائز کئے گئے تھے۔ یعنی انتہائی کسبی کے عالم میں مبعوث کئے گئے تھے، تقدس کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے، عبادت اور خوفِ خدا میں ہوا نہ رکھتے تھے اُن سے کیونکر ممکن تھا کہ شریعت کے خلاف کوئی فتویٰ دے دیتے۔ وہ تحفظ و تردید شریعت کے لئے آئے تھے نہ کہ شریعت کو برباد کرنے کے لئے، ان کا کام تحفظِ اصولِ شریعت تھا اور اسی کے لئے وہ شہید ہوئے۔

ان کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ ان کے زمانے میں ایک اسرائیلی بادشاہ تھا جس کا نام تھا "ہیرموس" اس نے اپنے بھائی "فیلقوس" کی عورت سے جس کا نام "امیردوبا" تھا، عہد کر لیا تھا اور عورت کے اس بادشاہ کے بھائی سے ایک نہایت حسین و جمیل لڑکی تھی، بادشاہ اس پر عاشق تھا اور چاہتا تھا کہ اُسے جائز طریقے پر اپنے استعمال میں لائے اور بادشاہ کی بیوی بھی یہی چاہتی تھی، کیونکہ اسے یہ شبہہ تھا کہ بادشاہ آگے چل کر میرے بڑھاپے کی وجہ سے مجھے نظر انداز کر کے کسی اور عورت کو اپنی نظر دل میں جگہ دے لے گا، چنانچہ اس نے بادشاہ کو موقع بہ موقع اپنی لڑکی کی طرف مائل اور متوجہ کیا جس نے عشق کی موجودگی میں سونے پر شہانگہ کا کام کیا۔

بالآخر اُس نے ایک دن حضرت یحییٰؑ کو بلا بھیجا جن کی وہ بے انتہا عزت کرتا تھا اور اُن کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا اور جب وہ تشریف لائے تو اس نے اس کے متعلق مسئلہ پوچھا حضرت یحییٰؑ نے فرمایا کہ یہ بالکل حرام ہے اور تیرے لئے یہ لڑکی کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی لہذا تو خدا کا خوف کر اور اس ارادہ نکاح سے باز رہ۔

حضرت یحییٰؑ علیہ السلام شرعی فیصلہ دے کر اور حکمِ خدا سنا کر واپس چلے گئے، ان کے جانے کے بعد اس عورت نے سخت غیظ و غضب کا اظہار کیا اور بادشاہ سے حضرت یحییٰؑ کی بے مروتی پر ایسا کہیں اور ان کو صفحہ بہستی سے نیست و نابود کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ عورت جو چلن بدل کی بادشاہ ہوتی ہے اور جسے شیطان نے اپنا آلہ کار بنایا ہوا ہے، وہ جب انتقام کی ٹھان لے تو پھر اسے اُس کے ارادے سے کوئی طاقت باز نہیں رکھ سکتی۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ اس عورت نے جو کہ خود بھی پہلے سے بدکار تھی۔ "وكانت قتالة لابن مريم والصلحين" اور پہلے بھی انبیا۔ بنی اسرائیل اور ان کے صالحین کو قتل کراچکی تھی، ایک دن اپنی لڑکی کو ٹھیک ایسے موقع سے جبکہ بادشاہ شرابِ نشہ میں دھست تھا، بہترین لباس اور زیورات سے آراستہ کر کے اس کی خدمت میں پیش کیا اور تنہائی میں

اسے چھوڑ کر خود چلی گئی اور اپنی لڑکی سے کہہ دیا "ان تبقیہ وتعرض لہ فانذا رلودھا عن نفسہا
ابت علیہ حتی یعطیہا ما تسالہ" کہ وہ بادشاہ کو شراب پلائے اور خود بھی اس کا ساتھ دے
اور اپنے کو اس پر پیش کرے اور خب اچھی طرح اسے اپنی طرف مائل کر لے تو عین موقع پر انکار
کر دے اور اس وقت تک راضی نہ ہو جب تک وہ منہ مانگی مراد دینے پر تیار نہ ہو جائے پھر
جب وہ پوچھے کہ کیا چاہتی ہے تو کہہ دے۔ "یحییٰ بن زکریا کا سر"

چنانچہ اس نے نائل کی ہدایت پر پورا پورا عمل کیا اور عین موقع پر جب اُس نے پوچھا "ما تسلیٰ"
تو چاہتی کیا ہے؟ تو اس نے کہا میں یہ چاہتی ہوں کہ "ان تبعث الی ہاں یحییٰ بن زکریا فی
ہذا العطش" کہ تو یحییٰ بن زکریا کا سر اس طشت میں یہاں منگوا دے، اُس نے کہا دیکھ
سلیبی غیر ہذا "خدا تجھے غارت کرے اس کے علاوہ کچھ اور مانگ" اس نے کہا ما سالت
الا ہذا، میں تو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتی اور نہ مانگتی ہوں۔

بالآخر بادشاہ پر عورت کی صورت شقادت چھا گئی، اور اس نے حکم دے دیا کہ یحییٰ بن زکریا
کا سر جلد سے جلد یہاں لایا جائے۔ حکم حاکم مرگ مناجات فرج دوڑ پڑی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام
(جو اس وقت بروایت ثعلبی عذاب عبادت میں تھے) کا سر کاٹ کر پیش کر دیا گیا۔ "انّا لله وانا
الیہ راجعون"۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر جب طشت میں رکھ کر دوبار
میں لایا گیا تو سر مبارک سے یہ آواز برآمد ہوئی "لا تحمل لک" اے ملعون بادشاہ یہ لڑکی تیرے لئے
ہرگز حلال نہیں ہے۔ (عرائس ثعلبی ص ۲۰۹، روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۲۵ حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۰۰
سفیۃ البیہار جلد ۲ ص ۱۹۱) ایک روایت میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت آخری چہارہ
کو ہوئی ہے جسے قرآن مجید نے "نجس مسمر" کہا ہے۔ روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۲۵ میں ہے کہ خداوند عالم
نے قتل یحییٰ کا بدلہ "خرد دوس" نامی بادشاہ کے ذریعے سے ستر ہزار افراد موت کے گھاٹ اتار
دیئے گئے۔ ابن اثیر نے "جو درس" لکھا ہے جو گوردز سے معرب ہے اس سے مراد گوردز بن لایش
ہے جو ایران کے اشکانیہ خاندان کا سولہواں بادشاہ تھا۔ "مورخ ذاکر حسین نے لکھا ہے کہ قتل یحییٰ
کا عوض خدا نے اس طرح لیا کہ طیطوس (ٹائٹس قیصر روم) نے مملکت شام پر چڑھائی کر کے
بیت المقدس کو برباد کیا اور گیارہ لاکھ بنی اسرائیل کو قتل کیا۔ (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۴۳۵)۔

شہادت حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اثر

تواریخ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جب شہید کیا گیا اور ان کا سر کاٹ کر طشت میں رکھا گیا اور بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو سر سے مسلسل یہی آواز آرہی تھی کہ یہ عورت تیرے لئے حلال نہیں ہے، پھر اس سر سے جو خون نکلا وہ جوش کھڑے لگا۔ یہاں تک کہ طشت سے نکل کر زمین پر پہنچا اور وہاں سے چل کر شہر کے حدود تک پہنچ گیا۔ جو عرصہ دراز تک اُبلتا اور جوش کھاتا رہا۔

ایک روایت میں ہے ”فلما اخذ داراس یحییٰ حفصا اللہ بہا و باہلہا الارض عقوبۃ لہا بقتلہا یحییٰ علیہ السلام“ جب ان لوگوں نے ان کا سر کاٹ لیا تو خداوند عالم نے اس عورت اور اس کے گھر بار کو قتل یحییٰ کے سبب سے زمین میں دھنسا دیا۔ ایک روایت میں ہے ان الشمس بکت علی یحییٰ اربعین صباحا وکان بکاء ہا ان طلعت وغربت حمداً کہ حضرت یحییٰ کی شہادت پر آفتاب چالیس دن مسلسل روتا رہا اور اس کے رونے کی علامت یہ تھی کہ وہ طلوع اور غروب کے وقت سرخ ہو جاتا تھا۔ (عرائس امام ثعلبی ص ۲۹ طبع مصر)۔

حضرت یحییٰ اور حضرت امام حسینؑ کے حالات میں توافقی

مورخین و محدثین کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالات میں توافقی ہے۔ اسی لئے حضرت سید الشہداء سفر کر بلا میں بار بار حضرت یحییٰؑ کو یاد فرماتے تھے (۱) حضرت یحییٰؑ چھ ماہ میں پیدا ہوئے تھے۔ امام علیہ السلام بھی چھ ماہ میں متولد ہوئے تھے (۲) حضرت یحییٰؑ تحفظ احکام دین و شریعت کے لئے شہید ہوئے۔ حضرت امام علیہ السلام بھی تحفظ دین اور تقاسم کے لئے درجہ شہادت پر فائز ہوئے (۳) حضرت یحییٰؑ کا سر کاٹا گیا۔ حضرت امام حسینؑ کا بھی مگرنا گیا (۴) حضرت یحییٰؑ کا سر تن سے جدا ہونے کے بعد بولتا رہا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر بھی نوک نیزہ پر تلادت کلام پاک کرتا رہا۔ (۵) حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت پر امور خارق عادات ظاہر ہوئے جیسے آفتاب کا رونا حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر بھی خارق عادات امور ظاہر ہوئے جیسے آسمان و زمین، شمس وغیرہ کا رونا اور خود خلاق عالم کا گریہ کرنا جس کا مظاہرہ شفق کی رنجی سے کیا گیا۔ (صواعق محرقة) حضرت کامل کراروی فرماتے ہیں ۷

اگر سمجھے تو ماتم زافضائے آسمانی ہے
شفق کہتے ہیں جس کو خونِ بے کس کی نشانی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب ۳۷

حضرت جبرجیس علیہ السلام

حضرت جبرجیس، خدائے بزرگ کے مرسلہ نبی تھے اور دیگر انبیاء کی طرح منصوص، معصوم، افضل کائنات اور عالم علم لدنی تھے۔ نہایت نیک طینت، پاک باطن اور ہر حیثیت سے مدوح و محمود تھے۔ فلسطین کے رہنے والے تھے، ایک بادشاہ پر مبعوث کئے گئے تھے جو موصل میں رہتا تھا اس کا نام ”زادانہ“ تھا وہ ایک بُت کی پرستش کرتا تھا جس کا نام ”افلون“ تھا یہ بادشاہ بہت بڑا ظالم اور سرکش تھا۔ اس کی سلطنت شام تک پھیلی ہوئی تھی۔

حضرت جبرجیس بعثت کے بعد اس بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے اپنے آنے کی غرض ظاہر فرمائی اور اس سے کہا، اے بادشاہ یہ دنیا چند روزہ ہے اس میں کوئی ہمیشہ کے لئے نہیں آتا، میں تجھے ہدایت کرنے کے لئے آیا ہوں اور اپنی طرف سے نہیں بلکہ خداوند عالم کی طرف سے آیا ہوں۔ سُن اَللّٰہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر عقلمند انسان کے لئے لازم ہے کہ اسی کے سامنے سر جھکائے اور کسی کو اپنی عبادت میں اس کا شریک نہ قرار دے، اے بادشاہ میری نصیحت قبول کر اور کسی غیر کی عبادت سے توبہ کر، اے بادشاہ یہ بُت جو بنائے اور پوجے جلاتے ہیں یہ اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں کسی قسم کی کوئی طاقت نہیں ہوتی نہ بول سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں، نہ کسی مخالف سے اپنا تحفظ کر سکتے ہیں، یہ بُت ہیں اور ہر حال میں بُت بنے بیٹھے رہتے ہیں، ان کی پرستش چھوڑ دے۔

یہ سُن کر وہ گرج کر بولا، تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو، اس ملک میں تمہارا کیا کام ہے حضرت جبرجیس نے فرمایا کہ اے بادشاہ میں رُومی ہوں۔ فلسطین میں رہتا ہوں۔ تیری ہدایت کے لئے اَللّٰہ کی طرف سے مبعوث ہوا ہوں، مجھے ہدایت ہے کہ میں تجھے راہِ راست پر لاؤں اور تیری اور تیرے ماننے والوں کی ہدایت کروں۔

اس نے جوہنی یہ باتیں سنیں اگ بگولہ ہو گیا۔ کہنے لگا کہ خیر اسی میں ہے کہ تم اس قسم کی باتیں نہ کرو اور خاموشی سے واپس چلے جاؤ ورنہ تمہارا خشر بگڑدول گا، میں تمہاری ایک بات بھی ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ حضرت جبرجیس نے فرمایا کہ بے نیل مرام میرے واپس جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں تو تیری ہدایت کے لئے آیا ہوں اور اپنا فریضہ ادا کر دوں گا۔ چاہے اس سلسلہ میں مجھے کتنی ہی زحمت نہ گوارا کرنا پڑے۔ اس نے کہا کہ میں پھر تمہیں سمجھاتا ہوں کہ واپس چلے جاؤ اور پھر دوبارہ نہ آنا۔ حضرت جبرجیس نے فرمایا کہ تو خدا کے واحد کی وحدانیت کا اقرار کر لے میں ابھی ابھی واپس چلا جاتا ہوں اس نے کہا کہ اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔ حضرت جبرجیس نے فرمایا کہ پھر میں تو اپنا فریضہ ادا کر دوں گا۔ اس نے کہا کہ اچھا تم اپنا فریضہ ادا کرو، میں اپنا فریضہ ادا کرتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے حکم دیا کہ ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ حضرت جبرجیس گرفتار کر لئے گئے پھر حکم دیا گیا کہ ان کو بھرپور اذیت پہنچائی جائے۔ اب کیا تھا، حکم حاکم مرگ مفاعات "اُن کو انسانیت سوز اذیتیں پہنچائی جانے لگیں۔ سب سے پہلے آپ کے جسم کو لوہے کی گنگھی سے کھرچا گیا جس کی وجہ سے آپ کے جسم کا سارا گوشت ہڈی سے الگ ہو کر نکل گیا، پھر اس پر مسترا دیہ کہ زخمی جسم پر سرکہ ڈالا گیا۔ اور موٹے سخت کپڑے سے اسے رگڑا گیا۔ پھر لوہے کی سلاخیں لال کر کے آپ کے جسم کو داغا گیا، اس کے بعد لوہے کی میخیں تیار کر کے آپ کے سر میں ٹھونکی گئیں۔ یہاں تک کہ سارا بھیجا بہہ کر باہر نکل آیا۔ پھر سیسہ لچھلا کر آپ کے بدن پر ڈالا گیا اور ایک نہایت وزنی سلاح جسے اٹھارہ آدمی اٹھاتے تھے حضرت کے جسم مبارک پر رکھ دی گئی، یہ تمام مصائب دن بھر گزرتے رہے۔ مگر حکم خدا سے آپ زندہ رہے۔ مگر ظاہر آثار زندگی مفقود تھے۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی، اہل زندان کا بیان ہے کہ جب سب تماشاں اپنے اپنے گھر دوں کو چلے گئے تو خدا نے ایک فرشتہ کو حضرت جبرجیس کے پاس بھیجا اُس نے ہدایت صبر دی اور کہا کہ تم گھبراؤ نہیں صبر کرتے جاؤ، خدا تمہاری مدد کرے گا اور ہر حال میں تمہیں زندہ رکھے گا اور اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک مدت حیات پوری نہیں ہوتی، یہ کہہ کر اور انھیں تسلی دے کر فرشتہ چلا گیا۔

جب صبح ہوئی ظالم بادشاہ نے حضرت جبرجیس کو قید خانے سے بلوایا اور حکم دیا کہ اسے اتنے تازیانے مارو کہ یہ مر جائے۔ چنانچہ پشت اور پیٹ پر بے شمار تازیانے لگائے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرجیس جب دربار میں دوسرے دن صبح کو پیش ہوئے تو جلاتے ہی کہا کہ اسے بادشاہ "خدا نے وحدۃ لاشریک پر ایمان لا۔

العرض جب بادشاہ نے اُن کو قتل کرنے کی مختلف کوششیں کیں اور کامیاب نہ ہوا تو اپنے ممالک محروسہ کے حکام کو لکھ بھیجا کہ اپنے علاقے کے جادوگر دوں کو میرے پاس بھیجو، چنانچہ تمام جادو

آگئے، پھر ان میں جو سب سے ماہر تھا اُس سے کام لیا گیا۔ حضرت جبرئیلؑ جنہیں کل قید خانے میں کورے لگوانے کے بعد بھیج دیا گیا تھا، پھر قید خانے سے بلوایا گیا۔ جب تمام ساحر جمع ہو چکے تھے، حضرت جبرئیلؑ جب دربار میں پہنچے تو ساحروں میں جو سب سے زیادہ ماہر تھا اس نے آپ پر جادو چلایا مگر حکم خدا سے آپ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا، پھر حضرت کو زہر ہلاہل پلایا گیا مگر اُس سے کچھ نقصان نہ پہنچا۔

سب سے بڑے ساحر کا ایمان لانا

تو زمین کا بیان ہے کہ جب جادوگروں کا جادو باطل ہو گیا اور زہر ہلاہل نے کچھ اثر نہ کیا تو بڑے جادوگر نے کہا کہ ان کو جو زہر دیا گیا ہے وہ اتنا سخت اور خطرناک ہے کہ اگر اسے ساری دنیا پر اتنی ہی مقدار میں استعمال کیا جائے تو تمام دنیا اتنے زہر سے ہلاک ہو سکتی ہے، سب اندھے ہو سکتے ہیں اور سب کے جوڑ بند علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ ان چیزوں کا حضرت جبرئیلؑ پر چونکہ اثر نہیں ہے۔ اس لئے میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور ”جبرئیلؑ“ خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہیں، اور پتھر کے جتنے خدا سونے کے منبروں پر بیٹھے ہیں سب باطل ہیں۔ میں نے اب تک جتنے گناہ کئے ہیں ان سب سے توبہ کرتا ہوں اور خدا نے جبرئیلؑ سے پناہ اور مدد مانگتا ہوں یہ دیکھ کر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس ساحر کو قتل کر دیا جائے اور جبرئیلؑ کو قید خانے میں بھیج دیا جائے پھر حکم دیا کہ ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور ان ٹکڑوں کو کنوئیں میں ڈلوادیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

ادھر حضرت جبرئیلؑ کا جسم کنوئیں میں ڈالا گیا، ادھر غضب الہی کو جوش آیا، سیاہ آنکھیں جلنے لگی۔ ابرسیاہ آسمان سے اٹھا۔ بجلیاں چمکنے لگیں اور پہاڑ لرزنے لگے۔ بالآخر حضرت میکائیلؑ نے کنوئیں پر جا کر آواز دی۔ اے جبرئیلؑ اس خدا کے حکم سے اٹھ جاؤ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اور مستوی الخلق بنا یا ہے، حضرت جبرئیلؑ، لباس حیات سے آراستہ ہو کر کنوئیں سے باہر نکل آئے اور دربار میں جا پہنچے۔

سپہ سالار اور اُس کے لشکر کا ایمان لانا

اور جا کر کہا اے بادشاہ مجھے خدا نے اب مجھے پھر بھیجا ہے کہ میں تجھے راہِ راست دکھلاؤں اور مجھ سے کہا کہ بُت پرستی چھوڑ دے اور خدا کے وعدہ لامشریک کی عبادت کیا کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس نے تجھے شاہی دی ہے یہ دیکھ کر سپہ سالار لشکر نے آگے بڑھ کر دربار میں کہا کہ اے جبرئیلؑ میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا ہی معبود برحق ہے اور دیگر خدا باطل ہیں اور میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم خدا کے نبی ہو تمہارا خدا جس نے تمہیں زندہ کر کے کنوئیں سے نکالا، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ سپہ سالار لشکر کا یہ کہنا تھا کہ

اُس کی فوج کے چار ہزار سپاہی اُسی وقت ایمان لے آئے۔

بادشاہ نے جب اپنی فوج کا یہ حال دیکھا تو حضرت جبرئیلؑ کو قید خانے میں بھیجا دیا اور اُن سب مومنوں کو موت کے گھاٹ اُتر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے اُن مومنوں کو نہایت اذیت ناک انداز میں سزا دے کر قتل کرایا تھا۔

اس کے بعد اُس نے پھر اُن کو دوسرے دن قید خانے سے بلوایا اور حکم دیا کہ پتل کی تختیاں اُگ سے لال کر کے اُن کو زمین پر ڈال دیا جائے اور اُن پر حضرت جبرئیلؑ کو ٹسا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ایک لال تختی پر ان کو لٹا کر زنجیر سے باندھ دیا گیا اور سیسہ پھلا کر اُن کے حلق میں ڈالا گیا اور لوہے کی میخیں ان کی آنکھ اور ان کے سر میں پیوست کی گئیں۔ پھر ان میخوں کو نکال کر ان میں سیسہ پھلا کر ڈالا گیا، جب حضرت جبرئیلؑ اس پر بھی ہلاک نہ ہوئے تو اُن کے جسم کو اُگ میں جلا کر ان کی راکھ ہوا میں اڑا دی گئی لیکن حکم خدا سے میکائیلؑ نے آواز دی اور تمام اجزا بدن جبرئیلؑ مجتمع ہو گئے اور حضرت جبرئیلؑ کے جسم کی تکمیل ہو گئی اور زندگی رگ و پلے میں دوڑ گئی۔

حضرت جبرئیلؑ تندرست ہونے کے بعد پھر بادشاہ کے دربار میں تشریف لے گئے، بادشاہ

اُس وقت دربار لگاتے مسند نشین تھا۔ نبی خدا نے کہا کہ اے بادشاہ تو میرے ستانے کی طرف توجہ کے بغیر اپنی عاقبت کی طرف توجہ کر، یاد رکھ کہ اللہ کو ایک مانے بغیر عاقبت درست نہیں ہو سکتی خدا کو مان، اور پھر کے خداؤں سے جلد بھٹکا را حاصل کر جو شیطان کی پیداوار ہیں۔

وہ ابھی بادشاہ کو ہدایت ہی کر رہے تھے کہ ایک شخص دربار میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس چودہ منبر اور ایک لکڑی کا خوان ہے، اور سب دو قسم کی لکڑیوں سے بنے ہیں ایک وہ جو پھل دار تھی اور دوسرے وہ جو بلا پھل کی تھی، اگر تم نبی ہو تو اپنے خدا سے دعا کرو اور وہ ان تمام سوکھی لکڑیوں کو درخت کی صورت میں کر دے اور جو پھل دار درخت تھے ان میں پھل آجائے انھوں نے پوچھا کہ اگر میں ایسا کر دوں تو پھر کیا ہوگا، اس نے کہا کہ میں تمھاری تصدیق کروں گا، پس کر حضرت جبرئیلؑ دربار ہی میں دو زانو بیٹھے اور خدا سے دعا کی ان کا دعا کرنا تھا کہ ساری لکڑیاں درخت کی صورت میں ہری بھری ہو گئیں اور پھلوں سے لد گئیں، یہ دیکھ کر بادشاہ غل جھل ہونے کے بجائے غصے میں آگیا۔ اور اُس نے حکم دے دیا کہ انھیں دو لکڑیوں کے درمیان رکھ کر آگ سے چیر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کر دیا گیا۔ پھر حکم دیا گیا کہ فوراً ایک بڑے دیگ تیل، گندھک اور سیسہ ڈال کر پھلایا جائے اور اس میں ان کے جسم کو ڈال کر اُبال ڈالا جائے۔ جب ایسا کیا گیا تو سارا جسم پھل کر انھیں چیزوں میں بدل گیا، اس ظلم سے زمین تاریک ہو گئی، خدا نے حضرت اسرافیلؑ کو بھیجا انھوں

نے اگر ایک نعرہ لگایا، سب مُنہ کے بل گر پڑے اور ویک الٹ گیا، پھر اسرافیل نے آواز دی اے
جرجیس! بحکمِ خدا زندہ ہو جاؤ، چنانچہ وہ پھر زندہ ہو گئے۔

اور پھر اُس کے دربار میں پہنچے اور تبلیغ کی، اسی دوران میں
ایک عورت کا ایمان لانا

ہوں، میرے پاس ایک گائے تھی وہ مر گئی ہے، آپ اُسے زندہ کر دیجئے میں آپ پر ایمان لاؤنگی۔
حضرت نے اپنا عصا اسے دیا اور اُسے کہا کہ اسے لے جا کر اس کے جسم سے لگا اور آواز دے
کہ ”جرجیس! کہتا ہے کہ خدا کے حکم سے زندہ ہو جا“۔ اُس نے ایسا ہی کیا اور وہ زندہ ہو گئی۔ اس کے
فوراً بعد وہ عورت ایمان لے آئی۔ بادشاہ کو سخت غصہ آیا اور اس نے کہا کہ یہ ہماری مملکت میں
تبہا ہی ڈال رہا ہے۔ اس کے بعد بروایتِ ثعلبی اُس نے حضرت جرجیس کو آگ سے جلو اکر ان کی لکھ
دریا میں ڈالوا دی۔ وہ لوگ جو راکھ لے کر دریا میں ڈالنے گئے تھے۔ انھوں نے ایک غلیبی آواز سنی۔
”یا بھران اللہ یا مریک ان تحفظ ما فیک من هذا الجسم الطیب“ اے دریا تجھے خدا نے حکم دیا
ہے کہ تو اس جسم پاک کی حفاظت کر۔ پھر انھوں نے دیکھا کہ ایک آندھی آئی اور دریا سے اجڑائے
جسمِ جرجیس اُڑ کر ایک جگہ جمع ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ سر جھاڑتے ہوئے نمودار ہوئے۔ پھر ان
لوگوں نے جا کر بادشاہ سے یہ ساری باتیں بتائیں۔

یہ سن کر بادشاہ سخت گھبرایا اور اس نے سمجھ لیا کہ جرجیس میرے قابو کی شخصیت نہیں ہیں۔

بادشاہ نے تنہائی میں جرجیس سے کہا
کہ میں ایک شکل پیدا کرنا چاہتا ہوں
جس میں دونوں کی بات سنی ہو۔
بادشاہ کا سپر انداختہ ہونا اُس کی بیوی کا
ایمان لانا اور حضرت جرجیس کی بُت شکنی

وہ یہ ہے کہ تم مجھے یا میرے بتوں کو ایک بار سجدہ کرو اور ایک بکری نذر چڑھاؤ، حضرت جرجیس
نے کہا کہ تم بات اپنے مقام پر ٹھیک کہتے ہو، اچھا پہلے مجھے اپنے بُتِ خدائے میں لے چلو تاکہ
میں بتوں کو دیکھوں، چنانچہ وہ انھیں ہمراہ لے جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ لیکن چونکہ راتِ قریب تھی
اس لئے فیصلہ ہوا کہ آج رات کو جرجیس، خانہ بادشاہ میں قیام کریں گے۔ پھر دوسرے دن بتوں
کو دیکھنے جائیں گے۔

الغرض حضرت جرجیس رات کو بادشاہ کے گھر میں شبِ باش ہوئے، جب کچھ رات گز گئی
تو انھوں نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ نماز کے بعد زبور کی تلاوت کی، اُن کی آواز سن کر بادشاہ
کی بیوی بے چین ہو گئی۔ اور اُس نے ان سے موقع پا کر اپنے ایمانی عقیدے کا اظہار کیا۔ حضرت
جرجیس نے اسے باقاعدہ دعوتِ ایمان دی اور وہ مومن ہو گئیں۔ باہمی فیصلہ یہ ہوا کہ اُس کا ایمان

ظاہر نہ ہونے پائے۔ مختصر یہ کہ جب صبح ہوئی بادشاہ اُن کو بتوں کا سجدہ کرانے کی غرض سے ہمراہ لے کر بُت خانے میں گیا، وہاں انھوں نے دیکھا کہ پتھر کے خدا سونے کے منبر پر جھے بیٹھے ہیں، وہ قریب گئے اور ایک بڑے بُت کے ٹھوکرماری دے شکستہ ہو گیا اور اس کے اندر سے شیطان برآمد ہوا۔ حضرت جبرجیس نے شیطان کی سرزنش کی اور وہ اُن سے جان بچا کر بھاگ گیا بُت کا ٹوٹنا تھا کہ بادشاہ نے کہا کہ اے جبرجیس تم نے بڑی زیادتی کی ہے۔ تم یہاں کس مقصد کے لئے آئے تھے، اور تم نے یہاں میرے ”لاؤ لشکر“ کی موجودگی میں کیا کیا؟ حضرت جبرجیس نے فرمایا کہ اے بادشاہ میں نے یہ اس لئے کیا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ ان بتوں کا وجود بے معنی ہے، اے بادشاہ تو دیکھ رہا ہے کہ میری کوئی ہستی خدا کے سامنے نہیں۔ اگر یہ خدا ہوتے تو مجھ جیسے نادار کی ضرب سے چلنا چور نہ ہو جاتے۔“

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ بادشاہ کی بیوی بول اٹھی، اے جبرجیس، میں تمہارے خدا پر ایمان لاتی ہوں، بے شک دُھی مجھو دہے۔ پھر وہاں کے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر بولی کہ سنو، اگر تم نے جبرجیس کی بات نہ مانی تو زمین دھنس جائے گی اور تم سب فنا ہو جاؤ گے۔ یہ دیکھ کر بادشاہ نے اپنی بیوی کی طرف مخاطب ہو کر کہا: ”ویحک یا اسکندرۃ ما السرع ما اضلک هذا الساحر فی لیلة واحدة“ اے اسکندرہ تجھ پر دلتے ہو تجھے اس جادوگر نے ایک رات میں کس طرح بہکا دیا، حالانکہ میں سات سال سے اس کی سرکوبی کر رہا ہوں اور مجھ پر اس کا قطعاً کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس نے جواب دیا کہ اے بادشاہ شرم کر تو کیا کہتا ہے، تو اس پر کیوں غور نہیں کرتا کہ تیرے بے پناہ مظالم کے باوجود وہ کس طرح تجھ پر غالب آیا ہے۔

اس کے بعد بادشاہ نے حکم دے دیا کہ اس عورت کو اسی غار دار آگ اذیت پر لٹا دیا جائے جو جبرجیس کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ چنانچہ اُسے لٹا دیا گیا، اس نے جبرجیس سے کہا کہ اپنے خدا سے دُعا کر مجھے سخت اذیت ہو رہی ہے۔ حضرت جبرجیس نے دُعا کی اور وہ عورت ہنسنے لگی۔ پوچھا گیا کیوں ہنس پڑی اس نے کہا دو فرشتے شاندار تاج لئے ہوئے آگئے ہیں اور مجھے پہنا رہے ہیں۔ الغرض وہ وفات پا گئی اور جبرجیس نے بتایا کہ تاج اسے پہنا دیا گیا ہے اور وہ فرشتوں کے ساتھ عالم بالا میں چلی گئی۔

حضرت جبرجیس کی بددعا بادشاہ کی زوجہ کے وفات پاتے ہی حضرت جبرجیس علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی، مالک میری موت کا زمانہ

قریب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری زندگی میں ان ظالموں اور متکبروں پر عذاب نازل ہو جائے۔ خدا یا یہ بھی گزارش ہے کہ جو بھی کسی بلا اور مصیبت میں کبھی مبتلا ہوا اور اس قسم کے جابرین کے پھندے

میں بچنس جائے اور میرے واسطے سے دُعا کرے تو اُس کی دُعا کو قبول کر لینا۔ تو رُخین کا بیان ہے کہ حضرت برجیںؑ کی دُعا کے الفاظ ابھی ختم نہ ہونے پائے تھے کہ اِعْطِ اللّٰہُ عَلَیْہِمُ النَّارَ۔ خدائے اُن پر آگ برسا دی۔

حضرت برجیںؑ کی شہادت آسمان سے آگ کا برسنا تھا کہ ظالموں نے غصے میں آکر آپ کو تباہی سے دوچار کر دیا اور وہ وقت پورے ہو جانے کی وجہ سے وفات پا گئے۔

تورخین کا بیان ہے کہ وہ تو شہید ہو گئے، مگر جو آگ برسنے کا سلسلہ شروع ہوا تھا تو عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ شہر کی تمام چیزیں جل کر رکھ ہو گئیں اور عرصہ دراز تک یہ ہوتا رہا کہ زمین سے آگ اور بدبو دار ہوا خارج ہوتی رہیں۔ تورخین کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت برجیںؑ علیہ السلام کی محنت و مشقت اور عظیم قربانی کی وجہ سے بادشاہ کی بیوی اور اس کا عملہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ دُعائیں ثقلیٰ صفحہ ۲۲۵-۲۲۶ طبع مصر و حیات القلوب جلد ۸۸۸-۸۹۱ طبع لاہور، و تاریخ طبری جلد ۲۷۸-۲۸۰ طبع لکھنؤ۔

ذائقہ تام المعروف بہ چہل مجلس شتیئر

مُصَنَّف ذاکر آلِ عِمادِ سید الشہداء سید وزیر حسین رضوی المہمدی۔ یہ نظم و نثر کی مشہور و معروف کتاب نہایت ہی نفیس ہے۔ احوالِ اہلبیتؑ سے بہرہ مند ہونے کے لئے تاثیر کامل دیتی ہے یکم تحریر سے لے کر چہل نمک کی سلسلہ دار مجالس درج ہیں۔ ہدیہ مناسب۔

بزمِ انیس

مرتبہ :- ماسٹر سید شریف حسین صاحب حیدر بانی پتی۔

اس کتاب میں خدائے سخن میر انیس اعلیٰ اللہ مقامہ کے (۱۷) معرکہ اللہاء مرتبوں (۴۴) (۴۳) (۴۲) (۴۱) (۴۰) پاکیزہ رباعیوں کا بیش قیمت انتخاب اور نہایت قابلِ قدر انمول مرتبوں کا خزانہ درج ہے۔ اس میں جناب میر بر علی انیس اعلیٰ اللہ مقامہ کی تصویر بھی موجود ہے۔ آفست چھپائی۔ عمدہ کاغذ۔ سائز ۲۰x۳۰ حجم ۲۵۴ صفحات۔ مروج نہایت ہی خوبصورت۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ :- امامیہ کتب خانہ۔ مغل جویلی۔ اندرونِ موچی دروازہ لاہور۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب ۳۸

حضرت خالد بن سنان علیہ السلام

حضرت خالد بن سنان علیہ السلام خدا کے بھیجے ہوئے نبی تھے اور وہ اسی طرح منصوص مصوم عالم عظیم لدنی اور افضل کائنات تھے جس طرح دیگر انبیاء تھے۔ یہ بڑے عبادت گزار خوش اخلاق اور کریم النفس تھے۔ خداوند عالم نے انھیں قبیلہ عبس میں مبعوث فرمایا تھا اور وہ شہر عبس ہی کے رہنے والے تھے۔ اسی لئے اُن کے نام کے ساتھ خالد بن سنان عبسی لکھا جاتا ہے۔ یہ اپنے علاقے میں مسلسل تبلیغ کر رہے تھے مگر کوئی ایمان نہ لاتا تھا۔

عبس میں ایک خطرناک آگ کا ظہور
اور حضرت خالد کا عظیم کارنامہ

مورخین کا بیان ہے کہ بلاعبس میں ایک غار سے وقت معین پر سالانہ ایک بار آگ نکلتی تھی اور تمام چیزوں کو جلا کر خاک کر دیتی تھی، نہ وہاں زراعت کی جاسکتی تھی، نہ عمارتوں کی تعمیر ہو سکتی تھی، نہ کسی قسم کی آبادی کا امکان تھا۔ کیونکہ وہ آگ جب نکلتی تھی سب کچھ تباہ کر ڈالتی تھی۔ اس علاقہ کے لوگ سخت عاجز اور پریشان تھے مگر کچھ بنائے نہ بنتی تھی۔ حضرت خالد بن سنان عبسی نے مبعوث ہونے کے بعد اُن سے کہا کہ میں اس آگ کو اگر بجھا دوں تو کیا تم ایمان لاؤ گے؟ ان لوگوں نے کہا کہ اگر آبِ اتنا عظیم احسان ہم پر کریں گے تو ہم ضرور اس کے عوض میں آپ پر ایمان لائیں گے۔ حضرت خالد نے کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب یہ آگ برآمد ہوگی میں اس کو وہیں پہنچا دوں گا جہاں سے وہ نکلتی گی۔ اور پھر ایسا کر دوں گا کہ وہ کبھی برآمد نہ ہوگی۔

عرض نہ وہ تبلیغ میں مصروف رہے اور ان لوگوں پر راہِ راست دکھانے کی سعی کرتے رہے مگر انھوں نے ان کی ایک نہ سنی۔ لیکن ایسا ہوا کہ جس دن آگ اپنے پہاڑی غار سے نکلی اور طوفان کی طرح آگے بڑھی یہ سامنے آگئے اور انھوں نے اُسے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسی غار کی طرف

اس طرح ڈھکیل دیا جس طرح کوئی سخت اور مجسم چیز ڈھکیلی جاتی ہے اور اسے پیچھے رکھتے ہوئے غار کے اندر لے گئے اور ساتھ ہی خود بھی غار کے اندر داخل ہو گئے۔ لوگوں نے خیال کیا کہ خالدؓ جل جہنم کو خاکستر ہو گئے۔ اسی لئے برآمد نہیں ہوئے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے اور بالکل صحیح و سالم تھے۔

غار سے نکلنے کے بعد انھوں نے اُن لوگوں سے کہا کہ ہم نے تمھاری بہت بڑی مصیبت تم سے ٹال دی ہے۔ اب تم اپنے وعدہ کے مطابق ایمان لاؤ، تو وہ ٹال مٹول کرنے لگے اور کوئی بھی ایمان لانے کے قریب نہ بھٹکا، ان کے اس طرز عمل سے حضرت خالدؓ بن سنانؓ عیسیٰ بہت تنگ دل ہوئے اور حد درجہ مایوس ہو گئے۔

علماء کا بیان ہے کہ اس آگ کو جو غار سے نکلا کرتی تھی اور جسے حضرت خالدؓ بن سنانؓ عیسیٰ نے خدائی قوت سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا تھا۔ ”نار الحورثین“ کہتے تھے، سیوطی کا بیان ہے کہ یہ آگ بڑی ظالم تھی اور اس کو فرو کرنا حضرت خالدؓ کا شاندار کارنامہ تھا۔ اس آگ کو ”نار الحورثین“ کہتے تھے اور اسے بہت سے شعرا نے بھی اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے۔

خلید عربی کا ایک شعر یہ ہے۔
کنار الحورثین لها زفير
تصميم سامع الرجل السميع
ایک روایت میں اس آگ کو ”نار الحورثان“ بتایا گیا ہے۔

حضرت خالدؓ کی وفات کا واقعہ
مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت خالدؓ نے آگ کو بعد جب ان لوگوں سے کہا کہ ”تو مٹنوں بی“ اب تم مجھ پر ایمان لاؤ گے۔ ”قالوا لا“ ان لوگوں نے جواب دیا نہیں ہم تو ایمان نہ لائیں گے۔

یہ سن کر انھوں نے کمال مایوسی کے ساتھ کہا کہ اچھا جب ایسا ہے اور اب بھی تم وعدوں کے باوجود ایمان نہیں لاتے تو پھر میں ”مرا جاتا ہوں“ اور تمھیں سوچنے کے لئے مہلت دیتا ہوں سنو میں فلاں وقت وفات پاؤں گا۔ تم مجھے فلاں مقام پر دفن کر دینا، میری یرورت احتجاج کے طور پر اس امر کا اظہار مقصود ہوگی کہ تم لوگوں نے بے وفائی کی ہے اور وعدہ وفا نہیں کی تم نے وعدہ کیا تھا کہ آگ ٹل گئی تو ایمان لائیں گے مگر ایسا نہیں کیا اور ہمیں ”ٹکاسا“ جواب دے دیا ہے۔

دیکھو جب میں مرا جاؤں تو تم اپنے کئے پر غور کرنا اور اپنے مستقبل کو سوچنا، یہاں تک کہ میں قبر سے برآمد ہوں اور سنو۔ میری قبر سے برآمدگی اس طرح ہوگی کہ کچھ بھیڑیں میری قبر پر آئیں گی جن

میں جو دُرم بریدہ ہوگی، یعنی جب ایسی صورت پیدا ہو تو تم مجھے قبر کھود کر نکال لینا، پھر جو جی چاہے پوچھنا۔ حضرت خالد بن سنان نے یہ سب کچھ ان لوگوں سے کہہ کر لباس حیات اتار دیا اور موت کی چادر اوڑھ کر فوت ہو گئے، ان کی وفات کے بعد لوگوں نے انھیں سپردِ خاک کر دیا، اور مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر جب وہ وقت جس کی طرف انھوں نے اشارہ کیا تھا اور اُن کے کہنے کے مطابق بھیڑیں ظاہر ہوئیں تو کچھ لوگ اُن کی قبر کھود کر انھیں برآمد کرنے کے لئے گئے۔ جب قبر کے قریب پہنچے تو آپس میں کہنے لگے کہ اب یہ تو مرنے چکے ہیں اور کسی بھی مردے کو قبر سے نکالنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ عرب اسے بُرا خیال کرتے ہیں اور ہم پر طعنہ زنی کریں گے کہ قبر سے مردے کو اکھاڑا ہے۔ لیکن انھیں میں سے کسی نے یہ بھی کہا کہ نہیں دیگر مردوزن کی اور بات ہے اور ان کی اور بات ہے لہذا قبر کھودنا چاہیئے۔ مگر ان لوگوں کی اکثریت نے کہا کہ خواہ مخواہ کی باتیں کرتے ہو، جب تم ان کی زندگی میں ان پر ایمان نہیں لاتے۔ ذکیف تو منون بہ بعد موت؟“ ثواب ان کے مرنے کے بعد ایمان لانے کی کوئی توقع ہے اور تم کیسے ایمان لاؤ گے۔“ بہتر یہ ہے کہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔“ وَلَئِنْ بَنَشْتُمُوهُ لَيَكُونَنَّ عَلَيكُمْ اور اگر نہیں مانتے اور قبر کھود کر ان کو نکالنا ہی چاہتے ہو، تو پھر تم جانو! آئندہ حالات کی ذمہ داری تم پر ہوگی ہماری رائے یہ ہے کہ ”فاتر کواہ“ کہ انھیں چھوڑ دو اور ان کی قبر نہ کھودو۔“ فاطر کواہ“ پھر اس مقصد پر اتفاق ہو جانے کی وجہ سے ان کو قبر ہی میں چھوڑ کر چلے گئے۔

حضرت خالد کی بیٹی حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اپنے اصحاب کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ ایک عورت کو آتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فوراً اس کا خیر مقدم کیا اور اسے مرجا کہہ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر اصحاب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ نبی خداؐ خالد بن سنان عسبی، کی بیٹی ہے اور اس کا نام حیا ہے اس کے بعد حضرت رسول کریمؐ نے حضرت خالد بن سنان کے صفات اور حالات و واقعات بیان فرمائے۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۸۹۲ طبع لاہور و سفینۃ البحار جلد ۱ ص ۴۰۵ و نور البین علامہ جزائری ص ۱۵۱) ایک روایت میں ہے کہ نبی خداؐ حضرت خالد بن سنان عسبی کی بشت زمانہ فترت میں ہوئی تھی۔ (واللہ اعلم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب ۳۹

حضرت مخطلہ بن صفوان علیہ السلام

حضرت مخطلہ علیہ السلام خالق کائنات کے بھیجے ہوئے برگزیدہ نبی تھے اور ان تمام صفات سے متصف تھے جن سے تمام انبیاء کا مقصد ہونا لازمی ہے، وہ بڑے نیک سیرت خوش اخلاق مہمان نواز اور نرم طبع تھے، خداوند عالم نے انھیں آذربائیجان میں مبعوث فرمایا تھا، وہاں ایک نہر تھی جسے ”رس“ کہتے تھے یہ درخت صنوبر کی پرستش کرتے تھے۔ ان کی عورتیں عورتوں سے ماحق کرتی تھیں اور ان کے مرد مردوں کے ساتھ اغلام کیا کرتے تھے، ان کی عورتیں مردوں سے اور ان کے مرد عورتوں سے بے نیاز تھے، ان کا طریقہ تھا کہ وہ اپنی بیٹی ماں، بہن کو اپنے بڑے سیول دوستوں کو استعمال کے لئے دے دیتے تھے۔ بروایت دہ باکرہ لڑکیوں کو بھی پوجتے تھے۔ جب ایک لڑکی تیس سال کی ہو جاتی تھی تو اسے مار کر دوسری کو تجویز کر لیتے تھے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ بحوالہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ ”قبیلہ بنی تمیم کے اشراف ہیں سے ایک شخص جس کا نام ”عمرو“ تھا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آپ کی شہادت سے تین روز پہلے حاضر ہوا اور عرض کی ”مولا مجھے آگاہ فرمائیے کہ ”احباب رس“ کا کیا قصہ ہے؟ اور وہ کس زمانے میں تھے؟ اور کس مقام کے رہنے والے تھے؟ انکا بادشاہ کون تھا؟ خدا نے ان کی جانب کسی پیغمبر کو بھیجا تھا یا نہیں؟ وہ کس طرح ہلاک ہوئے؟ اس لئے کہ ہم کتاب خدا میں ان کا ذکر تو پاتے ہیں۔ مگر ان کے حالات اس میں درج نہیں ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے وہ بات دریافت کی کہ تجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی تھی، اور میرے بعد کوئی ان کے حالات بیان بھی نہیں کر سکتا۔ مگر یہ کہ مجھ ہی سے روایت کرے گا، کتاب خدا میں کوئی آیت ایسی نہیں کہ جس کی تفسیر میں نہ جانتا ہوں، مجھے علم ہے کہ کونسی آیت کہاں نازل ہوئی، کس مقام پر نازل ہوئی، دن میں نازل ہوئی یا رات میں نازل ہوئی پھر اپنے

سینہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں بے انتہا علم بھرا ہوا ہے جس کے طلب کرنے والے بہت کم ہیں اور میرے بعد پھنتائیں گے کہ کیوں نہ حاصل کیا ؟

اسے برادران کا قصہ یہ ہے کہ وہ ایک گروہ تھے جو درخت ”صنوبر“ کی پرستش کیا کرتے تھے جس کو ”شاہ درخت“ کہتے تھے، جسے ”یافث بن نوح“ نے ایک چشمہ کے کنارے بویا تھا جسے ”ردشباب“ کہتے تھے جو بعد طوفان، حضرت نوحؑ کے لئے جاری ہوا تھا، ان لوگوں کو ”اصحاب رس“ اس لئے کہتے تھے کہ انھوں نے خدا کے ایک پیغمبر (تخلطہ بن صفوان) کو زندہ دفن کر دیا تھا وہ ایک نہر کے کنارے بارہ شہروں میں آباد تھے وہ نہر جس کو ”رس“ کہتے تھے وہ بلا دمشق میں واقع تھی۔ جس کو اس زمانے میں ”ارس“ کہتے ہیں اور ان لوگوں کو اسی مناسبت سے اصحاب رس کہتے تھے، اس زمانے میں کوئی نہر ٹھٹھے پانی سے لبریز اس نہر سے بہت روتے زمین پر نہ تھی اور نہ ان کے شہروں سے بہتر اور زیادہ آباد دنیا میں کوئی اور شہر تھا۔ ان کے شہروں کے نام (۱) آیان (۲) از رودی (۳) بہمن (۴) اسفندار (۵) فروردیں (۶) اردوی (۷) بہشت (۸) خرداد (۹) مرداد (۱۰) بتر (۱۱) مہر (۱۲) شہر پور تھے۔

ان سب میں بڑا ”اسفندار“ تھا، جو ان کے بادشاہ کا پایہ تخت تھا اور ”ترکوز بن غابور بن بارش بن سارن بن مردوبن کنعان“ بادشاہ تھا اور وہ چشمہ اور وہ درخت صنوبر اسی شہر میں واقع تھا اور ان شہروں سے ایک شہر میں اس درخت صنوبر کے تختی پھل کے بیج بوئے تھے اور اس چشمہ سے جو بڑے صنوبر کے درخت کے قریب جاری تھا ایک نہر بنائی تھی جو ان درختوں کو سیراب کرتی تھی جو ان بچوں سے اُگے تھے۔ یہاں تک کہ وہ سب درخت بڑے ہو گئے اور ان چشموں اور نہروں کے پانی جو اس چشمہ سے نکالے گئے تھے۔ اپنے اور اپنے چوپالوں کے لئے حرام کر رکھا تھا اور ان چشموں کا پانی نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ان چشموں کے پانی ہمارے خداؤں کی زندگی کا سبب ہیں اور مناسب نہیں کہ کوئی اپنے خداؤں کی زندگی کا پانی پی کر ان کی زندگی اور عمر کو کم کرے بلکہ وہ خود اور ان کے موشی نہر رس سے پانی پیتے اور اسی کو استعمال کرتے تھے جس کے کنارے ان کے شہر آباد تھے۔

ان کا دستور تھا کہ ہر مہینے ایک ایک شہر میں عید منائی جاتی تھی اور جس شہر میں عید مناتے تھے۔ اس کے باشندے اس صنوبر کے پاس حاضر ہوتے جو ان کے شہر میں ہوتا اور اس پر ریشمی پردہ ڈالتے جس پر مختلف صورتیں بنی ہوتی تھیں اور گایوں اور بھیرول کو اس درخت صنوبر کے لئے قربانی کرتے تھے اور لکڑیاں جمع کر کے ان قربان گاہ پر لگا دیتے تھے جب بھول اور ان کے بخارات ہوا میں بلند ہوتے اور آسمان چھپ جاتا تو وہ سب رنج و اندوہ اور غم و الم کرتے، روتے اور گریز کرتے

کرتے تاکہ وہ درخت ان سے راضی ہو۔ اس وقت شیطان آکر ڈیرہ جھاتا اور درخت کے تنے سے ایک لڑکے کی سی آوازیں بولتا اور کہتا۔

”میرے بندو! میں تم سے راضی ہوا، تمہارے دل مسرور اور آنکھیں روشن ہوں۔“

یہ سن کر وہ سجدے سے سر اٹھاتے، شراب پیتے اور دف وغیرہ بجاتے اور گاتے اور تمام رات دن عیش و عشرت میں مصروف رہتے پھر دوسرے دن اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے تھے۔

انھیں شہرِ دل کے نام پر عجم کے لوگوں نے اپنے مہینوں کے یہ نام رکھے ہیں۔ چنانچہ آبائنا اور آذرماہ وغیرہ ان شہروں کی مناسبت سے مہینوں کے نام ہیں۔ چونکہ ہر مہینہ میں کسی ایک شہر میں عید ہوتی تھی لہذا کہتے تھے کہ یہ فلاں شہر کی عید ہے اور ان مہینوں کے نام ان شہروں کے نام پر مشہور ہوئے۔ اور جب ان کے سب سے بڑے شہر کی عید ہوتی تو چھوٹے بڑے اس شہر میں جا

اور اس بڑے درخت صنوبر اور اس چشمہ کے پاس حاضر ہوتے اور ایک بڑا شہمی پردہ جس پر طرح طرح کی صورتیں بنی ہوتیں اس درخت پر ڈال دیتے اور ”سرا پردہ“ کے سامنے بارہ درگاہ بناتے کہ ہر درگاہ

انکے بارہ شہروں میں سے ایک شہر والوں کے لئے مخصوص تھی اور پردے کے باہر سے اس درخت صنوبر کو سجدہ کرتے اور اس کے واسطے قربانیاں کرتے۔ اتنی ہی قربانیاں جتنی ہر درخت کے لئے

انکے الگ کرتے تھے، پھر ابلیس ملعون آکر اس درخت کو بلاتا اور اس میں سے آواز دیتا اور ان سے کلام کرتا۔ ان سے وعدہ کرتا اور ان شیطانوں سے زیادہ اُمیدیں دلاتا جو دوسرے درختوں کے

شیاطین ان کو اُمیدیں دلاتے تھے، پھر وہ لوگ سجدے سے سر اٹھاتے تھے اور خوب شراب پیتے اور عیش و عشرت میں بارہ روز تک تمام سال کے عہدوں کے برابر گزارتے پھر اپنے اپنے

گھروں کو واپس چلے جاتے ان کی یہ حرکتیں جو عدد درجہ نازیاں تھیں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ جب ان کا کفر و طغیان حد سے بڑھ گیا۔ خداوند عالم نے بنی اسرائیل میں سے

ایک نبی (حضرت خنظلہ) کو مبعوث کیا جو ان کو خدا کی معرفت اور اس کی عبادت کی ہدایت کرتا، لیکن وہ اس کی پیروی سے انکار ہی کرتے رہے، جب پیغمبر نے دیکھا کہ وہ اپنے کفر و ضلالت میں غرق

ہیں اور پیغمبر کی نصیحت و ہدایت سے اپنے خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے اور اپنی بھلائی و نیکی کی جانب رجحان نہیں کرتے تو جب ان کے سب سے بڑے شہر کی عید کا زمانہ آیا تو نبی نے بارگاہ

الہی میں مناجات کی کہ خداوند اتیرے یہ بندے میری تکذیب اور تیری ذات سے انکار کے سوا کوئی امر نیک اختیار نہیں کرتے، مالک گذارش ہے کہ یہ جس درخت کو پوجتے ہیں تو اسے خشک

کر دے اور اپنی قوت و طاقت ان کو دکھا دے۔ اس دُعا کا یہ اثر ہوا کہ دوسرے روز صبح کو ان گمراہوں نے دیکھا کہ ان کے تمام درخت خشک

ہو گئے ہیں جس سے وہ بہت پریشان اور خوفزدہ ہوئے اور ان میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک کہتا تھا کہ یہ شخص جو خدائے آسمان و زمین کی پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے اُس نے جادو کر دیا ہے تاکہ تمہاری روزی جو تمہارے خداؤں کی جانب سے ملتی ہے، اپنے خدا کی جانب سے قرار دے اور دوسرا گروہ کہتا تھا کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے خداؤں کو تم پر غصہ آگیا ہے اس سبب سے کہ یہ شخص حنظلہؑ ان کے عیوب بیان کرتا ہے اور ان کی مذمت کرتا ہے اور تم ان کو منع نہیں کرتے۔ اس سبب سے اپنی تانگی اور شگفتگی پوشیدہ کر لی ہے، تاکہ تم ان کی وجہ سے اس مرد (حنظلہؑ) پر غضبناک ہو اور اس سے انتقام لو۔

یہ سوچ کر ان گمراہوں نے حضرت (حنظلہؑ) کو قتل کرنے کا مشورہ کیا اور انھیں مار ڈالنے پر متفق ہو گئے۔ اس کے لئے سیسے کے بہت سے نلکے بنائے، بہت چوڑے اور کشادہ اور ایک دوسرے میں جوڑ کر اس چشمہ بزرگ کی تہ تک لے گئے اور ان نلکوں میں سے پانی نکال کر اسکے اندر گئے اور اندر ایک بڑا کنواں کھودا اور پیغمبر (حنظلہؑ) کو اسی کنوئیں میں ڈال کر اس کے منہ پر ایک بہت بڑا پتھر رکھ دیا اور باہر نکل آئے۔ پھر ان نلکوں کو چشمہ سے نکال لیا کہ پانی اس کنوئیں کے اوپر سے چشمہ کی سطح تک برابر جاری ہو گیا۔ اس وقت کہنے لگے کہ اب ہمارے خدا ہم سے راضی ہو گئے ہوں گے۔ کیونکہ انھوں نے دیکھ لیا کہ ہم نے اس شخص کو مار ڈالا جو ان کی مذمت کرتا تھا اور سب سے بڑے خدا (صنوبر) کے نیچے اس کو ہم نے دفن کر دیا، ممکن ہے اب ان کی تانگی و تراوٹ ہمارے واسطے واپس آجائے۔

پھر یہ ظالم اس روز تمام دن پیغمبر کے نالہ و فریاد کی آواز سنتے رہے کہ وہ اپنے خدا سے دعا کرتے تھے کہ ”بار الہا تو میری اس تنگ جگہ کو اور میرے غم و اندوہ کو دیکھ رہا ہے۔ میری بیسی اور بے چارگی پر رحم کر اور میری رُوح کو جلد قبض کر لے اور اس میں تاخیر نہ فرما، یہاں تک کہ وہ مظلوم پیغمبر رحمت الہی سے واصل ہو گئے۔... اس وقت حق تعالیٰ نے جبریل کو وحی کی کہ یہ میرے بندے بہت سرکش ہو گئے ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے نہیں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور انھوں نے میرے پیغمبر کو مار ڈالا، کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ میرے عذاب کا رخ ان کی طرف نہ ہو گا اور کیا وہ میری حکومت اور بادشاہی سے نکل سکتے ہیں حالانکہ میں اپنے ہر نافرمان سے اور عذاب سے نہ ڈرنے والے سے ہمیشہ ناراض رہا ہوں۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں ان لوگوں کو اس طرح معذب کر دوں گا کہ تمام عالم کے لئے ان کا ماشہ ہو گا۔ غرض کہ وہ بدستور اپنی عید منانے میں مشغول تھے۔ ناگاہ ایک سرخ ہوائے تندان برآئی۔ جس سے وہ سب حیران ہو گئے اور ڈر کر ایک دوسرے سے لپٹ گئے، پھر خدا نے زمین کو ان کے پیروں کے نیچے جلتا اور پھلتا ہوا گندھک

بنادیا اور ایک سیاہ ابر ان پر چھا گیا، جس سے آگ برسا شروع ہوئی جس نے ان کے بدنوں کو
 پگھلا کر پانی بنا دیا۔ جیسے سیدہ آگ میں گچھل کر پانی ہو جاتا ہے۔ حضرت امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں
 ”فنعوذ باللہ من غضبہ ونزول نعمتہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“
 ہم اللہ کے ذریعہ سے اس کے غضب اور نزولِ عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔ بے شک ہر قسم
 کی قوت و طاقت صرف اللہ میں ہے جو نہایت ہی بزرگ و برتر ہے۔ (حیات القلوب جلد ۱
 ص ۴۸۲، سیفۃ البحار جلد ۱ ص ۳۴۶، نور المبین علامہ جزائری ص ۲۲۵، عرائس ثعلبی، تاریخ اسلام
 جلد ۱ ص ۲۳۶) اصحاب رس کا واقعہ ایک دوسری روایت کی روشنی میں گزر چکا ہے۔

حضرت چہارہ معصومین علیہم السلام کے تمام پاکیزہ حالات زندگی

چوہہ ستارے

معہ اضافہ

مؤلف: شیخ الحدیث الحاج علامہ سید نجم الحسن صاحب قلم کراچی
 ناظم اعلیٰ شیعہ مجلس علمائے پاکستان (پشاور)

ہم نے کتاب چوہہ ستارے معہ اضافہ باتصویر آفٹ پر طبع کرائی ہے
 اس میں ۱۱۲ صفحات کا اضافہ ہے۔ فہرست مضامین اور فہرست مآخذ بھی درج ہے
 ایران و پاکستان کے چھ علماء کی تقاریر سے مزین ہے۔ نمائندگی چ پانچ رنگ کے
 گرد و کوشش سے آراستہ ہے۔

نوٹ: یہ کتاب ”چوہہ ستارے“ خریدتے وقت امامی کتب خانہ لاہور کی
 مطبوعہ خریدیں۔ کیونکہ یہ ایڈیشن بالکل صحیح ہے لکھائی چھپائی بہترین مجسم
 ۲۰۸ صفحات۔ سائز ۲۶ × ۲۰

ہدیہ قسم اول سفید کاغذ مجلد

ملنے کا پتہ

امامی کتب خانہ مغل جویلی — اندرون موحید واہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب ۲۰

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جناب مریم بنت عمران کے فرزند تھے، وہ دیگر انبیاء کی طرح منصوص من اللہ مصوم، افضل کائنات اور عالم علم لدنی تھے۔ لیکن اس امر میں متفرد تھے کہ جس طرح یہ مصوم تھے، ان کی والدہ حضرت مریم بھی مصومہ تھیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حمل بطن حضرت مریم میں امر رب سے جمعہ کے دن قائم ہوا تھا اور ان کی ولادت ۲۵ ذی قعدہ

کو سہ شنبہ (منگل) کے دن ۱۲ گھڑی دن چڑھے ہوئی تھی۔ یہ بنی اسرائیل کے آخری نبی اور حضرت موسیٰ پہلے نبی تھے۔ ان دونوں کے درمیان چھ سو نبی گزرے تھے۔ (حیات القلوب)

حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا واقعہ اور حضرت مریم پر بہتان کی صفائی قرآن مجید کے الفاظ میں

حضرت مریم جناب عمران کی بیٹی تھیں اور دعاؤں کے سہارے پیدا ہوئی تھیں، انھیں بہت تقدس کے لئے وقف کر دیا گیا تھا اور وہ شب و روز عبادت میں مشغول و مصروف رہا کرتی تھیں، مگر چونکہ ان کے بطن سے حضرت عیسیٰ کی پیدائش مقدر ہو چکی تھی اور قدرت کا یہ منشاء تھا کہ مس بشر کے بغیر حضرت عیسیٰ پیدا ہوں اس لئے امر رب سے حمل کا استقرار ہوا اور چونکہ پیدائش کا یہ طریقہ غیر متداول تھا اس لئے وہ لوگ جو قدرت رب پر یقین نہ رکھتے تھے، حضرت مریم کے خلاف جھگڑا اٹھے اور ان پر بہتان باندھنا شروع کر دیا۔ ان تمام واقعات و حالات کو قرآن مجید نے بالتفصیل بیان کیا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ”وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذْ نَادَىٰ رَبُّهَا رَبِّ ارْزُقْنِي وَابْنِي وَارْحَمْنِي وَارْحَمِ بَنِيَّ“

کہ وہ جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر پورب کی طرف والے مکان میں (غسل کے واسطے)

جا بیٹھی۔ پھر اُس نے اُن لوگوں کے سامنے پردہ کر لیا تو ہم نے اپنی رُوح (جبرئیل) کو اسکے پاس بھیجا تو وہ اچھے خاصے آدمی کی صورت بن کر اُن کے سامنے آکھڑا ہوا۔ وہ اس کو دیکھ کر گھبرائیں، اور کہنے لگیں۔ اگر تو پرہیزگار ہے تو میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ (میرے پاس سے ہٹ جا) جبرئیل نے کہا کہ میں تو صاف تمہارے پروردگار کا پیغمبر (فرشتہ) ہوں تاکہ تم کو پاک و پاکیزہ لڑکا عطا کروں، مریمؑ نے کہا کہ مجھے لڑکا کیونکر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ کسی (مرد) نے مجھے چھو تا تک نہیں ہے اور نہ میں بدکار ہوں، جبرئیل نے کہا کہ تم نے کہا ٹھیک، مگر تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ بات (بے باپ لڑکا پیدا کرنا) مجھ پر آسان ہے تاکہ اس کو پیدا کر کے لوگوں کے واسطے (اپنی قدرت کی) نشانی قرار دوں اور اپنی خاص رحمت کا ذریعہ بناؤں اور یہ بات فیصل شدہ ہے غرض کہ لڑکے کے ساتھ وہ آپ ہی آپ حاملہ ہو گئیں پھر اس کی وجہ سے لوگوں سے الگ ایک دُور مکان میں چلی گئیں۔ پھر جب (جننے کا وقت قریب آیا) تو دروازہ انھیں ایک کھجور کے سونکھے درخت کی جڑ میں لے آیا اور بے کسی میں شرم سے کہنے لگیں۔ کاش میں اس سے پہلے مہجاتی اور ناپید ہو کر بالکل بھولی بسر ہو جاتی تب (جبرئیلؑ) مریمؑ کے پائیں کی طرف سے آواز دی کہ تم کو کھو نہیں، دیکھو تو تمہارے پروردگار نے تمہارے قریب ہی نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے اور غرمے کی جڑ (تنہ) پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ، تم پر گئے پکے تازہ غرمے جھڑیں گے۔ پھر شوق سے غرمے کھاؤ اور چشمے کا پانی پیو اور لڑکے سے اپنی آنکھ ٹھنڈی کرو، پھر اگر تم کسی آدمی کو دیکھو اور وہ تم سے کچھ پوچھے تو تم اشارے سے کہہ دینا کہ میں نے خدا کے واسطے روزہ کی نذر کی تھی تو میں آج ہرگز کسی سے بات نہیں کر سکتی۔ پھر مریمؑ اس لڑکے کو اپنی گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں۔ وہ لوگ دیکھ کر کہنے لگے کہ اے مریمؑ تم نے یقیناً بہت بُرا کام کیا۔ اے مارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہی بُرا آدمی تھا اور نہ تو تیری ماں ہی بدکار تھی۔ (یہ ٹوٹنے لگا کیا) تو مریمؑ نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس سے پوچھ لو۔ وہ لوگ بولے کہ بھلا ہم گود کے بچے سے کیونکر بات کریں اس پر وہ بچہ قدرتِ خدا سے بول اٹھا کہ میں بے شک خدا کا بندہ ہوں مجھ کو اسی نے کتاب (انجیل) عطا فرمائی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے اور میں چاہے کہیں رہوں مجھ کو مبارک بنایا اور مجھ کو جب تک زندہ رہوں نماز پڑھنے زکوٰۃ دینے کی تاکید کی ہے اور مجھ کو اپنی والدہ کا فرمانبردار (بنایا) اور الحمد للہ کہ مجھے مکرش نافرمان نہیں بنایا اور خدا کی طرف سے جس دن

میں پیدا ہوا ہوں اور جس دن مردل گا، مجھ پر سلام ہے اور جس دن دوبارہ زندہ اٹھا کر کھڑا کیا جاؤں گا۔ یہ ہے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کا سچا سچا قصہ ”فیہ تمترون“ جس میں یہ لوگ خواہ مخواہ شک کیا کرتے ہیں۔ خدا کے لئے کیسی طرح سزاوار نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ پاک و پاکیزہ ہے، وہ جب کسی کام کا کرنا چاہتا ہے تو اس کو کہہ دیتا ہے کہ ”ہو جا“، تو وہ ہو جاتا ہے۔ (پل سورہ مریم رکوع ۵)۔

ایک اور مقام پر پیدائش سے قبل بشارت کے طور پر فرمایا گیا ہے کہ اے مریمؑ خداتم کو ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جو مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کے نام سے موسوم ہو گا جو دنیا و آخرت میں صاحب قدر و منزلت ہو گا اور خدا کا مقرب ہو گا۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو کلمہ اس لئے کہا گیا کہ وہ لفظ ”کن“ سے باپ کے بغیر پیدا ہوتے یا اس لئے کہ ان کی خوشخبری پیغمبران ماسبق نے دی تھی یا اس لئے کہ ان کے کلام سے خدا نے لوگوں کی ہدایت فرمائی، اور مسیح اس لئے فرمایا گیا کہ وہ خدا کی جانب سے برکت و یمینت اور گناہوں کی پاکی سے مسح کئے ہوئے تھے یا اس لئے کہ وہ اندھوں اور دیگر قسم کے بیماروں کو اپنے ہاتھ سے چھو کر شفا دیتے تھے۔ عبرانی میں مسیحا تھا اور عربی میں مسیح قرار پایا۔ رجاء القلوب جلد اول پھر ارشاد دہوا کہ وہ گوارے میں کلام کرے گا۔ حضرت مریمؑ نے عرض کی مالک میرے یہاں کچھ کیونکر ہو سکتا ہے۔ جبکہ مجھے کسی بشر نے مس نہیں کیا۔ خدا نے فرمایا کذلک اللہ یخلق ما یشاء اذا قضیٰ امرًا نسا یقول لہ کن فیکون“ فرمایا کہ جب خدا چاہتا ہے باپ کے بغیر بھی بچہ پیدا کر دیتا ہے اور وہ لفظ کن سے کام لیتا ہے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ مریمؑ کس مقام پر تھیں کہ جب شیٹل نے بشارت فرزند دی۔ بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ وہ گھر ہی میں ایک مقام پر غسل کرنے کے لئے غسل خانے میں گئی تھیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ وہ بیت المقدس ہی میں تھیں، امام ابوالسحاق تعلبی کا بیان ہے وہ پانی کے لئے ایک مقام پر گئی تھیں جو بیت المقدس کے مشرق میں ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت مریمؑ اودان کے چچا زاد بھائی حبیب بنجار بیت المقدس کی خدمت کرتے تھے اور چونکہ وہاں پانی نہ تھا اس لئے وہ پانی لانے کے لئے یکے بعد دیگرے اس گڑھے کے پاس جاتے تھے جس میں پانی تھا اور جو قدرے بیت المقدس سے دور تھا، ایک دن جب حضرت مریمؑ کا پانی ختم ہو گیا تو انھوں نے حبیب بنجار سے کہا کہ چلو پانی لے آئیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس ابھی گزارے بھریا پی ہے ہم تو نہیں جاتے۔ اگر تمھارا پانی ختم ہو گیا ہے تو تم جا کر لے آؤ۔

حضرت مریمؑ تنہا پانی لینے کے لئے چلی گئیں، جب وہاں پہنچیں تو ایک خوبصورت شخص کو وہاں

ہوا دیکھا، چونکہ تنہا تھیں اس لئے اُن کو کچھ بدگمانی سی پیدا ہوئی اور انھوں نے فوراً کہا کہ میں اللہ کے ذریعہ سے تجھ سے پناہ مانگتی ہوں، اُس نے جواب دیا کہ گھبراؤ تمہیں میں خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اس کا پیغام لے کر تمہارے پاس آیا ہوں اور پیغام تولیدِ فرزند کا ہے۔ (عرائس ثعلبی ص ۱۸۱، العرش حضرت مریمؑ کا معاملہ ہو گئیں۔ لیکن حاملہ ہوتے ہی ان کو سخت شرمندگی دامن گیر ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حمل ہوتے ہی وہ کامل اور مکمل ہو گیا۔

حضرت مریمؑ کو تولیدِ عیسیٰ کے لئے بیت المقدس سے باہر جانے کا حکم

خداوندِ عالم نے وحی کی کہ اے مریمؑ یہ زچہ خانہ نہیں ہے۔ یہ عبادت خانہ ہے یہ اللہ کا گھر ہے، اسے پاک و پاکیزہ بنایا گیا تاکہ اس میں عبادت کی جائے۔ نابزدیٰ ای موضع تادین فیہ۔ یہاں سے نکل جاؤ اور کسی مناسب موضع میں جگہ پکڑو، چنانچہ حضرت مریمؑ بیت المقدس سے باہر چلی گئیں۔ (عرائس ثعلبی ص ۲۱۱)۔

حضرت مریمؑ سے جُہلا ہوں کا مذاق کرنا

موترخین کا بیان ہے کہ حضرت مریمؑ بیت المقدس سے اس وقت نکلیں جبکہ دروازہ میں بتلا ہو چکی تھیں اور سخت پریشانی اور تکلیف کی حالت میں ایک طرف جا رہی تھیں اور وہ جاہتی تھیں کہ پناہ کی جگہ مل جائے۔ بروایت علی بن ابراہیم قمی وہ تیزی سے نکل جانا چاہتی تھیں۔ لیکن چونکہ اس دن بنی اسرائیل کے بازار کا دن تھا اس لئے ان کا گزر بازار سے ہوا، وہ جُہلا ہوں کی طرف سے گزریں، اُس زمانے میں یہ پیشہ شریف ترین پیشہ سمجھا جاتا تھا، وہ جُہلا ہے نیلے نچرول پر سوار تھے حضرت مریمؑ نے ان سے پوچھا کہ خرّمہ کا خشک درخت کہاں ہے۔ ان لوگوں نے انسانیت کے ساتھ جواب دینے کے بجائے ان سے مذاق کیا اور انھیں جھڑک دیا، حضرت مریمؑ نے اُسی جگہ دُعا دی اور کہا خدا تمہارے پیشے کو ذلیل کرے اور تم لوگوں کو بھی ہمیشہ خوار رکھے، اُسی وقت سے یہ پیشہ جو پہلے شریف تھا ذلیل ہو گیا اور جُہلا ہے معاشرے میں ذلیل سمجھے جانے لگے۔ پھر وہ واپس آگے بڑھیں اور تاجردوں کے ایک گروہ سے ملیں اور اُن سے پوچھا کہ خرّمہ کا خشک درخت کہاں ہے انھوں نے صحیح صحیح نشان دہی کر دی حضرت مریمؑ نے اُن کو دُعا دی اور کہا خدایا تاجردوں کو باعزت قرار دے۔ چنانچہ آج بھی تاجر عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں غرض کہ جب وہ درخت کے قریب پہنچیں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ہوئی، جب ان کی نظر حضرت عیسیٰؑ پر پڑی کہا کاش میں اس سے قبل ہی مرگئی ہوتی اور یہ دن نہ دیکھتی۔ ان کے اس کہنے پر حضرت عیسیٰؑ نے کہا اے مادرِ گرامی آپ کیوں غم کرتی

ہیں۔ تمھارے پروردگار نے تم کو بہت کچھ دیا ہے۔ تم جس جگہ بیٹھی ہو اس کے نیچے نہر ہے جو تمھارے لئے پانی کی ہر طرح کفالت کرے گی۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نہر جس میں فوری طور پر پانی آگیا تھا، وہ عرصہ دراز تک خشک پڑی تھی۔ قرآن مجید میں ہے کہ مریم سے کہا گیا کہ اس خشک درخت کو ہلاؤ تم کو تازہ پھل ملیں گے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ درخت ہمیشہ سے خشک تھا۔ خدا نے اس میں پھل پیدا کر دیئے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ زچہ کے لئے سب سے بہتر غذا خرما ہے۔ اسی لئے حضرت مریم کو خرما کے درخت کی طرف رہبری کی گئی تھی۔ (حیات اعلیٰ جلد ۱ ص ۷۲)۔

حضرت عیسیٰ کا مقام ولادت

۲۱۔ پر لکھتے ہیں کہ حضرت مریم جب حاملہ ہوئیں اس وقت ان کی عمر ۱۳ یا ۱۵ سال کی تھی پھر ص ۲۱ پر لکھتے ہیں کہ اس وقت جب کہ حضرت مریم کی عمر ۲۰ سال تھی وہ حاملہ ہوئیں۔ پھر جب ان کو دردِ زہ نے ستایا تو انھوں نے خرما کے ایک خشک درخت کی طرف پناہ لی، جس میں شادابی نہ تھی اور بالکل سوکھا ہوا تھا۔ لیکن اسے ملائکہ گھیرے ہوئے تھے۔ ”وكانت تلك الصلوة في موضع يقال له بيت لحم“ اور وہ خرما کا خشک درخت اس مقام پر تھا جسے ”بيت لحم“ (یرد شلم) کہتے ہیں، فلما خرج من بطن امه ناداها دكلها“ پھر جب وہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہو گئے تو انھوں نے اپنی ماں سے کہا کہ آپ کے نیچے ایک نہر ہے جس میں اب پانی آگیا ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں اور اسے استعمال کریں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ نے اپنی اڑیاں رگڑیں اور چشمہ جاری ہو گیا۔ اس چشمے کی صفت یہ تھی کہ حضرت مریم جب اس کا پانی پیتی تھیں تو نہایت ہی سرد ہوتا تھا اور جب دیگر کاموں میں استعمال کرتی تھیں تو گرم ہوتا تھا۔ الخ

امام تغلبی کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بیت اللحم میں پیدا ہوئے تھے۔ لیکن علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کی روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت مقام کر بلا میں ہوئی تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ آیت میں ”مکانا قصیا“ یعنی دور کے مکان میں جو حضرت عیسیٰ کی ولادت بتائی گئی ہے۔ اس سے کر بلا کے معنی مراد ہے وہ آن واحد میں دُشَق سے کر بلا آتی تھیں اور ولادت کے فوراً بعد واپس چلی گئی تھیں۔ نیز آیت ”وادیناھا الی ربوۃ ذات قرار و معین“ (عیسیٰ و مریم کو ہم نے ایک مقام بلند پر جگہ دی جو زیادتی پھل اور آبادی و چشمہ جاری کی وجہ سے محل استقرار تھا) میں ربوہ سے مراد نجف اشرف کی پہاڑی ہے اور معین سے مراد نہر فرات ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ کا محل ظاہر

ہوا جناب مریمؑ اس وادی میں تھیں، جہاں پانچ سو بارہ لڑکیاں عبادتِ خدا کرتی تھیں اور ان کے حمل کی مدت نو گھنٹی تھی۔ جب دروزہ نے ان کو بے چین کیا، محرابِ عبادت سے نکلیں اور گھر آئیں جو ان کا دیر تھا دہاں سے درختِ غرمہ کے پاس پہنچیں جو خشک تھا۔ دہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ وہ درخت، خرماتے بجوہ کا تھا، ایک روایت میں ہے کہ بلوہ سے بجف اثرن اور سواد کوئہ و کر بلا مراد ہے اور قرار سے مسجد کوئہ اور معین سے نہر فرات مراد ہے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل حضرت مریمؑ کے لئے جنت سے ”خرماتے صرفان“ کی جنس سے خرمے لائے تھے۔ جب انھوں نے انھیں کھایا تو حاملہ ہو گئیں یعنی امر رب کی تکمیل ان خرموں کے ذریعہ سے ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت مریمؑ عیسیٰؑ کا مکان اس جگہ تھا جس جگہ اب مسجد ”برائٹا“ ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس جگہ دو رکعت نماز پڑھی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ ”زمین برائٹا“ خانہ مریمؑ ہے۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ ”بہت سی معتبر اور صحیح حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کا حمل ولادتِ فرات اور کوئہ و کر بلا کے حوالی میں ہے (حیات القلوب جلد ۱۸ ص ۲۲۸ طبع لاہور) بحمد اللہ مولف نے بیت المقدس، بیت اللحم، بجف اثرن کر بلائے معلیٰ اور دیگر مزارات کی ۱۹۶۲ء و ۱۹۶۶ء میں زیارت کی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے حمل کی مدت مؤرخین نے حضرت عیسیٰؑ کے حمل کی مدت میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ حمل اور وضع حمل میں

۹ ماہ بعض نے ۸ ماہ بعض نے چھ ماہ کا فاصلہ تھا۔ بعض نے نو گھنٹے بعض نے تین گھنٹے اور بعض نے صرف ایک گھنٹے کا فاصلہ بتایا ہے۔ (واللہ اعلم)۔

حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے پیدا ہوتے ہی دنیا کے تمام بُت سرنگوں ہو گئے اور سارے عالم میں ایک خاص انقلابی کیفیت پیدا ہو گئی، یہ حالت دیکھ

شیطان کی پریشانی کرا ابلیس کے وہ تمام چیلے جو دنیا میں پھیلے ہوئے تھے حیران ہو گئے اور انھیں یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس کی دُجر کیا ہے، کمالِ حیرانگی کی دُجر سے یہ سب کے سب ابلیس کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں اس کے لاکھوں چیلے آپہنچے، اس نے جب ان لوگوں کی آمد دیکھی تو ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ تم لوگ میرے پاس جمع ہو رہے ہو، ان لوگوں نے کہا کہ دُنیا اضطراب سے دوچار ہے۔ سارے عالم میں انقلابی کیفیت پیدا ہوئی اور معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی دُجر کیا ہے اس نے کہا کہ مجھے بھی اس کا علم نہیں ہے، اچھا تم سب اسی مقام پر ٹھہرو میں جاتا ہوں اور معلوم فرماؤں کہ کبھی آتا ہوں چنانچہ وہ روانہ ہوا اور اس نے تین گھنٹے میں زمین و آسمان کے تمام گوشوں

اور چہول کا جائزہ لیا۔ مگر کوئی خاص بات معلوم نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ وہ اس مقام کی طرف سے گزرا جس جگہ حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تھے۔ وہاں اس نے دیکھا کہ بے شمار ملائکہ موجود ہیں اور سب کے سب اس علاقہ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ اسی مولود کی ولادت امر عظیم ہے اور اسی کی وجہ سے انقلاب عظیم ہوا ہے۔ پھر اس نے کوشش شروع کر دی کہ مولود تک پہنچ کر اپنا عمل جاری کرے اور اس سے جو کچھ ممکن ہو وہ کرے۔ لیکن فرشتوں نے اسے قریب نہ پھٹکنے دیا، جب وہاں سے عاجز آگیا تو واپس اپنے گروہ میں آیا اور اگر ان سے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ میں نے ساری دنیا کو چھان ڈالا۔ بالآخر ایک مولود کی ولادت امر عظیم کی صورت میں معلوم ہوئی میں نے بڑی کوشش کی کہ اس کے قریب جا سکوں مگر فرشتوں کی کثرت نے مجھے اس کے قریب نہ جانے دیا اور سنو "دعا کان نبی اشد علیٰ وعلیکم من ہذا المولود" آدم سے اس وقت تک کوئی نبی اس سے زیادہ ہمارے اور تمہارے لئے سخت نہیں آیا۔ یعنی اس نبی کا وجود چھارے اور تمہارے لئے نہایت تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ (عہد النسخ ص ۲۱۲)۔

ولادت عیسیٰؑ کے بعد بخومیوں کا ایک گروہ حضرت مریمؑ کی خدمت میں

بڑے لوگوں کا ایک گروہ احتراماً عیسیٰؑ و مریمؑ کو دیکھنے کے لئے آیا اور کہنے لگا کہ ہم وہ لوگ ہیں جو ستاروں اور احکام نجوم پر نظر رکھتے ہیں۔ جب یہ فرزند پیدا ہوا تو ہم نے دیکھا کہ بادشاہوں کا ایک ستارہ طالع ہوا ہے۔ جب ہم نے اس پر غور و فکر کیا تو معلوم ہوا کہ اس بچے کی بادشاہی پیغمبری کی بادشاہی ہے جو اس سے زائل نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ خدا اس کو آسمان پر اٹھالے گا۔ اور جب دنیا ختم ہو جائے گی تو اس کی بادشاہی آخرت کی ابدی بادشاہی میں منتقل ہو جائے گی۔ ہم لوگ مشرق سے آرہے ہیں اور اسی ستارے کی رہبری سے یہاں تک پہنچے ہیں۔ جب اس مقام پر ہم پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہ ستارہ اُس بچے کے اوپر ٹھہر گیا، اس طرح ہم نے پہچانا کہ اے مریمؑ صاحب ستارہ آپ کا یہ فرزند ہے۔ ہم اپنے ساتھ ہدیے اس پر قربان کرنے کے لئے لائے ہیں کہ دنیا میں کسی کے واسطے ایسی چیزیں نہیں لائی گئیں کیونکہ یہ ہدیے ہم نے اس بچے کے لئے مناسب اور موزوں سمجھے۔ یہ سونا نمر اور کندر ہیں۔ سونا دنیاوی سرمایہ ہے اور آپ کا فرزند بہترین مردم ہیں اور مرزخموں اور بیماریوں اور دیوانگی میں شفا دینے والی چیز ہے۔ چونکہ آپ کا فرزند ان بیماریوں کا علاج کرنے والا ہوگا، اس لئے یہ اس کے لئے مناسب ہے اور کندر وہ ہے جس کا دھواں آسمان پر پہنچتا ہے اور کسی کا دھواں آسمان تک نہیں پہنچتا اور آپ کا فرزند چونکہ

آسمان پر جائے گا۔ لہذا یہ اس کے واسطے مناسب اور موزوں ہے۔ (ترجمہ حیات القلوب جلد ۱ ص ۶۹) امام ثعلبی نے اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے کہ نجیبیوں کا ایک گروہ ان مذکورہ ہدایہ کو لے کر روانہ ہوا، تو راستے میں ایک بادشاہ سے ملا۔ اس نے اس طرف سے جانے کا سبب پوچھا تو اس گروہ نے کہا کہ کتاب دانیال میں ہم نے اس قسم کے ستارے کے طلوع کے بارے میں دیکھا تھا۔ جب یہ طالع ہوا تو ہم اب اس کے سہارے سے اس مولود تک جا رہے ہیں تاکہ یہ ہدایاں اس کی خدمت میں پیش کریں۔ اس نے پوچھا کہ ان چیزوں کے لئے جانے کی کیا وجہ ہے تو انھوں نے مذکورہ وجہ بیان کی، اس بادشاہ نے کہا کہ جب یہ ہدیہ پیش کرنے کے بعد واپس آنا تو مجھے اس کی تمام باتیں بتانا۔ ان لوگوں نے وعدہ کیا۔ پھر وہ سب دہاں سے رخصت ہو کر حضرت مریمؑ کے پاس پہنچے اور ان سے ملاقات کر کے بات چیت کی اور ہدیتیں ان کی خدمت میں پیش کئے۔ پھر وہاں سے واپس آئے، وہ لوگ اسی راستے پر جا رہے تھے کہ ایک شخص ملا اور اس نے کہا کہ اب واپس جا کر اس بادشاہ سے نہ ملنا جس سے تم ملنے کا وعدہ کر آئے ہو۔ کیونکہ وہ اس مولود کا دشمن ہے، فانیہ انہما اذ قتلہ فالنصر فوافی طریق آخر، وہ حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تم سے ان کے حالات اور ان تک دسترس کا ذریعہ معلوم کرے۔ جب ان لوگوں نے یہ بات سنی تو وہ سب دوسرے راستے سے اپنے وطن واپس چلے گئے۔ (عرائس ص ۲۱۲)۔

حضرت عیسیٰؑ کے بلا باب
ابو بصیر رادی حدیث نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ مولا خدا نے ساری کائنات کو نروادہ سے پیدا کیا ہے۔ مگر حضرت عیسیٰؑ کو بلا باب کے پیدا کیا اس کی کیا وجہ ہے، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس کا سبب اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ قادر مطلق کے کمال قدرت کو سمجھیں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے کہ جس طرح چاہے پیدا کر سکتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت علیؑ
علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ بہت سی روایتوں میں عامہ اور خاصہ کے طریقہ سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تم عیسیٰ بن مریمؑ کے مشابہہ ہو، جن کے بارے میں بعض لوگوں نے غلو کیا کہ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگے اور بعضوں نے ان سے دشمنی کی اور اس حد تک کی کہ ان کو معاذ اللہ زنا زادہ کہہ دیا اور یوسف بنجار کا بیٹا بنا دیا اور یہ دونوں گروہ جہنم میں گئے اور ایک گروہ ان کے دین پر قائم رہا اور ان کو خدا کا بندہ اور اس کا رسول سمجھتے رہے۔ اسی طرح یا علیؑ ایک گروہ تم کو

خدا کہے گا۔ اور ایک جماعت تم کو (معاذ اللہ) کافر کہے گی، اور یہ دونوں گروہ جہنم میں جائیں گے۔ اور جو لوگ تم کو خدا کا بندہ اور اُس کے رسول کا خلیفہ سمجھیں گے، نجات پائیں گے۔

حضرت مریمؑ بنی اسرائیل میں

مورخین کا بیان ہے کہ ولادت حضرت عیسیٰ کے بعد حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰ کو لئے ہوئے بنی اسرائیل کے درمیان آئیں۔ ان کا آنا تھا کہ چاروں طرف سے کمن طعن شروع ہو گئی، لوگوں نے بہتان کا طوفان کھڑا کر دیا۔ مرد دل نے الگ الزامات لگائے، عورتوں نے الگ الزامات لگائے۔ لیکن حکم خدا سے حضرت عیسیٰ نے آنکھیں مائل کر دیں، صغافی پیش کر دی، جیسا کہ شروع میں مذکور ہوا۔ بالآخر یہ سلسلہ جاری رہا اور سوال و جواب ہوتے رہے، یہاں تک کہ بروایت مجلسیؒ ستر عورتوں نے بہتان باندھا اور سوال و جواب کرنے والوں میں بادشاہ وقت "قیدوس" بھی تھا۔ جس کا نام امام ثعلبیؒ نے "ہردوس" لکھا ہے، وہ کچھ اس درجہ ان کے خلاف ہو گیا کہ ان کے قتل پر آمادہ ہو کر انھیں ختم کر دینا چاہا۔ "فبعث اللہ ملکا الی یوسف النجار واخبرہ بما اراد ہردوس"۔ یہ حال دیکھ کر خداوند عالم نے ایک ملک کو یوسف النجار کے پاس بھیج کر ہردوس کے ارادے سے آگاہ کر دیا اور اس کو حکم دیا کہ، مریمؑ اور عیسیٰ کو لے کر مصر چلا جائے۔ وادھی اللہ الی مریم ان الحقی بہدرفان ہردوس ان خلفیاتیك قتله فاذا مات ہردوس فارجعی الی بلادہ"۔ اور حضرت مریمؑ کو وحی کی کہ تم مصر چلی جاؤ کیونکہ ہردوس تمہارے فرزند کا دشمن ہے۔ جب موقع پائے گا اس کو قتل کر دے گا، پھر جب وہ مرجعے تو اپنے وطن واپس آجانا۔

حضرت مریمؑ کی بیت المقدس سے

خداوند عالم کا حکم پاتے ہی حضرت مریمؑ بیت المقدس سے مصر کی طرف ہجرت کرنے پر آمادہ ہو گئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

مصر کی طرف ہجرت

کو لے کر حبیب النجار کے ہمراہ مصر کے لئے ایک گدھے پر سوار ہو کر چل پڑیں۔ "حتی دردا ارض مصر" یہاں تک کہ مصر پہنچ گئیں۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے اپنے گندہ اوقات کا یہ انتظام کیا کہ اسٹی کا کپڑا بننا شروع کیا اور سنبل کی فراہمی کا پیشہ اختیار کیا۔ (عرائس ص ۲۱۳)۔

۹ ماہ کی عمر میں حضرت عیسیٰؑ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ ایک دن میں اتنے بڑھتے تھے جتنا عام بچے ایک ماہ میں بڑھتے ہیں۔

استاد کی خدمت میں

امام ثعلبیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نو ماہ کے ہوئے، لوگوں نے ان کو ایک معلم و مودب کے پاس لے جا کر بٹھا دیا۔ اس معلم نے حضرت

عیسیٰؑ کو تعلیم دینا چاہی اور اُس نے ان سے کہا کہ ”کہو“ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ انھوں نے کہہ دیا۔ ”پھر اس نے کہا، کہو ”ابجد“ فقال هل قدری ما ابجد“ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تو جانتا بھی ہے کہ ابجد کیا ہے؟ یہ سن کر اُسٹا نے دُٹا اُٹھایا کہ اس گستاخی کی مراد ہے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ ”لا تغربی“ مجھے مار نہیں“ اگر جانتا ہے تو بیان کر، اگر نہیں جانتا تو میں بیان کروں، معلّم نے کہا کہ اچھا بیان کر۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ سُنْ، الْاَلِفُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، الف سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی طرف اشارہ ہے۔ والباء بھجت اللہ، اور ب سے اللہ کی خوبیاں ہیں، والجیم، جلال اللہ، اور ج سے اللہ کا ہلال مراد ہے۔ والدال، دین اللہ، اور ”د“ سے دین اللہ مراد ہے۔ ”ھوز“ میں الھاء ہی جہنم وہی الھادیۃ، لا سے ماوری یعنی جہنم مراد ہے۔ ”والواؤ“ وبل لاهل النار“ ”و“ سے اس کی طرف اشارہ ہے کہ اہل نار کے لئے دلیل ہے۔ والزاء، زفیراہل جہنم ”ز“ سے جہنم والوں کی پکار اور فریاد کی طرف اشارہ ہے۔ ”حطی“ حطت الخطایا عن المستغفرین، جو استغفار کریں گے ان کے گناہ بخش دیتے جائیں گے۔ ”کلمن“ کلام اللہ غیر مخلوق، اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے۔ ولا یبدل الکلمات، اور یہ کہ اللہ کا کلام تبدیل نہیں ہوتا۔ سعففص“ صاع بصاع والجزاء بالجزاء“ صاع کا بدلا صاع اور جزاء کے بدلے میں جزاء ہوگی۔ ”قرشت“ تقر شہم حین تحشرہم ای تجمعہم۔ جب قیامت میں سب جمع ہوں گے۔ سب کو اپنے اعمال کا پتہ چل جائے گا۔

یہ سن کر معلّم حیران رہ گیا اور اُس نے حضرت مریمؑ سے کہا ”ایتها المرأة خذی ابنک فقد علم ولا حاجة له الى المودب“ کہ اے عورت اس اپنے بچے کو لے جا، یہ خود پڑھا لکھا ہے اس کو معلّم اور مودب کی ضرورت نہیں ہے، ابو سعید خدری کا بحوالہ ارشاد رسولؐ بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے معلّم سے بسم اللہ پر بھی بحث کی تھی، جب معلّم نے کہا تھا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہو تو انھوں نے پوچھا کہ اس کے کیا معنی ہیں اور اس سے کیا مراد ہے، معلّم نے جواب دیا تھا ”ما ادری“ یہ تو میں نہیں جانتا تو حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تھا کہ اگر تم نہیں جانتے تو مجھ سے سُنْ لو! ”بِسْمِ اللّٰهِ“ سے مراد یہ ہے ”ب“ سے ”بھا اللہ“ ”س“ سے ”سنا اللہ“ ”م“ سے مملکت اللہ۔ یعنی اللہ کی خوبیاں اس کی بلندیوں اور عظمت مملکت مراد ہے۔ (عرائس ثعلبی ص ۲۱۲ طبع مصر)۔

حضرت عیسیٰؑ کا حلیہ اور اُن کے بعض صفات

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ کعب اللہبہا کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سرخ و سفید

تھے۔ مرنے کا مناسب تھا اس میں کبھی تیل نہیں لگایا۔ وہ ہمیشہ ننگے پاؤں رہا کرتے تھے، بال ان کے سر کے ہمیشہ بکھرے رہتے تھے۔ انھوں نے کبھی اپنے لئے گھر نہیں بنایا۔ نہ کبھی زرد جواہر سے دلچسپی لی ہے اور نہ اپنے لئے کپڑے بناتے ہیں۔ وہ صرف ایک دن کے کھانے کا بندوبست کرتے تھے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب رات آتی تھی تو اپنے پیڑ صاف کر کے دھو کے بعد مصلے پر چلے جاتے تھے۔ اور صبح تک اسی پر رہتے تھے، وہ بے پناہ زہد کے مالک تھے اور آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے تھے، دکان حریصاً علی عبادۃ اللہ، وہ عبادت خدا میں بڑے حریف تھے انھیں سیاحت سے بڑی دلچسپی تھی، ان کو خدا نے مردہ زندہ کرنے اور کور مادر زاد کو بینا بنانے اور مبروص کو شفا دینے کی صفت سے مستف کیا تھا، ان کو خدا نے یہ طاقت دے ملا جیت بھی دی تھی کہ وہ ان چیزوں کو بتا دیتے تھے۔ جو لوگ اپنے گھر وں میں کرتے تھے اور لوگ جو گھر میں کھاتے تھے یہ اس سے بھی آگاہ ہو جاتے تھے۔ دکان یمشی علی وجہ الماء فی البحر، اور سطح آب پر اس طرح چلتے تھے جس طرح لوگ زمین پر چلتے ہیں (عرائس) حضرت رسول خدا فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عیسیٰ کو شب معراج دیکھا ہے وہ میانہ قد تھے اور ان کے سر کے بال گھونگھر والے تھے اور ان کا رنگ سرخ و سفید تھا۔ (حیات القلوب)۔

حضرت عیسیٰ کے نسل ابراہیم
میں ہونے کی بحث

عیسیٰ ذریت ابراہیم میں شامل ہیں یعنی سلسلہ نسب مال کی طرف سے قائم ہوا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔ ومن ذریتہ داؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ہارون و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس الخ (بک رکوع ۱۶ سورۃ النعام)۔

اس آیت کو دیکھنے کے بعد کسی کو بھی امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ذریت رسولؐ میں ہونے پر شک و شبہ نہیں ہونا چاہیئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت
 یہ ظاہر ہے کہ نبی ہر حال میں نبی ہوتا ہے۔ وہ

چاہے بطن مادر میں ہو یا آغوش مادر میں، حضرت عیسیٰ جب پیدا ہوئے تو نبی تھے جس کا قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔ البتہ ان کو درجہ رسالت بعد میں ملا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ تین سال کی عمر میں رسول ہو گئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ سات سال کی عمر میں رسول ہوئے تھے۔ ہم اس مقام پر دونوں روایتیں لکھتے ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے، صفوان نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کی کہ مولا، خدا

مجھے وہ روز نہ دکھلائے جس روز آپ دُنیا میں نہ ہوں، اگر ایسا ہو تو ہمارا امام کون ہوگا؟ تو حضرت نے امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا جو آپ کے پاس کھڑے تھے۔ صفوان نے کہا کہ مولا یہ تو ابھی تین سال کے ہیں۔ فرمایا کیا حرج ہے۔ عیسیٰ نے تو پیغمبری کی جبکہ وہ تین سال کے تھے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ کبھی شخص نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰؑ نے گہوارہ میں جب کلام کیا تو کہا کہ اس وقت اپنے اہل زمانہ پر رحمتِ خدا تھے فرمایا ہاں پیغمبر اور رحمتِ خدا تھے۔ مگر رسول نہ تھے یعنی تبلیغ پر مامور نہ تھے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ خدا فرماتا ہے کہ عیسیٰؑ نے گہوارے میں کہا: اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اِنِّیْیْ اَتَانِیْ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ میں خدا کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور نبی بنایا ہے، رادی نے پوچھا کہ اس وقت زکریا بھی حجتِ خدا تھے؟ فرمایا کہ اس حال میں لوگوں کے لئے خدا کی ایک دلیل تھے اور مریم کے لئے رحمتِ خدا تھے کہ لوگوں کی بدگمانی کے مقابلہ میں حضرت مریمؑ کی پاک دامنی کی گواہی دی اور پیغمبر اور حجتِ خدا تھے۔ ان لوگوں پر جنھوں نے ان کے کلام کو اس وقت سنا۔ پھر وہ خاموش ہو گئے اس کے بعد جب زکریا خدا سے واصل ہو گئے تو اُن کے قائم مقام حضرت یحییٰؑ ہو گئے۔ اُن کو ان کی میراث اور حکمت حاصل ہوئی۔ جب کہ وہ لڑکے اور عمر میں بہت چھوٹے تھے، جب عیسیٰؑ سات برس کے ہوئے، پیغمبری اور رسالت کا آپ نے دعویٰ کیا اور ان پر خدا کی وحی نازل ہوئی، تو حضرت عیسیٰؑ جنابِ یحییٰؑ اور تمام لوگوں پر حجتِ خدا ہوئے، اور آدمؑ کی پیدائش سے دُنیا کے ختم ہونے تک زمین کبھی حجتِ خدا سے خالی نہیں رہی۔ (حیات القلوب) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ تیس سال کی عمر میں مبعوث برسالت ہوئے تھے۔ (تاریخ اسلام ذاکر حسین جلد ۱ ص ۱۳۴ طبع دہلی)۔

عالمِ طفلی میں حضرت عیسیٰؑ کے وہبی کمالات کا مظاہرہ

حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کی تولید میں جس طرح انفرادیت ہے اسی طرح ان کے کمالات کے اظہار میں بھی انفرادیت پائی جاتی ہے۔ یوں تو تمام انبیاء کمالات سے بھرپور ہوتے تھے۔ اور ان سے خارقِ عادات کا بوقتِ ضرورت اس طرح ظہور ہوتا تھا کہ دُنیا حیران رہ جاتی تھی۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ کے ہاں کمالات کا اظہار بچپن ہی سے شروع ہو گیا تھا، وہ لطفِ مادر میں بولے تھے، پیدائش کے بعد بولے اور کسنی میں اظہارِ کمالات کیا ہے۔

میزبان کے مالِ مسرقہ کی برآمدگی
امام ثعلبی اور علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مریمؑ جب حضرت عیسیٰؑ کو لے کر مصر پہنچیں اور

وہاں ایک دہقان کے گھر قیام کیا، تو ابھی چند ہی دن ان کے قیام کو گزرے تھے کہ ایک شب میں اس کے گھر میں چوری ہو گئی اور اس کی ساری دولت غائب ہو گئی۔ مینر بان اس واقعہ سے بے حد مضطرب اور پریشان ہوا، اور اس کے دل میں ان تمام فقراء و مساکین کی طرف سے شکوک پیدا ہو گئے۔ جو اس کے گھر میں مقیم تھے۔ نیز اس کا خیال مہانوں کی طرف سے بھی کچھ مشکوک سا ہو گیا۔ یعنی چور نے چوری کی اور مشکوک سب ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت مریمؑ کو بڑا دکھ ہوا، اور وہ خاموش رہنے لگیں۔ ایک دن حضرت عیسیٰؑ نے اپنی ماں سے خاموشی کا سبب دریافت کیا، تو انھوں نے فرمایا کہ بیٹا اس کی چوری سے مجھے تردد ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ مادرِ گرامی پریشانی کی کیا بات ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں ابھی چور پکڑا دوں، حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ بیٹا اس کی وضاحت تو بہت ضروری ہے کہ چور کون ہے؟ کیونکہ اس کی وجہ سے سب مشکوک ہو گئے ہیں، حضرت عیسیٰؑ نے عرض کی کہ مادرِ گرامی مالک سے کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں کو جو یہاں رہتے ہیں ایک جگہ پر جمع کرے۔ میں ابھی فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ حضرت مریمؑ نے صاحب خانہ سے کہا کہ تم سب کو ایک جگہ جمع کرو۔ جب سب جمع ہو گئے تو حضرت عیسیٰؑ نے اس فقیر سے جو اندھا تھا یہ کہا کہ تو اس دوسرے فقیر کو جو پا بج اور زمین گیر ہے اپنے کندھے پر اٹھا لے اور اس مقام تک لے جا جس جگہ سے چوری ہوئی ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں کمزور ہوں۔ اسے اٹھا نہیں سکتا۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ”کیف قویت علی ذالک الباریحۃ“ تو کل کیسے قوت دار بن گیا تھا کہ اسے اٹھا کر چوری کے لئے لے گیا تھا، یہ سُننا تھا کہ لوگوں نے اندھے کو مارنا شروع کیا اور کہہ دیا کہ اسے اٹھا کر اُس جگہ تک لے چل جس جگہ چوری کے لئے گیا تھا۔ چنانچہ وہ اٹھا اور اُسے اٹھا کر اس جگہ لے گیا جس جگہ چوری کے لئے گیا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے دہقان سے فرمایا کہ یہی دونوں چور ہیں۔ اندھے نے اپنا بج کی مدد کی تھی اور چوری ہوئی تھی۔ فقال الاعمی والمقعّد صدق واللہ۔ یہ حال دیکھ کر اندھے اور لولے نے کہا۔ خدا کی قسم یہ بالکل صحیح ہے، چوری ہم ہی دونوں نے کی ہے اس کے بعد ان دونوں نے دہقان کا سارا مال لا حاضر کیا، پھر دہقان نے حضرت مریمؑ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اس سارے مال کا نصف آپ لے لیجئے، حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ ہم دُنیا میں مال فراہم کرنے کے لئے نہیں پیدا کئے گئے، ہمیں مال کی ضرورت نہیں ہے، اس نے کہا کہ پھر اپنے فرزند کو کہہ دیجئے کہ وہ لے لے۔ حضرت مریمؑ نے فرمایا ”ہو اعظم منی شاناً“ وہ تو مجھ سے زیادہ شان و عزت والا ہے۔ وہ کبھی نہیں لے سکتا۔ اس واقعہ کو ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ دہقان نے اپنے لڑکے کی شادی رچا دی اور دو ماہ تک خوب کھانے پینے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب کام اختتام پر پہنچ گیا اور گھر کا سامان بھی ختم ہو چکا، حتیٰ کہ پانی بھی درختوں سے

ایک اور گروہ آگیا، انہیں دیکھ کر دہقان حیران ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ نے پوچھا کہ کیا پریشانی ہے۔ اس نے کہا کہ گھر میں پانی بالکل نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ میں ابھی بندوبست کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ ان گھڑوں اور مشکوں کے پاس گئے جو خالی پڑے تھے اور ان کے مُنہ پر ماتھ پھیرا، وہ سب پانی سے بھر گئے۔ ”وہو یوم عیسیٰ ابن اثنتی عشر سنۃ“ اس وقت ان کی عمر بارہ سال کی تھی۔

اپنے ہمسوں کو ان کے گھر کے حالات بتانا اور اُس کا نتیجہ

وہ کچھ تھوڑی رکھی ہوئی ہے، تم جاؤ اور اُسے حاصل کر لو، وہ لڑکے دوڑ کر گھر جاتے تھے اور ماں باپ سے اپنی چیز مانگتے تھے۔ ان کے والدین نے ایک دن ان سے پوچھا کہ تمہیں کون بتاتا ہے کہ گھر میں کیا کھا گیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ عیسیٰ بن مریم ہم کو بتاتے ہیں کہ گھر میں کیا پکا ہے اور گھر والے کیا کھا رہے ہیں یا کیا کھاتے ہیں، ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو جادوگر ہیں کہ ہر پوشیدہ چیز کو بتا دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ان لوگوں نے اپنے بچوں کو ان سے ملنے سے روک دیا، ایک دن سب بچے ایک مکان میں جمع ہو کر کھیل رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عیسیٰ اس مکان پر جا پہنچے اور مالک مکان سے کہا کہ بچے کہاں ہیں؟ اس نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ نے پوچھا کہ یہ گھر میں کون لوگ ہیں۔ کہا کوئی نہیں۔ انھوں نے پوچھا کہ کس کے کھیلنے کی آواز آرہی ہے۔ کہا سُور کے، حضرت عیسیٰ نے فرمایا ”کذالک یكونون“۔ کہا اچھا پھر اب سُور ہیں۔ چنانچہ وہ سب سُور ہی کی شکل میں ہو گئے۔

الزہم قتل میں قاضی مصر کے سامنے حضرت عیسیٰ کی پیشی اور مقتول کا زندہ ہو کر قاتل کی نشاندہی کرنا

اس کھڑے تھے۔ اتنے میں لڑکوں میں لڑائی ہو گئی۔ ایک لڑکے نے ایک لڑکے کو ایسی ضرب لگائی کہ وہ اُسی جگہ مر گیا۔ اُس کے مرنے کے بعد لڑکوں نے اس مقتول کو حضرت عیسیٰ کے قدموں میں ڈال دیا۔ اتنے میں اس مقتول کے اعزاء آگئے اور وہ حضرت عیسیٰ کو گرفتار کر کے قاضی شہر کے پاس لے گئے۔ قاضی نے پوچھا کہ اسے تم نے قتل کیا ہے۔ انھوں نے کہا نہیں، میں نے نہیں قتل کیا۔ قاضی نے کہا کہ حالات و آثار سے واضح ہوتا ہے کہ قاتل تم ہی ہو، لہذا تم کو سزا دی جائے گی۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ میں اس کا قاتل نہیں ہوں۔ مگر تم کہہ رہے ہو

کہ سزا دی جائے گی۔ اچھا اس مقتول کو لاؤ میں اس سے پوچھوں کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے اور کون اس کا قاتل ہے، قاضی نے کہا وہ تو مر چکا ہے، تم مُردے سے کیسے پوچھو گے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب ہے کہ میں کیسے پوچھوں گا۔ تم مقتول کو یہاں منگواؤ تو سہی، چنانچہ لوگ گئے اور مقتول کو اٹھا کے لے آئے۔ جب وہ آگیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دست دُعا بارگاہِ احدیت میں بلند کیے، وہ فوراً زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا، حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ تیرا قاتل کون ہے۔ اس نے اس کا نام لے دیا، ایک شخص نے اس مقتول سے پوچھا کہ یہ شخص جو میرے پاس کھڑا ہے کون ہے؟ اس نے کہا کہ ”عیسیٰ بن مریم“ ہیں، یہ کہنے کے فوراً بعد وہ زمین پر گرا اور پھر مر گیا۔ ”حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۷ طبع لاہور“ امام ثعلبی کا بیان ہے: ”تھ مات الغلام من ساعة“ پھر وہ اسی وقت دوبارہ فوت ہو گیا اور حضرت عیسیٰؑ اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ وہ جب اس واقعہ کے بعد اپنی ماں کے پاس جانے لگے تو خلقِ کثیر ان کے پیچھے تھی۔ حضرت مریمؑ نے کہا کہ بیٹا میں نے تم کو منع کیا تھا کہ اس قسم کے کرامات نہ ظاہر کرو مگر تم نہ مانے، انھوں نے عرض کی مادرِ گرامی اگر میں ایسا نہ کرتا تو مجھے پھانسی ہو جاتی کیونکہ اس کے قتل کا الزام مجھ ہی پر لگایا گیا تھا۔ (عرائس ثعلبی ص ۲۱۵)۔

حضرت مریمؑ و عیسیٰؑ کی مصر سے واپسی

بیت المقدس سے بادشاہ وقت (ہر دوس) کے خوف سے ہجرت کر کے مصر چلے گئے تھے۔ اور خدا نے ان سے کہہ دیا تھا کہ جب تک ہر دوس زندہ ہے واپس نہ آنا اور جب وہ مر جائے تو وطن واپس آجانا، وہب بن منبہ کا کہنا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کو بارہ سال گزر گئے اور مدتِ ہجرت بھی بارہ سال ہو گئی تو خداوندِ عالم نے ہر دوس کو موت دے دی، اور حضرت مریمؑ کو مطلع کر دیا کہ وہ بادشاہ مر گیا ہے۔ لہذا تم اپنے وطن واپس آجاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت عیسیٰؑ سمیت حبیبِ بخار کے ہمراہ مصر سے اپنے وطن آ گئیں۔ ”وسکنا فی جبل الخلیل فی قدیة“ يقال لها ناصرة وبها سمیت النصارى۔ اور کوہِ خلیل کے ایک قریہ میں قیام پذیر ہوئیں جس کو ”ناصرہ“ کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے عیسائیوں کو ”نصاری“ کہتے ہیں۔

(عرائس ص ۲۱۵)۔

حضرت مریمؑ و عیسیٰؑ کے وطن پہنچنے کے بعد یہ دونوں ایک دن کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک قریہ پڑا جہاں

حضرت عیسیٰؑ کی ایک کرامت اور ایک بادشاہ کے فرزند کے زندہ ہونے کا واقعہ

یہ دونوں بٹھہر گئے اور ایک شخص کے یہاں ہوئے۔ اس علاقہ کا بادشاہ بہت ظالم تھا ایک دن حضرت مریمؑ اپنے میزبان کی بیوی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں کھانا خاندن گھراؤ بہت زیادہ معصوم نظر آیا، حضرت مریمؑ نے اس عورت سے پوچھا کہ تیرا خاوند ریخیدہ کیوں نظر آ رہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہاں کے ظالم بادشاہ کا اصول یہ ہے کہ وہ خود اور اس کے سارے لشکر کے تمام افراد ایک ایک آدمی کے یہاں کھانا کھاتے ہیں، کل ان سب کو کھانا کھلانے کی ہماری باری ہے اور ہمارے گھر میں از قسم طعام و شراب کچھ نہیں ہے، میرا شوہر سخت حیران ہے کہ ہم کل کھانا وغیرہ کس طرح کھلائیں گے۔ "لیس عندنا سعة" ہم میں ان مصارف کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ حضرت مریمؑ علیہا السلام نے فرمایا کہ تم اس سے کہہ دو کہ وہ گھبراتے نہیں، اس نے ہمارے ساتھ بڑا احسان کیا ہے اور ہماری مہمان نوازی میں بڑی دلچسپی لی ہے۔ لہذا میں اپنے فرزند عیسیٰؑ سے کہہ دوں گی وہ دعا کر دیں گے اور سارا بند و بست ہو جائے گا، چنانچہ اس نے اپنے خاوند کو مطمئن کر دیا، اور حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ سے واقعہ بیان کیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ آپ اس عورت سے کہہ دیں کہ وہ اپنے تمام بڑے بڑے برتن پانی سے بھر دے اور ہمیں بھرنے کے بعد بتا دے۔ چنانچہ انھوں نے اس عورت سے کہہ دیا۔ اس نے صبح کو سارے برتن پانی سے بھر دیئے اور حضرت عیسیٰؑ کو بتا دیا کہ میں نے تمام برتنوں کو پانی سے بھر دیا ہے۔ ذہنا عیسیٰؑ فتوح ملاء القد ورحمۃً دھوقاً الخ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام نے دعا کی اور تمام دیگوں کا پانی مختلف قسم کے کھانوں سے بھر گیا اور کھانا بھی ایسا کہ اہل دنیا نے کبھی اس قسم کا کھانا کھا یا ہی نہ تھا۔ نیز ایک دیگ میں بردایت عامہ بہترین قسم کی شراب بھی موجود ہوئی۔

جب بادشاہ اور اس کے لشکر نے کھانا کھا یا تو سب حیران ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ یہ کھانا کس نے پکا یا ہے اور بادشاہ نے میزبان سے پوچھا کہ یہ شراب کہاں سے پیدا ہوئی ہے اور کس زمین کے انگور سے بنوائی ہے۔ اس نے کہا کہ اسی زمین سے اس کا تعلق ہے۔ اس نے کہا کہ اس زمین کے انگور سے ایسی شراب کبھی تیار نہیں ہوئی، مجھے ہرگز یقین نہیں کہ یہ شراب اسی زمین سے متعلق ہے تو صبح صبح بتا کہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پاس ایک ہمان ٹھہرا ہوا ہے، وہ ایسا مستجاب الدعوات ہے کہ وہ جس چیز کے لئے دعا کرتا ہے وہ ضرور قبول ہوتی ہے، اس نے دیگ میں پانی بھر دیا کہ دعا کی تھی اور سارے کھانے تیار ہو گئے تھے، اور یہ شراب بھی پانی سے اس کی دعا کے ذریعہ تیار ہوئی ہے۔

یہ سن کر بادشاہ نے کہا کہ میرا دلی عہد جس کو میں بے حد چاہتا تھا، وہ چند دن ہوئے فوت ہو گیا ہے یہ شخص جب اس قدر مستجاب الدعوات ہے تو بہت ممکن ہے کہ اگر یہ دعا کر دے تو میرا فرزند زندہ ہو جائے

اور میں اُسے اپنا دلی عہد بنا دوں، یہ کہہ کر اُس نے حضرت عیسیٰؑ سے ملنے کی خواہش کی۔ جب ملاقات ہوئی تو اُس نے عرضِ مدعا کی۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ میری دُعا سے وہ زندہ تو ضرور ہو سکتا ہے لیکن "لا تفعل لادنہ ان عاش وقم شہد" میں ایسا نہیں کروں گا، کیونکہ اگر وہ زندہ ہو جائے گا تو اس ملک میں شدید فساد پیدا ہو جائے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ فساد کی پرواہ نہ کریں اور اُسے زندہ کر دیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اگر تو مجھے مجبور ہی کرتا ہے تو میں ایسا کر دوں گا۔ لیکن اس میں شرط یہ ہوگی کہ مجھے فوراً یہاں پہلے جانے کی اجازت ہوگی۔ میں بلا تاخیر اس کے زندہ ہونے کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ اس نے کہا آپ کو اختیار ہے۔ "فدعا اللہ تعالیٰ فعاش الغلام" اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے دُعا کی اور اس کا فرزند زندہ ہو گیا۔

اس کے فرزند کو زندہ کرنے کے فوراً بعد حضرت عیسیٰؑ اپنی ماں کو لے کر اس ملک سے باہر چلے گئے۔ فلما رآہ اہل مملکتہ قد عاش الخ، جب اس کی سلطنت کے لوگوں کو اس کے فرزند کی زندگی کا پتہ چلا تو وہ مسلح ہو کر بادشاہ کے اُوپر پھٹ پڑے اور چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کر دیا اور کہا کہ اب تک تو ہم سب کو کھاتا رہا۔ اب اپنے بیٹے کو ہم پر مسلط کرنا چاہتا ہے کہ وہ ہمیں کھائے ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ (عرائس ص ۲۱۵)۔

ایک ہی رنگ کے دیگ میں مختلف رنگ کے
کپڑوں کا رنگا جانا اور لوگوں کا ایمان لانا

سکھائے۔ رنگین کے پاس بہت سے کپڑے رنگنے کے لئے جمع تھے۔ اسے ایک کام درپیش ہو گیا اور وہ حضرت عیسیٰؑ کو یہ بتا کر چلا گیا کہ فلاں فلاں کپڑے جن کے دھاگے جس رنگ کے ہیں نے رنگ دیئے ہیں انھیں رنگوں میں رنگنا، میں ابھی آتا ہوں، یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے بجائے اس کے کہ ہر کپڑے کو الگ الگ رنگ میں رنگتے ان سب کپڑوں کو اٹھا کر ایک رنگ کے دیگ میں ڈال دیا اور مطمئن ہو کر بیٹھ گئے، جب وہ واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ سارے کپڑے ایک ہی رنگ کے دیگ میں پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس نے سر پیٹ لیا اور کہا کہ تم نے تو مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ یہ بتاؤ کہ جن لوگوں نے جن رنگوں میں رنگنے کے لئے ہمیں کپڑے دیئے تھے۔ اب ہم انھیں کیا جواب دیں گے۔ تم نے سارے کپڑے ایک رنگ کے دیگ میں ڈال دیئے ہیں حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ گھبراتے کیوں ہو تم نے جس کے کپڑے جن رنگوں میں رنگنے کا وعدہ کیا ہے۔ اُنکے کپڑے انھیں رنگوں میں رنگے جائیں گے۔ اس نے کہا کہ یہ کیسی باتیں کر رہے ہو۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ میں بالکل صحیح کہہ رہا ہوں، اگر تم کو یقین نہیں ہے تو اس برتن کے پاس چلو جس میں سارے

کپڑے پڑے ہوئے ہیں اور اس میں ایک رنگ کا رنگ گھلا ہوا ہے چنانچہ حضرت عیسیٰؑ اور دکان کے سامنے افراد اس دیک کے قریب گئے حضرت عیسیٰؑ رنگ پوچھتے جاتے تھے اور اسی رنگ کا کپڑا اسی ایک برتن سے نکالتے جاتے تھے، یہاں تک کہ بہت سے رنگوں کے کپڑے ایک رنگ کے دیک سے نکال دیئے۔ یہ دیکھ کر رنگریز یہ یقین کرتے ہوئے کہ یہ نبی ہیں ان پر ایمان لایا۔ رحیم القلوب (جلد ۲ ص ۲۳) امام ثعلبی لکھتے ہیں رنگریز نے حیران ہو کر لوگوں کو آواز دی کہ تعالوا انظروا الی ما فعل عیسیٰؑ فامن بہ ذاصحابہ کہ آؤ دیکھو یہ عیسیٰؑ نے کیا حیرت انگیز کام کیا ہے چنانچہ سب نے دیکھا اور سب مسلمان ہو گئے۔

حضرت عیسیٰؑ کے بعض فضائل و کمالات اور سیرت و عادات

حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے فضائل و کمالات کی فہرست بہت طویل ہے اور ان کی سیرت و عادات کے واقعات کا بالتفصیل قلمبند کرنا دشوار ہے کیونکہ وہ بہت زیادہ ہیں۔ ہم اس مقام پر علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ اور علامہ ثعلبی کے افادات سے استفادہ کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے آپ کے حالات و واقعات اور آپ کے نوادرات پر روشنی ڈالی ہے۔ ایک مقام پر ان کے بے باپ کے پیدا ہونے کا ذکر کیا ہے اور ان کو اس میں متفرد ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ایک جگہ ان کے رُوح القدس کی تائید کا ذکر کیا ہے، ایک مقام پر ان کی والدہ حضرت مریمؑ اور خود ان پر نعمت کی فراوانی کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک جگہ گہوارہ میں کلام کرنے کی وضاحت کی ہے اور تعلیم کتاب و حکمت کا ذکر کیا ہے۔ ایک مقام پر نزول انجیل کا حوالہ دیا ہے، ایک جگہ ان کے مٹی سے طائر بنانے اور اندھے اور مبروص کو اچھا کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کا تذکرہ کیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے جو طائر بنایا تھا وہ ”چمگا دڑ“ تھا۔ امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے کہ وہ چھ جاندار جو ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے ان میں سے ایک چمگا دڑ بھی ہے حضرت عیسیٰؑ نے مٹی سے بنایا تھا۔ امام ثعلبی کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے صرف ایک چمگا دڑ ہی بنیں بنایا تھا، بلکہ بہت سے طائر مٹی سے بنائے تھے۔ چمگا دڑ کا ذکر صرف اس کی خلقی ندرت کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ وہ عورتوں کی طرح سے حاضر ہوتا ہے۔ اسکے دانت ہوتے ہیں اور وہ بچہ دیتا ہے۔ نیز یہ کہ اس کے کان باہر ہوتے ہیں۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس کے کان باہر ہوں وہ بچہ دے گا۔

حضرت عیسیٰؑ کا مردوں کو زندہ کرنا | مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام نے بے شمار مردے زندہ کئے تھے ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے جن لوگوں کو زندہ کیا وہ چار تھے، (اول، ان کا ایک دوست

تھا جس کا نام عاذر تھا اس سے تقریباً روزہی ملاقات ہوتی تھی۔ لیکن اتفاقاً کئی دن ہو گئے کہ اس سے ملاقات نہ ہوئی تو وہ اس کے مکان پر گئے اور اُسے دریافت کیا، اس کی بہن نے کہا کہ وہ تو وفات پا گیا ہے اور اُس کو مَرے ہوئے تین دن ہو گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے اظہارِ انوس کے بعد کہا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ وہ زندہ ہو جائے۔ اُس نے عرض کی ضرور چاہتی ہوں، انھوں نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر پر لے چل، وہ لے گئی۔ وہاں پہنچ کر آپؑ نے اُس کی قبر کھدوا دی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی، پالنے والے تو نے مجھے تبلیغِ دین کے لئے بھیجا اور مبعوث کیا ہے اور مردہ زندہ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا ہے۔ خداوندِ میری گزارش ہے کہ عاذر کو زندہ کر دے، ان کے اس عرض کرنے کے بعد عاذر قبر سے زندہ ہو کر نکل آیا اور بیس سال کے عرصہ تک زندہ رہا۔ اس کی شادی ہوئی اور وہ صاحبِ اولاد ہوا۔ (دوم) حضرت عیسیٰؑ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک گروہ گزرا جو ایک میت کو اٹھائے ہوئے تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ ایک لڑکا ہے جو بیوہ عورت کا ہے، حضرت عیسیٰؑ نے اس عورت سے کہا کہ اگر تو کہے تو میں اسے زندہ کر دوں اس نے کہا حضور ضرور زندہ کر دیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی اور وہ زندہ ہو کر تابوت سے نیچے کود پڑا اور فوراً کپڑے پہن کر اپنے گھر چلا گیا۔ (سوم) ایک دختر عشار تھی، لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ سے درخواست کی کہ اسے زندہ کر دیجئے یہ کل فوت ہوئی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے اسے زندہ کر دیا۔ (چہارم) پسر نوحؑ "سام" کو اسمِ اعظمِ الہی سے زندہ کیا۔ سام قبر سے باہر نکلے، ان کے سر کے آدھے بال سفید تھے، سامؑ نے کہا کہ شاید قیامت برپا ہو گئی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ انہیں میں نے خدا کے اسمِ اعظم کے ذریعہ سے دُعا کی ہے اور تم زندہ ہو گئے ہو۔ بروایت علامہ مجلسی سامؑ پانچ سو برس تک دنیا میں زندہ رہے تھے اور ان کے بال سفید نہ ہوئے تھے۔ مگر اس وقت اس ہول سے کہ شاید قیامت آگئی ان کے بال سفید ہو گئے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اچھا اب مر جاؤ۔ سامؑ نے کہا کہ اس شرط کے ساتھ مرنا پسند کرتا ہوں کہ خدا سکراتِ موت سے پناہ میں رکھے، الغرض حضرت عیسیٰؑ نے دُعا کی اور وہ پھر رحمتِ الہی سے واصل ہو گئے۔ امامِ ثعلبی لکھتے ہیں کہ سام بن نوحؑ کو زندہ کرنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے خواہش ظاہر کی تھی کہ کسی ایسے شخص کو زندہ کر دیجئے جو طوفانِ نوح میں موجود رہا ہو، اور اُس نے بچتم خود طوفان کو دیکھا ہو تو حضرت عیسیٰؑ نے انہیں زندہ کر دیا، اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت عیسیٰؑ نے ایک مقام سے مٹی اٹھائی اور اُسے سونگھ کر کہا کہ یہ قبر سامؑ کی مٹی ہے اور ان کی قبر اسی جگہ ہے۔ پھر انھوں نے "ضرب التل بعصا" وقال احي باذن الله۔ اس ٹیلے پر ڈنڈا مارا اور کہا کہ خدا کے حکم سے زندہ ہو جا۔ فخرج سام بن نوح من قبره۔ یہ سنئے ہی سام بن نوحؑ قبر سے نکل آئے اور انھوں نے طوفانِ نوحؑ کا سارا واقعہ بیان کیا۔

اسی طرح حضرت عزیرؑ پیغمبر کو حضرت عیسیٰؑ نے زندہ کیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک گروہ نے خواہش کی عزیرؑ کو زندہ کر دیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ نہر کے اندر ہیں اور انکی میت پتھر کے تابوت میں ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ پانی دُور کرو تو میں زندہ کر دوں۔ چنانچہ اُن لوگوں نے پانی دُور کر دیا۔ پھر حضرت عیسیٰؑ نے انھیں زندہ کر کے تابوت سے نکالا، ان کا جسم بالکل سالم تھا کیونکہ ان الارض لا تا کل اجساد الانبیاء، زمین انبیاء کے جسموں کو کھا نہیں سکتی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے ان کو پھر ان کی قبر میں پہنچا دیا اور وہ مثل سابق پھر موت کی آغوش میں چلے گئے۔ یہ حال دیکھ کر بہت سے لوگ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت پر ایمان لائے۔ (عرائس)۔

حضرت عیسیٰؑ کا کور مادر زاد کو بینائی اور مبروص کو شفا دینا

کو بینا بنانے اور مبروص کو اچھا کرنے کا معجزہ دیا تھا۔ ویسے وہ عظیم الشان حکیم تھے اور ہر مرض کا علاج کرتے تھے۔ لیکن قرآن مجید میں صرف مذکورہ تین ہی چیزوں کا ذکر اس لئے ہے کہ ان چیزوں کے تمام دنیا کے طبیب عاجز تھے، قرآن مجید میں لفظ ”امکہ“ آیا ہے اس کے معنی کور مادر زاد کے ہیں۔ ”الذی ولد اعی دلہ یرضوا قط“ یعنی اندھا ہو پیدا نشی ہو، جس نے کبھی روشنی دیکھی ہی نہ ہو، ثعلبی کا بیان ہے کہ اسلام میں قتاہ کے علاوہ کوئی بھی اس قسم کا اندھا نہیں تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ کنعان کا ایک فرزند تھا جو اپانچ تھا، اس کی بیوی ایک دن اُسے حضرت عیسیٰؑ کے پاس لائی اور اُن سے درخواست کی کہ اسے تندرست کر دیجئے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں صرف بنی اسرائیل کے لئے بھیجا گیا ہوں اور انھیں کا علاج کرتا ہوں تو چونکہ بنی اسرائیل سے نہیں ہے اس لئے میں تیری یہ خدمت نہیں کر سکتا، اس نے کہا، اے نبی خدا، دُنیا کا دستور ہے کہ جب امیروں کے دسترخوان بھاڑے جاتے ہیں تو اس سے کتے فائدہ اُٹھاتے اور اس کے گرے ہوئے ٹکڑے کھا کر اپنی بھوک کا علاج کرتے ہیں۔ آپ کریم ہیں آپ یہ نہ دیکھیں کہ میں کون ہوں، آپ صرف یہ دیکھیں کہ میں خدا کی مخلوق ہوں، خدا را آپ مجھے بے نیل ملام واپس نہ کیجئے، حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اچھا ٹھہر جا میں اپنے مالک سے اجازت لے لوں۔ چنانچہ انھوں نے بارگاہِ احدیت میں عرضداشت پیش کی اور اجازت ملنے پر اس کا علاج کر دیا اور وہ اپنے فرزند کے تندرست ہو جانے سے خوش ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بھائی عیسیٰؑ ایک شہر سے گزرے تو دیکھا کہ ایک شخص اور اس کی بیوی میں تکرار ہو رہی ہے حضرت عیسیٰؑ نے مرد سے پوچھا کہ تم دونوں میں جھگڑا کیا ہے اور تم آپس میں تکرار کیوں کر رہے ہو، اس نے

جواب دیا کہ حضور یہ میری بیوی ہے اور صا کہ بھی ہے۔ لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا اور اس کو الگ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ ناپسند کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اس نے کہا کہ اس کا چہرہ بے رونق ہے۔ اس میں کوئی حاذ بیت نہیں ہے، حضرت عیسیٰؑ نے عورت کو بلا کر اس سے کہا کہ تو سیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا کہ کیونکہ شکم پُری کی حالت میں جب غذا جوش کھاتی ہے تو اس کے اثرات غذا کی زیادتی کی وجہ سے باہر نمودار ہوتے ہیں اور چہرہ بے رونق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس نے اس پر عمل کیا اور اپنے شوہر کی محبوب بن گئی۔ پھر وہ دہاں سے روانہ ہو کر ایک دوسرے شہر میں پہنچے۔ وہاں لوگوں نے اُن سے شکایت کی اور کہا کہ ہمارے درختوں میں کیڑے لگ جاتے ہیں اور ان کی جڑوں کو خراب اور پھلوں کو ناکارہ کر دیتے ہیں، حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تم لوگ جب درخت لگاتے ہو تو پہلے مٹی پھر پانی ڈالتے ہو۔ اسی لئے ایسا ہوتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ جب درخت لگاؤ تو پہلے گڑھے میں پانی ڈالو پھر مٹی ڈال کر اسے نصب کرو۔ چنانچہ انھوں نے اُن کی ہدایت پر عمل کیا اور پھلوں کے کیڑوں سے محفوظ ہو گئے۔

پھر حضرت عیسیٰؑ دہاں سے اور آگے بڑھے اور ایک شہر میں وارد ہوئے، وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے چہرے زرد اور ان کی آنکھیں نیلی ہیں۔ انھوں نے ان کے نمایاں افراد سے دریافت کیا کہ تم لوگوں کی یہ حالت کیوں ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں اس کی خبر نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ تم لوگ گوشت بلا دھوئے ہوئے پکاتے ہو اسی لئے اس قسم کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ سو جب جانور ذبح ہوتا ہے تو اس کے ہر رگ و پے سے جنابت کا ظہور ہوتا ہے مقصد یہ ہے کہ جب کسی بھی جاندار کے جسم سے رُوح نکلتی ہے تو اس کے رگ و پے سے مادہ منویہ خارج ہوتا ہے اور وہ اس وقت تک اس کے گوشت میں لگا رہتا ہے۔ جب تک وہ دھویا نہ جائے چنانچہ ان لوگوں نے ہدایت پر عمل کیا اور مذکورہ بیماری سے محفوظ ہو گئے۔

میں کہتا ہوں کہ اس واقعہ سے غسل میت کے وجوب کی وجہ اور اس کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔ نیز اس سے غسل مس میت کا مسئلہ بھی حل ہوتا ہے۔ حضرات ائمہ طاہرینؑ نے ہمیں بتلایا ہے کہ مرنے کے بعد جب گرمی جسم سے دُور ہونے لگتی ہے تو مادہ باہر نکلنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میت کا غسل اس وقت واجب ہوتا ہے۔ جبکہ میت "بعد البرد و قبل تطہرہ" چھوئی جائے یعنی میت کے سرد ہونے کے بعد اور غسل سے پہلے جو میت کو مس کرے اس پر غسل واجب ہوتا ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر میرے بھائی عیسیٰؑ ایک اُد شہر میں گئے تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے دانت گر گئے ہیں اور ان کے چہرے چھوٹے ہوئے ہیں لوگوں نے حضرت سے شکایت کی اور اپنی پریشانی ان پر ظاہر کی، حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تم لوگ سوتے

دقت دانتوں کو ایک دوسرے پر دبا کر سوتے ہو جس کی وجہ سے وہ سانس جو اندر جاتی ہے جب مُنہ سے نکلنا چاہتی ہے تو مُنہ کے بند ہونے کی وجہ سے وہ دانتوں کی جڑوں سے ٹکراتی ہے۔ اس وجہ سے یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے، ان لوگوں نے اس کی طرف توجہ کی اور مرض سے محفوظ ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ سے ایک مُردے کا اپنی سرگزشت بیان کرنا

حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیاحت کرتے ہوئے ایک شہر میں پہنچے جہاں کے لوگ مُرے ہوئے تھے اور ان کی ہڈیاں گھروں اور سڑکوں پر پڑی ہوئی تھیں۔ جب اُن کا یہ حال آپ نے مشاہدہ فرمایا تو بولے یہ لوگ عذاب الہی سے ہلاک ہوئے ہیں۔ کیونکہ اگر اپنی موت سے مُرے ہوتے تو لامحالہ ایک دوسرے کو دفن کئے ہوتے اور ایسا نہ ہوتا کہ سب کے سب زمین پر پڑتے گلتے، یہ سُن کر اُن کے اصحاب نے عرض کی کہ حضور ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں اس چیز کا علم ہو جائے کہ یہ لوگ کیسے اور کس طرح فوت ہوئے ہیں اور ان کے ہلاک ہونے کا سبب کیا تھا۔ اس وقت خدا نے حضرت عیسیٰؑ پر وحی کی کہ تم اُن کو آواز دو، یہ تم کو خود اپنی سرگزشت سے آگاہ کریں گے۔ حضرت نے اُن کو آواز دی۔ ان میں سے ایک مُردے نے جواب دیا لبیک یا رُوح اللہ، حضرت عیسیٰؑ نے لبیک کے جواب میں سوال کیا کہ تمہارا کیا حال ہے اور تمہارا کیا قصہ اور واقعہ ہے؟ اس نے کہا کہ اے نبی خدا ہم سب شام تک بالکل خیر اور عافیت سے تھے، رات ہوتے ہی ایک دم ہادیہ میں پہنچا دیئے گئے۔ جو جہنم میں سب سے پچلا طبقہ ہے اور اس میں آگ کے دریا ہیں اور دریا میں آگ کے پہاڑ ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ تمہاری یہ حالت کس وجہ سے ہوئی اور کن اعمال کے سبب سے ہوئی۔ اس نے کہا کہ مجتہد دُنیا اور عبادت طاغوت، یعنی اہل باطل کی اطاعت کے سبب سے حضرت نے دریافت فرمایا کہ دُنیا کی مجتہد تمہارے دلوں میں کس حد تک پہنچی تھی، کہا ماں کے دل میں بچے کی محبت کی طرح کہ اس کی جانب جب بچہ رُخ کرتا ہے۔ ماں شاد ہو جاتی ہے اور جب اُس سے مُنہ پھیر لیتا ہے تو محزون و رنجیدہ ہو جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ عبادت طاغوت تمہارے دلوں میں کس حد تک تھی۔ اس نے کہا کہ اہل باطل، جس باطل اُمر کا ہم کو حکم دیتے تھے۔ ہم اس پر فوراً بلا سوچے سمجھے عمل کرتے تھے۔ حضرت نے پوچھا کہ اتنے لوگوں میں سے صرف تو ہی مجھ سے ہم کلام کیوں ہے۔ اور کوئی دوسرا کیوں نہیں بولتا، میں نے تو سب کو آواز دی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ان سب کے مُنہ میں آگ کی لگام لگی ہوئی ہے اور ان پر سخت ترین فرشتے مسلط ہیں، وہ بول نہیں سکتے۔ اے نبی خدا عذاب میں میں بھی مبتلا ہوں۔ لیکن ان کی جیسی حالت میری نہیں ہے، میں ان کے ساتھ ضرور رہتا تھا، لیکن ان کی تمام بد عملیوں میں شرکت نہیں کرتا تھا۔ اس لئے میرے مُنہ میں لگام نہیں ہے اور میں اپنے بالوں میں جہنم

کے کنارے لٹکا ہوا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ جہنم میں نہ گر جاؤں، اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے اسے رخصت کیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ گناہوں سے بچنا عین زیر کی ہے اور کھنڈروں میں سونا اور جو کی روٹی کھانا دین کی سلامتی اور بڑی نیکی ہے۔

ہمنشینی کے لئے افراد کا تعین | حضرت محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے اُن سے

دریافت کیا کہ اے رُوح اللہ ہم کس کی ہم نشینی اختیار کریں اور کس کے ساتھ اٹھا بیٹھا کریں۔ حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ تم عالموں کے ساتھ ہم نشینی اختیار کرو۔ جس کے دیکھنے سے خدا کی یاد تازہ ہو، اور تمہارا دل عبادتِ خدا کی طرف مائل ہو اور جن کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جن کے کردار اور عمل سے آخرت کی طرف میلان ہو۔

گناہوں کے سبب رونے کی ترغیب | ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ

کا گزر ایک دن ایک ایسی جماعت کی طرف سے ہوا۔ جس کے تمام افراد رو رہے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ یہ کیوں رو رہے ہیں، ان سے کہا گیا کہ یہ سب خوفِ خدا سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں اس وقت تک مسلسل رونا چاہیئے۔ جب تک خدا انہیں بخش نہ دے۔

بیٹے کی رفاہی خدمت کی وجہ سے باپ کی بخشش | ایک معتبر روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت عیسیٰؑ

ایک قبر کی طرف سے گزرے تو دیکھا کہ صاحبِ قبر پر عذاب ہو رہا ہے۔ وہ دہاں سے روانہ ہو گئے۔ پھر دوسرے سال اسی طرف سے گزرے تو دیکھا کہ قبر میں سکون ہے اور صاحبِ قبر عذاب میں مبتلا نہیں ہے۔ یہ دیکھ کر انھوں نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی مالک اس صاحبِ قبر سے عذاب کیسے مل گیا۔ جبکہ تیرا عذاب ایسا اٹل ہوتا ہے جس میں کسی کی سفارش کا رگر نہیں ہوتی۔ ارشاد ہوا کہ اے میرے نبی، یہ گناہ گار تھا اور میرے عذاب میں مبتلا تھا لیکن ہوا یہ کہ اس کا ایک لڑکا ہے۔ اس نے اب جوان ہونے کے بعد ایک راستے کو دُرست کر دیا ہے جس سے مسلمانوں کی آمد و رفت میں سہولت پیدا ہو گئی ہے نیز اس نے ایک یتیم کو پناہ دی ہے۔ اس لئے میں نے اس کے باپ کو بخش دیا ہے اور اس سے عذاب کو دُور کر دیا ہے۔

دنیا سے اجتناب کی ہدایت | ایک روایت میں ہے کہ ایک دن دنیا، ایک بوڑھی عورت کی شکل میں حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں آئی،

اس نے خوب بناؤ اور سنگار کر رکھا تھا، حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ تو نے کتنے شوہر کئے ہیں اُس نے

کہا کہ اس کا کوئی شمار نہیں ہے، پھر آپ نے پوچھا کہ تیرے جن شوہروں نے تجھے طلاق دی ہے وہ سب فوت ہوئے ہیں، اس نے کہا کہ نہ انھوں نے طلاق دی ہے اور نہ وہ اپنی موت سے مرے ہیں بلکہ ایسا ہوا ہے کہ میں نے سب کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ وائے ہولے لوگوں پر جو اب بھی تیری طرف مائل ہوتے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے حواریین اور ان کی عظمت

حضرت عیسیٰؑ کے حواریین بڑی عظمت کے مالک تھے۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں بھی ان کا کئی مقام پر ذکر کیا ہے، ان کی تعداد بارہ تھی اور بروایت امام شعبی وہ حضرت عیسیٰؑ کے مخلص اصحاب اور محب انصار اور وزیر تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کو ان پر بڑا بھروسہ تھا۔

ان کے ناموں میں تو دغین نے اختلاف کیا ہے۔ مؤرخ اسلام مسٹر حواریین عیسیٰؑ کے اسماء | ذاکر حسین دہلوی نے یہ نام لکھے ہیں جو میرے نزدیک بھی درست ہیں (۱) شمعون الصفا (۲) اندراؤس (۳) یعقوب بن زندی (۴) شمعون القنانی (۵) یعقوب بن جلعی (۶) پولوس (۷) یوحنا (۸) برتولو ماؤس (۹) لوقا (۱۰) متی (۱۱) مارتوس (۱۲) یودا (تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۳۶)۔

ان کے حواری کہے جانے میں بھی اختلاف ہے کچھ لوگوں کا تو وہی خیال ہے جو اوپر مذکور ہو، یعنی یہ کہ یہ لوگ انگریز تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ سب دھوبی تھے۔ صفا کا قول ہے کہ صفائے باطن کی وجہ سے انھیں حواری کہا گیا ہے۔ عبد اللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ یہ سب نورانی تھے، یعنی ان کے چہرے پر اثرِ سجود تھا اور شکل نورانی تھی کیوں کہ ”محدود“ کے معنی عند العرب سفیدی کے ہیں حسنِ بصری کا بیان ہے کہ حواری کے معنی انصار کے ہیں، قتادہ کہتے ہیں، ”ہم الذین تصلم لھما الخلافۃ“ یہ وہ لوگ تھے جن میں خلافت کی صلاحیت تھی، انصر بن شہیل کا بیان ہے کہ حواری مخصوص کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ چونکہ حضرت عیسیٰؑ کے خاص لوگ تھے اس لئے انھیں حواری کہا گیا۔ (عرائس شعبی ص ۲۱۶)۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حسن بن افضل نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کی کہ حضور یہ ارشاد فرمائیں کہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے اصحاب خاص کو حواری کیوں کہتے ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے ابنِ افضل لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ دھوبی تھے، کپڑوں کو دھو کر میل و نجاست

سے پاک کرتے تھے اور وہ مشتق ہے ”خبر حواری“ سے یعنی خالص سفید روٹی، لیکن ہم اہل بیت کہتے ہیں کہ ان کو حواری اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے کو اور دوسروں کو مواعظ اور نصیحت کے ذریعہ سے گناہوں اور بُرے اخلاق سے پاک کیا کرتے تھے، پھر اس نے پوچھا کہ حضرت عیسیٰؑ کے پیروی کرنے والوں کو نصاریٰ کیوں کہتے ہیں تو فرمایا کہ ان کی اصل و بُنیا دشر ناصرہ کی ہے جو بلا دشام کا ایک شہر ہے جہاں جناب مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ مصر سے واپس آنے کے بعد قیام پذیر ہوئے تھے۔

حواریین عیسیٰؑ اور حواریین
آل محمدؐ میں فرق

حواریوں نے عیسیٰؑ کی دینی اطاعت نہ کی جیسی اطاعت ہمارے حواری ہماری کرتے ہیں اس لئے کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ کون ہے میرا مددگار، خدا اور دین خدا کی اقامت کے سلسلہ میں ہواریوں نے کہا کہ ہم لوگ خدا کے مددگار ہیں، لیکن خدا کی قسم انھوں نے حضرت عیسیٰؑ کی یہودیوں سے بچانے کے سلسلے میں مدد نہ کی اور حضرت عیسیٰؑ کی حمایت میں دشمنوں سے جنگ نہ کی، لیکن خدا کی قسم ہمارے شیعہ جس روز سے پیغمبر خدا صلعم نے رحلت فرمائی ہے اب تک ہمارے معین و مددگار ہیں اور ہمارے لئے دشمنوں سے جنگ کرتے رہتے ہیں، گو دشمنان خدا ان کو آگ میں جلاتے رہتے ہیں، مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچاتے ہیں اور ان کو شہر بدر کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے شیعہ اور ہمارے دوست ہماری محبت سے باز نہیں آتے، خدا ان کو ہماری جانب سے جزلے خیر عطا فرمائے۔ (ترجمہ حیات القلوب)

حضرت عیسیٰؑ کے حواریین کو انکساری
اور فروتنی کی عملی تعلیم

کچھ میں کرتا ہوں اس پر غور کرو، یہ کہہ کر گھٹے اور انھوں نے اپنے حواریین کے پاؤں دھوئے ان لوگوں نے عرض کی کہ یہ تو ہمارا فریضہ ہے کہ ہم آپ کے پیروں دھوئیں۔ ارشاد فرمایا کہ ”عالم لوگوں کی خدمت کا زیادہ سزاوار ہے، میں نے اس لئے یہ تواضع اور فروتنی ظاہر کی تاکہ تم بھی میرے بعد ایسا ہی کرو۔“

حضرت عیسیٰؑ کی سیرت اور ان کے بعض عادات و واقعات

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ۱۲؎ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان چار سو اسی سال کا فاصلہ تھا۔ روح اللہ خدا کی یگانہ پرستی اور اس کی

عبادت میں غلوّس اور ترک ریا اور جو کچھ نوحؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ نے تعلیم دی تھی ان تمام امور کی تبلیغ پر مبعوث ہوئے تھے، خدا نے ان پر انجیل نازل فرمائی اور چند عہد ان سے لئے جو ادر پیغمبروں سے لئے تھے اور توریت میں ان کے لئے لکھا تھا کہ نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور نیکیوں کا حکم کیا کریں اور بُرائیوں سے لوگوں کو منع کریں اور حرام کو حرام اور حلال کو حلال قرار دیں اور انجیل میں نصیحتیں اور مثالیں تھیں اس میں تعزیرات و احکام حدود و فرض و میراث نہ تھے اور جو توریت میں سخت احکام تھے۔ ان میں سے بعض میں خدا نے تخفیف فرمادی تھی، جیسا کہ قرآن میں فرمایا ہے کہ عیسیٰؑ نے کہا کہ میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ بعض چیزوں کو جو تمہارے لئے حرام تھیں حلال قرار دوں، اور جو لوگ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے تھے آپ نے ان کو توریت و انجیل دونوں پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ (حیات القلوب)۔

حضرت عیسیٰؑ کے گزراوقات کا انداز | تو روضہ و محدثین کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ پتھر کا ٹکڑہ رکھتے تھے، اور سوتے وقت موٹے

کپڑے پہنتے تھے، عموماً جھوکے رہتے تھے۔ رات کو روشنی کے لئے چاندنی پر اکتفا کرتے تھے۔ زمین پر سوتے تھے، عموماً سیاحت کیا کرتے تھے اور مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے میں دن گزارتے تھے، آپ میوے وغیرہ سے دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی تھی اور عورت سے نا آشنا تھے۔ نہ مال و دولت رکھتے تھے نہ اولاد کے مالک تھے، ساری رات عبادت کرتے تھے۔ آپ کی سواری آپ کے پیڑھے تھی، اور آپ کے خادم آپ کے دونوں ہاتھ تھے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے اپنے بعض خطبوں میں جو بنی اسرائیل کے درمیان پڑھتے تھے فرمایا تھا کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ میرے خادم میرے ہاتھ تھے اور میری سواری میرے پیڑھے تھی، میرا بستر فرش زمین اور میرا ٹکڑہ پتھر تھا، وہ جاروں میں آگ کے بجائے سورج سے کام لیتے تھے۔ انھوں نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ میرا چراغ رات کے وقت چاندنی ہوتی ہے میری غذا جھوک اور میرا لباس خوف خدا ہے اور میری تن پوشی کے لئے بالوں کے موٹے جھوٹے کپڑے ہیں، میرے میوے پھل اور گل و لالہ زمین کی گھاس ہے جو حیوانات کھاتے ہیں، میں رات بسر کرتا ہوں اور کچھ نہیں رکھتا، صبح ہوتی ہے اور میرے پاس کچھ نہیں ہوتا، لیکن زمین پر مجھ سے بڑھ کر کوئی سغنی اور بے نیاز نہیں ہوتا۔ حضرت سلمان فارسی کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کبھی لوگوں کے عیبوں کی جستجو نہیں کی، کبھی کسی کے سامنے چلا کر نہیں بولے۔ کبھی قہقہہ مار کر نہیں ہنسے۔ کبھی کسی کو اپنے پاس سے نہیں ہٹایا، کبھی کسی بدبو سے اپنی ناک میں انگلی نہیں دی کبھی کسی کھیل میں دلچسپی نہیں لی اور نہ کھیلے اور نہ کبھی کوئی فعل کام کیا۔

حضرت عیسیٰ اور مسور کی دال

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسور کی دال کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ انبیاء کی غذا ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلعم نے اپنے اصحاب کو ایک دن مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ خدا تمہیں مسور کھانا گوارہ کرے، کیونکہ وہ بہت مبارک غذا ہے، دل کو نرم کرتی ہے اور رقت (گریہ) کو زیادہ کرتی ہے۔ ستر پیغمبر دل کی پسندیدہ ہے جس کے انہری نبی حضرت عیسیٰ تھے۔

حضرت عیسیٰ کے شادی نہ کرنے کی وجہ

حضرت صادق آل محمد ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن لوگوں نے حضرت عیسیٰ کی خدمت میں عرض کی یعنی ان سے سوال کیا کہ آپ عورت سے شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے شادی سے کوئی فائدہ محسوس نہیں ہوتا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اولاد ہوگی۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ وہ اولاد میرے کس کام آئے گی، وہ اگر پیدا ہونے کے بعد زندہ رہے گی تو میرے لئے فتنہ بنے گی، اگر مر جائے گی مجھے دکھ، درد، رنج اور غم میں مبتلا کر دے گی۔ میں موجودہ حال میں اچھا ہوں کہ اللہ کی عبادت بغیر کسی رکاوٹ کے کرتا ہوں۔

حضرت عیسیٰ کے پانی پر چلنے کا ایک واقعہ

تورین کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ وہ پانی پر اسی طرح چلا کرتے تھے۔ جس طرح خشک زمین پر چلتے تھے۔ ایک دن وہ ایک دریا کی طرف سے گزرے، ان کے ہمراہ ان کا ایک عزیز ترین صحابی تھا، جو ان سے کبھی جدا نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے بسم اللہ کہہ کر پانی پر قدم رکھا اور چل پڑے۔ ان کے پیچھے ان کا وہ چیتا صحابی بھی بسم اللہ کہہ کر بصدق دل اور بے یقین کامل روانہ ہو گیا، جب آدھا راستہ طے کر چکا تو اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں بھی کچھ ہوں، جس طرح حضرت عیسیٰ چل رہے ہیں، میں بھی چل رہا ہوں، اس خیال کا آنا تھا کہ وہ پانی میں ڈوبنے لگا۔ حضرت عیسیٰ نے ہاتھ بڑھا کر اسے بچا لیا اور جب باہر نکلے تو اس سے دریافت کیا کہ یہ بتا کہ تیرے دل میں کیا خیال پیدا ہوا، جس کی وجہ سے تو ڈوبنے لگا، تو اس نے کہا کہ حضور میرے ذہن میں آپ کی ہمسری کا خیال آ گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ ہر شخص کو اپنی حیثیت پیش نظر رکھنی چاہیئے، تو توبہ کر، اس نے توبہ کی اور اپنی سابقہ حیثیت پر آ گیا۔

حضرت عیسیٰ اور دریائی جانوروں کے کھلانے کا ثواب

صادق آل محمد سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ ایک دریا کی طرف سے گزرے، آپ کے ہمراہ آپ کے حواری بھی تھے۔ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ایک روٹی دریا میں ڈال دی جو ارمین نے عرض کی حضور پانی میں روٹی کیوں ڈال دی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ دریا میں جانور ہیں میں نے اس لئے روٹی ڈال دی تاکہ اس کے جانور اسے کھالیں کیونکہ دریائی جانور دل کو کھلانے میں بڑا ثواب ہے۔

حضرت عیسیٰ اور صدقہ کی اہمیت | حضرت عیسیٰ ایک دن ایک طرف سے گزر رہے تھے ان کی نگاہ ایک بارات پر پڑی، آپ نے

اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ لوگ اتنی خوشی منا رہے ہیں، مگر ان کو اس کی خبر نہیں کہ یہ جس لڑکی کو لئے جا رہے ہیں یہ آج رات کو مرنے والے گئے۔ غرضیکہ بارات دُلہا کے گھر پہنچی دہاں مراسم و رسوم ادا ہوئے اس کے بعد دونوں ایک گھرے میں چلے گئے اور رات بھر رہے لڑکی زندہ سلامت رہی۔ لوگوں نے حضرت عیسیٰ سے اس لڑکی کے بچات ہونے کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے گھر لے چلو۔ گھر پہنچ کر آپ نے شوہر سے اجازت لی اور لڑکی سے پوچھا کہ تم نے آج رات کونسا اچھا کام کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میرا معمول تھا کہ میں رات کو صدقہ نکالا کرتی تھی اور جو فقیر آتا تھا اسے دے دیتی تھی، آج رات بھی ایسا ہی ہوا میں نے بدقت صدقہ دے دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے اس گفتگو کے بعد اس کا نیکہ اٹھایا تو اس کے نیچے ایک سانپ بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اسی صدقہ کی وجہ سے اس سانپ نے اسے نہیں ڈسا اور یہ بچ گئی۔ (حیات القلوب)، واضح ہو کہ اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں بھی ہوا ہے۔

نبوت و امامت میں شک کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی | ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میں ایک شخص کو دیکھتا ہوں کہ وہ بہت عبادت کرتا ہے۔

لیکن آپ کا اور آپ کے دین کا اعتقاد نہیں رکھتا کیا یہ عبادت اس کو کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کی مثال اس جماعت کی سی ہے جو بنی اسرائیل میں تھی کہ جو ان میں سے چالیس راتیں عبادت خدا میں مشغول رہتا اور دعا کرتا۔ تو بے شبہ اس کی دعا قبول ہو جاتی۔ لیکن ان میں سے ایک شخص نے ایسا ہی کیا، لیکن اس کی دعا قبول نہ ہوئی تو وہ حضرت عیسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس بارے میں شکایت کی اور اس معاملہ میں حضرت سے دعا کرنے کی خواہش کی۔ حضرت عیسیٰ نے وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی۔ تو خدا کی جانب سے ان پر وحی نازل ہوئی کہ بندہ میرے پاس حاضر ہوا تھا غیر راہ سے جو میں نے نہیں بتلائی اور تمہاری پیغمبری میں شک رکھتا ہے۔ اگر اس قدر دعا کرے کہ اس کی گردن ٹوٹ جائے، اور ہاتھوں کی انگلیاں گر جائیں تب بھی میں اس کی دعا قبول نہ کر دوں گا، یہ سن کر حضرت عیسیٰ نے اس

کی جانب رخ کیا اور فرمایا کہ تو خدا کو پکارتا ہے اور میری پیغمبری میں شک کرتا ہے، اُس نے کہا کہ روح اللہ خدا کی قسم ایسا ہی ہے، آپ دعا کیجئے کہ میری یہ حالت زائل ہو جائے، حضرت عیسیٰ نے دعا کی تو خدا نے اُس کی توبہ قبول فرمائی، اور وہ بھی اپنے گھر کے دیگر افراد کی مثل خالص مومن ہو گیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص نبی کی نبوت میں شک کرے یا امام کی امامت کا منکر ہو وہ جب تک توبہ نہ کرے اس کا انجام بخیر نہ ہو گا نہ اُس کی دعا قبول ہوگی اور نہ وہ کوئی فائدہ دینی حاصل کر سکے گا۔ چاہے اس نے دنیا میں کتنے ہی فتوحات کیوں نہ کئے ہوں۔ (مؤلف)۔

حضرت عیسیٰ کے اصحابِ ثلاثہ کا حشر

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گاؤں کی طرف سے گزرے۔ اُن کے ہمراہ ان کے تین اصحاب بھی تھے، راستے میں سونے کی تین اینٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت عیسیٰ نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ یہ اینٹیں بہتوں کی جان لیوا ثابت ہوں گی۔ اس کے بعد ان اصحاب سمیت آگے بڑھ گئے، وہ چلے جا رہے تھے کہ اُن تینوں کی نیت خراب ہو گئی۔ ایک نے کوئی بہانہ کیا اور واپس ان کا ساتھ چھوڑ کر چلا گیا، پھر اس کے دونوں ساتھیوں نے بھی بہانہ کیا اور حضرت عیسیٰ کی ہمراہی سے جدا ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ متہنا اس کام کے لئے روانہ ہوئے جس کے لئے گئے تھے اور ان کو ساتھ لے گئے تھے۔ ان اصحابِ ثلاثہ نے اس مقام پر پہنچ کر جس جگہ اینٹیں پڑی تھیں اُن پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ کھانے کا وقت تھا، ان میں سے دو نے تیسرے سے کہا کہ تم بازار جا کر کھانا لاؤ ہم دونوں اسی جگہ بیٹھے ہیں، وہ کھانا لینے کے لئے چلا گیا۔ کھانا لینے کے بعد اُس کی نیت خراب ہو گئی اور اُس نے زہر خرید کر اس کھانے میں ملا دیا تاکہ دونوں مر جائیں اور ساری اینٹیں اسی کے ہاتھ آجائیں۔ پھر اسی کی طرح ان دونوں کی نیتیں بھی خراب ہو گئیں۔ ان دونوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ جب ہمارا ساتھی کھانا لے کر آئے تو اسے مار ڈالا جائے تاکہ تینوں اینٹیں ہم ہی دونوں کو مل جائیں، چنانچہ جب وہ کھانا لے کر آیا تو یہ دونوں ان پر بل پڑے اور اُسے اتنا مارا کہ وہ مر گیا، ان دونوں نے وہ اینٹیں اپنے قبضے میں کر لیں اور اسی جگہ بیٹھ کر کھانا کھایا، کھانے میں تو زہر ملا ہوا تھا ہی، جب انھوں نے اسے کھایا، تو یہ دونوں بھی مر گئے۔

جب حضرت اپنے کام سے فراغت کے بعد واپس تشریف لائے تو اصحابِ ثلاثہ کو مڑدہ پایا۔ پھر انھیں زندہ کر کے اُن سے کہا کہ میں نے نہیں کہا تھا کہ یہ اینٹیں بہتوں کے لئے جان لیوا ثابت ہوں گی۔ تم نے اپنی بدکرداری کا ثبوت دیا اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، اگر میں زندہ نہ کرتا تو تم ابھی سے ہی جہنم میں پہنچ جاتے۔

حضرت عیسیٰؑ پر نزولِ انجیل اور

حضرت امام رضا علیہ السلام کا مناظرہ

محدثین کا بیان ہے کہ انجیل ماہِ رمضان کی بارہویں شب کو نازل ہوئی تھی اور اُس کا نزول قرآن مجید کی طرح کئی سالوں میں نہیں ہوا۔ بلکہ یہ مکمل ایک ساتھ نازل ہوئی تھی۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ اس کا نزول اتوار کو ہوا تھا۔ اسی لئے عیسائی اس دن کو متبرک جانتے اور یومِ عید قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے انجیل کے بارے میں دربارِ ماموں رشید عباسی میں عالمِ نصاریٰ سے زبردست مناظرے فرمائے تھے اور اسے مہوت کر کے بالکل خاموش کر دیا تھا، حضرت کے مناظرے چونکہ بہت طویل ہیں اس لئے ہم اس مقام پر لکھنا مناسب نہیں سمجھتے۔ جن حضرات کو ملاحظہ کرنا ہو انھیں چاہیئے کہ بحار الانوار ملاحظہ کریں۔ مناظرے کے بعض حصے حیاتِ القلوب اور چودہ ستارے میں بھی ہیں، چودہ ستارے میں اور بھی دیگر علماء غیر مسلم سے مناظرے مندرج ہیں۔

شیطان شاہِ فلسطین کی شکل میں

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام کی ایک پہاڑی پر تشریف فرما تھے، اتنے میں شیطان لہوڑ شاہِ فلسطین حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ بے شک مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور یہ مجھ کو خدا نے دیا اور جو کچھ کرتا ہوں اُسی کی طاقت اور اسی کے حکم سے کرتا ہوں۔ اُس نے کہا کہ جب آپ میں ایسی طاقت ہے تو پھر آپ اپنے کو پہاڑ سے گرا کر دکھا دیجئے، یعنی اپنے کو پہاڑ سے گرایئے اور کوئی گزند نہ پہنچے۔ حضرت نے فرمایا کہ جا اپنی راہ لے، خدا نے مجھے اس امر کا کوئی حکم نہیں دیا، اور میں تابعِ حکمِ باری ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ کا عمل تیس سال کی عمر میں

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تیس سال کے ہوئے تو آپ کو حکم ہوا کہ اب اپنے کام کو تیز کرو اور میری مخلوقات کی خدمت میں پورا اہتمام کر دے، جتنے بیمار ہیں اُن کو شفا دے، جتنے مریض ہیں اُن کو تندرستی عطا کر دے اور ساتھ ہی ساتھ ابلیس ملعون کے چیلوں کا قلع قمع کر دو، یہ سن کر حضرت عیسیٰؑ نے کام کی رفتار تیز کر دی اور لوگوں کی خدمت میں حد سے زیادہ مشغول ہو گئے، کبھی ایسا بھی ہونے لگا کہ ایک دن میں پچاس ہزار افراد جمع ہو جاتے تھے اور اپنا علاج کراتے تھے۔ فمن اطاق منه من یسئ الیہ مشئ الیہ ومن لم یطق وصل الیہ عیسیٰ علیہ السلام، ہوتا یہ تھا کہ لوگوں کو جب اطلاع مل گئی کہ حضرت عیسیٰؑ مُردوں کو زندہ کرتے اور کور مادر زاد کو بینائی بخشے اور مہرِ وص کو اچھا کرتے ہیں تو سب دوڑ پڑتے

تھے اور ہر قسم کے مریض جمع ہو جاتے تھے، حضرت کا اصول یہ تھا کہ جو اپنے پیسے سے چل کر پہنچ جاتے تھے وہ تو خود آتے تھے اور جو نہیں آ سکتے تھے حضرت عیسیٰ ان کے پاس خود پہنچتے تھے اور فی سبیل اللہ ان کا علاج کرتے تھے۔ اور اس زمانے میں جو شیاطین تھے انھیں دغ کرنے اور ان کا قلع قمع کرنے کی سعی کرتے تھے۔ ابلیس نے جس وقت دیکھا کہ حضرت عیسیٰ میری نسل کے پیچھے پڑے ہیں تو اس نے ان کی خوشامد شروع کر دی اور چاہا کہ کسی طرح ان کو راضی کر لے۔ بروایت ابن عباسؓ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۳۰ سال کی پوری ہو گئی تو ایک دن وہ بیت المقدس کی عقبی گھاٹی میں کھڑے تھے جسے عقبہ رفیق بھی کہتے ہیں، ناگاہ ابلیس ملعون آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے عیسیٰ آپ کی خدائی بہت بلند ہے کہ آپ نے گہوارے میں کلام کیا، اور آپ مٹی کا طائر بنا کر اس میں پھونک مارتے ہیں اور اس میں روح ڈالتے ہیں اور وہ اڑنے لگتا ہے۔ آپ بیماروں کو شفا دیتے ہیں، وہ بیمار چاہے جس قسم کے ہوں سب اچھے ہو جاتے ہیں، آپ مردوں کو زندہ کرتے ہیں، آپ پانی پر چلتے ہیں اور آپ کے قدم تر نہیں ہوتے اور پانی کے اندر نہیں جاتے، آپ کے لئے ہے کہ آپ کے زیر قدم ساری کائنات ہوگی اور آپ روزی تقسیم کریں گے۔

یہ سن کر حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ اے ملعون تو نے جو خدائی کی نسبت میری طرف دی ہے۔ یہ تیری گواہی ہے، میں نے جو گہوارے میں کلام کیا حکم خدا سے کیا، اگر وہ مجھے گونگا کر دیتا تو میں بول بھی نہ سکتا۔ میں مٹی سے پرندہ بنا کر ہوا میں اڑاتا ہوں، تو اسی کے حکم سے ایسا کرتا ہوں۔ اگر وہ نہ چاہے اور اس کا حکم نہ ہو تو میں کچھ بھی نہیں کر سکتا، میں بیماروں کو شفا دیتا ہوں تو اسی کے حکم سے دیتا ہوں۔ مردوں کو زندہ کرتا ہوں تو اسی کے حکم سے کرتا ہوں، پانی پر چلتا ہوں تو اسی کے حکم سے چلتا ہوں، اے ملعون اگر میرا مالک نہ چاہے تو میں بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ اے ملعون تو اپنی حرکتوں سے باز آ، اور خدائے وحدہ لا شریک کی عظمت پر نگاہ رکھ۔

یہ سن کر شیطان یابوس ہو کر چلا گیا اور اس نے اپنے کو بروایت ابن بابویہ دریا سے اختر میں گرا دیا۔ پھر ایک پتھر پر متواتر سجدے کرنے لگا۔ ایک جہنم نے جو اس جگہ موجود تھی اس نے کہا کہ تو یہ سجدے کس لئے کرتا ہے کیا تجھے گمان ہے کہ تو بخشا جائے گا۔ اس نے کہا کہ نافرمانی کی وجہ سے جب میں جہنم میں ڈالا جاؤں گا، تو مجھے یقین ہے کہ میرے ان سجدوں کی وجہ سے خدائے رحیم و غفور مجھے جہنم سے نکال لے گا۔

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

حضرت عیسیٰؑ اور نزولِ مائدہ

حضرت عیسیٰؑ کی اُمت پر نزولِ مائدہ کا ذکر قرآن مجید میں کافی وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ حضرات آلِ محمدؑ کے ارشاد کے مطابق حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ اس کی طاقت اور استطاعت رکھتے ہیں کہ ہمارے لئے آسمان سے مائدہ (دستر خوان منگوا دیں تو منگوا دیجئے)۔

حضرت سلمان فارسی سے منقول ہے کہ جب حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے سوال کیا کہ مائدہ ان پر نازل ہو، اس وقت حضرت اولن کا لباس پہنے ہوئے تھے، یہ سن کر حضرت عیسیٰؑ خوب روئے اور خدا کی بارگاہ میں دعا کی تو ایک سُرخ خال ہوا میں اُترتا ہوا دکھائی دیا اور عورتوں ہی دیر میں ان کے پاس آگیا، حضرت عیسیٰؑ اُٹھے اور وضو کر کے طویل نماز پڑھی۔ پھر خزان پوشش کو ہٹایا اور فرمایا: **بِسْمِ اللّٰهِ خیر التّراذین**۔ لوگوں نے دیکھا کہ بھٹی ہوئی پھلی اس میں تھی جس میں بھٹنے کی وجہ سے فلس (چھلکے) نہ تھے، وہ روغن سے تر تھی اس کے سر کے پاس نمک رکھا ہوا تھا۔

اور اس کے دم کے قریب سر رکھا تھا اور اس کے گرد ہر قسم کی ترکاریاں تھیں اور لہسن اور پانچ روٹیاں تھیں۔ ایک پرزیتون کا تیل تھا، دوسری پر شہد، تیسری پر گھی، چوتھی پر پنیر اور پانچویں پر کباب رکھا ہوا تھا۔ اُسے دیکھ کر جناب شمعون نے پوچھا یا رُوح اللہ یہ طعام دنیا سے ہے یا طعامِ آخرت سے، حضرت نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی نہیں بلکہ خدا نے ابھی اپنی قدرت سے خلق فرمایا ہے۔ کھاؤ جو خدا سے مانگا ہے۔ حواریوں نے عرض کی **یا رُوح اللہ** ہم چاہتے ہیں کہ کوئی اور معجزہ دکھائیے۔ حضرت نے فرمایا اے پھلی بجلم خدا زندہ ہو جا پھلی فوراً حرکت میں آئی

اور کلنٹے اور فلس چھلکے اس میں پھر پیدا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ان لوگوں پر دہشت طاری ہو گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ کیوں ایسا سوال کرتے ہو کہ اگر وہ پورا کر دیا جائے تو تم کو پسند نہ ہو اور تم پریشاں ہو جاؤ۔ میں تمہارے بارے میں بہت خوف زدہ ہوں کہ کہیں خدا کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے پھلی بجلم خدا اپنی پہلی حالت پر ہو جا۔ چنانچہ وہ پھر بھٹی ہوئی ہو گئی۔ جیسے کہ پہلے تھی۔ لوگوں نے عرض کی یا بی ابی اللہ پہلے اس پھلی سے آپ کھایتے پھر ہم لوگ کھائیں گے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا میں اس سے کھانے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، تم نے اس کا سوال کیا تھا تم ہی کھاؤ۔ وہ لوگ اس کے کھانے سے ڈرے تو حضرت نے فقیروں، محتاجوں، بیماروں

اور سخت مریضوں کو بلایا کہ اس خوان میں سے کھائیں اور فرمایا کہ کھاؤ تمہارے لئے شفا اور دردِ دل کے لئے بلا ہے۔ غرض کہ تیرہ سو بیماروں اور فقیروں نے اس میں سیر ہو کر کھایا، لیکن اُس پھلی میں کچھ

کمی نہ ہوئی۔ پھر مائدہ اُڑا اور آسمان کی جانب بلند ہوا اور وہ دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس میں سے جس بیمار نے کھایا اس کا مرض زائل ہو گیا اور جس محتاج نے کھایا

وہ مالدار اور غنی ہو گیا اور جن لوگوں نے نہیں کھایا وہ بہت پھٹکے، پھر جب وہ نازل ہوتا تھا، غنی اور فقیر سب اُس کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور ایک اژدھام ہو جاتا تھا، تو حضرت عیسیٰؑ نے ان کی باری مقرر کر دی کہ ایک روز غنی اور امیر کھائیں اور ایک روز محتاج اور فقیر۔ غرض کہ چالیس روز تک خواں نازل ہوتا رہا۔ اور صبح سے ظہر تک لوگ اس میں سے کھاتے رہتے۔ ظہر کے بعد واپس آسمان پر اٹھا لیا جاتا تھا۔ ایک روز نازل ہوتا تھا۔ دوسرے روز ناغہ ہوتا، پھر خدا نے جناب عیسیٰؑ پر دجی کی کہ میرا نازل کردہ ماندہ فقیروں اور غریبوں اور محتاجوں کے لئے مخصوص کر دو، اور مالداروں کو اس سے روک دو (کیونکہ یہ اور سرکش ہوتے جاتے ہیں)۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے امیروں کے لئے بندش کر دی اور اسے صرف فقیروں اور غریبوں کے لئے مخصوص کر دیا اس بندش سے اُمراں بھڑک اُٹھے اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور نزول ماندہ میں طرح طرح کے عیوب نکالنے لگے اور لوگوں میں شک اور دوسواں پیدا کرنے لگے، تو خدا نے دجی فرمائی کہ میں نے جھٹلانے والوں کے بارے میں شرط کی تھی کہ نزول ماندہ کے بعد جو کافر یعنی منکر ہو جائے گا۔ اس پر ایسا عذاب کر دوں گا کہ عالمین میں کسی پر نہ کیا ہو گا۔ حضرت عیسیٰؑ نے عرض کی خداوند اگر ان پر تو عذاب کرے گا، تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دے گا تو تو عظیم حکیم و کریم درجہ ہے غرض ان میں سے تین سو تیرہ اشخاص کو مسخ فرما دیا جو رات کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ سوئے ہوئے تھے۔ جب صبح ہوئی تو سوراہ بن چکے تھے اور راستوں اور کھنڈروں میں گشت کرتے پھرتے تھے، وہ تین روز تک زندہ رہے۔ پھر ہلاک ہو گئے۔ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب قوم عیسیٰؑ نے خدا سے ماندہ کی خواہش کی اور پھر اس کی نافرمانی کی تو خدا نے ان کو چار سو قسم کے حیوانوں کی صورت میں مسخ کر دیا جیسے سوراہ بندر، ریچھ، بلی اور لہجن دبیائی و صحرائی حیوانات۔ ایک روایت میں ہے کہ ماندہ کے گرد غبار جمع ہو جاتے تھے اور سیر ہو کر کھاتے تھے اُسے رُوسا اور اُمرانے برداشت نہ کیا اور کہنے لگے کہ لپست جلفے کے لوگوں کو ماندہ سے کھانے نہ دیں گے۔ یہ بات خدا کو بُری لگی اور اُس نے ماندہ کا بھیجنے بند کر دیا اور ان لوگوں کو جانوروں کی شکل میں مسخ کر دیا۔ علی بن ابراہیم قمی اور شیخ طبری کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ایک دن بیہودیوں کے ایک گروہ کی طرف سے گُڑے تو انھوں نے کہا کہ یہ ساحر ہے۔ ساحر کا بیٹا، اور نازا زادہ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے بارگاہِ خداوندی میں ان کے ان بیہودہ اقوال کی شکایت کی اور خدا نے انھیں سوراہ اور بندر وغیرہ کی شکل میں مسخ کر دیا۔

حضرت عیسیٰ کی تبلیغی سرگرمیاں اور اطراف میں نمائندوں و مبلغین کے بھیجنے کا سلسلہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ یوم بعثت ہی سے تبلیغ کا کام کر رہے تھے اور لوگوں میں دین اسلام پہنچا رہے تھے اور ان کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کر رہے تھے اور اپنے معجزات کو کام میں لا رہے تھے۔ لیکن جب آپ کی عمر تیس سال کی ہو گئی تو آپ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز کر دیا اور اس امر کی کوشش کی کہ جہاں تک ان کی نبوت پھیلی ہوئی ہے اور جن حدود تک ان پر تبلیغی فرائض عائد ہیں ان میں اسلام کا بول بالا کر دیں اور سب کو مسلمان بنا کر اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہو جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انھوں نے اطراف و جوار میں مبلغین بھیجے شروع کر دیئے اور تمام علاقوں میں ایک ایک دو دو نمائندے روانہ کر دیئے اور انھیں بحکم رب الارباب اپنے معجزات کے استعمال اور ان کے ظہور کی اجازت دے دی۔

اسی سلسلہ میں انھوں نے شہر انطاکیہ میں دو مبلغ روانہ کر دیئے اور ان کو حکم دے دیا کہ پوری توجہ کے ساتھ تبلیغ کرنا اور اس کے سلسلہ میں امیر عزیز، متوسط الحال اور رئیس حتیٰ کہ بادشاہ کو بھی نظر انداز نہ کرنا۔ چنانچہ وہ روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ سورہ یسین میں ہے: ”واضرب لهم مثلا اصحاب القریۃ“ الخ۔ اے میرے نبی! انھیں اصحابِ قریۃ انطاکیہ کی مثال دے دو الخ۔ جس میں عیسیٰ کے دو مبلغ گرفتار کر لئے گئے تھے اور ہم نے ان کو تیسرے کے ذریعہ سے رہا کیا یا تھا۔ ایک روایت کی بنا پر وہ جو دو پہلے گرفتار ہوئے تھے ان کے نام صادق اور صدیق تھے، اور جس تیسرے نے حکمتِ عملی سے ان دونوں کو رہا کر لیا تھا۔ اس کا نام ”سلیم“ تھا۔

الغرض حضرت عیسیٰ کے بھیجے ہوئے مبلغین شہر انطاکیہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب وہ شہر کے نزدیک پہنچے ایک مرد پیر کو چند گوسفند چراتے ہوئے دیکھا۔ وہ حبیب نجار، مومن آل یسین تھے۔ ان دونوں نے ان کو سلام کیا، حبیب نے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں؟ انھوں نے کہا کہ ہم حضرت عیسیٰ کے فرستادہ ہیں، وہ بتوں کی عبادت کے بدلے خدا کی عبادت کی جانب دعوت دیتے ہیں۔ حبیب نے کہا، کوئی نشانی بھی حضرت عیسیٰ کی طرف سے آنے کی رکھتے ہو۔ انھوں نے کہا ہاں۔ ہم بیماروں کو شفا دیتے ہیں۔ اندھے اور مبرص کو اچھا کرتے ہیں۔ حبیب نجار نے کہا، میرا لڑکا برسوں سے بیمار ہے اس کو اچھا کر دو۔ انھوں نے کہا ہم کو

وہ لڑکا دکھاؤ۔ حبیب ان کو اپنے گھر لے گئے۔ ان دونوں نے اپنے ہاتھ لڑکے کے جسم پر پھیرے وہ اُسی وقت بقدرت خدا صحت یاب ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

یہ خبر شہر میں مشہور ہو گئی اور بہتیرے بیمار آکر شفا یاب ہوئے۔ جب یہ خبر ان کے بادشاہ کو پہنچی جس کا نام ”شلاخن“ تھا۔ وہ روم کے بادشاہوں میں سے تھا اور بُت کی پرستش کرتا تھا۔ اس بادشاہ نے ان دونوں کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم لوگ حضرت عیسیٰؑ کے فرستادہ ہیں اور تبلیغ کے لئے آئے ہیں۔ اس نے کہا کہ تمہارے پاس کیا علامت اور نشانی ہے، انھوں نے کہا کہ ہم خدا کے حکم سے اندھے اور مبروص کو شفا دیتے ہیں۔ اس نے کہا تم کو کس واسطے بھیجا ہے۔ انھوں نے کہا اس لئے کہ ہم تجھ کو بتوں کی عبادت سے منع کریں جو نہ سُنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور تجھ کو اس خدا کی عبادت کا حکم دیں جو سُنتا اور دیکھتا ہے بادشاہ نے کہا کہ شاید تمہارا خدا ان بتوں کے علاوہ کوئی اور ہے، انھوں نے کہا ہاں وہ ہے جس نے تجھ کو اور تیرے خداؤں کو پیدا کیا ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا اس وقت تم لوگ جاؤ، میں تمہارے معاملہ میں غور کر دوں گا۔

غرض کہ وہ لوگ وہاں سے چلے آئے اور شہر میں تبلیغ کرتے رہے، ان دونوں کا شہر بہت زیادہ ہو گیا اور لوگ بھی ان کی تبلیغ سے متاثر ہونے لگے، تو بادشاہ نے ان کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا اور یہ دونوں گرفتار ہو گئے۔

پھر حضرت عیسیٰؑ نے حکم خدا ایک تیسرے مبلغ کو بھیجا جن کا نام شمعون، یا سلوم تھا۔ وہ جب شہر میں داخل ہوئے تو انھوں نے لوگوں سے کہا کہ مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے چلو، وہ لوگ ان کو لے ہوئے بادشاہ کے محل کے دروازے پر پہنچے، تو ان لوگوں سے کہا کہ میں جنگل میں عبادت کیا کرتا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے بادشاہ کے پروردگار کی عبادت کر دوں۔ لوگوں نے یہ خبر بادشاہ تک پہنچا دی۔ اُس نے حکم دیا کہ ان کو بُت خانے میں لے جاؤ تاکہ یہ ہمارے بتوں کی پرستش کریں۔ چنانچہ وہ بُت خانے میں پہنچا دیئے گئے۔ اور ایک سال تک پہلے دو مبلغوں کے ساتھ بُت خانے میں رہے اور خدا کی عبادت کرتے رہے۔ ایک دن انھوں نے ان دونوں سے کہا کہ آپ اس طرح سختی اور درشتی کے ساتھ لوگوں کو ان کے دین سے پھیر کر ایک نئے دین میں لانا چاہتے ہیں، آپ لوگوں نے محنت اور نرمی سے کیوں کام نہ لیا؟

پھر ان سے کہا کہ آپ لوگ یہ ظاہر نہ کیجئے گا کہ مجھے پہچانتے ہیں۔ پھر وہ بادشاہ کی بزم میں پہنچے بادشاہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے میرے خدا کی عبادت کی ہے، تو آپ دین میں میرے بھائی ہیں اور آپ کی رعایت مجھ پر لازم ہے، آپ کی جو حاجت ہو بیان کیجئے، انھوں نے کہا کہ لے بادشاہ

میری کوئی حاجت نہیں ہے۔ لیکن میں نے دو شخصوں کو بُت خانے میں دیکھا ہے وہ کون ہیں ؟
 بادشاہ نے کہا کہ یہ دونوں اشخاص آئے تھے کہ میرے دین کو باطل کریں اور مجھے خدائے
 آسمانی کی جانب پھیر دیں، انھوں نے کہا اے بادشاہ بہتر ہے کہ ہم اُن سے مناسب طریقے پر
 مباحثہ کریں، اگر حق ان کے ساتھ ثابت ہو جائے تو ہم اُن کی متابعت کریں اور اگر حق ہمارے
 ساتھ ثابت ہو جائے تو وہ ہمارے دین میں داخل ہو جائیں جو رعایتیں اور آسانیاں ہمارے لئے
 ہیں۔ ان کے لئے بھی ہوں گی۔ بادشاہ نے یہ بات مان لی اور ان کو قید خانے سے بکوالیا۔ وہ لوگ
 آئے تو انھوں نے کہا کہ آپ لوگ اس شہر میں کیوں آئے ہیں ؟ انھوں نے جواب دیا کہ بادشاہ
 کو اس خدا کی طرف بلانے کے لئے جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے اور رحم مادر میں
 (بڑا یا بڑی) جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور یہی صورت چاہتا ہے بناتا ہے، اُس نے درختوں
 کو اگایا پھلوں کو پیدا کیا ہے۔ دُہی آسمان سے پانی برساتا ہے، اس نے کہا کہ کیا تمہارا خدا اس
 بات پر قادر ہے کہ اندھے کو بینا کر دے۔ انھوں نے کہا کہ ہم دُعا کریں گے اگر وہ چاہے گا تو بینا
 کر دے گا۔ انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ کسی اندھے کو بکوالیتے جو کبھی نہ دیکھ سکا ہو، غرض کہ
 ایک مادر زاد اندھا لایا گیا تو ان دونوں سے کہا گیا کہ آپ لوگ دُعا کیجئے کہ خدا اُسے بینا کر دے
 اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں، یہ سن کر وہ دونوں حضرات اُٹھے اور دو رکعت نماز پڑھ کر
 خدا سے دُعا کی، اُسی وقت اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور اس نے آسمان کو دیکھا، پھر انہوں نے
 (یعنی مبلغ سیوم) نے کہا، اے بادشاہ ایک دوسرے مریض کو بکوالیتے، پھر ایک اور مریض کو
 لایا گیا، تو خود انھوں نے سجدہ کیا اور دُعا کی۔ وہ اندھا بھی بینا ہو گیا۔ پھر انہوں نے بادشاہ
 سے کہا کہ ان لوگوں نے اگر ایک حجت اور دلیل ہم پر قائم کی تو ہم نے بھی اسی کے ایسی ایک دلیل
 قائم کر دی۔ اب آپ کسی ایسے شخص کو بکوالیتے جو اپانج ہو، حرکت نہ کر سکتا ہو، ایک ایسا مریض
 بھی لایا گیا۔ تو انھوں نے کہا کہ آپ لوگ دُعا کیجئے کہ خدا اس کو شفا بخشنے، ان دونوں نے پھر نماز
 پڑھی اور دُعا کی خدا نے اُسے بھی صحت یاب فرمایا اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا، اور چلنے لگا، پھر انہوں
 نے کہا اے بادشاہ ایک اور اپانج کو طلب کر اس کے لئے میں بھی دُعا کرتا ہوں۔ جب وہ لایا
 گیا تو خود دُعا کی وہ بھی شفا یاب ہو گیا۔ پھر انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ ان حضرات نے دو
 جہتیں قائم کیں۔ ہم نے بھی انھیں کی ایسی دو جہتیں قائم کر دیں۔ اب ایک بات اور رہ گئی ہے
 اگر یہ لوگ اس کو پوری کر دیں تو میں ان کے دین میں شامل ہو جاؤں گا۔ اے بادشاہ میں نے سنا ہے
 کہ آپ کا ایک لڑکا تھا جو مر گیا ہے اگر یہ لوگ اس کو زندہ کر دیں تو میں ان کے دین کو قبول کر لوں
 گا، بادشاہ نے کہا کہ پھر تو میں بھی ان کے دین کو قبول کر لوں گا اور ایمان لاؤں گا، پھر ان لوگوں سے کہا کہ ایک

بات بس باقی ہے۔ بادشاہ کا جو لڑکا مر چکا ہے اور دفن ہو چکا ہے اس کو آپ لوگ زندہ کر دیں تو ہم آپ کے دین میں داخل ہو جائیں گے، یہ سن کر وہ دونوں سجدہ میں گئے اور ذکرِ الہی میں طول دیا پھر سرسجدے سے اٹھایا اور کہا کہ اسے بادشاہ لڑکے کی قبر کی جانب کچھ لوگوں کو بھیجئے، انشاء اللہ آپ کا لڑکا قبر سے زندہ ہو کر آپ کا ہوگا۔ یہ سن کر لوگ شہزادے کی قبر پر دوڑے ہوئے گئے دیکھا کہ وہ قبر سے باہر آکر اپنے سر سے مٹی اور غبار جھاڑ رہا ہے، لوگ اُس کو بادشاہ کے پاس لے آئے بادشاہ نے اس کو پہچانا اور پوچھا اے فرزند تیرا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ میں مر چکا تھا، میں نے دیکھا کہ ابھی ابھی دو اشخاص میرے پروردگار کی بارگاہ میں سجدے میں سر رکھے ہوئے خدا سے میرے زندہ ہونے کی دعا کر رہے تھے تو خدا نے ان کی دعا قبول کی اور مجھے زندہ کر دیا۔ بادشاہ نے کہا اے فرزند اگر ان کو تو دیکھے تو پہچان سکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ بادشاہ ایک گروہ کے ساتھ جنگل میں گیا اور لڑکے کو کھڑا کیا۔ ایک ایک شخص کو اس کے سامنے سے گذارتا اور پوچھتا کہ یہ ہے وہ، ہوتا نہیں۔ یہاں تک کہ سینکڑوں کے بعد ان دونوں میں سے ایک کو سامنے لایا تو لڑکے نے دیکھتے ہی کہا کہ ہاں ان میں سے ایک یہ بزرگ ہیں، اس کے بعد پھر ایک کثیر جماعت اس کے سامنے سے گزاری گئی، وہ ہر ایک کو دیکھتا اور کہہ دیتا کہ یہ وہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ دوسرے کو بھی لایا تو لڑکے نے پہچان لیا اور کہا دوسرے بزرگ یہ ہیں۔

یہ دیکھ کر حضرت عیسیٰؑ کے تیسرے مبلغ نے کہا کہ میں آپ کے خدا پر ایمان لایا اور جان لیا کہ جو پیغام آپ لائے ہیں وہ حق ہے پھر بادشاہ بھی ایمان لایا اور اس کے اہل مملکت سب ایمان لائے اور سب مسلمان ہو گئے۔ پھر یہ یمنوں حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں چلے گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خُدا نے تعالیٰ کے الہامی ہدایات

یہ اصول ہے کہ خُدا نے تعالیٰ اپنے انبیاء کو مخاطب کر کے ہدایات و ارشادات فرماتا ہے پھر ان ہدایات میں ایسی باتیں اکثر آجایا کرتی ہیں جو بظاہر منافی نبوت معلوم ہوتی ہیں اور ان کا تعلق عوام سے محسوس ہوتا ہے، لیکن خطاب ہوتا ہے انبیاء سے یعنی بعض ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو نبی سے تعلق رکھتی ہیں اور اکثر ایسی ہوتی ہیں جن کا تعلق عوام سے ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مخاطبہ اگرچہ نبی سے ہوتا ہے۔ لیکن اس سے مُراد اس کی اُمت ہو کر تھی ہے، حضرت عیسیٰؑ کو جو ہدایات ارشاداً سے نوازا گیا ہے اس میں بھی یہی بات ہے۔ کتب طوال میں ایسے بے شمار ہدایات ہیں جو خداوندِ عالم نے عیسیٰؑ بن مریمؑ سے فرمائے ہیں ہم اس مقام پر ان میں سے چند کا اقتباس درج کرتے ہیں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیں۔

(۱) اے عیسیٰ میں تمہارا اور تمہارے آباء اجداد کا پروردگار ہوں۔ میں کہتا ہوں جس نے اکیلے ساری کائنات کو خلق کیا ہے (۲) اے عیسیٰ میں نے تجھے مسح بابرکت بنایا ہے تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مردار زاد کو بینا بناتا ہے۔ مٹی کے پرندے میں روح پھونکتا ہے۔ تو میری جانب پوری طرح متوجہ رہ اور سمجھ لے کہ جو مجھ سے پھرے گا سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ (۳) اے عیسیٰ مجھے اس سے بھی اپنے قریب سمجھو کہ جو تمہارے دل میں آتا ہے۔ آخرت کے ذخیرے کے لئے میرا تقرب حاصل کرو، نوافل اور مستحب اعمال بجا لاؤ اور صرف مجھ پر بھروسہ رکھو، ورنہ پچھتاؤ گے (۴) اے عیسیٰ میری طرف سے بلائوں پر صبر کرو اور میرے قضا و قدر پر راضی رہو (۵) اے عیسیٰ میری یاد اپنی زبان پر زندہ رکھو، اور میری محبت کی راہ اپنے دل میں قائم رکھو (۶) اے عیسیٰ بیدار اور ہوشیار رہو ان اوقات میں جب کہ لوگ غفلت کی نیند میں ہوں۔ (۷) اے عیسیٰ میرے ثواب کی جانب رجعت رکھو اور میرے عذاب سے ڈرتے رہو اور دنیا سے منہ موڑ لو (۸) اے عیسیٰ راتیں میری خوشنودی میں بسر کرو اور دنوں کو تشنگی میں گزارنے کے لئے روزے رکھا کرو (۹) اے عیسیٰ لوگوں کے درمیان ان کی خیر خواہی کے فیصلے کیا کرو مساکین کے حق کو حکم دیا ہے اور میرا حکم ان کے درمیان قائم رکھو (۱۰) اے عیسیٰ جس طرح میں نے بتایا ہے دنیا کو بالکل چھوڑ دو، لیکن لوگوں سے نرمی کے ساتھ بتاؤ میں کمی نہ ہونے پاتے (۱۱) اے عیسیٰ جس سے تم اس کو سلام کیا کرو (۱۲) اے عیسیٰ تم مجھ سے ہمیشہ خائف رہو اور میری نازل کردہ بلاؤں پر صبر کرنے کے لئے تیار رہو (۱۳) اے عیسیٰ دنیا سے ضرورت کے مطابق حاصل کرنے پر اکتفا کرو اور آخرت کا توشہ تہیتا کرنے میں کوشش کرتے رہو اور موٹے کپڑے اور بے مزہ کھانے پر قناعت کرو (۱۴) اے عیسیٰ جن چیزوں کو کام میں لاتے ہو وہ کبھی جاتی ہیں کہ کہاں سے تم نے حاصل کیا اور کیونکر خرچ کیا (۱۵) اے عیسیٰ میں تم سے قیامت میں پوچھوں گا، لہذا کمزوروں پر رحم کرو۔ جس طرح میں نے تم پر رحم کیا ہے اور یتیموں پر قہر اور سختی مت کرو (۱۶) اے عیسیٰ نمازیں اپنی حالت پر گریہ کرتے ہو، اور اپنے پیروں کو عبادت خانے تک پہنچانے میں مشغول رکھو۔ (۱۷) اے عیسیٰ پہنچری امتوں کو میں نے چند گنا ہوں کے سبب ہلاک کر دیا ہے جن سے تم کو محفوظ رکھا ہے (۱۸) اے عیسیٰ آدمی غیر صبور زیادہ ہیں، لیکن صبر کرنے والے کتنے کم ہیں جس طرح درخت تو بہت ہیں مگر پھل دار درخت بہت کم ہیں۔ لہذا تم کو کسی سرسبز دشت آباد درخت دھکا نہ ہو، جب تک کہ اس کا پھل نہ کھا لو۔ یعنی لوگوں کی ظاہری نیکی سے فریب مت کھانا جب تک کہ ان کے اخلاق و اعمال کو آزما نہ لینا (۱۹) اے عیسیٰ تم کو اس شخص کے حال سے دھوکا نہ کھانا چاہیے جو مجھ سے سرکش اور باغی ہے اور اچھی حالت میں ہے، میری دی ہوئی روزی

کھاتا ہے اور میرے غیر کی عبادت کرتا ہے اور سختیوں اور بلاؤں کے وقت مجھ کو پکارتا ہے اور مجھ
 سے دعا کرتا ہے اور میں اس کی دعا قبول کر لیتا ہوں تو پھر وہ اسی گناہ اور شرک میں مبتلا ہو جاتا
 ہے اور مجھ سے کشتی کرتا ہے اور میرے غضب کا سزا دار ہو جاتا ہے، سنو میں اُسے ایسی سزا
 دوں گا کہ جس کی مثال نہ ہوگی (۲۰) اے عیسیٰؑ چاہیے کہ تمہاری زبان ظاہر و پوشیدہ ایک ہو
 (۲۱) اے عیسیٰؑ اپنے دل اور آنکھوں کو حرام سے محفوظ رکھو (۲۲) اے عیسیٰؑ اپنی آنکھوں کو
 اُس چیز کے دیکھنے سے بند رکھو جس میں کچھ فائدہ نہ ہو (۲۳) اے عیسیٰؑ میرے بندوں پر
 رحیم اور مہربان رہو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ میرے بندے تم پر مہربان رہیں اور تمہارا خیال رکھیں۔
 (۲۴) اے عیسیٰؑ موت کو ہر وقت یاد رکھو، اور اپنے اہل و عیال سے جدا ہونا ہر وقت پیش نظر رکھو۔
 اور لہو و لعب اور امور باطل میں مشغول نہ ہو، کیونکہ کھیل کو دُل کو فاسد کرتا ہے اور میری یاد سے
 غافل نہ ہو، کیونکہ غفلت کرنے والا مجھ سے دُور ہوتا ہے اور اپنے نیک کردار اور اعمال کے
 ذریعہ سے مجھے یاد رکھو تاکہ میں تمہیں اپنی رحمت اور اپنے ثواب کے ساتھ یاد رکھوں (۲۵)
 اے عیسیٰؑ گناہ ہو جانے کے بعد مجھ سے توبہ کرو، اور توبہ کرنے والوں کو میری یاد دلاؤ اور یقین رکھو کہ
 میں توبہ قبول کرتا ہوں (۲۶) اے عیسیٰؑ مومنین سے محبت کے ذریعہ قریب رہو اور ان کو حکم دو کہ تمہارے
 ساتھ مجھ سے دعا کریں اور دیکھو مظلوم سے ہرگز بے پرواہ نہ ہونا اور اس کا ہمیشہ خیال رکھنا مظلوم
 کی دعا میری بارگاہ تک براہ راست پہنچتی ہے (۲۷) اے عیسیٰؑ یاد رکھو کہ بُروں کی صحبت گمراہ
 کرتی ہے اور بُرا ساقھی ہلاک کرتا ہے (۲۸) اے عیسیٰؑ اپنی ذات کے لئے عمل کرو، اس
 مدت میں کہ جب تک موت نہیں آتی (۲۹) اے عیسیٰؑ اعمال نیک میں جلدی کرو اور اس میں تاخیر
 سے بچو (۳۰) اے عیسیٰؑ دنیا کے فانی کو ترک کرو اور ان کے نشانات منزل پر چل کر دیکھو جو
 تم سے پہلے گزر چکے ہیں (۳۱) اے عیسیٰؑ میں نے اپنے دین سے زیادہ غلق میں کسی شے کو
 گرامی نہیں رکھا اور انہی سے زیادہ انعام کسی پر نہیں کیا (۳۲) اے عیسیٰؑ اپنی ظاہری نجاست
 کو پانی سے اور باطنی نجاست و کثافت کو عبادت اور نیک اعمال سے پاک کر لو (۳۳) اے
 عیسیٰؑ اپنے کو دین سے اور مسکینوں غریبوں کے ساتھ دوستی اور محبت سے آراستہ کرو۔ اور
 زمین پر عاجزی اور فروتنی کے ساتھ چلو اور جس زمین پر چاہو نماز پڑھو (۳۴) اے عیسیٰؑ میری
 عبادت پر کمر بستہ رہو، کیونکہ جو امر آنے والا ہے یعنی موت وہ بہت نزدیک ہے اور طہارت
 کے ساتھ میری کتاب کی تلاوت کرتے رہو (۳۵) اے عیسیٰؑ کوئی شے ایسی نہیں جس کی لذت
 دائمی ہو، اور کوئی لطف و عیش ایسا نہیں جو صاحب عیش سے زائل نہ ہو جائے (۳۶) اے عیسیٰؑ
 تم جہاں بھی ہو میری رحمت تم تک پہنچ جائے گی، تم مجھے ہر وقت یاد کرتے رہو اور میرے عذاب سے

ڈرتے رہو (۳۷) اے عیسیٰؑ جس طرح ایک مُنہ میں دو زبان، ایک سینہ میں دو دل ممکن نہیں، اسی طرح ایک دل میں دو کی محبت ممکن نہیں، میں نے تجھیں پیدا کیا ہے تم میرے رہو، کسی غیر کی طرف نہ جھگو (۳۸) اے عیسیٰؑ جب میرا بندہ مجھ سے قریب ہونا چاہتا ہے اور میری رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بلا و مصیبت پر صبر کرتا ہے تو میں اس کے قریب ہوتا ہوں، اور اس کا ثواب میرے ذمہ ہوتا ہے، جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اپنے نافرمانوں سے اس کا بدلہ لینے کے لئے کافی ہوں۔ ظلم کرنے والے مجھ سے بھاگ کر کہاں جاسکتے ہیں (۳۹) اے عیسیٰؑ ہمیشہ اپنے نفس کے حساب میں مشغول رہو، کیونکہ تمہاری بازگشت میری جانب ہے (۴۰) اے عیسیٰؑ درندوں سے ڈرتے ہو اور موت سے خوف کھاتے ہو جنہیں میں نے پیدا کیا اور بنایا ہے۔ لیکن مجھ سے بے پرواہ اور بے خوف ہوتے ہو یہ کوئی عقلمندی ہے (۴۱) اے عیسیٰؑ بادشاہی مجھ سے مخصوص ہے۔ بادشاہ حقیقی میں ہوں، اگر میری اطاعت کرو گے تو میں تم کو اپنی بہشت میں داخل کروں گا اور صاحبوں کی ہمسائیگی میں جگہ دوں گا (۴۲) اے عیسیٰؑ اگر میں تم پر غضبناک ہوں تو تم سے کسی اور کا راضی رہنا تم کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اور اگر میں تم سے خوش ہوں تو کسی کا تم سے ناراض ہونا تم کو ضرر نہیں پہنچا سکتا (۴۳) اے عیسیٰؑ مجھ کو غلوت میں یا د کرو تاکہ میں تم کو اپنی خاص پوشیدہ رحمتوں کے ساتھ یاد کروں اور مجھ کو ظاہر بظاہر یاد کرو، تاکہ میں تم کو آدمیوں کے مجمع سے بہتر ملکوتِ اعلیٰ کے مجمع میں یاد کروں (۴۴) اے عیسیٰؑ مجھے ڈوبنے والے کی طرح یاد کرو جس کا کوئی فریاد رس نہ ہو (۴۵) اے عیسیٰؑ میری جھوٹی قسم مت کھاؤ کیونکہ میرا عرش تم پر قبر و غضب کی وجہ سے لرزنے لگتا ہے (۴۶) اے عیسیٰؑ دنیا کی عمر بہت تھوڑی ہے اور آرزو میں بہت طولانی ہیں۔ میرے پاس ان مکانوں سے بہتر مکان ہیں جنہیں اہل دنیا بناتے ہیں (۴۷) اے عیسیٰؑ نیکی کرنے سے خوش ہو جو میری خوشنودی کا سبب ہے اور اپنے گناہوں پر گریہ کرو جو میرے غضب کے باعث ہیں (۴۸) اے عیسیٰؑ جو بات اپنے لئے ناپسند کرو، وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرو، اور جو اپنے لئے پسند کرو، وہ دوسروں کے لئے بھی پسند کرو (۴۹) اے عیسیٰؑ اگر کوئی تمہارے داہنے رخسارہ پر پانچ مارے تو تم اپنا باایاں رخسارہ بھی پیش کر دو (۵۰) اے عیسیٰؑ غریبوں اور عوام سے دوستی اور محبت کے دریغے مجھ سے تقرب حاصل کرو اور کم عقلوں اور جاہلوں سے دور رہو اور بحث و تکرار سے بچو (۵۱) اے عیسیٰؑ ان لوگوں کے ساتھ ہربانی اور نرمی کرو جو نیک کام کرتے ہیں اور ان کی نیکی میں شرکت کرو (۵۲) اے عیسیٰؑ میں تم کو اپنے محبوب پیغمبروں کے سید و سردار، احمد کے بارے میں وصیت و نصیحت کرتا ہوں جو نورانی چہرہ والے، سرخ اونٹوں کے مالک ہوں گے، جن کا نور دنیا کو

روشن کرے گا۔ وہ پاک نفس اور میرے لئے دُنیا والوں پر سخت غضبناک ہوں گے، صاحبِ حیا بے حد کریم، بے شبہ تمام عالمین کے لئے رحمت۔ آدمؑ کی تمام اولاد میں سب سے زیادہ کریم و رحیم قیامت کے روز میرے نزدیک سب سے بہتر اور بلند و برتر ہوں گے۔ وہ تمام گزrے ہوؤں سے میرے نزدیک رفیع المنزلت اور پیغمبروں میں سب سے زیادہ مقرب ہوں گے۔ وہ عرب میں پیدا ہوں گے، بغیر کسی سے کچھ سیکھے اور کچھ پڑھے، سب سے بڑے عالم ہوں گے وہ علومِ اولیٰ و آخریٰ کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ میرے دین کی دُنیا والوں کو تبلیغ کریں گے اور میری خوشنودی اور رضا کے لئے بلادِ اول اور تکلیفوں پر صبر کریں گے اور میرے دین کی حفاظت کے لئے مشرکوں سے جہاد کریں گے (۵۳) اے عیسیٰؑ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ بنی اسرائیل کو ان کے مبعوث ہونے کی خبر دے دو، اور حکم دو کہ وہ سب اس پیغمبر کی تصدیق کریں اور اس پر ایمان لائیں اور اس کی پیروی کریں اور اس کی مدد کریں، مَنُو اس بنی برگزیدہ کا نام ”مُحَمَّدٌ“ ہے۔ وہ تمام دُنیا کے لوگوں پر میرے رسول ہوں گے۔ میرے نزدیک ان کی منزلت سب سے زیادہ ہے اور ان کی شفاعت قبول کرنا مجھ پر لازم ہے۔ (حیات القلوب طبع لاہور)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض ہدایات و ارشادات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحق رب العالمین اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے اور تبلیغ و ہدایات و ارشادات میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا، جب تک آپ ارض اللہ پر قیام پذیر رہے۔ آپ کے ارشادات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان کو یکجا کیا جائے تو ایک مستقل کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ ہم اس مقام پر اختصار کے پیش نظر چند چیزیں تحریر کرتے ہیں۔ علماء و مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریین سے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل دُنیا کی چیزوں میں سے جو کچھ ضائع ہو جائے اُس پر افسوس مت کرو جبکہ تمہارا دین سالم ہو جس طرح اہل دُنیا افسوس نہیں کرتے جبکہ اُن کا دین ضائع ہو جاتا ہے اور اُن کی دُنیا سلامت رہتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اُن کی عاقبت بخیر ہوگی، قیامت میں وہ رحمتِ خدا سے مستفیض ہوں گے اور جو باہمی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں وہ قیامت میں اللہ کے مقرب بندوں میں ہوں گے۔ جو لوگ اخلاق سے کام لیتے ہیں اور بُری عادتوں کے تارک ہیں، قیامت میں اُن کا بڑا درجہ ہوگا، اور جو تواضع اور انکساری سے گزارتے ہیں اُن کا قیامت میں اعلیٰ مقام ہوگا، اور جو مسکینوں اور فقیروں کا خیال رکھتے ہیں

اُن کے لئے آسمانی ملک و سلطنت ہوگی جو دنیا میں رنج و غم سے بسر کرتے ہیں آخرت میں وہ عیش کریں گے۔ جو دنیا میں خضوع اور خشوع سے گزارہ کرتے ہیں قیامت میں اُن کو شرابِ طہور ملے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ خوشحال اُن لوگوں کا جو بے خطا ہونے کے باوجود لوگوں کی گالیاں کھاتے ہیں اور صبر کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کیا کہنا اُن لوگوں کا جن سے لوگ حسد کرتے اور انھیں بُرا بھلا کہتے ہیں اور وہ اُس کو برداشت کر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا اجر آخرت بڑھ جاتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے اہل دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے سردوں کے بال ترشواتے ہو، اپنے لباس چھوٹے اور چست کرتے ہو اور لوگوں کے سردوں کو نیچا کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ لیکن اپنے دلوں سے کینے کو دور نہیں کرتے۔ اے دنیا کے بندو تمھاری مثال آراستہ قبر کی سی ہے جس کے باہر دیکھنے والوں کے لئے بڑی زینت و آرائش ہوتی ہے اور اس کے اندر گناہ سے آلودہ بوسیدہ ہڈیاں ہوتی ہیں۔

انھوں نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل علماء کی مجلس میں اپنے کو پہنچاؤ اور اُن کے سامنے ادب سے بیٹھو۔ اور اُن سے علم و حکمت حاصل کرو۔ کیونکہ دل اسی سے زندہ ہوتے ہیں۔ اے بنی اسرائیل کم بولنا عقلمندی ہے۔ تم علم کے قلعہ کو مضبوط کرو، اس کا قلعہ خاموشی ہے۔ یاد رکھو۔ کہ خلاق عالم بے موقع قہقہہ لگانے اور بلا ضرورت گھومنے پھرنے کو بے انتہا دشمن رکھتا ہے، خدا اس حاکم و پیشوا کو دوست رکھتا ہے جو چرواہے کی مانند اپنی رعایا کا خیال رکھتا ہے۔ اے دنیا والو، تم جس طرح گناہ کرنے میں لوگوں سے ظاہر بظاہر ڈرتے ہو، اسی طرح پوشیدگی میں اپنے خالق سے بھی ڈرا کرو۔ کلمہ حکمت مومن کی کھوتی ہوئی چیز ہے۔ لہذا اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرو، قبل اس کے کہ اس کے بیان کرنے والے نہ رہیں۔ علماء کی قدر کرو اور ان کی تعظیم کرو اور اُن سے جھگڑا مت کرو۔ شکرِ نعمت نہ کرنا گناہ کے برابر ہے اور توبہ نہ کرنا گناہ کے مانند ہے۔

رسول کریم حضرت احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ کے متعلق حضرت عیسیٰ کی پیشین گوئی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عروجِ آسمانی سے قبل حضرت احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے متعلق جو پیشین گوئی کی تھی اسے قرآن مجید کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے، ارشاد ہوتا ہے۔

واذ قال عیسیٰ بن مریم یا
بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم
مصدق لما بین یدی اسمہ احمد

اے رسول اُس وقت کو یاد کرو جب مریم کے بیٹے
نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمھارے پاس خدا کا
بھجوا ہوا آیا ہوں، اور جو کتاب تورات میرے

فلما جاءهم بالبينات قالوا
هذا سحر مبين -
(پ ۲۸ - رکوع ۹ - سورة الصف)

سامنے موجود ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک
پیغمبر جن کا نام احمد ہوگا اور میرے بعد آئیں گے انکی
خوشخبری سناتا ہوں۔ پھر جب وہ پیغمبر (احمد) اُن کے
پاس واضح اور روشن معجزے لے کر آئے تو کہنے
لگے یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

اس آیت کے ذیل میں حافظ فرمان علی اعلیٰ اللہ مقامہ لکھتے ہیں کہ ”عیسائیوں نے انجیلوں میں
اس قدر ترمیم و تنسیخ کی گویا انجیل ہی باقی نہ رہی۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی بھی موجود انجیلوں میں نہیں ہے۔
مگر میرے ایک دوست کے پاس جرمن کے چھاپے کی انجیل ہے اس میں بعینہ ان الفاظ کا ترجمہ موجود
ہے۔ لیکن ہا جود ان ترکیبوں کے اب بھی بہت سی پیشین گوئیاں موجودہ انجیلوں میں بھی موجود ہیں۔
دیکھو باب ۱۴، انجیل یوحنا حضرت عیسیٰ کا قول۔ اگر تم مجھے عزیز نہ جانتے ہو تو میرے حکموں کو یاد
رکھو، میں اپنے باپ کے پاس درخواست کروں گا کہ وہ تم کو دوسرا دیل دے گا جو ابد تک تمہارے
ساتھ رہے۔ یعنی ”قار قلیط“ روح صدق جسے دُنیا قبول نہیں کرتی کیونکہ اُسے دیکھتے نہیں جانتی۔
باب ۱۵۔ جب وہ دیل شافع جسے میں باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی رُوح صدق کہ
باپ سے نکلتا ہے اُسے تو وہ میرے لئے گواہی دے گا۔ ۱۶، تمہارے لئے میرا جانا ہی سُو دند
ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو قار قلیط تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر میں جاؤں گا تو اُس کو
تمہارے پاس بھیجوں گا۔ جب وہ آئے گا تو جہان کو تو بیخ کرے گا اور الزام دے گا بسبب گناہوں
کے کیونکہ مجھ پر ایمان نہ لائے بسبب حکم اور جزا کے۔ کیونکہ اس جہان کے سردار پر حکم دیا گیا ہے
اور ہنوز بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں، پر اب تم برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ
رُوح صدق آئے گا تو تم کو ساری راستی کی چیزیں دے گا۔ اور وہ میری تلاش کرے گا اور تم کو
دکھائے گا سب چیزیں جو کہ باپ کی ہیں مجھ میں۔ اس لئے میں نے کہا وہ میری چیزوں سے لے
گا اور تم کو دکھائے گا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی پیشین گوئیاں ہیں جن میں حضرت رسول کے حالات اور
آخرِ مصومین کے تذکرے موجود ہیں۔ دیکھو دینیات کی تیسری کتاب (مؤلفہ تھیر)۔

۳۳ سال کی عمر میں حضرت عیسیٰ کا عروجِ آسمانی

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکمِ خداوندی کے مطابق اس کی مخلوق کی خدمت
کر رہے تھے اور مخلوقات کو راہِ راست پر لگانے کی سعی میں مصروف تھے کہ آپ کی عمر کا تینتیسواں

آگیا اور اس کے ختم ہوتے ہی آپ کو خداوند عالم نے آسمان پر اٹھالیا۔ آسمان پر اٹھانے کے متعلق بہت سی مختلف روایات ہیں، عرائسِ نبلی میں ہے کہ یہود حضرت عیسیٰؑ کے سخت مخالف تھے اور جب ان کی نگاہ سے حضرت عیسیٰؑ گزرتے تھے وہ لوگ ان کو برا بھلا کہتے تھے۔ ایک دن ایک گروہ یہودیوں کا حضرت عیسیٰؑ کے پاس آکر کہنے لگا کہ تم ساحر ابن ساحر ہو اور ناعل بن ناعل ہو یعنی ان کو اور ان کی ماں مریمؑ کو بہت بُرے انداز سے یاد کیا جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کو سخت رنج پہنچا۔ انھوں نے بارگاہِ احدیت میں دُعا کی ”اللہم انت ربی وانا من روحک خوجت و بکلمتک خلقت و لہم آتھم من تلقاء نفسی اللہم اللعن من سببنی و سب اُمی فاستجاب دعاءہ و مسخ الذین سبوا و امہ خنازیر“ خدایا تو میرا رب ہے اور اور تو نے مجھے اپنی رُوح سے پیدا کیا اور اپنے کلمہ سے زندگی بخشی ہے۔ میں ان کے سامنے اپنی مرضی سے نہیں آیا بلکہ تیرے حکم سے آیا ہوں، خدایا جنھوں نے مجھے اور میری والدہ کو گالیاں دی ہیں ان پر لعنت کر ان کی اس دُعا کے فوراً بعد جن لوگوں نے ایسی حرکت کی تھی۔ خدا نے انھیں سوڈ کی شکل میں مسخ کر دیا، یہ حالت دیکھ کر یہودیوں کا سر دارخوف زدہ ہو گیا، پھر ان سب نے مل کر ایک بڑا اجتماع کیا اور سب کے سب حضرت عیسیٰؑ پر آدھکے، اس وقت خدا نے جبریلؑ کو بھیجا اور وہ ٹھیک اس وقت جبکہ وہ لوگ انھیں قتل کیا ہی چاہتے تھے۔ ان کو اٹھا کر مکان کے ایک روشندان سے گھر میں داخل کر دیا، ان لوگوں نے اس ردِ عمل میں ایک شخص کو جس کا نام ”فلطائوس“ تھا اسی راتے سے مکان میں داخل کر دیا، جب وہ اس کے اندر گیا تو وہاں حضرت عیسیٰؑ کو نہ پایا، وہ وہاں تلاش میں مشغول تھا کہ دیر لگ گئی۔ جب ان لوگوں نے اندر پہنچ کر نظر کی تو انھیں ان کے خیال کے مطابق حضرت عیسیٰؑ مل گئے۔ کیونکہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھالیا تھا اور اسی شخص کو عیسیٰؑ کی شکل میں کر دیا تھا۔ وہ لوگ اُسی کو پکڑ لائے اور سوڈی پر لٹکا کر اسی کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کی وضاحت خدا نے اس طرح قرآن مجید میں کی ہے۔ ”وما قتلوہ وما صلبوہ ولكن شبہہ لہم“ پھر ایک اور آیت میں مزید توضیح فرمادی۔ ”بل رفعہ اللہ الیہ“ خدا نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی عمر عروجِ آسمانی کے وقت ۳۳ سال تھی۔ خدا نے ان کو آسمان پر اٹھالیا اور اب وہ قیامت کے قریب زمین پر اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ (حیاتِ القلوب)۔

الحاج مولانا کوثر نیازی سابق وزیر اطلاعات و نشریات حج و اوقاف حکومت پاکستان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے عوض میں جس شخص کو سوڈی دی گئی وہ سمعان قیروانی تھا جسے خود

مسیحوں کا ایک قدیمی فرقہ ”باسیلیدیز“ تسلیم کرتا ہے وہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو جس وقت سولی دیئے جانے کا حکم دیا گیا۔ وہ جمعہ کے دن کا آخری وقت تھا اور سولی دیئے والوں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ رات آنے سے پہلے اس فریضہ سے سبکدوش ہو جائیں کیونکہ رات کے شروع ہوتے ہی ہفتہ کا آغاز ہو جائے گا۔ جس میں سولی جائز نہ ہوگی۔ (التثلیث فی المراءۃ) (عربی) ص ۶۲-۶۳ طبع لاہور۔

مؤرخ ابوالفدا لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد سے جو حضرت مریمؑ کا گریہ شروع ہوا تو تا بحیات جاری رہا۔ حضرت عیسیٰؑ کے عروج آسمانی کے بعد حضرت مریمؑ چھ سال زندہ رہیں اور انھوں نے ۵۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہودیوں نے جب حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنا چاہا تو انھوں نے ہم اہلبیتؑ کے حق کی قسم دے کر بارگاہ احدیت میں دعائے عروج کی تو خدا نے انھیں قتل سے بچا کر آسمان پر اُٹھالیا۔ حضرت صادقؑ آل محمدؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے عروج آسمانی کے بعد ان کی اُمت میں بہتر فرتنے ہو گئے تھے جن میں سے صرف ایک ناجی تھا باقی سب ناری تھے۔ اکثر روایات میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا عروج آسمانی ماہ رمضان کی ایسؑ تاریخ کو ہوا تھا۔ جس تاریخ کو امیر المومنین حضرت علیؑ علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی جانشینی

اممہول ربانی کے مطابق جس طرح تمام انبیاء حکم خدا سے اپنا جانشین اپنی زندگی میں مقرر کرتے رہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام نے بھی عروج آسمانی سے قبل اپنی حیات ارضی میں اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ میرے مہناج پر اپنی دصایت کو چلائے تو رخن کا بیان ہے کہ ”از جملہ وصایا ئے عیسیٰؑ کے ان بود کہ ”خدا ئے تعالیٰ مرا امر فرمودہ است کہ شمعون را بر شما خلیفہ گردانم، حضرت عیسیٰؑ نے اپنی وصیتوں میں ایک وصیت اپنے وصی کے لئے بھی کی تھی اور وہ یہ تھی کہ انھوں نے کہا کہ خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم پر اپنا خلیفہ ”شمعون“ کو بنا دوں۔ چنانچہ میں نے حکم خدا سے تم پر اپنا خلیفہ ان کو مقرر کر دیا ہے۔ یہ سنتے ہی ان کے حواریں اور غلصین اور ماننے والے خوش ہو گئے اور انھوں نے اسے تسلیم کر لیا۔ تاریخ میں ہے کہ ”حواریان خلافت دے قبول کر دند“ حواریں نے ان کی خلافت قبول کر لی حضرت عیسیٰؑ کو علم نبوت سے چونکہ اپنے آسمان پر اُٹھائے جانے کی مکمل اطلاع تھی اس لئے انھوں نے اس دن کے آنے کے قبل کہ جس دن ان کو آسمان پر اُٹھایا جانا تھا۔ حضرت شمعونؑ کو اپنا خلیفہ مقرر

کر دیا تھا اور لوگوں کو ہدایت کر دی تھی کہ ان کی پیروی کریں۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۸۴)۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے جب حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا ناچا یا تو ان پر وحی کی کہ نور و حکمت اور علم کتاب خدا کو سمعون بن حمون کے سپرد کر دو۔ جن کو ”صفا“ کہتے ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کو اپنا خلیفہ بنا دیا۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۸۱) حضرت عیسیٰؑ کے تشریف لے جانے کے بعد سمعونؑ اپنی پوری دلچسپی کے ساتھ امر خدا کی تبلیغ کرتے رہے اور مہناج عیسیٰؑ پر اپنی قوم کی ہدایت کرتے رہے اور انھیں راہ راست دکھاتے رہے اور کافروں سے جہاد کرتے رہے۔ پھر اس سلسلہ میں جس شخص نے ان کی اطاعت کی اور ان پر وہ صحیح طور پر ایمان لایا وہ مومن ہوا، اور جس نے ان کی اطاعت سے انکار کیا وہ کافر ہو گیا۔ حضرت سمعونؑ بن حمون کا تبلیغ میں مصروف تھے اور پوری توجہ کے ساتھ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو رہے تھے کہ عرصہ دراز کے بعد آپ کی وفات ہو گئی۔ اور سلسلہ تبلیغ بعثت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک دیگر اوصیاء حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے ذریعہ سے جاری رہا۔

حضرت عیسیٰؑ کے بارہ جانشینؑ | گزشتہ صفحات میں حواریین کے تذکرے میں ان کو بعض روایات کی بنا پر وصی عیسیٰؑ لکھا گیا ہے لیکن میرے نزدیک وہ مخلصین، ہمدرد خاص، رفیق اور خصوصی مددگار تھے۔ ان کے بارہ جانشین کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) سمعون بن حمون (۲) یحییٰ بن زکریا (۳) منذر بن سمعون (۴) سلیم بن منذر (۵) برزہ بن سلمہ (۶) ابی بن برزہ (۷) دوس بن ابی (۸) الیثد بن دوس (۹) ہوف بن اسد (۱۰) یحییٰ بن ہوف (۱۱) بحیرہ (۱۲) سلمان فارسی۔ (اثبات الوصیت المسعودی ونفس الرحمن فی فضائل سلمان علامہ نوری ص) حضرت سلمانؑ کو رسول خدا صلعم نے اپنے اہلبیت میں داخل کرنے کا شرف بخشا ہے، حضرت علیؑ علیہ السلام نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کو علم اولین و آخرین حاصل تھا، علامہ نوریؒ نے

لہ حضرت سمعون بن حمون ہی کی نسل سے حضرت حجت علیہ السلام کی والدہ ماجدہ جناب زوجہ خاتون (ملیکہ) تھیں۔ محدثین کا بیان ہے کہ شادی سے قبل زوجہ خاتون نے حضرت رسول کریمؐ اور حضرت عیسیٰؑ کو اس طرح خواب میں دیکھا تھا کہ آنحضرتؐ حضرت عیسیٰؑ سے کہہ رہے ہیں کہ اس لڑکی کو میرے بیٹے ابو محمدؐ کی زوجیت میں دے دیں۔ انھوں نے منظور فرمایا اور سمعونؑ کی موجودگی میں میرا عقد پڑھ دیا گیا۔ (سیفۃ البحار جلد ۱ ص ۱۷۱)

لہ جس طرح اکثر رسولوں کے بارہ جانشین تھے۔ ہمارے رسول کریم صلعم کے بھی بارہ جانشین ہیں۔ جن کی تفصیل ہم اس کتاب کی اگلی جلدوں میں پیش کریں گے۔

ان کو معصوم بتایا ہے اور حدیث "سلمان منا اهل البیت" کو دلیل میں پیش کیا ہے، ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ سلمان حضرت عیسیٰ کے آخری وصی تھے اور ان کے رگ و پے میں اور ان کی رُوح و جان میں محبت اہل بیتِ سرایت کی ہوئی تھی۔ ائمہ طاہرین کا ان کے بارے میں فیصلہ ہے کہ "ان سلمان افضل من جمیع الامة بعد الائمة" سلمان فارسی ائمہ طاہرین کے بعد ساری اُمتِ محمدیہ سے افضل تھے۔ (نفس الرحمن ص ۷)۔

عہدِ فترت فترت سے اس مقام پر مراد وہ درمیانی فاصلہ ہے جو حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ صلعم کے مابین تھا۔ اس فاصلہ کی مدت بعض روایات کی بنا پر ۵ سو سال اور بعض روایات کی بنا پر چھ سو سال تھی۔ اس درمیانی فاصلہ میں حضرت عیسیٰؑ کے ادھیار کام کرتے رہے اور ٹھیک انھیں اصولوں پر رہبری کا فریضہ ادا کرتے رہے جو انھیں حضرت عیسیٰؑ سے ملے تھے، ان ادھیار کے علاوہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ آباؤ اجداد جو نسلِ اسماعیلی سے تھے اور جن کی پشت میں نورِ محمدی و دیعت ہوتا رہا ہے جنھیں خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں توحید کہا ہے وہ بھی حجتِ خدا کی حیثیت سے کارِ تبلیغ انجام دیتے رہے ہیں اور دینِ ابراہیمی کو فروغ دینے میں سعیِ بلیغ کرتے رہے ہیں۔

اصحابِ کہف کا واقعہ قرآن مجید کی روشنی میں

واقعہ اصحابِ کہف عہدِ فترت کے بہت سے واقعات میں اصحابِ کہف کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ اس کا مفصل ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ اس واقعہ کی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن کے پندرھویں پارے میں اس سورے کا نام جس میں یہ واقعہ ہے، سورہ کہف رکھ دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ صلعم کے درمیانی عہد میں گزرا ہے، اس واقعہ کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہوئی ہے کہ خداوندِ عالم نے اسے خود عجیب و غریب بتایا ہے۔ ہم ذیل میں قرآن مجید کی ان آیات کا ترجمہ تحریر کرتے ہیں جن میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔

”اے رسول! کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اصحابِ کہف و قیم (کھوہ اور تختی والے) ہمارے قدرت کی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے کہ یکبارگی کچھ جوان غار میں آ پہنچے اور دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنی بارگاہ سے رحمت عطا فرما۔ اور ہمارے واسطے ہمارے کام میں کامیابی عنایت کر، تب ہم نے کئی برس تک غار میں انکے کانوں پر پردے ڈال دیئے یعنی انھیں سلا دیا، پھر ہم نے انھیں چونکایا تاکہ ہم دیکھیں

کہ دو گروہوں میں سے کس کو غار میں پھرنے کی مدت خوب یاد ہے اے رسول اب ہم ان کا حال تم سے بالکل ٹھیک تحقیقاً بیان کرتے ہیں، وہ چند جوان تھے کہ اپنے پیچھے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی سوچ سمجھ اور زیادہ کر دی اور ہم نے ان کے دلوں پر صبر و استقلال کی گرہ لگا دی (کہ جب دقیانوس بادشاہ نے کفر پر مجبور کیا، تو اٹھ کھڑے ہوئے اور بے تامل کہنے لگے، ہمارا پروردگار تو بس سارے آسمان وزمین کا مالک ہے ہم تو اس کے سوا کسی معبود کی ہرگز عبادت نہ کریں گے، اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہم نے عقل سے دُور بات کہی (افسوس ایک) یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں کہ جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنائے ہیں پھر یہ لوگ ان کے معبود ہونے کی کوئی صریح دلیل نہیں پیش کرتے اور جو شخص یہ جھوٹا بتان باندھے اُس سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا، پھر باہم کہنے لگے کہ جب تم نے ان لوگوں سے اور خدا کے سوا جن معبودوں کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں اُن سے کنارہ کشی کر لی۔ تو چلو فلاں غار میں جا بیٹھو، تمہارا پروردگار اپنی رحمت تم پر وسیع کر دے گا، اور تمہارا کام تمہارے لئے آسانی کے سامان مہیا کرے گا۔ عرض یہ تھا کہ غار میں جا بیٹھو، جب سورج نکلے گا تو دیکھو گا کہ وہ ان کے غار سے دہنی طرف ٹھیک کر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے اور وہ مزے سے غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں لیٹے ہیں، یہ خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جس کو خدا ہدایت کرے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو گمراہ کرے (یعنی اُس کی توفیق سلب کر لے، تو پھر تم اس کا کوئی اثر نہ رہنا ہرگز نہ پاؤ گے اور آپ ان کو سمجھیں گے کہ وہ جلد گتے ہیں۔ حالانکہ وہ گہری نیند سو رہے ہیں اور ہم کبھی دہنی طرف اور کبھی بائیں طرف ان کی کر دیں بدلا دیتے ہیں اور ان کا کتا اپنے آگے دونوں پاؤں پھیلاتے چوکھٹ پر ڈٹا بیٹھا ہے، انکی یہ حالت ہے کہ اگر تو ان کو کہیں جھانک کر دیکھے تو اُلٹے پاؤں ضرور جھاگ کھڑا ہو، اور تیرے دل میں دہشت سما جائے اور جس طرح اپنی قدرت سے ان کو سلایا، اسی طرح اپنی قدرت سے ان کو جگا اٹھایا تاکہ آپس میں کچھ پوچھ گچھ کریں بغرض ان میں ایک بولنے والا بول اٹھا کہ بھئی آخر اس غار میں تم کتنی مدت پھرے کہنے لگے (اے پھرے کیا پس ایک دن یا ایک دن سے بھی کم اس کے بعد کہنے لگے کہ جتنی دیر تم غار میں پھرے اس کو تمہارا پروردگار ہی کچھ تم سے بہتر جانتا ہے۔ اچھا تو اب اپنے میں سے کسی کو اپنا رہ پیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو تو وہ جا کر دیکھ بھال لے کہ وہاں کا کون سا کھانا بہت

اچھلے پھراس میں سے بقدر ضرورت کھانا تھارے واسطے لے آئے اور اُسے چاہتے کہ وہ آہستہ چپکے سے آجائے اور کسی کو تھاری خبر نہ ہونے دے، ہمیں شک نہیں کہ اگر ان لوگوں کو تھاری اطلاع ہوگئی تو بس پھر تم کو سنگسار کر دیں گے یا پھر تم کو اپنے دین کی طرف پھیر کر لے جائیں گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر تم کبھی کامیاب نہ ہو گے اور ہم نے یوں ان کی قوم کے لوگوں کو ان کی حالت پر اطلاع کر دی تاکہ وہ لوگ دیکھ لیں کہ خدا کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور یہ بھی سمجھ لیں کہ قیامت کے آنے میں کچھ بھی شبہ نہیں اب اطلاع ہونے کے بعد ان کے بارے میں لوگ باہم جھگڑنے لگے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کے غار پر بطور یادگار کوئی عمارت بنادو۔ ان کا پروردگار تو ان کے حال سے خوب واقف ہے اور ان کے بارے میں جن کی رائے غالب رہی۔ انھوں نے کہا کہ ہم تو ان کے غار پر ایک مسجد بنائیں گے۔ قریب ہے کہ لوگ (نصاریٰ بخران) کہیں گے کہ وہ تین آدمی تھے جو تھا ان کا کتا (ظہیر ہے) اور کچھ لوگ (عاقب وغیرہ) کہتے ہیں کہ پانچ آدمی تھے چھٹا اُن کا کتا ہے۔ یہ سب غیب میں اُنکل لگاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سات آدمی ہیں اور اُنھوں اُن کا کتا ہے، اے رسول تم کہہ دو کہ ان کا شمار میرا پروردگار ہی خوب جانتا ہے، ان کی گنتی کو تھوڑے ہی لوگ جانتے ہیں تو اے رسول تم ان لوگوں سے اصحاب کہف کے بارے میں سرسری گفتگو کے سوا زیادہ نہ جھگڑو، اور ان کے بارے میں اُن لوگوں میں سے کسی سے کچھ پوچھو کبھی نہیں اور کسی کام کی نسبت نہ کہا کرو کہ میں اس کو کل کر دوں گا۔ مگر انشاء اللہ کہہ کر اور انشاء اللہ کہنا مجھول جاؤ، تو جب یاد آئے اپنے پروردگار کو یاد کر لو اور انشاء اللہ کہہ لو، اور کہو کہ اُمید ہے کہ میرا پروردگار مجھے ایسی بات کی ہدایت فرمائے جو رہنمائی میں اس سے بھی زیادہ قریب ہے اور اصحاب کہف غار میں ۹۰ اور تین سو برس رہے۔ اے رسول اگر وہ لوگ اس پر نہ مانتیں تو تم کہہ دو کہ خدا ان کے ٹھہرنے کی مدت سے بخوبی واقف ہے، سارے آسمان اور زمین کا غیب اسی کے واسطے خاص ہے (اللہ اکبر) ویسا دیکھنے والا اور کیا ہی سننے والا ہے۔ اس کے سوا ان لوگوں کا کوئی سرپرست نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو اپنا ذلیل نہیں بناتا۔

مفسرین اور مؤرخین کا بیان ہے کہ وہ چھ آدمی تھے جن کے نام یہ تھے (۱) مسلمینا (۲) سارینولس (۳) تملیخا (۴) مڑولس (۵) غینولس (۶) درلونس۔

اصحاب کہف کے اسماء اور ان کے واقعہ کی مختصر وضاحت

اور جس شہر میں یہ لوگ رہتے تھے اس کا نام ”نافوس“ تھا۔ اور ان کا بادشاہ ”دقیانوس“ تھا اور لوگوں کو بتوں کی پرستش پر مجبور کرتا تھا اور جو پرستش نہ کرتا مارا جاتا اور شہر کے دروازے پر بھی دربان مقرر تھے کہ جو شہر سے باہر نکلے پہلے بتوں کو سجدے کرے اور یہ لوگ با ایمان، یکساں خدائی عبادت کرنے والے تھے، جب ان لوگوں نے یہ کیفیت دیکھی اور اپنے کو ہر طرح مجبور پایا کہ یا جان دیں یا بتوں کو پوجیں تو آخر ایک دن شکار کے بہانے چپکے سے باہر نکلے، جب آبادی سے دُور ہوئے تو ایک چرواہے پر نظر پڑی جس کا نام ”کسوطینوس“ تھا۔ ان لوگوں نے اس کو ہدایت کر کے اپنا ساتھی بنانا چاہا، مگر وہ ان کے کہنے میں نہ آیا۔ غرض ان لوگوں نے اسے چھوڑا اور آگے بڑھے تو اس کا کتا جس کا نام ”قطیر“ تھا اُن کے ساتھ ہولیا۔ اللہ اکبر! اس انسان سے یہ کتنا بہتر ثابت ہوا۔ (مؤلف)

پھر جب یہ لوگ اس میدان کو طے کر چکے تو دقیانوس بادشاہ کو ان کے بھاگ جانے کی خبر اور وجہ معلوم ہوئی تو اس نے چند سواروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا۔ جب ان لوگوں نے سواروں کو دیکھا تو خوف کے مارے پہاڑ کے ایک کھوہ میں جا پھٹے اور بے ساختہ اُن کی زبان سے نکلا ”حَسْبُنَا اللہ و نِعْمَ الْوَكِيلُ“ غرض ان کا اس کھوہ میں جانا تھا کہ خدا نے ان پر نیند کو غالب کر دیا کہ سب کے سب سو گئے اور کتا غار کے باہر آگے کے دونوں پاؤں پھیل کر بیٹھ رہا، چونکہ یہ لوگ کھوہ میں جا پھٹے، اسی وجہ سے انھیں ”اصحاب کہف“ کہتے ہیں۔ آخر جب دقیانوس اس غار کے پاس پہنچا تو اپنے وزیر سے جس کا نام ”داریوس“ تھا اور باطن میں با ایمان تھا کہنے لگا کہ تو غار کے اندر جا اور ان کا حال دیکھ کہ کیا ہے، داریوس نے اندر جا کر ہر چند ان لوگوں کو پکارا مگر آواز نہ آئی تو اس کو بھی چونکہ اُن کی نجات مقصود تھی، کہنے لگا وہ لوگ سب کے سب تیرے خوف سے مر گئے ہیں۔ یہ سن کر دقیانوس خوش ہو گیا اور حکم دیا کہ غار کے دروازے کو بند کر دو۔ ”داریوس“ نے ایک تختی پر ان کا نام اور نسب اور بھاگنے کی تاریخ لکھ کر غار کے دروازے پر لٹکا دی اور بڑھتے ایک صندوق میں رکھ کر غار کے دروازے پر رکھ دیا۔ چونکہ ”رقیم“ کے معنی تختی کے ہیں اس لئے ان کو ”اصحاب رقیم“ بھی کہتے ہیں۔

الغرض یہ لوگ غار میں سوئے تو سوئے اب کالم سے کوٹھتے۔ تین سو نو برس تک سوتے رہے اس اثنا میں دقیانوس کا زمانہ بھی ختم ہو گیا، دُہ مرا اور اس کے بعد کئی بادشاہ ہوئے۔ جب یہ لوگ اُٹھے تو دروازہ بند پا کر متحیر ہوئے کہ کیونکر کھولیں تو ان میں سے ایک شخص نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ میں نے ایک روز ایک مزدور کو ایک کام کے واسطے رکھا وہ آدھا دن کام کر کے چلا گیا جب میں اس کو دن بھر کی مزدوری دینے لگا تو اس نے نہ لی اور خفا ہو کر چلا گیا تو میں نے اس کی مزدوری سے ایک لگے کا پتھر خرید کر گدے میں چھوڑ دیا، اس کی نسل بڑھی اور خاصی ہو گئی تو کچھ عرصہ کے بعد جب

وہ مزدور پریشان اور تنگدست ہوا، تو میرے پاس مزدوری لینے آیا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر صحرا میں پہنچا دیا اور کہا یہ گلہ تیرا مال ہے، وہ بولا تم مجھ سے دل لگی کرتے ہو، آخر میں نے قسم کھائی اور پورا قصہ اُس سے بیان کیا تو اس نے اُس پر قبضہ کیا۔ بس خداوند اگر میں نے یہ کام خاص تیری رضا کے واسطے کیا تھا تو اس کا دروازہ کھول دے، اُس کہنے کے ساتھ ہی غار کا ایک تہائی دروازہ کھل گیا جب تہائی دروازہ کھل گیا۔ تو دوسرے نے کہا کہ قحط کے زمانے میں ایک خوب صورت عورت میرے پاس گہنوں لینے آئی، میں نے اس سے ناجائز مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی۔ یہ سُن کر وہ واپس چلی گئی اور راضی نہ ہوئی، پھر دوبارہ آئی میں نے وہی سوال کیا، پھر واپس چلی گئی، غرض اسی طرح جب چوتھی باری آئی تو بہت بیقراری اور مجبوری سے راضی ہو گئی۔ جب میں نے ارادہ کیا تو کانپنے لگی، میں نے سبب پوچھا تو بولی خدا سے ڈرتی ہوں یہ سُننے ہی میں نے فوراً توبہ کی اور اُس کو غلہ دے کر رخصت کیا۔ خداوند اگر یہ میرا کام محض تیری خوشی کے لئے تھا تو اس کا دروازہ کھول دے اس کے ساتھ ہی دوتہائی دروازہ کھل گیا۔ تب تیسرے نے کہا کہ میرے والدین بوڑھے تھے میں ایک شب ان کے واسطے دودھ لے گیا تو دیکھا کہ وہ سو رہے ہیں، میں نے تکلیف کے خیال سے اُن کو نہ جگایا اور صبح تک انتظار میں کھڑا رہا اور اپنی گوسفندوں کی بھی بربادی کا خیال نہ کیا۔ خداوند اگر یہ میرا کام فقط تیری خوشی کے واسطے تھا تو دروازہ کھول دے، اُسی دقت پورا دروازہ کھل گیا اور غار میں روشنی ہوئی۔

اس کے بعد باہم مشورہ ہوا کہ ایک شخص شہر میں جا کر کچھ کھانے کو لائے، مگر اس طرح کہ کسی کو خبر نہ ہو، اور اس خیال میں تھے کہ یہ لوگ ایک دن یا اس سے بھی کم سوئے ہیں۔ غرض ”تمینا“ دس درہم لے کر شہر میں آئے، شہر کو دیکھا تو تعجب سے کہنے لگے۔ اللہ ایک دن میں شہر کا حال اس درجہ متغیر ہو گیا ہے۔ وہ شہر میں نہ کسی کو پہچانتے تھے اور نہ اُن کو کوئی جانتا تھا۔ جب نانبا کی دکان پر پہنچے اور اُس کو دقیا نوسی درہم دیتے تو نانبا نے کہا تم نے خزانہ کہاں سے پایا، وہ بولے کہیں سے نہیں، یہ سُن کر کچھ لوگ جمع ہو گئے اور ان کو قاضی کے پاس لے گئے جس کا نام ”فسطوس“ تھا۔ قاضی نے درہموں کا حال پوچھا تو یہ بولے میں اپنے باپ کے گھر سے فلاں روز لے کر گیا تھا۔ وہ سُن کر بہت متحیر ہوا، آخر لوگ ان کو بادشاہ کے پاس لے چلے تو یہ رونے لگے کہ مجھے دقیا نوس کے پاس نہ لے جاؤ، وہ مجھے مار ڈالے گا۔ لوگوں نے پوچھا دقیا نوس کون؟ کہنے لگے شہر کا بادشاہ لوگوں نے کہا کہ تو دیوانہ ہو رہے۔ اُس کو مدت ہوئی جہنم واصل ہوا، اب اس کا پتہ کہاں؟ اب تو فلاں شخص بادشاہ سے جو دیندار اور حضرت عیسیٰؑ کے دین کا پابند ہے۔ (عرائس ثعلبی)۔

غرض اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے، وہاں انھوں نے اپنا پورا قصہ بیان کیا تو بادشاہ نے اُٹھ

کو بلا یا اور تبلیغ کے ساتھ فار کے پاس آیا تو تختی پر ان لوگوں کے نام دیکھے جو لوہے یا سیسے یا تانبے کی تختی، تبلیغ اندر گئے اور اپنے ساتھیوں سے اپنا حال بیان کیا۔ ان لوگوں نے یہ سن کر سجدے میں یہ دعا کی، خداوند! پھر ہم پر نیند کو غالب کر، غرض وہ لوگ پھر سو رہے۔ بادشاہ کچھ دیر کے بعد خود اندر گیا تو ان کو سوتا پایا، بادشاہ کے ساتھیوں نے ان کی تعداد میں اختلاف کیا ہے، جس نے جو دیکھا بیان کیا۔ غرضیکہ وہ سوتے تو پھر ایک مرتبہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چونکہ جبکہ حضرت علیؓ بساط پر چند اصحاب کو بٹھا کر ہوا پر اڑتے ہوئے دہاں پہنچے تھے اور انھیں سلام کیا تھا اور انھوں نے جواب سلام دیا تھا، پھر اس کے بعد سو گئے اور اب رجعت کے وقت جب امام آخر الزماں ظہور فرمائیں گے اس وقت جاگیں گے اور حضرت حجۃ خلیفۃ السلام کا ساتھ دیں گے۔ اس مقام پر موتلف کے ایک قصیدے کے چند دہائیہ اشعار جو حضرت امام مہدیؑ آخر الزماں سے متعلق ہیں ملاحظہ فرمائیے ۵

غرور مہر درخشاں و مہر تاباں مٹا دینا حجاب غیب کے ساکن رُخ روشن دکھا دینا
سلسلہ ہے تم پتے نصرت شہیدوں کو جلاؤ گے شہید شوق ہوں میں مجھ کو بھی اگر جلا دینا

یہ خط شوق ابنِ روح دیکر میری جان سے انھیں میرا یہ پیغام زبانی بھی سنا دینا
مدد کو جب تمھاری جاگ کر اصحاب کہف آئیں تو ہم سے نختہ بختوں کی بھی قیمت کو جگا دینا
میرے مولا جنھوں نے فاطمہؑ کا گھر جلا دیا ہے زمین سے کھود کر تم ان کی لاشوں کو جلا دینا
گردۂ ضالین! اصحاب "مغضوب علیہم" کو جو ارشاد "انعت علیہم" سے ہٹا دینا

یہودیوں کے چند سوالات اور ان کے جوابات

حضرت علیؑ کا کارنامہ اور یہودیوں کا ایمان لانا

امام اہلسنت علامہ ثعلبی المتوفی ۷۲۷ھ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر خلیفہ وقت بن گئے تو علماء یہود کا ایک گروہ چند سوالات کرنے اور اسلام کی حقانیت کو مفکرانہ طور پر سمجھنے کے لئے آیا، اور آتے ہی اس نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ کیا رسولؐ کی وفات کے بعد تم ان کے خلیفہ ہو، انھوں نے کہا، ہاں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے کہا کہ اب ہم سوالات کرتے ہیں اگر تم نے صحیح جواب دے دیجئے تو ہم سمجھیں گے کہ محمدؐ اور ان کا دین اسلام دونوں سچے ہیں اور اگر تم جواب نہ دے گے تو ہم یہ سمجھیں گے

کہ محمدؐ اور ان کا دین اسلام دونوں جھوٹے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم جو سوال کرنا چاہتے ہو کہ وہ انھوں نے کہا کہ بتاؤ (۱) آسمان کا قفل کیا ہے (۲) وہ کونسی قبر ہے جو اپنے مدفون کو لئے ہوئے پھرتی رہی۔ (۳) وہ کون ہے جس نے اپنی قوم کو ڈرایا جس کا شمار نہ انسانوں میں ہے نہ جنوں میں (۴) وہ کونسی پانچ چیزیں ہیں جو زمین پر چلتی پھرتی ہیں، لیکن وہ کسی کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوتیں (۵) (درج مرغ۔ گھوڑا۔ مینڈک۔ گدھا اور قبرہ اپنی اپنی آواز میں بطور عبادت کیا کرتے ہیں۔ فنکس عمر داسہ فی الارض) یہ سُن کر حضرت عمرؓ غرق عرق ہو گئے اور زمین کی طرف سر جھکا کر بے لے لاعیب لعمراذ اسئل عما لا یعلم ان یقول لا اعلم عمرؓ کے لئے اس میں کوئی عیب نہیں کہ جب اس سے کوئی ایسا سوال کیا جاتے جس کا وہ جواب نہ دے سکے تو صاف کہہ دے کہ میں نہیں جانتا یہ سُنتے ہی "فوثب الیہود وقالوا نشهد ان محمدؐ الہ یکن نبیاً وان الاسلام باطل" یہودی اچھل پڑے اور کہنے لگے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ نبی نہ تھے اور ان کا لایا ہوا اسلام باطل ہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر حضرت سلمان فارسی آگے آئے اور کہنے لگے کہ میں آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ تھوڑی دیر ٹھہر جائیے اور ابھی جائیے نہیں، یہ کہہ کر حضرت سلمان فارسی حضرت علیؓ کی خدمت میں جلد سے جلد پہنچے اور اُن سے کہا "یا ابا الحسن اغث الاسلام" اے علیؓ اسلام کو بچاؤ، ابن خطابؓ نے بغیر غرق کر دیا ہے۔ پوچھا کیا بات ہے؟ سلمان نے واقعہ بتایا امیر المومنینؓ نے رسولؐ کریمؐ کی عبا اور حلی اور فرمایا چلو، چنانچہ یہ دونوں دربار خلافت میں پہنچے جو نبیؐ آپؐ کا نزول اجلال ہوا حضرت عمرؓ نے بڑھ کر حضرت علیؓ علیہ السلام کو گلے لگایا اور اپنی مشکل بیان کی اور مشکل کشائی کی درخواست کی۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہاں ہیں وہ لوگ ان کو بلاؤ، چنانچہ وہ بلائے گئے۔ امیر المومنینؓ نے فرمایا، اے علماء یہود سنو، مجھے میرے نبیؐ نے علم کے ہزار باب تسلیم فرمائے ہیں اور ہر باب سے میں نے ایک ایک ہزار باب کا اضافہ کیا ہے، تم دل کھول کر سوال کرو مگر میری شرط یہ ہے کہ اگر میں تمھاری توریت کے مطابق صحیح صحیح جواب دے دوں تو تم دین اسلام قبول کر لو گے "فقالوا نعم" ان لوگوں نے کہا کہ آپؐ کی شرط منظور ہے، امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ اچھا اب ایک ایک سوال کرتے جاؤ اور جواب سُنتے جاؤ، علماء یہود نے کہا کہ ہمیں یہ بتائیے کہ آسمانوں کا قفل کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ "شرک باللہ" جب کوئی مشرک ہوتا ہے تو اُس کے اعمال آسمان پر نہیں جاسکتے، پھر پوچھا کہ آسمان کی کنجی کیا ہے فرمایا "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ" کہنا اور اس کی شہادت دینا، فجعل بعضهم ينظر الى بعض ويقولون صدق الفتی، یہ سُن کر وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ اس جوان نے تو بالکل صحیح جواب دیا ہے، اس کے بعد کہا کہ یہ بتائیے کہ وہ کونسی قبر ہے جو اپنے اندر مدفون کو لئے پھرتی

فرمایا یہ وہ مچھلی ہے جو حضرت یونسؑ کو نگل کر سات دریاؤں میں تیرتی پھری، کہا یہ بتائیے کہ وہ کون ہے جس نے اپنی قوم کو ڈرایا۔ مگر وہ نہ انسانوں میں سے تھا اور نہ جنوں میں سے۔ حضرت نے فرمایا ”ہی نملۃ سلیمان بن داؤد“ وہ حضرت سلیمان بن داؤدؑ کے زمانے کی چیونٹیوں کا بادشاہ ہے اُس نے لشکرِ سلیمان کو دیکھ کر کہا تھا کہ اے چیونٹیاں! اپنے اپنے بلوں میں چلی جاؤ الخ، اب آپ یہ بتائیے کہ وہ کونسی پانچ مخلوق ہیں جو زمین پر چلتی پھرتی ہیں۔ لیکن ارہام سے پیدا نہیں ہوئیں، حضرت نے فرمایا وہ ”آدم وحواء“، ناقہ صالح، ونبیہ ابراہیمؑ عصائے موسیٰؑ پھر انہوں نے پوچھا کہ یہ بتائیے کہ دراج۔ مرغ۔ گھوڑا۔ مینڈک۔ گدھا اور قبرہ اپنی اپنی آوازیں بطور عبادت کیا کہتے ہیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ دراج ”الحملن علی العرش استوی اور مرغ اذکما للہ یا غافلین اور گھوڑا اللہم انصر عبادک المومنین علی الکافرین، اور گدھا لعن اللہ العشار، اور مینڈک سبحان ربی المعبود المسبح فی الحجج البحار، اور قبرہ اللہم العن مبغضی محمد و آل محمد کہتے ہیں۔

یہ سنتے ہی دو علمائے یہود مسلمان ہو گئے اور اُنھوں نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔ یہ دیکھ کر تیسرے نے کہا کہ اے عظیم متکلم میں ابھی کچھ اور پوچھنا چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا پوچھ، اس نے کہا کہ یہ بتائیے کہ پہلے زمانے میں وہ کون سے لوگ تھے جو نین سو نو برس مُردہ رہے۔ پھر خدا نے انھیں زندہ کیا۔ ”نماکان من قصۃہم“ ان کا قصہ کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ وہ اصحاب کہف تھے۔ اُن کا قصہ اس کتابِ خدا میں موجود ہے جو حضرت محمد مصطفیٰؐ پر نازل ہوئی ہے یہودی عالم نے کہا کہ میں نے اُسے پڑھ لیا ہے، میں تو یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کے نام کیا تھے، ان کے آباؤ اجداد کے نام کیا تھے۔ ان کے شہر کا کیا نام تھا۔ اُن کے بادشاہ کا کیا نام تھا۔ اُن کے کتے کا کیا نام تھا، اُن کے پیارے کا کیا نام تھا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ صلعم کی تعلیمات کی روشنی میں سنو، وہ جہاں کے رہنے والے تھے وہ روم کی سرزمین میں واقع ہے۔ اُس کا نام زمانہ جاہلیت میں افسوس تھا۔ اسلام نے اس کا نام طرسوس رکھا۔ ان کا ایک بادشاہ تھا جو صالح اور نیک تھا۔ جب وہ مر گیا تو ان کے ملک پر دقیاوس نے قبضہ کر لیا اور جس وقت فرار ہوئے تو یہی بادشاہ تھا، ان کی تعداد چھ تھی اور ان کے نام تملیخا۔ مکسلینا۔ محیلینا۔ مرطلیوس۔ کشطوس۔ سادیئوس تھے۔

لہ ایک روایت میں عصائے موسیٰؑ کے بجائے زاغ قایل مرقوم ہے۔ یعنی وہ کوآ جو قایل کو دفن بائبل کی ترکیب بتانے آیا تھا، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے ۱۲ :-

اس کے بعد حضرت نے ان کے سوالات کے نہایت مفصل جوابات دیئے، جس کی تفصیل کتاب عرائس ثعلبی کے صفحہ ۲۳۰ سے صفحہ ۲۴۰ تک میں موجود ہے۔ الغرض جب تیسرے عالم ہیوونے جی کھول کر سوالات کرنے کے بعد صحیح ترین جوابات پالنے تو کہا: "اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبدا ورسوله وانك اعلم هذه الامة" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے۔ محمد اس کے رسول ہیں اور آپ اس اُمت کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۲ میں ہے کہ اصحاب کہف سال میں ایک دن کروٹ بدلتے ہیں اور وہ دن یوم عاشورا ہے۔

قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ کا آسمان سے نزول

یہ مسلم ہے کہ قیامت کی آمد کی کسی کو اطلاع نہیں، خداوند عالم نے اس سے کسی کو آگاہ نہیں فرمایا۔ کوئی یہ نہیں جانتا کہ وہ کب آئے گی۔ علامہ شیخ عباس قمی بحوالہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے آسمان پر جانے سے قبل ایک دن حضرت جبرئیل سے دریافت کیا کہ "قیامت کب آئے گی۔" متی قیام الساعة؛ یہ سن کر حضرت جبرئیل نے اپنے پروں کا ایک سخت جھٹکا دیا اور کہا قیامت بغتہ اور دفعۃً آئے گی اس کا کسی کو علم نہیں ہے۔۔۔۔۔ (سفینۃ البحار جلد ۱ ص ۶۶) لیکن اس کا آنا مسلم ہے اور قیامت سے قبل حضرت امام محمد مہدی آخر الزماں کا ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول تسلیم شدہ ہے۔

الغرض قیامت سے قبل حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا اور سنت کے قائم کرنے اور بدعت کو مٹانے نیز انصرام و انتظام عالم میں مصروف و مشغول ہوں گے کہ ایک دن نماز صبح کے وقت یا بروایتے نماز عصر کے ہنگام حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوتے۔ دمشق کی جامع مسجد کے منارہ شرقی پر نزول فرمائیں گے، حضرت امام مہدی علیہ السلام ان کا استقبال کریں گے اور فرمائیں گے کہ آپ نماز پڑھائیے۔ حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ آپ امام زمانہ ہیں، میری حیثیت امتی کی ہے۔ "امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ "کان من بعض امت" عیسیٰ جب نزول فرمائیں گے تو ان کی حیثیت ایک امتی سے زیادہ نہ ہوگی۔ غرض کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نماز جماعت کی امامت کریں گے اور حضرت عیسیٰ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ان کی تصدیق کریں گے۔ (نور الابصار ص ۱۵) غایتہ المقصود ص ۱۵۱ و ص ۱۵۲ بحوالہ مسلم وابن ماجہ و مشکوٰۃ ص ۱۵۵، اس وقت حضرت عیسیٰ کی عمر چالیس سالہ جوان جیسی ہوگی، وہ اس دنیا میں شادی کریں گے اور ان کے دو لڑکے پیدا ہوں گے۔ ایک کا نام احمد اور دوسرے کا نام موسیٰ ہوگا (اسعاف الراغبین برعاشیہ نور الابصار ص ۱۵۵) قیامت نامہ ص ۹

بحوالہ کتاب الوفا رابن جوزی مشکوٰۃ ص ۲۹۵ و سراج القلوب ص ۷۷۔

اس کے بعد حضرت امام مہدیؑ اور حضرت عیسیٰؑ بلاد ممالک کا دورہ کرنے اور حالات کا جائزہ لینے کے لئے برآمد ہوں گے اور درجبال ملعون کے پہنچائے ہوئے نقصانات اور اس کے پیدا کئے ہوئے بدترین حالات کو بہترین سطح پر لائیں گے، حضرت عیسیٰؑ قنزیر کو قتل کرنے صلیبوں کو توڑنے اور لوگوں کے اسلام قبول کرنے کا انصرام و انتظام اور بندوبست فرمائیں گے، عدل مہدیؑ سے بلاد عالم میں اسلام کا ڈنکا بجے گا۔ اور ظلم و ستم کا تختہ تباہ ہو جائے گا۔ قیامت نامہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی ص ۱۷ بحوالہ صحیح مسلم۔

قیامت کے موقع پر خلاق عالم اور مسیح کے درمیان سوال و جواب

یہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان چہارم پر چلے جانے کے بعد عیسائیوں نے غلط راہ اختیار کر کے اور ان کی تعلیمات کو فراموش کر کے یہودیوں کا پلن اختیار کر لیا یعنی جس طرح حضرت موسیٰؑ کے بعد یہودیوں نے ان کی تعلیمات سے منہ موڑ کر حضرت عیسیٰؑ کی مخالفت کی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے عروج آسمانی کے بعد عیسائیوں نے کیا نہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی نبوت کو تسلیم کیا اور نہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰؑ ان لوگوں کے لئے ہدایت جاری کر گئے تھے اور انھیں اچھی طرح سمجھا گئے تھے کہ اللہ ایک ہے۔ محمد مصطفیٰ جو میرے بعد آئیں گے وہ اس کے نبی ہوں گے اور ان کا دین اسلام ہوگا۔ تم لوگ ان چیزوں کے تسلیم کرنے میں پس و پیش نہ کرنا۔ لیکن انھوں نے ان کی ہدایت اور تعلیم پر مطلق عمل نہ کیا۔ وحدت جو تمام انبیاء کے بعثت کی جان تھی اسے تثلیث کے گورکھ دھندے میں گم کرنے کی سعی کی اور حد یہ ہے کہ اس سے بھی آگے بڑھ کر حضرت عیسیٰؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ جس کے متعلق خلاق عالم نے اس وقت جبکہ حضرت عیسیٰؑ قیامت کے قریب نازل ہوں گے تو سوالات کرے گا اور وہ اس کا جواب دیں گے۔ قرآن مجید پارہ ۷ رکوع ۶ میں ہے کہ ”اے میرے پیغمبر اس وقت کو بھی یاد کر جب قیامت میں عیسیٰؑ سے، خدا فرمائے گا کہ کیوں اے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ، کیا تم نے یہ لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لو، عیسیٰؑ عرض کریں گے سبحان اللہ، میری توبہ مجال نہ تھی کہ میں ایسی بات منہ سے نکالوں جس کا مجھے کوئی حق نہ ہو (مالک معاذ اللہ) اگر میں نے کہا ہوگا تو تجھ کو ضرور معلوم ہوگا کیونکہ تو میرے دل کی سب بات جانتا ہے البتہ میں تیرے جی کی بات نہیں جانتا کیونکہ اس میں تو شک ہی نہیں کہ تو ہی عیب کی باتیں خوب جانتا ہے تو نے جو مجھے حکم دیا، اس کے سوا تو میں نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا، میں نے تو ان سے یہی کہا ہے

کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پالنے والا ہے، اور جب تک میں ان میں رہا ان کے قدم ڈگمگانے نہیں دیتے اور ان کی ہر طرح دیکھ بجالاؤ اور نگرانی و نگہداشت کرتا رہا۔ پھر جب تو نے مجھے دُنیا سے اٹھایا تو میری ذمہ داری ختم ہو گئی اور تو ان کا نگہبان تھا اور تو خود ہر چیز کا گواہ (موجود) ہے۔ تو اگر ان پر عذاب کرے گا۔ (تو تجھے حق ہے اور تو مالک ہے، کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے گا، تو یہ تیرے اختیار میں ہے، بے شک تو زبردست حکمت والا ہے۔

تم واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ کا آسمان پر جانا اور قیامت تک وہاں ہی رہنا، پھر نزول فرما کر حضرت امام مہدی علیہ السلام کی امداد کرنا، صلیب کو توڑنا گرجوں کو برباد کرنا اور اس عیسائیت کو ختم کرنا جس نے ان کے عروج آسمانی کے بعد جنم لیا ہو گا۔ اور عیسائیوں کو حلقہ بگوش اسلام کرنا "مسلمان بنے"، ہے اور تمام فرق اسلامیہ اس کے قابل ہیں۔ اور چونکہ قیامت کے قریب دنیا کی تقریباً تمام آبادی عیسائی ہوگی غالباً اسی لئے خدا نے حکیم و دانا نے کسی اور نبی کے بجائے حضرت عیسیٰ کو زندہ اور باقی رکھا ہے، وہ نازل ہونے کے بعد امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق کریں گے اور عیسائیت کو زنج دین سے اکھاڑ دیں گے، پھر دونوں مل کر چارواں گ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجائیں گے اور آیت "لیظہر علی الدین کلمۃ" کی عملی تفسیر فرمائیں گے فقط والسلام

سید نجم الحسن کراوی
۲۱ مارچ ۱۹۷۲ء

نوٹ

دیارِ غیر میں رہنے والے اپنے بچوں کیلئے یہ کتاب سمجھ کی سمجھ سے دیگر حضرات بھی مانڈہ اٹھا سکتے ہیں

سید نذر عباس رضوی
28-6-2008